

سیرت سید الانبیاء ﷺ

ترجمہ

# الو

بائے اخوان المصطفیٰ ﷺ

مصنف: امام عبدالرحمن ابن جوزی علیہ الرحمۃ

مترجم: علامہ محمد اشرف سیالوی



ALAHAZRAT-NETWORK

www.alahazratnetwork.org

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیت ورک

www.alahazratnetwork.org



سیرت  
سید الانبیاء  
صلی اللہ علیہ وسلم  
ترجمہ  
الوفاء

باجوال المصطفیٰ ﷺ

مصنف

امام عبد الرحمن ابن جوزی عیدہ

مترجم

علامہ محمد اشرف سیالوی

ناشر

فرید ہیکٹال۔ اردو بازار لاہور





کتاب \_\_\_\_\_ الونہ باحوال المصطفیٰ (علیہ التمجید والثناء)  
مصنف \_\_\_\_\_ امام عبدالرحمن ابن جوزی  
مترجم \_\_\_\_\_ علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی  
ناشر \_\_\_\_\_ شیخ الحدیث دارالعلوم ضیاء شمس العلوم، سیال شریف  
مصححین \_\_\_\_\_ سید اعجاز احمد  
خوشنویس \_\_\_\_\_ محمد عالم مختار حق - راجا رشید محمود  
مطبع \_\_\_\_\_ فضل الہی کیلانی  
جنرل پرنٹرز رشیدین روڈ، بحیرہ پارک لاہور

قیمت \_\_\_\_\_ ۳۲۰/- روپے



## عرضِ ناشر

گزشتہ چند برسوں سے دینی ادب کی اشاعت کی طرف توجہ دی جا رہی ہے ورنہ یہ گمان ہو چلا تھا کہ سننی خیز، جاسوسی، اور جنسی لٹریچر کی بھرمار کے باعث قوم دین اور شعائر دین کو کھلا بیٹھے گی۔ محنت مند ادب کی طرف توجہ کم سے کم ہوتی جا رہی تھی۔ کچھ حضرات نے معلوم و موجود معتقدات سے فرار کی راہ اختیار کر لی۔ دین متین کی وہ متین راہیں جن پر صحابہ کبار، تابعین عظام، تبع تابعین اور دوسرے بزرگان دین ادلیائے کرام آج تک چلتے رہے ہیں، انہیں نامناسب غیر متوازن، نام درست اور غیر مہوار قرار دینے کی جسارت بھی کی گئی۔ عقیدوں کی پختگی پر زبان طعن دراز ہوئی۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کے جذبات و احساسات کو ہدف تنقید بنایا گیا۔ آقا و مولا علیہ التیمۃ والسنۃ کے اور ان کے نام لیواؤں کے اختیارات و تصرفات پر انگلیاں اٹھائی جانے لگیں۔ حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات و اسوہ کے مقابلے میں دشمنان اسلام کے نکات کو نام نہاد مسلمانوں نے اہمیت دی، ان کی تنقید و تنقیص سے گھبرا کر جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں نے تاویل و تحریف کا دروازہ کھولا۔ ایسے میں اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اپنے بزرگوں کی ایسی تصانیف کو اردو میں منتقل کیا جائے جو عربی یا فارسی زبانوں کے پردوں میں مستور ہونے کی وجہ سے اردو داں طبقے کی رسائی سے باہر تھیں۔ لیکن جن میں وہ تمام اعتقادات ضوئیں ہیں جن سے جدید تعلیم یافتہ اور تہجد پسند علما پریشان ہیں۔ چنانچہ فریبک مثال نے اس سمت قدم بڑھایا اور اس نوع کی بہت سی کتابوں کی طباعت و اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔

”الوفائی احوال المصطفیٰ“ (صلی اللہ علیہ وسلم) امام ابن جوزی کی ایسی ہی تصنیف ہے۔ جس کے مطالعے سے قارئین کرام اس فیصلے پر پہنچ سکیں۔ گہر کہ وہ راہِ صواب کیا ہے۔ جس پر بزرگان دین گامزن رہے۔ اور آج اس راہ کے مسافر کون ہیں۔

علامۃ الدہر شیخ الحدیث مولانا ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی مدظلہ نے اپنے علم، تجربے، جدوجہد اور فضلِ خداوندی کے بل پر ابن جوزی علیہ الرحمہ کی اس معرکہ الآراء تصنیف کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ ارکانِ ادارہ صدقِ دل سے ان کے شکر گزار ہیں اور یقین ہے کہ اس عظیم تصنیف کے خوبصورت ترجمے سے مستفید ہونے والے قارئین بھی ان کے لیے دعا گو ہوں گے۔



میں سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ (بلال کینج لاہور) کا بھی  
 ممنون ہوں جنہوں نے اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر الوقفا کا مقدمہ لکھا اور اپنے دوست راجا شید محمد  
 کا بھی احسان مند ہوں کہ انہوں نے کتاب کو خوبصورت اور وقیع بنانے میں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔  
 فرید بک سٹال نے اب تک جو تراجم چھاپے ہیں، ان میں سبع سنابل، سنن نسائی (تین جلدیں)،  
 مند امام اعظم اور روشنی کی طرف (امام غزالی) وغیرہ شامل ہیں۔ الوقفا کے فاضل مترجم علامہ محمد اشرف سیالوی  
 شواہد الحق (از علامہ یوسف نبھانی علیہ الرحمہ) کا ترجمہ بھی فرما رہے ہیں۔ مطالع المسرات کا ترجمہ مولانا محمد عبدالحکیم  
 شرف قادری کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ حجتہ الشریعہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین کا ترجمہ بھی کر دیا جا رہا ہے۔  
 قارئین کرام سے گزارش ہے کہ الوقفا پڑھ کر اپنی گرانقدر آرا اور قیمتی مشوروں سے ہمیں محروم نہ رہیں  
 اور دعا فرمائیں کہ خداوند کریم و عظیم اس ادارے کو خدمتِ دین کے زیادہ سے زیادہ مواقع عنایت فرمائے۔

سید اعجاز احمد



## مقدمہ

نام و نسب : مصنف کتاب حضرت علامہ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی عبد الرحمن بن ابی الحسن علی بن محمد بن علی ابن عبد اللہ بن حمادی بن محمد بن محمد بن جعفر الجوزی، کنیت ابو الفرج اور لقب ابن جوزی ہے۔

آپ کے اس مشہور زمانہ لقب کا سبب یہ ہے کہ آپ کے آبائیں آٹھویں پشت پر جعفر نامی شخص کو جوزی کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور ابن شمار کے بقول جوئے شہر بصرہ کا ایک محلہ ہے۔

امام الحدیث علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ اپنی عمر کی مشکل تین منزلیں طے کر پائے تھے کہ شفقت پوری سے محروم ہو گئے۔ مستقبل میں دنیائے اسلام پر آفتاب علم و دانش بن کر چمکنے والے اس نونہال کی پرورش والد کے بعد پھوپھی نے کی۔ جب آپ حدیث میں داخل ہوئے تو پھوپھی آپ کو ابو الفضل ابن اصر کی مسجد میں چھوڑ آئیں جو رشتہ میں ان کے ماموں تھے۔ انہوں نے اس نہایت زیرک بچے کو اپنی تربیت میں لے کر پوری توجہ سے علوم دینیہ پڑھانے شروع کیے۔ آپ نے تھوڑے سے عرصے میں حفظ قرآن، علوم قرأت اور تحصیل علم حدیث کی منازل طے کر لیں۔ آپ نے خود فرمایا۔

”علم کی محبت بچپن ہی سے میرے دل کی گہرائیوں میں جا گزیں تھی اور میں حصول علم کے لیے کسی بڑی سے بڑی مہم کو سر کرنے میں لذت محسوس کیا کرتا تھا۔ چنانچہ اللہ نے مجھے مقام علم پر فائز کر دیا۔“

## علم حدیث

یوں تو علامہ ابن جوزی جملہ علوم متداولہ میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے مگر جس علم میں انہیں ابدی و آفاقی شہرت حاصل ہوئی وہ علم حدیث ہے۔ اس علم میں آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے مقام علم و تجربہ پر اعتماد کی وجہ سے کہا کرتے تھے کہ :

”میرے زمانے تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت شدہ کوئی بھی حدیث میرے سامنے بیان کی جائے تو میں بتا سکتا ہوں کہ یہ صحت و ضعف کے کس درجے پر ہے۔“

اور یہ دعویٰ افتخار غرور پر مبنی نہیں، اظہار حق و صداقت اور تحدیث نعمت کے طور پر ہے۔ فن حدیث

میں آج کے تصانیف کا شمار امام ابن جوزی کے ساتھ ہوتا ہے۔ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے احادیث پاک سے عشق کا حد



تک اپنے قلبی لگاؤ بلکہ وارفتگی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ :-

”مجھے نو عمری میں جبکہ عام لڑکوں کو کھیل کود کے سوا کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی، جب کبھی گھر آنے کا اتفاق ہوتا چند خشک روٹیاں تو شہ دان میں ساتھ لے کر سرور انبیا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے حصول کے لیے نکل کھڑا ہوتا، متعدد مرتبہ ایسا ہوا کہ میں صبح ہی صبح نہر عیسیٰ کی طرف نکلا اور شام تک اس کے کنارے بیٹھ کے احادیث کا متن یاد کرتا رہا۔ مگر شام کا اندھیرا چھا جانے تک پاس رکھی ہوئی سوکھی روٹی کے دو تھے منہ میں ڈالنے کی فرصت ہی نہیں ملی۔ میں دل میں یہی خیال اور دماغ میں یہی خمار تھا کہ بے ثبات زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی مجھے انہی الفاظ میں یاد کیا جائے کہ ابن جوزی رحمۃ اللہ کے محبوب کی احادیث اور ان کے جان نثار صحابہ کے احوال زندگی کا بہت بڑا حافظ تھا۔“

خلکان نے حضرت علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق اور اس کے ساتھ وابستہ چلتی ہوئی تمناؤں کے اظہار کا تذکرہ ایسے وارفتہ انداز میں کیا ہے جسے سن کر درویشی دیکھنے والے دلوں میں محبت کے نغمے چھڑ جاتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی علیہ الرحمہ نے حالت نزع میں نجف سی آواز میں پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ وہ سارے قلم اکٹھے کیے جائیں جن سے میں نے تمام عمر شافع عشر محبوب و اور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک احادیث لکھی ہیں اور ان کے سروں پر لگی ہوئی روشنائی کھرچ لی جائے جب آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی تو اس سیاہی کا ڈھیر لگ گیا۔ پھر اس پر دانہ شمع رسالت نے بحر محبت کی گہرائیوں میں ڈوب کر یہ وصیت کی کہ مرنے کے بعد میری نعش کو غسل دینے کے لیے تیار کردہ پانی میں یہ روشنائی ڈال دینا۔ شاید خدائے رحمان و رحیم اس جسم کو نار جہنم سے نہ جلائے جس پہ اس کے محبوب کی حدیث کی روشنائی کے ذرے لگے ہوں۔“

وصیت کے مطابق آپ کو غسل دیا گیا تو کافی مقدار میں روشنائی پھر بھی بچ رہی تھی۔

مذکورہ بالا عبارت کو دیکھ کر اس عاشق حقر سوختہ کے حسن طلب پر صد آفرین کہنا پڑتا ہے کہ کس اولیٰ دل ربانی سے فضل باری کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اس اعتماد اور نگاہ قدرت میں حرمت مصطفیٰ کے اس وثوق پر کہا جاسکتا ہے کہ جس انداز پر نیاز سے ابن جوزی نے مطالبہ مغفرت کیا ہے خدائے رحمان نے کیوں نہ آپ کو جنت کی دستوں کا مالک بنا دیا ہوگا۔

اے پروردگار! ہمیں بھی رُخ والضحیٰ اور سرمہ مازاغ والے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے یہی انداز عطا فرما۔



## فن خطابت

خطابت کا شوق آپ کی طبع مستقیمہ میں شروع ہی سے تھا۔ عہدِ نوخیزی ہی میں اچھے واعظ تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی صلاحیتوں میں روز افزوں نکھار آتا گیا۔ اور پھر اس فن میں آپ کو وہ ملکہ حاصل ہوا کہ چند لمحوں میں آپ کے چند کلمات سے لاکھوں کے مجمع میں آگ لگ جاتی۔ اور مجلس وعظ میں عوام الناس ہی نہیں، خلیفہ وقت بھی جملہ وزراء نے سلطنت کے ساتھ پتھر کی تصویر بنادیم بخود بیٹھا ہوتا تھا۔ آپ کے وعظ سے متاثر ہو کر ہزاروں گم کردہ راہِ نسیق و فجور سے تائب ہو کر صراطِ مستقیم کے راہی بن گئے اور آپ کے دستِ حق پرست پر دو لاکھ سے زائد کفار کلمہ حق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لٹھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کا دعویٰ تھا کہ ”جو آنکھیں عدم ذوق اور کثرتِ گناہ سے پتھر بن گئی ہوں، اور یا نے وعظ کی سیلابی سے نالہ کناں ہو کر بہہ پڑتی ہیں۔“

حکمرانوں کی خوشنودی اور دربارِ شاہی میں رسائی کے لیے آپ نے کبھی وعظ نہ کیا۔ خود کو ظلِ سلطانی اور مہمانتِ لسانی سے ہمیشہ دور رکھا، ساری عمر شمشیر وعظ اور نیزہِ فکرم سے جہادِ حق کیا اور اسی راہ میں جان، جانِ آفریں کے حوالے کر دی۔

صرف علم حدیث اور فن وعظ ہی میں نہیں، تمام علوم میں آپ کو منفرد مقام حاصل تھا۔

## ابن جوزی کا مسلک

فہم قرآن و حدیث میں آپ کا روئے فکر و تدبر الفاظ کی ظاہریت کی طرف رہا۔ اور فطرتِ مستنبطہ عقلی استدلال کے بجائے نقلِ صحیح پر قناعت کناں تھی۔ یعنی آپ استخراجِ معانی مختلفہ کے بجائے تمسک بالانفاظ کی طرف زیادہ مائل تھے۔ مذہباً اگرچہ آپ حنبلی جانے اور پہچانے جاتے ہیں لیکن علتِ مذکورہ بالا کے باعث مختلف مذاہبِ فقہیہ اور مشہور مسالکِ اعتقادیہ میں سے کسی بھی مسلک و مذہب کو اس کی تمام تفصیل کے ساتھ آپ نے اختیار نہیں فرمایا ہے۔

یاد رہے کہ تمسک بالمعنی تطبیق بین الآیتین اور ظاہر اور مختلف الدالات حدیثوں کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے اور کسی اختلافی مسئلے پر نقصانِ فہم کے باعث کتاب و سنت و اجماع سے نصِ صریح نہ ملنے کے وقت کسی علتِ مشترکہ کی بنا پر فروع غیر منصرہہ پر اثباتِ حکم کے لیے تمسک بالمعنی ضروری ہے۔ (ما آئی، اگلے صفحہ پر)



اسی لیے حنبلی ہونے کے باوجود جماعت حنابلہ کے ائمہ آپ کی بعض آراء سے متفق نہیں بلکہ یکے از ائمہ مسلک حنبلیہ علامہ ابن رجب حنبلی اپنی کتاب "طبقات الحنابلہ" میں اس طرح گویا ہیں :-  
ہمارے مسلک حنبلیہ کے سربراہ اور وہ مشائخ مجتہدین و ائمہ مستنبطین نے علامہ ابن جوزی کے مائل الی تاویل ہونے کی تصریح کی اور پھر ان کی آراء کا سخت رد کیا ہے ۔ انتہی ۔

لیکن ان تمام تصریحات کے باوجود علامہ ابن جوزی کا حقیقت شناس دل اور دانا سے رموزِ محبت قلم، جب عشق رسالت کی معطر وادیوں سے گذرتا ہے تو علم و حکمت اور عشق و محبت کے پھول یوں کھلا دیتا ہے کہ عقیدت کی نظریں انہیں چوم لیتے کوڑھپ جاتی ہیں ۔

اس دعوے کی تصدیق اس وقت بڑی صراحت سے ہو جاتی ہے جب ہم "الوفاء" کے وہ ابواب پڑھتے ہیں جن میں زیارتِ قبر نبی، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استسقاءِ مطر، گنبدِ خضریٰ میں عدالتِ محبوب کبریاء میں کائنات کے جملہ مسلمین و مسلمات کے افعالِ حسنہ و اعمالِ سیئہ کی پیشی اور خواب میں سمرمہ مازع البصر والے حبیب کے دیدار جیسے عشق بھرے موزوعات کو پوری وارفتگی سے بیان کیا گیا ہے ۔  
استقامت و حق گوئی

کلام ابن جوزی میں پاسدارانی حق و تبطل باطل کا جو عنصر ہر جگہ پوری تابانی سے جلوہ گر نظر آتا ہے۔ اس کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ہے جیسا کہ نبی اکرم شارع علیہ السلام کا حکم پاک ہے ۔ احادیث میں مسطور ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو قاضی یمن بنا کر بھیجنے کے لیے جب مدینہ شریف سے باہر تشریف لائے تو ان سے ارشاد فرمایا اے معاذ! تم مسند قضا پر بیٹھ کر کس دلیل سے فیصلہ کرو گے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی کتاب سے ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کتاب سے نہ پاؤ تو بولے، حدیث رسول خدا سے ۔ پھر آپ نے آخری سوال کیا کہ اگر میری سنت سے بھی نہ پاؤ ؟  
حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی ۔ الحمد للہ الذی وفق رسول اللہ علی ما یحب و روضہ اللہ التمرکذی ترجمہ :- سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو وہ علم عطا فرمایا جو موجب رضائے الہی ہے ۔  
اس لیے صاحب کتاب ابن جوزی او دیگر متمسکین بالظواہر بھی مواضع مذکورہ پر تمسک بالمعنی کے وجوب کے معترف ہیں ۔ باقی ارتکازِ نظری عبارت کی طرف زیادہ میلان خاطر بھی چنداں معیوب نہیں اور متن میں مذکور مسلک مصنف کا بھی یہی معنی ہے ۔



پس منظر میں امانِ نظر سے ہمیں اس دور کی خضرماتِ فکریہ و عباداتِ مذہبیہ کی ہلاکتِ خیریاں اور کلامِ خدا و سنتِ مصطفیٰ سے گریز و فرار کی خوں آسمیاں دکھائی دیتی ہیں۔ ایسے دُور پر فتن میں سیرتِ احمد مختار پر عمل کرتے ہوئے ابنِ جوزی جیسے وارثِ انبیاء و مبلغِ اسلام پر اعلاءِ کلمۃ اللہ اور تمسکِ بالسنتہ کا فریضہ بڑی شدت سے عائد ہوتا تھا جیسے انہوں نے کمالِ بے خوفی و استقامت سے ادا کیا۔

## پس دیوارِ زنداں

رحیمہ العصر علامہ عبدالرحمان ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے سچے شیدائی اور ظہار حق کے لیے لائحہ عمل علیہود و لاہم یحزبون کی عملی تصویر رکھے، حافظِ ذہبی صاحب 'میزان الاعتدال' کی کتاب تذکرہ الحفاظ میں ہے ایک بے راہ و شخص عبدالسلام بن عبد الوہاب حنبلی بڑا بد مذہب نام کا حنبلی نہایت فتنہ خیز مگر مقرب دربارِ وزیرِ قصاب تھا۔ مجاہدِ اسلام علامہ ابن جوزی اس کی یہ فتنہ پروریاں برداشت نہ کر سکے اور تلاوتِ قرآن و تدریسِ حدیث کی غذا سے پروردہ تلامیذ کو عبدالسلام کے متعلق تادیبی کارروائی کا حکم دے دیا۔ نتیجہً اسکی کتب نذرِ آتش ہوئیں اور مدرسہ اس کے قبضہ سے اسلام کے خدمت گزار ہاتھوں میں آگیا اور یوں آپ اس سرچشمہ فتنہ و شر کو ہمیشہ کے لیے بند کر کے بارگاہِ مصطفیٰ سے سرخرو ہوئے۔

صاحبِ طبعِ شریخ ابن عبد الوہاب نے اپنے مربی وزیرِ قصاب شیعہ کو آپ کے متعلق بھڑکانا شروع کیا کہ کبھی آپ نے ابن جوزی کی حرکات و سکنات کا بھی نوٹس لیا ہے وہ کڑا صبی اور اولادِ ابی بکر سے ہے اور آپ کے منصبِ جلیلہ کے لیے کسی وقت بھی نقارۂ اجل و کوسِ حلت بن سکتا ہے۔

بس اسی جرمِ لاجرم کی پاداش میں آپ کی ساری جائداد، گھر اور اس کا مکمل اثاثہ ضبط کر لیا گیا۔ اہل خانہ اور جگر کے ٹکڑے یعنی بچے بچیاں آنکھوں سے جدا کر کے دور دراز علاقوں میں پھینک دیے گئے اور آپ کو پانچولہاں کشتی میں ڈال کر جبلِ خانہ شتر و اسط کی طرف بھیج دیا گیا۔ جہاں آپ نے زنداں کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں پورے پانچ سال کمالِ صبر و استقلال سے یوں گزارے کہ خود کھانا تیار کرتے اور اپنے ہاتھوں سے کپڑے دھوتے اور زبانِ شکر سے یہ کہتے جاتے۔

اے پروردگار! تو نے مجھ سے ناتواں سے اپنے دین کی اتنی خدمت لی ہے۔ میں کس زبان سے تیرا شکر ادا کروں۔

## تصانیف

قدرت نے آپ کو تصنیف کا ملکہ اور موقعہ بڑی نیاہنی سے عطا کیا تھا، یہاں تک کہ کثرتِ تصنیف میں



آپ کا نام بطور ضرب المثل مشہور ہو گیا۔ ابن عماد کا کہنا ہے۔

علامہ ابن جوزی سے ایک مرتبہ ان کی تعداد تصانیف کے متعلق سوال کیا گیا تو ان کا جواب یہ تھا کہ میری تصنیفات تین سو چالیس سے کہیں زیادہ ہیں۔ جن میں کئی کتابیں بیس بیس جلدوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔

اسمائے رجال کے امام فن علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی میں ابن جوزی جیسا صاحب تصانیف کثیر نہ دیکھا نہ سنا ہے۔ ابن خلکان تو یہاں تک کہہ گئے کہ حکایت کرنے والے اگرچہ ابن جوزی کی تعداد کتب کے بارے میں مبالغہ سے بھی کام لیتے ہیں لیکن پھر بھی آپ کی تالیفات کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ مگر افسوس صد افسوس کہ آپ کے حالات میں رقم شدہ تعداد و مصنفات ایک سو کے عدد سے تجاوز نہیں کر پاتی۔ باقی کتب کے بارے میں بھی کہا جاسکتا ہے کہ صریح زمانہ نے ان پر گردِ نسیان ڈال دیا ہے۔

علم تفسیر میں آپ کی دریافت شدہ کتب درج ذیل ہیں۔

(۱) المنہی، فی علوم القرآن (۲) فنون الافنان، فی عجائب علوم القرآن (۳) زاد المسیر، فی علم التفسیر (۴) المجتبیٰ فی علوم تتعلق بالقرآن (۵) التفسیر الکبیرہ ۲ جلد اور (۶) اخبار اہل الرسوخ، بمقدار الناسخ والمنسوخ۔ علم حدیث میں آپ کی یہ تصانیف ملتی ہیں۔

(۱) الکشف، فی احادیث الصحیحین (۲) تہذیب المسند (۳) المختار، فی اخبار المختار (۴) مشکل الصحاح (۵) جامع المسانید (۶) الموضوعات (۷) الواہیات (۸) الضعیقات اور (۹) تلخیص فنوم اہل الاثر۔ اسی طرح تنقید سیاسی و دینی میں آپ کی دو کتابیں، فن و غنظ میں بارہ، تاریخ میں تیرہ، علم کلام کے متعلق چار اور لغت و ادب کے بارے میں نو کے قریب کتابوں کی نشان دہی کی گئی ہے جن میں سے بعض دستیاب اور دوسری صرف نام کی حد تک معروف ہیں۔

## پیش منظر کتاب

کتاب ”الوفاء باحوال المصطفیٰ“ کا موضوع اگرچہ محض سیرت رسول عربی ہے مگر صاحب کتاب نے دلائل نبوت و شواہد رسالت نبی اکرم کا بھی تذکرہ کیا ہے تاکہ بیان سیرت سے احقاقِ حق اور ذکر دلائل نبوت سے ابطال باطل بھی ہو جائے۔

یہاں سبب تالیف کتاب ہذا کا ذکر کر دینا بھی بے جا نہ ہوگا جو آپ نے کتاب کے آغاز میں اس طرح سپردِ قسط کیا ہے کہ میں نے امت مسلمہ کی قوتِ علمی کا اندازہ و تجربہ کیا تو معلوم ہوا کہ کئی مسلمان تو اپنے نبی ہادی المہتمم، زندگار سے واقف ہی نہ تھے اور بعض دوسرے کو کچھ نہ کچھ واقفیت تو تھی مگر ان کے اذہان ناقص تھے



راخ شدہ تصورات کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس لیے میں نے معہم ارادہ کیا کہ اللہ کے محبوب کی سیرت پر ایسی مختصر اور کثیر المواد کتاب تحریر کروں جو صحیح روایات سے مبرس ہو اور اس میں جملہ انبیاء کرام پر آپ کی افضلیت ثابت کی گئی ہو۔ خدائے رؤف و رحیم کا صد ہزار بار شکر ہے کہ اس نے میری آرزو پوری کر دی۔

## موضوعات و وجہ امتیاز کتاب از کتب سیرت

پیش نظر کتاب کے جملہ مضامین کو چار موضوعات میں مقسم و منہر کیا جاسکتا ہے۔

اول :- سیرت النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی آپ کے وقت ولادت سے حین وصال الی الشہدائے اکرام کے تمام احوال و اسفار و غزوات کا مفصل تذکرہ۔

دوم :- شمائل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم جس میں آپ کے اخلاق حسہ، مکارم و شمائل رفیعہ و بدلیعہ اور جملہ اوصاف حیات خاصہ و عامہ شامل ہیں۔

سوم :- دلائل نبوت۔ اس موضوع کے تحت آپ کے وہ معجزات مشہورہ و مخفیہ اور وہ دلائل باہرہ و برہان قاہرہ ہیں جن سے منکرین رسالت و شان نبوت کے دہان دریدہ و چشمائے شورش دیدہ ہمیشہ کے لیے بند کر دی گئی ہیں۔

چہارم :- خصال الفضل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس سے ہماری مراد وہ خصال الفضل کبریٰ ہیں جن سے الشہداء العزت نے جمیع رسل و انبیاء کرام علیہم التحیۃ و التسلیم پر آپ کو علوی فضیلت عطا فرمایا ہے۔

یہ چاروں عنوانات اگرچہ مصنف کتاب سے پہلے بھی سیرت نگاروں کا موضوع تحریر رہے ہیں، مگر انہوں نے چاروں میں سے کسی ایک کو منفرداً اختیار کیا اور اسی پر پورا زور صرف کیا۔ جیسا کہ ابن ہشام اور البدلیہ و النہایہ کا روئے سخن موضوع اول اور سہتی کی دلائل النبوت کا موق نظر موضوع سوم کی طرف ہونا ظاہر و باہر ہے جبکہ مصنف نے کتاب ہذا میں مذکورہ بالا عنوانات پر مکمل اور تفصیلی روشنی ڈال کر کئی صدیوں سے تھریں میں پڑی ہوئی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔

## اسم الكتاب

۱۹۰۲ء میں رقم ہونے والے نسخہ تیموریہ میں پیش نظر کتاب کا نام "الوفاء" باحوال المصطفیٰ تحریر تھا۔ پھر ۱۹۳۶ء میں جامعۃ الازہر (مصر) کے مطبع سے شائع ہونے والے نسخہ پر الوفا فی بعض احوال المصطفیٰ مکتوب ہوا۔



اسی طرح ایک اور جگہ سے شائع ہونے والی اسی کتاب پر نام "الوفاء فی فضائل المصطفیٰ" درج ہے۔  
جسکے صاحب کتاب کے نواسے نے اپنی تصنیف "سُرَّۃُ الزمان" میں اسی کتاب کا نام "الوفاء فی فضائل  
المصطفیٰ" لکھا ہے۔

مگر چونکہ کتاب کے جملہ موضوعات سے مناسب وہی نام ہے جو نسخہ مکتوبہ میں تھا، اس لیے اسی نام  
سے کتاب شائع کی جا رہی ہے۔  
اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے اس کے مصنف مترجمین، ناشرین اور جملہ  
قارئین کی مغفرت فرمائے۔

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین



حاجی محمد علی عفی اللہ عنہ  
شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ شیرازیہ امیر روڈ  
بلال گنج لاہور



صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
	انبیاء کی بشارت		نبوت کی بشارت
	بارہواں باب		بارہواں باب
۱۲۳	دقت ولادت مصطفیٰ علیہ التہیۃ و النبیۃ و النبیۃ	۱۰۴	خالد بن سعید بن زید کا خواب اور بعثت رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت
	ظہور آثار و کرامات		تیرہواں باب
۱۲۶	بائیسواں باب	۱۰۵	عمر بن مرہ کا خواب اور ظہور مصطفیٰ علیہ التہیۃ و النبیۃ کی بشارت
	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ولادت یافتہ بریدہ ہونا		چودھواں باب
	تیسواں باب		حضرت عبدالمطلب اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بنی زہرہ میں نکاح کرنا
۱۲۷	شب ولادت وقوع پذیر ہونے والے حوادث	۱۱۰	پندرہواں باب
	چوبیسواں باب	۱۱۱	تذکرہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ
۱۳۱	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس میں رونما ہونے والے اہم واقعات و حوادث		سولہواں باب
	پچیسواں باب		حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کا عقد نکاح و تزویج
۱۳۲	محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسرار گرامی	۱۱۲	سترہواں باب
	چھبیسواں باب		حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کو دوران حمل پیش آمدہ واقعات و کیفیات
۱۳۶	ذکر کنیت مصطفیٰ علیہ التہیۃ و النبیۃ	۱۱۵	اٹھارہواں باب
	ستائیسواں باب		وفات حسرت آیات حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما
۱۳۷	سرور عالم و عالمیان علیہ افضل الصلوٰۃ و التسلیمات کی رضا غامی اہمات	۱۱۶	انیسواں باب
	اٹھائیسواں باب		رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت
۱۳۹	تذکرہ علیہ سعید	۱۱۷	بیسواں باب
	انیسواں باب		قصہ فیل دابرہ
۱۴۲	چار سال کی عمر مبارک میں شوق صدر	۱۱۸	
۱۴۶	دس سال کی عمر میں شوق صدر	۱۱۹	
	تیسواں باب		
۱۴۷	مولد نبوی کے پانچ سال بعد پیش آنے والے		



صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۱۴۳	ابتالیسواں باب حلفت الفضول میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل چالیسواں باب اعلانِ نبوت سے پہلے مخرکون و مکان علیہ الصلوٰۃ	۱۳۹	واقعات اکتیسواں باب حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا ساتھ وصال تیسواں باب
۱۴۸	بیس سال کی عمر میں ملائکہ کو دیکھنا اور البوطالب سے بیان کرنا بتالیسواں باب سرورِ انبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء کا بھیڑ بکریاں چرانا تینتالیسواں باب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از نبوت شغل تجارت چوالیسواں باب فخرِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال تجارت کے لیے سفرِ شام پینتالیسواں باب سید دورانِ فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عقدِ تزویج خدیجہ الکبریٰ کے ساتھ چھیالیسواں باب فخرِ آدم و نبی آدم علیہ السلام کی تعمیرِ کعبہ میں شرکت اور حجرِ اسود اپنے دستِ اقدس سے رکھنا	۱۵۵	تینتیسواں باب حضرت عبدالمطلب کا سرورِ عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ استسقا چونتیسواں باب حضرت عبدالمطلب کا سیف بن ذی یزن شاہِ یمن کو تخت نشینی کی مبارکباد دینے کے لیے تشریف لے جانا پینتیسواں باب بیانِ وفاتِ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ چھتیسواں باب سینتیسواں باب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا البوطالب صاحب کی رفاقت میں سفرِ شام اور بحیرہِ رامہب سے ملاقات اڑتیسواں باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حربِ فجار میں تشریف لے جانا
۱۸۰		۱۵۴	
۱۸۱		۱۶۵	
۱۸۲		۱۶۴	
۱۸۳		۱۶۸	
۱۸۴		۱۶۲	



## نبوت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۲۰۶	آکھواں باب خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء پر وحی منزل ہونے کی کیفیت کا بیان نواں باب سید الکونین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوران نبوت کون کون سے فرشتوں کو شرف قرب حاصل رہا	۱۸۶	باب اول نبوت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے اعلانات ہوا لاف کے ذریعے دوسرا باب جانوروں کی زبانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت نبوت
۲۱۲	دسواں باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے معجزہ اور خرق عادت طلب کرنا جو دعویٰ نبوت میں موجب تائید و تقویت اور باعث الطینان ہو	۱۹۳	تیسرا باب فخر العالمین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علامات نبوت جو آپ نے بعثت سے قبل دیکھیں
۲۱۳	گیارہواں باب بعثت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے وقت شاملین پر شہب ناریہ کا پھینکا جانا اور اصنام داوٹان کا سرنگوں ہونا	۱۹۵	چوتھا باب نباتات و جمادات کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں سلام پیش کرنا
۲۱۴	بارہواں باب بعثت مصطفیٰ کے وقت کسریٰ پر وزیر کے مشکلات و حوادث	۱۹۷	پانچواں باب ابتداء وحی کا بیان
۲۱۸	تیرہواں باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو قبول اسلام کی دعوت دینا	۱۹۷	چھٹا باب جبریل امین علیہ السلام کا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وضو اور نماز کی ترکیب بتلانا
۲۲۴	چودھواں باب رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کا اجتماعات میں لوگوں	۲۰۴	ساتواں باب ابتداء نبوت میں فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت خدیجہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو
۲۲۵		۲۰۵	



صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۲۶۸	معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان	۲۶۷	اکیسواں باب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حج کے مواقع پر تبلیغ دین
۲۷۵	چونتیسواں باب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقبہ ثانیہ میں انصار کے ساتھ ملاقات	۲۷۶	تیسواں باب اعلان نبوت کے گیارہویں سال امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی انصار کے ساتھ ملاقات
۲۷۹	پینتیسواں باب قریش کو سمیت انصار کا علم ہونا اور اس کے لئے عمل کے لیے باہم صلاح مشورہ کرنا		تینتیسواں باب

## ابوابِ ہجرت

۲۸۵	باب اول حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غارِ ثور کی طرف ہجرت فرمانا	۲۸۵	باب اول حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غارِ ثور کی طرف ہجرت فرمانا
۲۸۵	دوسرا باب غار میں پیش آنے والے واقعات و حالات	۲۸۵	دوسرا باب غار میں پیش آنے والے واقعات و حالات
۲۸۸	تیسرا باب غارِ ثور سے مدینہ منورہ تک راہ میں پیش آنے والے واقعات و حالات	۲۸۸	تیسرا باب غارِ ثور سے مدینہ منورہ تک راہ میں پیش آنے والے واقعات و حالات
۲۹۸	چوتھا باب حضرت ام مہدی رضی اللہ عنہما کے ہاں سرور انبیاء علیہ التیمۃ والثناء کا نزول اور عظیم معجزے کا ظہور	۲۹۲	چوتھا باب حضرت ام مہدی رضی اللہ عنہما کے ہاں سرور انبیاء علیہ التیمۃ والثناء کا نزول اور عظیم معجزے کا ظہور
۲۹۹	پانچواں باب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کے لیے سفر مدینہ منورہ میں ثور سے کام لینا	۲۹۶	پانچواں باب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کے لیے سفر مدینہ منورہ میں ثور سے کام لینا
	چھٹا باب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ کے راستے میں بریدہ اسلمی سے ملاقات فرمانا، ان کے نام سے نیک خیال لینا اور حضرت بریدہ کا آپ کی خدمت بجالانا		چھٹا باب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ کے راستے میں بریدہ اسلمی سے ملاقات فرمانا، ان کے نام سے نیک خیال لینا اور حضرت بریدہ کا آپ کی خدمت بجالانا
	ساتواں باب اہل مدینہ کا سید خلق صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات اور استقبال کے لیے نکلنا اور آپ کا ان کی معیت میں مدینہ منورہ میں داخل ہونا		ساتواں باب اہل مدینہ کا سید خلق صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات اور استقبال کے لیے نکلنا اور آپ کا ان کی معیت میں مدینہ منورہ میں داخل ہونا
	آٹھواں باب اس دن کا بیان جس میں رحمت عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے		آٹھواں باب اس دن کا بیان جس میں رحمت عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے
	نواں باب اس مکان رفعت مقام کا بیان جس میں سرور		نواں باب اس مکان رفعت مقام کا بیان جس میں سرور



صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۲۴۴	قطع تعلق پر تحریری معاہدہ	۲۲۶	کو عذاب خداوندی سے ڈرانا
۲۴۷	تیسواں باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ضحاک و ازدی کا باہمی مکالمہ	۲۲۹	پندرہواں باب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اقربا کو عذابِ خداوندی سے ڈرانا
۲۴۸	چھبیسواں باب سیدِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ مکالمہ	۲۳۰	سولہواں باب فخر کون و مکمل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت و نبوت کی عمومیت
۲۵۰	پچیسواں باب ولید بن مغیرہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قریش سے مشورہ	۲۳۱	سترہواں باب سید کوئین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنتوں کی طرف مبعوث ہونا اور رسولِ اقلین کے منصب پر فائز ہونا
۲۵۲	چھبیسواں باب سرورِ عالم علیہ التحیۃ و الثناء کا طفیل ابن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکالمہ	۲۳۲	اٹھارہواں باب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا بیان
۲۵۴	تسیسواں باب سید الانبیاء علیہ التحیۃ و الثناء کی جناب ابوطالب کے ساتھ مرضِ وفات میں گفتگو	۲۳۳	انیسواں باب نبی الانبیاء علیہ التحیۃ و الثناء کا کفار و مشرکین کی ایذا رسانیوں پر صبر و تحمل سے کام لینا
۲۵۸	اٹھایسواں باب امام الانبیاء والمرسلین کو حضرت ام المؤمنین خدیجہ اور ابوطالب کی وفات کے بعد پیش آنے والے واقعات	۲۳۹	بیسواں باب اکثم بن صیفی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور و خروج کی خبر سن کر اسلام لانا
۲۶۰	انتیسواں باب سید العالمین رحمتِ محکم صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف میں پیش آنے والے حالات کا بیان	۲۴۰	اکیسواں باب سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمانا
۲۶۳	تیسواں باب تاجدارِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف سے واپسی کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہونا		بائیسواں باب مشرکین مکہ کا بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے



صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۳۰۷	سرور انبیاء و مرسلین علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منبر شریف اور حرم سرا کی درمیانی جگہ کی فضیلت	۳۰۹	انبیاء علیہ التہیۃ و الثناء مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے وقت قیام فرما ہوئے
۳۰۸	سولہواں باب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات کے مسکن و بیوت کا ذکر	۳۱۰	دسواں باب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر اہل مدینہ کی فرحت و مسرت
۳۱۰	سترہواں باب سرور انبیاء علیہ التہیۃ و الثناء کا دعا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ کو میرے اصحاب کا محبوب و مرغوب بنادے	۳۱۱	گیارہواں باب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونا
۳۱۱	اٹھارہواں باب امام اہل بیت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس کو قبلہ بنانا اور پھر بیت اللہ کی طرف تہاڑی میں رجوع فرمانا	۳۱۲	بارہواں باب مدینہ طیبہ کی فضیلت کا بیان
۳۱۱	انیسواں باب تحويل قبلہ کے وقت کا بیان	۳۱۳	تیرہواں باب تعمیر و بناء مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا بیان
۳۱۱	بیسواں باب فریضہ رمضان کے نزول کا بیان	۳۱۴	چودھواں باب مسجد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کا بیان
			پندرہواں باب
<b>ابواب المعجزات</b>			
۳۲۱	معجزہ شق القمر تیسرا باب	۳۱۲	باب اول قرآن عزیز اور فرقان حمید کی شان اعجازی کا بیان
۳۲۲	معجزہ شکشہ طعام		



صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۳۵۱	تیرھواں باب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسطحی بھر مٹی کفار کی طرف پھینکنا اور سب کی آنکھوں کا اس مٹی سے بھر جانا	۳۲۹	چوتھا باب لکھی بڑھانے کا معجزہ
۳۵۳	چودھواں باب سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کا اصرام کی طرف چھڑی سے اشارہ فرمانا اور ان کا منہ کے بل زمین پر گر پڑنا	۳۳۰	پانچواں باب کھجوریں بڑھانے اور ان کی مقدار زیادہ کرنے کا معجزہ
۳۵۲	پندرھواں باب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا غیبی خبریں دینا اور ان کا آپ کے بیان کے مطابق وقوع پذیر ہونا	۳۳۳	چھٹا باب شانِ اعجازی سے تھوڑے پانی کو زیادہ کر دینا
۳۶۹	سولہواں باب پتھروں کا بنی العالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موم کی طرح نرم ہو جانا	۳۳۹	ساتواں باب سرورِ عالم نعتیہ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا
۳۷۰	سترھواں باب کھجور کے خشک تنے کا آپ کے فراق میں آہ وزاری کرنا	۳۴۱	آٹھواں باب دودھ کو زیادہ کرنے کا معجزہ
۳۷۳	اٹھارھواں باب کنکریوں کا دست کریم میں تسبیح رب العالمین ادا کرنا	۳۴۳	نواں باب درختوں کے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہونیکا معجزہ
۳۷۴	انیسواں باب ایذا رسانی کا قصدِ فاسد رکھنے والے مشرکین کی نگاہوں سے آپ کا پوشیدہ ہو جانا	۳۴۴	دسواں باب فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمِ مہمنت لزوم سے پہاڑ کا رقص و جہاد اور آپ کے فرمان پر سکون و قرار کا اظہار
۳۷۵	بیسواں باب اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انسانی	۳۴۸	گیارھواں باب چمکائیوں کا بارگاہِ نبوی میں حالتِ زار عرض کرنا اور سرکش جانوروں کا آپ کے لیے رام ہو جانا
			بارھواں باب نعتیہ کوئین باذن اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مفسر کے دوران میں ظاہر ہونے والے معجزات



صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۳۸۴	میں کلام کرنا	۳۸۴	ایذاؤں اور ایذا رسالوں کو دور کرنا
۳۸۵	تائیسواں باب ہر نبی کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کلام کرنا اور آپ کا اس کی عرض کو شرف قبولیت بخشنا	۳۸۵	اکیسواں باب جن لوگوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی، ان کی کیفیت ہلاکت اور انجام بد کا بیان
۳۸۶	اٹھائیسواں باب ضرب دوسمرا کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنا اور رسالت کی گواہی دینا	۳۸۶	تیسواں باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرین کا ہونا اور اطاعت گزاری سے پیش آنا
۳۸۹	انیسواں باب بنی الانبیاء علیہم السلام والثناء کا یہود کے لیے سوائے جواب دینا جن کو سوائے نبی صادق اور رسول برحق کے نہ کوئی جانتا تھا، نہ جان سکتا تھا	۳۸۷	چوبیسواں باب رب کریم جل و علی کا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زہریلے جانوروں کے شر کو دور رکھنا
۳۹۴	تیسواں باب نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی پشت اقدس کے پیچھے اشیا کو مشاہدہ فرمانا	۳۸۸	پچیسواں باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض صحابہ کی نکلی ہوئی آنکھ کو اپنی جگہ پر لٹا کر درست فرما دینا اور اس کی مینائی کو بحال فرما دینا
۳۹۶	اکیسواں باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تاریکی شب میں اسی طرح دیکھتے تھے جیسے صوفی روشن میں	۳۸۹	چھبیسواں باب دیوار کا بارگاہ نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام
۳۹۶	تیسواں باب حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کا مستجاب الدعوات ہونا		



## درج ذیل موضوعات سے متعلق ابواب

جملہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر نبی الانبیاء امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت  
 شریعتِ مصطفویٰ کی تمثیل و تشبیہ عجیب  
 امام المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی امت کی تمثیل و تشبیہ  
 حبیبِ خدا علیہ النجیۃ والثنا کی طاعت کا وجوب  
 حبیبِ اکرم رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجوبِ محبت

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۴۳۰	سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جانا چوتھا باب	۴۰۵	باب اول انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر فخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت و برتری فخر الانبیاء و المرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی جملہ انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت و توثیق پر دلالت کرنے والی احادیث کا بیان
۴۳۱	تمام خزانہ دنیا کی چابیوں کا سید کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سپرد کیا جانا	۴۲۳	خصائص نبویہ اور اوصاف امتیازی کا بیان
۴۳۱	پانچواں باب ذکر مصطفویٰ کا بلند کیا جانا	۴۲۴	فصل دفع اشکال و دفع اعتراضات
۴۳۱	چھٹا باب امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی مثل و صفت کا بیان	۴۲۹	دوسرا باب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات بحسب الاحکام
۴۳۲	ساتواں باب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و کیفیت اور اس کی شریعت و ملت کی صفت و کیفیت کا بیان		تیسرا باب رب العالمین کی طرف سے انگوروں کا گچھا



صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۴۳۸	گیارہواں باب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجوب طاعت و اتباع کا بیان	۴۳۲	آٹھواں باب امت مصطفیٰ علیہ التہیۃ و الثناء کا انجم انبیا پر شرف و فضل
۴۳۹	بارہواں باب حبیب خدا علیہ التہیۃ و الثناء کا محبت میں والد و والدہ اور سب لوگوں پر مقدم ہونا	۴۳۵	نواں باب سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل و صفت اور امت کی حالت و کیفیت کا بیان
۴۴۰	تیرہواں باب ذکر میں نبی خدا علیہ التہیۃ و الثناء کو مقدم رکھنے کا موجب	۴۳۶	دسواں باب حضور کی دعوت کو قبول کرنے اور نہ کرنے والوں کی مثل و صفت کا بیان

## ابواب صفات و کیفیت جسد اطہر (صلی اللہ علیہ وسلم)

۴۴۵	ساتواں باب درمیں مبارک اور دندان مقدسہ آٹھواں باب	۴۴۲	پہلا باب سراقہ قدس
۴۴۶	نہکتہ اقدس نواں باب	۴۴۳	دوسرا باب جبین مقدس
۴۴۶	چہرہ انور کی تابانی اور صباحت و ملاححت	۴۴۳	تیسرا باب ابرو مبارک اور بھنویں
۴۴۸	دسواں باب ریش مبارک	۴۴۳	چوتھا باب چشمان اقدس اور مشرگان مبارکہ
۴۴۹	گیارہواں باب موئے مبارک	۴۴۴	پانچواں باب رخسار اقدس
۴۵۰	بارہواں باب گردن مبارک	۴۴۴	چھٹا باب بہنو اقدس



صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۴۵۶	تیسواں باب پائے مبارک	۴۵۱	تیرھواں باب کنڈھوں کا درمیانی فاصلہ
۴۵۴	چوبیسواں باب رؤسِ عظام کا ضخیم ہونا	۴۵۱	چودھواں باب شانہ اقدس
۴۵۴	پچیسواں باب اعتدالِ خلق	۴۵۱	پندرھواں باب سینہ اقدس
۴۵۴	چھبیسواں باب قامتِ رعنا	۴۵۲	سولہواں باب بطن اقدس
۴۵۸	ستائیسواں باب جلد اقدس	۴۵۲	سترھواں باب ناف مبارک
۴۵۹	اٹھائیسواں باب زنگت مبارک	۴۵۳	اٹھارھواں باب باکرامت انگلیاں
۴۵۹	انسیسواں باب حسن و جمال	۴۵۳	انیسواں باب کف دست اقدس
۴۶۲	تیسواں باب پسینہ مبارک	۴۵۴	بیسواں باب مبارک کلاہیاں
۴۶۴	اکتیسواں باب مہرِ نبوت	۴۵۵	اکیسواں باب مبارک پنڈلیاں
		۴۵۶	بائیسواں باب مقدس ایڑیاں

## ابوابِ صفاتِ معنویہ

۴۶۸	دوسرا باب شانِ علم و عفو	۴۶۶	بابِ اول اخلاقِ حمدہ
-----	-----------------------------	-----	-------------------------



# نواں باب

## سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام قبائل عرب کے نسب تعلق

۱۱ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ قریش میں کوئی شاخ اور قبیلہ ایسا نہیں جن کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور رشتہ داری نہ ہو اور اسی قرابت و قرابت پر یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے۔  
قل لا اِسا لکم علیہ اجرًا الا المودة فی القربی۔

فرما دیجئے میں تم سے تبلیغ اسلام اور عطاء ایمان و قرآن پر کسی اجر و اجرت اور جزا و بدلہ کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اگر مطالبہ

باب نہم کی ان روایات سے واضح ہے کہ اہل عرب میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نسب لحاظ سے مرکزیت حاصل تھی اور ہر قبیلہ کسی نہ کسی صورت میں آپ سے رشتہ قرابت میں منسلک تھا لہذا سابقہ روایات میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور جیسے عظیم الشان درخت سے تشبیہ دینا اور آپ کے خاندان کو ویران جگہ سے العیاذ باللہ سقویں نسب پر مبنی نہیں ہے اور نہ اہل ایمان اس کا تصور ہی کر سکتے تھے بلکہ فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور افراد خاندان کے درمیان فرق کو واضح کرنا چاہتے تھے کہ آپ کی رفعت مقام سے تمام قرابت داروں کو کوئی نسبت ہی نہ تھی بخلاف حضرت اسحق اور یعقوب اور دیگر انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کے کہ وہ بالعموم خاندان نبوت میں ہی ظہور پذیر ہوتے رہے۔ لیکن صدیاں گزریں سلسلہ بنی اسرائیل علیہ السلام میں کوئی پیغمبر تشریف نہ لایا اور تعلیمات خلیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی قریش کے لوح قلب و دماغ سے تقریباً محو ہو چکی تھیں اس لیے محل ظہور میں اور ظہور فرما ہونے والی ہستی میں بہت بڑا تفاوت پیدا ہو گیا اس کے جواب میں سرور عالم و عالمیان علیہ السلام نے خاندانی عظمت و شرافت اور فضیلت و کرامت کا ذکر فرما کر اپنے خاندان کی عظمت پر تنبیہ فرمائی مگر چھ صیب کریم نے ان سے اکتساب شرف و فضل نہیں کیا بلکہ حقیقت آپ کی بدولت ان کو رفعت مراتب اور بلندی مناصب نصیب ہوئی بلکہ حضرت خلیل خلیل اور آدم علیہ السلام تک جملہ آباء و اجداد کو شرف و فضل انہیں کی بدولت نصیب ہوا واللہ و رسولہ اعلم۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں۔

ہوئے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ  
مقصود یہ ہیں آدم و نوح و خلیل سے

معراج و لے جہی سب تیرے گھر کی ہے  
تخم کرم میں ساری کرامت نمر کی ہے



ہے تو نقطہ یہ ہے کہ میری اور اپنی قرابت کو مد نظر رکھتے ہوئے صلہ رحمی سے کام لو اور قطع رحمی سے گریز کرو اور یہ مطالبہ بھی تمہارے فائدہ کے لیے ہے تاکہ میرے تعلق کی بدولت دنیا و آخرت میں عزت پاؤ

(۲) شعبی کہتے ہیں کہ لوگوں نے آیت مقدسہ قل لا اسألكم عليه اجر الا المودة فی القربی کے متعلق ہم سے بہت زیادہ سوالات کیے تو میں نے اس کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اس کا صحیح مفہوم بیان فرمادیں تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عرب میں نسبی لحاظ سے مرکزیت حاصل تھی، عرب کا قبیلہ اور ہر شاخ و خانوادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسب میں مربوط و منسلک تھا اور ان کو سلسلہ آباد و امہات نبویہ میں قرابت حاصل تھی، تو اللہ رب العزت نے آپ کو کم و یا کہ کفار قریش سے کہو میں تم سے کوئی اجر و جزاء طلب نہیں کرتا فقط اتنا مطالبہ ہے کہ میری قرابت کا حق ادا کرو اور اس کے تحت میں جس مودت و محبت کا مستحق ہوں اس سے ہاتھ نہ کھینچو بلکہ اس کا پورا پورا خیال رکھو۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم کی تفسیر میں منقول ہے کہ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی قرابت نہ ہو۔ اور آباؤ اجداد یا امہات و جدات کے لحاظ سے نسب میں ارتباط و اتحاد حاصل نہ ہو خواہ وہ قبیلہ مضر اور ربیعہ ہو یا یمنی ہوں۔

## وسوال باب

### انتقال نور نبوت اصحاب آباء و ارحام امہاتیں

(۱) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نکاح کے ساتھ متولد ہوا نہ کہ غیر شرعی طریقہ پر اور میرا یہ نسب ہی تقدس حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت عبد اللہ اور آمنہ رضی اللہ عنہما تک برقرار رہا اور زمانہ جاہلیت کی بدکرداریوں اور آوارگیوں کی ذرا بھر ملاوٹ میرے نسب میں نہیں پائی گئی۔

(۲) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے والدین کبھی غیر شرعی طور پر جمع نہیں ہوئے اور رب العزت مجھے ہمیشہ پاک اصحاب (پشتوں) سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل فرماتا، جبکہ اس نے مجھے ہر قسم کی نجاست و نمازات جاہلیت سے مصفی و مہذب رکھا اور جب بھی نسل انسانی دو شعبوں میں منقسم ہوئی یا قبائل و شہوب کی طرف منتقل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سب سے بہتر فرقہ و قبیلہ اور شاخ و خانوادہ میں شامل فرمایا۔



# گیارہواں باب

## حضرت عبدالمطلب کا خواب اور منظر نور نبوت کی بشارت

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں: ایک دفعہ جبکہ میں حطیم کعبہ کے اندر سویا ہوا تھا مجھے ایک خواب آیا جس نے مجھے  
دہشت زدہ کر دیا۔ مجھ پر سخت گھبراہٹ طاری ہوئی اور میں اس کی تعبیر معلوم کرنے کے لیے قریش کی ایک کاہنہ عورت کے  
پاس گیا۔ میں ریشمی چادر اوڑھے ہوئے تھا اور میرے بال کندھوں پر ٹک رہے تھے۔

جب اس کاہنہ نے مجھے دیکھا تو میرے چہرے پر پریشانی کے آثار معلوم کر لیے اور میں ان دنوں قریش کا سردار تھا۔  
تو اس نے کہا ہمارے سردار کا کیا حال ہے۔ میرے پاس ایسی حالت میں تشریف لائے کہ زنگت بدلی ہوئی ہے کیا حوادث  
دہر میں سے کوئی حادثہ تو پیش تو نہیں آگیا جس نے قلق و اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں نے کہا: ہاں۔ بات تو کچھ ایسی  
ہی ہے۔ اس کے پاس حاضر ہونے اور مقاصد و مطالب کی تحقیق و تفتیش کرانے کے آداب اور طور طریقے کچھ اس طرح  
تھے کہ جو بھی حاضر ہوتا ہے اس کا دایاں ہاتھ چومتا۔ پھر اس کے ہاتھ کو اپنے سر کی چوٹی پر رکھتا۔ اس کے بعد اپنا مطلب عرض  
کرتا۔ مگر میں اپنی قوم کا عظیم فرد تھا اور رئیس و سردار میں نے ان آداب کو ملحوظ نہ رکھا اس کے قریب بیٹھ گیا اور اپنا مطلب  
مقصود بیان کرنا شروع کر دیا۔

میں نے کہا کہ آج رات سونے میں مجھے خواب میں یوں نظر آیا کہ ایک درخت نمودار ہوا ہے جس کی چوٹی آسمان  
سے باتیں کرنے لگی ہے اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئی ہیں۔ اس درخت سے نور کی ایسی شاعیں پھوٹ  
رہی ہیں جو سورج کے نور سے بھی نورانہ زیادہ چمکیلی ہیں۔ میں نے عرب و عجم کو اس کے سامنے سجدہ ریز دیکھا اور ہر  
لحظہ دہر لحظہ اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بلندی اور مقداریں بھی اور نور و ضیاءیں بھی اور پھیلاؤ و احاطہ میں بھی۔ کبھی وہ درخت  
مخفی و پوشیدہ ہوتا ہے تو کبھی پوری آب و تاب سے نمودار ہوتا ہے۔ قریش کی ایک جماعت اس کی ٹہنیوں سے چٹکی  
ہوئی ہے اور دوسری جماعت اس کو کاٹنے کے درپے ہے۔ جب وہ جماعت اس درخت کے قریب پہنچے لگتی ہے۔  
جو کاٹنا چاہتی ہے تو ایک جوان جس کی مانند حسین و جمیل چہرے والا اور پاکیزہ خوشبو والا کوئی شخص میں نے آج تک نہیں  
دیکھا ان بد باطنوں کو مار بھگاتا ہے۔ بعض کی کمریں توڑ دیتا ہے اور بعض کی آنکھیں پھوڑ دیتا ہے۔

میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ اس میں سے اپنے نصیب و مقدر کے مطابق (اس کا پھل) کھاؤں تو اس جوان نے  
کہا آپ کا اس میں حصہ نہیں ہے تو میں نے پوچھا کہ اس میں حصہ و نصیب کس کا ہے تو مجھے کہا کہ اس جماعت کا ہے۔



جو اس سے ٹک گئے ہیں اور آپ سے سبقت لے گئے ہیں تو میں گھبراہٹ کی حالت میں بیدار ہوا اور سخت  
مرعوبیت کی حالت میں رہا۔

فرماتے ہیں جب میں خواب بیان کر چکا اور میں نے کاہنہ کے چہرے کو دیکھا۔ اس پر ایک رنگ آتا تھا تو دوسرا ماتا تھا  
پھر سوچ بچار کے بعد یوں کہا کہ اگر واقعی تمہیں یہ خواب آیا ہے تو تیری پشت سے ایک ہستی پیدا ہوگی جو شرق و غرب پر  
حکمرانی کرے گی اور سب لوگ اُن کے مطیع و فرمانبردار بن جائیں گے۔ پھر ابوطالب سے مخاطب ہو کر کہا امید  
ہے کہ تو اس متولدہ ہونے والی ہستی کا چچا ہوگا۔

ابوطالب اس وقت یہ خواب اور تعبیر بیان کیا کرتے تھے جبکہ سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا ظہور ہو چکا تھا  
اور کہتے تھے واللہ اعلم وہ درخت ابوالقاسم الامین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لوگ کہتے پھر تم آپ پر ایمان کیوں نہیں لاتے تو  
وہ جواب میں کہتے قوم کا طریقہ پیچڑوں تو وہ مجھے گالیاں دیں گے اور عار اور شرم کا ڈر ہے ورنہ ضرور اعلان ایمان اور  
اور انہما رضد لیت کرتا۔

عہ حضرت عبدالمطلب چونکہ سرور انبیاء علیہ السلام کے اعلان نبوت سے قبل وفات پا گئے لہذا اس درخت سے پھل نہ کھا  
سکے جو کنایہ امتی بننے اور فیوضات نبویہ سے مشرف و مستفیض ہونے کا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اس وقت موجود نہ تھے  
اور الوہیت باری تعالیٰ کے معترف نہ تھے یا دوسرے لوگوں کی طرح بُت پرستی میں مبتلا تھے لغو و بالشر پھل دیات سے تمام آب و اجداد اور امتِ جَدّت  
کی طہارت واضح ہے جبکہ شرک و کفر نجاست ہے لہذا اُن سب کا اسلام و ایمان اور توحید و تقرید باری کا اعتراف واضح ہے۔ مزید  
تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا رسالہ مبارکہ شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام۔



## بارہواں باب

خالد بن سعید بن زید کا خواب اور بعثت رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام

### کی بشارت

حضرت خالد بن سعید سے منقول ہے کہ میں ایک رات سویا ہوا تھا جبکہ ابھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ میں نے خواب دیکھا کہ مکہ مکرمہ کو سخت ظلمت و تاریکی نے ڈھانپ لیا ہے اور تاریکی اتنی شدید تھی کہ جس میں کوئی شخص اپنے ہاتھ کی پتیلی کو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں یہ حالت دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک پاؤں زمزم سے ایک نور نکلا اور انساں بلند ہوا جس سے اولابیت اللہ شریف منور ہوا پھر اس نے پورے مکہ شریف کو منور کر دیا پھر وہ مدینہ منورہ کے نخلستان کی طرف نکل ہوا اور اس کو لقمہ نور بنا دیا حتیٰ کہ میں نے اس نور کی ضیا پاشیوں کی بدولت کھجوروں کو اپنے درختوں پر موجود دیکھ لیا۔ خواب سے بیدار ہوا تو اپنے بھائی عمرو بن سعید سے ساری حالت روایا بیان کی وہ پختہ رائے اور صاحب فکر شخص تھا۔ اس نے کہا میرے بھائی ایک عظیم ہستی کا ظہور ہونے والا ہے اور ہوگا بھی نبی عبدالمطلب میں کیونکہ اس نور کا ظہور انہیں کے مورث اعلیٰ کے چاہ زمزم سے ہوا ہے۔

حضرت خالد فرماتے ہیں کہ اسی خواب کی بدولت الشرب العزت نے مجھے مشرف باسلام فرمایا۔ حضرت خالد کی والدہ فرماتی ہیں سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں میرا فرزند ارجمند بھی داخل ہے اور باعث اس کا یہی خواب تھا جب اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ خواب سنایا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خالد بجاؤ وہ نور میں ہی ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اپنی تعلیمات اور احکام خداوندی کو بتلانے تو خالد فوراً مشرف باسلام ہو گئے اور ان کے بعد ان کے بھائی عمرو بھی دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے۔



## تیرھواں باب

### عمر بن مرہ کا خواب اور ظہور مصطفیٰ علیہ التمجید والثناء کی بشارت

۱۔ عمر بن مرہ جہنی سے منقول ہے کہ میں زمانہ جاہلیت میں اپنی قوم میں سے ایک جماعت کی ہمراہی میں حج کے لیے نکلا جب کہ شریف میں پہنچا تو رات کو سوتے میں کیا دیکھتا ہوں کہ کعبہ مبارکہ سے ایک عظیم نور بلند ہوا جس نے مکہ مبارکہ سے مدینہ تک کے پہاڑوں کو روشن کر دیا اور جہینہ کے پہاڑ اشعر تک پھیل گیا۔ میں نے اس نور سے یہ آواز سنی ظلمتیں چھٹ گئیں، نور و ضیا کا غلبہ ہو گیا اور خاتم الانبیاء علیہ السلام تشریف فرما ہو گئے۔

وہ نور دوبارہ چمکا حتیٰ کہ مجھے حیرہ کے محلات اور مدائن میں کسریٰ کے قصر ابھرنے نظر آ گئے اور حسب سابق آواز آئی۔ اسلام غالب آگیا، اصنام ٹوٹ گئے اور قطع رحمی صلہ رحمی سے تبدیل ہو گئی۔

گہرا کر سیدار ہوا اور اپنی قوم سے کہا بخدا قریش کے قبیلہ میں ضرور بالضرور کوئی نیا واقعہ رونما ہوگا اور خواب میں جو کچھ دیکھا، ان کو بیان کیا جب ہم حج سے فارغ ہو کر واپس گھروں میں پہنچے تو یہیں اطلاع ملی کہ ایک ہستی جن کو احمد کے مبارک نام سے پکارا جاتا ہے مبعوث ہوئے ہیں۔ میں فوراً گھر سے عازم سفر ہوا اور ان کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور اپنا خواب ان سے بیان کیا تو آپ نے مجھے ارشاد فرمایا اے عمر بن مرہ میں ہی تیرے خواب کی مجسم تعبیر ہوں اور اس نور کی مجسم تصویر میں سب عباد کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، انہیں اسلام کی طرف بلاتا ہوں اور انسانی خون کی حفاظت کا حکم دیتا ہوں صلہ رحمی اور عبادت خداوندی کا امر کرتا ہوں۔ اصنام و اوثان سے اجتناب و احتراز اور بیت اللہ کے حج و طواف کی تعلیم دیتا ہوں سال کے بارہ مہینوں میں صرف ماہ رمضان کے روزے رکھنے کی تلقین کرتا ہوں جو شخص میگو عورت کو قبول کرے گا جنت میں داخل ہوگا اور جو میری غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں بند ڈالے گا جہنم کی دہکتی آگ میں ڈال کر آگ کا طوق اس کے گلے کا بار بنا یا جائے گا۔ اے عمر و اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آ۔ وہ تجھے جہنم کی دہشت و ہولناکی سے محفوظ رکھے گا۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! جو کچھ بھی آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں وہ حلت اشیاء سے متعلق ہے یا حرمت سے ہیں سب کی تصدیق و توثیق کرتا ہوں اور اس کا اقرار و اعتراف۔ اگرچہ یہ امر بہت ہی اقوام کے لیے تذلیل و تمقیر کا موجب ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ اشعار سنائے جو آپ کی بشارت بعثت اور مژدہ رسالت سن کر کہے تھے اور اسی وقت اس سبت کو توڑ دیا تھا جو ہمارے گھر میں موجود تھا اور میرا باپ اس کا مجاور و خدمت گزار تھا پھر بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تھا، اشعار یہ ہیں۔



(۱) شہادت بان اللہ حق و انتی  
لا الہ الا حجار اقل تارک  
میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ معبود برحق ہے اور اس امر کی کہ میں پتھر والے معبودات کا ترک کرنے والا پہلا شخص ہوں۔

(۲) و شمرت عن ساقی الارزار مهاجراً  
اجوب ایلک الدعث بعد الدکادک  
میں نے اسے رسول خدا علیہ التھیۃ والثناء تیری طرف ہجرت کرتے ہوئے اپنی تہمد کو اچھی طرح منجھال لیا ہے اور اس کو گھٹنوں تک پڑھا لیا ہے۔ راستہ کے نشیب و فراز کو طے کرنے کے بعد اب ہموار علاقوں اور میدانوں میں آپ کی طرف بھاگتے ہوئے راہ طے کر رہا ہوں۔

(۳) لا صاحب خیر الناس نفسا و الداء  
رسول ملیک الناس فوق الحبابک  
تاکہ میں شرف صحبت حاصل کر سکوں اس ذات اقدس کا جو ذاتی خبریوں اور کمالات کے لحاظ سے اور نسب و حسب کے لحاظ سے بھی سب لوگوں سے بہتر و برتر ہیں عظیم المرتبت رسول ہیں اور سب لوگوں کے بادشاہ اور صاحب اقتدار۔ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا اے عمرو بن مرہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ مجھے اپنی طرف سے ایچی اور سفیر و قاصد بنا کر میری قوم کی طرف بھیجیں۔ ہو سکتا ہے اللہ کریم ان پر میری وجہ سے احسان فرمائے اور دولت ایمان مرحمت فرمائے جس طرح مجھ پر جناب والا کی برکت سے کرم نوازی فرمائی ہے۔ آنحضرت نے میری درخواست کو شرف قبولیت بخشے ہوئے مجھے اپنی قوم کی طرف بھیجا۔ اور ساتھ ہی نصیحت بھی فرمائی کہ نرمی اور بختہ کلامی سے کام لینا اور صحیح مضمون و مفہوم ادا کرنا نہ درشت کلامی سے کام لینا اور نہ حسد و تکبر کی آلائش اپنے دامن کے قریب پھکنے دینا۔

میں اپنی قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا اے بنی رفاعہ بلکہ اے حبشہ کے جملہ قبائل و جماعات میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد بن کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ جنت کی طرف دعوت دیتا ہوں اور جہنم کی آگ سے ڈراتا ہوں۔ لوگوں کے خون ناحق سے دست ظلم و تعدی کو باز رکھنے اور صلہ رحمی سے کام لینے کا حکم دیتا ہوں۔ اللہ وحدہ کی عبادت کا امر کرتا ہوں اور اصنام و اوثان کی تنظیم و تکریم سے نفرت و بغاوت کا اور حج بیت الحرام اور صیام ماہ رمضان کی ہدایت و تلقین کرتا ہوں جو میری دعوت کو قبول کرے گا جنت کی ابدی راحتوں سے نوازا جائے گا اور جو اعراض و روگردانی سے کام لے گا جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا۔

اسے قبیلہ حبشہ کے افراد محمد اللہ تم اپنی برادری اور رشتہ داروں سے برتری و عظمت کے مالک بنائے گئے ہو۔ باوجود زمانہ جاہلیت میں ہونے کے جو عربوں کے نزدیک محبوب و مرغوب تھا وہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مکروہ و ناپسندیدہ بنا دیا۔ وہ لوگ دو بہنوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھتے تھے بیٹیا باپ کی بیوی (اپنی سوتیلی ماں) سے شادی



رجا لیا تھو عزت و کرامت والے مہینوں میں حرب و قتال میں مشغول ہو جاتے تھے مگر تمہیں اللہ تعالیٰ نے ان برائیوں سے محفوظ رکھا، اللہ ابنی لوی بن غالب میں سے مبعوث ہونے والے اس نبی مرسل کی غلامی اختیار کر لو۔ دنیا میں بھی عزت و شرافت تمہارا مقدر بن جائے گی اور آخرت میں کرامت و فوقیت تمہارا نصیب ہو گا۔ جلد از جلد اس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوش بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی فضیلت اور قدر و منزلت پالو گے۔

سب نے متفقہ طور پر میری دعوت کو قبول کیا اور غلامی مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو اختیار کر لیا۔ صرف ایک بد بخت اس سعادتِ ابدیہ سے محروم رہا اور اس نے مجھے کہا اے عمرو بن مرہ اللہ تعالیٰ تیری زندگی کو تلخیوں اور محرومیوں سے بھر لو کرے کیا تو ہمیں اپنے معبودات کے ترک کرنے کا حکم دیتا ہے اور اپنی جماعت میں تفرقہ اندازی کا اور آباؤ اجداد کے دین و مذہب کی خلاف ورزی کا۔ اہل تہامہ میں پیدا ہونے والے یہ قریشی مدعی نبوت ہیں کس امر کی دعوت دیتے ہیں۔ نہ یہ امر مجھے پسند اور نہ اس میں کوئی وجہ افتخار و اعزاز۔ پھر اس خبیث نے یہ اشعار پڑھے۔

(۱) هذا ابن مرہ قد اقا بمقالہ لیست مقالہ من یرید صلاحاً

اولاد مرہ کے یہ فرد ایسا کلام اور دعوت لائے ہیں جو صلاح و خیر اور بہتری کے طلبکاروں والی دعوت نہیں ہے (نعوذ باللہ)

(۲) انی لاحسب قولہ وفعالہ یوما وان طال الزمان زیاحاً میں گمان کرتا ہوں کہ ان کے جملہ اقوال و افعال ایک دن قصر پارینہ بن کے رہ جائیں گے اور نعوذ بالشہر باد ہو جائیں اگرچہ ایک عرصہ کے بعد ہی ہوں۔

(۳) انفسہ الاشیاخ فینم قد مضی من رما ذالک فلا اصاب فلاحاً کیا ہم اپنے اسلاف اور بزرگوں کو جو اس دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں، بیوقوف اور کم عقل قرار دیں جس کا یہ مقصد ہے وہ فلاح و نجات سے کبھی ہمکنار نہیں ہو سکتا۔

عمرو بن مرہ نے کہا ہم دونوں میں سے جو کاذب ہو اللہ تعالیٰ اس کی زندگی اجیرن کر دے اس کی زبان بند کر دے اور اس کے منہ اور دانتوں کو قبیح و بد شکل کر دے۔ فرماتے ہیں خدا کی قسم وہ اس وقت تک جہنم واصل نہ ہو جب تک اس کا چہرہ ٹک نہ گیا، بولنے کی سکت ختم نہ ہو گئی اور آنکھوں کی بصارت غائب نہ ہو گئی اور منہ کا ذائقہ جاتا نہ رہا کھانے کی لذت کا احساس ہی اس کو نہیں ہو سکتا تھا (اور اس طرح اس خبیث کو گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا ملی)

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے ان افراد کو نور ایمان و اسلام سے منور کر چکے تو اپنے ہمراہ لے کر بارگاہِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتعلیم میں حاضر ہوئے۔ سرکار نے ان کو خوش آمدید کہا اور دعواتِ صالحہ اور نگاہِ کرم کے عظیم تحیات و تحائف سے نوازا۔ اور انہیں ایک عہد نامہ لکھ دیا جس کی عبارت اور مفہوم یہ ہے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ یہ عہد نامہ حفظ و امان شیخ عمرو بن مرہ اور اجینہ بن زید کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اس رسول کریم کی زبان پر جو کتاب صادق کے ساتھ مبعوث ہوئے جو کہ اپنی صداقت و حقانیت پر خود شاہد ہے۔ کہ تمہارا تمام علاقہ نشیب و فراز ہے یا کوہستانی اور ہمارے سب تمہارے کنٹرول و قبضہ میں ہے۔ اس کے نباتات اور سبزہ زاروں کو چرواؤ اور ان وادیوں وغیرہ کے صاف ستھرے پانیوں کو استعمال میں لاؤ۔ اس شرط پر کہ تم جنس کا اقرار کرو جب کفار کے ساتھ جنگ کرو اور مال غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ بیت المال میں پہنچاؤ پانچویں وقت نماز پڑھنے کا عہد و پیمان کرو۔

اللہ تعالیٰ اور جو مومنین حاضر ہیں وہ ہمارے اس عہد و پیمان پر شاہد و گواہ ہیں۔  
اس موقع پر حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے۔

(۱) العتران الله اظهر دينه  
وَبَيَّنْ بُرْهَانَ الْقُرْآنِ لِعَامِرِ  
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب فرمایا ہے اور قرآن مقدس والی عظیم حجت و دلیل کو بنی عامر کے لیے واضح فرمایا۔

(۲) كِتَابُ مِنَ الرَّحْمَنِ لَوْ رَأَى الْجَمْعُ  
وَإِخْلَافُنَا فِي كُلِّ بَادٍ رَحَاضِرِ  
قرآن مقدس رحمن کی جانب سے ہمارے لیے نور ہدایت ہے جو اب موجود ہیں ان کے لیے بھی اور جو بعد میں پیدا ہونے والے ہیں اور جنگ و باوریں ہیں یا شہروں قبضوں میں ان کے بھی۔

(۳) إِلَى خَيْرٍ مِنْ يَمْسُ عَلَى الْأَرْضِ كُلِّهَا  
وَأَفْضَلُهَا عِنْدَ اعْتِكَارِ الضَّرَائِرِ  
جو رہنمائی کرنے والا ہے اس ذات اقدس کی طرف جو روئے زمین پر چلنے والے تمام لوگوں سے بہتر اور افضل ہیں اور محفوظ ہیں سو کونوں کے اختلاط سے۔

(۴) أَطَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ لَمَّا تَقَطَّعَتْ  
بَطُونَ الْأَعَادَى بِالْظُبَا وَالْمَوَاصِرِ  
ہم نے رسول خدا علیہ التحیۃ والتثانی کی اطاعت کی جب کہ دشمنوں کے پیٹ اور پہلونیروں کی ٹوک اور تلواریں کی تیز ہمارے کٹ چکے تھے۔

(۵) فَخَنَ قَبِيلُ قَدِ بْنِ الْمَجْدِ حَوْلَنَا  
إِذَا اجْتَلَبَتْ فِي الْحَرْبِ هَامُ الْأَكَابِرِ  
ہم وہ قبیلہ ہیں کہ مجدد و برتری ہمارے گرد ایک حصار قائم کر دیا کرتی ہے۔ جبکہ جنگ میں بڑے بڑے لوگوں کی کھوپڑیاں اتاری جا رہی ہوتی ہیں۔

(۶) بَنُو الْحَرْبِ نَقَرُهَا بِأَيْدٍ طَوِيلَةٍ  
وَبِضْيِ تَلَا لَا فِي أَكْفِ الْمَعَادِرِ  
ہم جنگ کو لازم پکڑنے والے ہیں اور اس کی مہمانی کرتے ہیں لمبے ہاتھوں کے ساتھ اور سفید چمکتی تلواروں کے ساتھ



جو صفوں میں گھس کر تباہی مچانے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔

(۷) تری حوله الانصار یحمون سرہبہ  
بسم العوالی والصفاح البواتر  
اس مجدد و برتری کے گرد تو ایسے مددگار پائے گا جو اس کے راستہ پر نگرانی کرنے والے ہیں گندم گوں بلند  
نیزوں کے ساتھ اور کاٹنے والی تلواروں کے ساتھ۔

(۸) اذا الحرب دارت عند کل عظیمۃ  
ودارت رحاها باللیوث الموحا  
جب جنگ کسی عظیم مشکل و مصیبت کے وقت گردش کرے اور اس کی چکی پچھاڑنے والے  
شیروں کو پس ڈالے۔

(۹) تبلیج منه اللون وازداد وجهه  
کمثل ضیاء البدر بین الموحا  
واضح ہوئی اس سے رنگت اس مجدد و بزرگی کی اور چمک اٹھا اس کا چہرہ جیسے کہ چودھویں کا چاند غائب ہوجانے  
والے ستاروں کے درمیان چمکتا ہے۔

یاسر بن سوید کہتے ہیں کہ مجھے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چند شہسواروں میں ایک چھوٹے لشکر کے اندر جنگ  
کے لیے بھیجا اور میری بیوی حاملہ تھی جب اس کا بچہ پیدا ہوا تو وہ اسے گھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور  
عرض کیا یا رسول اللہ یہ بچہ پیدا ہوا اور باپ اس کا لشکر میں محاذ جنگ پر ہے (حضور دعاؤں سے اس کو مشرف فرمادیں) ہر مرد  
انبیاء علیہم السلام نے اس بچے کو اپنی گود میں لیا، اس پر دست شفقت پھرا اور فرمایا اے اللہ اس خاندان کے مرد  
زیادہ فرما اور عورتیں کم۔ ان کو احتیاج و افتقار سے محفوظ فرما اور ان میں سے کسی کو بھی بھوک اور تنگدستی نہ دکھا۔ پھر فرمایا  
کہ اس کا نام مسرع رکھنا وہ جلد از جلد اسلام میں داخل ہونے والا ہوگا اور اسلام کی ترویج و ترقی اور رفعت و سر بلندی میں  
پیش پیش ہوگا۔



## چودھواں باب

### حضرت عبد المطلب اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بنی زہرہ میں نکاح کرنا

حضرت عبد المطلب سے منقول ہے کہ موسم سرما میں مین کی طرف تجارت کے لیے نکلا تو ایک یہودی کا مکان بنا جو زبور کی تلاوت کرتا تھا۔ اس نے کہا اے عبد المطلب کیا اس بات کا اذن دیتے ہو کہ میں تمہارے جسم کو اچھی طرح دیکھ لوں میں نے کہا تمہوں کو دیکھنا جائز ہے مجھے اس کے دکھانے میں اعتراض نہیں ہے۔ تو اس نے مرے ناک کے تھنوں کو غلے سے دیکھ کر کہا ایک میں ملک و سلطنت ہے اور دوسرے میں نبوت و رسالت تو کیا تمہاری شاعت ہے میں نے حیرانی سے پوچھا شاعت کا کیا معنی؟ اس نے کہا زوجہ اور بیوی یہ میں نے کہا اب تو نہیں ہے اس وقت آپ کی بیوی صاحبہ کا انتقال ہو چکا تھا اس نے کہا جو نبی مکہ شریف پہنچو تو فوراً شادی کرو۔ آپ واپس ہوئے تو ہالہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے ساتھ سلسلہ زوجیت قائم فرمایا جس سے حضرت حمزہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما کا تولد ہوا۔

پھر حضرت عبداللہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما نے آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے شادی کی جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا تو قریش کہا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ اپنے باپ پر سبقت لے گئے ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس راہب نے کہا کہ دوسرے نیتھے میں نبوت ہے اور وہ جہاں تک ہمیں معلوم ہوتا ہے بنی زہرہ کے واسطے سے ظاہر ہوگی لہذا جب واپس جاؤ تو ان میں شادی کرو۔



تذکرہ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ

آپ اُن کے مشورہ پر حضرت عبداللہ کو ساتھ لیے ایک کاہنہ عورت کے پاس گئے اور صورتحال بتلائی اس نے پوچھا تمہارے خون بہا کیا ہوتا ہے اور قتل ناحق کا بدلہ کتنا مال دیتے ہو۔ آپ نے کہا دس اونٹ تو اس نے کہا۔ پھر ایسے کرو کہ ایک طرف دس اونٹ اور دوسری طرف اپنا لختِ جگر بٹھا کر قرعہ اندازی کر لو۔ اگر قرعہ اونٹوں پر پڑے تو نہا ور تہ دس اونٹ اور بڑھادو پھر قرعہ اندازی کر لینا۔ علیٰ ہذا القیاس جب قرعہ اونٹوں کے نام نکلے تو اللہ تعالیٰ اونٹوں کی قربانی پر راضی ہو جائے گا اور تمہارے بیٹے کے ذبح سے درگزر فرما دے گا۔

اس کے کہنے پر حضرت عبداللہ اور دس اونٹ کعبہ کے قریب قربانی کی غرض سے لائے گئے اور قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔ دس اونٹ بڑھا کر پھر قرعہ اندازی کی تو پھر حضرت عبداللہ کا نام نکلا اور دس اونٹ بڑھا دیے حتیٰ کہ اس طرح دس دس کا اضافہ کرتے کرتے نوبت سواونٹ تک جا پہنچی اس وقت ان کو ذبح کر دیا گیا اور کھلے



عام چھوڑا گیا تاکہ ہر چیز اپنا اپنا مقدر اور حصہ ان میں سے وصول کر لے انسان بھی اور درندے بھی۔  
(اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی برکت سے تمام انسانوں کا خون گراں اور قیمتی ہو گیا کیونکہ اسلام میں بھی وہی  
دینیت و خون بہا برقرار رکھا گیا اور قیامت تک یہی حکم باقی رہے گا۔)

## سو لہواں باب

### حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کا عقد نکاح و تزویج

جب حضرت عبداللہ کی طرف سے سوانح ذریعہ کیے گئے اور سارے عرب میں ان کا شہرہ اور آواز بلند ہوا تو ایک دن وہ جناب عبدالطلب کے ہمراہ ام قتال بنت نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ پر گزرتے ہوئے وہ قدامت بن نوفل کی بہن تھیں تو اس نے کہا اسے عبداللہ کہاں جاتے ہو انہوں نے کہا اپنے باپ کی ہمراہی میں ہیں جدھر وہ جائیں گے میں بھی انہیں کے ساتھ ہوں۔

اس نے کہا مجھ سے اتنے اونٹ لے لو جو تمہاری ذات پر بطور فدیہ قربان کیے گئے تھے اور مجھے اپنی بیوی بنا لو۔  
آپ نے کہا میں اپنے باپ کے ساتھ ہوں اور ان سے جدا نہیں ہو سکتا۔

حضرت عبدالطلب ان کو ہمراہ لیے سیدھے وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے پاس پہنچے اور ان کی محنت جگر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا جب زفات ہوا تو (نور مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام) حضرت عبداللہ سے منسلک ہو کر حضرت آمنہ کے بطن اقدس میں جلوہ گر ہو گیا۔

حضرت عبداللہ گھر سے نکلے اور ام قتال سے کہا تو نے جو دعوت نکاح و تزویج دی تھی وہ مجھے قبول ہے۔ لہذا مجھ سے نکاح کر لے۔ انہوں نے آمادگی ظاہر نہ کی تو آپ نے پوچھا بات کیا ہے کل خود پیش کش کر رہی تھی اور آج اس اعراض و روگردانی کا مظاہرہ کر رہی ہو تو اس نے کہا وہ نور جو تیری پیشانی میں چمکتا تھا اور جس کی والدہ بننے کی تمنا پر میں اتنے اونٹ بھی پیش کرنے کو تیار تھی وہ تجھ سے جدا ہو گیا ہے۔ لہذا اب مجھے تمہارے ساتھ نکاح و تزویج میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

ام قتال کے اس علم و معرفت کی وجہ یہ تھی کہ ان کے بھائی ورقہ بن نوفل نے نصرانی مذہب اختیار کر لیا تھا اور



کتب سماویہ کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور ان کو اس مطالعہ سے ہی معلوم ہوا تھا کہ اس امت میں اولاد اسماعیل علیہ السلام سے ایک نبی آخر الزمان کا ظہور ہونے والا ہے۔ ام قتل نے اپنے بھائی سے حاصل شدہ معلومات کے مطابق معلوم کر لیا کہ آخر الانبیاء علیہم السلام کے والد گرامی یہی ہیں اور ان کی پیشانی میں جس نور کا ظہور ہے وہ اسی نور عظیم ہی کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عبدالطلب حضرت عبداللہ کو ساتھ لیے ہوئے بنی زہرہ کے ہاں جا رہے تھے تاکہ وہاں ان کی شادی کی جائے۔ تو راہ میں ایک کاسنہ پران کا گزر ہوا جس کو فاطمہ بنت مر کھا جاتا تھا اور اصل تباہ سے تھی۔ کتب قدیمہ کو بھی پڑھا کرتی تھی جس سے اس کو نبی آخر الزمان کی علامات ظہور و خروج کا پوری طرح علم تھا جب حضرت عبداللہ کے چہرہ مبارک پر نظر پڑی اور اس سے نور کی شعاعیں پھوٹی دیکھیں تو کہنے لگی اے جوان کیا تو میرے ساتھ موافقت پر آمادہ نہیں ہوتا میں سوانٹ بھی پیش کروں گی تو آپ نے جواب میں کہا۔

اما الحرام فالمات دونہ۔ والحل لا چل فاستبینہ۔ فکیف بالامر الذی تبغینہ۔

فل جرم سے تو حدت بھلی ہے لہذا نامکن ہے حلال طریقہ (نکاح) کی بھی کوئی صورت نہیں تا وقتیکہ میں اچھی طرح سوچ بچار نہ کر لوں اور والد کی رضا و رغبت بھی حاصل نہ ہو لہذا جو تو چاہتی ہے وہ بات نہیں ہونے کی پھر اسے اسی حسرت و ارمان کی حالت میں چھوڑ کر چل دیے۔

ابوالفیاض سے مروی و منقول ہے کہ حضرت عبداللہ کا قبیلہ خثعم کی ایک عورت فاطمہ بنت مر پر گزر ہوا جو کہ عورتوں میں سے سب سے خوبصورت، شکل و شبابت میں سب سے برتر اور عفت و پاکدامنی میں سب سے بڑھ کر تھی اس نے کتب قدیمہ کا مطالعہ کیا تھا اور قریش کے لوگ اس کے پاس جاتے اور مختلف معلومات حاصل کرتے۔ جب حضرت عبداللہ کو دیکھا اور ان کے چہرہ میں موجود نور نبوت کا نظارہ کیا، پوچھا اے جوان تم کون ہو۔ آپ نے اپنا تعارف کرایا اس نے کہا اگر میرے ساتھ نکاح اور موافقت کو پسند کرو تو میں سوانٹ بھی دینے کو تیار ہوں آپ نے اس کے جواب میں کہا۔

اما الحرام فالمات دونہ۔ والحل لا حل فاستبینہ۔ فکیف بالامر الذی تنوینہ۔

حرام کاری کے ارتکاب سے تو میں مر جانے کو ترجیح دوں گا اور حلال و جائز صورت بھی نظر نہیں آتی تاکہ میں اس پر غور و فکر کروں۔ لہذا جو نیت و ارادہ تمہارا ہے اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔

پھر حضرت آمنہ بنت وہب کے پاس گئے اور انہیں کے ہاں رہے حتیٰ کہ نور نبوت ان کی طرف منتقل ہو گیا پھر آپ کو خثعم کی پیش کش قبول کرنے کا خیال آیا اس کے پاس آئے تاکہ نکاح کے ساتھ ہم دونوں اکٹھے ہو جائیں مگر اس کی طرف سے کوئی گرجوئی اور نکاح و نزویج میں رغبت نظر نہ آئی تو خود ہی بولے جو پہلے تو نے کہا تھا اگر اب رغبت ہو تو میں آمادہ ہوں اس نے کہا ایک وقت یہ خیال تھا لیکن اب تو نہیں ہے۔



اس نے پوچھا یہاں سے جا کر کیا کیا آپ نے کہا اپنی بیوی آمنہ بنت وہب سے مباشرت کی اس نے کہا میں کوئی بدکار عورت نہ تھی کہ بُرائی کی دعوت دیتی ہیں نے تو تیرے چہرہ میں نورِ نبوت کو دیکھا دل چاہا کہ وہ نور میرے مقدر میں ہو مگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہی تھا کہ اسے وہاں پہنچا دیا ہے جب قریش کے جوانوں کو فاطمہ عظیمہ کی حضرت عبداللہ کو پیش کش کا علم ہوا اور ان کے انکار و اعراض کا تو انہوں نے اس معاملہ میں اس کے ساتھ بات چیت کی تو اس نے جواب میں یہ اشعار پڑھ کر ان کو خاموش کر دیا ہے

(۱) انی رأیت مخیلة بلغت قتلا لات بجناتہ القطر

میں نے برسنے والی بدلی کو دیکھا جو برسنے کی حد کو پہنچی ہوئی تھی پس وہ چمکی مگر مصائب و آفات کے سُرخ غوٹوں کے ساتھ یعنی مجھے خون کے آنسوؤں لاکئی بلکہ خون کا سیلاب آنکھوں سے بہا گئی۔

(۲) فلما قتها نوراً یضئ لہ ماحولہ کا ضارۃ الفجر

میں نے اس برسنے والی بدلی کو نورانی حالت میں دیکھا جو ان کے لیے ارد گرد کو یوں روشن کیے ہوئے تھی جیسا کہ سپیدہ سحر طلعت شب کو نور سے بدلتا ہے۔

(۳) ورایتہ شرفاً البوبہ ماکل قادح زندہ یوسری

میں نے عظمت و برتری کا بلنر پہاڑ دیکھا تو اس کی پناہ لینے کی خواہش کی لیکن ہر وہ شخص جو حقائق پتھروں کو باہم رگڑ کر آگ حاصل کرنا چاہے ضروری نہیں کہ اپنے بدن کا گویا سکے اور آگ جلا سکے۔  
اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اور اس نے یہ اشعار بھی کہے۔

(۱) بنی ہاشم قد غادرت من اخیکم امینۃ اذ للباۃ یقتلبان

اے بنی ہاشم آمنہ نے تمہارے بھائی کو جبکہ وہ وقاع اور مجامعت کے لیے چارہ سازی کر رہے تھے اس طرح کر دیا ہے اور اس حال میں چھوڑا ہے۔

(۲) کما غادہ المصباح بعد خبوة فتائل قد میشت لہ بدہان

جیسا کہ بتی بجھ جانے کے بعد اس نقیلہ کے ساتھ کرتی ہے جو تیل سے تر کر کے بتی روشن کرتے وقت رکھی جاتی ہے یعنی وہ اس کی تری کو کلیتہً جذب کر لیتی ہے اور بجھنے پر اس کی سرخی کو سیاہی سے بدل دیتی ہے۔

اس کے اپنے لفظ یہ ہیں قد کان ذالک مرة فالیوم لا جواب منہ المثل بن گئے ہیں اور رائے کی تبدیلی متناہل اور آرزوں کا اختتام بیان کرتے۔ وقت ان کو استعمال کیا جاتا ہے (ابن الجوزی)



(۳) وما کُلُّ ما یجوی الفی من تلادۃ بحزم ولا ما فاتہ لتوانی  
حقیقت یہ نہیں ہے کہ ہر وہ مال اور نعمت جو عرصہ دراز تک کسی کے پاس رہنے والی ہو اسے جواں ہمت لوگ  
اپنی ہوشیاری سے جمع کرتے ہیں اور نہ وہ جو  
میں نے آگے وہ ان کی سستی و کاہلی کا نتیجہ ہے (بلکہ ہر ایک  
مصلحت اپنا مقدمہ ہی حاصل کر سکتا ہے)

(۴) فاجمل اذا طالبت امر فانه سیکفیکہ خدان یصطرعان  
جب تو کسی امر کا طلبگار بنے تو پھر حسن طلب سے کام لے کیونکہ اس کے حصول میں تجھے دوحصے اور نصیبے  
کفایت کریں گے جو باہم متضارب ہیں اور ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کے درپے۔

(۵) ستکفیکہ اماید مقفلة وإماید مبسوطة ببنان  
یا تجھے کفایت کرے گا اس مقصد و طلب میں وہ ہاتھ جو منقبض ہے اور ضعیف و ناتواں ہے (کیونکہ تجھ سے  
تیرا مطلوب چھین نہیں سکے گا) اور یا وہ ہاتھ جو لمبی انگلیوں اور دراز پوروں والا ہے (اگر تیرے لیے دراز بن جائے تو)  
(۶) ولما تفت منه امینۃ ما تفت نبا بصری عنه و کل لسانی

اور جب حضرت آمنہ نے ان سے (حضرت عبداللہ سے) اپنی حاجت کو پورا کر لیا تو میری آنکھ ان سے دور ہو گئی۔  
(کیونکہ سابقہ کشش باقی نہیں رہی تھی اور وہ رونق و بہارِ حیمین اقدس آگے منتقل ہو چکی تھی) اور (بوقت دعوت) میری زبان  
گنگ ہو گئی (اور اجابت سے قاصر رہی)

## سترھواں باب

### حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو دورانِ حمل پیش آمدہ واقعا و کیفیات

(۱) وہب بن ربیعہ کی پھوپھی روایت کرتی ہیں ہم یہ سنا کرتے تھے جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا  
عالمہ ہوئیں تو فرماتی تھیں کہ مجھے کوئی پتہ نہ چلا کہ میں حاملہ ہوں یا نہیں نہ کوئی بوجھ اور ثقل محسوس ہوا اور نہ تسلی وغیرہ  
جیسے کہ عورتوں کو اس دورانِ یہ حالتیں پیش آتی ہیں صرف اتنا ہوا کہ حالتِ حیض منقطع ہو گئی اور مجھ اس پر حیرانی ہوئی تھی۔  
(کیونکہ علامتِ حمل بھی کوئی نہیں تھی اور حالتِ حیض بھی باقی نہیں رہی تھی) تو سو سو رات کی ایک رات کو جب کہ میں نیند ادا



میں یوں کہا کہ مجھے تو علم نہیں ہے۔ اس نے کہا تو اس اُمت کے سرور اور نبی کے ساتھ حاملہ ہوئی ہے تو یہ تھی وہ علامت جس سے مجھے حاملہ ہونے کا یقین حاصل ہوا پھر وہ مژدہ دینے والی شخصیت میرے پاس اتنے وقت تک نہ آئی جب تک کہ ولادت کا وقت قریب نہ آیا جب وہ وقت قریب آیا تو پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تو اس طرح کہہ۔ اَعِيْذُ بِالْوَحْدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ۔ میں اپنے اس لخت جگر نورِ نظر کو اللہ وحدہ لا شریک لہ کی پناہ میں دیتی ہوں، ہر اس شخص کے شر سے جو کہ حسد کی آگ میں مبتلا ہے۔

آپ فرماتی تھیں میں ہمیشہ یہ ورد کرتی رہتی تھی جب میں نے اپنی تعلق والی عورتوں سے اس امر کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اپنے گلے اور بازوؤں میں لوسے کی بنی کوئی چیز پہن لو جب میں ایسی کوئی شے پہنتی تو چند دن نہ گزرنے پاتے کہ وہ کٹ کر گر جاتی تو میں نے ان اشیاء کو ترک کر دیا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ان کے ساتھ حاملہ ہونے سے لے کر ولادت تک کوئی مُشقت اور تکلیف محسوس نہیں کی اور مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں ان کا نام احمد رکھوں۔

## اٹھارواں باب

### وفات حسرت آیات حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت اس وقت ہوئی جبکہ کسریٰ نوشیرواں کے ملک و حکمرانی کو چوبیس سال گزر چکے تھے۔ پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے عقد تزویج ہوا اور ابھی سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی ولادت باسعادت نہیں ہوئی تھی کہ ان کا وصال ہو گیا۔

ایوب بن عبد الرحمن سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ قریش کے قافلہ ماے تجارت میں سے ایک قافلے کے ساتھ شام کی طرف نکلے جب تجارت سے فارغ ہوئے تو واپسی پر مدینہ طیبہ پر گزرے اور حضرت عبداللہ ان دنوں بیمار تھے، قافلہ کی ہمراہی سے معذرت کی اور کہا کہ میں چند دن اپنے احوال (نخیال) بنی عدی بن نجار کے ہاں ٹھہرتا ہوں۔ آپ وہاں ایک ماہ تک بیماری کی حالت میں رہے اور دوسرے ساتھی مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ حضرت عبداللہ نے ان کے متعلق رفقاء سفر سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا وہ اپنے نخیال ٹھہر گئے ہیں اور ہم نے ان کو بیماری کی حالت میں چھوڑا ہے۔ حضرت عبداللہ نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو بھیجا کہ آپ



کی حالت دریافت کریں اور ہمراہ لائیں مگر وہ پہنچے تو آپ کا وصال ہو چکا تھا اور وارثانہ میں ان کو دفن کیا جا چکا تھا اور نابغہ بنی عدی بن النجار میں سے تھا، حارث لوٹ کر مکہ مکرر آئے اور ان کی وفات حسرت آیات کی خبر عبدالمطلب کو سنائی تو وہ سخت غمگین ہوئے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی حضرت آمنہ کے بطن اقدس میں تھے کہ یتیم ہو گئے اور حضرت عبداللہ کی عمر شریف ابھی صرف پچیس سال تھی۔

واقعی نے کہا کہ حضرت عبداللہ نے اپنے بعد ایک نوٹھی ام امین، پانچ اونٹ اور ایک گلہ بھیر بکریوں کا چھوڑا تھا۔ یہ جلد استیانی بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت اور تصرف میں آئیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ کا وصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے بعد ہوا مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

## انیسواں باب

### رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت

آپ کی ولادت سوموار کے دن عام الفیل میں دس ربیع الاول کے بعد ہوئی، ایک روایت یہ ہے کہ ربیع الاول کی دوراتیں گزرنے کے بعد یعنی تیسری تلک تک اور دوسری روایت یہ ہے کہ بارہویں رات کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عام الفیل میں ولادت شریف ہوئی (ابرہہ کی بمع اپنے ہاتھی کے آمد و ہلاکت التوار کے دن ہوئی جبکہ محرم کے تیرہ دن بقایا تھے اور پہلی محرم جبہ کے دن تھی یعنی بسترہ محرم کو) اور ادھر نوشیرواں کی تخت نشینی اور حکمرانی کو بیالیس سال ہو چکے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اس مکان کے اندر ہوئی جو اب محمد بن یوسف ثقفی یعنی حجاج کے بھائی کے نام پر مشہور و معروف ہے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وہ گھر بعد از ہجرت عتیل بن ابی طالب کو صہہ کر دیا تھا اور جب تک وہ زندہ رہے ان کے تصرف میں رہا اور ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد نے محمد بن یوسف کے ہاتھ بیچ دیا۔ پھر اس نے نئے سرے سے اپنا وہ مکان تعمیر کیا جس کو دار محمد بن یوسف کہا جاتا ہے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان بھی اس میں شامل کر دیا۔ بعد میں خیزران نے اس کو الگ کیا اور وہاں مسجد بنائی جس کے اندر بطور تبرک نماز پڑھی جاتی تھی۔



حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سووار کے دن روزہ رکھنے کے متعلق دریافت کیا کہ آپ اس دن میں روزہ کیوں رکھتے ہیں تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور اسی دن میں مجھ پر وحی نازل ہوئی اور اعلان نبوت کا حکم دیا گیا (رواہ مسلم و الفردیہ)۔  
ابن اسحق نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ عام الفیل (ہاتھی والے سال یعنی ابراہیم کی ہلاکت اور اس کے لاؤشکر کی بربادی والے سال) میں ربیع الاول کی بارہویں رات کے بعد ہوئی۔  
زہری سے منقول ہے کہ عام الفیل کے دس سال بعد آپ نے خالکدن عالم میں قدم رنجہ دیا گریہ قول صحیح نہیں ہے۔

حضرت برادر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول کی آٹھویں کو افاق بطن آمنہ رضی اللہ عنہا سے طلوع ہوئے جب کہ نسیان (شمسی مہینہ کا نام) کی دسویں تاریخ تھی۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مضبوط و توانا لڑکا تھا یعنی سات آٹھ سال کا تو ایک یہودی کو صبح سویرے مدینہ منورہ میں زور زور سے چلاتے ہوئے سنا وہ پکار رہا تھا اے گروہ یہود۔ اے گروہ یہود جب وہ سارے اس کے گرد اکٹھے ہو گئے تو پوچھا تیرے لیے ہلاکت ہو کیا چھوڑا اور کیوں نہیں بلاتا ہے؟ اس نے کہا وہ ستارہ جس کا طلوع احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ و النباء کی ولادت باسعادت پر علامت و دلالت تھا وہ آج رات طلوع ہو گیا ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ یہودی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں آمد کے وقت پر بھی موجود تھا مگر براہِ جسد و عناد کفر و ضلالت کی گھاٹی میں جا کر اور مشرف باسلام نہ ہوا۔

حضرت حسان بن ثابت سے ہی مروی ہے کہ میں بوقت سحر ایک فارغ نامی ٹیلہ پر موجود تھا کہ ناگاہ بہت تیز اور بلند ترین آواز میرے کان میں پڑی غور کیا کہ آواز کدھر سے آتی ہے تو ایک یہودی مدینہ طیبہ کے بلند ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ پر کھڑا تھا اور ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا سب لوگ دوڑ کر اس کے پاس جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے تجھے کس مصیبت نے آلیا ہے کیوں چلا رہا ہے۔ بولایہ ستارہ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ و النباء ہے جو طلوع ہو چکا ہے۔ یہ ستارہ ظہور نبوت کے وقت طلوع ہوتا ہے اور اب انبیاء کرام علیہم السلام سے صرف محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ و النباء ہی تشریف لانے والے ہیں۔ لوگوں نے اس پر ہنسنا شروع کیا اور اس کی بات پر حیرانی کا اظہار کیا۔



# بیسواں باب

## قصہ فیل و ابرہہ

علماء سیرت نے فرمایا کہ ابرہہ نے ایک عبادت خانہ تعمیر کیا اور اس کو آرائش و زیبائش کے لحاظ سے کیتائے روزگار بنادیا اور کہنے لگا کہ میں حجاج عرب کو جب تک اس کی حج زیارت پر آمادہ نہ کر لوں دم نہیں لوں گا۔ جب اہل عرب کو معلوم ہوا کہ وہ بد بخت کعبہ شریف کی عزت و حرمت لوگوں کے دلوں سے ختم کرنا چاہتا ہے تو ان میں سے ایک شخص وہاں پہنچا اور اس مصنوعی کعبہ میں تھلے حاجت کر دی (تاکہ جب لوگ اس کی زیارت کو آئیں تو یہ منظر دیکھ کر پھر کبھی ادھر منہ نہ کریں) جب ابرہہ کو اس حادثہ کا علم ہوا تو غیظ و غضب سے آگ بگولا ہو گیا اور قسم کھائی کہ میں مکہ مکرمہ میں جا کر کعبہ کو نود بالسد مسمار کر دوں گا۔ چنانچہ وہ ہاتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہوا جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچا (تو باہری پڑاؤ ڈالا) اور قریش کے مال مویشی جو ہاتھ آئے وہ لوٹ لیے اور اپنے ایک مصاحب کو کہا کہ لوگوں سے دریافت کرو کہ اہل مکہ کا سردار کون ہے؟ پھر اس کو میری طرف سے کہو کہ ہم تمہارے ساتھ حرب و قتال کے لیے نہیں آئے بلکہ ہم تو (خاکم بدین) اس گھر کو گرانے کے لیے آئے ہیں۔ اس کو عبد المطلب کے متعلق بتلایا گیا کہ قوم قریش کے سردار عبد بیت اللہ کے محافظ و خادم یہ ہیں تو ابرہہ کے مصاحب نے حضرت عبد المطلب کو اس کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ نے فرمایا بخدا ہم نہ تو ابرہہ کے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں اور نہ ہی ہمارے اندر اتنی قوت و طاقت ہے یہ اللہ تعالیٰ کا با عزت و با کرامت گھر ہے اور اس کے غلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گھر ہے اگر وہ خود حفاظت فرمائے تو وہ اس پر قادر ہے اور حفاظت کرے گا بھی۔

حضرت عبد المطلب کو ابرہہ کے پاس لے جایا گیا اس نے بہت اعزاز و اکرام کیا اور پوچھا کہ کنی حاجت و غرض ہو تو بتلاؤ تو آپ نے کہا ہمارے دو صد اونٹ جو تو نے لوٹ لیے ہیں وہ واپس کر دے۔ ابرہہ نے ان کا جواب معلوم کر کے ترجمان سے کہا کہ ان کو میری طرف سے کہہ کہ میں نے تمہیں دیکھا تو وجہ امت و شوکت اور عظمت و سمیت کی وجہ سے حیران ہو گیا۔ مگر تمہارا جواب سن کر (سارا تاثر غلط ثابت ہوا) اور میری رحمت ختم ہو گئی تعجب ہے کہ دو سو اونٹ کا مطالبہ کرتے ہو اور وہ گھر جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا دین ہے اسے نظر انداز کر رہے ہو حالانکہ میں تو اس کو گرانے کے لیے آیا ہوں۔

آپ نے فرمایا میں ان اونٹوں کا مالک ہوں (اس لیے ان کا مطالبہ کر رہا ہوں) اور اس گھر کے مالک ہم نہیں ہیں نہ وہ ہماری حفاظت اور پناہ میں ہے (بلکہ ہم اس کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں) اس کا مالک اور ہے اور وہ ضرور اس کی حفاظت فرمائے گا۔



حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے پاس سے اٹھے قریش کے پاس آئے اور ان کو مکہ مکرمہ سے نکل کر پہاڑوں اور گھاٹیوں میں پناہ لینے کا حکم دیا تاکہ ابرہہ کا لشکر ان پر ظلم و تعدی کی زنجیر پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور یہ کہا۔

یارب لا ارجو لہم سوا کا یارب دامنہ منہم حما کا  
اے رب کریم میں قریش کی حفاظت و نگرانی کے لیے تیرے سوا اور کسی سے امیدوار نہیں ہوں۔ اے رب کریم ابرہہ اور اس کے لشکریوں کو اپنی حمایت سے محروم فرما۔

ان عدد البیت من عادا کا امنہم ان یخربوا فنا کا  
بیشک بیت اللہ کا دشمن وہی ہے جو تیرا دشمن ہے لہذا ان کو اپنے گھر اور اس کے اہول کو خراب و برباد کرنے سے خود روک۔

اور بارگاہ خداوندی میں یہ بھی عرض کیا۔

لا ھم ان المرء یمنع رَحْلہ وحلّالہ فامنع حلّالک  
اے اللہ العالمین ہر فرد اپنے گھر کی اور ساز و سامان، لباس و پوشاک کی حفاظت کرتا ہے۔ لہذا تو بھی اپنے گھر اور اس کے ساز و سامان کی حفاظت فرما۔

لا یغلبن صلیبہم و غا لہم غداً و حاکک  
ان کی صلیب اور قوت و طاقت کل کو تیری قوت و طاقت پر کسی طرح غالب نہ آئے۔ یا ان کی چالاکی اور مکر و فریب تیری چارہ سازی پر غالب نہ ہو۔

جروا جوع بلادہم والفیل کی یسبوا عیالک  
انہوں نے اپنے علاقوں اور شہروں کے سارے لشکر اور ہاتھی جمع کیے ہیں تاکہ تیرے گھر میں پناہ لینے والوں کو قیدی بنالیں اور ان کو بے عزت و خوار کریں۔

عمدوا حاک بکیدہم جہلا و مارقبو جلا لک  
تیرے محفوظ و مقدس مقام کی طرف اپنے مکر و فریب اور ناپاک عزائم کے ساتھ بڑھے ہیں اپنی نادانی اور ناگفتابندی کی وجہ سے اور تیرے جلال کو ملحوظ نہیں رکھا۔

ان کنت تارکھم و کعبتنا فامرنا بدالک  
اگر تو ہمارے کعبہ کو ان کے حوالے کر دے اور ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دے تو بڑی عجیب بات ہے۔ مگر جو تیری مرضی ہو اور جو تجھے پسند ہو۔



ادھر حضرت عبدالملک بارگاہ رب کریم میں دعا و زاری کر رہے تھے اور ابرہہ نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی تیاری کی اور اپنے انتہائی سرکش ہاتھی کو تیار کیا۔ نفیل بن حبیب خثعمی آٹے اور ہاتھی کے کان میں کہا۔  
اے محمود (ہاتھی کا نام) بیٹھ جا اور آگے قدم مت بڑھا۔ بلکہ جہاں سے آیا ہے لوٹ جا۔ کیونکہ تو اللہ تعالیٰ کے بلد حرام میں ہے (اور یہاں خونخواری و خونریزی اس ملک کو پسند نہیں ہے) ہاتھی یہ حکم سن کر بیٹھ گیا۔  
نفیل تو ہاتھی کو یہ پیغام سنا کر وہاں سے تیزی کے ساتھ پہاڑ کی طرف نکل گئے اور ابرہہ اور اس کے شکری اس کو مار پیٹ نکلے مگر وہ اٹھنے کا نام تک نہیں لیتا تھا۔ یمن کی طرف کوچ کے لیے تیاری کرتے ہیں تو دوڑنے لگتا ہے اور جب مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں تو بیٹھ جاتا ہے۔ ہاتھی کے ساتھ ان کی یہ دھینگا مستی اور زور زوری جاری ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے جھنڈ بھیج دیے ہر پرندے کے پاس تین کنکریاں تھیں، ایک کو چونچ میں اٹھائے ہوئے تھا تو دو کو پاؤں میں۔ بظاہر وہ کنکریاں چنے کے دانے بلکہ مسور کے دانے کے برابر تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ تاثیر رکھی تھی کہ جس کو لگتیں موقع پر ہی ہلاک ہو جاتا۔

جب ان کنکریوں کی بوجھاڑ دیکھی تو اسی راہ پر جان بچانے کے لیے بھاگ کر پہنچے جس پر چل کر یہاں آئے تھے مگر اب بچنے کی صورت کہاں تھی کوئی میدانی علاقہ میں تباہ ہوا اور کوئی پہاڑوں میں پہنچ کر۔  
ابرہہ کے جسم میں ایک مسلک مرض پیدا ہو گیا جس سے اس کی انگلیاں گل کر گئیں جب اس کو واپس ہنٹا میں لے کر پہنچے تو وہ ضعف اور لاعزری کی وجہ سے چوڑے کی مانند موچکا تھا حتیٰ کہ اس کا سینہ چاک ہوا دل باہر آگیا اور اس دولتِ رسوائی کے ساتھ اہل عالم کے لیے ہزاروں عبرتوں کا سامان چھوڑ کر واصلِ جہنم ہوا اور یہی وہ سال تھا جس میں محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آفتاب نبوت و رسالت افقِ انسانیت پر جلوہ گر ہوا (اور انہی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے کعبہ مکرمہ اور حرمِ پاک مکہ مکرمہ کو محفوظ فرمایا یہ امر عارق للعادة اس خاص کلمات ہے اور اس میں آپ کی صداقت نبوت اور حقانیت رسالت پر واضح دلیل اور تین برہان موجود ہے)۔

الغرض ابرہہ اور اس کا لشکر تباہ و برباد ہوا اور ان کی تباہی و بربادی کا بیشتر لوگوں نے مشاہدہ کیا جن میں حکیم بن حزام جو طبیب بن عبدالعزیٰ اور حسان بن ثابت بھی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نے طویل عمر پائی ہے۔ ساٹھ ساٹھ سال تو زمانہ جاہلیت میں گزرے اور بقیہ ساٹھ ساٹھ سال زمانہ اسلام میں نورِ ایمان سے منور ہو کر گذرے اور شعراء نے اپنے اشعار میں اپنے ان مشاہدات کو بیان کیا ہے۔ انہیں میں سے ایک نفیل بن حبیب ہیں جو زمانہ جاہلیت کے شاعر ہیں اور انہیں حبشہ (ابرہہ اور اس کے لشکریوں) نے گرفتار کر رکھا تھا مگر مکہ مکرمہ کا راہ بتلا میں تو وہ ان سے حیلہ گری کے ساتھ



بھاگ گئے۔ وہ کہتے ہیں۔

الا ردی رکائبنا ردینا  
اے روینہ (عورت کا نام ہے) ہماری سواریوں کو ہماری طرف لوٹا دو۔ ہم نے ہجر و فراق پر رضا مند ہو کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔

فانکث لورایت ولکن ترید  
لداۃ جنب المحصب ما راینا  
اے کاش تو دیکھتی اور اب تو ہرگز نہ دیکھ سکی گی وہ منظر عجیب اور قدرت خداوندی کا عظیم نمونہ جو ہم نے وادی محصب کے پہلو میں رکھا۔

حدث الله اذ عایت طیراً  
وخفت حجارة تلقا علینا  
میں اللہ تعالیٰ کی حمد بجالایا جب کہ پرندوں کو حملہ آور دیکھا اور خوفزدہ بھی تھا کہ کہیں ہم بھی ان کی زد میں نہ آجائیں۔  
وکلهم یسائل عن نفیل  
کان علی للحبشان دینا  
اور ان میں سے ہر ایک نفیل (یعنی میرے متعلق) دریافت کرتا ہے گویا کہ ان حبشیوں کا بچہ پر کوئی قرض ہے۔  
جن میں میں ماخوذ ہوں۔

امیر بن ابی الصلت نے اس واقعہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے کہا۔

(۱) ان آیات ربنا بینات  
ما یماری نہین الا الکفور  
ہمارے رب تبارک و تعالیٰ کی آیات و دلائل قدرت واضح ہیں جن میں سوائے کافروں انتہائی شکر گزار کے کوئی شک و تردید کی مجال نہیں رکھتا۔

(۲) حبس الفیل بالمفس حتی  
ظل یحبو کانه معقور  
اس نے ابرہہ کے سرکش ہاتھی کو مقام مفس میں روک دیا اور وہ گھٹنوں کے بل یوں چلنے لگا جیسا کہ اس کے پاؤں کاٹ دیے گئے ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اس ہاتھی کے قائد (آگے چلنے والے) اور سائیں (پچھے سے ہانکنے والے) دونوں کو مکہ مکرمہ میں دیکھا وہ آنکھوں سے محروم تھے اور پاؤں سے معذور لوگ لٹکے۔ لوگوں سے مانگ مانگ کر گزراوقات کرتے تھے۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں۔ ہاتھی اور ہاتھی والے اور اس کے لشکر کی یہ تباہی و بربادی اور تذلیل و رسوائی اور وہ بھی ابابیل جیسے ضعیف و ناتواں پرندوں کے ذریعہ اور معمولی مقدار والی کنکریوں کے ساتھ (اللہ رب العزت کی قدرت پر عظیم برہان اور واضح دلیل ہے جس نے ابابیل کو اس مقصد کے لیے مسخر و باند فرمایا اور یہ سب کچھ محض قریش کی نصرت و امداد کے



یہ نہ تھا کیونکہ وہ کافر تھے اور کوئی کتاب و صحیفہ آسمانی اپنے پاس نہ رکھتے تھے بخلاف حبشہ کے کہ وہ صاحب کتاب تھے اور آسمانی مذہب کے قائل تھے یہ کرم اور نظر عنایت کسی اپنے محبوب شخص کے لیے فرمائی اور وہ غضب و قہر اپنے مبغوض افراد کے لیے فرمایا اور کس شخص پر یہ غصہ رہ سکتا ہے کہ کس کی خاطر یہ انعام و احسان فرمایا فقط اور فقط محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ و الثناء کی خاطر اور انہیں کے طفیل و صدقہ میں۔ واللہ لشہ و صلے اللہ علیہ حبیب الکریم و آلہ الطہین الطاہرین و اصحابہ اکامین و اوصالین۔

## ایک سوال باب

### وقت ولادت مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء میں ظہور آثار و کرامات

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے جس رات اپنے لخت جگر اور نور نظر کو جنم دیا ایک عظیم نور دیکھا جس کی بدولت شام کے محلات روشن ہو گئے حتیٰ کہ میں نے ان کو دیکھ لیا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب مجھے محاض اور زنگی والی حالت طاری ہوئی تو مجھے تارے یوں نظر آنے لگے گویا وہ بالکل میرے قریب آگئے ہیں حتیٰ کہ میں سوچنے لگی کہ مجھ پر گر نہ پڑیں جب میں نے ان کو جنم دیا تو ان سے ایک ایسا نور برآمد ہوا جس کی وجہ سے وہ مکان و حجرہ روشن ہو گیا۔ حتیٰ کہ جدھر دیکھتی نور ہی نور نظر آتا۔

حضرت شفاعہ کہ عبد الرحمن بن عوف کی والدہ ماجدہ ہیں بیان فرماتی ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا اور آپ میرے ہاتھوں پر آئے تو آپ نے آواز بلند فرمائی جیسا کہ وقت ولادت بچے آواز نکالتے ہیں تو میں نے ایک آواز دینے والے کو یوں کہتے ہوئے سنا۔ رحمک ربک تمہارے رب کریم تم پر رحم فرمادیں۔

حضرت شفاعہ نے فرمایا مجھ پر افق مشرق و مغرب کا مابین اور تمام روئے زمین روشن ہو گیا حتیٰ کہ شام کے بعض

محلات اپنی آنکھوں سے دیکھے پھر میں لیٹ گئی مگر تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ مجھے تاریکی و تیرگی اور رعب و خوف معلوم

ہونے لگا اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے نظر آنے لگے پھر ایک نور دائیں جانب سے دکھائی دیا اور یہ آواز سنائی دی

کہ اس محبوب مولود کو تو کہاں لے گیا ہے دوسری طرف سے جواب آیا۔ مغرب کی سمت پھر دوبارہ مجھ پر تاریکی و ظلمت

اور مرعوبیت و خوفزدگی والی حالت اور رونگٹے کھڑے ہونے والی کیفیت طاری ہوئی تو بائیں جانب سے ایک نور نمودار ہوا

اور آواز آئی تم اس مولود کو کہاں لے گئے ہو تو جواب آیا کہ میں انہیں مشرق کی طرف لے گیا ہوں۔



یہ واقعہ میرے دل پر نقش رہا حتیٰ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں ان لوگوں میں شامل ہو گئی جو سب سے پہلے دولت ایمان و اسلام سے مالا مال ہوئے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں: میں نے ان کو جنم دیا تو وہ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھے آسمان کی طرف دیکھنے لگے پھر مٹی کی مٹھی لی اور سجدہ کی طرف مائل ہوئے۔ وقت ولادت آپ ناف بریدہ تھے میں نے ان پر پردہ وستر کے لیے مضبوط پردہ ڈالا مگر کیا دیکھتی ہوں کہ وہ پھٹ چکا ہے اور یہ اپنا انگوٹھا چوس رہے ہیں جس سے دو دھکا نوارہ پھوٹ رہا۔ مکہ مکرمہ میں اس وقت ایک یہودی شخص موجود تھا جس وقت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس نے صبح دریافت کیا اے جماعت قریش آج رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا ہمارے علم میں نہیں ہے۔ اس نے کہا (میں تحقیق کر دو پہری کتب میں جو کچھ مرقوم و منقول ہے اس کی رو سے) آج رات نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم متولد ہوئے ہیں۔

قریش اس کی بات سن کر گھروں کی طرف گئے گھر والوں سے دریافت کیا کہ آج رات حضرت عبدالمطلب کے خاندان میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے تو بتلایا گیا ہاں۔ انہوں نے جا کر یہودی سے کہا کہ حقیقت حال وہی ہے تو تیرے بتلانی تھی وہ بولا کہ اب نبوت بنی اسرائیل کے ہاتھ سے نکل گئی (اور بنی اسماعیل علیہ السلام اس سے مشرف کر دیے گئے ہیں) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا کہ میری ملافتہ یوں ملاحظہ فرمایا گویا کہ مجھ سے ایک عظیم نور نمودار ہوا ہے جس کی ضیا پاشیوں سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء جب والدہ ماجدہ سے متولد ہوئے تو انہوں نے آپ کو محفوظ رکھنے کے لیے ایک بڑا برتن (دیگ برہ) اوپر دے کر چھپا دیا مگر وہ فوراً دو ٹکڑے ہو کر الگ ہو گیا اور آپ آنکھیں کھولے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

وہب بن زمہ کی بھوپھی سے مروی ہے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دیا تو خوشخبری سننے کے لیے آدمی حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں بھیجا جب کہ وہ حلیم میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ان کی اولاد اور دیگر افراد قریش بھی موجود تھے جب حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے لعلت جگر نور نظر کے تولد مبارک کی اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود اس نور اقدس سے منور ہونے کی ان کو اطلاع ملی تو بہت خوش ہوئے۔

فوراً وہ بھی اور ان کے ہم نشین بھی اٹھے اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے۔ آپ نے جو کچھ بوقت ولادت سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتعلیٰات دیکھا تھا ان سے بیان کیا اور جو کچھ انہیں اشارات و بشارات سنائی دی تھیں کہ سنائیں تو حضرت عبدالمطلب نے آپ کو اٹھایا اور کعبہ مبارکہ کے اندر لے گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے اور اس کے کرم اور ذرہ پروردی کا شکریہ ادا کرتے رہے۔



ابن واقد کہتے ہیں کہ مجھے یوں خبر دی گئی کہ حضرت عبدالملک نے اس دن بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کیا۔  
الحمد لله الذي اعطاني هذا الغلام الطيب الاردان  
سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ پاکیزہ لباکس اور منزہ ذات والا مقدس  
پوتا عطا فرمایا ہے۔

قد ساد في المهد على الغلمان  
اعينه يا البيت ذي الاركان  
جو ہنگھوڑے میں ہوتے ہوئے سب بچوں پر فوقیت لے گئے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے مبارک ارکان  
اور اطراف و اکناف ولے گھر کی پناہ میں دیتا ہوں۔

حتى اراه بالغ البنیان  
اعينه من شر ذي شأن  
من حاسد مضطرب العیان  
حتی کہ میں ان کو اس حال میں دیکھوں کہ وہ مکمل اور مضبوط و توانا جوان ہوں۔ میں ان کو کینہ و دشمنی کے شر  
سے (اللہ تعالیٰ) کی پناہ میں دیتا ہوں۔ اور اس حاسد کے شر سے جس کی آنکھیں مرض حسد کی وجہ سے بے چین و  
بے قرار ہیں۔

حضرت عباس سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بوقت ولادت خستہ شدہ تھے اور سکڑا رہے تھے آپ  
کے حجام نے جب یہ منظر دیکھا تو کہا میرے اس بیٹے کی عجب شان ہوگی اور اتنی پھر عجب شان اور عجب مقام ان کو  
نصیب ہوا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز عالم ظاہر  
ہوئے تو کوہ البقیع کے جن کو مقام حجون (جس کے نیچے قبرستان ہے اور قریش اس مقام پر اپنے کپڑے دھو کر سکھایا  
کرتے تھے) کے جن نے سید انس و جان علیہ السلام کی بشارت ولادت دیتے ہوئے یوں کہا۔

فانتم ما انتی من الناس انجبت  
ولا ولدت انتی من الناس واحده  
میں قسم کھاتا ہوں کہ کوئی عورت انسانوں میں نہ خود اتنی سعادت مند ہے اور نہ ہی کسی نے اتنے سعادت مند اور  
نجیب و شریف کو جنم دیا ہے۔

كما ولدت نهرية ذات مفكر  
نجية من نوم القبائل ماجده  
جیسا کہ بنو نہرہ سے تعلق رکھنے والی قابل صداقت و اقیانسی اوصاف کی مالکہ قبائل کی ملامت اور طعن و  
تشبیہ سے منزہ و مسبر اور مجدد و بزرگی کی مالکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے مقدس اور سعادت مند بچے  
کو جنم دیا ہے۔



وقد ولدت خیر البریة احمداً  
 فاکرم مولود واکرم والدہ  
 تحقیق اس نے بنم دیا ہے اس ذات اقدس کو جو سب مخلوق میں سے بہتر ہیں اور احمد کے پیارے نام  
 سے موسوم۔ پس کس قدر عزت والا اور کتنا بلند مقام والا مولود ہے۔  
 ابوبیس پر موجود جن اس ہاتھ کے جواب میں یوں گویا ہوا ہے

یا ساکنی البطحاء لا تغلطوا  
 ومیتزوا الامر بفعل مضی  
 اے بطحا کے رہنے والو! نہ کھاؤ اور مغالطہ میں نہ رہو۔ اور سابقہ اعمال و افعال سے حقیقت امر  
 معلوم کرو۔

ان بنی زہرۃ من سہاکم  
 فی غابر الامر و عند البدی  
 بے شک بنو زہرہ قبیلہ ابتداء اور انتہا دونوں میں تمہارا ہی حصہ ہے اذو شاخ اور سرونات کے رشتہ  
 میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔

واحدة منكم فها اتوا لنا  
 فہم مضی فی الناس ادمن بقی  
 مگر تم گذشتہ لوگوں میں سے یا جو باقی بچ رہے ہیں ان میں سے کوئی ایسی مقدس عورت دکھاؤ اور پاکیزہ  
 ماں بتلاؤ۔

واحدة من غیرہم مثلها  
 جنینہا مثل النبی التقی  
 جس کا بیٹا بنی زہرہ کی لاڈلی آمنہ کے مقدس بیٹے جیسا ہو جو کہ مقام نبوت کے مالک ہیں اور خدا  
 ترس اور پابند احکام خداوند جل و علی۔

## بائیسواں باب

### حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بوقت ولادت ناف برید ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا۔ اللہ رب العزت کے  
 ہاں میری عزت و حرمت یہ ہے کہ میں ناف بریدہ پیدا ہوا اور کسی نے میری شرم گاہ کو نہ دیکھا۔  
 سوال :- اگر یہ کہا جائے کہ پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اقدس میں وہ گزشتہ پارہ کیوں پیدا کیا گیا جس



میں وسوسے کے قبول کرنے کی استعداد تھی اور بعد ازاں سینہ اقدس اور دل منور کو چیر کر اس جھنڈے کو نکالا گیا (اسے بھی روز اول سے ایسے اجزاء و حصے سے منترہ و مبرا پیدا کیا جاتا اور اس میں وہ جز پیدا ہی نہ کیا جاتا جو دوسرے لوگوں میں ہوتا ہے اور وہاں سے شیطان اپنے وسوسے و خیالات فاسدہ کے ساتھ اثر انداز ہو سکتا ہے)

**جواب :-** ابن عقیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ تطہیر بدن کے دو درجے ہیں۔ ایک ادنیٰ جو اطباء اور دایہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ رواج ہے اور دوسرا افضل و اعلیٰ یعنی تطہیر قلب اقدس تو اللہ رب العزت نے ادنیٰ درجہ تطہیر کو لوگوں پر غنی فرمادیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل میں ان کو مدخلت کا موقع نہ دیا اور افضل و اعلیٰ درجہ کو ظاہر فرمایا تاکہ محبوب کریم کا حسن باطن اہل عالم بالخصوص ملائکہ پر ظاہر ہو اور ان کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کو اس محبوب سے کتنا تعلق ہے اور ان کی نبوت و رسالت کے لیے اس نے کیا اہتمام و انتظام فرمایا کہ وحی و الہام میں مدخلت شیطان کے راستے ہی بند کر دیے ہیں اور احتمال و وسوسہ ختم فرمادیا ہے۔

## تیسواں باب

### شب ولادت وقوع پذیر ہونے والے حوادث

مخدم بن ہانی اپنے باپ ہانی سے نقل کرتے ہیں بن کی عمر ایک سو پچاس برس تھی۔ فرماتے ہیں جس رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی ایوان کسریٰ لرز اٹھا اور اس کے چورہ کنگرے گر گئے۔ بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا اور آشکدہ فارس کی آگ بجھ گئی حالانکہ قبل ازیں ہزار سال سے روشن تھی اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس کو بجھنے نہیں دیا گیا تھا آتش پرستوں کے کاہن و سردار (موبدان) نے خواب دیکھا کہ صلب و سرکش اونٹ عربی گھوڑوں کی قیادت کرتے ہوئے و جلہ عبور کر کے ملک فارس میں داخل ہو کر اس کے بلار اور اطراف میں پھیل گئے ہیں۔ ادھر کسریٰ ان معاملات کو دیکھ کر سخت پریشان ہوا اور بہ تکلف جرات و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان پر ضبط و تحمل اور صبر و استقامت کا اظہار کیا۔ پھر اسے یہ خیال آیا کہ اپنے وزیر اور دوسرے مجلس و ارکان دولت سے ان امور کو مخفی رکھنا خلاف مصلحت ہے (بلکہ ان سے صلاح و مشورہ کرنا چاہیے)

اس خیال کے آتے ہی تاج سلطانی سر پر رکھا اپنے تخت سلطنت پر نمودار ہوا اور سب امراء و وزراء کو بلا کر



(۴) انہیں سے ہے بلند بام والا بہرام اور اس کے بھائی۔ نیز ہر زمان اور سالور وغیرہ۔  
 (۵) لوگ باہم علات و خرابی (سوکن عورتوں) کی اولاد معلوم ہوتے ہیں (یعنی قلبی محبت اور اخوت و یگانگت سے محروم ہیں جب کسی کو دیکھتے ہیں کہ اپنے مقام سے گر گیا ہے تو اس کو نظر حقارت دیکھتے ہیں اور بعد و اجتناب اختیار کر لیتے ہیں۔

(۶) اور جب کسی کو عروج پر دیکھتے ہیں تو بنو الام (ماں کی طرف سے سکے بھائی) معلوم ہوتے ہیں اور پیٹھ پیچھے بھی اس کا تحفظ کرتے ہیں اور امداد و اعانت۔

(۷) خیر اور شر زمانہ میں باہم اکٹھے ہیں۔ لیکن لوگ خیر کے پیچھے دوڑتے ہیں اور شر سے بھاگتے اور نفرت کرتے ہیں۔  
 جب عبدالمسیح کسریٰ کے پاس آیا اور سطح کے جواب سے مطلع کیا تو اس نے کہا کہ ہم میں چودہ بادشاہ گذرے ہیں بڑا وقت لگے گا اور پتہ نہیں زمانہ کیا کیا رنگ بدلے گا (مگر یہ اس کی غلط فہمی تھی) کیونکہ وہ بادشاہ تو صرف چار سال کے عرصہ میں بساط سلطنت لپیٹ کر زیر زمین فرش خاک پر جا لیٹے اور باقی چار میں سے آخری حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں دولت و رسوائی کے ساتھ قتل ہوا اور اس طرح ملک بنی ساسان کا خاتمہ ہوا اور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس ملک پر حکمران ہوئی، والحمد للہ علیٰ ذالک۔

## قصہ عجیبہ سطح

سطح محض گوشت کا ایک ٹکڑا تھا جیسے قصاب گوشت کاٹنے کے لیے لکڑی پر رکھ کر ٹکڑے کر دیتا ہے اس میں نہ حس و حرکت ہوتی ہے اور نہ ادھر ادھر بھاگنے کی سکت بس سطح بھی اسی طرح گوشت کا ڈھیر سا تھا پورے بدن میں سوائے کھوپڑی اور ہتھیلیوں کے کہیں ہڈی کا نام و نشان نہ تھا۔ اسے چنبر والی ہڈیوں سے پاؤں تک کپڑے کے تھان کی طرح لپیٹ دیا جاتا تھا اور اس کے بدن میں حرکت کرنے والا عضو صرف اس کی زبان تھی اور اس کو جدھر لے جانا ہوتا لکڑی کے پھٹے پر ڈال کر لے جاتے تھے۔

اس کے احوال کی مزید تشریح مدارج النبوت جلد ثانی ص ۱۸ پر ملاحظہ کریں۔



## چوبیسواں باب

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس میں رونما ہونے والے اہم واقعات و حوادث

سہ در عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے پہلے سال کسریٰ کے ایوان کا لرزنا اور اس میں دراڑیں پڑنا اور ہاتھی اور ابرہہ کی تباہی و ہلاکت والا عظیم واقعہ رونما ہوا علاوہ ازیں جنگ جملہ کا حادثہ پیش آیا۔ ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ حادثہ جملہ عرب میں رونما ہونے والے حوادث و واقعات میں سے عظیم ترین واقعہ ہے جو کہ سید الانبیاء علیہ التحیۃ و النشاء کی ولادت باسعادت کے سال اول میں عامر و عبس اور ذبیان و تمیم کے درمیان رونما ہوا۔ رضی نے اس کے متعلق کہا۔

فمن ایاد الاذی خلّت جہاجھا علیٰ منا ضلھا عبس و ذبیان  
ذلت ذکون ساری کی غلاطت و نجاست سے انکار کی بنا پر عبس و ذبیان نے اپنی کھوپڑیوں کو نیزوں پر چڑھا دیا۔

آنحضرت شافع یوم النور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک کے ساتویں سال میں آپ کی آنکھوں میں سخت تکلیف ہوئی کہ کمر میں علاج معالجہ کیا گیا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا جناب عبد المطلب سے عرض کیا گیا عکاظ کی طرف ایک راہب ہے جو آنکھوں کا علاج کرتا ہے (اس کو بھی آزمادیکھیں) حضرت عبد المطلب اپنے نورعین کو ساتھ لیے راہب کے پاس پہنچے اس کا عبادت خانہ بند تھا۔ اس کو آواز دی مگر کوئی جواب نہ آیا۔ اچانک عبادت خانہ پر زلزلہ سا طاری ہوا جس سے اُسے دیر کے گرنے کا اندیشہ ہوا تو جلدی سے باہر آیا۔

حضرت عبد المطلب کا مقصد تشریف آوری معلوم کر کے کہا، یہ بچے اس امت کے نبی ہیں اور اگر میں تمہیں دروازہ پر کھڑے رکھنے کی مزید جرات کرتا تو میرا یہ مکان عبادت مجھ پر گر کر مجھے ختم کر دیتا۔

پھر آپ کی دیکھتی آنکھوں کا علاج کیا اور روانی بھی دی اور ساتھ حضرت عبد المطلب سے کہا کہ انہیں جلدی واپس لے جاؤ اور ان کا خاص خیال رکھو کہیں اہل کتاب میں سے کوئی بد بخت ان کو تکلیف نہ پہنچائے اور حملہ آور نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کے دل میں اور ہر دیکھنے اور زیارت کرنے والے کے دل میں آپ کی محبت پیدا فرمادی تھی۔

آپ کے سن مبارک کے آٹھویں سال حضرت عبد المطلب کا وصال ہو گیا اور آپ کی کفالت ابو طالب نے فرمائی



اور اسی سال کسری فارس یعنی نوشیرواں فوت ہوا اور اس کا بیٹا ہرمز تخت نشین ہوا۔

دسویں سال میں اس حوالہ کا واقعہ پیش آیا جس کو فجار اول کہا جاتا ہے جب عمر مبارک تیرہ سال یا اس سے ذرا متجاوز ہوئی تو اپنے چچا زبیر کے ساتھ عازم سفر ہوئے اثناء سفر میں ایک وادی پر گزر ہوا تو وہاں ایک مست اونٹ تھا جو راہ روکے ہوئے تھا اور راہروں نے وہ راستہ چھوڑ رکھا تھا اس قافلہ نے بھی واپس ہونے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس معاملہ میں تمہاری کفالت و حمایت اور حفاظت و نگرانی کروں گا۔ آپ اس قافلہ کے آگے ہو لیے جب اس اونٹ نے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بیٹھ گیا اور اپنے سینہ کو زمین پر گرٹنے لگا۔ آپ اپنے اونٹ سے اترے اور اس پر سوار ہو گئے اور جب اس وادی کو عبور کر لیا تو پھر اس سے اتر کر اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور اس کو رخصت کر دیا جب سفر سے واپسی ہوئی تو راہ میں پانی سے لبالب بہتی وادی پر گزر ہوا جس کی موجیں دل لرزادینے والی تھیں سب سہم کر کھڑے ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پیچھے چلتے آؤ۔ آپ نے اس پانی میں قدم رکھا تو وہ خشک ہو گیا اور سارا قافلہ خشک راہ پر چل کر وادی سے صحیح سلامت گزر گیا اور بعد میں وہ پانی پھر اسی طرح موجزن ہو گیا جب مکہ مکرمہ پہنچے تو ہجری میں نے لوگوں کو اثناء سفر میں نظر آنے والے کمالات اور خوارق عادات بیان کیے تو سب نے کہا اس جوان کی شان زالی ہے۔

حضرت عبد المطلب کے لیے کعبہ مبارکہ کے سایہ میں فرش بچھایا جاتا اور ان کی اولاد ارد گرد بیٹھتی جب بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے حالانکہ آپ مضبوط و توانا اور عظیمند و زیرک بچے تھے تو آپ انہیں کی جگہ بیٹھے (یہ سمجھتے ہوئے کہ آپ کا یا قدام حضرت عبد المطلب کے ادب و احترام کے منافی ہے) آپ کے چچے آپ کو پیچھے بٹانے لگتے تو وہ فرماتے میرے بیٹے کو یہیں بیٹھنے دو یہ عظیم مقام و مرتبت کا مالک ہے (اور دراصل اس مقام کے لائق یہی ہے) چودھویں سال میں اس جنگ و جدال کا وقوع ہوا جس کو فجار ثانی کہا جاتا ہے۔

پندرھویں سال میں سوق عکاظ قائم ہوا۔

انیسویں سال میں ہرمز بن کسری ہلاک ہوا اور اس کا بیٹا پرویز سلطنت فارس پر قابض ہوا۔ سن مبارک کے بیسویں سال حلف الفضول کا واقعہ پیش آیا۔

عمر مبارک کے پینتیسویں سال کعبہ مبارکہ کو شہید کر کے نئے سرے سے تعمیر کیا گیا۔

ولادت باسعادت کے چالیسویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان نبوت کا حکم دیا گیا اور نزول وحی ہوا۔

عہد حلف الفضول معاہدہ کا نام ہے جس کو شرف و فضل کے پیش نظر حلف الفضول سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کے مخالفین نے تنقیص و تحقیر کے لیے اس کو اس نام سے تعبیر کیا۔ مزید تفصیل کتاب میں عنقریب آتی ہے۔



بعثت مبارک کے بیسویں دن شیاطین کو آسمانوں پر جاتے ہوئے شدید ترین مزاحمت اور شہاب ثاقب کے نقاب اور ارساد و نگرانی کا سامنا کرنا پڑا قبل ازیں اگرچہ شہاب ثاقب گرتے تھے مگر اس وقت بہت زیادہ کثرت ہو گئی اور خاص طور پر شیاطین کو نشانہ بنایا جانے لگا۔

بعد از نزول وحی تین سال تک احکام نبوت کی تبلیغ مخفیہ ہوتی رہی پھر ارشاد خداوندی فاصدع بما تو مرنازل ہوا جس میں پوری قوت سے فیض نبوت اور احکام خداوندی عام کرنے اور بیان کرنے کا حکم دیا گیا تو پھر آپ نے علانیہ تبلیغ شروع فرمائی۔ قریش اعلان توحید اور ادعائے نبوت سن کر خاموش رہے مگر جب اپنے معبودات باطلہ کی توہین و تحقیر اور ان کی مقام الوہیت سے کھینچ دینی بلکہ مجزوبے بسی کا اعلان نبوت سنا تو شعل ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کو طرح طرح کی ایذا میں مبتلا کرنا شروع کیا۔

آپ نے ان حالات کو دیکھتے ہوئے نبوت کے پانچویں سال صحابہ کرام علیہم الرضون کو عیشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ نبوت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والتنازع کے ساتویں سال جنگ بعا و اقعہ پیش آیا۔

اعلان نبوت کے دسویں سال میں جناب ابوطالب دارفانی سے کوچ فرما گئے اور ان کے تین دن بعد حضرت ام المومنین خدیجہ بنت النعمان بھی دارفانی سے انتقال فرما گئیں۔

گیارہویں سال سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل پر دین اسلام کو پیش کرنا شروع کیا۔ رسالت کے بارہویں سال میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف معراج سے مشرف فرمایا گیا اور عالم بالا کی سیر کرائی گئی۔

تیرہویں سال میں موسم الحج کے موقع پر انصار مدینہ مقام عقبہ پر شرف اسلام سے مشرف ہوئے اور اسی موقع پر باہم عہد و پیمان ہوا جس کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔

ہجرت مقدسہ کے پہلے سال غار میں دوران ہجرت حضور نے قدم رنجہ منمایا (اور قدرت خداوندی کے تحفظ کا ظہور ہوا) اور اسی سال سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے درمیان اخوت اور بھائی چارہ قائم فرمایا۔

ہجرت نبویہ کے دوسرے سال بیت المقدس کی بجائے کعبہ مبارکہ کو قبلہ قرار دیا گیا (اور عین حالت نماز میں سید الانبیاء علیہ التحیۃ والتنازع کو کعبہ کی طرف توجہ فرمانے کا حکم دیا گیا) (خول و جھٹ شطر المسجد الحرام) اور اسی سال

قرینہ صیام رمضان نازل ہوا اور غزوہ بدر بھی اسی سال وقوع پذیر ہوا اور قدرت الہی کا عظیم نمونہ اور عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والتنازع کا عجیب منظر ثابت ہوا۔

ہجرت اقدس کے تیسرے سال غزوہ احد درپیش ہوا، ساتویں میں غزوہ خیبر اور گھوٹیں سال فتح مکہ مکرر۔ دس ہجری کو رسول خدا علیہ التحیۃ والتنازع نے فریضہ حج ادا کیا۔



اور گیارہویں سال میں یہ آفتاب عالم تاب نگاہ خلق سے اوجھل ہو گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم قیلاً کثیراً۔

## پچیسواں باب

### محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اسماء گرامی

حضرت جبریل بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ افضل التسلیمات واکرمہا نے ارشاد فرمایا میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور احمد۔ اور میں ماجی ہوں جن کی بدولت اللہ تعالیٰ آثار شرک اور ظلمت کفر کو دور فرما رہا ہے۔ اور میں حاشر ہوں یعنی اہل محشر کا مقتلا سب سے پہلے آپ مزار النور سے اٹھیں گے اور سب مخلوق آپ کے بعد اور میں عاقب ہوں۔ یعنی بعثت کی رو سے آخری جن کے بعد کوئی منبیر مبعوث نہیں ہوگا۔

انہی جبریل بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں جن کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی اور کی جاتی رہے گی، اور احمد (جو کہ سب سے زیادہ اپنے خالق و مالک کی حمد و ثناء کرنے والے ہیں) میں حاشر ہوں یعنی جن کی امتداریں سب اہل محشر وادھر شرکی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ اور میں ماجی ہوں جن کے نور نبوت سے ظلمت کفر کو اللہ تعالیٰ نے دور فرمایا اور میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات نے ہمیں اپنے کئی نام مبارک بیان فرمائے جن سے بعض ہمیں یاد رہے اور بعض کو ہم یاد نہ رکھ سکے۔ فرمایا میں محمد ہوں اور احمد۔ مقفی (آخر میں مبعوث ہونے والے) اور حاشر۔ نبی توبہ (جن کی نظر کرم اور نگاہ لطف و عنایت سے اللہ رب العزت توبہ قبول فرمائے گا) اور نبی الملاحم (جو اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کریں گے اور دشمنان توحید و رسالت کو کیفر کردار تک پہنچائیں گے اور اہل اسلام پر دست ظلم و عدوان دراز کر نیوالوں کو قرار واقعی سزا دیں گے)۔

عہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اسماء مبارکہ کی کثرت صرف پانچ پر محدود و منحصر نہیں ہے بعض حضرات نے ان کو مختلف صفت اور کتب ساری علی الخصوص قرآن و سنت سے تتبع کر کے ہزار تک ان کی تعداد بیان فرمائی ہے اور حتیٰ توبہ ہے کہ ہزار میں حیرت انگیز شکل ہے کیونکہ ہر نام ایک صفت کا بیان ہے اور آپ کی صفات حد و شمار سے بالا ہیں لہذا اسماء مبارکہ بھی عدد گنتی سے ماوراء کیونکہ آپ متصف بصفات اللہ اور متعلق بخلق باطلاق خداوندی ہیں وہاں صفات کی تناہی و تحدید محال و باطل ہے۔



حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند اسما گرامی بیان فرمائے جن میں سے یہ ہیں یا در ہے۔ محمد و احمد۔ مقفی۔ حاشر۔ بنی التوبہ۔ بنی الملحمہ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دسترخوان پر کھانا کھایا جائے اور دعوت کا اہتمام کیا جائے اور کھانے والوں میں ایسا شخص موجود نہ ہو جس کا نام میرے نام پر ہو تو وہ دگنا کھایا جائے گا (کیونکہ خیر و برکت سے خالی ہوگا)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی التوبہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بھی کوئی قوم مشورہ کے لیے جمع ہو اور ان میں میرا ہتمام شخص موجود نہ ہو تو اس میں خیر و برکت نہیں ہوگی۔

ابن فارس لغوی کہتے ہیں کہ بنی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس اسما گرامی ہیں۔ محمد۔ احمد۔ ماجی۔ حاشر۔ عاقب۔ مقفی۔ بنی الرحمة۔ بنی التوبہ۔ بنی الملاحم۔ شاہد (امت کے احوال پر مطلع اور قیامت کے دن صفائی کے گواہ) بشر (اہل طاعت کو جنت اور ابدی راحت کی خوشخبری سنانے والے) بدر (حسن و جمال میں چودھویں کے چاند) فحوک (بسم کی عادت والے اور پاکیزہ گوشت والے) قتال (حرب و قتل میں بنفس نفیس حصہ لینے والے) متوکل۔ فایح (کشادہ سینہ والے) کشادہ تنایا (کشاہ گھلے والے) امین۔ نامتم (آخری نبی) مصطفیٰ۔ رسول۔ بنی۔ امی۔ تمم (جواد و کریم)

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ آپ کی نبوت و رسالت کا اعجاز یہ ہے کہ آپ سے پہلے کوئی شخص آپ کے مقدس ناموں کے ساتھ موسوم نہ ہو سکا مالا کہ سابقہ کتب و صحف میں آپ کے اوصاف کمال اور صفات جمال کے لحاظ سے متعدد مقدس نام مذکور تھے یہ شخص اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ظہور ہے کہ آپ کے نام کو آپ کی ذات کے لیے ہی مخصوص و محفوظ رکھا اور کسی کو آپ کا ہنام نہ بننے یا جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں وارد ہے لہ نجعل لہ من قبل سمیائہم نے اُن سے قبل ان کا کوئی ہنام نہیں بنایا اور اس میں حکمت و مصلحت یہ تھی کہ کتب سابقہ میں آپ کے نام اقدس کا ذکر تھا اور انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ کی بشارات دی تھیں اگر کوئی دوسرا شخص نام اقدس میں آپ کے ساتھ شریک ہوتا تو وہ بھی دعویٰ نبوت کر سکتا تھا اور اس طرح شکوک و شبہات پیدا ہو سکتے تھے (لہذا اس بنیاد کو ہی ختم کر دیا گیا اور کسی کو یہ نام اقدس رکھنے کی توفیق ہی عطا نہ ہوئی)

البتہ جب زمان و ولادت مساوت نشان پیغمبر آخر الزمان علیہ صلوات الرحمن قریب ہوا اور اہل کتاب نے آپ قریب ظہور کی خبر دی جیسا کہ چار شخص عدی۔ یزید بن عمرو۔ سفیان بن مجاشع اور اسامہ بن مالک) ایک راہب کے پاس حاضر ہوئے اور اس کی زبانی سرور انبیاء علیہ التیمۃ والثناء کا نام اقدس اور قریب زمانہ ظہور معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی اولاد کا نام محمد رکھا یا اس امید کہ ہماری اولاد اس اعزاز و اکرام سے مشرف ہو اور وہ موعود و بشر مہستی وہی بن سکیں لیکن نہ تو اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ وہ اس مرتبہ پر پہنچیں اور نہ ہی ان میں سے کسی شخص نے دعوت نبوت و رسالت کیا لہذا التباس و اشتباہ



## پچھیسوال باب

### ذکر کنیت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت مبارک ابو القاسم ہے کیونکہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ آپ کے وہ پہلے فرزند ارجمند ہیں جو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے پیدا ہوئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن اقدس سے پیدا ہوئے تو ان کے نام پر کنیت رکھنے کا خیال آنے سے تو پہلے ہی حضرت جبریل امین اس کنیت کی اجازت کے ساتھ حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا السلام علیک یا ابا ابراہیم۔

(یہ امر ذہن میں رہے) کہ سرور انبیاء علیہ السلام کی کنیت پر کوئی اپنے آپ کو کنیت نہیں دے سکتا مثلاً ابو القاسم یا ابو ابراہیم کہلائے تو اس کو یہ درست نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور ہر دو سرا بقیع میں تشریف فرما تھے تو ایک شخص نے دوسرے کو کہا ابا القاسم کہہ کر پکارا جب آپ اس طرف متوجہ ہوئے تو اس نے کہا میں نے آپ کو نہیں پکارا بلکہ فلاں کو پکارا ہے تو رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرے نام پر اپنا یا اپنی اولاد کا نام رکھ سکتے ہو مگر میری کنیت کو اختیار نہیں کر سکتے۔

حضرت ابو الزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آفتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے نام پر اپنا یا اولاد کا نام رکھے تو میری کنیت پر اپنی یا اولاد کی کنیت نہ رکھے اور اگر کنیت رکھے تو نام نہ رکھے۔

خاندان ۵ :- ان روایات کی وجہ سے ائمہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور علی الخصوص امام احمد علیہ الرحمہ سے اس ضمن میں تین روایات ہیں۔ اول۔ اسم اور کنیت کو جمع کرنا ممنوع ہے فقط اسم مبارک یا کنیت کا استعمال درست ہے دوم۔ کنیت واسم ہر دو ممنوع اور مکروہ ہیں نہ انفرادی طور پر درست اور نہ اجتماعی طور پر سوم یہ ہے کہ ہر دو صورت یعنی اجتماع و افراد کنیت واسم درست ہیں۔ اور دلیل وہ روایت ہے جو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے ایک عورت بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی عرض کیا مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ بچہ عطا فرمایا ہے جس



کا نام میں نے بطور تبرک (محمد رکھا ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم رکھی مگر پھر معلوم ہوا کہ آپ اس امر کو پسند نہیں فرماتے (اس لیے حاضر ہوئی ہوں جو ارشاد ہوا اس پر عمل کیا جائے گا) آپ نے فرمایا میرے نام کو حلال اور کنیت کو حرام کس نے کیا ہے یا یوں فرمایا کہ کنیت کو حرام کس نے کیا ہے اور اسم مبارک کو حلال کس نے (یعنی دونوں برابر ہیں اور نام اقدس امت کے لیے درست ہے تو کنیت مبارک بھی درست ہوگی)۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی سرورہ و عالم علیہ السلام نے رخصت عطا فرمائی تھی آپ نے عرض کیا اگر آپ کے وصال اقدس کے بعد میرا کوئی لڑکا پیدا ہو تو میں اس کو محمد کے مقدس نام اور ابوالقاسم والی مبارک کنیت سے موسوم کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ مگر احادیث پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ظاہرہ میں آپ کی کنیت غیر کے لیے ممنوع تھی (تاکہ خطاب کی صورت میں التباس و اشتباہ پیدا نہ ہو اور کوئی شخص نادانستہ یا عہداً آپ کو اس طرح ایذا و تکلیف نہ پہنچا سکے) لیکن وصال اقدس کے بعد اس میں کوئی کراہت نہیں ہے البتہ ان دونوں مخصوص واقعات کے علاوہ کنیت مبارک اور نام اقدس کا اجتماع درست نہیں ہے۔

## تساوی سوال باب

### سرورہ عالم و عالمیاں علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کی رضاعی اہلیت

سب سے پہلے نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثویبہ نے چند دن دودھ پلایا جو کہ ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی پھر عیسیٰ سعید حاضر ہوئیں اور اس ذات اقدس کو اپنے ہمراہ لے گئیں۔ (ثویبہ کے دودھ پلانے کی تفصیل کچھ یوں ہے) حضرت عبدالمطلب نے ہار بنت وہبہ بن عبدمناف سے

عہ بظاہر نام اقدس کے ساتھ تسمیہ بھی ممنوع ہونا چاہیے تھا تاکہ کوئی اس کی آپٹیں موجب ایذا و تشویش خاطر اقدس نہ ہو سکے مگر ذاتی نام اقدس کے ساتھ آپ کو خطاب کرنے کا معمول نہیں تھا کیونکہ حکم خداوندی ولا تعجلوا اعداء رسول یا منکوا، عام بعضکم بعضا میں اس کو ممنوع قرار دیا گیا تھا اس لیے اگر کوئی آہٹ ہو سکتی تھی تو کنیت والی تھی لہذا اس میں بھی یہ تدارک فرمادیا گیا۔ واللہ اعلم۔ (محمد اشرف)



عقد نکاح باندھا اور اسی دوران اپنے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا عقد نکاح اپنی سالی آمنہ بنت وہب ابن عبد مناف رضی اللہ عنہا سے کیا چنانچہ حضرت عبدالطلب کے ہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا تولد ہوا اور حضرت عبداللہ کے ہاں نبی الانبیاء سرور ہر دوسرا علیہ التحیۃ والتناہ کا تولد ہوا چنانچہ حضرت حمزہ اور سید السادات علیہ السلام والصلوٰۃ کو ثویبہ نے چند دن دودھ پلایا جبکہ اس کے ہاں اس کا بیٹا مسروح متولد ہوا تھا۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حاضری سے نکاح کرنے کے متعلق عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں کیونکہ وہ رضاعی لحاظ سے میرے بھائی کی بیٹی ہے (اور میری بھتیجی کیونکہ مجھے اور حمزہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔

ثویبہ حضور کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری دیتی جب کہ آپ کا حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے عقد نزدیک ہو چکا تھا تو آپ بھی اس کا اعزاز و اکرام فرماتے اور حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا بھی اور یہ ابھی تک البولہب کی لونڈی تھی بعد ازاں اس نے اُسے آزاد کر دیا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف فرما ہو گئے تو وہاں سے بھی لباس اور دیگر کمزوری اشیا ارسال فرماتے رہے حتیٰ کہ بعد از فتح خیبر اس کا انتقال ہو گیا اور وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ شرف اسلام و ایمان سے مشرف ہو سکی یا نہیں یہی ابونعیم اصبہانی نے نقل فرمایا ہے کہ اس بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ حضرت عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ثویبہ البولہب کی لونڈی تھی اس نے اس کو آزاد کر دیا تب اس نے سید الانبیاء علیہ التحیۃ والتناہ کو دودھ پلانے کا اعزاز حاصل کیا جب البولہب مر گیا تو اس کو اس کے اقربا میں سے بعض یعنی حضرت عباس نے خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ تجھے کس امر کا سامنا کرنا پڑا اور تیرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ اس نے کہا دنیا سے رخصت ہو کر یہاں کوئی راحت و آسائش نصیب نہیں ہوئی صرف آنا ہے کہ ثویبہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے انگوٹھے کی اس گہری جگہ سے ٹھنڈا پانی پلایا گیا۔ عہ

عہ شیخ المحققین عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ثویبہ نے البولہب کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی بشارت دی تھی اور البولہب نے اس کو اس خوشی میں اسی وقت آزاد کر دیا تھا اور اس کو حکم دیا کہ آپ کو دودھ پلائے۔ اللہ رب العزت نے اس فرحت و سرور کے اظہار کی وجہ سے اس کے حذاب میں تخفیف فرمادی اور سووار یعنی روز ولادت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس سے عذاب دور فرمادیا جسے کہ حدیث پاک میں وارد ہے اور اس پر یہ امر متروک فرمایا کہ اس روایت میں میلاد منانے والے حضرات کے لیے سہ جواز اور دلیل استجاب موجود ہے جو کہ شب میلاد میں اظہار سرور و فرحت کرتے ہیں اور مال و مال حد قہ کرتے ہیں کیونکہ البولہب جو قطعی کا فر تھا اور قرآن مقدس کی خدمت میں نازل ہوا جب اس کو محض محمد بن عبداللہ ہونے کی حیثیت میں اظہار سرور پر اس قدر مہربانی و عنایت سے مشرف کر دیا گیا تو جو مسلمان آپ کے رسول خدا ہونے کی حیثیت سے اور صدق دل خلوص قلب اور محبت و عقیدت سے اظہار فرحت و سرور کریں گے تو رحمت خداوندی سے کیوں نہ نوازے جائیں گے لیکن یہ ضروری ہے کہ اظہار سرور و انبساط میں محرمات سے اجتناب کیا جائے اور آلات البولہب اور دیگر بدعات سے کلی احتراز ہو۔ مدارج جلد ثانی ص ۱۹۔



حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثویب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔

## اٹھائیسواں باب

### تذکرہ حلیمہ سعدیہ

حضرت حلیمہ کے والد ابو ذؤب عبد اللہ بن حارث بن شجنہ ہیں اور خاندان حارث بن عبد العزیٰ بن رفاعہ اور آپ کی وہ اولاد جن کو سرور انبیاء علیہم السلام وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے رضاعی بہن بھائی بننے کا اعزاز و افتخار حاصل ہوا امین ہیں عبد اللہ نامیہ خدامہ جو شہما کے لقب سے معروف ہو گئی اور نام بالکل ہی غیر معروف بلکہ نامعلوم ہو گیا یہ قینوں حارث سے ہیں راہل تانسج و سیر کا خیال ہے کہ شہاد یوم حنین میں گرفتار ہو گئی تو اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا ذرا یہ بھی ذہن میں رہے کہ میں تمہارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہن ہوں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان کو لایا گیا تو آپ نے پہچان لیا اور اُسے طرح طرح کے انعامات دے کر واپس کیا اور ہر طرح کے احتیاج سے بے نیاز کر دیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ بکر کے قبیلہ سے تھیں فرماتی ہیں میں اور میرا خاندان رضاع کے لیے بچے حاصل کرنے والی عورتوں کی جماعت کے ساتھ گھر سے نکلے میری سواری دراز گوش تھی جس کا رنگ سبزی مائل تھا اور وہ انتہائی لاغر اور نحیف و نزار تھی اور باقی سواریوں سے پیچھے رہ گئی۔ اس سال سخت تھپ تھا اور اس نے کوئی شے باقی نہیں چھوڑی تھی۔ ہمارے ساتھ ایک عمر رسیدہ اونٹنی بھی تھی لیکن بخدا وہ ایک قطرہ دودھ کا بھی نہیں دیتی تھی میرا بچہ بھوک سے چیخا چلاتا رہتا اور اس کے رونے سے ہم رات بھر سو بھی نہیں سکتے تھے نہ تو میرے پستانوں میں آنا دودھ تھا جو اس کو کفایت کر سکے اور نہ ہی اونٹنی دودھ دیتی تھی جو اس کی غذا بن سکے مگر ہم رحمت خداوندی سے ناامید نہ تھے اور یہ آس لگائے ہوئے تھے کہ ضرور باران رحمت ہوگی اور ہماری زبوں حالی خوشحالی سے بدل جائے گی۔

جب ہم سب سے آخر میں مکہ مکرمہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ جتنے بچے قابل رضاعت تھے وہ دوسری عورتوں نے لے لیے ہیں اور صرف ایک بچہ باقی رہ گیا ہے اور ایک میں باقی رہ گئی ہوں اور وہ بچہ ایسا ہے جس کو ہر عورت نے دیکھا مگر یہ معلوم کر کے کہ وہ یمیم ہیں اور دودھ پلانے کا صلہ و انعام تو والد نے دینا ہوتا ہے ماں کی دے سکتی ہے، ان کو دودھ پلانے پر کیا ملے گا لہذا ہر عورت نے اس خیال فاسد کی بنا پر اپنی محرومی مول لی اور دوسرے بچے اٹھائے۔ میں نے سوچا خالی ہاتھ واپس جاؤں



یہ ٹھیک نہیں۔ تو خاوند سے کہا بخدا میں تو اسی تمہیں کو لے کر واپس جاؤں گی۔  
میں اُن کے گھر حاضر ہوئی، انہیں اٹھایا اور چھاتی سے لگائے اپنے مقام پر واپس آئی۔ خاوند نے دریافت کیا انہیں  
لائی ہو تو میں نے کہا ہاں اور جو نہیں ملا تو یہی سہی اس نے کہا تو نے بہت اچھا کیا۔ امید ہے اللہ تعالیٰ انکے صدقے  
میں خیر و برکت عطا فرمائے گا۔

علیمہ فرماتی ہیں جوں ہی میں نے آپ کو دودھ پلانے کے لیے سینہ کے ساتھ لگایا تو پستان دودھ سے بھر پور  
معلوم ہوئے حتیٰ کہ آپ نے سیراب ہو کر پایا اور آپ کے رضاعی بھائی نے بھی (جو پہلے اکیلا سیراب نہیں ہو سکتا تھا اور  
دودھ کر بے مال ہو جاتا تھا اور طب میرا خاوند بوڑھی مرل اوٹنی کی طرف رات کو دیکھ بجال کے لیے اٹھا۔ تو اس کا دودھ خود  
بخود پستانوں سے باہر آ رہا تھا۔ حادث نے اس سے آنا دودھ نکالا جتنا کہ ہمیں درکار تھا حتیٰ کہ اس نے اندر میں نے پیٹ  
بھر کر پیلا۔ فرماتی ہیں ہمارے لیے وہ رات بڑی خیر و برکت والی تھی جس میں ہم پیٹ بھر کر اور سیراب ہو کر سوئے۔ میرا خاوند  
حادث بولا اے علیمہ میرے عقیدہ و نظریہ کے مطابق تو نے بڑے مقدس و مبارک فرزند کو حاصل کر لیا ہے ہمارے بچے  
بھی آج میٹھی نیند سوئے اور ہمیں بھی سیرانی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا۔

جب واپس ہوئے تو میری دراز گوش انگناب سوار یوں اور سواروں سے آگے نکل گئی اور بخدا اس تیزی سے اُس  
نے سب کو کاٹا اور پیچھے چھوڑا کہ ان میں سے کوئی سواری پھر آگے نہ نکلتا تو کیا اس کو مل بھی نہ سکی۔ قافلہ والے پکارا اٹھے  
اے علیمہ .... ہمیں دوڑا دوڑا کر نہ تھکا ہمیں اس مشکل سے چھٹکارا وِلا۔ ذرا اپنی سواری کو آہستہ کر اور یہ تو بتا  
کہ یہ وہ دراز گوش ہے جس پر تو گھر سے روانہ ہوئی تھی (اور سب اہل قافلہ سے پیچھے رہ گئی اور جا بجا گرتی  
پڑتی تھی) علیمہ نے کہا ہاں خدا کی قسم سواری تو وہی ہے (مگر سوار بدل گیا ہے اور اب اس کی قسمت بھی بدل گئی ہے)  
سب نے بیک زبان کہا۔ اب تو واقعی اس کی شان عجیب ہے اور اس کی حالت پہلے کی نسبت بالکل مختلف ہے۔  
اس طرح ہم اس مسافت کو طے کرتے ہوئے بنی سعد بن بکر کی آبادی میں اپنے گھروں تک پہنچے۔

گھر آئے تو خشک سالی اور قحط سالی سرسبزی و شادابی اور خوش بختی و خوشحالی سے تبدیل ہو چکی تھی اور زمین سبزہ کے  
ساتھ لہلہا رہی تھی مگر یہ سعادت اور اختیار صرف ہمارے مقدر میں تھی اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں  
علیمہ کی جان ہے ہم اور دیگر اہل دیہہ اکٹھے اپنی بھیڑ بکریوں کو چرانے کے لیے بھیجتے مگر ہماری بھیڑ بکریاں پیٹ بھر کر واپس  
رہتیں اور پستان بھی دودھ سے سیر ہوتے اور جب ان کے جانور واپس ہوتے تو ان کے پیٹ بھی خالی ہوتے اور پستانوں



میں ایک گھونٹ دودھ کا بھی نہیں ہوتا تھا۔ ہم تو جتنا چاہتے دودھ پیتے مگر ہماری ساری آبادی والے ایک ایک قطرہ شیر کے لیے ترستے رہتے چنیا تو کجا دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا۔ وہ اپنے چرواہوں سے کہتے تھے کہ تمہارے لیے ہلاکت ہو تم اس چراگاہ میں انہیں کیوں نہیں لے جاتے جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں پھر وہ بھی اسی جگہ اپنے مال مویشی لے آتے اور چراتے مگر واپسی پر وہی حالت ہوتی ان کے جانور خالی پیٹ اور خالی پستان ہوتے مگر ہمارے جانور سیر ہو کر نکلتے اور دودھ سے بھر پور ہوتے۔

خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت اقدس جو وہاں دیکھنے میں آئی، یہ تھی کہ آپ ایک دن میں اتنے بڑھ جاتے جتنے دوسرے بچے مہینہ میں بڑے ہوتے ہیں اور مہینہ میں اس سے بھی زیادہ بڑے ہو جاتے جتنے کہ دوسرے بچے سال میں جب اس مقدس ہستی کی عمر مبارک دو سال کو پہنچی تو عام بچوں کے برعکس وہ اچھے خاصے مضبوط اور توانا ہو گئے فرماتی ہیں ہم انہیں حضرت آمنہ کی خدمت میں لے آئے (تاکہ وہ زیارت کر لیں اور مطمئن ہو جائیں) لیکن ہم دونوں نے ان سے عرض کیا کہ ہمیں یہ لاڈلا واپس لے جانے کی اجازت مرحمت فرماؤ کیونکہ مکہ کی وبا سے ہمیں ڈر لگتا ہے (کہیں ان کو تکلیف نہ پہنچے) انہوں نے فرمایا ہم یہ سماعت و سخاوت نہیں کر سکتے ہم ان کے برکات اور فیوضات کو دیکھ کر ان کے معاملے میں بہت بخیل ہو گئے ہیں۔ ہم اسی طرح منت سماجت کرتے رہے حتیٰ کہ آپ نے ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور فرمایا انہیں اپنے ساتھ لے جاسکتے ہو۔

فرماتی ہیں آپ ہمارے پاس دو ماہ تک رہے ایک دن آپ اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ گھر کی کھلی جانب کو نکلی تو اچانک سان کا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور مجھ اور اپنے باپ سے کہا کہ فوراً اٹھو اور میرے قریشی بھائی کی خبر لو کیونکہ دو آدمیوں نے اگر ان کو پکڑا اور زمین پر لٹا کر ان کا پیٹ چاک کر دیا ہے۔ حلیمہ فرماتی ہیں میں اور میرا خاندان دوڑتے ہوئے اس طرف گئے جب ہم پہنچے تو آپ لیٹے ہوئے تھے اور رنگ مبارک زردی مائل تھا ہم نے باری باری ان کو سینہ سے لگایا اور پوچھا اے بیٹے کیا ہوا۔

آپ نے فرمایا: ”وہ شخص میرے پاس آئے جن کے کپڑے سفید تھے انہوں نے مجھے لٹایا۔ سینہ اور پیٹ چاک کیا آگے معلوم نہیں انہوں نے کیا کیا۔“

فرماتی ہیں ہم آپ کو اٹھا کر واپس لے آئے میرے خاندان نے مجھے کہا اے حلیمہ بخدا اس بچے کو کوئی آسیب وغیرہ کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے لہذا چلو ان کو ان کی والدہ ماجدہ کے حوالے کر دیں قبل اس کے کہ جس امر کا ہمیں اندیشہ ہے، وہ ان میں ظاہر ہونے پائے۔

جب ہم ان کو واپس لے گئے تو انہوں نے دریافت کیا کیا ہوا فوراً واپس لائے ہو حالانکہ تم تو ان کے متعلق بہت غریظ ظاہر کر رہے تھے ہم نے کہا نہیں اب ہم ان کو نہیں رکھتے کیونکہ ہم نے ان کی کفالت کی اور جو خدمت کر سکتے تھے،



وہ پوری طرح کر دی ہے اور یہی اندیشہ ہے کہ انہیں ہمارے پاس ہوتے ہوئے کچھ غواص نہ لاحق ہو جائیں لہذا اب ان کا اپنی والدہ ماجدہ کے پاس رہنا ہی بہتر ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بات یہ نہیں ہے مجھے سچ بچ بتلاؤ کہ تمہارے اور ان کے درمیان کیا واقعہ پیش آیا اور آپ کا اصرار جاری رہا حتیٰ کہ ہم نے حقیقت حال عرض کر دی رانہوں نے کہا کیا تم ان کے متعلق خوفزدہ ہو ایسا ہرگز نہیں ہے۔ میرے اس بیٹے کی شان عظیم ہے اور حال عجیب۔ کیا میں تمہیں ان کے متعلق بتلاؤں۔

جب میں ان کے ساتھ حاملہ ہوئی تو مجھے معلوم نہیں کہ کسی ماں کا حمل وحشیت اتنا خفیف و لطیف ہو اور اتنا عظیم پرکتی والدہ جب میں نے ان کو جنم دیا تو اس طرح زمین پر نہ آئے جس طرح کہ بچے گرتے ہیں بلکہ آپ اپنے ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے تھے اور سر اقدس آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے۔

اچھا تو اب انہیں میرے پاس ہی رہنے دیں اور آپ اپنا کام کریں۔

## انتیسواں باب

### چار سال کی عمر مبارک میں شوق صد

محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حلیمہ سعدیہ کے ہاں چار سال قیام پذیر رہے اور آپ بھی اپنے رضاعی بہن بھائی کے ساتھ مال مولشی کی طرف تشریف لے جاتے جو گھروں کے قریب ہی ہوتے تھے تو ایک موقع پر آپ کے پاس دو فرشتے آئے اور آپ کو زمین پر ٹاک کر لپٹن اقدس اور سینہ مبارک چیرا اور سیاہ رنگ گوشت کا ٹکڑا نکال کر پھینک دیا اور پھر آپ کے اندرون بدن کو برف کے پانی سے دھویا جو ایک سنہری برتن میں تھا۔ پھر آپ کا امت میں سے ہزار آدمی کے ساتھ موازنہ کیا گیا تو آپ ان سب پر بھاری ہو گئے۔ اس پر ایک نے دوسرے سے کہا چھوڑو اس امر کو اگر امت کے سارے افراد ترازو کے ایک پلڑے میں رکھو، پھر بھی یہ ان پر بھاری ہو جائیں گے۔

ادھر آپ کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا ماں باپ کے پاس آیا اور کہا فوراً میرے قرشی بھائی کی خبر لو تو حضرت حلیمہ اور ان کے خاوند دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے۔ آپ کو دیکھا کہ زنگت مبارک زردی مائل ہے

حضرت حلیمہ آپ کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے آئیں اور ان کا مال کہہ سنایا اور ساتھ ہی کہا کہ ہم جہاں تک ممکن ہو اور ہمارا بس چلے ان کو واپس کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ پھر ان کو واپس لے گئیں اور تقریباً ایک سال آپ وہاں



رہے اور کبھی بھی آپ کو دور نہیں جانے دیتی تھیں۔ ایک دن دیکھتی ہیں کہ اُن کے سر پر ایک بادل سایہ فگن ہے جب آپ ٹھہرتے ہیں تو وہ ٹھہر جاتا ہے اور جب آپ چلتے ہیں تو وہ بھی چلنے لگتا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف پانچ سال تھی۔ مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ ہمیں اپنے ابتدائی ایام کے حالات سنائیں تو آپ نے فرمایا مجھے درودھ پلانے والی دایہ بنی سعد بن بکر سے تھی ایک دن میں اور ان کا بیٹا اپنے جانوروں کی طرف نکلے اور اپنے ساتھ کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں لے گئے تھے۔ میں نے اُسے کہا اے بھائی تم جاؤ اور والدہ سے کھانے کی کوئی چیز لے آؤ۔ وہ چلا گیا اور میں وہیں جانوروں کے پاس ٹھہر گیا تو دو سفید پرندے آئے گویا کہ وہ چیل کی مانند تھے تو ایک نے دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہیں دوسرا ہلا ہاں وہی ہیں۔

تو وہ دونوں تیزی سے میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے گدھی کے بل ٹاکر سینہ سپرٹ کر چاک کیا۔ میرے دل کو باہر نکالا۔ اس کو چیر کر دو سیاہ لونٹھ لے باہر نکالے پھر ایک نے دوسرے سے کہا برت کا پانی مجھے دو۔ اس سے میرے باطن کو دھویا پھر کھائے اور پانی دے پھر اس کے ساتھ میرے دل کو دھویا۔ پھر اس نے کہا سکینہ مجھے دے تب اسکو دل میں چھڑکا اور ایک نے کہا اب اس دل اقدس کو سی فو تب دوسرے نے اس کو سیا اور اس پر مہر موت لگائی۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کو ترازو کے ایک پڑے میں رکھو اور اُمت میں سے ہزار آدمی دوسرے پڑے میں رکھیں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ پڑا بالکل اوپر اٹھ گیا ہے اور مجھے خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں یہ لوگ مجھ پر نہ گرنے لگیں۔ دوسرے نے کہا ساری اُمت بھی دوسرے پڑے میں رکھ دو تو یہ سب پر بجاری رہیں گے۔ پھر وہ دونوں چل دیے اور مجھے اسی حال میں چھوڑ گئے کہ میں سخت خوفزدہ ہو چکا تھا۔ پھر میں وہاں سے اٹھ کر اپنی ارضاعی ماں کے پاس گیا اور اس کو سارا ماجرا بتایا تو وہ اس بات کا اندیشہ کرنے لگیں کہ کہیں مجھے شیاطین نے التباس و اشتباہ میں ڈالا ہے اور میری قوت فہم و فراست کو غفل کر دیا ہے (العیاذ باللہ) اور کہا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتی ہوں۔ پھر مجھے سواری پر آگے سوار کیا خود پیچھے سوار ہوئیں ہم چلتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے۔ میری والدہ ماجدہ سے عرض کیا میں نے اپنی امانت ادا کر دی ہے اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکی ہوں اور ساتھ ہی بتلایا کہ تمہارے شہزادہ کو یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ مگر انہیں اس سے کوئی خوف و خطر لاحق نہ ہوا اور کہا کہ جب یہ مسئلہ ہوئے تھے تو میں نے ایک عظیم نور دیکھا تھا جس کی وجہ سے شام کے عملات چمک اٹھے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ بچوں کے ساتھ کھلی جگہ موجود تھے تو انہوں نے آپ کو زمین پر ٹٹایا سینہ مبارک کو دل اقدس والی جگہ سے چیر کر قلب منور کو باہر نکالا۔ پھر دل اقدس کو چیر کر ایک سیاہ رنگ گوشت باہر نکال کر کہا کہ یہ ایسا جزو و عضو ہے جو شیطانی اثرات کو قبول کرنے کی اہلیت و صلاحیت رکھتا ہے (اللہ تعالیٰ نے خصوصی فضل و کرم کا اظہار کرتے ہوئے اس مادہ کو ہی نکلوادیا ہے تاکہ شیطان آپ سے ہمیشہ کہے لینے ناامید ہو جائے اور وحی والہام میں التباس و اشتباہ کے جملہ



ذرائع اور راہیں مسدود ہو جائیں، پھر دل نور کو سنہری تھال میں رکھ کر آب زمزم سے دھویا۔ پھر اس کو درست فرما کر اپنی جگہ رکھ دیا۔

ہمراہی بچے دوڑتے ہوئے حضرت حلیمہ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا گیا جب یہ اندرہ ناک خبر وہاں پہنچی سارے گھروالے دوڑے ہوئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ صبح سلامت تھے مگر رنگ مبارک (خوف و خشیت کی وجہ سے) زردی مائل تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سید الانبیاء علیہ التھیۃ والثناء کے سینہ اقدس پر حضرت جبریل علیہ السلام کے سینہ مبارک کو شق کرتے اور پھر درست کرتے وقت زخم کی سلائی کرنے والے آلے کے نشانات دیکھا کرتا تھا۔

شہادین اس فرماتے ہیں ایک موقع پر ہم رسول خدا علیہ التھیۃ والثناء کی بارگاہ میں بیٹھے تھے کہ بنی عامر سے ایک صنیف النمر شخص حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے اپنے ابتدائی حالات بتائیں تو آپ نے فرمایا میں اپنے باپ حضرت ابراہیم حلیل اللہ کی جسم دعا ہوں اور اپنے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت۔ اور مزید تفصیل یہ ہے کہ جب میں والدہ ماجدہ کے بطن اقدس سے عالم ظاہر کی طرف منتقل ہوا تو مدت رضاع میں بنی سعد بن بکر کے ہاں رہا۔ ایک موقع پر میں گھر سے نکل کر بطن وادی میں اپنے ہم عمر اور بھولیوں کے ساتھ مل کر چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ تین شخصوں کی ایک ٹولی ہے جن کے ہاتھ میں ایک سونے کا تھال ہے جس میں برف بھری ہے۔ انہوں نے صرف مجھے پکڑا اور دوسرے ساتھی ڈر کر بھاگ گئے۔ اور وادی کے کنارے جا کھڑے ہوئے۔ پھر اس جماعت کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اس بچے کے ساتھ کیا عرض ہے۔ یہ ہمارے قبیلہ سے نہیں ہیں بلکہ سوار قریش کے بیٹے ہیں۔ اگر تم ان کو قتل کرنا چاہتے ہو تو ازراہ کرم ان کو چھوڑ دو اور ہم میں سے جس کو چاہتے ہو قتل کر دو۔

ان میں سے ایک میری طرف متوجہ ہوا مجھے زمین پر لٹایا۔ پھر سینہ مبارک کو چیرا پھر اندر دنی اجزاء باہر نکال کر ان کو تھال والی برف سے اچھی طرح دھویا۔ پھر اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ پھر دوسرا اٹھا اور پہلے کو کہا اب تم سبٹ جاؤ چنانچہ وہ سبٹ کر الگ ہو گیا تو اس نے میرے سینہ (اقدس) میں ہاتھ ڈالا اور دل کو باہر نکالا اور اس کو چیرا اور یہ سدا منتظر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ دل کو چیر کر سیاہ رنگ ٹکڑا نکال کر پھینک دیا۔ پھر اپنے ہاتھ کو نضایں ملنے کیا اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ کوئی چیز پکڑ رہا ہے اچانک دیکھتا ہوں تو اس کے ہاتھ میں نور کی ایک مہر ہے جس کو دیکھنے والے حیرت زدہ رہ جائیں اس کے ساتھ میرے دل پر ہر لگائی تو وہ نور سے بھر پور اور مہمور ہو گیا۔ پھر دل منور کو اپنی جگہ پر رکھ دیا اور میں عرصہ دراز تک اپنے دل میں اس مہر کی لذت اور ٹھنڈک محسوس کرتا رہا۔

پھر تیسرا لولا اب تو بھی سبٹ جاوہ ایک طرف ہوا تو اس نے سینہ کے اوپر والے حصہ سے لے کر ناف تک (جہاں تک کہ جسد اطہر کو چیرا گیا تھا) ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ کے امر سے وہ زخم مندمل ہو گیا۔ پھر چوتھے اکرام اور نرمی سے مجھے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد سب نے باری باری مجھے سینہ سے لگایا اور میری پیشانی پر بوسہ دیا اور مجھے کہا اے حبیب خدا خوف کھانے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اگر تمہیں علم ہوتا کہ مستقبل میں تمہیں کیا خیر و برکت اور رفعت و جلال



بلندی مقامات حاصل ہونے والی ہے تو آپ بہت خوش ہوتے اور آپ کی آنکھیں فرط مسرت و فرحت سے ٹھنڈی ہوتی ہیں ابھی وہ تینوں اشخاص میرے ساتھ ان باتوں میں مصروف ہی تھے کہ سارے کا سارا قبیلہ بنو سعد بن بکر کا قبیلہ آپنا اور میری امی (علیہ السلام) سے آگے تھی اور بلند آواز سے پکارتی آ رہی تھی اے میرے ننھے اور ضعیف و ناتواں بچے۔ اے مبارک و مسعود بچے، اے بلند بخت بچے۔ سارے مجھ پر جھک گئے۔ کوئی سر کو ہونٹ دے رہا تھا۔ کوئی ماتھا چوم رہا تھا اور سب پکار رہے تھے اے خوش بخت تجھ ضعیف و ناتواں پر اتنی تکلیف کیوں اور اتنی شگ و لی کا کیا موجب (علیہ السلام) کیوں کیا تم ہی اپنے دوسرے ساتھیوں میں سے کمزور سمجھے گئے اور اس وجہ سے تم کو قتل و ہلاک کے لیے منتخب کیا گیا۔ پھر مجھے اپنی چھاتی سے لگایا اور گود میں لیا، میں ادھر تو اپنی امی کی گود میں تھا اور ادھر میرا ہاتھ شق صدر کرنے والوں میں سے ایک کے ہاتھ میں تھا اور میرا خیال تھا کہ میری طرح دوسرے لوگ بھی ان کو دیکھ رہے ہوں گے مگر حقیقت میں ان کو میرے علاوہ کوئی بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔

بعض نے کہا کہ اس بچے کو آسیب ہے یا جن کا اثر ہے (لہذا انہیں کاہن کے پاس لے جانا چاہیے) چنانچہ مجھے ایک کاہن کے پاس لے گئے اور سارا قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا تم چپ ہو جاؤ میں اس بچے کی زبانی سارا قصہ سنوں گا کیونکہ وہ اپنا معاملہ تمہاری نسبت بہتر جانتا ہے۔

پھر مجھ سے دریافت کیا اور میں نے ساری حقیقت بالتفصیل اس کو بیان کی تو اچھل کر میرے قریب آیا مجھے سینے سے لگایا پھر بلند آواز کے ساتھ کہا۔ اے اہل عرب اس بچے کو (نوذ بالش) قتل کر دو اور مجھے بھی اس کے ساتھ ہی مجھے لات و عزی کی قسم اگر تم ان کو آج قتل نہ کرو گے اور یہ حد بلوغ تک پہنچ گئے تو تمہارے دین کو تبدیل کر دیں گے (بلکہ سب ادیان پر خط نسخ کھینچ دیں گے) پھر میرے اہل قبیلہ یعنی بنو سعد نے مجھے وہاں سے اٹھا لیا (اور اپنے گھر لے آئے۔ یہ ہے میرا آغاز کار۔

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سوق عکاظ قائم ہوا (میلہ منعقد ہوا) تو علیمہ سعدیہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قیانہ شناس کے پاس لے گئیں جس کے پاس تمام لوگ اپنے بچوں کو لے جاتے اور دکھلاتے۔ جب اس فخری آدمی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو چلایا اے گروہ حذیل اے جماعت قریش! میلے کے سب شر کاہ اس کے گرد جمع ہو گئے تو اس نے کہا اس بچے کو قتل کر دو اور اس دوران حضرت علیمہ آپ کو لے کر کسک گئی تھیں لوگ پوچھتے کس بچے کو؟ وہ کہتا اس بچے کو لوگوں کو نظر کچھ نہیں آتا تھا کیونکہ آپ کی رضاعی والدہ تو آپ کو لے کر وہاں سے جا چکی تھیں۔ اس سے پوچھا جاتا وہ کون ہے اُسے کیا ہے (کیوں قتل کریں) وہ کہنے لگا مجھے اس کے خدا والدہ کی قسم وہ تمہارے اہل دین (مشرکین) کو قتل کریں گے۔ تمہارے مہبودانِ باطلہ کو توڑ ڈالیں گے اور ان کا دین و مذہب تمہارے ادیان پر غالب آکر رہے گا اور وہ خود تم پر حکومت کریں گے۔



سب لوگوں نے آپ کو تلاش کیا مگر ناکام رہے۔

محمد بن عمر کہتے ہیں کہ قبیلہ حذیل کا ایک بوڑھا سردار چلانے لگا اسے قبیلہ حذیل۔ مجھے اس بچے کے خدا کی قسم یہ آسمان سے نازل حکم کے منتظر ہیں وغیرہ وغیرہ اور لوگوں کو آپ کے غلات اکسا نا شروع کیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دیوانہ ہو گیا اور عقل رخصت ہو گئی اور حالت کفر میں سرگزشت واصل ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ فخر عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلیں۔ دیکھا تو آپ اپنی بہن کے ساتھ ہیں بولیں میرے بیٹے کتنی گرمی ہے اور تم باہر پھر رہے ہو۔

آپ کی بہن بولی۔ اماں میرے بھائی کو ذرا بھر گرمی نہیں لگی کیونکہ ایک بادل ان پر سایہ نکل رہا ہے۔ جب یہ چلتے تو وہ بھی اوپر اوپر چلتا اور جب آپ ٹھہر جاتے تو وہ بھی ٹھہر جاتا حتیٰ کہ ہم اس حال میں یہاں پہنچے ہیں۔

یہیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکہ مکرمہ میں اس وقت حاضر ہوئیں جب کہ آپ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی فرما چکے تھے اور اپنے علاقہ میں رہنا چاہتے والے قحط اور مال مولشی کی ہلاکت کا شکوہ کیا۔

سید الانس والجان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اُن کے متعلق بات کی تو انہوں نے چالیس بکریاں اور ایک اونٹ جو عورتوں کی سواری کے لائق تھا عطا کیا اور آپ اس طرح عزت و اکرام کے ساتھ اپنے گھر لوٹیں۔

جب خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والتسلیم نے دعویٰ نبوت فرمایا اور لوگوں کو دعوت اسلام دی تو حضرت حلیمہ بھی حاضر خدمت اقدس ہوئیں اور اُن کے خاوند بھی اور مشرف باسلام ہوئے آپ کے دست اقدس پر بیعت کی پھر گھر واپس ہوئے۔

محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ عورت جس نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا حاضر ہوئی اندرانے کا اذن طلب کیا۔ جب اجازت ملنے پر اندر حاضر ہوئیں تو آپ پکار اٹھے۔ میری ماں میری ماں۔ فوراً آپ نے چادر بچھائی اور ان کو اوپر بٹھایا اور یہ بھی مروی ہے کہ وہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں وہ بھی نہایت احترام و اکرام سے پیش آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں تو انہوں نے بھی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

## دس سال کی عمر میں شق صدر

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایسی چیزوں کے متعلق سوال



کی جرات کر جاتے تھے جن کے متعلق دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سوال کرنے کی ہمت نہیں کرتے تھے۔  
ایک دن انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ یہ تو قرآن میں کہ سب سے پہلے آپ نے امور نبوت میں کون  
امر دیکھا (آپ تکیہ لگا کر بیٹھے تھے) سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا اسے ابو ہریرہ تم نے اول امر اور ابتداء نبوت میں ظہور پذیر  
ہونے والے امور کے متعلق سوال کیا ہے تو سنو۔

میری عمر کوئی دس سال سے چند ماہ زیادہ ہوگی۔ میں جنگل میں جا رہا تھا کہ اچانک اوپر سے آواز سنائی دی۔ ایک شخص  
دوسرے سے پوچھتا ہے کہ یہ وہی ہیں؟

پھر وہ ایسے خوب صورت چہرہ میں میرے سامنے آئے کہ میں نے ایسا حسن و جلال کبھی نہیں دیکھا۔  
ان میں سے ایک نے ایک بازو کو پکڑا اور دوسرے نے دوسرا بازو دگر اس قدر نرمی سے کہ مجھے ان  
کے پکڑنے کا کوئی احساس تک نہیں ہو رہا تھا۔

ایک نے دوسرے سے کہا ان کو زمین پر سلا دو چنانچہ دونوں نے مجھے بڑے آرام سے سیدھا لٹایا۔ پھر ایک  
نے کہا ان کے سینے کو چاک کر دو تو دوسرے نے میرے دیکھتے دیکھتے میرے سینے کو چاک کیا۔ مگر نہ تو درد ہوا اور نہ ہی  
خون نکلا۔ پہلا بولا غل و حسد کو نکال دو یعنی اس مادہ کو نکال دو جو صفاتِ مذمومہ کا مرکز ہوتا ہے چنانچہ دوسرے نے میرے  
دل سے ایک گوشت کا ٹکڑا نکال دیا۔ پہلا پھر کہنے لگا۔ اب رحمت و رافتِ دل مقدس میں داخل کرو تو عشاءِ قدر  
اس نے نکالا تھا اسی مقدار میں چاندنی کی طرح سفید و چمکدار ٹھکانا اندر رکھ دیا۔ پھر میرے دائیں پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر اچھی  
ہلایا اور کہا انٹھو دوڑو اور سلامت رہو میں داپس ہوا تو لوگوں میں اس حال میں پھرتا تھا کہ ہر چھوٹے پر رافت اور ہر بڑے  
پر رحمت سے پیش آتا اور رافت و رحمت تقاضائے طبیعت بن چکی تھی۔ یہ سب آغاز و ابتداء اور انتہا یہ کہ آپ مجسم رحمت  
بن گئے اور وہ بھی سب عالمین کے لیے (وما ارسلناک الا رحمة للعالمین)

## تیسواں باب

### مولدِ نبوی کے پانچ سال بعد پیش آنیوالے واقعات

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علیمہ سعدیہ فرماتی ہیں اپنی دراز گوش پر سوار ہوئی اور محمد (محمّد)  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے بٹھایا اور چلتی ہوئی مکہ مکرمہ کے بڑے دروازے پر پہنچی وہاں لوگوں کی ایک جماعت موجود تھی۔



میں نے ان کو وہاں اتارا تاکہ کپڑوں وغیرہ کی اصلاح و درستی اور دیگر حاجات سے فراغت حاصل کر لوں تو میں نے اچانک ایک خوفناک لرزادینے والی آواز سنی ادھر متوجہ ہوئی تو لخت جگر اور نور نظر کو موجود نہ پایا لوگوں سے پوچھا میرا بچہ کہاں گیا۔ وہ پوچھنے لگے کونسا بچہ، میں نے کہا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے سرسبز شاداب فرمایا بھوک اور تنگدستی دور فرمائی۔ میں نے ان کی تربیت کی حتیٰ کہ جب میری آرزو پوری ہوئی اور افتخار تربیت سے سرفراز ہوئی تو ان کو لے آئی تاکہ انہیں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کروں اور امانت ادا کر کے عہد او برآ ہو ہو جاؤں تو وہ میرے ہاتھ سے پھین لیے گئے۔ لات و عنزی کی قسم اگر میں ان کو نہ دیکھوں گی تو اپنے آپ کو پہاڑ کی بلند چوٹیوں سے گر کر خودکشی کر لوں گی۔ لوگوں نے کہا ہم نے تو کوئی شے دیکھی ہی نہیں رہم کیا تباہی اور تیری مصیبت میں کیا تعاون کریں۔

جب انہوں نے مجھے ناامید کر دیا تو میں نے اپنے ہاتھ سر پر رکھے اور بلند آواز سے کہا واللہ واللہ ان سوز بھری نداؤں کو اور میری آہ و بکا کو سن کر نوجوان لڑکیاں رونے لگ گئی اور لوگ بھی تڑپ اٹھے اور آہ و زاری کرنے لگے۔ پھر میں حضرت عبدالمطلب کے پاس حاضر ہوئی اور ان کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے اپنی تلوار نکالی اور آواز دی یا آل غالب اسے غالب کی اولاد! زمانہ قبل از اسلام میں لوگوں کو بلانے کا اور اکٹھا کرنے کا انداز و طریقہ یہی تھا سب قریش حاضر ہو گئے تو انہوں نے فرمایا میرا بیٹا گم ہو گیا ہے سب نے کہا تم جنگ و قتال کے لیے سوار ہو جاؤ، ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اگر تم سمندر میں چھلانگ لگاؤ تو ہم تمہارے ساتھ سمندر میں کود جائیں گے۔ چنانچہ وہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور سب قریش ان کے ساتھ تھے تو انہوں نے مکہ مکرمہ کے نشیب و فراز اور بلندی و پستی کو چھان مارا مگر فخر و جودات علیہ الصلوٰت والسلام کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔

پھر آپ لوگوں سے الگ ہو کر بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہوئے کعبہ مبارکہ کے گرد سات طواف کیے اور زبان سے بارگاہ خداوندی میں یہ التجا کرتے تھے ہ

يَا رَبِّ رُدِّدَا كِبٰى مُحَمَّدًا رُدِّدَا لِي وَاتَّخِذْ عِنْدِي يَدًا

اے میرے رب کریم میرے کسی سواری پر سوار ہو کر چلے جانے والے سوار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ پر لوٹا اور مجھ پر اپنا خصوصی احسان فرما۔

ادھر حضرت عبدالمطلب نے عرض کی ہی تھی کہ فضا میں یہ آواز گونجی جسے سب لوگوں نے سنا۔ لوگوں نے دھونے اور آہ و زاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب انہیں کبھی ضائع نہیں ہونے دے گا۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا اے آواز دینے والے اور ہمیں تسلی و اطمینان دینے والے۔ کون ہیں و عنزی ترین متلع واپس لا دے گا اور وہ کہاں ہیں؟



جواب آیا وہ واوٹی تھا میری شجرہ یمن کے پاس موجود ہیں۔ حضرت عبد المطلب تیزی سے اس جگہ پہنچے تو حبیب خدا علیہ التحیۃ والتناورخت کے نیچے تشریف فرماتے تھے شاخوں کو کھینچ رہے تھے اور پتوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آپ کو اپنی سواری پر سوار کر کے ہمراہ لائے اور حضرت حلیمہ کو اغزاز و اکرام سے نوازا اور انعام دیکر رخصت کیا۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت حلیمہ حبیب ان کو مکہ مکرمہ لے آئیں تو آپ لوگوں میں گم ہو گئے آپ نے حضرت عبد المطلب سے یہ واقعہ عرض کیا تو آپ کعبہ مبارکہ میں حاضر ہوئے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ

لَا هُمْ رَدُّ دَاكِبِي مُحَمَّدًا رُدَّةَ رَبِّ وَاتَّخَذَ عِنْدِي يَدًا

انت الذی جعلتہ لی عضداً

اے اللہ میرے پر دہی اور مفقود الخیر سوار کو واپس فرما اور مجھے احسان و کرم سے سرفراز فرما دے اور تو نے ہی ان کو میرا دست و بازو اور معاون و مددگار بنایا تھا (اللہ اس کرم کو دائمی وابدی بنا) اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبد المطلب نے آپ کو ایک کام کے لیے بھیجا تھا تو اس وقت بارگاہ خداوندی میں یہ التجا پیش کی تھی (نہ کہ آپ کے گم ہونے کے وقت)

ابرمازم سے مروی ہے کہ ایک کاہن مکہ مبارکہ میں حاضر ہوا۔ اس وقت رسول خدا علیہ التحیۃ والتنا کی عمر مبارک صرف پانچ سال تھی اور ان کی دایہ حضرت حلیمہ ان کو حضرت عبد المطلب کی خدمت میں لائی تھیں۔ تو کاہن نے اسے سترانیلا علیہ التحیۃ والتنا کو دیکھ کر کہا اے گروہ قریش اس بچے کو (العیاذ باللہ) قتل کر دو۔ وہ تمہارے اندر تفریق و انتشار پیدا کر دے گا اور تمہیں ہلاک کر ڈالے گا۔ حضرت عبد المطلب آپ کو لے کر جلدی میں وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور قریش کاہن کی باتیں سننے کے بعد ہمیشہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے خوفزدہ رہتے تھے۔

## اکتیسواں باب

### حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا سانحہ وصال

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور تید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہتے تھے جب عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو وہ آپ کو ہمراہ لے کر اپنے میکے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں تاکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ان کے اخوال (ماموں) کو بھی کرائیں اور ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی ہمراہی



سے مشرف ہوئیں اور فخر و جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بجالاتی تھیں اور یہ مختصر قافلہ دو اونٹوں پر سوار ہوا اور مدینہ منورہ پہنچ کر دارنا بعلہ میں قیام پذیر ہوا اور ایک ماہ تک وہاں قیام فرمایا اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مقام پر پیش آنے والے واقعات کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔

جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد از ہجرت اطمینانی الخبار (ٹیلہ کا بلند مقام) کو دیکھا اور اسے پہچان لیا تو فرمایا کہ میں بچپن میں یہاں آنے پر ان ٹیلوں کے درمیان اپنے ننھیال کی ایک انیسہ نامی بچی کے ہمراہ کھیتا رہا تھا اور میں اپنے ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ تھا تو ایک پرندہ کو یہاں سے اڑاتے تھے جو کہ ٹیلے پر آ بیٹھتا تھا۔

دارنا بعلہ (مکان) کو دیکھ کر فرمایا۔ یہاں میری اماں جان مجھے ہمراہ لا کر بٹھری تھیں اور اسی مکان میں میرے باپ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے اور میں بنی عدی بن الخبار کے مالاب میں خوب تیرتا رہا تھا۔

قوم یہود کے افراد وہاں پر کیے بعد دیگرے آتے اور فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑے غرور سے دیکھتے تھے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ان میں سے ایک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہی انکا دار ہجرت ہے میں نے ان کی اس بات کو اچھی طرح ذہن میں رکھا۔

پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئیں مگر جب مقام ابواب پر پہنچیں تو آپ کا وصال ہو گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔ تو آپ (والدہ ماجدہ کے سایہ عاطفت سے بھی بے نیاز ہو کر) اللہ تعالیٰ کے گھر میں پہنچ گئے اور صرف ام ایمن رضی اللہ عنہا ساتھ واپس لوٹیں۔

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ حدیبیہ کے موقع پر مقام ابواب پر گزرے تو فرمایا۔

مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی والدہ ماجدہ کے مزار مبارک کی زیارت کا اذن دیا ہے۔ آپ وہاں پہنچے مزار اقدس کو مٹی وغیرہ ڈال کر درست فرمایا اور آنکھوں نے آنسوؤں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ صحابہ کرام نے یہ منظر دیکھا تو زار و قطار رونے لگے۔ عرض کیا گیا حضور کیا وجہ ہے۔ فرمایا مجھے ان کا بوقت وصل حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنا اور مجھے بار بار پیار کرنا اور دوران سفر راہ میں ہی چھوڑ کر راہی ملک بقاء ہونا یاد کر کے رحمت و رقت ظاہری ہوئی اور رونے لگا۔

ابو مرشد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ مکرمہ کو فتح فرمایا تو قبر کے ایک نشان اور مٹی کی ڈھیری کے پاس تشریف لا کر بیٹھ گئے۔ دوسرے لوگ ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ اس انداز میں تشریف فرما تھے گویا کسی سے خطاب کر رہے ہوں۔ پھر رونے ہوئے اٹھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے آکر عرض کرنے لگے (وہ سب لوگوں سے اس معاملہ میں زیادہ جرات مند تھے یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ رونے کا موجب

کیا ہے۔ فرمایا یہ میری والدہ کی قبر ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی زیارت کا اذن طلب کیا تو اس نے اجازت مرحمت فرمائی پھر استغفار و بخشش طلب کرنے کی اجازت مانگی تو مجھے منع کر دیا گیا۔ مجھے والدہ ماجدہ یاد آئیں اور ان



کی حالت و کیفیت دیکھی تو کھڑا ہو کر رونے لگ گیا۔ صحابہ بھی زار و قطار رونے لگے اور جتنے لوگ اس دن روتے دیکھے گئے اتنے کبھی بھی روتے نہیں دیکھے گئے۔

ابن سعد کہتے ہیں اس روایت میں کہ مکرمہ کے اندر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہونے کا جو تذکرہ ہے یہ غلط ہے ان کی قبر البوار میں ہے نہ کہ مکرمہ میں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ محترمہ کی قبر مبارک کی زیارت فرمائی تو خود بھی رونے اور دوسروں کو بھی رلایا۔ پھر فرمایا میں نے رب کریم سے والدہ ماجدہ کی مغفرت و بخشش کی دعا کے لیے اذن طلب کیا تو اذن نہ ملا۔ پھر زیارت کی اجازت طلب کی تو اجازت عطا فرمائی گئی۔ لہذا تم بھی قبور کی زیارت کیا کرو کیونکہ اس سے اپنی موت یاد آتی ہے (اور دنیا کی طرف رغبت کم ہوتی ہے) رواہ مسلم۔

ابو ہریرہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مقام غسٹان پر تشریف لاکر ٹھہر گئے اور دائیں بائیں دیکھا اور والدہ ماجدہ کی قبر شریف کو دیکھا۔ پھر پانی کی طرف تشریف لے گئے وضو فرمایا پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی، اچانک ہمیں آپ کے رونے کی آواز آئی تو ہم بھی رسول خدا علیہ التہیۃ والتنا کو روتے دیکھ کر (باجوہ سبب معلوم نہ ہونے کے) رونے لگے۔ جب آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا تمہیں کس چیز نے رلایا ہم نے عرض کیا آپ روتے تو ہم بھی رونے لگے۔ آپ نے پوچھا تم نے آخر کیا گمان کیا جس پر رونا شروع کیا، ہم نے عرض کیا ہمیں تو یہ گمان گذرا کہ کہیں آپ کی امت پر عذاب ہونے والا ہے۔ فرمایا نہیں ایسی بات تو بالکل نہیں تھی نہ کہ دوسرا خیال یہ تھا کہ آپ کی امت کو ایسے اعمال کا پابند و مکلف ٹھہرایا گیا ہے جن کی ان میں ہمت و طاقت نہیں ہے۔ فرمایا نہیں یہ بات بھی نہیں تھی۔ بلکہ دراصل بات یہ تھی کہ میں والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک پر کھڑا ہوا۔ وہاں دو رکعت نماز ادا کی اور رب کریم سے اذن استغفار کا طلب گار ہوا۔ تو مجھ اس سے منع کر دیا گیا میں رونے لگا۔ دوبارہ دو رکعت نماز ادا کی اور اذن کا طلب گار ہوا۔ تو مجھے سختی سے روکا گیا اس پر میری آہ و بکا بلند ہوئی۔

پھر فرخند عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری طلب فرمائی اور اس پر سوار ہو کر تھوڑی دور چلے ہی تھے کہ سواری ثعلب وحشی کی وجہ سے رک گئی اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قَرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بُنِنَ لَهُمْ وَأَصْحَابُ الْجَحِيمِ۔

رسول خدا علیہ السلام اور اہل ایمان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اہل شرک کے لیے استغفار کریں خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب کہ ان پر واضح ہو چکا کہ وہ جہنمی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے صحابہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں (حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا) سے برادرت کا اظہار کرتا ہوں جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام



نے آزر سے برادرت کا اظہار فرمایا تھا۔ عہ

**عہ تنبیہ :-** سرور انبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء کے والدین کریہین کا نجات پانا نار ووزخ سے محفوظ رہنا اور اہل جنت میں سے ہونا مختلف فیہ مسئلہ ہے اور اسلاف میں یہ امر مختلف فیہ ہونے کے باوجود متاخرین حضرات نے اس کو متنازع فیہ نہیں چھوڑا بلکہ متعدد وجوہ اور دلائل سے والدین کریہین رضی اللہ عنہما (بلکہ جمیع آباء و اجداد کرام) کا اہل نجات میں سے ہونا ثابت فرمایا ہے۔ حضرت شیخ اجل شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعة اللمعات جلد اول ص ۱۸ پر اسی مضمون کی ایک حدیث روایت کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ اس روایت کا مضمون و مضمون متقدمین کا مختار ہے اور وہ اسی نظریہ کے قائل ہیں لیکن متاخرین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریہین بلکہ آدم علیہ السلام تک تمام سلسلہ آباء و اجداد اور اہل بیت و جدات کا ایمان ثابت کیا ہے اور اس دعویٰ کو انہوں نے تین طرح سے ثابت کیا ہے۔

اول یہ کہ وہ دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے (جو کچھ بھی اس وقت معلوم و معروف تھا) دوم۔ وہ زمانہ فترت رسل میں پیدا ہوئے اور وفات پائی (لہذا زمانہ نبوت جب انہوں نے پایا ہی نہیں تھا تو ان کو کافر کیسے کہا جاسکتا ہے انکار نبوت کے لحاظ سے تو واضح ہے اور انکار الوہیت قطعاً ثابت ہی نہیں بلکہ حضرت عبد اللہ کا نام ہی اس شق کے ابطال کے لیے روشن دلیل ہے اور وہ امام حضرت عبد المطلب نے تجویز فرمایا تو ان کا عقیدہ بھی واضح ہو گیا۔ نیز نص قرآن کریم و احکام معذبین حتی نبعت رسولاً۔ یعنی ہم اس وقت کسی کو عذاب نہیں دیتے جب تک رسل کرام کو مبعوث نہ فرماویں اس لحاظ سے بھی تفصیلات دین اسلام نہ جانتے اور ان کا اعتراف نہ کرنے کی بنا پر ان کو بدعتی قرار نہیں دیا جاسکتا) سوم۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریہین کو آپ کے شان اعبازی کی بدولت زندہ فرمایا۔ اور ان کو شرف اسلام سے مشرف ہونے کا موقع بخشا اور بعد الوصال ایمان کا مقبول ہونا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے، رہا یہ شبہ کہ اس مضمون کی روایات ضعیف ہیں تو اس کا ازالہ محدثین کرام نے اس طرح کیا ہے کہ روایات ضعیف جب متعدد طرق سے مروی و منقول ہوں تو وہ درجہ صحت اور حسن تک پہنچ جاتی ہیں اور ان روایات کے طرق و اسانید بھی متعدد ہیں اور یہ علم گویا متقدمین سے بغیر دستور تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے متاخرین پر شکست فرمایا واللہ یختص برحمۃ من یشاء بما شاء من فضله۔ امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے متعدد رسالے اس مسئلہ کی تحقیق میں تالیف فرمائے اور مختلف دلائل سے ایمان والدین کریہین ثابت کیا اور مخالفین کے شبہات کا جواب دیا۔ مفصل تحقیق وہاں ملاحظہ کریں۔ یہی تحقیق علامہ عبد العزیز سرہاروی نے ہر اس شرح عقائد میں ص ۵۲ پر درج فرمائی ہے اور علامہ غوث کوثری نے روح المعانی جلد ۱۹ میں زیر آیت کریمہ و تقلید فی الساجدین نقل فرمایا کہ جرح شخص ان روایات و احادیث پر مطلع ہوا جن میں سرور انبیاء علیہ السلام نے اپنے جملہ آباء و اجداد کی طہارت اور نکاح اسلام سے متولد ہونے کی تصریح فرمائی ہے پھر بھی والدین کریہین کے کفر کا ہی قائل رہا تو خود اس کے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ مزید تفصیل اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز یہ روایات اخبار آحاد ہیں اور وہ وجوب عمل پر دلالت کرتی ہیں وجوب اعتقاد پر نہیں لہذا ان کی بنا پر دوسرے تمام دلائل کو نظر انداز کر کے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریہین کے ایمان و اعتقاد پر اعتراض کرنا اور ان کی نجات و فلاح کا انکار کرنا بلکہ اس پر اصرار کرنا بہت بڑی جبارت ہے جو مومن



حسن بن جابر رضی اللہ عنہما ہے جو کہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے، مروی ہے کہ مامون الرشید کو یہ اطلاع دی گئی کہ سیلاب اور بارش کا پانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک میں داخل ہو جاتا ہے تو مامون نے اس جگہ کو پختہ کرنے کا حکم جاری کیا۔ ابن البراء فرماتے ہیں کہ مجھے اس قبر کی حیثیت اور وضع قطع بتلائی گئی جبکہ میں مکہ مکرمہ میں تھا۔

(ان مختلف روایات میں تطبیق و موافقت اس طرح ہو سکتی ہے، کہ آپ کا وصال مقام البوار میں ہوا ہو اور پھر آپ کو مکہ مکرمہ میں لایا گیا ہو اور یہاں دفن کیا گیا ہو۔)

(بقیہ صفحہ ۱۵۴) غرض ہے بہر حال بہت بعید ہے ہذا عندی واللہ ورسولہ اعلیٰ۔  
اس موضوع پر امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے رسالہ بنام شمول الاسلام لاحول النبی اکرم تالیف فرمایا ہے اسکا مطالعہ فرمائیں۔  
ان احادیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت دی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی بلکہ وہاں قیام فرما کر دو رکعت نماز بھی ادا فرمائی اور اس اجازت کا ملنا آپ کی والدہ کے مومنہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ مشرکین کی قبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہونے سے اللہ تعالیٰ نے روک دیا تھا چنانچہ فرمایا وَلَا تَقْعُوْا عَلٰی قَبْرِہٖ ۝۹؎ مشرکوں کی قبر پر آپ قیام نہ کریں۔ اگر آپ کی والدہ ماجدہ العیاذ باللہ مشرکہ ہوتیں تو آپ کو ان کی قبر پر کھڑے ہونے کی اجازت نہ دیکاتی۔ چہ جائیکہ آپ وہاں دو رکعت نماز بھی ادا فرماتے۔ رہا یہ امر کہ آپ کو والدہ ماجدہ کے لیے استغفار سے روک دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب انبیاء کے حق میں مغفرت کی دعا کی جائے تو اس سے ان کے گناہوں میں طوٹ ہونے کا وہم نہیں پیدا ہوتا کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں اور جب غیر معصوم کے لیے استغفار کی دعا کی جائے تو اس سے یہ وہم پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید وہ گناہوں میں طوٹ رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آمنہ کے حق میں حضور کو استغفار سے روک دیا تاکہ آپ کی والدہ کے بارے میں کسی شخص کو یہ وہم نہ ہو کہ وہ گناہوں میں طوٹ رہی تھیں۔ ان احادیث میں آپ کی عظیم فضیلت ہے کہ وہ مومنہ بھی تھیں اور پرہیزگار اور گناہوں سے پاک دامن بھی۔



## بتیسواں باب

### حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت عبد المطلب کی کفالت میں

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہوتے تھے جب ان کا وصال ہو گیا تو حضرت عبد المطلب نے آپ کو اپنے پاس رکھا اور آپ کے لیے اتنی شفقت اور نرم دلی کا مظاہرہ فرمایا کہ اتنا اپنی اولاد کے لیے بھی نہیں فرماتے تھے اور آپ کو قریب بٹھاتے اور مقرب و معظم رکھتے اور آپ ان کے پاس خلوت و عیادت میں بھی اور خواب و استراحت کے وقت میں بھی تشریف لے جاتے اور ان کے مخصوص سرداری فرش پر جلوہ گر ہوتے اگر کوئی مزاحم ہونے لگتا تو حضرت عبد المطلب سختی سے منع فرمادیتے اور فرماتے اسے مت روکو، میرے اس بیٹے کو ملک و سلطنت عطا کیا جائیگا۔ بنی مدیج کی جماعت نے حضرت عبد المطلب سے عرض کیا اس عزیز مولود کی اچھی طرح حفاظت و نگرانی فرمائیں کیونکہ ان کا قدم مبارک مقام ابراہیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم اقدس کے بہت ہی شایہ ہے تو انہوں نے جناب ابوطالب سے فرمایا۔ ان لوگوں کی بات غور سے سنو چنانچہ وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص خیال رکھتے تھے۔

حضرت عبد المطلب نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کو فرمایا اور وہی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں۔ اسے برکت (ام ایمن) میرے اس بیٹے کے ساتھ غفلت و بے پروائی نہ برتنا کیونکہ اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہ اس امت کے نبی ہیں۔ حضرت عبد المطلب جب بھی کھانا تناول فرماتے گتے تو فرماتے میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ جب آپ کو ان کے پاس لایا جاتا تب کھانا تناول فرماتے جب ان کا وقت وصال آیا تو جناب ابوطالب کو آپ کی کفالت و حفاظت کی وصیت فرمائی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو یوں فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عبد المطلب کا مقام اور جائے نشست حلیم میں مخصوص فرما جس پر کوئی دوسرا نہیں بیٹھتا تھا۔ اور حرب بن امیہ اور اس قسم کے لوگ ان کے پاس بیٹھے مگر اس نشہ گاہ سے ہٹ کر جب رسول کریم علیہ التہیۃ و النناء تشریف لائے اور آپ ابھی نو عمر بچے تھے تو سیدھے اس مقام پر جا بیٹھے جہاں حضرت عبد المطلب بیٹھے تھے مگر اس وقت آپ کی مینائی جاتی رہی تھی۔ تو کسی شخص نے آپ کو سمجھے بٹانے کی کوشش کی۔ سرورِ عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام روئے تو حضرت عبد المطلب نے پوچھا میرا بیٹے میرا منت جگر کیوں روتا ہے۔ لوگوں نے سبب عرض کیا تو فرمایا۔ انہیں اس فرش



پہر ہی بیٹھنے دو۔ کیونکہ وہ اپنی عظمت و برتری کو جانتے پہچانتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ عز و شرف اور رفعت و مرتبت کی ان بلند یوں تک پہنچیں گے جہاں کوئی عربی نہ پہلے جاسکا ہے اور نہ بعد میں جائے گا (بلکہ نہ ہی انکا کوئی تصور کر سکتا ہے)

## تینتیسواں باب

حضرت عبدالمطلب کا سرِ عالم و عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ استقاء

رقیقہ سے منقول ہے کہ قریش پر گناہ چند سال گذرے، جن میں بارش وغیرہ بالکل نہ ہوئی۔ قحط سالی اور خشکی کی وجہ سے شیردار جانوروں کے دودھ خشک ہو گئے بلکہ ہڈیاں بھی مغز سے خالی ہو کر سوکھ گئیں۔ ایک رات میں سوئی ہوئی تھی یا ابھی اونگھ اور نغاس کی حالت میں تھی کہ آواز دینے والے کو بلند اور سخت لہجے میں یوں اعلان کرتے ہوئے سنا۔ اے جماعت قریش تمہارے اندر مبعوث ہونے والے نبی کا زمانہ خروج قریب آچکا ہے اور یہ وقت ہے اُن کے ظہور کے وقت طلوع ہونے والے ستاروں کا۔ لہذا تم جلدی پانی اور خوشحالی کا منہ دیکھو اور اس کے لیے حیلہ سازی و چارہ گری کرو۔ (اور چارہ سازی کی صورت یہ ہے کہ)

اپنے اندر ایک ایسا شخص تلاش کرو جو درمیانہ قد ہے، مضبوط اعضا اور بھرپور جسم والا، سفید چھیلی رنگت والا ہے۔ اور لمبی اور گتھی پلکوں والا ہے، دھڑلواں رخساروں والا ہے، لمبی اور بلند ناک ہے۔ وہ صاحبِ فخر نہیں مگر اس کو خواہ مخواہ ظاہر کرنے کے درپے نہیں ہوتے بلکہ صبر و استقامت اور علم و وقار کا اظہار فرمانے والے ہیں اور ان کی مخصوص ہیئت و کیفیت ہے جو لوگوں کو ان کی طرف دلالت اور ہمنائی کرتی ہے۔

وہ ہستی جن کے یہ اوصاف بیان کیے گئے ہیں اپنے لختِ جگر نورِ نظر کو ساتھ لے کر گھر سے باہر نکلے اور ہر قبیلہ و خانوادہ کا ایک ایک فرد ان کے ساتھ ٹکنا چاہیے۔ جو اچھی طرح غسل کر کے خوشبو لگا کر حجرِ اسود کا استلام کرنے کے بعد کوہِ ابویس پر چڑھیں۔ وہ بارش کی دعا کریں اور قوم ان کی دعا پر آمین آمین کہتی رہے اور جتنی بارش چاہو اتنی حاصل ہو جائے گی۔ رقیقہ کہتی ہے میں صبح اٹھی تو اللہ جانتا ہے کہ بڑی خوفناک تھی بدن پر رونگٹے کھڑے تھے اور عقل و فہم زائل ہونے کو تھا۔ لوگوں کو خواب بیان کیا اور اس شخص کی تعین کے متعلق دریافت کیا۔

مجھے حرمِ پاک اور اس کی حرمت و عزت کی قسم ہر بلخی و کبی میرا خواب سن کر کہنے لگا یہ شخص تو صرف اور صرف شیبہ الحمد (حضرت عبدالمطلب) ہیں۔



قریش گروہ درگروہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور ہر قبیلہ و خانوادہ سے ایک ایک شخص ان کی بارگاہ میں پہنچنے لگا۔ غسل کیا۔ خوشبو لگائی۔ حجر اسود کا استلام کیا اور کوہ القیس پر چڑھنے لگے اور دونوں جانبوں سے اس کو کثرت تعداد کی وجہ سے بھرتے ہوئے تیزی کے ساتھ اوپر کو جا رہے تھے حتیٰ کہ جب پہاڑ کی چوٹی اور بلندی پر ممکن ہو گئے حضرت عبد المطلب دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ شریک دعا رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو کہ ابھی بچے تھے مگر توانا اور مضبوط جسم والے عبد المطلب نے عرض کیا۔ اے حاجات کو پورا کرنے والے اور کرب و بلا کو دور کرنے والے اللہ العالمین تو جاننے والا ہے اور دوسروں کو جگانے والا تجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔ تو ہی ہر ایک کے سوال اور حاجت کی امید گاہ ہے اور بخل و کنجوسی سے پاک ہے۔ یہ تیرے بندہ ہیں اور تیری لونڈیاں جو تیرے حرم کی پہاڑیوں پر کھڑے ہو کر تیری جناب میں اپنی تخط سالی کی شکایت پیش کر رہے ہیں جس نے نہ کوئی اونٹ چھوڑا اور نہ بھیڑ بکری (نہ کچھ کھانے کو ملتا ہے نہ پینے کے لیے اور نہ سواری کے لیے) لہذا ایسی کثیر موسلا دھار بارش عطا فرما جو کھیتوں کو بالنب فرما دے اور ہمیں خوشحال بنائے۔ رقیہ کئی عرصے تک مجھے کعبہ کی قسم بھی لوگ ابھی اسی جگہ کھڑے تھے کہ آسمان گویا پانی کے ساتھ پھٹ پڑا اور پانی کے دہانے کھول دیے اور وادی پانی کی موجوں کے ساتھ چنگھڑ رہی تھی۔

میں نے قریش کے بزرگوں اور سرداروں عبد اللہ بن جدعان۔ حرب بن امیہ اور ہشام بن مغیرہ سے سنا کہ وہ حضرت عبد المطلب کو کہتے تھے اے وادی بٹھا کے سردار و مالک تجھے مبارک ہو۔ تمہاری وجہ سے اہل بٹھا کو زندگی نصیب ہوئی۔ رقیہ نے اسی عظمت و اہمیت کو بیان کرتے ہوئے حضرت عبد المطلب کی شان میں چند اشعار کہے جن کا ترجمہ

یہ ہے۔  
(۱) شیبۃ الحمد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے شہر اور علاقہ کو بارش سے سیراب فرمایا۔ جب ہم نے پانی کو گم کیا اور اس کے ایک ایک قطرہ کو ترسنے لگے اور آسمان نے بھی باران رحمت کو روک لیا۔  
(۲) تو ایک سیاہ فام بادل نے موسلا دھار بارش برسا کر چرند و درختوں کی جس سے حیوانات اور نباتات کو حیات نو حاصل ہو گئی۔

(۳) وہ مبارک افعال و اعمال والے ہیں۔ ان کی بدولت بارش طلب کی جاتی ہے اور ساری مخلوق میں (اس وقت) ان کا نہ کوئی ہم پلہ ہے اور نہ مثل۔

(۴) وہ سزا پال اللہ تعالیٰ کا احسان ہیں کیونکہ وہ نیک فال ہیں اور نیک بخت اور ان سب سے بہتر ہیں جن کے ساتھ قبیلہ مضر کو کبھی بھی بشارت دی گئی۔



## چوتیسواں باب

### حضرت عبدالمطلب کا سیف بن ذی یزن شاہ یمن کو تخت نشینی کی مبارکباد دینے کے لیے تشریف لے جانا

اور سیف ابن ذی یزن کا انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و رسالت کا مژدہ سنانا ابن کلبی سے مروی ہے کہ جب سیف بن ذی یزن ارض یمن کا مالک بنا اور حبشیوں کو ہلاک و تہ تیغ کیا تو اشراۃ قریش اور رؤسا عرب اس کو ظفر اور نعمندی کی تہنیت اور مبارکباد دینے کے لیے اس کے پاس یمن پہنچے۔ وفد قریش میں پانچ علماء و رؤسا تھے حضرت عبدالمطلب بن ہاشم۔ امیہ بن عبد شمس۔ عبد اللہ بن عبد مناف بن سوید اور وہب بن عبد مناف بن زہرہ چلتے چلتے جب صنعاء میں پہنچے تو سیف بن ذی یزن بھی وہیں قصر غندان میں قیام پذیر تھا اور یہ قصر ان قصور و محلات میں سے تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے جنات بنی مہقیس کے لیے تیار کیے تھے۔ حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں نے وہیں اونٹوں کو بٹھایا اور سیف کے دربار میں حاضری کی اجازت ماننے کے بعد داخل ہوئے۔

قریب پہنچے تو دیکھا کہ وہ سنہری تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے ارد گرد اشراۃ و رؤسا یمن سنہری کرسیوں پر بیٹھے ہیں اس نے غبر سے اپنے جسم کو معجز کیا ہوا تھا اور کستوری کی خوشبو اس کی ہانگ سے ہلک رہی تھی۔ سب نے اس کو تحیہ و سلام دیا اور شاہی آداب بجالائے ان کے لیے سنہری کرسیاں بچھائی گئیں اور سوائے حضرت عبدالمطلب کے باقی سب بیٹھ گئے۔ آپ سیف کے سامنے کھڑے رہے اور کچھ کہنے کی اجازت طلب کی۔ آپ سے کہا گیا۔ اگر بادشاہوں کے سامنے کلام کرنے کے آداب اور طریقہ آتے ہیں تو کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

تو آپ نے فرمایا اے بادشاہ اللہ تعالیٰ نے تجھے رفیع الشان محل اور بلند بام مقام میں محل کرامت و عزت پر متمکن فرمایا ہے اور تجھ ایسے نونہال کو ایسی بنیاد پر قائم فرمایا جو بہت ہی پاکیزہ ہے اور بڑی عزت و عظمت والی ہے اصل اس کا ثابت و راسخ ہے اور شاخیں اس کی خوب بلند اور پھیلی ہوئی ہیں۔ اس نونہال کا محل غرس و ولادت بہت پاکیزہ ہے اور زمین پیدائش بڑی نرم و خیر ہے۔

اے بادشاہ تو اہل عرب کی وہ بہار ہے جس کی طرف وہ وقت خزاں میں پناہ پکڑنے والے ہیں اور اللہ کے لیے



وہ شیریں آبِ حیات ہے جس کی طرف لوگ پیاس بجھانے کے لیے رجوع کرتے ہیں۔ تیرے اسلام سب اسلاف سے بہتر اور تو ان میں سے ہمارے لیے سب سے اچھا خلف اور قائم مقام چچن کا خلف تجھ جیسا نامور شخص ہو، وہ اسلام ہرگز نہیں مر سکتے اور چچن کا سلف تیرے جیسا باکمال ہو وہ گوشہ خوں و گنہی میں نہیں رہ سکتے۔

اے بادشاہ۔ ہم اہل حرم ہیں اور بیت اللہ کے مجاور و خدام۔ ہمیں تیری طرف وہ فرحت و مسرت لے آئی ہے، جو ان شہداء و مصائب کے دور ہونے سے حاصل ہوئی جنہوں نے ہماری کمر توڑ کر رکھ دی تھی مگر ہم محض تہنیت و ہدیہ تبریک دینے والا و فخر ہیں، تجھے اپنے مصائب و مشکلات سنا کر پریشانی میں ڈالنے والا و فخر نہیں ہیں۔

سیف بن ذی یزن نے کہا تم وادی بطلحہ والے قریش ہو انہوں نے فرمایا ہاں۔ تو اس نے مرحبا و خوش آمدید کہا۔ اور کہا تم اپنے گھر میں آئے ہو۔ یہاں کی سواریاں اور ساز و سامان تمہارا ہے۔ زمین ہی نرم نہیں اس کے باسی بھی نرم دل اور نیک خلعت ہیں۔ شہنشاہ بڑا سخی ہے اور عظیم و کثیر عطیات دینے کا عادی ہے۔ میں نے تمہاری بات سنی اور تمہاری فضیلت و برتری کا اندازہ لگایا۔ تم شرافت و عزت کے حامل ہو اور تعریف و تکریم کے لائق جب تک یہاں قیام کرو تمہیں عزت و اکرام سے مہمان بنایا جائے گا اور جب واپسی ہوگی تو عظیم و جزیل عطیات پیش کیے جائیں گے۔

پھر روئے سخن حضرت عبد المطلب کی طرف کرتے ہوئے کہا تم اپنا خصوصی تعارف کراؤ۔ فرمایا میں عبد المطلب بن ہاشم ہوں۔ وہ پکار اٹھا میں تو خود تم سے ملنے کا ارادہ رکھتا تھا اور تمہاری ملاقات کے لیے بیقرار تھا کیونکہ تم تو خلق خدا کی ربیع بہار ہو اور اقوام و قبائل کے سردار، اب مہمان خانہ میں آرام کرو، میں پھر کسی وقت تمہیں بلاؤں گا۔

پھر ان کے متعلق خدام کو حکم دیا کہ انہیں عزت و تکریم کے ساتھ بٹھاؤ اور آرام کا انتظام کرو۔ یہ وفد ایک ماہ تک وہاں رہا مگر سیف بن ذی یزن نے ان کو کبھی دربار میں نہ بلایا۔ ایک صبح سو کراٹھا تو فوراً حضرت عبد المطلب کے پاس آدی بھیجا کہ تم کیلے میرے پاس آؤ جب آپ پہنچے تو وہ بھی تنہائی میں بیٹھا تھا کوئی دوسرا شخص اس کے پاس موجود نہیں تھا۔ کہنے لگا اے عبد المطلب میں اپنے علمی اسرار میں سے ایک بھید اور راز تم پر ظاہر کرتا ہوں اگر کوئی دوسرا شخص تمہاری جگہ ہوتا تو کبھی یہ راز اس پر آشکار نہ کرتا، میں سمجھتا ہوں کہ تم راز داں ہو اور ایسے اسرار و رموز کے معدن۔ یہ راز پوشیدہ رہنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے اظہار میں اپنی قدرت کا ملکہ کو بروئے کار لائے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا فرمائے گا اور اس امر کو انتہا تک پہنچائے گا۔ حضرت عبد المطلب بولے اللہ تعالیٰ آپ کی صحیح رہنمائی فرمائے۔ فرمایا یہ وہ کونسا بھید اور راز۔ سیف بن ذی یزن نے کہا ہماری کتابیں جو یقیناً سچی ہیں اور وحی آسمانی اور علوم قدیمہ پر محیط و مشتمل جن کو ہم نے اپنے لیے مخصوص کیا ہوا ہے اور دوسروں سے انہیں پوشیدہ رکھتے ہیں ان کتابوں میں اور علوم سابقہ میں ہیں ایک عظیم خبر اور بہت بڑی عزت و عظمت کا پتہ چلتا ہے جو زندگی کے لیے سرمایہ شرف و فضل ہے اور موت کے لیے سرمایہ افتخار و اعزاز۔ اے عموم سب عرب اور تمہارے سارے قبیلہ کے لیے اور بالخصوص تمہارے لیے۔







حضرت عبدالمطلب نے کہا اے بادشاہ پھر تو میں بہت بڑے تحفہ دہریہ کے ساتھ لوٹوں گا اتنا عظیم تحفہ کہ کوئی زائر بھی اس سے مشرف نہ ہو سکے۔ اگر بادشاہ کی ہیبت شاہی اور اس کی عظمت و رفعت کا احساس نہ ہوتا تو میں ضرور مطالبہ کرتا کہ ذرا اس اجمال کو صورت تفصیل دے کہ میری مسرت و فرحت میں اضافہ فرمائیں۔

سیف بن ذی یزن نے کہا تمہاری اولاد سے ایک بنی مبعوث ہوں گے اور تمہارے قبیلہ سے ایک رسول ظہور فرما ہوں گے۔ نام نامی ان کا احمد و محمد ہوگا۔ اسی زمانہ میں ان کی ولادت ہوگی اور عین ممکن ہے کہ پیدا ہو چکے ہوں۔ ان کے والدین بالکل آغاز عمر میں داغ مفارقت دے جائیں گے اور ان کے دلوں جان اور پھر چچا جان انکی کفالت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو علانیہ مبعوث فرمائے گا اور ہم میں سے ان کے انصار و خدام پیدا فرمائے گا۔ ان کے معاون و مددگار عزت پائیں گے اور بداندیش دشمن ذلت و رسوائی کا شکار ہوں گے۔ ان کے وقت ولادت میں آتش پرستوں کا مبعود یعنی آتش سرور ہو جائے گی۔ وہ لات و منات اور دیگر اوثان و اصنام کو توڑ دیں گے۔ کفر و شرک اور عصیان و طغیان کو روک دیں گے اور صرف واحد منان کی عبادت کی جائے گی۔ ان کا قول و امر واضح و بہین ہوگا۔ ان کا حکم سراسر عدل و انصاف ہوگا۔ معروف و خیر کا حکم دیں گے اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ منکر اور بدی سے روکیں گے اور اپنے گرد و امن سے بھی اس کو دور رکھیں گے۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا تمہارا رتبہ بلند ہو، فضل و احسان دائم ہو، عمر دراز ہو کیا آپ مجھے مزید تفصیل و توضیح اور کشف و اظہار سے خوشی کا موقع بہم پہنچائیں گے؟

سیف نے کہا حجاب اور پردہ میں مجرب مستور خانہ خدا کی قسم اور آیات و کتب الہیہ کی قسم تم اس نبی کے دلوں جان ہو اور اس امر میں غلطی اور غلاف واقعہ ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

یہ سننا تھا کہ حضرت عبدالمطلب بارگاہ خداوندی میں سجدہ شکر بمالانے کے لئے جھک گئے۔

سیف نے کہا حضرت سر اٹھائیے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو ٹھنڈا رکھے اور عمر دراز کرے اور شان و مرتبت میں بلندی عطا فرمائے کیا ان علامات میں سے کسی کو تم نے محسوس کر لیا ہے جو میں نے تمہارے سامنے بیان کی ہیں۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا ہاں میرا ایک نور نظر تھا جس کے ساتھ مجھے بڑی محبت تھی، میں نے اپنی قوم میں سے ایک بڑی باعزت خاتون کے ساتھ ان کی شادی کی جن کو آمنہ بنت وہب کہا جاتا تھا۔ ان سے ایک فرزند ولد ہوئے متولد ہوا، جن کا نام میں نے محمد و احمد رکھا۔ ان کے والدین فوت ہو چکے ہیں اور ان کا کفیل میں ہوں یا انکا چچا۔

ذی یزن نے کہا میں جو راز تیرے سامنے افشا کر رہا تھا وہ اس راز کی تفصیل و تعبیر ہیں، ان کا خاص خیال رکھنا۔ اور ان کے دشمنوں سے پُر حذر رہنا اگرچہ اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو اپنے بڑے عزائم میں کامیاب نہیں ہونے دے گا اگر مجھے اس امر کا یقین نہ ہوتا کہ موت کا مضبوط ہاتھ ان کے دعویٰ نبوت سے قبل ہی میرے محل وجود کو دار فانی سے اکھاڑ



تھے اور امیر بن عبد الشمس عبد اللہ بن جعدان اور خولید بن اسد جب یہ شہر صنایا میں اس کے پاس پہنچے تو وہ قصر غمدان کے اوپر بیٹھا تھا جس کا ذکر امیر بن ابی الصلت نے ان الفاظ میں کیا ہے ۔

اشرب هنيئاً عليك التاج مرتفعها في راس غمدان دار امنك محلاً  
غمدان جیسے عظیم محل کی بلندیوں پر بیٹھ کر شراب نوشی کا لطف ایسے وقت میں لے جبکہ تیرا سر تاج شہنشاہی سے سرفراز ہے ۔

دربان نے ان کی آمد سے سیف کو مطلع کیا اور اذن کا طلب گار ہوا۔ اس کے اجازت دینے پر وفدا مند داخل ہوا حضرت عبد المطلب اس کے قریب پہنچے اور کلام کرنے کی اجازت چاہی۔ اس نے کہا اگر تم شاہی درباروں میں کلام کرتے رہتے ہو اور آداب کلام سے واقفیت رکھتے ہو تو کہو کیا کہتے ہو۔ ہماری طرف سے اجازت ہے۔

حضرت عبد المطلب نے کہا اے بادشاہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بلند و رفیع مکان و محل میں سدا کر امت پر بٹایا ہے جو دشمنوں کے لیے صعب اور ناقابل تسخیر ہے۔ اور تیرے سر و مالک کی تہمت اور غیاد پر قائم فرمایا جس کی جڑیں پاکیزہ ہیں اور اصل و نسب عزیز و کریم ہے۔ بنیاد اس کی ثابت و راسخ ہے اور فروع و اعصاب اس کے طویل و عرض میں اور اس کا عمل بہت باکرامت و کمال ہے اور اس کا معدن و مخرج نہایت پاکیزہ۔ العرض اسے بادشاہ تو عرب کا بادشاہ ہے اور ان کی بہار جو انہیں سرسبز و شاداب رکھتی ہے عرب کا وہ امیر جن کے سبھی لوگ مطیع و منقاد ہیں تو ان کا وہ عمود و ستون ہے جس پر ان کا محلِ عمرت و رفعت قائم ہے اور ان کے لیے وہ عباد و مادی ہے جس کی طرف وہ پناہ پکڑتے ہیں تیرے اسلاف سب اسلاف میں امتیازی مقام کے مالک اور تو ان کا وہ خلف ہے جو ہمارے لیے بہترین اخلاف میں شمار ہوتا ہے وہ ہرگز گوشہ خمولی و گنہامی میں نہیں رہ سکتا جن کا سلف اور پیش تجھ جیسا ہو اور ہرگز نہیں مر سکتا جن کا خلف اور قائم مقام تیرے جیسا ہو۔

اے شہنشاہ ہم حرم خداوندی کے ساکن و باسی ہیں اور بیت اللہ کے نگران و خادم۔ ہمیں تیری خدمت میں حاضری پر اس فرحت و مسرت نے مجبور کیا ہے جو تیرے غلبہ کے بعد ان مشکلات و مصائب کے دور ہو جانے سے حاصل ہوئی۔ جنہوں نے قبل ازیں ہماری پیٹھ کو توڑ دیا تھا لہذا ہم تھیں تہنیت و ہدیہ تبریک پیش کرنے والا و فدائیں اور مصائب و مشکلات سے فریاد و زاری کرنے والے نہیں (کیونکہ مشکلات تیرے وجود و معبود سے ہی حل ہو گئیں اور ان سے نجات حاصل ہو گئی)

سیف بن ذی یزن نے کہا اے کلام کرنے والے ذرا اپنا تعارف تو کراؤ۔ آپ نے فرمایا میں عبد المطلب بن ہاشم ہوں کہاتم تو ہمارے بھانجے ہوئے۔ کیونکہ تمہاری والدہ مدینہ منورہ کے انصار میں سے ہے۔ فرمایا میں وہی ہوں بلو شاہ نے کہا ذرا اور قریب آئیے۔ ان کو قریب بٹھا کر ان سے اور باقی وفد سے اس طرح خطاب کرنے لگا۔ مر جبا مر جبا اھلا و سلا۔ تم اپنے گھر آئے ہو۔ یہ سواریاں اور ساز و سامان تمہارا اپنا ہے۔ یہ زمین نرم اور سہل ہے اور اس کے باسی و باشندے



نرم دل نرم خور۔ تم ایک جواد اور سخا بادشاہ کے پاس آئے ہو جو عظیم عطیات اور ہدایا و تحائف دیتے والا ہے۔ بادشاہ نے تمہاری گفتگو کو سنا۔ تمہاری قرابت و قربت سے اطلاع پائی اور تمہارا وسیلہ یعنی خادمیت حرم اور جوار بیت اللہ میں بڑا پسند آیا۔ راتیں تمہاری راتیں ہیں اور دن تمہارے دن جب تک تمہاری مہمانی کا شرف حاصل رہے گا وہیزبانی میں فخر محسوس کریں گے اور جب رخصت کریں گے تو عطا جزیل اور اعزاز فراوان کے ساتھ۔

پھر یہ وفد مہمان خانے اور آرام گاہ کی طرف گیا۔ ایک ماہ وہاں قیام کیا نہ تو بادشاہ کے دربار میں جاتے تھے اور نہ ہی ان کو رخصت ملتی تھی۔ ایک دفعہ بادشاہ ان کی طرف بہت اچھی طرح متوجہ ہوا اور حضرت عبدالمطلب کو بلا بھیجا اور ان کو اپنے قریب خلوت گہرازی میں بٹھا کر کہنے لگا۔ اے عبدالمطلب میں تمہیں اپنا علمی راز بتانا چاہتا ہوں اگر تمہاری جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو اس امر و راز پر ہرگز اسے مطلع نہ کرتا لیکن تمہیں معدن اسرار سمجھتا ہوں لہذا تمہیں بتا رہا ہوں یہ راز تمہارے تک ہی محدود و مخزون رہے جس تک کہ اللہ تعالیٰ اس کا اذن اظہار و اعلان نہ فرمائے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے اس امر کو انتہائی پھیلانے کا۔

یقین جانیے وہ کتاب کنون اور علم مخزون جسے ہم نے صرف اپنے لیے ذخیرہ کیا ہوا ہے اور دوسروں سے پوشیدہ رکھا ہوا ہے۔ اس میں مجھے خبر عظیم اور عزیز و جلیل امر کا پتہ چلا ہے جو زندگی کا سرمایہ شرف و اعزاز ہے اور مات و وفات کے لیے بھی مایہ فیضیت و کرامت۔ کبھی انسانوں کے لیے بالعموم اور تمہارے سارے ربط و قبیلہ کے لیے اور بالخصوص تمہارے لیے حضرت عبدالمطلب نے کہا اے بادشاہ سلامت تم تو بہت سرور و راحت بخشنے والے ہو اور بڑا احسان سے کام لینے والے۔ ذرا بتاؤ تو سہی وہ کیا خبر عظیم ہے۔ تبھر پر سب اہل دہر (اہل بدو اور باد یہ نشین مثل اہل حضر اور شہری آبادی کے) گروہ در گروہ ندا ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ جب تھامد (حجاز مقدس) میں ایسا مسعود و میون بچہ پیدا ہوا جس کے دو کندھوں کے درمیان گندمی رنگ اُبھرا ہوا گوشت پارہ (خاتم نبوت) ہو گا۔ امامت و نبوت انہیں کا حصہ ہو گی اور ان کی بدولت تمہارے لیے قیامت تک سرداری اور حکومت۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو موجبات لعن و لعن سے دور رکھے۔ میں تو اتنا عظیم انعام لے کر واپس ہوں گا جتنا کسی بھی وافر و زائر کے مقدر میں نہیں ہو گا۔ اگر مہیت سلطانی اور خورج جلال و عظمت شاہی نہ ہوتی تو میں اپنے مشرکہ سنانے والے سے ضرور تفصیل دریافت کرتا جس سے میری خوشی و مسرت میں اور اضافہ ہوتا۔

ابن ذی یزن نے کہا یہی وہ وقت ہے جس میں ان کی ولادت ہونی ہے بلکہ وہ یقیناً پیدا ہو چکے ہیں۔ نام نامی ان کا محمد ہے ان کے والد بزرگوار اور والدہ ماجدہ کا سایہ بچپن میں ہی ان کے سر سے اٹھ جائے گا۔ بعد ازاں ان کی تربیت و پرورش ان کے جد امجد اور چچا جان کریں گے۔ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں جس کی ان کے ساتھ قرابت و ولادت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کو علانیہ معیوث فرمائے گا اور ہمیں ان کی خدمت و نصرت کا موقعہ عنایت فرمائے گا۔ ان خدام و انصار



کے ذریعے اہل ایمان عزت پائیں گے اور ان کے اعداد و بدکیش زلت و رسوائی سے دوچار ہوں گے۔ وہ ان مخلصین کے ساتھ لوگوں کی عزت و آبرو کو محفوظ کریں گے اور ان کے ذریعے مقدس زمینوں کو طے کریں گے اور اپنے زیر تصرف و تسلط لائیں گے۔ اوشان و اصنام کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔ معبود خلق بنی ہوئی آتش بجھ کر نیست و نابود ہو جائے گی اور صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کی جائے گی۔ ان کا قول و فرمان بنیں و واضح ہوگا اور امر و حکم سراسر عدل و انصاف ہوگا۔ وہ معروف اور نیک کا حکم دیں گے اور اس کا عملی نمونہ بھی پیش کریں گے۔ بدی و برائی سے منع کریں گے اور اپنے گرد و امن سے بھی اس کو دور رکھیں گے۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا تھا بخت بلند ہو اور اقبال سلامت رہے۔ درجہ و مرتبہ عالی ہو اور ملک و سلطنت دائم رہے اور ظل عاقلیت رعایا پر دراز رہے۔ کیا آپ مجھے مزید صراحت و وضاحت فرمائیں گے بعض تفصیلات تو مجھے آپ کی زبانی معلوم ہو گئی ہیں۔

سیف بن ذی یزن نے کہا۔ مجھے حجاب دستور کے اندر مجرب دستور اللہ تعالیٰ کے گھر کی قسم اور پہاڑیوں اور مقامات عالیہ پر قائم و مضبوط علامات قدرت و آیات عظمت کی قسم۔ اے عبدالمطلب یقیناً تم اس پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کے جد امجد ہو اور اس اعلان و اعلام میں خلافت واقع ہونے کا ذرا بھرا مکان نہیں۔

حضرت عبدالمطلب فوراً بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو گئے۔ تو سیف بن ذی یزن نے کہا سر اٹھائیے۔ تمہارا سینہ و دل فرحت و راحت سے سرور اور ٹھنڈا رہے اور تمہارا شان بلند ہو۔ کیا تم نے ان علامات و نشانات میں سے جو میں نے بیان کیے ہیں کسی کا تحقیق و وقوع معلوم و محسوس کر لیا ہے جس سے سجدہ شکرانہ بجالا رہے ہو۔

آپ نے جواب میں فرمایا میرا ایک فرزند ارجمند تھا جو مجھے بہت ہی عزیز اور پیارا تھا اور میں اس پر بہت ہی مہربان و شفیق تھا۔ ان کا عقد زوجیت میں نے اپنی قوم کی باعزت خواتین میں ایک خاتون آمنہ بنت وہب کے ساتھ کیا۔ اس سے ایک بچہ متولد ہوا۔ نام میں نے محمد رکھا۔ ان کے والدین دار فانی سے انتقال کر گئے اور اب ان کا کفیل میں ہوں اور ایک ان کا چچا یعنی جناب ابو طالب۔

سیف بن ذی یزن نے کہا۔ میں نے جو کچھ بیان کیا تھا تمہارا بیان اس کے عین مطابق ہے اور اس تر خداوندی کا مصداق مجسم وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اپنے اس بیٹے کا اچھی طرح خیال رکھو اور ان کے متعلق یہود سے پرہیز رہنا کیونکہ وہ ان کے دشمن ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق برے عزائم و مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گا اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس کو اپنے رفقاء سفر سے بھی پوشیدہ رکھنا کیونکہ مجھے اس امر کا اندیشہ ہے کہ ان کے دلوں میں اس سے بغض و حسد نہ پیدا ہو جائے کہ بنو ہاشم کو اتنا اعزاز و اکرام اور ریاست و ریاست کیوں نصیب ہوئی اور وہ ہر ممکن طریقہ سے تمہیں ہلاکت میں ڈالنے کی کوشش کریں گے اور ہر طرح کے



جال پھیلانیں گے اور یقیناً یہ لوگ یا ان کی اولاد حسد و بغض اور جھوٹ و عناد سے کام لیں گے اور اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ موت مجھے ان کی بعثت سے قبل ہی دار فانی سے رخصت سفر باندھنے پر مجبور کر دے گی تو میں اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ یہاں سے کوچ کر کے یثرب (مدینہ منورہ) کو اپنا دار السلطنت بنالیتا۔ کیونکہ ہم اپنی کتابوں اور آباد اجداد کے علوم میں یہ امر مسطور و مرقوم پاتے ہیں کہ یثرب میں ان کا امر نبوت استحکام پذیر ہوگا اور وہ لوگ ان کے انصار و اخوان ہوں گے اور وہیں ان کی آخری آرامگاہ ہوگی۔

اگر میرے پیش نظر ان کو آفات و مشکلات سے بچانا نہ ہوتا اور ان کو عبادت و کمروہات سے محفوظ رکھنا نہ ہوتا تو ان کی نوٹرمی کے باوجود ان کی حقیقت کو واضح کر دیتا اور عرب کے سب لوگوں کو ان کا تابع فرمان بنادیتا لیکن میں تمہاری عزت و تکریم پر ہی اکتفا کرتا ہوں اور تمہارے رفقہ کے ساتھ بھی کوئی کوتاہی نہیں کر دے گا اس نے وفد میں شریک ہر فرد کے لیے دس دس غلام، دس دس نوٹریوں اور سو سو اونٹ کا حکم فرمایا اور مہینی چاروں کے دو دو حلوں (پوشاکوں) پانچ پانچ رطل (پونڈ) سونے اور دس دس رطل چاندی اور ایک ایک تھیلہ عنبر کا بطور عطیہ و انعام دیا اور حضرت عبد المطلب کے لیے دس گنا ہدایا و تحائف کا حکم فرمایا اور کہا کہ جب سال ختم ہو جائے تو پھر میرے پاس تشریف لانا اگر ابھی سال ختم ہونے نہ پایا تھا کہ اس کا استقبال ہو گیا۔

حضرت عبد المطلب اکثر دفعہ فرمایا کرتے تھے۔ اے گروہ قریش تم سے کسی کو مجھے ملنے والے بادشاہ کے عظیم عطیہ اور جزیل ہدیہ پر رشک نہیں کرنا چاہیے اگرچہ وہ بہت کیشری کیوں نہ ہو کیونکہ یہ ختم ہو جانے والی اور فنا پذیر شے ہے حقیقت قابل رشک وہ امر ہے جس کا ذکر و تذکرہ میرے اور میری اولاد کے لیے میرے رخصت ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے گا۔ اور وہ عزت و عظمت اور ثروت و فضل کبھی ختم نہیں ہوگا جب عرض کیا جاتا کہ وہ امر عظیم کب ظہور پذیر ہوگا تو فرماتے فرمے اس کا پتہ چل جائے گا اگرچہ چند دنوں کے بعد۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ امیر بن عبد شمس نے کہا۔

ترجمہ اشعار :- ۱۔ ہم نے خلوص و ہمدردی کی دولت کو حاصل کیا جس کو سواریاں (اونٹ اور اونٹنیاں) یکے بعد دیگرے پالانوں پر اٹھاتی ہیں۔

(۲) جبکہ ان کی منازل معنی و پوشیدہ تھیں اور وہ خود بڑی بوجھل تھیں اور گہرے راستوں پر چلتے ہوئے صنای کی طرف گامزن تھیں۔



# پینتیسواں باب

## بیان وفات عبد المطلب رضی اللہ عنہ

جب حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا وقت وفات آیا۔ تو انہوں نے جناب ابوطالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نگرانی کی وصیت فرمائی اور اپنی بیٹیوں کو فرمایا کہ مجھ پر اب نوحہ کر جبکہ میں خود سننے کی اہلیت رکھتا ہوں اور موزوں اور غیر موزوں کے اندر فرق واضح کر سکتا ہوں۔ تو تمام بیٹیوں نے مختلف اشعار نوحہ و بدیہ میں کہے جب آپ نے ایسہ کا نوحہ سنا تو اس وقت زبان ہلنے سے قاصر ہو چکی تھی لہذا سر ہلا کر ان کی تصدیق کی کہ واقعی میں اس کا اہل ہوں اور ان کے اشعار یہ تھے۔

اعینتی جودی بد مع درر  
اے میری آنکھو تم میں سے ہر ایک برستے آنسوؤں کے ساتھ سخاوت کرے اس ذات پر جو پاکیزہ  
فصلتوں والے ہیں اور پاکیزہ نسب کے پاکیزہ خلاصہ و جوہر۔

علی ماجد الجد واری الزناد  
جمیل الحمیا عظیم المخطر  
اس ذات پر جو بلند قدر و منزلت والے ہیں اور ہمیشہ مہمانوں کے لیے مصروف خدمت رہنے والے  
اچھے تحائف والے ہیں اور عظیم عزت و قدر والے۔

علی شیبۃ الحمد ذی المکرمات  
وذی المجد والعز والمفتخر  
شیبۃ الحمد ہو جو عالی صفات و کمالات کے مالک ہیں اور صاحب مجدد و عزمت اور قابل فخر سرمایہ قوم ہیں۔  
وذی المجد والفضل فی الثانیات  
جو مشکلات و مصائب میں مجدد و فضل کو برقرار رکھنے والے ہیں۔ اور شمار و گنتی سے زیادہ بزرگیوں اور دانہ و حکمت کا  
قابل فخر اوصاف والے ہیں۔

اتقہ المنایا فلم تشوہ  
بصرف اللیالی وریب القدام  
ان کو مختلف عوارض اور حوادثِ مہلکہ و پریشانی ہوئے مگر یہ گردشِ سبیل و نہار اور تغیر تضار و قدر ان کو پریشان  
نہ کر سکا۔

آپ کا وصال بیاسی سال کی عمر میں ہوا اور یہ بھی سرودی ہے کہ ایک سو دس سال کی عمر میں ایک قول کے مطابق



ایک سو بیس سال کی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو حضرت عبدالمطلب کا وقت وفات یاد ہے تو فرمایا ہاں کیوں نہیں میں اس وقت آٹھ سال کی عمر کا تھا (تو اس وقت کے حالات و واقعات کا یاد نہ ہونا کیسے ممکن ہے) حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبدالمطلب کے جنازہ کے پیچھے چلتے اور درود فراق سے آنسو بہاتے دیکھا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ہم عطاء بن ابی رباح کے ساتھ مسجد حرام میں بیٹھے تھے اور آپس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اور ان کے فضل و کمال کا تذکرہ کر رہے تھے جب کہ وہ طواف کر رہے تھے اور ان کے پیچھے ان کے صاحبزادے علی بن عبداللہ بھی مصروف طواف تھے ہم نے ان کے قدر و قامت اور چہروں کی صباحت و ملاحت کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا تو عطاء بن ابی رباح نے کہا ان کے حسن کو عبداللہ بن عباس کے حسن سے کیا نسبت ہے۔ میں جب مسجد حرام میں ہوتا اور جبل البقیع سے چڑھوں کے چاند کو طلوع ہوتے دیکھتا تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا چہرہ یاد آ جاتا۔ ہم ان کی خدمت میں حکیم کعبہ کے اندر بیٹھے تھے کہ اچانک ایک بہت عمر رسیدہ بوڑھا عصا کا سہارا لیتا ہوا ہمارے پاس آ نکلا اور حضرت عبداللہ سے مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا تو اس بوڑھے نے حاضرین میں سے ایک شخص سے پوچھا یہ جوان کون ہے انہوں نے کہا یہ حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ہیں۔ وہ بولا سبحان اللہ ان کے حسن و جمال میں کتنی تسبیحی آگئی ہے۔

عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عباس فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد عبدالمطلب سب لوگوں سے قدر و قامت میں ممتاز تھے اور آپ کا چہرہ سب سے زیادہ حسین و جمیل تھا جو بھی ایک نظر دیکھتا محبت کرنے لگتا۔ ان کے لیے حکیم کعبہ میں فراش بچایا جاتا اور قریش کی مجلس مشاہدت منعقد ہوتی مگر حرب بن امیہ اور اس قسم کے سردار قریش بھی دور بیٹ کر بیٹھے نہ کوئی ان کے ساتھ اس مسند کرامت پر بیٹھا اور نہ ہی ان کی عدم موجودگی میں۔ ایک دن سرور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور اسی مسند پر بیٹھ گئے۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے آپ کو بھی بٹانا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روئے۔ حضرت عبدالمطلب کی بیانی باحکمی تھی لہذا انہوں نے صرف اپنے لخت جگر کی آواز ہی سنی۔ دریافت کیا میرا بچہ کیوں روتا ہے۔ آپ سے سبب بیان کیا گیا تو فرمایا انہیں ہرگز روکا نہ جائے یہ مسند ان کے لیے ہے۔ یہ اپنے شرف و فضل کو جانتے ہیں اور اس جگہ کا اپنے آپ کو اہل پاتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میرا یہ لخت جگر نور نظر ایک دن ان بلند مراتب اور عالی درجات پر فائز ہوگا جن پر کوئی عربی نہ آج تک پہنچا ہے اور نہ پہنچے گا۔



جب حضرت عبد المطلب کا جنازہ اٹھا کر مقام حجون کی طرف دفن کرنے کے لیے لے جایا جا رہا تھا تو اس وقت فخر عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ سال کے تھے اور جنازے کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور شفیق جدا مجد کی جدائی پر آنسو بہاتے جا رہے تھے۔ حضرت عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابوطالب کو وصیت اس لیے فرمائی تھی کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور جناب ابوطالب ماں کی طرف سے بھی سکے بھائی تھے اور زیر بھی ماں کی طرف سے سکے تو تھے لیکن پھر ابوطالب کو ترجیح دی گئی اس ترجیح و تقدیم میں تین قول ہیں۔ اول حضرت عبد المطلب کی وصیت دوسرا یہ ہے کہ قرعہ اندازی کی گئی اور قرعہ مال جناب ابوطالب کے نام نکلا اور تیسرا سبب یہ ہے کہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی انہیں اختیار کیا اور ان کو یہ اعزاز بخشا۔

## چھٹسواں باب

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا تو جناب ابوطالب رسول خدا علیہ التحیۃ والتناذ کو اپنے پاس لے آئے اور آپ انہیں کے پاس رہتے تھے ابوطالب کے پاس گومال و دولت نہ تھی اور نہ رزق و روزی کی فراوانی مگر ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت تھی کہ اولاد سے بھی اس قدر نہ تھی اور ہمیشہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس سلاتے اور جدھر جاتے آپ کو ساتھ لے جاتے اور آپ کے ساتھ ان کو وہ الفت و محبت ہو گئی کہ ایسی الفت و محبت اور اتنا عشق و انس اور کسی شے سے بھی ان کو نہیں تھا۔ آپ کے لیے مخصوص طعام کا اہتمام فرماتے جب باقی گھر والے مل کر کھاتے یا الگ الگ تو ان کا پیٹ پر نہیں ہوتا تھا اور جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ کھاتے تو سب سیر ہو کر کھاتے حتیٰ کہ جب گھر والے سرکار کی تشریف آوری سے قبل کھانا کھانے لگتے تو آپ انہیں کہتے جب تک میرے بیٹے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف نہ لے آئیں کھانا شروع مت کرو جب آپ تشریف فرما ہوتے اور ان کے ساتھ کھانا کھاتے (تو جو کھانا انہیں کھانیت بھی نہیں کر سکتا تھا وہ اتنا بڑھ جاتا کہ بچ جاتا اور ختم ہونے پر نہیں آتا تھا اور جب آپ نہ تشریف لاتے اور انکو شرف رفاقت نہ بخشے تو بھوکے رہتے۔ ابوطالب آپ سے عرض کرتے تم تو بڑے برکت والے ہو اگر یا بظاہر ہم تمہاری پرورش کر رہے ہیں مگر درحقیقت ہماری پرورش تم کر رہے ہو

سب بچے صبح اٹھتے تو آنکھوں پر غلیظ مواد جمع ہوتا اور بال پر اگندہ ہوتے مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بہتر باتراحت سے اٹھتے تو آنکھیں سرسبز ہوتیں اور بالوں پر قدرتی طور پر تیل لگا ہوتا اور قدرت کے ہاتھوں مشکلی بھی ہو چکی ہوتی تھی۔



عمر بن سعید سے مروی ہے کہ ابو طالب کے لیے مسند و بحیرہ رکھا جاتا اور فخر کون و مکان تشریف لاتے تو اسی پر بیٹھتے۔ ابو طالب صاحب کہتے مجھے پروردگار ربیعہ کی قسم میرے بھتیجے قدرت کی طرف سے عظیم انعامات و احسانات کی امید رکھتے ہیں۔

حضرت عمر بن سعید سے مروی ہے کہ ابو طالب صاحب نے فرمایا میں سوق و المجاز میں تھا اور میرے ساتھ میرے بھتیجے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) تھے۔ مجھے پیاس لگی تو میں نے اُن سے شدت عطش کی شکایت کی اور پیاس لیے نہ تھا کہ میں نے اُن کے پاس پانی دیکھا تھا بلکہ ویسے ہی اپنی تکلیف کا اظہار کیا۔ بظاہر ہم دونوں ہی بھوک اور پیاس کی شدت سے دوچار تھے۔ لیکن میرے عرض کرتے ہی سواری سے اترے اور پوچھا چچا واقعی بہت پیاس ہے میں نے عرض کیا ہاں بات تو اسی طرح ہے۔ تو آپ نے زور سے ایڑی زمین پر ماری تو پانی کا چشمہ ابل آیا اور فرمایا اسے چچا جان پیو تو میں نے اس چشمہ فیض سے پانی پی کر اپنی پیاس کو بجھایا۔

## سینتیسواں باب

سر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو طالب صاحب کی رفاقت میں سفر شام اور بحیرہ راسک ملاقات

داؤد بن حسین کہتے ہیں۔ ابو طالب صاحب پہلی دفعہ شام کی طرف بغرض تجارت تشریف لے گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے ہمراہ تھے اور آپ کی عمر مبارک بارہ سال تھی۔ جب ان سواروں کا قافلہ بعمرہ میں پہنچا تو وہاں ایک دیر اور صومعہ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ وہاں ایک رامہ رہتا تھا اور دیگر علماء قوم نصاریٰ بھی اسی صومعہ میں رہتے تھے اور درس کتاب دیتے تھے۔ پہلے بھی یہ لوگ وہاں سے بکثرت گذرتے تھے مگر اس نے کبھی اُن کے ساتھ کلام بھی نہیں کیا تھا اور اس دفعہ یہاں صومعہ کے قریب قیام کیا جہاں پہلے قیام کرتے تھے تو اس نے اُن کے لیے کھانا تیار کیا اور انہیں مدعو کیا اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب یہ قافلہ اس کے سامنے آیا تو دیکھا کہ ایک بادل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ لگن ہے اور جب اہل قافلہ درخت کے نیچے اترے تو وہ بادل درخت کے اوپر کھڑا رہا۔ قوم سایہ میں بیٹھ گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی جگہ سایہ میں نہ پکی تو درخت کی شاخیں ادھر جھک گئیں اور درخت آپ پر سایہ لگن ہو گیا۔

جب بحیرہ نے یہ عجیب و غریب منظر دیکھا تو صومعہ سے نیچے اتر اور کھانا لگوا کر قوم کو دعوت طعام دی اور کہا



اے قوم قریش میں نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تم سبھی اس میں شرکت کرو اور کوئی چھوٹا یا بڑا، آزاد یا غلام پیچھے نہیں رہنا چاہیے اور میں پُر امید ہوں کہ تم ضرور مجھے اس اعزاز و اکرام سے نوازو گے۔ قافلہ میں سے ایک شخص نے کہا اے بحیری! آج کوئی خاص وجہ ہے ورنہ ہم یہاں مدتوں قیام کرتے رہے اور کوچ کرتے رہے تو نے آج تک پوچھا بھی کبھی نہیں تھا۔ بحیرہ نے کہا میں تمہیں اس عزت و اکرام کا حقدار سمجھتا ہوں یہ خدمت سرانجام دینا چاہتا ہوں۔ سبھی لوگ دعوت میں شریک ہوئے مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نوخیزی اور نوعمری کی وجہ سے وہیں ساز و سامان کی دیکھ بھال میں مصروف رہے اور شریک دعوت نہ ہوئے۔

جب بحیرہ نے ان لوگوں کو دیکھا اور وہ علامت و امارت نہ دیکھی جس نے اُسے دعوت پر مجبور کیا تھا۔ یعنی اہل قافلہ میں سے ایک شخصیت پر بادل کا سایہ کنار ہونا تو اس نے پھر غور کے ساتھ دیکھنا شروع کیا مگر بادل ان میں سے کسی پر سایہ نکلن نظر نہ آیا بلکہ بادل تو پیچھے کھڑا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیے ہوئے تھا تو بحیری نے کہا اے مشر قریش تم میں سے کوئی بھی میری دعوت سے الگ تھلگ نہیں رہنا چاہیے۔ انہوں نے کہا اور تو کوئی شخص پیچھے نہیں رہا البتہ ایک نوخیز بچہ رہ گیا ہے جو ساز و سامان کی دیکھ بھال میں مصروف ہے۔ وہ کہنے لگا اس کو بھی بلاؤ تاکہ دعوت طعام میں شمولیت کرے۔ یہ کتنی بری بات ہے کہ دوسرے تمام لوگ طعام تناول کریں اور ان میں سے صرف ایک شخص الگ تھلگ رہے حالانکہ وہ بھی تمہیں میں سے ہے۔

سب نے کہا بخدا وہ ہم سب میں سے نسبت کے لحاظ سے افضل و اعلیٰ ہیں اور ابوطالب صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ اُن کے بھتیجے ہیں اور حضرت عبد المطلب کی اولاد میں سے ہیں۔ حارث بن عبد المطلب بولے ہمارے لیے واقعی شرم کی بات ہے کہ حضرت عبد المطلب کا دل بند اور عزیز ترین فرزند پیچھے رہے۔ وہ اٹھ کر گئے اور آپ کو ہاتھوں پر اٹھا کر سینہ سے لگا کر لے آئے اور دسترخوان پر بٹھایا اور وہ بادل اوپر اوپر سایہ کرتے ہوئے آ رہا تھا۔

بحیری! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے غم اور انہماک کے ساتھ دیکھنے لگا اور وہ جسمانی علامات پیغمبر آخر الزمان کی جو کہ اپنے ہاں کتب آسمانی میں لکھی ہوئی پاتا تھا ان کو تلاش کرتا رہا اور دل ہی دل میں موافقت و تطبیق کرتا رہا۔

جب سارے لوگ کھانا کھا کر چل دیے تو راہب اٹھ کر آپ کے قریب آیا اور عرض کیا اے شہزادے میں تمہیں قریش کے معبودات و عزیزی کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں لہذا جو کچھ پوچھوں صاف صاف بتلانا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے لات و عزیزی کا واسطہ اور قسم دور ہیں اُن سے زیادہ کسی شے کو مغوص و ناپسند نہیں سمجھتا۔ راہب نے کہا آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ اور اس کے نام اقدس کی قسم میں جو کچھ پوچھوں وہ ضرور بتائیں تو آپ



نے فرمایا ہاں اب جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔

جو اس نے پوچھا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اور وہ سب کتب سابقہ کی پیش گوئیوں کے مطابق تھیں۔ پھر اس نے آپ کی آنکھوں میں غور سے دیکھا پھر دو نو کندھوں کے درمیان موجود علامت نبوت کو دیکھا تو وہ بھی اسی حالت اور جگہ پر موجود رہا جس طرح کہ کتب یہود و نصاریٰ میں مرقوم تھا۔ پھر خاتم نبوت کی جگہ بوسہ دیا۔

قریش نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رامب کے نزدیک بڑا قدر و مرتبہ ہے اور ادھر البوطالب صاحب رامب کا طرز عمل دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اندیشوں میں گھر گئے۔ رامب نے پوچھا یہ بچہ تمہارا رشتے میں کیا لگتا ہے آپ نے کہا بیٹا۔ اس نے کہا نہیں بیٹا تو نہیں اور نہ اس شہزادے کی یہ شان ہے کہ والدین کی تربیت و پرورش پر ان کو چھوڑ دیا جائے (بلکہ ان کے والدین کا سایہ سر سے اٹھا کر اللہ رب العزت خود ان کی تربیت و پرورش فرمانے والا ہے) اس وقت آپ نے کہا یہ میرے بھتیجے ہیں۔ ان کے باپ کو کیا ہوا؟ رامب نے استفسار کیا۔ انہوں نے کہا ابھی یہ اپنی والدہ ماجدہ کے پیٹ میں تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا اور ان کی والدہ انہوں نے فرمایا وہ بھی تھوڑا عرصہ ہوا، جہان فانی سے رخت زندگانی اٹھا کر چل بسی ہیں۔

رامب نے کہا تم نے سچ کہا ہے۔ اپنے اس عزیز کو لے کر واپس اپنے شہر چلے جاؤ۔ اور یہود سے ان کو محفوظ رکھنا اگر یہود نے ان کو دیکھ لیا اور جو کچھ میں نے ان کے متعلق جان لیا ہے اگر ان کو مجھ پر پہنچ گیا تو ایذا رسانی میں ہر ممکن کوشش کریں گے۔ یقین جانو۔ تمہارے اس بھتیجے کی عظیم شان ظاہر ہوئی ہے۔ یہی یہ اور اپنی کتابوں سے معلوم ہوئے ہیں اور اپنے باپ دادا کی روایات سے۔ میں نے اپنا حق نصیحت و خلوص و ہمدردی ادا کر دیا ہے۔

جب یہ تافلہ کارِ دہلی تجارت سے فارغ ہوا تو فوراً سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر وطن واپس ہوا چند بیویوں نے آپ کو دیکھا اور ان صفات و علامات کو دیکھ کر پہچان لیا اور اچانک وار کر کے شہید کرنے کی سعی ناپاک ارادہ کیا۔ بھیری کے پاس جا کر ان کے متعلق بات چیت کی تو اس نے پوچھا۔ واقعی ان کے صفات و علامات کتب مذہب میں موجود پاتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں تو اس نے کہا پھر تم ان کو شہید نہیں کر سکتے لہذا اس برے ارادہ سے باز آ جاؤ چنانچہ انہوں نے بھیری کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اس ارادہ ناسدہ کو ترک کر دیا۔

جناب البوطالب آپ کو بفضلہ تعالیٰ صحیح و سالم واپس لے آئے اور اس کے بعد پھر بھی آپ کو ساتھ لے کر شام کی طرف نہیں گئے۔ مبادا آپ کو کوئی گزند اور تکلیف نہ پہنچ جائے۔

ابوبکر بن ابوموسیٰ سے مروی ہے کہ البوطالب صاحب شام کی طرف بغرض تجارت چند قریش کے ساتھ نکلے اور رسول خدا علیہ التحیۃ والتناہی بھی آپ کے ہمراہ تھے جب رامب پر بلندی سے اترتے ہوئے نمودار ہوئے اور اس کے صومعہ کے قریب قیام پذیر ہونے کے لیے ابھی اونٹ بٹھائے ہی تھے اور بالان وغیرہ نہیں کھول پائے تھے کہ رامب



اپنی عبادت گاہ سے باہر آئی۔ حالانکہ قبل ازیں اس کے پاس سے گذرتے تھے مگر وہ نہ گھر سے نکلتا اور نہ ہی ادھر توجہ کرتا۔ اور ان کے درمیان پہنچ کر ہر ایک کو غور سے دیکھنے کے بعد رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ کو پکڑ کر کہا یہ بتیہ عالمین میں اور یہ رسول رب العالمین ہیں۔ ان کو اللہ رب العزت رحمۃ اللہ علیہ بنا کر مبعوث فرمائے گا تو قریش کے بڑوں نے اسے کہا تجھے کیا خبر! اس نے کہا تم جو گھاٹی سے نمودار ہوئے تو میں نے دیکھا ہر درخت اور ہر پتھر ان کو سجدہ کرنے لگا اور وہ (اللہ تعالیٰ کے علاوہ) صرف نبی کی ذات کے لیے ہی سجدہ ریز ہوئے ہیں اور میں ان کو خاتم نبوت کی بنا پر سمجھتا ہوں جو کندھے والی تیلی ہڈی کے نیچے سب کی مانند ابھرا ہوا گوشت پارہ ہے۔

پھر واپس جا کر اہل قافلہ کے لیے کھانا تیار کر لیا اور اس کو اٹھوا کر ان کی قیام گاہ میں لایا۔ آپ اس وقت اونٹوں کی دیکھ بھال کرتے والوں کی طرف گئے ہوئے تھے۔ بحیرہ بنی کنان کو بلاؤ جب آپ تشریف لارہے تھے تو بادل آپ پر سایہ کیے ہوئے تھا۔ جب آپ قوم کے قریب پہنچے تو وہ ایک سایہ دار درخت کے نیچے جمع ہو چکے تھے اور کوئی سایہ دار جگہ باقی نہ بچی تھی۔ جب آپ تشریف فرما ہوئے تو سایہ آپ کی طرف جھک گیا۔ راہب نے کہا دیکھو سایہ ان کی طرف مائل ہو گیا ہے۔ وہ وہیں کھڑا تھا اور قوم کو نہیں اور واسطے دے رہا تھا کہ ان کو روٹیوں (اہل شام) کی طرف مت جاؤ۔ کیونکہ وہ جب ان کو دیکھیں گے تو ان کے کتب سابقہ میں مندرج صفات و علامات کی وجہ سے پہچان لیں گے اور (خاکم برہن) ان کو شہید کر ڈالیں گے۔ ابھی وہ اپنی بات چیت جاری رکھے ہوئے تھا کہ سامنے سے سات فرسائل شام سے آتے ہوئے دکھائی دے۔ راہب ان کے پاس پہنچ گیا اور کہا کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ سبغہ آخر الزمان اس ماہ میں اس علاقہ کے اندر آئیں گے۔ لہذا شام کے ہر راہ پر آدمی متعین کر دیے گئے اور یہیں ان کے متعلق پتہ چلا تو ہمیں اس راہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اس نے پوچھا تمہارے پیچھے کوئی ایسا شخص بھی ہے جو تم سے عقل و فہم میں بہتر ہو۔ انہوں نے کہا نہیں تو راہب نے کہا مجھے یہ بتلاؤ کہ جس امر کو اللہ رب العزت کرنا چاہے اور اس کی تکمیل و تمکم کا مصمم ارادہ کر چکا ہو کیا اس کو کوئی ٹال سکتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں اور پھر اس راہب سے بیعت کی اور اس کے پاس ٹھہر گئے۔ وہ راہب قریش کی طرف متوجہ ہوا اور کہا میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں اس مقدس و مبارک ہستی کا ولی و سرپرست کون ہے۔ ابو طالب بولے میں! تو اس نے آپ کو تمہیں اور واسطے دے دے کر راستے سے ہی واپس کر دیا۔ اور ان کو اپنی طرف سے زاور راہ پیش کی۔ مہیدہ، دودھ اور شکر سے تیار کردہ روٹی جس کو کھک کہا جاتا ہے، بطور زاور راہ پیش کی۔



## ۱۴۲ اتنیسوال باب

### رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حرب فجار میں تشریف لیجانا

فجار جنگ کا نام ہے اور دو جنگیں اس نام سے معروف و مشہور ہوئی ہیں ایک کو فجار اول اور دوسری کو فجار ثانی کہتے ہیں۔ فجار اول میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک دس سال تھی اور فجار اول میں تین مرتبہ حرب و قتال تک نوبت پہنچی۔

پہلی مرتبہ جو جنگ ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ بدر بن معشر غفاری لوگوں پر فخر و ناز ظاہر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں سب اہل عرب سے عزت و عظمت والا ہوں اور اپنا پاؤں دراز کر کے کہا اگر کسی کو اتنا عزیز و عظیم ہونے کا دعویٰ ہے تو وہ اسے تلوار سے کاٹ دے۔ بنی نصر بن معاویہ سے ایک آدمی اٹھا جس کو احمد بن مازن کہا جاتا تھا اس نے تلوار کا دار کر کے گٹھنے سے الگ کر دیا۔ تب باہم دونوں قبیلوں میں جنگ شروع ہو گئی۔

دوسری مرتبہ یہ سبب بنا کہ بنی عامر کی ایک عورت سوق عکاظ میں بیٹھی تھی چند نوجوان قریش بنی کنانہ سے اس کے پاس جمع ہو گئے اور اسے بطور شرارت استہزاء چہرہ سے کپڑا ہٹانے کو کہا اس نے انکار کیا تو ان میں سے ایک عورت کے پیچھے پیٹھ گیا اور کانٹے کے ساتھ اس کے گرتے کا بھینچ پھلی جانب سے اڑھیر دیا۔ جب وہ اٹھی تو اس کی پیٹھ ٹنگی ہو گئی یہ سب ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ منہ دکھلانے سے گریز کیا مگر پیٹھ دکھانے میں بڑی فیاضی سے کام لیا۔

اس نے غیرت و غصہ سے پکارا یا آل عامر وہ سب برادری کو اکٹھا کر کے ہتھیار لے کر پہنچ گئے اور بنی کنانہ کے ساتھ لڑائی شروع کر دی اور کئی آدمی دونوں طرف سے قتل ہو گئے۔ حرب بن امیہ درمیان میں پڑے اور بنی عامر کو ان کی عورت کے ساتھ ہونے والی زیادتی کی معذرت وغیرہ کر کے راضی کیا۔

تیسرا موجب و باعث یہ ہوا کہ بنی حشم بن عامر میں سے ایک شخص کا بنی کنانہ کے ایک آدمی پر قرض تھا اس نے ٹال مٹول سے کام لینا شروع کیا۔ ان کے درمیان جھگڑا اٹھنا شروع ہوا اور پھر رفتہ رفتہ دونوں قبیلے باہم جنگ و جدال پر اتر آئے چنانچہ ابن جدعان نے اپنی طرف سے وہ قرضہ ادا کر کے اس جھگڑے کو ختم کیا اور جنگ کا معاملہ رفع و دفع ہوا۔ ان مواقع پر رسول خدا علیہ التحیۃ والتسلیم موجود نہیں تھے۔

عہ ظاہر یہ ہے کہ اقدام قتل و قتال ہوازن کی طرف سے تھا اور وہ حرم کے اندر بنی کنانہ پر حملہ آور ہوئے تھے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرم کے اندر قتال میں حصہ نہ لیتے اور اٹم و عدوان میں قطعاً تعاون نہ کرتے مگر چونکہ یہ دفاعی کارروائی تھی اور ظالم کو ظلم کا بدلہ دینا مقصود و مطلوب تھا لہذا آپ نے اس میں شمولیت فرمائی۔ ہذا اللہ و رسولہ اعلم۔



فجارتانی ہوا زن اور بنی کنانہ کے درمیان وقوع پذیر ہوئی اور اس کو فجار اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ یہ جنگ حرم کے اندر ہوئی اور متک حرم کا ارتکاب ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ میں موجود تھے اور فرماتے ہیں کہ میں اپنے چچاؤں کو تیرہ تیا کرتا تھا اور اس وقت رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء کی عمر مبارک چودہ سال تھی اور دوسرے قول کے مطابق بیس سال تھی۔

## انسالیسواں باب

### حلف الفضول میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل

اس حلف اور عہد و پیمان کا موجب و باعث یہ تھا کہ قریش باہم ایک دوسرے کے ساتھ حرم پاک میں ظلم و زیادتی کرتے رہتے تھے تو عبداللہ بن جدعان بن زبیر بن عبدالمطلب نے لوگوں کو عہد و پیمان پر آمادہ کیا کہ سارے مل کر ظالم سے مظلوم کے حقوق واپس دلایں اور سبھی مظلوم کی امداد و طرفداری کریں گے۔ ظالم کی کوئی بھی حمایت نہیں کرے گا۔ چنانچہ سب نے ان کی رائے کے ساتھ اتفاق کیا اور عبداللہ بن جدعان کے گھر میں یہ عہد نامہ پائیہ تکمیل تک پہنچا۔

ابو عبیدہ سے منقول ہے کہ حلف فضول کا باعث یہ تھا کہ یمن سے ایک شخص مکہ مکرمہ میں سامان تجارت لے کر آیا۔ جس کو بنی سہم کے ایک آدمی نے خریدا مگر اس کا حق واجب یعنی قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیا۔ اس نے اپنی پوجی واپس کرنے کا مطالبہ کیا مگر اس شخص نے اس سے بھی انکار کیا تو اس نے مقام حلیم میں کھڑے ہو کر کہا ہے

یا آل ذہر لمظلوم بصاعته بیطن مکة نائی الدار والنفر

اے آل ذہر اس شخص مظلوم کی فریاد سنی کرو جس کا وطن اور برادری کے افراد دور ہیں اور اس کی پوجی ظلم و زیادتی کے ساتھ لے لی گئی ہے۔

أقام من بنی سہم بذمتہم ام ذاہب فی ضلال مال معتمر

کیا بنی سہم کا کوئی شخص ان کی ذمہ داریاں پوری کرنے والا ہے، یا حرم مکہ میں عمرہ کرنے والے کا مال رائیگاں جانے والا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ قیس بن شبہ سلمی نے ابی بن خلف کے ہاتھ کچھ سامان مروخت کیا اس نے لیت و لعل سے کام لیا اور اس کا حق ادا کرنے سے انکار کیا اس نے بنی حجاج کے ایک شخص کی پناہ طلب کی مگر اس نے اس ذمہ داری کے نبھانے سے انکار کر دیا تو قیس نے کہا ہے



یا تقنی کیف هذا فی الحرم  
وحرمۃ البیت داخلان الحرم

اظلم لا یمنع منی من ظلم

اسے قبیلہ نقضی یہ حرم خداوندی کیا ہو رہا ہے۔ مجھے حرمت و عزتِ حرم اور اخلاق کریمانہ کی قسم کیا مجھ پر ظلم ہی ہوتا رہے گا اور اس کا ذرہ بھر تدارک نہیں کیا جائے گا۔

حضرت عباس اور ابوسفیان اٹھے اور انہوں نے اس کا حق لے کر دیا اور اس کو ظلم و زیادتی سے محفوظ کیا اور قبیلہ قیس کے آدمی عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور باہم عہد و پیمان کیا کہ مکرمہ کے اندر جس پر بھی زیادتی کی جائے سب مل کر ظلم سے اسکا بدلہ لیں گے اور مظلوموں کے حقوق ظالموں سے وصول کر کے واپس کریں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عبداللہ بن جدعان کے گھر طے ہونے والے معاہدہ میں شریک تھا اور مجھے یہ پسند نہیں کہ اس معاہدہ کے بدلے مجھے سُرخ اونٹ مل جاتے اور اس میں شرکت سے باز رہتا اور اگر الیا معاہدہ زمانہ اسلام میں طے پائے اور اہل مکہ ایسے معاہدہ پر آمادہ ہو جائیں تو میں اس پر بھی آمادہ ہوں۔

وجہ تسمیہ: اس عہد نامہ کے طے پا جانے کے بعد قریش میں سے بعض لوگوں نے کہا بخدا یہ ایک زائد حلف ہے۔ اس کا نام حلف الفضول پڑ گیا اور زبیر فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس حلف کو حلف الفضول کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ حلف اس حلف کی مانند تھی جس کا معاہدہ قومِ حرم کے درمیان ہوا تھا اور اس میں طے پایا تھا کہ وہ ظلم کو مکرمہ میں پاؤں نہیں جمانے دیں گے اور فوراً اس کو تبدیل کر دیں گے اور اس حلف و عہد کے طے کرنے والے فضل بن شراحہ، فضل بن اضاہ اور فضل بن قضاہ تھے (اور فضل کی جمع فضول ہے تو اس بنا پر اس حلف کو حلف الفضول سے تسمیہ کیا گیا)۔

زبیر سے یہ بھی منقول ہے کہ مجھے عبدالعزیز ابن عمر غسانی نے بیان کیا کہ حلف الفضول والے بنو ہاشم بنو عبدالمطلب بنو اسد بن عبدالعزیٰ و بنو زہرہ اور بنو تمیم تھے جنہوں نے باہم عہد و پیمان کیا تھا کہ جس پر دستِ ظلم و تعدی دراز کیا گیا، ہم سب اس کے ساتھ ہوں گے اور ظالم کے خلاف کارروائی کریں گے خواہ وہ امیر ہو یا غریب اور مظلوم کو اس کا حق دلا کر دم لیں گے۔

زبیر سے ہی منقول ہے کہ مجھے ابراہیم بن حمزہ نے میرے جدِ امجد عبداللہ بن مصعب سے اور انہوں نے



زیر سے ہی مروی ہے کہ مجھے محمد بن حسین نے نوفل بن عمارہ سے اور اس نے اسحاق بن فضل سے روایت کیا کہ قریش نے اس حلف کو حلف الفضول سے اس لیے تعبیر کیا کہ قبیلہ جہم میں سے چند اشخاص جن کے نام فضیل، فضال، مفضل اور فضل تھے انہوں نے بھی اسی طرح ایک عہد و پیمان طے کیا تھا جس طرح کہ اشیاخ نے عہد و پیمان باندھا۔ معروف بن خربوذ کہتے ہیں کہ بنو ہاشم و بنو عبد المطلب اسد اور تیم نے اس امر پر عہد باندھا کہ پورے علاقہ کو مبارکہ اور حبش کے علاقوں میں جو مظلوم بھی ہیں اپنی مدد کے لیے پکارے گا ہم اس کی مدد کو پہنچیں گے اور جب تک اس کا حق نہ دلا دیں گے واپس نہیں لوٹیں گے اور یا اپنے لیے راہ اعتذار ہموار کر لیں گے۔

مطیبون نے اور حبلہ حلفانے اس حلف کو ناپسند کرتے ہوئے اسے حلف الفضول کا نام دیا اور اس عہد کو قوم کے فضول کاموں سے شمار کرنے لگے۔

حکیم بن خزام سے منقول ہے کہ حلف الفضول نجار ثانی سے واپسی پر منعقد ہوا اور رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء اس وقت بیس سال کے تھے۔

ضحاک کے علاوہ دوسرے رواۃ نے مجھے بتلایا کہ نجار ثانی شوال میں ہوئی اور یہ حلف ذوالقعدہ میں انعقاد پذیر ہوا ان تمام عہد و پیمان سے افضل تھا جو کسی بھی زمانہ کے اندر طے پاتے تھے۔ پہلے داعی اس کے زیر بن عبد المطلب تھے ان کی دعوت پر بنو ہاشم، بنو زہرہ اور بنو تیم دار عبد اللہ بن جدعان میں جمع ہوئے اور انہوں نے سب حاضرین کی کھانے کے ساتھ دعوت کی۔ اس وقت سب نے باہم عقد و عہد کیا کہ ہم سب جب تک سمندوں میں ایک قطرہ پانی کا بھی باقی رہے گا مظلوم کا ساتھ دیں گے تا وقتیکہ اس کا حق اس کو ادا نہ کر دیا جائے۔ نیز اس حلف کو باہمی معاشی مسائل میں امداد و تعاون اور ہمدردی و غمخواری کا ذریعہ بنانے کی بھی پوری کوشش کریں گے۔ قریش نے اس حلف کا نام حلف الفضول رکھا۔

حضرت جبر بن مطعم سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جس حلف (حلف الفضول) میں دار عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں میں نے شمولیت کی مجھے اس کی شرکت کے بدلے سرخ اونٹ ملے (جو عربوں کے نزدیک بڑے پسندیدہ ہوتے ہیں) تو بھی میں اس شرکت کو ترک کرنے پر قطعاً آمادہ نہ ہوتا اور اگر اب مجھے اس کی طرف بلایا جائے تو میں اس دعوت کو صرف قبول کر لوں گا۔

محمد بن عمرو کہتے ہیں میرے معلومات کے مطابق قریش پر اس حلف میں کوئی بھی سبقت نہیں لے گیا۔ بلکہ سب سے پہلے یہ شرف انہیں کو حاصل ہوا۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء نے فرمایا میں حلف الفضول میں چھاؤں کے ساتھ شریک ہوا تھا جبکہ میں ابھی نوجوان تھا اور اس حلف کو توڑنے کے لیے قطعاً آمادہ نہیں ہو سکتا خواہ سرخ اونٹ ہی کیوں نہ مجھے پیش کیے جائیں۔



محمد بن حبیب ہاشمی کہتے ہیں کہ یہ حلف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے سے پانچ سال قبل وقوع

پہنچا ہوا

## چالیسواں باب

### اعلان نبوت سے پہلے فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں ہی بتوں سے متنفر و بیزار تھے اور قطعاً ان کی طرف التفات و توجہ نہیں فرماتے تھے۔ قریبی رشتہ دار آپ سے ان کی طرف جانے کے متعلق عرض کرتے تو آپ اس قسم کی عرضداشتوں کو قطعاً قبول نہ فرماتے اور ہرگز اوثان و اصنام کے قریب نہ جاتے بلکہ ان کی قباحت اور عیوب و نقائص بیان فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ام ایمن فرماتی تھیں کہ قریش کا ایک بت معبود تھا جس کو روانہ کیا جاتا تھا وہ اس کی عبادت و تعظیم بجالاتے اور اس کے لیے قربانیاں دیتے اور اس کے پاس سر ترشواتے اور سال میں ایک دن صبح سے شام تک اس کے پاس متکف رہتے۔ ابوطالب صاحب بھی قوم کے ہمراہ اس کے پاس جاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس تقریب میں شمولیت کے متعلق بات چیت کرتے تو آپ انکار فرما دیتے وہ اس کو بہت محسوس کرتے اور آپ کی پھوپھیاں بھی حتیٰ کہ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ یہی آپ کے معبودات قریش سے اجتناب و احتراز پر (حوادث و مصائب میں مبتلا ہونے کا) ڈر لگا رہتا ہے اور کہتی تھیں کہ قوم کے ساتھ عید کے دن شمولیت کیوں نہیں کرتے اور ان کی جمعیت میں کثرت و اضافہ کا موجب کیوں نہیں بنتے۔

اہل قرابت کی طرف سے جب اصرار حد سے بڑھا تو ایک دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمراہ تشریف لے گئے اور ان کی نظروں سے کافی دیر اوجھل رہنے کے بعد جب سامنے آئے تو آپ پر خوف و خشیت کے آثار نمایاں تھے۔ آپ سے پھوپھیوں نے عرض کیا تمہیں کس امر نے گھبراہٹ میں ڈالا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھ پر جن اثر انداز نہ ہو گئے ہوں۔ انہوں نے کہا یہ تو ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں شیاطین کی آزمائش سے دوچار کرے کیونکہ تم امتیازی فضلتوں اور پاکیزہ صفات و عادات کے مالک ہو۔ ذرا بتلائیے تو سہی تم نے دیکھا کیا ہے جس سے یہ اندیشہ لاحق ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا میں جب بھی میت کے قریب گیا ایک سفید رنگت دراز قد شخص میرے قریب آجاتا اور



مجھے کہتا اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیچھے ہٹ جائیے اس بہت کو ہاتھ مت لگائیے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد کبھی بھی آپ ان کی عید میں شریک نہ ہوئے حتیٰ کہ آپ کو شرف نبوت کے ساتھ مشرف کیا گیا اور اعلان نبوت کا حکم دیا گیا۔

نحس بن عمرو نے اپنے شیوخ اور بزرگوں سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم کو (جب بحیرہ راسب نے حقیقت احوال دریافت کرنے کے لیے) لات وغزنی کا واسطہ دیا تو آپ نے فرمایا: مجھے ہرگز ان کو واسطہ نہ دو جتنا بغض مجھے ان سے ہے اتنا اور کسی شے سے بھی نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے دین و مذہب پر تھے تو اس نے بہت بُری بات کی۔ کیا یہ امر روزِ دشمن سے بھی عیاں نہیں ہے کہ آپ بتوں کے لیے ذبح کیے ہوئے جانوروں کو انصاب پر ذبح کیے جانوروں کا گوشت بالکل نہیں کھاتے تھے۔

ابوالوفاء علی بن عقیل نے فرمایا کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتسلیم قبل از بعثت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر کاربند تھے جس امر کا بھی ملت ابراہیمی سے ہونا آپ کے نزدیک پایہِ صحت کو پہنچتا آپ اس پر عمل فرماتے۔

آیا بعد از بعثت و نزول وحی بھی پہلی شریعتوں پر آپ عمل پیرا رہے یا نہیں اس میں دو روایتیں ہیں۔ اول یہ کہ بذریعہ وحی جن امور کا شریعتِ رسل میں سے ہونا معلوم ہوتا اس پر عمل فرماتے نہ اہل کتاب سے سُن کر اور نہ ہی کتب سابقہ کو دیکھ کر ابوالحسن تمیمی کا مختار یہی ہے اور امام ابوحنیفہ کے اصحاب قسبیین کا مسلک یہی ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کسی دوسری شریعت پر عمل پیرا نہیں تھے بلکہ جو وحی آپ پر نازل ہوتی اسی پر کاربند ہوتے۔

(اپنی شریعت ہونے کی رو سے اگرچہ وہ پہلے شریعتوں کے موافق ہی کیوں نہ ہوتی) معتزلہ اور شاعرہ کا مختار یہی ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ سے دونوں قول منقول ہیں مثل دونوں روایتوں کے جن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی شریعتوں پر متعبد اور کاربند تسلیم کیا ہے ان میں پھر اختلاف ہے کہ آپ کس پیغمبر کی شریعت پر عمل فرماتے تھے بعض فرماتے ہیں کہ صرف ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے قسبیین کا مختار یہی ہے۔ اور ایک جماعت کا مختار یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شریعت پر عمل فرماتے تھے ماسوائے ان امور کے جو ہماری شریعت میں منسوخ ہو چکے تھے۔ امام احمد علیہ الرحمہ کے کلام سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک نبی کی شریعت پر پابندی نہیں فرماتے تھے بلکہ جو امر بھی صحیح طریقہ پر معلوم ہوتا کہ کسی نہ کسی پیغمبر کا معمول ہے اور ان کی شریعت میں درست و صحیح اس پر عمل فرماتے بشرطیکہ اس پر خط نسخ نہ کھینچ دیا گیا ہو اور کلامِ مجید سے بھی بظاہر ہی معلوم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اولئك الذين هدى الله فبہداهم اقتدا۔



ہی وہ مقدس گروہ انبیاء ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے خصوصی کمالات اور امتیازی اوصاف سے موصوف فرمایا ہے۔  
لہذا تم بھی ان کی سیرت و کردار اور اخلاق و اعمال کو اپناؤ۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ عرب ہمیشہ کے لیے دین اسماعیل علیہ السلام کی جو بات بھی ان کو معلوم تھی اس پر کاربند رہے۔ انہی امور میں سے حج بیت اللہ، نكاح، طلاق کے بعد حق رجوع کا سقوط، ایک اور دو طلاق کی صورت میں خاوند کے لیے حق رجعت کا اعتراف، تسلیم قتل ناحق کی ریت سوانٹ، غسل جنابت، قرابت یا رشتہ و المادی کی وجہ سے حرام ہو جانے والی عورتوں کے ساتھ نکاح کو حرام سمجھنا اور محبوب خدا علیہ التحیۃ و الثناء ان کے ساتھ ایمان باللہ اور عمل باشرائع مثل نختان، غسل جنابت اور حج میں موافقت فرماتے تھے۔

(بظاہر اس دعویٰ پر قول بالکفائی ما ینتہی ما الکتاب ولا الایمان سے اعتراض وارد ہوتا تھا کیونکہ ظاہری معنی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے تو ابن قتیبہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد تفصیلات شریعت ہیں نہ کہ تصدیق و اقرار کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ تو الگ ہے آپ کی فطرت سلیمہ اور خلوص نیت و محویت اور تقدم رسالت و نبوت، ارواح انبیاء علیہم السلام کے لیے روح نبوی کا مربی ہوا، ملائکہ کو درس تبسّم و تقدیس دینا، آباد و اجداد کی اصلاّب میں ذکر خداوندی اور تسبیح و تقدیس میں مشغول رہنا اور وقت ولادت سرسجود ہونا وغیرہ ایسے امور ہیں جو آپ کے ایمان باللہ پر شاہد عادل ہیں اور ناقابل انکار و تردید برائین و دلائل لیکن ان سے قطع نظر، آپ کے آباد و اجداد جو زمانہ شرک میں دار فانی سے رحلت کر گئے وہ بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے اور اسی کے لیے حج بھی ادا کرتے تھے حالانکہ وہ اہل جاہلیت میں سے تھے اور وہ دور شرک و کفر کا تھا (توجب وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان سے بے خبر نہیں تھے تو سرور انبیاء اور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کیوں کہ بخیر ہو سکتے تھے۔)

## کتا لیسواں باب

بیس سال کی عمر میں ملائکہ کو دیکھنا اور ابو طالب سے بیان کرنا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے سرور انبیاء علیہ التحیۃ و الثناء کی بعثت کے



زبانیں تبتلا ہوں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیس سال کے تھے کہ اپنے چچا ابوطالب صاحب سے کہا کہ میرے پاس چند راتوں سے ایک شخص آتا ہے جس کے ساتھ دو اور آدمی جی: سے ہیں۔ وہ مجھے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں: میں تو وہی گمراہی ان کا وقت نہیں آیا۔۔۔۔۔ مجھے اس امر نے دہشت زدہ کر دیا ہے۔

ابوطالب صاحب نے کہا اسے نور نظر کوئی خاص بات نہیں بس خواب ہی ہوگا۔ کچھ دنوں کے بعد آپ نے پھر کہا اسے چچا جان میں نے جس آدمی کا آپ سے تذکرہ کیا تھا وہ مجھ پر حملہ آور ہوا اور غلبہ پا کر اپنا ہاتھ میرے سینہ کے اندر داخل کر دیا جس کی ٹھنڈک میں اب بھی محسوس کر رہا ہوں۔ ابوطالب صاحب آپ کو لے کر مکہ مکرمہ میں ہی ایک طبیب کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ اُن کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آیا ہے لہذا ان کا مناسب علاج کرو۔ اس طبیب نے آپ کو سراقہ سے پاؤں تک اچھی طرح دیکھا۔ پاؤں مبارک دیکھے۔ کندھوں کے درمیان نگاہ ڈالی (اور خاتم نبوت کو دیکھا) پھر ابوطالب صاحب سے کہا تمہارے بھتیجے بالکل تندرست اور صبح و سالم ہیں بلکہ یہ تو خود طبیب (روحانی) ہیں۔ اور خیر و خوبی کے علامات و نشانات ان میں نمایاں ہیں (ان کا خاص خیال رکھیں اگر) یہود کو موقع مل سکا تو انہیں شہید کر ڈالیں گے اور جو شخص انہیں نظر آیا ہے وہ جن و شیطان نہیں ہے بلکہ وہ نورانی ملکوتی مخلوق ہے جو کہ دلوں کی جستجو کرتے ہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے لوٹے تو آپ کو کچھ عرصہ تک وہ نظارے دیکھنے میں نہ آئے پھر ایک رات محو خواب و استراحت تھے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے آپ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ہاتھ سینہ اقدس میں داخل کر کے دل انور کو باہر نکالا۔ پھر کہا پاکیزہ دل ہے جو کہ پاکیزہ سینہ میں قرار پذیر ہے۔ پھر اس کو اپنی جگہ لوٹا دیا۔ پھر آپ بیدار ہوئے۔

پھر فرمایا میں نے یمن کی حالت میں دیکھا کہ جس مکان میں میں سویا ہوا ہوں اس کی چھت اکھڑی گئی ہے اور اس سے چاندی کی سیڑھی ٹھکانی گئی ہے اور اس کے ذریعے دو آدمی میری طرف اترے ان میں سے ایک نواگ بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پہلو میں۔ اس نے میری پسلی کی ہڈی اکھڑی اور دل کو باہر نکالا اور کہا بڑا اچھا دل ہے۔ دل انکا ایک صالح شخص کا دل ہے اور احکام خداوندی کی تبلیغ کرنے والے نبی کا۔ پھر میرے دل کو اسی جگہ پر لوٹا دیا اور پسلی کو جوڑ دیا پھر اوپر چڑھ گئے۔

میں بیدار ہوا تو چھت سونے سے قبل جس طرح صبح و سالم تھی اسی طرح پانی میں نے (ام المؤمنین حضرت) خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا اللہ رب العزت تمہارے ساتھ بہتر سلوک ہی فرمائے گا اور آفات و بلیات سے محفوظ رکھے گا۔



## بیالیسواں باب

### سرور انبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء کا بھڑکریاں چرانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نبی بھی اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اس نے بھڑکریوں کو چرایا صحابہ کرام علیہ الرضوان نے عرض کیا اور آپ نے بھی تو فرمایا ہاں میں بھی قرار پڑا کہ چرانا رہا ہوں۔ یہ روایت صرف بخاری نے نقل فرمائی (مسلم نے نہیں روایت کی) (اس میں شرح حدیث کا اختلاف ہے کہ قرار پڑا سے مراد کیا ہے) سوید بن سعید کا قول ہے کہ قرار پڑا قیراط کی جمع ہے جو درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے اور اس طرح مطلب یہ ہوا کہ اہل مکہ کی بھڑکریاں چرانا اور ہر بھڑکری کے عوض ایک قیراط وصول کرتا تھا۔

مگر ابراہیم حربی فرماتے ہیں قرار پڑا جگہ کا نام ہے اور چاندی کا سکہ مراد نہیں ہے (اور مختار بھی یہی ہے کیوں کہ اس مقدس خانوادہ کے یہ شایان شان ہی نہیں ہے کہ اجرت پر لوگوں کی بھڑکریاں چرائیں) حکمت :- اللہ تعالیٰ نے مقدس گروہ انبیاء کو قبل از نبوت اس کام پر کیوں مامور فرمایا جبکہ بظاہر ان کی خداوند عظمتوں کے شایان شان یہ کام معلوم نہیں ہوتا۔ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ اس نجیعت و نزار مخلوق کی نگرانی و حفاظت کے لیے فراخی و حوصلہ اور عالی ہمتی و درکار ہوتی ہے (اور سختی اور تنگ دلی ان کے لیے تباہ کن ثابت ہوتی ہے اور انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اصلاح اقوام و ائمہ کے لیے تیار کرنا مقصود ہوتا ہے تو ان کی تربیت و تہذیب کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا۔

## تینتالیسواں باب

### سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از نبوت شغل تجارت

ابوہریرہؓ نے ابن الراسب سے نقل کیا کہ ہمیں قطیفی نے عبد اللہ بن احمد سے روایت بیان کی۔ انہوں نے



امام احمد سے نقل کیا کہ یہیں غفان نے وہیب سے اور اس نے عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے۔ انہوں نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ سائب بن ابی السائب نے مجھے بتایا کہ میں رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کے ساتھ قبل از زمانہ اسلام تجارت میں شریک اور حصہ دار ہوتا تھا جب فتح مکہ کے موقع پر حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا غرض آمدید اس بھائی اور حصہ دار کے لیے جو نہ جھگڑا کرتا تھا اور نہ لڑائی و خصومت کرتا تھا۔

## چوالیسواں باب

فخر عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال تجارت کیلئے سفر شام

یہابی بن منیہ کی بہن نصیبہ بنت منیہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کی عمر مبارک پچیس سال کو پہنچی تو ابوطالب صاحب نے آپ سے عرض کیا کہ میرے پاس مال و دولت نہیں ہے اور یہ دن ہمارے لیے ذرا دشواری و تنگی کے ہیں اور قوم قریش کا قافلہ تجارت شام کو جانے والا ہے اور خدیجہ بنت خویلد قوم قریش سے بہت سے آدمی اپنے اپنے قافلوں میں بغرض تجارت بھیجتی رہتی ہیں۔ اگر تم آمادگی ظاہر کرو اور ان سے مال تجارت لے جانے کے متعلق کہو تو وہ فوراً رضا مند ہو جائیں گی۔ ادھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بھی ابوطالب صاحب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باہمی گفتگو کا علم ہوا تو انہوں نے خود ہی پیش کش کی کہ میں آپ کو دوسرے لوگوں کی نسبت دو گنا مال پیش کروں گی۔ تو ابوطالب صاحب بولے یہ رزق اور مال محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی تمہارے حصہ میں آیا ہے۔

آپ حضرت خدیجہ کے غلام میرہ کے ساتھ سفر شام کے لیے نکلے اور آپ کے چچا اہل قافلہ کو ان کے متعلق وصیت کرنے لگے۔ یہ قافلہ چلتا ہوا بصری میں پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور میرہ ایک درخت کے نیچے اترے تو مسطورہ راہب نے کہا اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے اور کوئی نہیں نازل ہوا۔ پھر میرہ سے دریافت کیا کہ ان کی آنکھوں میں جو باریک سرخ دھاریاں ہیں وہ کبھی جدا نہیں ہوتی ہیں اور نہ ختم ہوتی ہیں؛ تو اس نے کہا ہاں۔ مسطورہ نے کہا یہ نبی آخر الزمان اور خاتم الانبیاء ہیں۔

پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام میں سامان تجارت فروخت کیا۔ ایک شخص نے خدمت و منازعت کرتے ہوئے کمالات و عزائی کی قسم کھاؤ آپ نے فرمایا میں نے کبھی ان کی قسم نہیں کھائی اور مجھے بارہا اس



بات کا (اقربا کی طرف سے) مشورہ بلکہ حکم دیا جاتا رہا ہے لیکن میں نے کبھی اس طرف التفات نہیں کیا۔  
 اس شخص نے کہا تمہاری بات درست ہے پھر میرے سے مخاطب ہو کر کہا بخدا یہ نبی ہیں اور ہمارے احبار و  
 علماء آپ کی صفات و علامات کو اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں اور میرے دیکھتا کہ جب گرمی و دھوپ کے وقت اپنے  
 عروج پر ہوتی تو دو فرشتے آپ پر سایہ نگیں رہتے اور دھوپ سے تحفظ کرتے۔ میرے نے یہ سارے عجائب و حقائق  
 یاد رکھے (اور واپسی پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیے) الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل قافلہ نے اپنے  
 اپنے سامان تجارت کو فروخت کیا اور پہلے کی نسبت (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے) دو گنا نفع کمایا۔  
 جب مکہ مکرمہ واپسی ہوئی تو دوسرا وقت تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے بالا خانہ پر تشریف فرما تھیں۔ سرور  
 عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتے آپ پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔ انہوں نے یہ پیارا منظر  
 گھر میں موجود دوسری عورتوں کو بھی دکھلایا تو سب حیران رہ گئیں۔

حبیب پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات ان کے پاس پہنچے اور انہیں اس سفر میں حاصل ہونے  
 والے نفع کی تفصیلات بیان کیں تو وہ بہت خوش ہوئیں۔

جب میرے اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کو حضرت خدیجہ نے فرشتوں کا آپ پر سایہ نگیں ہونا بیان کیا  
 اس نے کہا یہ صورت تو میں اس وقت سے دیکھتا چلا آ رہا ہوں جب سے آپ شام سے مراجعت فرما ہوئے  
 اور ان کو سطوراً سب نے جو کچھ کہا تھا وہ بھی بیان کیا اور شام میں جس شخص نے نزاع و خصومت کی اور پھر آپ کی  
 صداقت و امانت کا معترف ہو گیا اور نبوت و رسالت کے متعلق گواہی دی وہ ساری تفصیل بھی بیان کی۔

## پیشانیسواں باب

سید و تراں فخر کون مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عقد تزویج خدیجہ الکبریٰ کیساتھ

نفسہ بن غیبہ کہتی ہیں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شام سے مراجعت فرما ہوئے اور مکہ مکرمہ میں داخل  
 ہوئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے بالا خانہ پر تشریف فرما تھیں۔ سرور عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ  
 تمازت آفتاب سے بچانے کے لیے دو فرشتے اُن پر سایہ کیے ہوئے ہیں (تو دل میں آپ کے ساتھ ہی عقد تزویج  
 کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس ارادہ کی تکمیل کو سعادت دارین سمجھا، کیونکہ آپ بڑی دانا اور زیرک تھیں جبکہ دوسرے بہترے



لوگ اُن کے ساتھ مناکحت کے بہت ہی آرزو مند تھے اور ہر ممکن کوشش سے دیرینہ نہیں کر چکے تھے انہوں نے دعوت نکاح بھی دی اور مال و دولت بھی خرچ کیا کیونکہ آپ اعلیٰ حسب و نسب کی مالک تھیں اور بالداری و دولت مندی میں سب پر فائق اگر آپ نے کسی کی طرف مطلق توجہ نہ فرمائی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خود سلسلہ جنابی کرتے ہوئے نفیسہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا نفیسہ کہتی ہیں، میں نے عرض کیا آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا میرے پاس مال و دولت اور دفر اخراجات تو ہیں نہیں شادی کیسے کروں اس نے عرض کیا تو اس حالت میں اگر جناب کو ایسا رشتہ ملے جو صاحب جمال و کمال بھی ہو اور صاحب ثروت و مال بھی اور شرف و کفایت میں بے مثال تو کیا آپ رضامند نہیں ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ایسا کونسا رشتہ اس نے عرض کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تو آپ نے فرمایا اُن کے ساتھ عقد کی صورت کیسے بن سکتی ہے۔ نفیسہ نے کہا میں ذمہ داری لیتی ہوں تو آپ نے فرمایا میں شادی کر لوں گا۔

نفیسہ واپس جا کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کا مشرہ سنایا تو انہوں نے آپ کی طرف آدمی بھیجا کہ فلاں وقت اپنے برادری کے اکابر کے ساتھ میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں اور ادھر اپنے چچا عمرو بن اسد کی طرف آدمی بھیجا کہ آپ کے نکاح کے دلی بن کر عقد کر دیں چنانچہ وہ بھی پہنچ گئے اور سربراہیہ علیہ التیمۃ و التناہ اپنے چچاؤں کے ساتھ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔ ہم عقد مناکحت اور سلسلہ ازدواج قائم ہوا جب کہ آپ کی عمر مبارک پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی چالیس سال۔ ایک روایت یہ ہے حضرت خدیجہ کا عقد نکاح سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُن کے والد خویلد نے باندھا۔ مگر یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ ان کی وفات فجار ثانی سے قبل ہوئی اور نکاح کا انعقاد پانچ سال بعد ہوا۔

ابو الحسین بن فارس کہتے ہیں کہ ابوطالب صاحب نے نکاح پڑھایا اور یہ خطبہ پڑھا اس اللہ کے لیے میں سب تعریفیں جس نے ہمیں اولاد ابراہیم خلیل ہونے کا شرف بخشا اور گلستان اسماعیل علیہ السلام کے نونہال بنایا۔ معد بن عدنان کے اصل سے اور مضر کے عنصر و جوہر سے عالم عناصر کی طرف منتقل فرمایا۔ اپنے حرم کا محافظ و نگران اور اپنے گھر کا مجاور و خادم بنایا اور ہمیں ایسے گھر سے شرف فرمایا جس کا حج کیا جاتا ہے اور ہمیں ایسا حرم عطا فرمایا جو مقام امن و اطمینان ہے اور ہمیں لوگوں پر حکومت عطا فرمائی۔

میرے یہ بھتیجے محمد بن عبد اللہ شرف و فضل کی ان بنیدیوں پر فائز ہیں کہ جس حج کا موازنہ بھی آپ سے کیا جائے، ان سب پر حادی ہو جائیں گے۔ اگر چہ مال کی اُن کے ہاں قلت ہے مگر مال تو دھلتی چھاؤں ہے اور تغیر پذیر حال ہے لہذا اس کا کیا اعتبار ہے، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فراست تم میں سے کون نہیں جانتا اور انہوں نے خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کو دعوت نکاح دی ہے اور اس کے لیے حق نہ صرف کیا ہے جس کا سبب اور موجب میرے ذمے ہے۔



بخدا کچھ عرصہ کے بعد ان کی عظمت شان اور بے بدی مرتبہ کمال عروج پر ہوگی اور ہر ایک پر ظاہر ہوں گی یہ تھی وہ  
تقریب سعید جس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا۔  
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر قبل ازیں بغرض نکاح درقہ بن نوفل کے سامنے ہوا۔ مگر قدرت کو کچھ  
اور ہی منظور تھا لہذا ابوالہ نے اُن کے ساتھ نکاح کیا جس کا اصل نام ہند تھا اور دوسرے قول کے  
مطابق مالک بن التباش تو آپ کے بطن سے اس کی اولاد دو بیٹے ہند اور ہالم پیدا ہوئے۔ اس کی وفات کے بعد  
عتیق بن عائر مخزومی نے آپ کے ساتھ نکاح کیا اور اس کی ایک لڑکی آپ کے بطن اقدس سے متولد ہوئی جس کا  
نام ہند تھا۔  
بعض نے عتیق کے ساتھ عتقہ ابوالہ سے پہلے قرار دیا ہے یہ کہیف ان دونوں کی وفات کے بعد آنحضرت صلی  
اللہ علیہ وسلم نے ان کو شرف زوجیت بخشا اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ کی ساری اولاد پاک حضرت  
خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔

## چھالیسواں باب

فخر آدم و بنی آدم علیہ السلام کی تعمیر کعبہ میں شرکت اور حجر اسود اپنے دست اقدس سے رکھنا

بیت اللہ کی پہلی بنیاد اس طرح رکھی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کو جو کہ یا قوت سُرخ تھا نازل فرما کر  
کعبہ کی جگہ رکھوایا۔ پھر اس کو آسمان پر اٹھایا گیا اور اس جگہ حضرت آدم علیہ السلام نے مکان تیار کیا اور اُن کے بعد اُن  
کی اولاد نے گارے اور پتھر سے اُسے تعمیر کیا طوفان نوح علیہ السلام میں وہ مکان غرق ہو گیا اور اس جگہ صرف ایک  
ٹیلہ رہ گیا جس پر بارش سیلاب وغیرہ نہیں چڑھتا تھا بعد ازاں حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے اُسے تعمیر کیا اس کے  
بعد عمالقہ اور بکھر حرم نے سادت تعمیر حاصل کی اور آخر میں قریش نے اس کو از سر نو تعمیر کیا۔  
حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ شریف میں پہلی دفعہ شہید کرنے پر ایک پتھر کا کتبہ دستیاب  
ہوا۔ اس تحریر کو پڑھنے کے لیے ایک شخص کو بلایا گیا تو اس نے یہ تحریر پڑھ کر سنائی۔

”وہ میرے محبوب بندے ہیں جو کہ صاحب تمکین اور ثابت قدم ہیں اور سب مخلوق سے پسندیدہ و منتخب  
جائے ولادت ان کی مکہ مکرمہ ہے اور دار ہجرت مدینہ منورہ جب تک وہ کجروا امت کو سیدھا نہ کر لیں گے دنیا سے دار آخرت



کی طرف تشریف نہ لے جائیں گے۔ وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دیں گے۔ ان کی اُمت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالانے والی ہوگی جو ہر بندی پر اس کی عظمت کو یاد کریں گے اور حمد و ثنا کے ساتھ رطب اللسان ہوں گے۔ وہ اپنے تہمد آدمی پنڈلی تک باندھیں گے اور اطراف و اعضاء کو وضو میں دھوئیں گے۔

سرور کائنات مقرر موجودات علیہ افضل الصلوٰت والتسلیمات پینتیس سال کی عمر کو پہنچے تو قریش نے کعبہ مبارکہ کو شہید کر کے نئے سرے سے تعمیر کرنا شروع کیا۔ کیونکہ اس کی دیواریں سیلاب و طغیانی (بارش پانیوں) کی وجہ سے کمزور پڑ گئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ہمراہ پتھر لاتے رہے اور تعمیر میں علی طور پر حصہ لیا۔ جب دیواریں حجر اسود کی بندی تک پہنچیں اور اس کے نصب کرنے کا مرحلہ آیا تو باجم جھگڑا پیدا ہوا (ہر قبیلہ کی خواہش تھی کہ اسے اپنی جگہ پر نصب کرنے کی سعادت صرف ہمیں نصیب ہو) حتیٰ کہ جنگ و جدال اور قتل کی دھمکیاں دی جانے لگیں۔ بنو عبد الدار نے خون سے بھر پور پیالہ درمیان میں رکھا، اپنے ہاتھ اس میں ڈبوئے اور موت پر عقد و عہد کیا (یعنی یا حجر اسود اپنی جگہ ہم ہی رکھیں گے یا مرٹیں گے) اسی عہد کی بنا پر ان کو نعتہ الدم (خون چاٹنے والے لوگ) کہا گیا۔ چند دن اسی طرح گزرے پھر باجم مشورہ کیا تاکہ کوئی سہل تلاش کیا جائے۔ ابوامیہ بن المغیرہ نے جو قریش کا سردار تھا کہا جو شخص پہلے پہل مسجد حرام کے دروازہ سے اندر آئے اس کو اپنا حکم اور فیصلہ تسلیم کر لو۔ چنانچہ سب سے پہلے جو ہستی مسجد حرام میں داخل ہوئی وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگے یہ امین ہیں ہم ان کے فیصلہ پر راضی ہیں (اور قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول وحی اور دعویٰ نبوت سے قبل امین کہہ کر پکارتے تھے) جب آپ پہنچے اور انہوں نے اپنے مشورہ اور فیصلہ کا آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا ایک کپڑا لے آؤ۔ جب وہ لایا گیا تو آپ نے حجر اسود کو اٹھا کر اس چادر پر رکھا۔ پھر فرمایا کہ ہر قبیلہ کپڑے کا ایک کنارہ پکڑ کر اسے اٹھائے۔ جب حجر اسود کے نصب کرنے والی جگہ کے قریب تک اٹھایا گیا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کو اپنی جگہ پر نصب کر دیا اور پھر باقی تعمیراتی تکمیل تک پہنچی (اور اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ جنگ و جدال سے امن نصیب ہوا)۔



# نبوت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

## باب اول

### نبوت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے اعلانات ہوائف کے ذریعے

نضر بن سفیان ہذلی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم اپنے ایک قافلہ میں شام کی طرف نکلے جب ہم نرقاء و معان کے درمیان پہنچے تو رات کو وہیں قیام کیا۔ ناگاہ آسمان وزمین کے درمیان ایک سوار پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔ اے سونے والو! اٹھو یہ سونے کا وقت نہیں ہے۔ احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں اور شیاطین کو انتہائی دور دراز بھگا دیا گیا ہے یہ آواز ہم میں سے ہر ایک نے سنی۔

ہم یہ آواز سن کر گھبرائے حالانکہ ہم سب انتہائی دلیر اور بہادر رفقاء سفر تھے جب ہم گھرواپس پہنچے تو ہم نے وہاں سنا کہ مکہ مبارکہ میں قریش اور ایک دوسری ہستی کے درمیان اختلاف پیدا ہو چکا ہے جو کہ عبد المطلب کی اولاد سے ہیں اور ان کا اسم گرامی احمد ہے۔

محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ مسجد کے آخری حصہ سے ایک شخص گذرا۔ اہل مجلس میں سے ایک نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین آپ کو معلوم ہے کہ یہ گزرنے والا شخص کون ہے آپ نے پوچھا کہ کون ہے تم خود بتلاؤ اس نے عرض کیا یہ سوار بن قارب ہیں۔ یہ اہل یمن میں سے ہیں اور بڑا متعاقب اور درجہ رکھتے ہیں یہی وہ شخص ہیں جن کو ان کے تابع جن نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور و بعثت کی خبر دی تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا تم سوار بن قارب ہو، عرض کیا جی حضور فرمایا تم وہی ہو جن کو اپنے تابع جن نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور و بعثت کی اطلاع دی تھی، عرض جی ہاں فرمایا تو کیا اب بھی تم کمانت والا پیشہ برقرار رکھے ہوئے ہو، وہ انتہائی غم و غصہ میں کہنے لگے اے امیر المومنین:



میں جب سے حلقہ بگوش اسلام ہوا ہوں مجھے اس قسم کے کلمات سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ سم جس حالتِ شرک پر تھے وہ تو تیرے پیشہ کمانت سے بھی انتہائی بُری تھی۔ اچھا مجھے وہ واقعہ جن کی اطلاع کا اپنی زبان سے سناؤ۔ عرض کیا اے امیر المؤمنین! میں ایک رات سویا ہوا تھا کہ کسی شخص نے آکر مجھے پاؤں کی ٹھوکر سے جگایا اور کہا کہ اے سواد بن قارب اٹھ۔ اگر تجھے میں ذرہ بھی عقل و فہم ہے تو اس کو بروئے کار لا۔ (اور کمانت کو چھوڑ کر دین اسلام میں داخل ہو جا) کیونکہ اب لوی بن غالب کی اولاد سے ایک بنی مبعوث ہو چکے ہیں جو اللہ کی طرف بلا تے ہیں اور اسی کی عبادت کا حکم دیتے ہیں پھر اس نے چند اشعار پڑھے جن کا معنوم یہ ہے۔

(۱) میں نے جنوں اور ان کی جستجو پر تعجب کیا اور اُن کے اونٹوں پر گدے اور موٹی کھردری چادریں ڈال کر دوڑانے پر بھی۔

(۲) وہ مکہ کی طرف بھاگنے والے ہیں جبکہ وہ ہدایت تلاش کرنے والے ہیں اور حسن اخلاق کے مالک جن، ردی اور رذیل جنوں کی مانند نہیں ہیں (کہ وہ کفر و شرک پر مصر رہیں)۔

(۳) بنی ہاشم میں سے غمغبن اور پسندیدہ شخصیت کی طرف فوراً کوچ کر اور اپنی آنکھوں سے ان کی رفعت و سر بلندی کو دیکھ۔

سواد بن قارب فرمانے لگے میں نے اس کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور اُسے کہا مجھے سونے دے کیونکہ مجھے شام سے ہی میند نے غلبہ کیا ہوا ہے۔

دوسری رات ہوئی تو پھر آکر پاؤں کی ٹھوکر سے جگا با اور کہا اے سواد بن قارب کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ اٹھ اور فہم و فراست اور عقل و کیا ست سے کام لے۔ کیونکہ لوی بن غالب کی اولاد سے ایک بنی مبعوث فرمائے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ دکھلاتے ہیں اور اسی کی عبادت کا حکم دیتے ہیں۔ پھر اس نے چند اشعار اس مضمون کے پڑھے۔

(۱) میں نے جنوں اور ان کی طلب و آرزو پر تعجب کیا اور اونٹوں پر پالان رکھ کر دوڑانے پر۔

(۲) وہ مکہ مکرمہ کی طرف مائل ہیں در آنحالیکہ وہاں ہدایت کو طلب کرتے ہیں اور نہیں اُن میں سچے مانند جھوٹوں اور کاذبوں کے۔

(۳) بنی ہاشم کے خلاصہ کی طرف فوراً کوچ کر۔ ان کی غلامی میں پہلے داخل ہونے والوں کے ساتھ بعد والے برابر نہیں ہو سکیں گے۔

فرمایا کہ میں نے پھر بھی اس کی بات سنی ان سنی کر دی اور کہا مجھے سونے دے مجھے سخت میند آئی ہوئی ہے۔ جب تیسری رات ہوئی تو پھر وہ جن آیا اور حسب سابق ٹھوکر مار کر جگایا اور کہا میں نے تجھے بار بار کہا ہے۔ واپائی اور



سوچ بوجھ سے کام لے غفلت کے پردوں سے باہر آ۔ لوی بن غالب کی نسل سے نبی (آخر الزمان) علیہ السلام  
مبعوث ہو چکے ہیں جو اللہ کی طرف بلا تے ہیں اور اس کی اطاعت و عبادت کی طرف۔ پھر اُس نے یوں کہنا شروع کیا۔  
(۱) مجھے جنوں پر تعجب ہے اور ان کی خبروں پر اور اونٹوں پر پالان رکھ کر (تلاش حق میں) دوڑنے پر۔  
(۲) وہ مکہ مبارکہ کی طرف بھاگ رہے ہیں تلاش حق اور تحصیل ہدایت کے لیے اور نہیں ہیں مومن حق مانند  
کفار کے۔

(۳) پس تو فوراً اپنی ہاشم کے سلالہ کریمہ کی خدمت میں حاضر ہو جو مکہ مکرمہ کے ٹیلوں اور پہاڑیوں کے درمیان ہیں۔  
اس جن کے بار بار متنبہ کرنے پر میرے دل میں اسلام کی محبت و رغبت پیدا ہو گئی۔ صبح ہوتے ہی اپنی اونٹنی  
پر پالان وغیرہ رکھا اور مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

ابھی تھوڑی راہ طے کی تھی کہ مجھے معلوم ہوا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما گئے ہیں مدینہ  
طیبہ حاضر ہوا سید انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ مسجد میں تشریف فرما ہیں وہاں  
حاضر ہوا مسجد کے دروازہ پر اونٹنی کو باندھا مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ باہتلاب نبوت درمیان میں جلوہ گر ہیں اور ارد گرد  
صحابہ کرام ستاروں کی مانند حلقہ بنائے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کیا آپ میری گزارش کو سماعت فرمائیں گے  
آپ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اسے میرے قریب لاؤ چنانچہ آپ نے مجھے اتنا قریب کر دیا کہ میں سرکار  
کے سامنے جا بیٹھا عرض کیا میری گزارش سماعت فرمادیں۔ فرمایا بتا کیا بتانا چاہتا ہے۔ مجھے تو یہ بتا کہ تجھے اپنے تابع  
جن نے کیا اگر کہتا تھا میں نے عرض کیا۔

(۱) میرا صلاح کار اور مشیر میرے پاس پہنچا جب کہ میں نیند اور سکون کی حالت میں تھا اور میں نے جو دیکھا اور آگیا  
میں اس میں غلط بیانی کرنے والا نہیں ہوں۔

(۲) وہ مشیر تین رات آیا اور ہر بار اس کا قول یہی تھا کہ تیرے پاس نسل لوی بن غالب کے رسول تشریف لائے۔  
(۳) میں نے اس کے تکرار و اصرار پر تیاری کی اور جہد و جہاد و تیز رفتار اونٹنی نے صحراؤں کے درمیان لا کر  
کھڑا کیا ہے۔

(۴) فاشہدان اللہ لا رب غیرہ وانک ما مومن علی کل غائب  
پس میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی رب نہیں ہے اور آپ جملہ غیوب و سرار  
پر اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔

وانک ادنی المرسلین وسیلۃ الی اللہ یا بن الاکرمین الا طائب  
اور میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ اسے باکرامت اور پاکیزہ اسلاف کی نسل کریم کہ تم سب رسولوں سے



اللہ تعالیٰ کی جناب میں قریب ترین وسیلہ ہو۔

وان کان فیما جاد شیب الذوائب

(۶) فرما جاتا تھ یا خیر مرسل

لہذا اسے سب رسولوں سے افضل و اکرم جراحکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل ہوتے ہیں یہیں ان کا حکم دیں اہم طاعت و خدمت گزاری کے لیے حاضر ہیں اگرچہ ان احکام کی شدتیں ہماری جوانی کو بڑھاپے ہی میں تبدیل کر دیں۔

سواک بمن عن سواد بن قارب

(۷) دکن لی شفیعاً یوم لا ذو شفاعة

اور آپ اس دن میرے شفیع بننا جس دن آپ کے علاوہ اور کوئی سفارش سواد بن قارب کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گی۔

سواد بن قارب نے جب ایمان افروز قصیدہ پڑھا اور شرف اسلام سے مشرف ہوئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور خوشی سے چودھویں کے چاند کی طرح چمکنے لگا اور صحابہ کرام بھی انتہائی فرحت و مسرت کا اظہار فرمانے لگے۔

جب سواد بن قارب اپنا قصہ اسلام و ایمان سنا چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً اٹھ کر انہیں گلے لگایا اور فرمایا میں یہی چاہتا تھا کہ خود تمہاری زبانی یہ تفصیل سنوں۔ اچھا تو یہ بتلاؤ اب بھی تمہارا وہ جن تمہارے پاس آتا ہے تو آپ نے کہا جب سے میں نے تلاوت قرآن شروع کی ہے وہ نہیں آتا اور جنوں کو حاضر کرنے کے لیے پڑھے جانے والے کلمات کے عوض کلام مجید اور فرمان حمید کتنا اچھا بدل ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (بعثت نبوی) کی پہلی خبر جو مدینہ طیبہ میں پہنچی وہ یہ تھی کہ ایک عورت پر ایک جن عاشق تھا (اور پرندہ کی شکل میں گھبرہنچ جاتا اور موقع پا کر مبراہی کر لیتا) ایک دن وہ دیوار پر آ بیٹھا تو عورت نے کہا کیا بات ہے مدت ہوئی آنا جانا بند ہے اور باہمی سلسلہ گفتگو اور سلام و کلام ختم تو جن نے کہا اب وہ ہستی ظہور پذیر ہو گئی ہے جس نے ہمارا انسانوں کے گھروں میں رہنا ممنوع قرار دیا ہے اور بدکاری و زنا کو بھی حرام فرما دیا ہے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی النجار کی ایک عورت جس کو فاطمہ بنت نعمان کہا جاتا تھا اور اس کا ایک جن تابع تھا جو اس کے پاس آیا کرتا تھا۔ جب سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو وہ آیا اور دیوار پر آ پڑا۔ اس عورت نے پوچھا آج چلے کی طرح نہیں آیا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا وہ ذات ظہور فرما ہو چکی ہے جس نے شراب اور زنا کو حرام فرما دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خرم بن فاکم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے



عرض کیا کہ میں آپ کو اپنے ابتداء اسلام کا واقعہ نہ سناؤں، (تو آپ نے فرمایا ضرور سناؤ) انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنے چوپائوں کی تلاش میں تھا کہ مجھ کو ابرق غرات کے مقام پر رات آگئی رہیں نے (جاہلیت کے رسم و رواج کے مطابق) بلند آواز سے کہا میں اس وادی کے عزت و عظمت والے جن کی سفہاء اور بیوقوف جنوں کے شر سے پناہ لیتا ہوں تو ناگاہ غیب سے ندا دینے والے نے ندا دی۔

(۱) اسے جو ان الشد ذوالجلال کی پناہ لے جو مجدد و برتری کا مالک ہے اور انعامات و انصاف سے نوازنے والا۔  
(۲) سورہ انفال کی آیات تلاوت کر۔ اللہ تعالیٰ کو واحد جان اور مان اور شر اسرار سے کوئی خوف و خطر نہ رکھ۔  
میں نے کہا اسے ہائف تو کیا کہتا ہے۔ کیا تیرے پاس سامان ہدایت ہے یا تو گمراہی میں مبتلا کر دیا ہے۔  
اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت عطا کرے راہ خلاصی اور سبیل رشاد کی خبر دے وہ کونسا ہے؟  
تو اس نے کہا۔

هذا رسول الله ذو الخيرات يدعو الى الخيرات والنجات

یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جو خیرات و فیوض کے مالک ہیں اور نجات و نجات کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔  
بامر بالصوم و بالصلوة و ينزع الناس عن الهنات

وہ نماز اور روزہ کا حکم دیتے ہیں اور لوگوں کو بد عملیوں، بد کرداریوں اور بد فعلیوں سے سختی کے ساتھ الگ کرتے ہیں۔  
عبداللہ عثمانی نے کہا کہ ہمارے ہاں ایک شخص تھا جس کو مازن بن عمرو بن عبدالمطلب کے نام سے پکارا جاتا تھا وہ ایک بت کا سادہ اور بجا اور تھا جس کی چند قبائل تنظیم و عبادت کیا کرتے تھے اور اس بت کو عمان کے ایک قریہ سما یا میں نصب کیا گیا تھا ہم نے ایک رات بت کے نزدیک قربانی کی جس کو غیرہ کہا جاتا ہے تو میں نے بت کے اندر سے یہ آواز سنی کہ

اے مازن مَن تو اس (خوشخبری) کو سن کر خوش ہو گا۔ خیر ظاہر اور غالب ہو گیا۔ شر پوشیدہ اور زلیل ہو گیا قبیلہ مضر سے ایک نبی مبعوث ہو گئے ہیں جنہوں نے لوگوں کو خدا کے برتر کا دین عطا کیا ہے۔ لہذا اب پتھر سے تراشے معبود کو ترک کرتا کہ تو جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جائے۔

مازن کہتے ہیں میں بت کے اندر سے آواز و ندا مَن کر خوف زدہ ہو گیا۔ پھر ہم نے چند دن کے بعد دوسری قربانی کی تو اسی طرح بت سے پھر آواز آنے لگی۔ اے مازن میری طرف متوجہ ہو اور قریب آ اور میری بات کو غور سے سن اور جاہل نہ بن۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول (تمہارے قریب موجود ہیں) جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حق کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں لہذا تو ان پر ایمان لے آ تاکہ اس آگ کی حرارت سے محفوظ ہو جائے جو سخت بھڑکانی جانے والی ہے اور اس کا ایندھن سخت پتھر ہیں۔







ازن کہتے ہیں یہ تو عجب واقعہ ہے کہ بت کے اندر سے میری ہدایت و رہنمائی کی جارہی ہے، یقیناً قدرت کی طرف سے میرے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ اسی اثنا میں ہمارے پاس اہل حجاز میں سے ایک آدمی آنکلا ہم نے پوچھا تمہارے علاقے میں کوئی نئی بات تو ظاہر نہیں ہوئی۔ اس نے کہا وہاں ایک شخص ظہور پذیر ہوئے ہیں جن کو محمد کہا جاتا ہے جو ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے والے کی میری دعوت کو قبول کر دو تو میں نے کہا یہی وہ خبر ہے جو میں نے سنی ہے۔

میں اس بت کی طرف اٹھا اس کو ریزہ ریزہ کیا۔ اور سواری پر بیٹھ کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسلام کی تعلیم دی اور شریعت کی تفصیلات سے آگاہ کیا تو میں مشرف باسلام ہو گیا اور ان کے حلقہ غلامی میں داخل ہو گیا۔

ختم قبیلہ کے ایک شخص نے بتایا کہ عرب بتوں کے پاس اپنے جھگڑوں کے فیصلے کے لیے جایا کرتے تھے۔ ہم ایک رات بت کے پاس متحکم تھے اور ہم نے اپنے ایک جھگڑے میں فیصلہ کا اس سے تقاضا کر رکھا تھا کہ ناگاہ ہاتھ کی آواز ہمارے کانوں میں سنائی دی۔

اے وہ لوگو! جو محض جتنے اور ڈھانچے ہو (اور عقل و فہم سے عاری و خالی) اور احکام کو سوتوں کی طرف منسوب کرنے والے ہو۔ تم حکمت و عقل کے معدن نہیں ہو یہ قریب ہی بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس موجود ہے جو سب مخلوق خدا کے سرور ہیں اور سب حکام سے زیادہ عدل و انصاف کے علمبردار ہیں جن سے نور ہدایت اور دین حق کی شاعیں پھوٹ رہی ہیں۔ لوگوں کو غصیان و آثام سے زبردستی پیچھے ہٹا رہے تھے اور بلد حرام میں علانیہ دعوت حق دے رہے ہیں۔

ہم گھبرائے اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ اشعار لوگوں میں مشہور و معروف ہو گئے بعد ازاں ہمیں معلوم ہوا کہ بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے ہیں تو میں حاضر ہو کر اسلام لے آیا اور ان کا طوق غلامی گلے میں ڈال لیا۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں علاقہ شام میں تھا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو میں ایک دن کسی کام کے لیے سفر پر نکلا رات راہ میں آگئی تو (زمانہ جاہلیت کے عادات کے مطابق جنوں کی پناہ طلب کرتے ہوئے) میں نے کہا میں آج رات اس وادی کے عظیم و عزیز سرور جنات کی پناہ میں ہوں۔ حجب میں بیٹھنے لگا تو ناگاہ ایک نمدار دینے والا نمدار سے رہا تھا جس کی آواز سنائی دے رہی تھی مگر شخص وجہ نظر نہیں آ رہا تھا کہ پناہ چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ لو۔ جن اللہ رب العزت کی گرفت سے کسی کو کیا بچا سکتے ہیں۔ رسول امین رسول خدا بزرگ و برتر کا ظہور ہو چکا ہے۔ ہم نے اُن کے پیچھے مقام جحون میں نماز ادا کی ہے دولت اسلام



(۲) ضحاربت بھی ہلاک ہو گیا، محمد رسول برحق پر نزول کتاب سے قبل جس کی عبادت کی جاتی تھی۔  
 (۳) بیشک وہ ذات اقدس جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد قریش میں سے ہونے کے باوجود نبوت و ہدایت کے وارث بنے ہیں وہی نظریہ و عقیدہ، قول و فعل و عمل و کردار کے لحاظ سے ہدایت یافتہ ہیں۔  
 میں نے اس بات کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا جب غزوہ خندق سے کفار ذلیل و رسوا ہو کر واپس ہوئے تو میں نے حالت نوم میں یہ آواز سنی۔ وہ نور جو منگل کی رات نازل ہوا وہ عضباً اونٹنی کے شہسوار کے پاس ہے میں نے فوراً بارگاہ رسالت کا قصد کیا اور وہاں حاضر ہو کر نور ایمان سے اپنے دل کو منور کر لیا۔

راشد بن عبد ربہ نے کہا سواع نامی بت معالیٰ کے مقام پر منصوب تھا قبیلہ ہذیل اور قبیلہ سلیم میں سے بنو ظفر اس کی عبادت کرتے تھے بنو ظفر نے بنی سلیم کی طرف سے سواع کو ہدیہ پیش کرنے کے لیے راشد بن عبد ربہ کو بھیجا راشد کہتے ہیں میں سواع کے پاس حاضر ہونے کے لیے چلا اور فجر کے قریب سواع کے پاس پہنچنے سے قبل میں نے ایک بت کو دیکھا کہ اس کے اندر سے کوئی چلا چلا کر کہہ رہا ہے بڑے ہی تعجب کی بات ہے۔ ظہور و خروج اس بنی کریم کا جو کہ اولاد عبد المطلب سے ہیں اور زنا و حرام کاری، ربا اور سود خواری کو حرام فرماتے ہیں اور بتوں کے لیے ذبح و قربانی کو بھی۔ آسمانوں پر سپرے بٹھا دیے گئے ہیں اور یہیں شہاب ثاقب کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

پھر ایک اور بت کے اندر سے آواز آنے لگی رضحار کو ترک کر دیا گیا حالانکہ عرصہ دراز سے اس کی عبادت کی جا رہی تھی بنی برحق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے۔ وہ بنی نماز ادا فرماتے ہیں اور زکوٰۃ کا امر فرماتے ہیں روزہ اور نیک اعمال کا حکم دیتے ہیں۔ علی الخصوص صلہ رحمی کا درس دیتے ہیں۔  
 تیسرے بت کے اندر سے بھی یہ آواز سنی دینے لگی۔

”بیشک نسل قریش میں سے جس ہستی نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد نبوت و ہدایت کی وراثت سنبھالی وہ عظیم مرتبہ ہدایت کے مالک ہیں اور وہ ایسے بنی ہیں جو گذری ہوئی ائمہ و اقوام کے احوال و حالات بتاتے ہیں اور آنے والے واقعات کی بھی خبر دیتے ہیں۔“

راشد فرماتے ہیں جوں ہی میں سواع کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو لوطیاں وہاں موجود ہیں جو لوگوں کے ہدایا و مخالف کو کھا رہی تھیں اور ارد گرد کو چاٹ رہی تھیں ادھر سے فارغ ہوئیں تو اس پر چڑھ کر پیشاب کر دیا۔ راشد سواع کی یہ حالت دیکھ کر پکار اٹھے۔

لقد ذل من بالمت علیہ الثعالب

ارب یمول الثعلبان براسہ

کیا وہ رب ہو سکتا ہے جس کے سر پر لوطیاں پیشاب کر رہی ہوں یقیناً وہ بہت بڑی ذلت سے دوچار ہوا

جس پر لوطیوں نے پیشاب کیا۔ (اور یہ وہ زمانہ تھا جس میں بنی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا تھا)



## دوسرا باب

### جانوروں کی زبانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت نبوت

ابو عمر ہندی فرماتے ہیں میں اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ سواع کے پاس قربانیاں لے کر پہنچا۔ پہلے پہل میں نے اس کے لیے ایک فرسہ گائے کو ذبح کیا تو میں نے گائے کے اندر سے یہ آواز سنی بڑی عجیب بات ہے اس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور جو درختوں کے درمیان ظہور فرما ہوئے وہ زنا کو اور بتوں کیلئے ذبح کو حرام قرار دیتے ہیں۔ آسمانوں کو جنوں کی آمد و رفت سے محفوظ کر دیا گیا ہے اور ہمیں شہب ناریہ سے نشانہ بنایا جاتا ہے۔

ہم وہاں سے اٹھ کر الگ الگ ہو گئے مگر مکرر پہنچے لوگوں سے دریافت کیا کسی نے ہمیں محمد مصطفیٰ علیہ القیۃ والثناء کے ظہور کی خبر نہ دی یہاں تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے عرض کیا اے ابو بکر کیا مکرر میں کوئی ہستی مدعی نبوت ظہور پذیر ہوئی ہے جن کو احمد کے مقدس نام سے پکارا جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا تمہارے دریافت کرنے کا موجب و باعث کیا ہے؟ میں نے سارا قصہ عرض کیا تو انہوں نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں جو یہاں ظہور فرما ہو چکے ہیں۔ انہوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی مگر ہم نے کہا ابھی ہم اپنی قوم کا رد عمل دیکھتے ہیں۔ اسے کاش ہم اسی وقت ان کے حلقہ کمند زلف کے اسیر بن جاتے اور مسلمان ہو جاتے مگر یہ دولت ہمیں بعد میں نصیب ہوئی۔

مجاہد سے مروی ہے کہ ہمیں ابن العنبر نامی ایک بوڑھے نے بتایا جس نے زمانہ جاہلیت بھی پایا تھا جبکہ ہم غزوہ رودس میں مصروف تھے کہ میں اپنی قوم کی گائے بانکے ہوئے جا رہا تھا تو میں نے اس کے اندر سے آواز سنی۔ اے آل ذریعہ کھلی اور واضح بات ہے ایک ہستی با آواز بلند لا الہ الا اللہ پکار رہی ہے۔ ہم مکرر میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہو چکی تھی اور آپ دعویٰ نبوت فرما چکے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بھیڑ یا آیا اور اس نے بھیڑ بکریوں کے گلہ سے ایک بکری پکڑ لی چرواہا اس کے پیچھے بھاگا اور بکری چھین لی۔ بھیڑ یا ایک بلند طیلہ پر چڑھ کر اس انداز سے میٹھ گیا کہ لگے پاؤں کھڑے رکھے اور دم پھلی دو ٹوٹا ٹوٹوں کے درمیان دبا کر سرین کو زمین پر ٹیک دیا۔ اور زبان سے کہنے لگا جو رزق مجھے اللہ تعالیٰ نے دیا تھا تو وہ مجھ سے چھین لیا ہے۔ آدمی نے بھیڑیے کی گفتگو سنی تو کہا خدا کی قسم آج کے دن جو عجیب واقعہ دیکھا یہ تو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بھیڑ یا ہو کر انسانوں کی طرح کلام کر رہا ہے۔ بھیڑیے نے کہا یہ تو کوئی تعجب خیز بات



نہیں ہے دراصل حیرت و تعجب کا موجب تو یہ بات ہے کہ سنگستانوں کے درمیان نخلستان میں ایک ہستی جلوہ فرما ہے جو گزرے ہوئے واقعات بھی بتلاتے ہیں اور آنے والے حوادث بھی۔ وہ شخص یہودی تھا (پہلا نام اس کا عمیر سٹائی تھا اور بعد ازاں مکلم الذئب کے لقب سے مشہور ہوا) فوراً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا بھڑیے کا واقعہ عرض کیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ یہ امر قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔ عنقریب یہ امر بھی ظاہر ہوگا کہ گھر ٹانگ گھر سے دور ہوگا اور وہ گھر نہیں لوٹے گا حتیٰ کہ اس کو اس کے جوتے اور ہاتھ کی چھڑی بتلا دے گی کہ اس کے گھر میں اس کے بعد کیا ہوتا رہا ہے اور اہل خانہ کیا کرتے رہے ہیں۔

## تیسرا باب

### فخر العالمین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی علامات نبوت جو آپ نے بعثت سے قبل دیکھیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک صاحبِ لولاک علیہ افضل الصلوٰات نے مکہ مکرمہ میں پندرہ سال اس حال میں گزارے کہ پہلے سات سال صرف نور و ضیا کا مشاہدہ فرماتے تھے اور آواز سنائی دیتی تھی اور آٹھ سال وحی نازل ہوتی رہی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر آغازِ وحی سچے خوابوں کے ساتھ ہوا جو بھی خواب دیکھتے وہ سپیدہ سحر کے مانند واضح طور پر پورا ہو جاتا اور خواب حقیقت واقعہ کے عین مطابق ہوتا۔ پھر آپ کے دل اقدس میں خلوت گزینی اور تنہائی کی محبت پیدا کر دی گئی۔ آپ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں عبادت فرماتے حتیٰ کہ وہیں اعلانِ نبوت کا حکم ہوا اور حضرت جبریل امین وحی کے ساتھ نازل ہوئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب کھلی فصائیں نکلتے تو پکارنے والے کی پکاراؤں کو سنتے۔ یا محمد یا محمد کی آواز آتی جب آپ آواز سنتے تو وہاں سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ ایک دفعہ حسب سابق آواز سنی تو گھر تشریف لے آئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا



ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میرے عقل و فہم میں اختلاط و التباس کا عارضہ تو پیدا نہیں ہو گیا۔  
انہوں نے عرض کیا اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے بہت بعید ہے کہ آپ جیسے پاکیزہ خصال اور بلند  
اخلاق ہستی کے عقل و فہم میں کسی قسم کا فتور و نقص پیدا ہونے دے۔

پھر انہوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ بیان کیا اور وہ یحییٰ سے  
ہی رسول خدا علیہ التحیۃ والتنا کے ندیم و مصاحب تھے۔ انہوں نے آپ کے ہمراہ ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کا  
ارادہ کیا۔ جب آپ سے وہاں چلنے کے متعلق عرض کیا تو فرمایا کیوں؟ عرض کیا اس امر کی تحقیق کے لیے جسکا تذکرہ  
آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جب ورقہ کے پاس تشریف لائے اور واقعہ بیان فرمایا تو انہوں نے  
دریافت کیا کوئی چیز بھی نظر آتی ہے؟ فرمایا نہیں۔ لیکن جب اکیلا گھلے میدانِ علاقہ میں نکلتا ہوں تو آواز سستا ہوں۔  
پکارتے والاد کھانی نہیں دیتا اور میں جلدی سے اس جگہ کو چھوڑ دیتا ہوں مگر جب میں دوڑنے لگتا ہوں تو پکارتے  
والا بھی میرے ساتھ ساتھ پکارتا چلا آتا ہے۔ ورقہ ابن نوفل نے عرض کیا۔ آپ اب اگر آوازیں تو بھاگیں نہیں  
بلکہ اپنی جگہ ثابت قدمی سے کھڑے رہیں تاکہ جو کچھ وہ کہنا چاہتا ہے اسے سماعت فرما سکیں۔

اس کے بعد آپ باہر تشریف لے گئے تو یا محمد کی نداد سنی جواب میں لیکر فرمایا تو آواز دینے والے نے  
کہا کیسے۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبیدہ و رسولہ پھر کہا پڑھیے الحمد للہ رب العالمین  
حتیٰ کہ ساری سورۃ فاتحہ پڑھی۔

پھر آپ ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لائے اور یہ واقعہ ان سے ذکر کیا تو انہوں نے عرض کیا تمہارے لیے  
بشارت ہو اور مبارک ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم محمد ہو یعنی ہر ایک کے نزدیک قابلِ ستائش خلق کے نزدیک بھی  
اور خالق کے نزدیک بھی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم احمد ہو یعنی سب سے زیادہ اللہ کی حمد بجالانے والے۔ اور  
میں اس امر کی گواہی بھی دیتا ہوں کہ تم رسول رب العالمین ہو۔ وہ وقت قریب ہے کہ تمہیں اپنے مخالفین کفار و  
مشرکین کے ساتھ حرب و قتال کا حکم دیا جائے۔ اگر اس وقت میں زندہ ہو تو میں تمہاری معیت میں تمہارے  
اعداء سے ضرور قتال کروں گا اور اپنی جان تم پر نثار کر دوں گا۔ لیکن وہ اذن قتال سے پہلے ہی دنیا سے رحلت فرما  
گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اس عالم و فاضل کو جنت میں دیکھا وہ سبز جنتی لباس زیب تن  
کیے ہوئے تھے۔



## چوتھا باب

### نباتات و جمادات کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں سلام پیش کرنا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں اب بھی اس پتھر کو جانتا ہوں جو مکہ مکرمہ کے اندر ہے اور وہ مجھے بعثت سے پہلے سلام کیا کرتا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نبی الانبیاء علیہ التیمۃ والسلام کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں تھا ہم ایک طرف کو نکلے جدھر پہاڑ اور درخت تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جس درخت یا پتھر کے پاس سے گذرتے تھے وہ السلام علیک یا رسول اللہ کہہ کر اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سید الخلق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ جن دنوں مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان نبوت کا حکم دیا گیا میں جس درخت اور پتھر کے پاس سے گذرتا وہ مجھے سلام پیش کرتے ہوئے السلام علیک یا رسول اللہ کہتا۔

حضرت برہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فریقہ رسالت عائد فرمایا تو آپ قصائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو وہ نکل جاتے حتیٰ کہ کوئی گھر اور بشر نظر نہیں آتا تھا اور اسی دوران آپ گھاٹیوں اور وادیوں میں پہنچ جاتے جس درخت اور پتھر پر جناب والا کا گذر ہوتا وہ السلام علیک یا رسول اللہ عرض کرتا۔ آپ دائیں بائیں اور پیچھے دیکھتے مگر کوئی شخص نظر نہیں آتا تھا (تب مزید اطمینان ہو جاتا کہ واقعی درختوں اور پتھروں کی طرف سے سلام نیاں اور ہدیہ شوق پیش کیا جا رہا ہے)۔

## پانچواں باب

### ابتداء وحی کا بیان

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ پہلے پہل آغاز وحی سچے خوابوں کی صورت میں ہوا اور



جو کچھ آپ خواب میں ملاحظہ فرماتے اس کو بیداری کے بعد سپیدۂ سحر کے مانند واضح طور پر محسوس و معلوم فرما لیتے۔ پھر آپ کے دل اقدس میں خلوت اور گوشہ نشینی کی محبت پیدا کر دی گئی تو آپ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے، زاوِ راہ ہمراہ ہوتا اور چند دن وہاں عبادت میں مصروف رہتے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور دوبارہ زاوِ راہ لے کر غارِ حرا کو انوارِ عبادت سے منور فرماتے اور آپ غارِ حرا میں مصروف عبادت ہی تھے جب پیغامِ حق آپ کو پہنچا۔

حضرت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اقرار یعنی پڑھو۔ سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والتناذ نے فرمایا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تاکہ خود بخود پڑھنے لگوں جبریل امین علیہ السلام نے آپ کو سینہ سے لگایا اور اچھی طرح دبایا جتنا کہ آپ برداشت کر سکتے تھے۔ پھر کہا۔ پڑھیے۔ آفتابِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ دوبارہ بغلگیر ہو کر اتنا دبایا جس کے آپ متحمل ہو سکتے تھے۔ پھر چھوڑ کر کہا۔ پڑھیے۔ آپ نے پھر فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ تیسری مرتبہ جبریل امین نے پھر چھپاتی سے لگا کر اتنا دبایا جتنا آپ کی قوت جسمانی سہاڑ سکتی تھی پھر چھوڑ دیا اور عرض کیا۔

اقرا باسم ربك الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرا وربك الاکرم الذی علم بالقلم۔ علم الانسان ما لم يعلم۔ پڑھیں آپ اپنے رب کے نام اقدس کے وسیلہ سے جس نے سب مخلوق کو شرف وجود سے مشرف فرمایا۔ انسان (جیسی اشرف المخلوقات نوع کو) منجمد خون (جیسی حقیر شے) سے پیدا فرمایا۔

عہ ہر اہی کو پڑھایا جائے تو وہ پڑھ ہی لیتا ہے تو پھر یہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب کا باعث و موجب کیا ہے اسلئے حضراتِ محدثین نے مختلف ترجیحات بیان فرمائی ہیں اول۔ ما انا بقارئ میں نفی نہیں ہے بلکہ استغناء ہے یعنی میں کیا پڑھوں اور جب تیسری مرتبہ حضرت جبریل امین نے آیاتِ تلاوت کیں تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو تلاوت فرمایا اور اس کی تائید ما اقرؤ کی روایت سے ہوئی ہے۔ دوم۔ جبریل علیہ السلام نے جنتی ریشم کے قطعہ پر لکھی ہوئی یہ آیات سید السادات علیہ الصلوٰۃ کی خدمت میں پیش کر کے پڑھنے کے متعلق عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں رسم الخط کی واقفیت نہیں رکھتا تاکہ ان کو دیکھ کر پڑھ دوں اور علم با تعلم کے کلمات مبارکہ میں اسی امر کی طرف اشارہ بھی معلوم ہوتا ہے اور آئندہ صفحات میں اس امر کی تصریح بھی موجود ہے۔ سوم۔ جبریل امین کا اچانک تشریف لانا اور پڑھنے کے متعلق عرض کرنا بغیر اس کے کہ قبل ازیں بے تکلفی پیدا ہو چکی ہوتی اور العنت و مواسست موجود ہوتی۔ بموجب اضطراب خاطر اقدس ہوا اور پڑھنے سے گریز فرمایا۔ جب بار بار انہوں نے گلے لگایا اور غصہ دوستوں کا طرد طریقہ اپنایا تو اضطراب سکون سے منقلب ہو گیا اور بے گانگی و گانگت میں تبدیل ہو گئی۔ لہذا اب کے پڑھنے کے متعلق عرض کیا تو پڑھنا شروع فرمادیا۔

(مزید تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو۔ عمدة القاری۔ جلد اول۔ فتح الباری جلد اول و اشعاع الطمات و مترقاہ)



پڑھیں آپ! آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے جس نے قلم کو ذریعہ تعلیم بنایا۔ انسان کو وہ کچھ بتلایا جو قبل ازیں نہیں جانتا تھا۔ آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کے ان الوار کے ساتھ دولت کدہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے تو (نقل وحی اور عظیم ذمہ داری کا بوجھ سر پر آجانے کی وجہ سے) جسم اقدس پر لرزہ طاری تھا اور گردن مبارک اور کندھوں کا درمیان گوشت پتھر پتھر ہوتا تھا! (اور سردی محسوس ہو رہی تھی) جب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پہنچے تو فرمایا مجھے چادر اور حائل مجھ پر ڈالو۔ آپ نے چادر زیب تن کرائی (گھر پہنچ کر آرام و سکون آگیا) اور حالت اضطراب ختم ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا یہ کیا ہے؟ مجھے تو خوف و خشیت کا احساس ہونے لگا ہے۔

انہوں نے عرض کیا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا (کہ آپ جیسی شخصیت کو اللہ تعالیٰ بے یار و مددگار چھوڑے اور کوئی آپ کو تکلیف پہنچا سکے) بلکہ آپ کے لیے مبارکباد ہو اور خوشخبری۔ اللہ تعالیٰ ہرگز آپ کو شرمندہ اور نظر غلامی میں حقیر نہیں ہونے دے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں بہر بات میں سچائی اور صداقت سے کام لیتے ہیں۔ لوگوں کے بوجھ برداشت فرماتے ہیں۔ مہمانوں کی میزبانی فرماتے ہیں اور مصائب و مشکلات میں گھر سے ہوئے لوگوں کی نصرت اعانت فرماتے ہیں۔

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ساتھ لے کر درتہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ وہ حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی تھے جنہوں نے نصرانی مذہب اختیار کر لیا تھا اور وہ انجیل کا عربی زبان میں ترجمہ کر کے لکھتے تھے مگر اس وقت بہت عمر رسیدہ تھے اور بینائی سے محروم۔ حضرت خدیجہ نے ان سے کہا اے چچا زاد بھائی۔ اپنے اس برادر زادہ سے حقیقت حال سنو (اور اپنی رائے سے آگاہ کرو) چنانچہ انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا واقعہ بیان فرمایا تو انہوں نے عرض کیا۔ یہ تو وہ ملک وحی ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا۔ اے کاش میں اس وقت جوان اور توانا ہوتا۔ اے کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب کہ آپ کو قوم قریشی مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور کر دے گی (اور آپ کو بادل نا خواستہ مدینہ منورہ میں تبلیغ رسالت کا سلسلہ شروع کرنا پڑے گا) آپ نے پوچھا کیا وہ مجھے یہاں سے نکالیں گے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں جو شخص بھی ان تعلیمات اور احکام کو لایا ہے، قوم کی طرف سے اس کے ساتھ عداوت و دشمنی کی گئی ہے اگر آپ کے وہ ایام میرے مقدر میں ہوتے تو میں ضرور تمہاری امداد و نصرت اور خدمتگذاری کی ہر ممکن کوشش کرتا۔ پھر جلد ہی اُن کا وصال ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی آمد بھی وقتی طور پر منقطع ہو گئی اور یہ انقطاع حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انتہائی حزن و ملال کا موجب بنا حتیٰ کہ ہمیں یہ روایات بھی پہنچی ہیں کہ آپ شوق وحی میں جب انتہائی بیقرار ہوتے تو اپنے آپ کو پہاڑوں کی بلند چوٹیوں سے گرا کر ختم کر دینے کا ارادہ فرماتے اور اسی جذبہ میں مدہوش ہو کر اور اپنے آپ سے بیگانہ ہو کر جب پہاڑ کی راہ لیتے اور اس کی چوٹی پر چڑھ کر اپنے آپ کو گرنے کا ارادہ کرتے تو فوراً جبریل امین علیہ السلام سامنے آ



موجود ہوتے اور عرض کرتے۔ اسے جملہ اوصاف کمال کے مالک محمد خلیق و خالق تم اللہ کے برحق رسول ہو۔ آپ کا اضطراب اور جوش سکون و اطمینان سے بدل جاتا اور نفس و روح کو تسلی و تشفی حاصل ہو جاتی تب آپ واپس لوٹتے پھر حبیب محبوب حقیقی کا نہ پیغام موصول ہوتا نہ قاصد آتا تو جذبہ عشق بے چین و بے قرار کر دیتا اور روح اقدس بشریت کے پنجرہ سے آزاد ہو کر مرکز حسن و جمال کی طرف پرواز کا عزم کرتی آپ پہاڑ کی بلندی پر چڑھتے تو جبریل امین پھر حاضر بارگاہ ہو کر تسلی دیتے یہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فترۃ وحی کا واقعہ بیان فرمائے ہوئے سنا آپ نے اس ضمن میں فرمایا کہ ایک دفعہ میں کھلی جگہ چل رہا تھا کہ میں نے آسمان کی طرف سے آواز سنی جب سر اٹھا کر ادھر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان کرسی بچھائے ہوئے جلوہ نما ہے۔ جوں ہی میں اس کو اس عظمت اور شان و شوکت سے عجیب حالت میں میٹھے ہوئے دیکھا۔ مجھ پر حالت رعب طاری ہوئی اور میں گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا پھر وہاں سے واپس ہوا تو اہل بیت سے کہا میرے اوپر چادر ڈالو انہوں نے چادر ڈالی اور میری طبیعت سنبھلی تو اللہ رب العزت نے سورۃ مدثر کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں۔ یا ایہا المدثر قم فانذرا و دبت نکتہ (الایۃ)۔

ان دونوں روایات کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

عہ اس انقطاع کا موجب اولاً تو یہ تھا کہ سابقہ تاثر و انفعال اور اضطراب و بے قراری پوری طرح زائل ہو جائے تاہم تسلسل کی صورت میں بنیاد جسمانی اور ہنر و بشری حد سے زیادہ متاثر ہو کر مقصد رسالت سے دور نہ ہو جائے۔ ثانیاً۔ فراق اور جدائی میں محب ہر وقت محبوب کی یاد میں مصروف و منہمک ہوتا ہے اور اس توجہ اور استغراق کی وجہ سے اسے محبوب کے ساتھ مناسبت نامرید پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نہ قاصد و پیام آنے پر اضطراب اور بے چینی دامن گیر ہوتی ہے اور نہ ہی خود محبوب کے جلوے بے حجابانہ دیکھنے پر جس طرح شیوخ اپنے مریدین کو ذکر اور خلوت کی تعلیم دیتے ہیں تاکہ مذکور سے ڈاکر کو مناسبت حاصل ہو جائے اور پھر عبادت میں لذت و سرور پیدا ہو مگر کہاں ذکر حبیب پاک اور کہاں غلبہ شوق کی یہ فردائی۔ ایسے قرب مقام کا حال بھی یہ ہے۔ یسیر غریب روح پیکس از انبیاء تافت۔ آنجا کہ تو بال کرامت پریدہ۔ ہر یک بقدر غرضی بجائے رسیدہ است آنجا کہ بے نیست تو آنجا رسیدہ۔ موسیٰ زہوش رفت بیک پر توصفات۔ تو عین ذات نمی نگری دہسمی۔

اور وہ حال وحی جو آج واسطہ فیض ربانی بنے ہوئے ہیں ایک وقت ایسا بھی آیا وہ خلوت گزراں سے دور سرسدرہ دربان بن کر بیٹھے تھے اور حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کریم قدس میں دنی فتنہ کی کے مقام قرب پر فائز ہو کر فادائی الی عبدہ ما ادعی کے سر نہاں کے راز دار بنائے جلہ تھے۔ امام اہل سنت نے کیا خوب فرمایا۔

غنیہ ما ادعی کے جو چکے دما کے بارغ میں  
میل سدرہ تران کی بر سے بھی محرم نہیں



حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ کے سامنے یہ تذکرہ کیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے جبرئیل علیہ السلام کا ذکر کیا ہے تو انہوں نے کہا سبحو سبحو (وہ پاک ہے پاک ہے) جبرئیل کے شان سے بعید ہے کہ اس کا تذکرہ اس میں کیا جائے جہاں اصنام و اوثان کی عبادت کی جا رہی ہے۔ جبرئیل اللہ تعالیٰ کے امین وحی ہیں اللہ تعالیٰ اور رسل کرام کے درمیان پیغام رسانی کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ آپ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس مکان پر جائیں جہاں آپ نے اُن کو دیکھا ہے۔ جب وہ نازل ہوں تو تم اپنے (سراقہ سے) دوپٹہ سر کا دینا اگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہوں گے تو پھر نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں گے۔ چنانچہ (انہوں نے سرکار ابد قرار علیہ السلام کی معیت میں) ایسا ہی کیا تو جبرئیل امین علیہ السلام نے جاکر ورقہ بن نوفل سے بتلایا تو انہوں نے کہا وہ ناموس اکبر (احاط وحی جبرئیل علیہ السلام) ہیں جس کی اطلاع بتو اسرائیل اپنی اولاد کو بھی مفت میں نہیں دیتے بلکہ قیمت وصول کرتے ہیں۔ پھر ورقہ بن نوفل سرور انبیاء و مرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعوت نبوت کا انتظار کر لے لگا۔

حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء سے عرض کیا۔ اے میرے چچا زاد۔ کیا مجھے بھی اس شخص کی اطلاع دے سکتے ہو جو آپ کے پاس آتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں تو انہوں نے عرض کیا پھر جس وقت وہ آئے مجھے مطلع فرمانا ایک دن جبرئیل امین ان کی موجودگی میں آگئے تو آپ نے فرمایا اے خدیجہ یہ ہیں وہ میرے رفیق و مصائب جو میرے پاس آتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ آپ اٹھ کر میری ران پر بیٹھ جائیں پھر بتائیں کہ وہ نظر آرہے ہیں۔ آپ بیٹھ گئے اور فرمایا کہ نظر آرہے ہیں۔ میں نے بائیں ران پر بیٹھنے کا عرض کیا اور پھر پوچھا تو ظاہر اب بھی نظر آرہے ہیں۔ فرماتی ہیں میں نے اپنا دوپٹہ اتار دیا پھر پوچھا تو فرمایا اب نظر نہیں آرہے ہیں تو اس وقت میں پکار اٹھی کہ بخدا واقعی یہ بزرگ فرشتے ہیں اور نعوذ باللہ جن بھوت یا شیطان نہیں ہیں۔

محبوبہ محبوب خدا علیہ وعلیٰ آلہ التحیۃ والثناء سے منقول ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں ایک اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی۔ اتفاقاً وہ مہینہ رمضان المبارک کا تھا۔ جب ایک رات آپ غار سے باہر نکلے تو السلام علیک کی آواز سنی فرمایا میں نے اس کو کسی جن کی غیر متوقع آواز خیال کیا اور تیزی سے گھر کی طرف آ نکلا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا انہوں نے مجھے کپڑے کے ساتھ ڈھانپ دیا۔ اور پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے پورا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا آپ کے لیے بشارت ہو کیونکہ کلمہ سلام خیر و عافیت کا پیام ہے۔

فرمایا میں پھر ایک دفعہ نکلا تو یوں معلوم ہوا کہ جبرئیل امین علیہ السلام سورج پر تشریف فرما ہیں۔ اُن کا ایک پر مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں۔ مجھے ان کی یہ حالت دیکھ کر ہول اور دہشت کا احساس ہوا۔ تیزی سے غار کی طرف چلنے لگا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ سے پہلے غار کے دروازہ پر موجود ہیں۔ پھر انہوں نے میرے ساتھ گفتگو شروع



کردی حتی کہ وحشت موانست اور الفت میں بدل گئی۔ پھر انہوں نے ایک جگہ میرے ساتھ ملاقات کرنے کا وعدہ کیا میں مقام وعدہ پر پہنچ کر انتظار کرنے لگا۔ جب انہوں نے دیر لگائی تو میں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ ناگاہ دیکھا تو حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہم السلام سامنے موجود ہیں اور سارے اُنق کو ڈھانپے ہوئے ہیں پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نیچے اترے مجھے سیدھا گدی کے بل سلا کر میرے سینہ کو دل کے اوپر سے چاک کر کے اُسے باہر نکالا اور پھر چیر کر اُس میں جو کچھ نکالنا تھا وہ نکالا۔ پھر اسے سونے کے طشت میں رکھ کر باؤ زرمزم کے ساتھ دھویا۔ بعد ازاں اپنی جگہ رکھ کر اس کو درست کر دیا اور سینہ اقدس کو بھی اپھر میری پیٹھ پر مہر نبوت لگائی بعد ازاں مجھ سے کہا۔

اِنشَآءُ بِاسْمِ رَبِّكَ - اپنے رب کریم کے مقدس نام کے وسیلہ دعا غانت سے پڑھیے۔

میں دباں سے اٹھ کر حس درخت یا پتھر کے سامنے آیا ہر ایک نے مجھے السلام علیک یا رسول اللہ کا پیارا سلام پیش کیا حتی کہ حضرت خدیجہ کے پاس آیا تو انہوں نے بھی کہا۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔

عبید بن عمیر سے سوال کیا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداء نزول وحی کیسے ہوئی حتی کہ پھر جبرئیل علیہ السلام نازل ہونے لگے تو انہوں نے کہا حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم غار حرا میں ہر سال اعتکاف بیٹھتے تھے اور عبادت اعتکاف قریش میں دور جاہلیت میں بھی مروج تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تو جو شخص بھی ماسکین میں سے دباں حاضر ہوتا آپ اس کو کھانا کھلاتے۔ جب اعتکاف سے فارغ ہوتے تو گھر جانے سے قبل بیت اللہ شریف کا سات مرتبہ یا جو بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہوتا اس قدر طواف فرماتے پھر دولت کدہ پر تشریف لے جاتے حتی کہ جب وہ مہینہ آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت و نبوت سے سرفراز فرمایا اور اعلان نبوت و رسالت کا سال آیا اور یہ ماہ رمضان تھا اس میں بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول غار حرا کی طرف تشریف لے گئے اور آپ کے اہل بیت بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ حتی کہ وہ مبارک اور پاکیزہ رات آپہنچی جس میں آپ کو کرامت نبوت سے مکرم و معظم فرمایا گیا تو جبرئیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ فخر عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں سویا ہوا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اُن کے ہاتھ میں رشیم کا ٹکڑا تھا جس کے اندر کچھ مرقوم و مکتوب تھا تو انہوں نے کہا پڑھیے۔ میں نے کہا کیا پڑھوں۔ انہوں نے مجھے سینہ سے لگا کر اس زور سے دبا یا کہ مجھے اپنی موت کا اندیشہ لاحق ہونے لگا اور تین مرتبہ اسی طرح کیا پھر کہا آپ پڑھیں تو میں نے کہا کیا پڑھوں اور میں اس اندیشہ کے تحت یہ کہہ رہا تھا کہ پھر نہ نہ کہیں مجھے گلے لگا کر دباؤں تو انہوں نے کہا۔ اقرء باسم ربك الذی خلق۔ ۵



حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت مبعوث فرمایا جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال اور ایک دن تھی جبریل علیہ السلام ہفتہ کی رات پھر اتوار کی رات حاضر ہوئے اور پھر سوموار کی رات پیغام رسالت لے کر آئے جبکہ رمضان المبارک کی سترہ راتیں گزر چکی تھیں اور آپ غار حرا میں جلوہ فرما تھے۔

اور وہ پہلا مقدس مقام ہے جس کو نزول وحی کا شرف حاصل ہوا ہے اور اس رات فقط اقرؤ باسم ربک سے لے کر عالم علیم تک ہی نزول آیات ہوا۔ پھر حضرت جبریل نے اپنی ایڑی سے زمین کو کھرچا تو اس سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ تب انہوں نے سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیفیت وضو کا عملی نمونہ دکھلایا اور دو رکعت نماز ادا کر کے کیفیت صلوٰۃ کا درس دیا۔

(بقیہ صفحہ ۱۹) قوت و شدت کے ساتھ کیوں دیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کاملین کی تاثیر اور توجہ چار قسم کی ہوتی ہے۔ انکاسی۔ القافی۔ اصلاحی۔ اتحادی اور اتحادی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شیخ اور مرشد کامل اپنی روح کو مرشد کی روح کے ساتھ ملا دیتا ہے اور جملہ کمالات جو اپنی روح میں موجود ہیں ان کو روح مرشد و مرید میں بھی پیدا کر دیتا ہے و بالجلہ دریں افشردن تاثیر اتحادی بود کہ روح لطیف خود را از راہ مسام بدن درون بدن آنحضرت داخل فرمودہ بآرواح مبارک متحد ساختند و چون شیر و شکر باہم آمیختند و حالت عجیب در میان ملکیت و بشریت پیدا شد کہ در بیان نمی آید۔ (تفسیر عزیزی پارہ سیام صفحہ ۳۳۸)۔

خلاصہ مرام یہ ہے کہ اس معانقہ میں تاثیر اتحادی تھی کہ جبریل امین علیہ السلام نے اپنی روح لطیف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر کے مسامات میں سے اندر داخل فرما کر آپ کی روح اقدس کے ساتھ متحد کر دیا اور باہم شیر و شکر کے مانند ملا دیا اور اس وقت بشریت و ملکیت کے درمیان ایک ایسی عجیب حالت ظاہر ہو پیدا ہوئی جو بیان سے باہر ہے۔

سبحان اللہ جن کا آغاز یہ ہے کہ جملہ کمالات جبریل اور ان کی تمام صلاحیات و استعدادات اس وقت حاصل ہو گئیں تو جب نبوت و رسالت کا منصب انتہا پر پہنچا ہوگا اور حسن باطن اور کمالات روحانیہ کی تکمیل ہو گئی ہوگی تو پھر منصب و مقام کیا ہوگا اور علوم و اسرار پر اطلاع و واقفیت کا عالم کیا ہوگا، اسی لیے وہ تقدی کی خلوت گہ راز میں جب آپ نے قدم رکھا اور فلکان قاب قرسین ادا دئی کے مقام قرب پر فائز ہوئے تو جبریل کو سرسمدہ دربان بلکہ بٹھا دیا گیا۔ امام ابن منت نے

غنیچہ ما ادجی کے جو چکے دنی کے باغ میں

بیل سدرہ توان کی بوسے بھی محرم نہیں

فرمایا ہے



## چھٹا باب

### جبریل امین علیہ السلام کا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وضو اور نماز کی ترکیب بتلانا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آغاز وحی کے دوران حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے تو آپ کو وضو اور نماز کی کیفیت بتلائی جب وضو سے فارغ ہوئے تو ایک چلو پانی لے کر زیر ناف پر (کپڑوں کے اوپر سے ہی ڈالا) تاکہ لوگوں کو خروج قطرات کے دسواں کا دفاع بتایا جائے (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ اس حدیث میں کیفیت صلوٰۃ کا بیان مذکور نہیں ہے اور نہ تعداد رکعت مگر براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت (جو ابھی گزری ہے اس) میں رکعات کی تعداد دو بتلائی گئی ہے (اور ظاہر ہے کیفیت ادائی بھی تھی جو اب شریعت مطہرہ میں مروج ہے ورنہ ضرور اسے بیان کیا جاتا)

مقابل بن سلیمان فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابتداء اسلام میں اہل اسلام پر صرف دو نمازیں فرض فرمائیں۔ دو رکعت نماز فجر اور دو رکعت بعد از زوال۔ پھر شب معراج پانچ نمازیں فرض ہوئیں اور یہ بھی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہے کہ آپ نے ابتداء نبوت میں زوال آفتاب سے مکمل نماز ادا فرمائی۔

علماء تفسیر فرماتے ہیں۔ سورہ منزل مکہ مبارکہ میں نازل ہوئی جبکہ قیام شب و نماز تہجد محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء پر فرض تھا۔ آپ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان ساری رات نماز اور عبادت میں مصروف رہتے۔ (جب اللہ تعالیٰ نے ان کا جذبہ امتثال اور اخلاص تہیت آزمایا) اور ان کی مشقت و ریاضت کا مشاہدہ فرمایا تو اس امر کو منسوخ فرما دیا۔ اور سورہ منزل میں ارشاد فرمایا۔ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنْتُمْ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثِ اللَّیْلِ اَلٰیۃ۔

عطار بن یسار اور مقاتل بن سلیمان رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ قول باری تعالیٰ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنْتُمْ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثِ اللَّیْلِ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ فرض قیام یل اور شب بیداری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سے اس آیت کریمہ میں منسوخ فرمائی گئی۔

... مِنَ الْمَا، فَتَعْدِلُ نَافِلَةٌ لَّكَ۔ اور رات کے کچھ حصہ میں نماز تہجد ادا کرو جو تمہارے لیے نفل ہے۔



اور امت پر سے اس کا منہ پانچ نمازوں کی فرضیت سے ہوا۔  
 ایک قول یہ ہے کہ صرف امت سے یہ فرض منسوخ ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی فرضیت باقی تھی  
 اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیام میل فرض بھی صرف نبی الانبیاء علیہ التہیۃ والتناہد پر تھا امت پر فرض ہی نہیں تھا۔  
 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سورہ منزل کی ابتدائی آیات کے نزول اور آخری آیت  
 کے نزول میں ایک سال کا وقفہ تھا۔

## ساتواں باب

ابتداء نبوت میں فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت خدیجہ او  
 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو نماز باجماعت پڑھانا

ابن عقیف کندی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں تجارت پیشہ آدمی تھا میں حج کے لیے آیا تو حضرت  
 عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تاکہ ان سے بعض اشیاء خریدوں جب میں میدان منیٰ میں اُن کے پاس تھا کہ ناگاہ  
 ایک عظیم شخصیت قریب ہی نصب شدہ خیمہ سے باہر نکلی، سورج کی طرف (وقت نماز کا اندازہ لگانے کے لیے) دیکھا  
 اور نماز شروع کر لی پھر اس خیمہ سے ایک عورت نکلی۔ اس نے اُن کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر لیا۔ پھر ایک  
 نوخیز جوان بھی اسی خیمہ سے نکلا جو بلوغت کے قریب پہنچا ہوا تھا وہ بھی اُن کے ساتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے میں مصروف ہو گیا  
 میں نے حضرت عباس سے کہا یہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا یہ میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ میں نے  
 کہا یہ عورت کون ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ ان کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ میں نے جو ان کے متعلق  
 استفسار کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ میں نے سلسلہ سوالات  
 جاری رکھتے ہوئے پوچھا یہ کر کیا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ میں نبی ہوں اور  
 ابھی تک اس دعویٰ میں ان کی تصدیق و تائید صرف ان کی زوجہ اور چچا زاد بھائی نے کی ہے اگرچہ ان کا یہ بھی دعویٰ  
 ہے کہ قیصر و کسریٰ (کامک اُن کے اور ان متبعین کے ہاتھوں فتح ہوگا) اور اُن کے خزانہ اُن کے (اور ان کی امت  
 کے) ہاتھ آجائیں گے۔ عقیف جو کہ اشعث بن قیس کے چچا زاد بھائی تھے۔ اس وقت تو اسلام کے حلقہ میں داخل نہ



ہوئے مگر بعد ازاں اس سعادت سے بہرہ ور ہو گئے مگر ان کو ہمیشہ یہ حسرت رہی کہ اے کاش میں اس وقت اسلام لاتا اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرے درجہ پر فائز ہوتا اور ثانی اسلام بن جاتا۔

## اکھواں باب

### خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء پر وحی نازل ہونے کی کیفیت کا بیان

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حارث ابن ہشام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ کبھی تو ایسی آواز محسوس ہوتی ہے جیسے گھنٹی کی آواز ہوتی ہے اور یہ حالت وحی مجھ پر گراں بار ہوتی ہے اور جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میں وحی کو محفوظ کر چکا ہوتا ہوں۔ اور کبھی فرشتہ بشری حالت میں تشکل و تمثیل ہو کر میرے سامنے آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے، میں مستجاب ہوں اور ضبط کرتا جاتا ہوں۔ عہ

عہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی ان دو صورتوں میں کیوں ہوتا تھا اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے محدثین و مفسرین حضرات نے فرمایا۔ ان سنتہ اللہ جرت بانہ لا بد من مناسبتہ بین القائل والسماع فتک المباشرة اما بالتصاف السامع بوصف القائل بقلیۃ الروحانیۃ علیہ وهو النوع الاول۔ او بالتصاف القائل بوصف السامع وهو النوع الثانی۔ عمدۃ القاری جلد اول ص ۴۲۔

الشرب العزت نے قانون و قاعدہ یہ مقرر فرمایا ہے کہ قائل و سامع اور مفید و مستفید کے درمیان مناسبت کا تحقق ضروری ہے اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ سامع اور مستفید قائل اور مفید کے اوصاف سے متصف ہو جائے اور یہ وحی کی قسم اول ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ مفعیل و قائل و صف سامع و مستفید کے ساتھ موصوف و متصف ہو جائے اور یہ وحی کی قسم ثانی ہے اور چونکہ صورت اولیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طبیعت بشریہ سے الگ ہو کر ملکی حالت کی طرف منتقل ہونا پڑتا تھا اس لیے یہ صورت ذرا صعب اور دشوار تھی اور دوسری صورت میں آپ اپنی حالت پر برقرار رہتے اور حضرت جبریل علیہ السلام حالت بشریہ کی طرف منتقل ہو جاتے لہذا یہ حالت سہل اور آسان ہوتی۔

یہی تقریر علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری جلد اول علامہ علی قاری علیہ الرحمہ نے اور امام سیوطی علیہ الرحمہ نے القان اور علامہ ابوسبی نے روح المعانی میں درج فرمائی ہے۔

.....



حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے آپ کو بار بار سخت سردی کے موسم میں دیکھا کہ آپ پر وحی نازل ہوتی، وہ حالت ختم ہوتی تو حسین اقدس سے پسینہ پھوٹ رہا ہوتا تھا۔

یعلیٰ بن امیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے بار بار حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اپنا یہ اشتیاق ظاہر کیا کہ میں رسول خدا علیہ التحیۃ والتسلیم کو حالت نزول وحی میں دیکھوں (اور مزید اطمینان قلب اور عین الیقین کا مرتبہ حاصل کر لوں) جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مقام جبرائیل میں تشریف فرما تھے اور آپ کے لیے کپڑا پھیلا کر سایہ دار عکبہ بنائی گئی تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم ماہ نبوت کے گرد ہالہ دار حلقہ باندھے بیٹھے تھے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اس وقت ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ ایک شخص عمرہ کا احرام باندھے جبکہ وہ جبہ بھی پہنے ہوئے ہو اور خوشبو والے مرکبات اس نے اپنے اوپر لپ کر رکھے ہوں اور خود اس کا یہی حال تھا (گویا اپنے متعلق ہی سوال کر رہا تھا مگر انداز و اسلوب میں ذرا تغیر و تبدل کر کے) تو کیا یہ جائز ہے۔ مگر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمائی۔

(بقیہ ص) السلام کبھی ملکیت سے بشریت کی طرف تکان پر دینا من الطیاع البشر یہ الی الاوضاع الملکیۃ نبوحی الیہ کما یوحی الی الملکۃ۔ تو اگر آپ بشر محض ہوتے تو یہ انقلاب مقصور نہ ہوتا اور نہ ہی آپ منصب نبوت پر فائز ہو سکتے جیسا کہ فاضل سیالکوٹی نے حاشیہ بیضادی میں اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں انی جاعل فی الارض خلیفۃ کے تحت فرمایا کہ خلیفہ مقرر کرنے کا چونکہ مقصد یہ ہے کہ انسان براہ راست اور بلا واسطہ الشرب العزت سے فیض لینے سے قاصر ہیں لہذا اس خلیفہ کا دونوں حیثیتوں کو اپنے اندر جمع کرنا ضروری ہے نہ انیت جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کر سکے اور ملائکہ سے ربط و تعلق پیدا کر سکے اور بشریت جس کی بدولت انسانوں کو فیض دے سکے۔

فلا بد من متونبط ذی جہتی التجر ودا لتعلق یستفید من جہۃ ویفید باخری

حاشیہ فاضل سیالکوٹی اور روح المعانی جلد اول

اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء بھی ہیں اور نبی ملائکہ بھی لہذا ان کا نور جملہ انبیاء کرام اور ملائکہ کے نور سے انجم و اکمل ہونا ضروری ہے اور الشرب العزت کے ساتھ اس کی مناسبت کاملہ اور قربت تامہ ضروری ہے ورنہ ان کے توسط کی ضرورت کیا ہو سکتی ہے؟ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں۔ قد جاء کلام من اللہ نوراً اور نیز بھی ہیں داعی الی اللہ باذنہ و مساجد انبیاء۔ اور اسی منصب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا انا من نور اللہ والخلق کلہم من نوری یعنی میرا نور برابر است نور ہادی تعالیٰ کے ساتھ مرتبط ہے اور باقی سب مخلوق میرے نور کے توسط و توسل سے اور فرمایا اول ما خلق اللہ نوری (نور اول ص ۱۴۴)۔

درج جلد اول ص ۱ جلد ثانی ص ۲

یک چراغ است درین خانہ کہ از پر تو آں بہر کجائی نگری اینکے ساختہ اند (مجاہد شرفی عنہما اللہ عنہما)



دیر اس کی طرف دیکھنا پھر خاموشی اختیار فرمائی۔ فوراً وحی نازل ہو گئی ادھر حضرت عمرؓ، الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلیٰ کی طرف اشارہ کیا کہ جلدی آجائیے۔

وہ حاضر ہو گئے اپنا سر اس پردہ کے اندر داخل کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بغرض سایہ تنگیا تھا۔ دیکھا تو آپ کا چہرہ اقدس سرخ تھا اور سانس میں شدت تھی، تھوڑی دیر اسی حالت میں گزری کہ وہ حالت جذب و مدہوشی دور ہو گئی تو آپ نے دریافت فرمایا۔ جس شخص نے ابھی مجھ سے عمرہ کی کیفیت احرام کے متعلق سوال کیا تھا، وہ کہہ رہے؟ اس شخص کو تلاش کر کے بارگاہ نبوی میں لایا گیا۔ آپ نے فرمایا جو خوشبو لگی ہے اس کو دھو ڈال اور جبہ اتار دے پھر عمرہ میں اسی طرح (طواف بیت اللہ اور سعی بین الصفا والمروہ) کر، جس طرح کہ حج میں کی جاتی ہے۔

یہ اور اس سے پہلی دو روایتیں بخاری شریف اور مسلم شریف سے مروی و منقول ہیں۔

خارج بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ پر وحی نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکینہ (طہ رحمت اور وحی رحمانی) نے ڈھانپ لیا۔ اسی دوران آپ کی ران مبارک میری ران پر آگئی بخدا میں نے کوئی چیز بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ران مبارک سے بھاری محسوس نہ کی جب وہ حالت سکروا استغراق دور ہوئی تو آپ نے فرمایا اے زید! مجھ پر جو وحی آئی ہے، اسے لکھو (پھر آپ نے وہ آیات مبارکہ لکھوائیں)

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی سورہ کریمہ نازل ہوتی جس میں سخت احکام یا جلال خداوند تبارک و تعالیٰ کا بیان ہوتا تو آپ کی طبیعت مبارکہ پر بھی شدت کرب اور اضطراب کے آثار نظر آتے اور اگر ایسی آیات یا سورہ مبارکہ نازل ہوتی جس میں احکام سہل اور نرم ہوتے یا رحمت خداوند تبارک و تعالیٰ اور اس کی شان جمال کا بیان ہوتا تو پھر آپ کے جسد اطہر پر بھی بے چینی و سقار می کم ہی نظر آتی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہوتی تو مزاج اقدس پر بوجھ و گدگدانی محسوس ہوتی اور جبین اقدس سے موتیوں کے مانند لہسنہ کے قطرات گرنے لگتے اگرچہ موسم سرد ہی کیوں نہ ہوتا۔

حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسالتاب علیہ افضل الصلوٰات پر نزول وحی کے وقت ہم آپ کے منہ مبارک کے قریب شہد کی مکھیوں کی بھینٹا ہٹ کے مانند آواز محسوس کرتے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کو نزول وحی سے پہلے بھی احساس ہوتا ہے یا فقط نزول پر ہی پتہ چلتا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے پہلے ہی



محسوس ہو جاتا ہے کہ وحی نازل ہونے والی ہے کیونکہ گھٹیوں کی آواز کے مانند آواز سے آنے لگتے ہیں یہیں خاموش ہو جاتا ہوں اور اخذ و قبول کے لیے پوری طرح ادھر متوجہ ہو جاتا ہوں اور جس دفعہ بھی وحی ہوتی ہے میں (اسکی شدت کی وجہ سے یہی) گمان کرتا ہوں کہ میری جان قبض کر لی جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التہیۃ والتہاد مکہ مکرمہ میں اپنے گھر کے صحن میں جلوہ فرما تھے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا آپ پر گزرا ہوا۔ انہوں نے آپ کو دیکھا تو مسکرائے اور گزرنے لگے۔ آپ نے فرمایا کیا میرے پاس بیٹھے نہیں ہوئے انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور بارگاہ اقدس میں بیٹھا ہوں۔ پھر وہ اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بیٹھ گئے۔ باہم گفتگو جاری ہی تھی کہ اچانک آپ نے نگاہ اقدس آسمان کی طرف اٹھائی۔ تھوڑی دیر آپ اوپر دیکھتے رہے پھر آپ نے نگاہ اقدس ذرا اپنے دائیں پہلو کی طرف زمین پر لگائے رکھی اور آپ اپنے ہم نشین حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے منحرف ہو کر ادھر ہی متوجہ ہو گئے جدھر نگاہ اقدس لگا رکھی تھی اور آپ نے سر اقدس ہلانا شروع فرمایا گویا کہ آپ سے کچھ کہا جا رہا ہے اور آپ اس کو سمجھ رہے ہیں جب مقصد پورا ہو گیا اور جو کچھ کہا جا رہا تھا وہ آپ نے پوری طرح ضبط کر لیا اور سمجھ لیا تو پھر پہلے کی طرح آپ کی نگاہ اقدس آسمان کی طرف بلند ہوئی۔ حتیٰ کہ آپ جیسے دیکھ رہے تھے وہ آسمان میں پوشیدہ ہو گیا یہ سارا منظر حضرت عثمان دیکھتے رہے (اور محمد حیرت سے رہے) حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی کیفیت پر بیٹھا اور حضرت عثمان کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا اے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی خدمت میں آکر اور بیٹھ کر کیا کروں گا جب تک میں آپ کو ایسے ہی کرتے دیکھتا رہوں گا جیسے کہ آج دیکھا ہے؟ آپ نے پوچھا تم نے کیا کرتے دیکھا ہے؟ انہوں نے عرض کیا میں نے دیکھا کہ آپ کی نگاہ اقدس آسمان کی طرف بلند ہوئی پھر آپ نے اسے اپنی دائیں جانب لگا دیا۔ پھر خود بھی ادھر پھر گئے اور مجھے نظر انداز کر دیا اور سر اقدس اس طرح ہلانا شروع کیا گویا کہ آپ کو کچھ بتایا جا رہا تھا اور آپ اسے سمجھ رہے تھے۔ آپ نے پوچھا تو میری کیفیت دیکھ کر اس حقیقت کا اور اک کر رہا تھا؟ عرض کیا ہاں! تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے پیامبر ابھی آئے تھے انہوں نے دریافت کیا اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے؟ آپ نے فرمایا ہاں! عرض کیا تو انہوں نے آپ سے کیا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا وہ یہ آیات لے آئے تھے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيتَا ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۃِ وَالْمُنْكَرِ  
وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔

بے شک اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے اور ذوی القربیٰ کے حقوق ادا کرنے کا۔ فحش اور برائی سے منع کرتا ہے اور بغاوت و سرکشی سے یہ پند و نصیحت تمہیں اس لیے فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت پر عمل پیرا ہو جاؤ



(اور اپنی دنیا و آخرت سنوار لو)۔

حضرت عثمان فرماتے ہیں یہ تھا وہ وقت جس میں ایمان میرے دل کے اندر جاگزین اور راسخ ہو گیا اور مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی محبت و عقیدت پیدا ہو گئی۔

حضرت اسمائیت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ سید خلق علی الاطلاق علیہ السلام والصلوة کی اونٹنی عشاء کی مبارک تھامے ہوئے تھیں (آپ اس پر سوار تھے اور) اسی دوران سورہ مائدہ نازل ہوئی۔ وحی کے نقل اور بوجھ کی وجہ سے اونٹنی کی حالت اس طرح ہو گئی کہ گویا اس کے اگلے پاؤں ٹوٹنے کو ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب سید مرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر وحی نازل ہوتی تو مزاج اقدس پر کرب و اضطراب نظر آتا اور رنگت مبارک زردی مائل ہو جاتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اس وقت آپ کو دیکھا جبکہ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور وحی نازل ہو رہی تھی۔ اونٹنی ثقل وحی سے چنگھاڑ رہی تھی اور پاؤں کو موڑ رہی تھی اور پھیرتی تھی گویا کہ وہ ٹوٹنے کو ہیں اور وہ بچاؤ کر رہی ہے۔ بعض اوقات تو بیٹھ رہتی اور بعض اوقات کھڑی رہتی مگر پاؤں ایک ہی جگہ گڑے رہتے اور اٹھانے کی سکت اور ہمت نہیں ہوتی تھی حتیٰ کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حالت جذب و استغراق دور ہوتی اور آپ کی جبین اقدس سے موتیوں کی مانند پسینہ کے قطرات مسلسل ٹپک رہے ہوتے تھے۔

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جب رحمت عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ پر ایک ساعت کے لیے مدہوش لوگوں کی طرح نیند اور کیف و مستی کی حالت طاری ہو جاتی اور آپ سو جاتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر وحی نازل ہوتی تو سر اقدس کو درد ہونے لگتا۔ اور آپ (اس کے ازالہ کے لیے) سر اقدس پر مہندی لگاتے (لیکن ابن کثیر فرماتے ہیں یہ

روایت بہت ہی ضعیف ہے)

ابن عقیل نے کفار و مشرکین کے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتہام جنون اور الزام دیوانگی عائد کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر حالت وحی میں طاری ہونے والی شدت و محنت کو اور مدہوشی و خود فراموشی کو بار بار دیکھا تو یہ گمان کیا اور اتہام باندھا۔

لیکن اس صورت و حالت کے پس پردہ جو حقیقت کار فرما تھی اس سے غفلت برتی اور حبیب پاک کی مدہوشی اور بے خودی کو جس میں خلق سے منقطع ہو کر خالق کی طرف توجہ ہو جاتی اور بظاہر فرش نشین ہستی و حقیقت عرش نشین بلکہ لامکانی بن چکی ہوتی اور پھر خلق خدا کے لیے اسباب ہدایت اور نہایت عروج و پرواز ملکوتی لے کر واپس ہوتے اور انہیں بھی وصول الی اللہ اور فنا فی اللہ و بقا باللہ کا درس دیتے اور معراج روحانی کے منصب پر فائز فرماتے،



دیوانوں اور مجنوں کے سکر و مستی پر قیاس کیا اور دونوں کے درمیان فرق کو نہ سمجھتے ہوئے مماثلت کا دعویٰ کر دیا حالانکہ آپ پر یہ حالت طاری ہوتی تو بعد ازاں نئے حقائق سامنے آتے اور ہدایت کی نئی راہیں خلق خدا پر منکشف ہوتیں۔ اس حالت کے ساتھ مجاہدین اور دیوانگان کی حالت کو کیا نسبت ہو سکتی تھی۔

لیکن اس فرق کو حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اچھی طرح محسوس فرمایا اور اس صورت کے اندر جو حقیقت مستور و مخرب تھی اس کو اچھی طرح بھانپ لیا (اسی لیے سرور انبیاء و مرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ازراہ اطمینان قلب اور کامل تسلی و تشفی حاصل کرنے کے لیے نیز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فہم و فراست اور عقل و کیاست کو معلوم کرنے کے لیے فرمایا کہ میرے ساتھ غار حرا میں یہ واقعہ پیش آیا ہے اور مجھے اپنے متعلق اندیشہ اور خوف و خطر لاحق ہو گیا ہے) تو انہوں نے عرض کیا بخدا اللہ رب العزت (آپ پر جنون وغیرہ کی حالت طاری کر کے) ہرگز آپ کو شرمندہ نہیں کرے گا اور نہ نگاہ خلق میں حقیر و بے قدر لگے گی کیونکہ آپ ہر بات میں سچائی و صداقت دامن تھے رہتے ہیں اور لوگوں کی مصائب و مشکلات میں امداد و نصرت فرماتے ہیں (ایسے بلند کردار اور عظیم اخلاق والی شخصیت کو اللہ تعالیٰ ایسی رذیل اور حقیر حالت میں قطعاً مبتلا نہیں فرمائے گا)

علامہ ابن عقیل نے فرمایا اگر کوئی یہ دریافت کرے کہ سید اولاد آدم صلی اللہ علیہ وسلم پر مدہوشی اور سکر کی حالت طاری ہوتی اور استغراق و انہماک نیز شدت و کرب حتیٰ کہ پسینے چھوٹ جاتے تو آیا اس حالت میں آپ کا دستور قرار رہتا یا جس طرح عام لوگوں پر حالت مدہوشی طاری ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور شرعاً اس کا اعتبار نہیں رہتا قائد الانبیاء المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وضو کا حکم بھی یہی ہوگا؟

تو جواب یہ ہے کہ ہرگز ایسا نہیں۔ کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نیند کی حالت میں بھی وضو باقی رہتا تھا۔ نیند اس کو نہیں توڑتی تھی حالانکہ حالت نیند میں اعضاء پر کنٹرول نہیں رہتا اور مفاصل میں استرخاء پیدا ہو جاتا ہے تو سرور کونین علیہ السلام کی . . . . . اس حالت میں وضو کیوں کر ٹوٹ سکتا ہے جس میں آپ کو ہمکلامی اور سرگوشی کے ساتھ نوازا گیا ہو اور آپ کے دل اقدس پر رشد و ہدایت کا القاء کیا جا رہا ہو بلکہ اس حالت میں تو بطریق اولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اقدس حدیث و غیرہ سے محفوظ و محفوظ ہوگی۔



## نواں باب

### سید الکونین رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دورانِ نبوت کون کون سے فرشتوں کو شرفِ قرب حاصل رہا

حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید نسلِ آدم و آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کے بعد اعلانِ نبوت کا حکم ہوا۔ تین سال تک حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کے ساتھ رہے۔ وہ آپ کو مختلف امور بتلاتے اور آپ کے ساتھ کلام بھی فرماتے مگر قرآن مجید اُن کی زبانی نازل نہیں ہوا۔

جب تین سال کا عرصہ گزر گیا تو جبریل علیہ السلام آپ کے مصاحب و رفیق بنے اور انہی کی زبانی قرآنِ کریم اور کلامِ مجید آپ پر نازل ہوا۔

حضرت عامر سے ہی منقول ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے چالیس سال پورے ہوئے تو احکامِ نبوت آپ پر نازل ہوئے۔ تین سال تک حضرت اسرافیل علیہ السلام کو شرفِ قرب و مرافقت حاصل رہا۔ پھر ان کو الگ کر کے جبریل علیہ السلام کو آپ کا قرین اور ساتھی بنایا گیا جنہوں نے مکہ مکرمہ میں دس سال اور مدینہ میں دس سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔

ابن سعد فرماتے ہیں۔ میں نے یہ حدیث محمد بن عمر (واقفی) کو بیان کی تو انہوں نے کہا ہمارے شہر کے اہل علم اس امر کو نہیں جانتے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ بلکہ وہاں کے سب علماء بالعموم اور اہل سیرت بالخصوص صرف اسی امر کے قائل ہیں کہ حبیبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ آغازِ نبوت سے وصالِ شریف تک صرف جبریل علیہ السلام مصاحب و مقارن رہے ہیں۔



## دسوال باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے معجزہ اور خرق عادت طلب کرنا جو دعویٰ

نبوت میں موجب تائید و تقویت اور باعث اطمینان قلب ہو

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجون پر تشریف فرما تھے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں التجا کی کہ مجھے ایسی آیت کرامت اور دلیل صداقت دلائی جائے جس کے بعد قریش کی تکذیب جھوٹ و انکار کا مجھے احساس نہ رہے (اور میرا دل اپنے دعویٰ پر پوری طرح مطمئن ہو جائے) تو آپ کو حکم ہوا کہ اس درخت کو اپنی طرف بلاؤ۔ آپ نے اس کو بلایا تو اس نے اپنی جڑیں زمین سے (آگے پیچھے اور دائیں بائیں جھک کر) کاٹ لیں اور پھر زمین کو چیرتا ہوا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گیا۔ پھر عرض کیا آپ کیا چاہتے ہیں جو بھی ارادہ ہو حکم فرمادیں۔ آپ نے فرمایا اپنی جگہ روٹ جا تو وہ اشارہ پا کر اٹے پاؤں چلتا ہوا اپنی جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ بخدا اب مجھے قریش کی تکذیب وغیرہ کی کوئی پروا نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ربیع الاول میں علیہ السلام ایک دن بارگاہ رسالتاں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں حاضر ہوئے تو خون میں لت پت غمگین بیٹھے تھے۔ حال دجی علیہ السلام نے سبب دریافت کیا تو فرمایا مجھے ان اہل مکہ نے زود کو بکھیا ہے اور خون آلود کر دیا ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا کیا آپ اس امر کو پسند کرتے ہیں کہ میں آپ کو آیت اور معجزہ دکھلاؤں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے وادی کی دوسری جانب ایک درخت کھڑا ہوا دیکھا تو عرض کیا اس کو اپنی طرف بلاؤں جب محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس کو بلایا تو وہ چلتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور سامنے آکر کھڑا ہو گیا جب ربیع الاول میں نے عرض کیا اس کو حکم دیں کہ واپس چلا جائے جب آپ نے واپسی کا حکم دیا تو وہ واپس جا کر اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اسی قدر (ظہور اعجاز) کافی ہے۔



## گیارہواں باب

بعثت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے وقت شیاطین پر شہب نار یہ کاپھینکا جانا اور اصنام و اوثان

کاسرنگوں ہونا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی معیت میں سوق عکاظ کی طرف تشریف لے گئے اور چونکہ اعلان نبوت کے بعد شیاطین کو آسمانی خبریں (چوری چھپا حاصل کرنے سے روک دیا گیا تھا اور ان پر آگ کے شعلے برسائے جاتے تھے۔ وہ اپنی قوم کی طرف (خاص و عامر اور نامراد و ناکام) لوٹے تو انہوں نے پوچھا کیا ہوا (کوئی خبر نہیں لائے اور حالت بھی دیگر گوں نظر آتی ہے) انہوں نے کہا اب تو ہمارے درمیان اور آسمانی اخبار و اطلاعات کے درمیان بڑے موانع درپیش ہو گئے ہیں اور ہمیں اوپر جانے پر آگ کے شعلوں سے نشانہ بنایا جاتا ہے۔

انہوں نے کہا پھر ضرور کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے جس کی وجہ سے یہ رکاوٹ پیدا کر دی گئی ہے۔ لہذا زمین کے تمام اطراف و اکناف میں گھوم پھر کر جائزہ لو کہ کونسا نیا امر رونما ہوا ہے۔ تمام شیطان شرق و غرب میں دوڑے۔ اور جائزہ لینے لگے کہ کونسا امر حائل ہو گیا ہے۔ جو جن اور شیاطین تمامہ (ارض حجاز) کی طرف متوجہ ہوئے تھے، وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپہنچے جبکہ آپ مقام نخلہ پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز فجر پڑھا رہے تھے۔ اور وہاں سے سوق عکاظ کی طرف جانے کا ارادہ تھا۔ جب قرآن مجید کی تلاوت کی آواز ان کے کانوں تک پہنچی تو وہ اس کو سننے کے لیے ہمہ تن گوش بن گئے۔ جب اس کی فصاحت و بلاغت اور تاثیر و اثر انگیزی کا ملاحظہ کیا اور اس میں جلال خداوندی اور اس کی شان رحیمی و رحمانی کا مشاہدہ کیا تو پکار مٹھے یہی وہ امر ہے جو ہمارے اور آسمانی خبریں حاصل کرنے کے درمیان حائل و حاجب بن گیا ہے۔

اسی مقام سے واپس ہوئے اور اپنی قوم سے جا کر کہا۔

یا قومنا انا سمعنا قرآنا عجبا یهدی الی الرشدا فآمنابہ ولن نشرک برتبنا احداً۔

اے ہماری قوم ہم نے ایک عجیب کتاب (کی تلاوت) سنی ہے جو صحیح راہ بتاتی ہے لہذا ہم تو اس کے

ساتھ ایمان لے آئے ہیں اور ہرگز اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

اور ادھر اللہ تعالیٰ نے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔



قل ادھی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآن عجباً الایۃ  
آپ فرمادیجئے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں میں سے ایک جماعت نے قرآن کریم کو کان لگا کر سنا اور  
پھر اپنی قوم سے جا کر کہا ہم نے عجب قرارت و ملاوت سنی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مبعوث ہوئے  
تو شیاطین اور جنوں کو (آسمانوں کی طرف جانے سے) روک دیا گیا اور ان پر شہاب ثاقب پھینکے گئے۔ حالانکہ قبل ازیں  
وہ آسمانوں پر جا کر بیٹھتے تھے اور جنوں کی ہر جماعت نے وہاں اپنے لیے جگہ متعین کر رکھی تھی جس میں بیٹھ کر ملائکہ کی  
باہمی گفتگو کو سنتے تھے۔

سب سے پہلے اہل طائف گھبرائے اور جن کے اونٹ تھے یا بھیڑ بکریاں انہوں نے روزانہ اپنے معبودات  
باطلہ کے لیے قربانیاں دینی شروع کر لیں حتیٰ کہ مال و منال ختم ہوتے نظر آئے تو رک گئے اور ایک دوسرے سے  
کہا کیا دیکھتے نہیں کہ آسمانی علامات و نشانات تو اسی طرح ہیں ان میں سے تو کوئی شے غائب نہیں ہوئی؟ (لہذا آسمان  
ٹوٹ پڑنے اور عالم دنیا کے تباہ ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں)۔

ابلیس نے کہا زمین میں کوئی حادثہ اور نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ میرے پاس زمین کے ہر حصہ سے مٹی لے آؤ  
چنانچہ اس کے چیلے ہر جگہ سے مٹی لے کر اس کے پاس پہنچے وہ ہر جگہ کی مٹی کو سونگھتا اور پھینک دیتا جب تھام  
کی مٹی اس کو دی گئی تو سونگھ کر کہا اسی جگہ کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے۔

یعقوب ابن اخنس سے مروی ہے کہ عربوں میں سے سب سے پہلے اہل ثقیف نے ستاروں کو ٹوٹتے  
دیکھا تو گھبرائے اور عمرو بن امیہ کے پاس آکر کہا دیکھتے نہیں ہو یہ کیا رونما ہوا ہے؟ اس نے کہا ہاں دیکھ تو میں بھی  
سہا ہوں تم اچھی طرح دیکھو اگر ٹوٹنے والے ستارے وہ ہیں جن سے منازل کی طرف رہنمائی حاصل کی جاتی ہے یا  
موسم سرما اور گرما میں بارش برسنے کا پتہ چلتا ہے تو پھر دنیا کی بساط پیٹی جا رہی ہے اور اہل دنیا کی ہلاکت و فنا کا وقت  
آپہنچا ہے اور اگر اس کے علاوہ دوسرے ستارے ہیں تو پھر یہ عظیم انعام و احسان کی علامت ہیں جس کا اللہ تعالیٰ  
نے اس مخلوق کے لیے ارادہ فرمایا ہے اور عرب میں پیغمبر آخر الزمان مبعوث ہونے والے ہیں کیونکہ پہلے سے ان  
کی علامات بعثت و ولادت میں اس امر کا تذکرہ بھی چلا آ رہا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا،  
کوئی ستارہ ٹوٹتا نظر نہ آیا اور نہ شہاب گرتا نظر آیا حتیٰ کہ جب رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اعلان  
نبوت فرمایا تو پھر ان ستاروں کا ٹوٹنا اور شہاب نار یہ کا گزنا شروع ہوا۔ قریش نے یہ صورت حال پہلی دفعہ دیکھی  
تھی (سمعت گھبرائے اور خوفزدہ ہو گئے) اور اپنے چھ پالیوں کو بتوں کے نام پر آزاد چھوڑنا شروع کیا اور غلاموں



کو آزاد کرنے لگے گمان یہ کرتے تھے کہ اب فناء و ہلاکت کا وقت ہے۔

جب ان کا یہ عمل و کردار اہل طائف کے کانوں تک پہنچا تو ثقیف نے بھی یہی اعمال شروع کر دیے جب عبدیلیل ابن عمر کو معلوم ہوا کہ ثقیف یہ کر رہے ہیں، تو اس نے کہا میں جو کچھ عمل کرتے ہوئے تمہیں دیکھ رہا ہوں یہ کیوں کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا تارے ٹوٹ رہے ہیں آسمان سے آگ کے شعلے برس رہے ہیں۔ ہم نے خیال کیا کہ آسمان ٹوٹنے والا ہے۔ اس نے کہا مال ضائع کر دینے کے بعد اس کا جمع کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے لہذا عجلت اور جلد بازی سے کام نہ لو اور انتظار کرو۔ اگر یہ تارے وہ ہیں جو مشہور و معروف ہیں تو پھر لوگوں کی ہلاکت کا وقت ہے اور اگر دوسرے تارے ہیں جن کو لوگوں کی راہنمائی اور بارش کے اوقات پر دلالت وغیرہ میں کوئی داخل نہیں ہے، تو پھر نیا واقعہ اور حادثہ رونما ہونے والا ہے۔ لوگوں نے دیکھا تو یہ تارے وہ نہ تھے۔ اسے جا کر بتلایا تو اس نے کہا کہ ابھی فناء و دنیا میں مہلت ہے اور یہ نبی آخر الزمان کے ظہور کی علامت ہے۔ چند دن گزرے تھے کہ ابوسفیان ابن حرب طائف میں اپنے اموال تجارت کی دیکھ بھال یا لین دین کے لیے گئے اور عبدیلیل کے پاس بھی گئے جب تاروں کے ٹوٹنے اور شہب نار یہ کے گرنے کا تذکرہ ہوا تو ابوسفیان بوئے محمد بن عبد اللہ نے دعویٰ نبوت کیا ہے عبدیلیل نے کہا اب معلوم ہوا کہ اسی وجہ سے (آسمانی خبروں کی حفاظت اور شیاطین کے دفاع کے لیے) شہب نار یہ کو بھینکا جاتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بعثت نبی الانبیاء علیہ السلام کے درمیانی عرصہ فترت میں آسمان پر کوئی پہرہ نہیں تھا اور شیاطین و جن مختلف مقامات پر بیٹھ کر بلائیں کی باتوں کو سن لیا کرتے تھے جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے خاتم الانبیاء علیہ التیمۃ والثناء کو مبعوث فرمایا تو آسمان پر حفاظتی استظامات سخت کر دیے گئے اور شیاطین کا آگ کے شعلوں کے ساتھ رجم ہونے لگا۔ ان کے لیے یہ صورت حال بہت ہی غیر مانوس اور خلاف توقع تھی لہذا کہنے لگے۔

لَا نَدْرِي اَشْرُّ اَرِيْدُ اَمِنَ فِي الْاَرْضِ اَم ارَادَ بِهَوْرٍ يَهْوُرُ شَدًّا

ہمیں سمجھ نہیں آرہی کہ اہل زمین کے ساتھ بہت بڑا حادثہ فاجعہ اور اندوہناک معاملہ پیش آنے والا ہے یا ان کے رب کریم نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔

سب جن و شیاطین مل کر ابلیس کے پاس حاضر ہو گئے (اور صورت حال پر تبصرہ ہونے لگا) تو ابلیس نے کہا زمین میں کوئی بہت بڑا واقعہ رونما ہوا ہے لہذا تم ساری زمین میں پھیل جاؤ اور مجھے بتلاؤ کہ آسمان میں جو کچھ تغیر و تبدل ہوا ہے اس کا سبب موجب کیا ہے؟ پہلی جماعت جو اس تحقیق و تفتیش کے لیے بھیجی گئی وہ اہل نصیبین میں سے تھی جو کہ اشرف جنوں پر مشتمل تھی۔ ان کو تہامہ (حجاز مقدس) کی طرف بھیجا گیا۔ وہ چلتے چلتے وادی نخع میں پہنچے



تو وہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز فجر ادا کرتے ہوئے پایا۔ جب آپ سے قرآن مجید کی تلاوت و قرأت سنی تو ایک دوسرے کو خاموشی کا حکم دینے لگے (اور پھر سن کر اتنے متاثر ہوئے کہ نہ صرف خود مسلمان ہوئے بلکہ اپنی قوم کو بھی اسلام اور غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین کی)

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ ابلیس لعین حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے دنیا پر تشریف لانے کے بعد سے عیسیٰ علیہ السلام کی بشت تک سب آسمانوں پر چڑھ جاتا تھا اور جیسے چاہتا ان میں گھومتا پھرتا، اس پر کوئی پابندی یا رکاوٹ نہیں تھی جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھالیے گئے تو چار آسمانوں پر اس کا معبود و عسودج ممنوع قرار دیا گیا اور اس کے لیے رکاوٹ پیدا کر دی گئی مگر ابھی تک نچلے تینوں تک اسے رسائی حاصل تھی۔

جب امام رسل ہادی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو مکمل پابندی عائد کر دی گئی اور اس کے بعد جب بھی ابلیس یا دیگر شیاطین چوری چھپے اوپر جانے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو شہاب ثاقب نشانہ بناتے ہیں جس کا شکل جان بچا کر نیچے بھاگ آتے ہیں (اور بعض جل کر رکھ بھی ہو جاتے ہیں)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب رسول کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ مبعوث ہوئے اور وہ سراج منیر اور آفتاب ہدایت جس صبح افق بطن آمنہ سے طلوع ہو کر آسمان انسانیت پر جلوہ ریز اور ضوئیاں ہوا اس صبح معبودات باطلہ پر قیامت قائم ہو گئی اور ہر بت اپنے بتکدہ میں منہ کے بل گر چکا تھا۔ تمام شیاطین ابلیس کے پاس جمع ہو گئے اور کہا زمین پر جتنے اوتان و اصنام ہیں وہ آج صبح اوندھے گرے ہوئے تھے اس نے کہا اگر صورت حال یہ ہے تو پھر کوئی سرچشمہ ہدایت مخلوق کے لیے ہدایت کے آب حیات کے ساتھ پھوٹ پڑا ہے جو باطل کی ان چٹانوں کو ریخ و بن سے اکھیر کر پھینک دے گا اور خس و خاشاک کی طرح بہا لے جائے گا۔ تم ان کی تلاش کے لیے نکلو اور سرسبز و شاداب علاقوں (فلسطین و شام وغیرہ) میں ان کی جستجو کرو۔ وہ پھر پھر آگئے اور کہا ہم نے بہتر تلاش کیا ہے مگر ان کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ اس نے کہا، اب میں خود تلاش کرتا ہوں۔ جب وہ تلاش کے لیے نکلا تو اس کو ندادی گئی۔ علیک بعبۃ القلب مکہ۔ جو تمام زمین کے قلب اور دل کا درمیانی نقطہ ہے یعنی مکہ مکرمہ وہاں جا تو تجھے مقصود کی اطلاع مل جائے گی۔

ابلیس نے اس اشارے کے مطابق جب تلاش شروع کی تو آپ کو قرن ثعالب میں موجود پایا۔ واپس شیاطین کے پاس پہنچا اور کہا میں نے اُن کو پایا ہے مگر اُن کے ساتھ جبرئیل تھے (لہذا ہم ان کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے) اب کیا کریں کیا مشورہ دیتے ہو؟ انہوں نے کہا (کوئی بات نہیں) ہم اُن کے متبعین کی نگاہوں میں خواہشات کو بڑے حسین انداز اور مزین پیرائے میں پیش کریں گے اور نفسانی تقاضوں کو ان کا محبوب ترین اور مرغوب ترین مطلوب



مقصود بنادیں گے۔ ابلیس بولا (تمہارے جیسی لائق ترین اور کارکن اولاد کے ہوتے ہوئے) مجھے کوئی غم نہیں ہو سکتا (شاہنشاہ خوب سوچا تم نے)

## بارہواں باب

### بعثتِ مصطفویٰ کے وقت کسریٰ پرویز کی مشکلات و حوادث

دریائے دجلہ قدیم زمانوں میں ارضِ خوجی کے اندر محفوظ و مضبوط راستوں سے گذرتا ہوا بحرِ فارس میں جاگرتا تھا۔ پھر وہ گذرگاہ خشک ہو گئی اور دریائے داسط کی طرف گذرگاہ بنالی تو فارس کے باشندوں نے یکے بعد دیگرے اس کو بند کرنے کی سہم کوشش کی اور اس کو پرانی گذرگاہ کی طرف لوٹانے پر بے شمار مال و دولت صرف کی مگر کوئی بند قائم نہ رہ سکا۔

جب قباذ ابن فیروز والی بنا تو کسمر کے نیچے دریائے دجلہ کے بند میں بہت بڑا لشکریں پڑ گیا اور اس نے بہت سی عمارتوں کو غرق کر دیا۔ جب نوشیرواں نے عنانِ حکومت سنبھالی تو اس نے کئی بند باندھائے بعض عمارت اور آبادیاں پانی کی دستبرد سے محفوظ ہو گئیں اور یہ صورتحال پر ویز بن ہرمز بن نوشیرواں کی تخت نشینی تک برقرار رہی جب وہ والی تخت بنا تو اس نے دجلہ کی طرف اتنی توجہ دی جتنی کسی اور امر کی طرف مبذول نہیں کی تھی اور وہ بہت سخت طبع اور مضبوط ارادہ کا آدمی تھا اور اسے اسباب و وسائل بھی اس قدر حاصل تھے جتنے دوسروں کو حاصل نہ تھے۔ لہذا اس نے بے شمار سیم زر و غیرہ خرچ کر کے دجلہ کی اندھی لہروں اور موجوں کو کنٹرول کر لیا۔

اس نے اپنی نشستگاہ میں محراب بنوایا اور اس میں اپنے تاج کو لٹکایا۔ خود اس کے نیچے بیٹھ جاتا اور تاج سر پر لٹکتا رہتا بغیر اس کے کہ سر پر اس کا دھن اور بوجھ پڑے یا تاج کے بارگراں سے تنگ آکر علامت شاہی اور نشان امارت و حکومت کو خیر باد کہنا پڑے۔

دہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اس کے پاس تین صد اشخاص، کمانت، سحر اور نجوم کے تجربہ کار ماہرین موجود رہتے تھے اور ان میں اہل عرب سے بھی ایک آدمی تھا جس کو سائب کہا جاتا تھا وہ عربوں کے طور، طریقہ کے مطابق پرندوں سے فال نکالتا اور بہت کم ہی کبھی غلطی کھاتا۔ اس کو باذان نے یمن سے کسریٰ کی طرف بھیجا تھا۔



الغرض کسریٰ کو جب کوئی اس پریشانی میں ڈالتا تو وہ اپنے کاہنوں اور جادو گروں اور نجومیوں کو جمع کر کے کہتا کہ اس معاملہ میں اپنی رائے دو۔

جب سرور انبیاء علیہ التمجید والثناء مبعوث ہوئے تو ایک صبح جوں ہی کسریٰ بیدار ہوا، کیا دیکھتا ہے کہ اس کے دار السلطنت اور شہ گاہ کے عرب میں ٹنگا پڑ چکا تھا۔ سخت غمناک ہوا اور کہنے لگا کہ میرا طاق مجلس ٹوٹ گیا اور دجلہ کی اندھی موجوں نے کناروں کو بھاڑ دیا اور راستہ تبدیل کر لیا۔ یہ تو گویا محراب اور دجلہ کی گذر گاہ کی شکست و ریخت نہیں ہے بلکہ ملک کی بربادی معلوم ہوتی ہے۔ پھر اپنے کاہنوں نجومیوں اور ساحروں کو بلایا اور ان کے ساتھ ہی سائب کو بھی طلب کیا۔ صورتحال ان کے سامنے رکھی اور رائے زنی کے متعلق حکم دیا۔ سب نے اپنے اپنے علم کے زور سے حقیقت امر تک پہنچنے کی کوشش کی مگر ان پر زمین تعبیر بیان تنگ و تاریک ہو گئی اور ان کے علوم و فنون قاصر رہ گئے۔ نہ ساحر کی سحر کاری کام آئی نہ کاہن کی کہانت نے کوئی اثر دکھلایا اور نہ معجم کو اس کے علم نجوم نے راہ مقصود کا نشان بتایا۔ سائب رات کی تاریکی میں ایک ٹیلے پر جا کر بیٹھ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ زمین حجاز سے بجلی چمکی ہے اور تیزی کے ساتھ مشرق تک پھیل گئی ہے۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ اس کے پاؤں کے نیچے (جہاں پہلے خشک اور چیل میدان تھا) اب سبزہ لہلہا رہا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں کہا اگر یہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں حقیقت و واقعہ ہے (اور محض فریب نظر نہیں ہے) تو حجاز مقدس سے ایک شہنشاہ کا ظہور ہو گا جس کی سلطنت شرق و غرب تک پھیل جائے گی اور وہ زمین کو اس کی نسبت زیادہ آبار کریں گے جو ان سے پہلے بادشاہوں نے آباد کیا۔

جب سب ماہرین جمع ہوئے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ بخدا ہمارے علوم اور ہمارے درمیان جو رکاوٹ اور حجاب حائل ہوا ہے اور ہم اپنے علوم سے استفادہ کرنے میں ناکام رہے ہیں تو یہ کسی آسمانی اسر کی کرشمہ سازی ہے اور یہ صورتحال یا تو کسی نبی کے مبعوث ہو جانے کی وجہ سے رونما ہوتی ہے اور یا وہ عنقریب بھیجے جانے والے ہیں جو کہ اس ملک کو چھین لیں گے اور سلطنت کو توڑ کر رکھ دیں گے۔

لیکن اگر تم نے کسریٰ کو صاف صاف بتلادیا کہ تیرا ملک تباہ ہونے والا ہے تو وہ تمہیں قتل کر دے گا لہذا تم متفقہ طور پر ایک فیصلہ کر لو جو کسریٰ کے سامنے بیان کر دیا جائے۔ چنانچہ سب نے کسریٰ کے پاس جا کر کہا کہ ہم نے اس معاملہ میں بڑی تحقیق و جستجو کی ہے۔ ہمیں تو یہی معلوم ہوا ہے کہ جن حساب والوں کے حساب پر حجاب نے طاق مجلس کی بنیاد رکھی اور دجلہ پر بند باندھا (انہوں نے غلطی کھائی) اور وقت خمس میں بنیاد رکھوادی۔ اب ہم حساب لگا کر ساعت سعد میں بنیادیں رکھوادیتے ہیں لہذا ان میں زوال و تغیر پیدا نہیں ہو گا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے تم حساب کرو چنانچہ انہوں نے جس وقت میں بنیاد رکھنے کو کہا اس نے اسی وقت بنیاد رکھ دی۔ دجلہ میں بند باندھنے پر آٹھ ماہ تک کام ہوتا رہا اور بے اندازہ مال و دولت صرف ہوا جب مراحل تکمیل طے ہو گئے تو اس



نے کہا کہ اب اس بند کے اوپر بیٹھیں۔ انہوں نے کہا ہاں چنانچہ کسریٰ نے بچپونے اور تالین بچانے اور خوشیوں چھڑکنے کا، پھول بکھیرنے کا اور جملہ امراء اور حکام کو جمع کرنے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ مجلس لہو و لعب منعقد کرنے کے لیے کھیلنے والے افراد کو جمع کرنے کا بھی حکم دیا۔ پھر خود اس مجلس میں جا بیٹھا۔ ابھی مجلس گرم ہوئی ہی تھی کہ دجلہ نے بند کو ان کے نیچے سے اکھڑ دیا اور کسریٰ پانی میں غرق ہو کر جان بلب ہو گیا اس کو مشکل باہر نکالا گیا۔ جب ذرا سی طبیعت سنبھلی تو اس نے ان ماہرین میں سے سو کو قتل کر دیا اور کہا تم نے میرے ساتھ مذاق اور مٹھا کیا ہے، ان میں سے چند نے کہا ہمیں بھی غلطی لگ گئی ہے جیسے کہ پہلے حساب دانوں کو معاملہ ہو گیا تھا لیکن اب ہم پھر حساب لگاتے ہیں تاکہ تم ساعت سیدہ میں بنیاد رکھو۔ اس نے کہا اچھی طرح غور و فکر کر لو (ورنہ وہی سلوک کروں گا جو پہلوں کے ساتھ کیا ہے) انہوں نے کہا ہم اچھی طرح حساب لگائیں گے اور صحیح اندازہ کر لیں گے۔

چنانچہ انہوں نے حساب لگایا اور اس سے کہا اب بنیاد رکھو۔ اس نے بنیاد رکھی اور آٹھ ماہ تک اس پر کام ہوتا رہا اور بے اندازہ مصارف برداشت کیے۔ پھر ان سے کہا اب میں دجلہ کی طرف نکلوں اور بند پر بیٹھوں تو انہوں نے کہا ہاں ضرور نکلو۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا۔ وہ بند پر چل ہی رہا تھا کہ دجلہ نے بند کو بہا دیا اور کسریٰ دریا میں بند کی بنیاد ولے حصہ میں گر گیا اور سرنے کے قریب تھا کہ کھینچ کر باہر نکالا گیا۔ (ہوش میں آیا اور حواس بحال ہوئے) تو سب نجومیوں اور کامہنوں وغیرہ کو بلایا اور کہا میں تم سب (اول سے لے کر آخر تک) کو تلوار کے وار سے ہلاک کروں گا۔ تمہارے کندھوں کو ایک ایک کر کے جسم سے الگ کروں گا اور ہاتھوں کے پاؤں کے نیچے پھینک کر پامال کراؤں گا یا پھر صحیح صحیح تباہ و حقیقت امر کیا ہے؟ جس کو تم مجھ سے چھپا رہے ہو۔ (کیونکہ تمہارا اس طرح غلطی کھانا بہت بعید قیاس ہے اس لیے یقیناً تم مجھے مغالطہ دینے کی کوشش کر رہے ہو اور تمہیں اس طرح کی رسوائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے)۔

سب نے متفقہ طور پر کسریٰ سے کہا ہم سچی بات بتلاتے ہیں۔ اے بادشاہ عالم تم نے دجلہ کے بند ٹوٹنے اور طاق مجلس میں دراڑ پڑنے کے بعد ہمیں اپنے اپنے علوم کے مطابق سبب معلوم کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے بہت غور و فکر کیا مگر ہم پر زمین تاریک ہو گئی اور آسمان کے اطراف و جوانب میں ہمارے لیے کوئی راستہ باقی نہ رکھا گیا لہذا ہم میں سے ہر صاحب علم و فن کو اس کے علم و فن نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور کسی کام نہ آیا۔ ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ آسمان سے کوئی نیا امر رونما ہوا ہے اور وہ نبی کی ذات ہی ہو سکتی ہے جو مبعوث ہو چکی ہے یا ہونے والی ہے۔ اسی لیے ہمارے درمیان اور ہمارے علوم کے درمیان حجابات حائل ہو گئے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ بھی خطرہ لاحق تھا کہ اگر تمہیں بتلانیں کہ اس نبی کے ہاتھ پر تمہارا ملک فتح ہو کر ہمیشہ کے لیے تمہارے قبضہ سے نکل جائے گا تو تم کہیں



ہیں قتل نہ کر دو۔ لہذا ہم نے اپنی جانیں بچانے کے لیے تمہیں بھلائے اور مصروف و مشغول رکھنے کی کوشش کی جب کسریٰ نے ان کی زبانی یہ حقیقت معلوم کر لی تو ان کو بھی اور دجلہ کو بھی اپنے حال پر چھوڑ دیا کیونکہ وہ بارہا بند باندھنے کے باوجود قابو میں نہ آسکا تھا۔

ابن اسحاق نے فرمایا جو روایات ہمیں پہنچی ہیں ان کے مطابق کسریٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی موصول ہونے سے قبل دجلہ پر بند باندھ لیا تھا اور اس پر بے حد و حساب اخراجات برداشت کیے تھے اور پھر وہی روایت درج کی جو ہم نے تفصیلاً بیان کی ہے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے ان لوگوں نے روایت بیان کی ہے جن سے کذب اور غلط بیانی کا تصور نہیں ہو سکتا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا کہ اللہ رب العزت نے آپ کے حق میں کسریٰ پر کونسی حجت و دلیل قائم فرمائی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف فرشتہ کو بھیجا جس نے اس مکان کی دیوار سے ہاتھ اندر داخل کیا جس میں کہ وہ آرام کر رہا تھا اور وہ ہاتھ نور سے جگمگا رہا تھا۔ وہ اس منظر کو دیکھ کر گھبرایا تو فرشتہ نے کہا اے کسریٰ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول مبعوث فرمایا ہے اور اس پر کتاب نازل فرمائی ہے ان کا طوقِ علامی بگھے ہیں ڈال لے۔ تیرا تخت و تخت سلامت رہے گا اور آخرت و عاقبت بھی سنور جائے گی۔ اس نے کہا میں سوچوں گا۔ ابن اسحاق نے ہی ذکر فرمایا ہے کہ کسریٰ اپنے ایوان کے محلات میں سے ایک محل کے اندر قیلولہ کی وقت موجود تھا جبکہ کوئی شخص اس کے پاس نہیں آسکا تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف فرشتہ کو بھیجا کسریٰ نے اچانک اس کو اپنے بچھونے پر ہاتھ میں عصا لیے ہوئے دیکھا تو سخت گھبرایا۔ فرشتہ نے کہا اے کسریٰ اسلام لاتا ہے یا پھر میں اس عصا کو توڑ دوں۔ تو کسریٰ نے کہا مہربانی کریں اور درگزر کریں۔ فرشتہ اس سے الگ ہو گیا تو اس نے اپنے دربانوں اور پرہ داروں کو بلایا اور ان پر غضبناک ہوا۔ دریافت کیا کہ اس شخص کو میرے پاس آنے کی اجازت کس نے دی ہے، انہوں نے کہا نہ کوئی شخص داخل ہوا ہے اور نہ ہی ہم نے اس کو دیکھا ہے۔

جب اگلے سال وہی ساعت آئی تو وہ فرشتہ پھر کسریٰ کے سامنے آیا اور پہلے کی طرح کہا کہ تو اسلام لاتا ہے یا میں اس عصا کو توڑ دوں۔ کسریٰ نے کہا رہنے دیں رہنے دیں (اسے نہ توڑیں)۔

فرشتہ چلا گیا کسریٰ نے اپنے دربانوں اور پرہ داروں کو بلایا اور سخت غیظ و غضب کا مظاہرہ کیا اور ان سے پہلے کی طرح کہا کہ اس شخص کو اندر آنے کی کس نے اجازت دی ہے۔ انہوں نے کہا ہم نے کسی کو اندر داخل ہوتے دیکھا ہی نہیں ہے جب تیسرا سال آیا تو اسی ساعت میں پھر فرشتہ آپہنچا اور پہلے کی طرح کہا اسلام لے آ



ورنہ میں اس عصا کو توڑتا ہوں۔ کسریٰ نے کہا جانے دیجئے اور اُسے مت توڑیے۔ مگر اس نے اس مرتبہ عصا کو توڑ دیا بس پھر ملک کسریٰ کا شیرازہ بکھر گیا اور انتظام درجہم برجم ہو گیا۔

زہری فرماتے ہیں میں نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے یہ روایت بیان کی وہ فرماتے ہیں مجھے بیان کیا گیا کہ فرشتہ جب کسریٰ کے پاس گیا تو اس کے دونوں ہاتھوں میں دو بولہبیں تھیں پھر اس نے کسریٰ سے کہا تو اسلام لے آ۔ جب وہ مشرف باسلام نہ ہوا تو اس نے ایک بوتل کو دوسری پر زور سے مارا اور دونوں کو ریزہ ریزہ کر دیا پھر وہاں سے چل دیا اور بعد ازاں کسریٰ تباہ و برباد ہوا۔

خالد بن ویدہ سے مروی ہے یہ پہلے محسوس کا رئیس و سردار تھا بعد ازاں مشرف باسلام ہو گیا کہ کسریٰ جب سوار ہوتا تو اس کے آگے آگے دو سوار اپنی اپنی سواریوں پر چلتے رہتے اور وہ ہر ساعت یہ ندا دیتے اے کسریٰ تو بندہ ہے رب نہیں ہے اور وہ سر ہلا کر ان کی تائید و تصدیق کرتا۔ خالد بن ویدہ کہتا ہے کہ ایک دن کسریٰ سوار ہوا تو ان دو سواروں نے حسب معمول ندا دی لیکن کسریٰ نے سر ہلا کر تائید و تصدیق نہ کی۔ کسریٰ کے سپہ سالار کو پتہ چلا تو وہ اس کے پاس آیا تاکہ اس فرد گزاشت پر اس کو تنبیہ کرے۔

کسریٰ سوچکا تھا جب سواریوں کے گھموں کی آوازیں اس کے کان میں پڑیں تو اس کی آنکھ کھل گئی سپہ سالار اس کے پاس پہنچا تو کسریٰ نے کہا تم نے مجھے بیدار کر دیا ہے اور مجھے آرام نہیں کرنے دیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے سات آسمانوں سے اوپر لے جایا گیا۔ میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں گیا۔ تو اس کے حضور ایک شخصیت حاضر تھی (محمد عربی علیہ السلام) جن پر صرف دو کپڑے تھے تہ بند اور اوڑھنے والی چادر۔ اللہ رب العزت نے مجھے حکم دیا کہ میری زمین کے خزانوں کی چابیاں ان کے حوالے کر دے۔ کیا تجھے اس امر کا حکم بارہا نہیں دیا جا چکا کہ اسلام لے آ ورنہ ملک و سلطنت کو خیر باد کہنا پڑے گا۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ کسریٰ پر دینے کے نام میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے کہہ رہا ہے کہ تمہارے اندر تبدیلی آگئی ہے اور راہ راست سے بھٹک گئے ہو۔ لہذا تمہاری حکومت اور سلطنت بھی بدل چکی ہے اور یہ مکان احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ و التسلیم کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے (اب یہ حکومت ان کی امت کے ہاتھ میں ہوگی) اس قسم کے خوابوں اور اشارات کی وجہ سے کسریٰ اور اس کے حواری کسی حادثہ کے رونما ہونے کے منتظر تھے کہ نعمان بن منذر نے اس کی طرف لکھا کہ تمامہ (حجاز اقدس) میں طلوع ہونے والا ستارہ بتلاتا ہے کہ مالک ارضیٰ سما کے رسول ظہور فرما ہونے والے ہیں۔ کسریٰ اس خبر سے سخت پریشان ہوا اور سمجھ گیا کہ یہی وہ ہستی ہیں جن کے ظہور کی ان کو توقع تھی۔

۱۔ مقتدر زمانہ ترمذی کہ سارا ملک و سلطنت کے وقت تمام سلطنتوں اور مملکتوں ختم ہو گئی۔



ماسوا سلطنت روم کے اور اس کے بقا و دوام کا سبب یہ ہوا کہ جب حضرت اسحق علیہ السلام نے اپنے آخری پیام میں اپنے صاحبزادوں کو بلایا (تاکہ رضائی اور اخروی، ذہبی اور مادی لحاظ سے ان کو مالا مال کریں) تو حضرت یعقوب علیہ السلام ان کی خدمت میں پہلے حاضر ہو گئے تو وہ اور ان کی اولاد نبوت و رسالت کے انعام سے شرف ہو گئے بعد میں حضرت عیصر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو افرائش نسل اور کثرت اولاد کی بھاد دی (اور ساتھ ہی حکومت و سلطنت کی) اور اہل روم انہیں کی اولاد سے ہیں۔

(الغرض روم کی سلطنت کے علاوہ جملہ حکومتیں نیست و نابود ہوئیں) جن میں سے فارس کی عظیم سلطنت بھی تباہ و برباد ہوئی۔ اس کی برادری کا آغاز یوں ہوا کہ شیر و یہ نے اپنے باپ پرویز کو قتل کیا۔ پھر اس کے ملک میں طاعون پھیلی جس میں وہ خود ہلاک ہوا۔ پھر یکے بعد دیگرے کئی حاکم بنتے رہے مگر زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے۔

عہ دوسرا سبب سلطنت روم کے فی الجملہ باقی رہنے کا وہ ہے جس کو سہیلی نے بیان کیا اور امام بدر الدین عینی نے عقداغی میں اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے نقل فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام دیتے ہوئے قیصر روم کی طرف بھی خط مبارک بھیجا اور کسریٰ فارس کی طرف بھی لیکن قیصر نے اس خط کی تعظیم کی اور اسے سونے کے ڈبے میں بند کر کے رکھا اور اس کی نسل اولاد کے بعد دیگرے اس کی تعظیم و تکریم کرتے چلے آئے اور کسریٰ نے آپ کے خط مبارک کی توہین کی اور اس کو بچاڑ دیا۔ جب دونو ایچی واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت حال عرض کی تو آپ نے قیصر روم کے متعلق فرمایا: **ثبت اللہ ملکہ اللہ تعالیٰ** اس کے ملک کو باقی رکھے اور کسریٰ کی جبارت و گستاخی پر فرمایا: **فرق اللہ ملکہ اللہ تعالیٰ** اس کے ملک کے حصے بخرے کر دے گا۔

اور سعید بن ابی راشد کی روایت میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیصر کے ایچی کو فرمایا: **انی کتبت الی ملککم بصحیفة فامسکھا فلن یزال الناس یجدون منه باساً مادام فی العیش خیر۔** میں نے تمہارے بادشاہ کی طرف خط لکھا ہے (اُسے کہنا) کہ اُسے محفوظ رکھے اس کی بدولت لوگ اس وقت تک تائید و تقویت اور قوت و طاقت محسوس کرتے رہیں گے، جب تک زندگی اور جینے میں خیر اور بھلائی باقی رہے گی۔ یعنی قیامت تک رچا پنچہ نسل بعد نسل وہ خط انہوں نے محفوظ رکھا اور ان میں سے ہر ایک اپنی اولاد کو وصیت کرتا کہ اس کی حفاظت کرنا اور تعظیم و تکریم سے پیش آنا۔ **هذا کتاب نبیکم الی جدی قیصر ما زلنا نتوارثہ الی الان و اوصانا اباؤنا انہ مادام الکتاب عندنا لا یزال الملک فینا نحن نحفظہ غایۃ الحفظ و نعظمہ و نکتمہ عن النصاری لیدوم الملک فینا۔**



اسی طرح اہل یمن کی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور باطل سلطنت لپیٹ دی گئی اور اس کا آغاز حبشہ کے سیف بن ذی یزن کو قتل کر دینے سے ہوا اور اس کے بعد حکومت کا معاملہ انتشار کی نذر ہو گیا اور ہر طرف الگ الگ حکمران اور سردار بنا لیے گئے حتیٰ کہ زمانہ اسلام آپہنچا۔  
نعمان بن منذر ہلاک ہوا تو ملک حیرہ کا خاتمہ ہو گیا اور ابی جفنہ کا ملک بھی درہم برہم ہو گیا اور ان کا آخری تاجدار جبیلہ بن ایہم تھا جس نے عمر بن الخطاب کے دور خلافت میں نصرانی مذہب قبول کر لیا۔

## تیرھواں باب

### رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو قبول اسلام کی دعوت دینا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے ابتدائی ایام میں لوگوں کو خفیہ طور پر اسلام کی دعوت دیتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اپنی قوم میں متمد علیہ لوگوں کو خفیہ طور پر دعوت اسلام دیتے تھے جب تین سال کا عرصہ اس حال میں گذر گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا۔  
فَاُصْدَاعَ بِمَا قَوْمٌ - جس امر کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے اس کو علانیہ کرو۔

تب سید انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علانیہ دعوت اسلام و ایمان شروع فرمائی۔  
ابو عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نبوت کے ابتدائی تین سال خفیہ دعوت ایمان و اسلام دیتے رہے حتیٰ کہ آپ کو حکم دیا گیا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا ہے اس کا اعلان کرو اور دعوت اسلام و ایمان بھی علانیہ دو۔

زہری فرماتے ہیں کہ بنی رجمت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خفیہ اور علانیہ دعوت اسلام دی اور جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت لکھی تھی وہ اس سے بہرہ ور ہوئے کچھ نوخیز جوان اور بعض فقراء و مساکین۔ اہل اسلام کی اچھی خاصی تعداد ہو گئی مگر کفار و مشرکین آپ کی دعوت اور مذہب و ملت پر بالکل انکار و غیروہ نہیں کرتے تھے بلکہ جب آپ ان کی مجالس کے قریب سے گذرتے تو وہ آپ کی طرف اشارہ کر کے کہتے کہ بنی عبد المطلب کے اس جوان کے ساتھ آسمان پر سے کلام کیا جاتا ہے (اور احکام نازل ہوتے ہیں) یہ سلسلہ یونہی جلتا رہا حتیٰ کہ سرور عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معبودات باطلہ کے عیوب و



تقاضا بیان کرنے شروع کیے اور ان کے آباؤ اجداد جو حالت کفر و شرک میں مرے تھے ان کا انجام بد اور آخری زندگی میں ذلت و رسوائی بیان فرمانی شروع کی تو وہ آپ کے مخالف ہو گئے اور عداوت و دشمنی کرنے لگے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دو بڑے پڑوسیوں کے درمیان تھا یعنی ابولہب اور عتبہ بن ابی معیط کے درمیان۔ وہ دونوں گوبر اٹھا کر لاتے اور آپ کے گھر میں پھینک دیتے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلتے اور فرماتے اے بنی عبدمناف یہ کیسا پڑوسی ہے؟ (اور کیا یہی حقوق پڑوسی کے ہوتے ہیں) پھر اس گندگی کو باہر لگی پر پھینک دیتے۔

## پودھواں باب

رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کا اجتماعات میں لوگوں کو عذاب خداوندی سے ڈرانا

طارق بن عبد اللہ معاریبی سے منقول ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مرتبہ دیکھا ایک دفعہ سوق حجاز میں جبکہ میں مال تجارت بیچنے میں مصروف تھا۔ آپ گزرے و سرخ دھاری دار حلقہ زیب تن کیے ہوئے تھے اور بلند آواز سے پکار کر فرماتے جارہے تھے۔ ایہا الناس قولوا لا الہ الا اللہ فتلحوا۔ اے لوگو لا الہ الا اللہ کہو نجات پا جاؤ گے۔

ایک شخص آپ کے پیچھے چل رہا تھا اس نے آپ کو پتھر مار مار کر لہو لہان کر دیا۔ اور خون آپ کے ٹخنوں اور ایڑیوں سے بہہ رہا تھا۔ اور وہ کہتا تھا اے لوگو! ان کی اطاعت نہ کرنا (نمود بانٹ) یہ جھوٹے ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے بتلایا کہ (جو آگے آگے ہیں) یہ بنی عبد المطلب ہیں سے ایک جوان ہیں۔ یہ پیچھے چل رہا ہے اور ان کو مار رہا ہے یہ کون ہے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ یہ آپ کا چچا ہے جس کا نام عبد العزیٰ ابولہب۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء دس سال مکہ مبارکہ میں اس طرح قیام فرما رہے کہ آپ عکاظ اور بجنہ میں لوگوں کی قیامگاہوں پر جا کر اور منیٰ کے میدان میں ہواہم (دور جاہلیت کے حج یا میلہ) کے موقع پر لوگوں کو پکار پکار کر فرماتے کوئی ہے جو مجھے پناہ دے؟ کوئی ہے جو



میری تبلیغ احکام رسالت میں امداد و نصرت کرے اور جنت حاصل کرے؛ حتیٰ کہ یمن سے کوئی شخص چلنے لگتا یا قبیلہ مضر سے تو اس کی قوم کے لوگ اس کے پاس آکر کہتے کہ قریش کے جوان (محمد مصطفیٰ علیہ التہیۃ و النہار) کا خیال رکھنا کہیں تجھے فتنہ میں نہ ڈال دے۔

## پندِ ہوا ال باب

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اقرباء کو عذاب خداوندی سے ڈرانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ الشرب العزت کا ارشاد دَاٰنِذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (اپنے خویش و اقرباء کو عذاب خدا سے ڈرائیں) نازل ہوا تو آپ نے فرمایا اے گروہ قریش! اپنی جانوں کو (ایمان و اطاعت کے ذریعے) اللہ تعالیٰ سے خریدو اور بچاؤ میں تمہیں (ایمان نہ لانے کی صورت میں) عذاب خداوندی سے کسی طرح نہیں بچاؤں گا۔ اے بنی عبدالمطلب میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور گرفت سے کوئی نفع نہیں دوں گا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! اے صفیر رسول خدا علیہ التہیۃ و النہار کی بھوپھی میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچاؤں گا (بغیر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے)۔

اے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے میرے مال و منال میں سے جو چاہے لے لو مگر میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب و عتاب سے نجات نہیں دوں گا (جب تک ایمان نہ لاؤ اور اذن شفاعت نہ ملے)۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے دَاٰنِذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ والا حکم نازل فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں کو اس دور کے رسم و رواج کے مطابق یا صبا جاہ کہہ کر پکارا۔ (اے لوگو وقت صبح دشمن کے ناگہانی حملہ سے ہوشیار رہو) لوگ دوڑتے ہوئے آپ کی طرف آنے لگے جو خود نہیں پہنچ سکتا تھا اس نے اپنی طرف سے آدمی بھیجا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بنی عبدالمطلب! اے بنی نضر! اے بنی نضلاں! اے بنی نضلاں! مجھے یہ بتلائیے کہ اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی دوسری جانب دامن میں ہی دشمن کی گھوڑ سوار فوج پہنچ چکی ہے جو تم پر اپنا حملہ کا ارادہ رکھتی ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے اور میری اس بات کو سچا تسلیم کر لو گے۔ سب نے متفق ہو کر کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں (دنیاوی اعداء کی نسبت سخت



ترین دشمن (عذاب قیامت اور نار جہنم سے ڈراتا ہوں) اور اس سے پناہ صرف میری اتباع اور غلامی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے)

ابولہب بولا (نعوذ باللہ) آپ کے لیے ہلاکت ہو۔ کیا آپ نے ہمیں صرف اس لیے بلایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس گستاخی و بے ادبی پر خود جوابی کارروائی فرمائی اور اس کی گالی کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: تَبَّتْ يَدَا اِنِّى لَهَبٍ وَتَبَّ۔ ہلاک ہوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک ہو۔

قبیصہ بن مخارق اور زمیر بن عمر نے کہا کہ جب آیت کریمہ واندنا عشیرتنا الاقربین نازل ہوئی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی چوٹی پر موجود اونچے پتھر پر چڑھ کر کھڑے ہو گئے اور لوں پکارنا شروع فرمایا بنی عبدمنان میں تمہیں خطرہ سے آگاہ کرنے والا ہوں۔ میری اور تمہاری حالت ایسے ہے جیسے ایک آدمی دشمن کو اپنے اہل عیال اور خویش و اقرباء پر حملہ آور ہوتے دیکھے اور دوڑ کر انہیں خبردار کرنا چاہیے مگر جب یہ خطرہ محسوس کرے کہ وہ مجھ سے سبقت نہ لے جائے اور میرے پہنچنے سے قبل ہی حملہ آور نہ ہو جائے تو دور سے ہی چلا چلا کر یا صبا حاہ کہنا شروع کرے اور اہل و عیال اور خویش و اقرباء کو خبردار کرنا شروع کرے۔ یہ حدیث صرف امام مسلم نے روایت کی ہے اور اس سے قبل جو روایات ہیں وہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آیت مقدسہ واندنا عشیرتنا الاقربین نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر چڑھے اور قریش کو پکارا۔ قریش نے آپ کی آواز کو سنا تو کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کوہ صفا پر کھڑے ہو کر پکار رہے ہیں۔ (دیکھیں کیا کہتے ہیں) سبھی آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ بتائیے اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں دشمن فوج کے شاہسوار موجود ہیں تو کیا تم میری بات کو سچا مانو گے۔ سب نے بیک زبان ہو کر کہا ہاں۔ آپ ہمارے نزدیک نہ تو کذاب اور غلط بیانی کرتے ہیں اور نہ ہی ہم نے کبھی جھوٹ بولتے سنا ہے۔

آپ نے فرمایا میں تمہیں سخت ترین عذاب (عذاب دوزخ) سے ڈرانے والا ہوں۔ اے بنی عبدالمطلب اے بنی عبدمنان۔ اے بنی نہرہ۔ حتیٰ کہ آپ نے قریش کے تمام شہزادوں کا بالخصوص نام لے کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں قریشی برادری کو عذاب اخروی سے ڈراؤں۔ یقین جانیے میں تمہارے دنیوی منافع کا مالک ہوں اور نہ اخروی فوائد کا جب تک کہ تم لا الہ الا اللہ نہ کہو اور ایمان اسلام سے بہرہ ور نہ ہو جاؤ۔



حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں جو منی البولعب نے آپ کا یہ ارشاد سنا تو کہا (العیاذ باللہ) ان تمام مشکلات و مصائب اور حوادث و ہلاکتوں کا سامنا نہیں کرنا پڑے کیا تم نے ہم سب کو اس لیے جمع کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے خود جواب دیا اور ان کی شان محبوبی کو ظاہر فرمایا، اور پوری سورت قہت یدنا ابی لہب و قہت نازل فرمائی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت کریمہ و انذر عشیرتک الاقربین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں تنگی اور اضطراب و بے چینی پیدا ہونے لگی کیونکہ (امر خداوندی کا ترک کرنا ناممکن ہے) اور یہ بھی مجھے یقین تھا کہ جب میں ان کے سامنے اس امر کو ظاہر کروں گا تو انکار و عمل الیا ہوگا جو قطعاً ناپسندیدہ اور قابل نفرت و کراہت ہوگا۔ میں نے ذرا سکوت و توقف کیا تو فوراً جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم اللہ رب العزت کے امر و حکم کا امتثال و اتباع نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا اور عذاب و عتاب فرمائے گا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے علی میرے لیے ایک صاع (تقریباً چار سیر کا پیمانہ) طعام تیار کرو اور بکری کی ایک ٹانگ (بطور سالن تیار کر کے بھی) ساتھ رکھو اور ایک بڑا پیالہ دودھ کا بھی بھر کر رکھو۔ جب یہ سب چیزیں تیار کر کے رکھ دو تو پھر تمام بنی عبدالمطلب کو میری طرف بلاؤ اور اکٹھا کر دانا کہ ان کو یہ دعوت کھلائیں، اور ان کو روحانی غذا دین اسلام بھی مہیا کریں اور اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچائیں اور اس فریضے سے سبکدوش ہو جائیں۔

وہ فرماتے ہیں میں نے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی تعمیل کی۔ پہلے کھانا وغیرہ تیار کیا پھر ان کو بلایا اور وہ تقریباً چالیس آدمی تھے ایک آدھ کم ہوگا یا زیادہ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچے حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما بھی تھے اور جناب ابوطالب صاحب اور ابولہب بھی جب جمع ہو گئے تو آپ نے کھانا طلب فرمایا جو میں نے تیار کر رکھا تھا میں نے وہ حاضر کیا۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں سے ایک ٹکڑا روٹی کا دست اقدس سے اٹھایا دانتوں میں چبا کر اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پیالہ کے اندر اطراف و جوارب میں بھیل دیا۔ پھر ان کو فرمایا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ شروع کرو اور اپنا اپنا نصیب وصول کر دو وہ سارے کے سارے سیر ہو گئے اور کسی دوسری چیز کی ان کو حاجت نہ رہی اور اس پیالہ میں سے (جس سے وہ کھا رہے تھے) صرف ان کے ہاتھوں والی جگہ میں کھانے کے اثرات و نشانات اور طعام میں کمی محسوس ہوتی تھی باقی سارا پیالہ اسی طرح بھرا ہوا تھا حالانکہ وہ کھانا بنظر ظاہر صرف اتنا تھا کہ ان میں سے ایک ہی آدمی کھا جاتا۔



پھر آپ نے فرمایا کہ ان کو دودھ پلاؤ میں دودھ والا پیالہ اٹھا کر لایا سب نے باری باری پیا اور اچھی طرح میراب ہو گئے۔ حالانکہ بادی التطرین الشرب العزت کے نام اقدس کی قسم کھا کر کہتا ہوں ان میں سے صرف ایک شخص ہی اس کو بآسانی پی کر ختم کر سکتا تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوندی بیان کرنے اور اس کے پیغام کو پہنچانے کا ارادہ فرمایا تو ابولہب نے بڑی چالاکی سے کام لیتے ہوئے سب حاضرین کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر جادو کر دیا ہے (اس لیے تم کچھ کھانی نہیں سکے ہو) اور سب فوراً اٹھ کر چل دیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی کلام نہ فرمایا۔

دوسرے دن آپ نے فرمایا اے علی (المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) یہ شخص (ابولہب) جیسا کہ تم نے سن لیا مجھ سے سبقت لے گیا اور مجھے تبلیغ کا موقع ہی نہ دیا تو آج پھر کھانا تیار کرو اور ان کو میرے پاس بلاؤ اور اٹھا کر وہیں اٹھا اور ان کو بلا لایا۔ انہوں نے کھانا کھایا، دودھ پیا۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ اس طرح سلسلہ گفتگو کا آغاز فرمایا۔

اے بنی عبدالمطلب بخدا جہاں تک مجھے معلوم ہے عرب کا کوئی شخص اپنی قوم کے پاس اس افضل و اعلیٰ پیغام اور اس سے فائق و برتر انعام نہیں لایا جو میں تمہارے لیے لایا ہوں۔ کیونکہ میں تمہارے پاس دو نوجوان کی بہتریاں اور بھلائیاں اور دنیا و آخرت کی خیر و برکت لایا ہوں اور مجھے میرے رب کریم نے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں اس امر کی دعوت دوں لہذا تم میں سے کون ہے جو اس معاملہ میں میری امداد و اعانت کرے اور میرا بھائی ہونے کا شرف و فضل حاصل ہے۔

ساری قوم چپ چاپ رہی اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے عرض کیا حالانکہ میں سب سے عمر میں چھوٹا تھا۔ اے بنی خدا (علیہ التحیۃ والتسار) میں آپ کا ساتھ دوں گا اور سارے افراد قوم ہنستے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

## سولہواں باب

فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت و نبوت کی عمومیت

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ والتحمیات



نے ارشاد فرمایا کہ پہلے ہرنی کو صرٹ اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا مگر مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا اور یہی مضمون حضرت علی المرتضیٰ، حضرت ابوذر، حضرت ابو موسیٰ، حضرت ابوامامہ، حضرت ابوہریرہ، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی و منقول ہے اور عنقریب ان کی روایت کردہ احادیث کو بیان کیا جائے گا۔  
انشاء اللہ العزیز۔

## سترہواں باب

سید کوئین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنّتوں کی طرف مبعوث ہونا اور رسول الثقلین کے منصب پر فائز ہونا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ التّحیۃ والثناء نے سورہ رحمن ہمیں سنائی جب تلاوت سے فارغ ہوئے اور ہمارے سکوت اور خاموشی کو ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کیا وجہ ہے۔ تم نے سکوت و جمود کا مظاہرہ کیا ہے (اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد نبای آلاء ربکما تکذبان) (یعنی اے جنّت اور انسانو تم دونوں فریق اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے کس نعمت کو جھٹلاتے ہو) کا جواب کیوں نہیں دیا یقین جانیے تمہاری نسبت جن بہت اچھے انداز میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا جواب دیتے تھے (جب میں نے ان پر اس سورہ مبارکہ کو تلاوت کیا) میں نے جب بھی نبائی آلاء ربکما تکذبان پڑھا تو انہوں نے جواب میں کہا۔ اے ہمارے رب ہم تیری نعمتوں میں سے کسی کی بھی تکذیب و انکار نہیں کرتے۔ تو ہی سزاوار حمد اور مستحق ثناء ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے چلے اور مجھے بھی ہمراہی کا شرف بخشا۔ جب آبادی سے دور نکل گئے تو ایک دائرہ کھینچ کر مجھے اس کے اندر بیٹھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میری واپسی تک اس سے باہر نہ نکلنا چنانچہ آپ مجھے بٹھا کر تشریف لے گئے اور پھر سحر کے وقت واپس قدم رنجہ فرمایا۔ تب ارشاد فرمایا کہ میں جنّتوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں نے عرض کیا یہ کیسی آوازیں تھیں۔ جو میں سنتا رہا ہوں (اگرچہ معنی و مفہوم کا پتہ نہیں چلتا تھا) فرمایا یہ آوازاں کی اس وقت بلند ہو رہی تھی جب انہوں نے میری بارگاہ میں سلام و نیاز کے تحائف و ہدایا پیش کیے اور مجھے الوداع کہا۔



## اٹھارہواں باب

### سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتناذ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر سلسلہ نبوت کو ختم کیا گیا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوات نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک کے موقع پر مدینہ طیبہ کے اندر اپنا قائم مقام بنایا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑ کر جا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کیا تم اس امر پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں میری نسبت اس طرح منصب خلافت و نیابت حاصل ہو جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کی نسبت منصب خلافت و نیابت حاصل ہوا تھا۔ (جبکہ وہ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق چالیس شب و روز ٹھہرے رہے اور تورات لے کر واپس ہوئے) مگر میرے بعد کوئی نبی مبعوث ہونیوالا

عہ اس روایت سے شیعہ حضرات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر استدلال پیش کرتے ہیں مگر اس میں کوئی دھڑ استدلال نہیں ہے کیونکہ یہ نیابت و خلافت عارضی تھی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوہ تبوک سے واپسی پر خود بخود ختم ہو گئی جیسا کہ ہارون علیہ السلام کا منصب نیابت حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی واپسی پر ختم ہو گیا۔ نیز یہ خلافت اس وقت آپ کو حاصل ہوئی جب اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے لہذا ان پر آپ کا خلیفہ ہونا کیونکر ثابت ہوا بلکہ ایک روایت کے مطابق ستر ستر ہزار صحابہ آپ کے ہمراہ تھے لہذا ان پر بھی خلافت ثابت نہ ہوئی اور یہی وجہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ گویا جیسے وہ جنگ کے اہل نہیں مجھے بھی اس قابل نہیں سمجھا گیا۔ اگر خلافت عامہ اور نیابت مطلقہ ہوتی تو اسی عذر کو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ نیز یہ نیابت و خلافت اس وقت آپ کو حاصل ہوئی جب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم سفر تبوک میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور بعد از وصال نبوی بھی آپ کو خلافت و نیابت اس وقت حاصل ہوئی جب وہ تینوں حضرات سفر آخرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی اور ان کی بارگاہ کی حاضری کا شرف حاصل کر چکے۔ لہذا اس سے خلافت بلا فصل پر استدلال درست نہیں ہے۔



نہیں ہے (کہیں اس تمثیل و تشبیہ سے یہ مغالطہ نہ ہو جائے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی میرے بعد نبی ہوں گے) اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدائس و جان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ یہ روایت صرف مسلم شریف میں مروی ہے بحساری شریف میں مروی نہیں ہے۔

## ایسوال باب

نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا کفار و مشرکین کی ایذا رسانیوں پر صبر و تحمل سے کام لینا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی و منقول ہے کہ قریش کے رؤسا مقام حطیم میں جمع ہوئے اور لات و عزریٰ اور تیسرے بت منات کی قسم کھا کر عہد و پیمان کیا کہ اگر ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا تو

تنبیہ مدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اس کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے مبعوث ہوئیوں میں سے کوئی موجود نہیں رہے گا نعوذ باللہ جیسے کوئی کہے میں ماں باپ کا آخری فرزند ہوں میرے بعد ان کا کوئی بیٹا نہیں تو کوئی شخص بھی اس سے یہ نہیں سمجھ سکتا کہ جو پہلے پیدا ہوئے تھے وہ باقی نہیں ہیں البتہ نبی اپنی شریعت کے احکام نافذ نہیں کریں گے بلکہ صرف دین مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی پابندی کریں گے اور اس کی تبلیغ کریں گے جیسا کہ اللہ رب العزت نے روز میثاق عہد لیتے وقت فرمایا اخرجوا کما رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنبھرنہ (پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والے ہیں تو تم ضرور ان کے ساتھ ایمان لاؤ گے اور ان کے دین کی امداد نصرت کرو گے) لہذا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الزمان پیغمبر موعود کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ جب وہ بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر ہونے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت میں قرآن مقدس اور شریعت مصطفویٰ کا درس دیں گے اور انجیل اور شریعت نصرانیہ کو ترک کر دیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا زیادہ واضح ہو جائے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان بھی ظاہر ہوگی اور امت کا مقام بھی کہ عیسیٰ علیہ السلام ان میں سے ایک فرد ہیں۔



فرد واحد کی طرح یکبارگی ان پر حملہ آور ہو کر (خاکم بدہن) قتل کر ڈالیں گے اور اس اقدام کو انجام تک پہنچائے بغیر ان سے جدا نہیں ہوں گے۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا روتی ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا آپ کی قوم کے رؤسا دیں سے ایک گروہ نے حطیم میں بیٹھ کر باہم عہد و پیمان کیا ہے کہ اگر آپ کو دیکھیں گے تو سارے حملہ آور ہو جائیں گے اور آپ کے خون اقدس سے اپنا اپنا حصہ (العیاذ باللہ) حاصل کریں گے تو آپ نے فرمایا اے میرے نعت جگر و خور کے لیے پانی لا دو۔

انہوں نے پانی پیش کیا، آپ نے وضو فرمایا پھر بیت اللہ شریف اور مسجد حرام میں تشریف لے گئے جب انہوں نے دیکھا تو کہنا یہ رہے محمد ہی ہیں وہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر سب نے آنکھیں نیچی کر لیں اور سب کے گویا پاؤں کٹ چکے تھے نہ تو کسی کو آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت ہوئی اور نہ کوئی شخص ان میں سے اپنی نشست سے اٹھ سکا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے سروں پر جا کر کھڑے ہو گئے اور مٹی کی مٹھی اٹھا کر اُن پر پھینکی اور فرمایا کمینوں اور بدطینت لوگوں کے چہرے بد صورت و بد شکل ہو گئے۔ ان میں سے جس کو خاک اور کنکریاں لگیں وہ میدان بدر میں بحالت کفر قتل ہو کر واصل جہنم ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا اگر میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کعبہ مبارکہ کے گرد نماز پڑھتے دیکھوں گا تو (خاکم بدہن) ضرور ان کے پاس آکر ان کی گردن کو یا مال کر دوں گا سرورِ عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر وہ ایسی جبارت کرے گا تو ملائکہ اس کو لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اچک لیں گے (اور تباہ و برباد کر دیں گے)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے منقول ہے قریش بلکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی عداوت اور دشمنی کا اظہار ہمیشہ کرتے ہی رہتے تھے ان میں سب سے زیادہ عداوت و شقاوت کا مظاہرہ تم نے کونسا دیکھا۔ آپ نے فرمایا میں ان کے پاس اس وقت پہنچا جب کہ اُن کے اشرف و اکابر حطیم کعبہ میں جمع ہو چکے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو کہنے لگے ہم نے اپنے آپ کو اتنا صابر کبھی نہیں پایا جتنا کہ اُن کے معاملہ میں ہم نے صبر کیا ہے۔ انہوں نے ہمیں بے وقوف کہا ہمارے آباؤ اجداد کو گالیاں دیں۔ ہمارے دین پر عیب جوئی اور طعن و تشنیع کی۔ ہماری جماعت و جمعیت کو پرالگندہ اور منتشر کیا حتیٰ کہ ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں یقیناً ہم نے اُن کے معاملہ میں صبرِ عظیم کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ اسی گفتگو میں مصروف تھے کہ نبی الانبیاء علیہ التّحیۃ و التّساددہاں تشریف لائے۔ آپ سیدھے حجرِ اسود کی طرف چلے آئے اس کا استلام کیا پھر بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے اُن کے پاس سے گذرے تو انہوں نے آپ کے بعض ارشادات کی وجہ سے



آپ پر طعن کیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں نے کراہت و ناپسندیدگی کے اثرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر دیکھے (مگر آپ نے زبان سے کوئی جواب نہ دیا) اور طواف میں مصروف رہے جب دوبارہ دوران طواف آپ اُن کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پھر طعن و تشنیع سے کام لیا مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح آگے گئے صرف چہرہ اقدس پر ناراضی اور ناپسندیدگی کے اثرات نظر آئے تیسری بار گزرے تو انہوں نے پھر اسی بے ہودگی کا مظاہرہ کیا تو آپ نے فرمایا اے گروہ قریش سنتے ہو؟ غور سے سن لو میں اس ذات اقدس کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے پاس ذبح اور ہلاکت لے کر آیا ہوں (جس کو عدم اطاعت اور عصیان و طغیان پر مدامت و اصرار کی وجہ سے تمہارا مقدمہ بنا دیا گیا ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سن کر سبھی دم بخود ہو گئے اور یوں سر جھکائے لبوں پر مہر سکوت لگائے بیٹھے نظر آتے تھے گویا کہ اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں (ذرا جنبش ہوئی تو وہ اڑ جائیں گے) حتیٰ کہ جو شخص قبل ازیں آپ کے خلاف سب سے زیادہ لوگوں کو اکسانے والا تھا وہ احسن سے احسن انداز گفتگو اور نرم سے نرم گفتار کے ذریعے آپ کو راضی کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اور یوں کہتا تھا اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم آپ تشریف لے جائیں درآنحالیکہ آپ راہ راست پر ہیں اور کامیاب و کامران۔ بخدا آپ کے مقام اور شان سے جاہل و نادان نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے گئے۔ دوسرا دن ہوا تو پھر وہ لوگ عظیم کعبہ میں جمع ہو گئے اور میں بھی اُن کے ساتھ تھا۔ ان میں سے بعض نے دوسروں سے کہا: تم نے اپنے صبر و تحمل کو بھی یاد کیا اور جو تکلیف تمہیں ان سے پہنچی اس کا تذکرہ بھی کیا مگر جب انہوں نے تمہیں علانیہ وہ بات سنائی جو تمہیں ناپسند تھی تو تم نے اُن کو چھوڑ دیا۔ وہ اسی گفتگو میں تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ وہ سبھی یکبارگی آپ کی طرف پکے اور آپ کو گھیرے میں لے کر کہتے تھے تو یہی وہ شخص ہے جو ایسی باتیں کہتا ہے جو کچھ انہیں آپ کی طرف سے اپنے دین اور موجودات باطلہ کی تنقیص وغیرہ کے متعلق پہنچا تھا وہ ذکر کرتے تھے) آپ فرماتے تھے ہاں میں ہی وہ شخص ہوں جس نے یہ کہا ہے بعد ائذ فرماتے ہیں میں نے ان میں سے ایک شخص کو سرور انبیاء علیہ النعمۃ والتناذ علیہ وعلیہم السلام کے جامع روائع یعنی چادر مبارک کے جابے اجتماع اطراف کو پکڑے ہوئے دیکھا فرماتے ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُسٹھے اور اس شخص کے آگے کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ (جب کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے) کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتے ہیں۔ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر وہ منتشر ہو گئے۔ یہ واقعہ ان تمام واقعات سے محنت تر ہے جو بھی میں نے قریش کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آتے دیکھا۔

عمر و نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے زیادہ قریش



نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیف پہنچائی اتنا کہہ پائے تھے کہ اس واقعہ کو یاد کر کے آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ پھر فرمایا یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نسبت اللہ شریف کے گرد طواف کر رہے تھے اور انہوں نے اپنا ہاتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا۔ ہوا تھا اور حلیم میں تین شخص عقبہ بن ابی معیط ابو جہل بن ہشام اور امیہ بن خلف بیٹھے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے برابر سے گذر رہے تھے تو انہوں نے بعض ناپسندیدہ کلمات کہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر اس کے اثرات دیکھے۔ میں بھی آپ کے قریب ہو گیا حتیٰ کہ آپ میرے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان ہو گئے اور آپ نے اپنی انگلیاں میری انگلیوں کے درمیان دے دیں اور ہم نے اس طرح مل کر طواف کیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لنگے برابر گذر رہے تھے تو ابو جہل نے کہا بخدا ہم آپ کے ساتھ اس وقت تک صلح نہیں کریں گے جب تک سمندر خشک نہ ہو جائیں اور صوف کے ٹکڑے کو بھی تر کرنے سے عاجز و بے بس نہ ہو جائیں اور کیسے صلح کر سکتے ہیں جب کہ تم ہمارے آباد و اجداد کے معبودات ہم سے چھوڑتے چھڑاتے ہو اور ان کی پرستش سے منع کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا میں ہوں تو وہی پھر آپ طواف میں مشغول ہو گئے۔ جب تیسرے چکر میں پھر اُن کے قریب سے گذرے تو انہوں نے پھر اسی طرح کہا حتیٰ کہ چوتھے چکر میں وہ سب اٹھ کر آپ سے الجھ پڑے اور ابو جہل جھپٹ کر آپ کی چادر مبارک کے دونوں کنارے سینہ مبارک کے سامنے سے پکڑنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کو زور سے دھکا دیا تو وہ سرین کے بل جا کر اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے امیہ بن خلف کو دھکیل کر پیچھے ہٹا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن ابی معیط کو مار بھگایا۔ آپ ابھی وہیں کھڑے تھے اور وہ ذلیل و رسوا ہو کر حرم پاک سے نکل رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا تم باز نہیں آؤ گے تا وقتیکہ عقاب باری تعالیٰ فوری طور پر تمہیں اپنی لپیٹ میں نہ لے لے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر مرعوب نہ ہوا ہو اور لرزے کانپنے نہ لگا ہو۔ آپ نے فرمایا تم بہت ہی بُری قوم ہو اپنے نبی کے حق میں (کہ اطاعت کی بجائے مخالفت و ناصحت سے کام لیتے ہو)۔ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دو لنگہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہم بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ جب آپ اپنے دروازے کی دہلیز پر پہنچے تو کھڑکے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہارے لیے شرہ اور خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ اپنے دین کو بہر حال ظاہر و غالب فرمائے گا، اپنے کلمہ حق کو مکمل فرمائے گا اور اپنے نبی کی نصرت و امداد فرمائے گا۔ یہ کفار و مشرکین جن کو تم نے (ابھی معاندت و ناصحت کرتے ہوئے) دیکھا اللہ تعالیٰ انہیں جلد ہی تمہارے ہاتھوں سے ذبح کرانے کا۔ پھر ہم اپنے گھروں کی طرف چل دیے۔ بخدا میں نے اُن کفار کو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق) دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمارے



ہاتھوں ذبح کر آیا۔

حضرت اسماعیل بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ میں نے آج عجب واقعہ دیکھا۔ میں نے مشرکین کی جماعت کعبہ کے گرد بیٹھی دیکھی جن کا رئیس ابو جہل تھا اور وہ باہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ الجھنے اور لڑائی کرنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رونما ہوئے اور فرمایا تم بھی قبیح و بد شکل ہو گئے اور تمہارا قائد و رہبر بھی۔ میں نے دیکھا گویا وہ گونگے اور بے زبان ہو چکے تھے۔ کسی میں بولنے کی سکت و طاقت باقی نہیں رہی تھی اور نہ ہی وہاں سے اٹھنے کی۔ میں نے ان میں سے خبیث ترین اور انتہائی پلید شخص کو دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے معذرت خواہی کے لیے دوڑ رہا تھا اور کہتا تھا آپ ہم سے درگزر کریں اور ہم آپ سے تعرض نہیں کریں گے اور رسول گرامی فرماتے تھے جب تک تو اللہ رب العزت پر ایمان نہیں لائے گا میں درگزر نہیں کروں گا بلکہ قتل کروں گا۔ اس نے دریافت کیا تو کیا تم مجھے قتل کر سکتے ہو۔ آپ نے فرمایا تجھے اللہ تعالیٰ قتل کرے گا اور لوگ قتل کریں گے تب ابو جہل اور دوسرے لوگ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بدل دیے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا مجھے اس سخت اور صعب ترین واقعہ کی اطلاع دو جو قریش کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آیا انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ اور مسجد حرام کے احاطہ میں تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے مبارک کو پکڑا اور چادر مبارک کو آپ کی گردن میں لپیٹ کر سخت بل دیا اور آپ کی گردن کو سخت دبایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپہنچے اور عقبہ کو کندھے سے پکڑ کر نیچے دھکیل دیا اور فرمایا کیا ان کو اس لیے شہید کرنے کے درپے ہو کہ وہ کہتے ہیں میرا رب اللہ تعالیٰ ہے (نہ کہ اہنام و اوثان) حالانکہ وہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات و بشارات اور واضح دلائل لائے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے صرف ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی ہلاکت اور مغلوبیت کے لیے دعا کرتے ہوئے دیکھا۔ واقعہ یوں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے اور قریش کا ایک گروہ بیٹھا ہوا تھا اور ایک اونٹ کا ٹکنبہ (ادھری) قریب ہی موجود تھا تو انہوں نے کہا کون ہے جو اس ٹکنبہ کو اٹھا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پشت پر رکھے؟ عقبہ ابن ابی معیط نے (انتہائی شقاوت و بد بختی کا مظاہرہ کرتے ہوئے) کہا میں رکھتا ہوں چنانچہ اس کو اٹھا کر حالت سجدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر رکھ دیا۔ آپ اسی طرح سجدہ کی حالت میں رہے۔ حتیٰ کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو انہوں نے اس بوجھ کو اتار پھینکا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ اے اللہ قریش کی اس جماعت کو اپنی گرفت



میں لے۔ اے اللہ عقبہ بن ابی معیط کو عذاب میں مبتلا فرما۔ اے اللہ تعالیٰ شیبہ کو عتاب و عتاب کا نشانہ بنا۔ اے اللہ ابو جہل بن ہشام کو قہر و جلال کا ہدف بنا۔ اے اللہ ابی بن خلف یا امیہ بن خلف پر غیظ و غضب نازل فرما۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اُن کو دیکھا کہ وہ لوگ بدر کے دن قتل ہو گئے اور ان سب کو کھینچ کر بدر والے ویران کنوئیں میں پھینک دیا گیا۔ ماسوا ابی یا امیہ کے (بلکہ ماسوا امیہ کے) کیونکہ وہ بہت موٹا تھا اور جسم ولیم تھا۔ گھیٹے وقت اس کی استریاں باہر نکل آئی تھیں (لہذا اس مردار کو وہیں مٹی میں ڈال کر چھپا دیا گیا)۔

ابن اسحاق نے نقل کیا کہ جب تمام مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر مجتمع و متفق ہو گئے تو آپ کے چچا ابوطالب صاحب نے آپ کی امداد و اعانت کی اور کفار و مشرکین سے حفاظت کا اہتمام و انتظام فرمایا۔

چنانچہ قریش کے اشراف دروڑسا مثل عقبہ و شیبہ اور ابو جہل حضور کے چچا ابوطالب کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے کہا تمہارے بھتیجے نے ہمارے معبودات کو گالیاں دی ہیں۔ ہمارے دین و مذہب میں عیوب و نقائص نکالے ہیں۔ ہمیں بے وقوف اور کم عقل کہا اور ہمارے آبا و اجداد کو گمراہ اور بے دین کہا ہے یا تو اُن کو ہمارے ساتھ چھڑ چھڑ سے منع کرو اور یا پھر ہمارے اور اُن کے درمیان حائل ہونا بند کرو اور انہیں ہمارے حوالے کر دو۔ کیونکہ تم بھی اعتقاد و نظریہ میں اُن کے خلاف ہو اور ہمارے موافق ہو ہم خود انکو روک لیں گے۔ جناب ابوطالب صاحب نے اُن کے ساتھ نرم انداز میں گفتگو کی اور اُن کو احسن طریقہ پر جواب دیکر لوٹا دیا اور وہ چلے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ توحید و رسالت اور ابلاغ احکام و اوامر پر کار بند ہے۔ قریش اور آپ کے درمیان اختلافات شدت اختیار کر گئے۔ ان میں سے بعض نے دوسروں کو آپ کے خلاف اکسایا اور بھڑکایا۔ وہ پھر ابوطالب صاحب کے پاس آکر کہنے لگے یہ صورت حال ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے اور ہمارے صبر و ضبط کی اب انتہا ہو چکی ہے۔

تو جناب ابوطالب نے آپ سے عرض کیا اے عزیز من۔ آپ کی قوم میرے پاس آئی ہے اور وہ یہ شکایت کر رہے ہیں لہذا تم (اس دعوت کو جاری رکھ کر) مجھے اس بارگراں کے برداشت کرنے کی تکلیف نہ دو جس کا میں متحمل نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند اتار کر رکھ دیں اور پھر یہ مطالبہ کریں کہ میں دعوت توحید و رسالت کو ترک کر دوں تو میں قطعاً اس کو ترک نہیں کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ دین کو غلبہ و فتح مندی عطا فرمائے گا یا اس کی راہ میں شہید ہو جاؤں گا۔



فرط جذبات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو اٹھ آئے اور آپ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے جب آپ چل دیے تو ابو طالب صاحب نے بلایا اور عرض کیا اے میرے عزیز ترین بھتیجے میری طرف آئیے آپ واپس آئے تو عرض کیا آپ جو چاہیں کہیں میری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے میں بخدا کبھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا اس کے بعد اہل ایمان اور مشرکین کے درمیان جنگ و جدال کا سلسلہ شروع ہوا اور ہر قبیلہ کے کفار و مشرکین نے وہاں کے مومنین کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا، ان کو طرح طرح کے عذاب دیتے اور دین سے برگشتہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ ابو طالب صاحب نے بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو خطاب کیا اور انہیں بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و اعانت پر آمادہ کیا۔

اہل اسلام نے جب نماز پڑھنی ہوتی تھی تو وادیلوں اور گھاٹیوں میں چلے جاتے اور قوم کفار سے چھپ کر نماز ادا کرتے تھے لیکن انہوں نے وہاں بھی قتال و جدال سے گریز نہ کیا اس پر اہل اسلام نے بھی جوابی کاروائی شروع کی چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے سوانٹ کے جڑے والی ہڈی ایک مشرک کے سر میں دے ماری اور اس کو پھاڑ دیا اور یہ پہلا خون تھا جو اہل اسلام نے بہایا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب ابو طالب صاحب بیمار ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے (ابو جہل اور دیگر مشرک پہلے وہاں موجود تھے) ابو طالب کے سر پرانے ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ ابو جہل اپنی جگہ سے اٹھ کر وہاں بیٹھ گیا اور اس نے اور دیگر کفار و مشرکین نے ابو طالب صاحب کو کہا کہ تمہارے بھتیجے ہمارے معبودات اور خداؤں کی توہین و تحقیر کرتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا۔ قوم آپ کے متعلق کیوں شکایت کر رہی ہے؟ آپ نے ان کو یہ موقع کیوں دیا ہے۔ آپ نے نہ فرمایا میں ان سے صرف ایک کلمہ کے اقرار و اعتراف اور اس کے اعتقاد و اذعان کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اگر وہ ایسا کر لیں تو سب عرب ان کے مطیع و فرمانبردار بن جائیں گے اور عجم ان کی رعایا بن کر ان کو جزیہ ادا کرے گا۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ تو وہ چلانے لگے انہوں نے سب خداؤں کی خدائی اور معبودات کی عبادت کی نفی و انکار کر کے صرف ایک خدا کو ماننے کا مطالبہ کیا ہے (یہ تو عجب بات ہے اور ناقابل تسلیم) اس موقع پر یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی۔



کافروں نے کہا یہ ساحر و کذاب ہیں۔ انہوں نے سب خداؤں کی خدائی کی نفی کر کے صرف ایک خدا کا اثبات کیا ہے یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے،

## بیسواں باب

### اکثم بن صیفی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور و خروج کی خبر شکر اسلام لانا

ابن عمیر سے مروی ہے کہ اکثم بن صیفی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی اطلاع پہنچی تو اس نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا ارادہ کیا لیکن اس کی قوم نے رکاوٹ ڈالی اس پر اس نے کہا کون شخص ہے جو میری عرض ان کی بارگاہ میں پیش کرے اور ان کا فرمان مجھے پہنچائے۔ دو آدمیوں نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا ہم اکثم کے اچھی ہیں وہ آپ کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہے کہ آپ کس نسبت سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا دعویٰ کیا ہے اور آپ کی دعوت کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ (ابن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد منات ہوں) اور میرا دعویٰ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا عبد خاص اور اس کا رسول و نبی ہوں اور میری دعوت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يٰۤاٰمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيتَادِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ اَلَيْسَ (البتہ اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے اور قرابت و اربوں پر خرچ کرنے کا اور بری باتوں، غلط کاریوں اور بغاوت سے منع فرماتا ہے)۔

انہوں نے عرض کیا ذرا یہ کلمات دہرائیں تاکہ اچھی طرح یاد ہو جائیں چنانچہ آپ نے ان کو یاد کرائے پھر اکثم کے پاس پہنچے اور اس سے کہا ہم نے ان کی نسبت کے متعلق دریافت کیا ہے وہ قبیلہ مضر میں بہتر نسب کے مالک ہیں اور انہوں نے ہمیں چند کلمات بتائے ہیں (جو ہم تمہیں سنائے دیتے ہیں) جب اس نے ان کی زبانی وہ کلمات طیبات سے تو کہا اے میری قوم میں تو یہی سمجھتا ہوں اور اعتقاد رکھتا ہوں کہ وہ بلند ترین اور اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور برے اخلاق اور قابل ملامت اعمال سے منع کرتے ہیں۔ لہذا تم (ان پر ایمان لا کر) دوسرے لوگوں سے سبقت لے جاؤ اور رسول اہل اسلام بنو نہ کہ گنہگار۔ اور کافر اور پہلے مومن بنو نہ کہ آخری۔ اکثم نے کہا درود سنج سے خالی لوگوں کی طرف سے مبتلا رنج و الم لوگوں پر ہمیشہ طعن و تشنیع اور زجر و ملامت ہوتی ہے۔ (دوسروں کو کیا خبر کہ بارگاہ مصطفیٰ اعلیٰہ النبیۃ و الشاد سے دوری مجھ کو کس قدر ناگوار ہے اور میرے لیے سوا ان روح ہے) اے میرے نفس درود کی



حسرت اور ارمان ایسے امر پر جس کو نہ ہیں پاسکا اور نہ ابھی میرے ہاتھ سے فوت اور ضائع ہوا (بلکہ کوشش کروں تو ہو سکتا ہے بخت مدد کرے اور نصیبہ جاگ اٹھے) اے میرے نفس مجھے تجھ پر افسوس نہیں ہے بلکہ عام لوگوں پر افسوس ہے (کہ وہ کیوں اس سعادت سے بہرہ ور نہیں ہو رہے ہیں) مگر اس قدر افسوس کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حق جب ثابت و قائم ہو جاتا ہے (باطل خود بخود راہ فرار اختیار کر لیتا ہے) لہذا اسلام غالب آکر رہے گا اور کفر و ضلالت کی گٹھائیں چھٹ جائیں گی۔

حضرت اکثم کی دعوت پر سوا شخص نے ان کی اتباع کی اور بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دینے کے لیے نکلے۔ ابھی تھوڑا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ حبش نامی بد بخت شخص نے (موقعہ پا کر) سب کی سواریوں کو ذبح کر ڈالا اور بانی وغیرہ کے مشکیزے پھاڑ دیے اور بھاگ گیا۔ حضرت اکثم رضی اللہ عنہ کو پیاس نے مجبور کیا اور اسی حالت میں اپنی اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی اور اپنے جملہ ہمراہیوں کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وصیت فرمائی اور انہیں اپنے اسلام و ایمان پر گواہ بنایا۔

اللہ رب العزت نے انہیں کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ۔

جو شخص بھی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہجرت کے ارادہ پر نکلا پھر موت نے اس کو راہ میں ہی آلیا (تو اس کی ہجرت باطل نہیں ہوئی بلکہ اس کا اجر و ثواب اللہ رب العزت نے اپنے فضل و کرم سے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

## ایسواں باب

سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمانا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو فرمایا کہ حبشہ کا بادشاہ ایسا عادل ہے کہ اس کے علاقہ میں کسی شخص پر ظلم نہیں کیا جاتا لہذا تم اس کے ہاں چلے جاؤ اور اپنے آپ کو کفار و مشرکین کے ظلم و عدوان سے محفوظ کر لو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ان شدائد و مصائب سے چھٹکارا نصیب فرمائے۔



آپ کی اجازت کے بعد ایک جماعت تو وہاں چلی گئی جن میں گیارہ مرد تھے اور چار عورتیں۔ یہ اعلان نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں ہجرت کر کے حبشہ پہنچے تھے قریش نے ان کا تعاقب کیا مگر ناکام رہے۔ دوسرے حضرات وہیں رہے البتہ اپنے اسلام و ایمان کا اعلان و اظہار نہیں کرتے تھے۔

جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم تلاوت فرمائی اور کفار قریش نے دوران تلاوت یہ آواز سنا۔ تلك الغرانيق العلى (وہ بہت بڑے شان والے سردار ہیں اور رؤسا) جو کہ بعض شیاطین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے مشابہ آواز بنا کر آپ کے سکوت اور وقف کے دوران پڑھ دیا نہ کہ آنسور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان اقدس پر جاری ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ تلاوت ادا فرمایا۔ تو مشرکین نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ البتہ ولید نے ایک مٹھی خاک کی اٹھائی اور اپنے ماتھے کے ساتھ لگائی اور کہا مجھے اس قدر کافی ہے، جب اہل حبشہ کو اس امر (توانق و اتحاد) کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے کہا جب وہ اسلام لے آئے ہیں تو پھر ہمیں اپنے قرابت داروں اور برادری کی طرف لوٹ جانا چاہیے۔ جب لوٹے تو راہ میں ان کو چند سواروں کی جماعت ملی ان سے حقیقت حال دریافت کی تو انہوں نے بتلایا کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے معبودات کا ذکر کیا تو انہوں نے طاعت و تابعداری کا مظاہرہ کیا۔ جب آپ نے ان کا ذکر ترک کر دیا تو انہوں نے بھی دوبارہ ایذا رسانی اور شرفسار کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔

لہذا ان نہا حبرین حبشہ میں سے ہر ایک مختلف رؤسا اور اکابر قریش کی پناہ لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ ماسوا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کیونکہ انہوں نے انتہائی قلیل وقت وہاں قیام کیا اور دوبارہ حبشہ کی طرف تشریف لے گئے اور جو حضرت جوار اور پناہ لے کر مقیم ہوئے تھے ان پر بھی برادری اور اہل قبیلہ نے جبر و سطوت اور ظلم و تشدد سے کام لینا شروع کر دیا تو انہیں دوبارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی چنانچہ وہ بھی حبشہ کی طرف چل دیے اور ان کے ساتھ بہت سے دوسرے مسلمان بھی ہجرت کر کے حبشہ منتقل ہو گئے۔

عہ فائدہ لا تملك الغرانيق العلى کے جملہ کاشیاطین کی طرف سے اضافہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک کے مشابہ آواز بنا کر دینی الٹی پر سے اعتماد کو ختم کرنے کا موجب ہے اور القباس و اشتباہ کا موجب لہذا یہ واقعہ من گھڑت اور موضوع ہے۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے سخا میں علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اور علامہ نووی نے شرح مسلم جلد اول ص ۲۱۵ پر اس کو موضوع بنایا ہے اور دیگر اکابر نے بھی فرماتے ہیں۔ لا یصح فیہ شیء لا من جهة العقل ولا من جهة النقل لان مدح الپغیر اللہ کفر ولا ان یقولوا الشیطان علی لسانہ ولا یصح تسلیط الشیطان علی ذالک مدارج النبوت جلد اول ص ۳۸۵ پر شیخ محقق نے یہی تحقیق درج فرمائی ہے۔



ابن اسحاق فرماتے ہیں جو حضرات حبشہ پہنچے ان کی مجموعی تعداد بچوں کو چھوڑ کر اور جو حبشہ میں متولد ہوئے ان سے بھی قطع نظر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو شمار کر کے انسی<sup>(۸۲)</sup> سے زیادہ بنتی ہے اور واقعی کہتے ہیں کہ مردوں کی تعداد تراسی<sup>(۸۳)</sup> ہے اور عورتوں میں گیارہ قرشی تھیں اور سات دوسری اقوام سے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مڑی ہے کہ جب بحالت کفر ہم جنگ خندق میں ناکام ہو کر کفار عرب کے قبائل کے ساتھ واپس ہوئے تو ہمیں لے کر قریش کے ان آدمیوں کو جمع کیا جو میرے مقام کو جانتے تھے اور میری بات مانتے تھے اور ان سے کہا تم جانتے ہو (تو بہتر دینہ غزوہ فکرو) میں تو بخدا یہی عقیدہ رکھتا ہوں کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان و مقام بلند ہوگا اور ان کی کامیابی و کامرانی کا دائرہ بہت وسیع ہوگا جو ہم میں سے کسی کے لیے بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ مجھے ایک تجویز اور تدبیر سوچھی ہے بتلاؤ اس کے متعلق تمہاری ہر رائے کیا ہے۔ انہوں نے کہا تم نے کیا سوچا ہے میں نے کہا میرا خیال تو یہ ہے کہ ہم نجاشی (بادشاہ حبشہ) کے پاس چلے جائیں اگر محمد (مصطفیٰ علیہ التیمۃ والسناء) ہماری قوم پر غالب آگئے تو ہم ان کے ہاتھوں مغلوب ہونے سے بچ جائیں گے کیونکہ ہمارا نجاشی کی رعایا ہونا اس سے بہتر ہے کہ ان کی رعایا ہوں اور ان کے زیر دست۔ اور اگر ہماری قوم غالب آگئی تو وہ ہمیں جانتے ہیں اور ہمارے مقام و مرتبہ کو لامحالہ ان کی طرف سے خیر اور بھلائی ہی پہنچے گی اور قتل و ہلاکت کا کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا تو ان سب نے کہا یہ بہت ہی ذرنی اور صحیح رائے ہے۔

میں نے کہا تو پھر ہمیں ایسی چیزیں جمع کرنی چاہئیں جو اس کو بطور ہدیہ و تحفہ پیش کریں اور ہمارے علاقہ سے جو اشیاء اس کو بطور تحفہ پیش کی جاتی تھیں ان میں سے رنگا ہوا چمڑا اس کو زیادہ پسند تھا۔ ہم نے اس کے لیے بہت سا چمڑا جمع کیا۔ پھر مکہ مکرمہ سے نکل کر اس کے پاس پہنچے۔ ہم ابھی اس کے پاس بیٹھے تھے کہ عمرو بن ابی سلمیٰ آگئے جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی سفارش کرتے ہوئے نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔ جب تھوڑی دیر بٹھ کر وہ چلے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ عمرو بن امیہ ہے میں نجاشی کے پاس کیوں نہ جاؤں اور یہ مطالبہ کروں کہ یہ شخص میرے حوالے کر دیا جائے۔ اگر وہ اس مطالبہ کو مان لے تو میں اس کو قتل کر دوں گا اور اس واقعہ کا جب قریش کو علم ہوگا تو وہ سمجھیں گے کہ اس نے ہمیں امدادی ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایچی کو قتل کر کے ہماری کفایت فرمائی ہے۔

چنانچہ میں اس خیال سے نجاشی کے پاس پہنچا اور حسب سابق سجد و تحیت و تعظیم بجالایا۔ اس نے کہا خوش آمدید اور مرہبہ میرے صدیق اور قدیم دوست کے لیے کیا میرے لیے اپنے علاقہ سے کوئی ہدیہ اور تحفہ لائے ہو۔ میں نے کہا ہاں اے بادشاہ میں بہت سا رنگا ہوا چمڑا بطور ہدیہ لایا ہوں۔ پھر میں نے وہ ہدیہ اسکی خدمت میں پیش کیا تو اسے بہت پسند آیا اور اس نے بڑی خوشی ظاہر کی۔ پھر میں نے اس سے کہا۔ اے بادشاہ میں



نے ایک شخص کو تمہاری کچھری اور دوبار سے نکلتے دیکھا ہے جو کہ ہمارے دشمن کا ایچی تھا وہ میرے حوالے کر دو تاکہ میں اس کو قتل کر دوں کیونکہ اس نے ہمارے اشراف و اخیار کو قتل کیا ہے۔

عمر بن العاص کہتے ہیں میری بات سن کر نجاشی سخت غضبناک ہوا۔ پھر اپنا ہاتھ بڑھایا اور اپنی ناک پر اس طرح ندر سے مارا کہ میں نے سمجھا کہ اس نے ناک کو توڑ دیا ہے۔ مجھ پر اس کی یہ حالت دیکھ کر الباقوت طاری ہوا کہ اگر زمین پھٹ جاتی تو میں اس کے خوف و ہشت سے اس کے اندر داخل ہو جاتا۔

میں نے باندازہ معذرت اس سے کہا اے بادشاہ۔ بخدا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کو یہ بات اتنی ناگوار گذرے گی تو میں قطعاً یہ مطالبہ نہ کرتا تو اس نے کہا کیا تو مجھ سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ میں تجھے اس سستی کا ایچی سوئپ دوں جس پر وہ ناموس اکبر اور حال وحی نازل ہوتا ہے جو کہ موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا تاکہ تو اسے قتل کر دے۔ میں نے دریافت کیا اے شہنشاہ کیا واقعی وہ صاحب وحی ہیں اور ان پر آسمانی احکام نازل ہوتے ہیں۔ نجاشی نے کہا اے عمر دتیرے لیے انوس ہے۔ میری بات کو مان اور ان کا تابعدار اور مطیع فرمان بن جا۔ بخدا وہ حق پر ہیں اور وہ ضرور اپنے مخالفین پر غالب آجائیں گے جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے عساکر و جنود پر غالب آگئے تھے۔

میں نے کہا کیا تم ان کی طرف سے مجھے بیعت کرتے ہو اور زمرہ اہل اسلام میں شامل کرتے ہو تو اس نے کہا ہاں ضرور چنانچہ اس نے ہاتھ بڑھایا اور میں نے عبد اسلام و ایمان پر اس کی بیعت کی۔ میں واپس اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو میری پہلی رائے اور عقیدہ و نظریہ بدل چکا تھا مگر میں نے اپنے ساتھیوں سے چھپائے رکھا اور انہیں اپنے اسلام لانے کا پتہ نہ چلنے دیا۔ پھر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادہ سے نکلا اور ان کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نجاشی کے پاس بھیجا اور ہم تقریباً انسی آدمی تھے۔ ادھر قریش نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو عظیم ہدیہ دے کر بھیجا۔ جب وہ نجاشی کے دربار میں داخل ہوئے تو انہوں نے سجدہ تنظیم و تحیت ادا کیا اور کہا کہ ہمارے چچا زاد بھائیوں میں سے ایک جماعت تمہارے علاقہ میں آکر قیام پذیر ہو گئی ہے جنہوں نے ہم سے اور ہماری ملت سے اعراض و درگزدانی کر رکھی ہے۔ اس نے پوچھا وہ لوگ کہاں ہیں؟ ان دونوں نے کہا تمہارے علاقہ میں ہیں۔ نجاشی نے ان کی طرف آدمی بھیجا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا میں تمہاری طرف سے کلام کر دوں گا، تم خاموش رہنا۔ چنانچہ ہم جعفر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہو لیے اور دربار میں داخل ہوئے۔ حضرت جعفر



نے رسم و بار کے مطابق سجدہ کیے بغیر محض زبانی سلام پر اکتفا کیا۔ لوگوں نے کہا تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا تو انہوں نے کہا ہم صرف اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے جس نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے اور کسی کو سجدہ ہرگز نہ کرو اور ہمیں نماز اور زکوٰۃ کا بھی حکم دیا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا کہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں بھی تمہارے عقیدہ کے مخالف ہیں۔ اس نے دریافت کیا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے متعلق تمہارا عقیدہ ہو نظریہ کیا ہے؟ آپ نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق کلمۃ اللہ ہیں یعنی کلمہ کن سے پیدا ہونے والے۔ اور مقدس روح جن کو حضرت مریم علیہا السلام کی طرف اتقا کیا گیا۔ وہ کنواری تھیں جن کو نہ کسی بشر نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی مرد نے زوجہ بنایا۔ یہ جواب سن کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا اے اہل حبشہ کی جماعت اور علماء و عباد کا گروہ تم اس پر اس تنکے کے مانند بھی کسی امر کا اضافہ نہیں کر سکتے جو کچھ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے متعلق بیان کیا ہے۔

پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ حضرات کا آنا مبارک ہو ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں اور اس مقدس ہستی کو جن کے پاس سے تم آئے ہو۔ اشهد انہ رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں) وہی مقدس ہستی ہیں جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی اور انجیل میں انہی کا تذکرہ موجود ہے۔ ہمارے علاقہ میں جہاں چاہو رہو تم پر کوئی پابندی نہیں ہے اور سبھا اگر ملک و سلطنت کے امور میں مصروفیت و مشغولیت نہ ہوتی تو ہم ضرور خود ان کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتا اور ان کی کفش برادری کا شرف حاصل کرتا اور کفار قریش کے ہدیے اور تحفے واپس کر دیے اور ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

## بائیسواں باب

مشرکین مکہ کا بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے قطع تعلق پر تحریری معاہدہ

جب بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رشتہ قرابت کے پیش نظر دفاع کیا تو قریش نے باہمی مجلس مشاورت منعقد کر کے یہ طے کیا اور تحریری معاہدہ کیا کہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب



سے نہ رشتہ لیا جائے اور نہ ان کو رشتہ دیا جائے اور باہم خرید و فروخت اور لین دین بند کر دیا جائے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے ساتویں سال یہ عہد پیمان ہوا اور اسے لکھ کر بیت اللہ شریف کے اندر لٹکا دیا گیا تاکہ اس میں مزید تاکید پیدا ہو جائے اور کوئی اس کو توڑنے کی جرات نہ کرے۔

جب مشرکین نے یہ عہد کر لیا تو بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے تمام افراد جناب ابوطالب صاحب کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے بھی شغبِ ابی طالب میں قیام کر لیا صرف ابولہب الگ ہو کر دوسرے مشرکین کا معاون و مددگار بنادین سال اسی حالت میں گزرے اور انہوں نے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب پر خورد و نوش اور خوراک و طعام کو بند کر دیا اور اسباب و فرائع کو بھی منقطع کر دیا اور وہ موسم حج کے اندر ہی اس گھاٹی سے باہر نکلتے تھے حتیٰ کہ ان کو بہت زیادہ مشقت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ ہشام بن عمرو بن ربیعہ خفیہ طور پر متعدد اونٹوں پر کھانا اُن کے پاس بھیجا کرتا تھا جس پر اُن کا گزارا ہوتا تھا۔

اس کے بعد وہ تحریری معاہدہ ٹوٹ گیا اور اس کے ٹوٹنے کے دو سبب بیان کیے جاتے ہیں۔ پہلا تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطلع کر دیا کہ اس صحیفہ اور معاہدہ کا وہ حصہ جس میں جو رسوم اور ظلم و تعدی تھی دیکھ لے لکھا یا ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر تھا صرف وہ حصہ باقی بچا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تذکرہ ابوطالب صاحب سے کیا اور انہوں نے عرض کیا کیا واقعی حقیقت حال یہ ہے جو آپ بتلا رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: بخدا میں نے آپ سے حقیقت امر بیان کی ہے انہوں نے اپنے دونوں بھائیوں کو اس کی اطلاع دی اور کہا آپ نے کبھی میرے ساتھ خلاف واقعات نہیں کی ہے۔ انہوں نے دریافت کیا، پھر کیا خیال ہے؟ آپ نے کہا کہ تم اچھا لباس پہنو اور قریش کے پاس جا کر بتلاؤ کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خبر دی ہے قبل اس کے کہ وہ خود اپنے صحیفہ کا حال معلوم کر لیں۔ چنانچہ جناب ابوطالب اپنے بھائیوں کے ہمراہ مسجد حرام میں جا پہنچے اور قریش سے کہا کہ تم تمہارے ساتھ فیصلہ کن بات کہنے آئے ہیں لہذا تم ہماری اس بات کو قبول کرو انہوں نے کہا مرحبا۔ اہلاً و سہلاً ہمیں منظور ہے آپ نے کہا کہ میرے بھتیجے (حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے مجھے بتلایا ہے (اور اُن کا بیان میرے نزدیک بالکل درست ہے) کیونکہ انہوں نے میرے ساتھ کبھی غلط بات نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے صحیفہ پر دیمک کو مستط فرما دیا ہے اور وہ ان تمام مقامات کو چٹ کر گئی ہے جن کے اندر ظلم و ستم اور جو رجحان اور قطع رحمی کا ذکر تھا اور جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر تھا صرف وہ حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر ان کی بات درست ہے تو پھر اپنے بُرے خیال سے باز آ جاؤ اور اگر ان کی بات (نعوذ باللہ) غلط ہے تو ہم ان کو تمہارے سپرد کر دیں گے خواہ اُن کو قتل کر دو خواہ زندہ رکھو انہوں نے کہا واقعی انصاف کی بات ہے۔ آدمی بھیج کر صحیفہ کی حالت معلوم



کی اور اُسے کھول کر دیکھا تو سوزِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی خبر بالکل درست نکلی۔ سبھی قریش دم بخود رہ گئے اور شرم و ندامت سے اُن کے سر جھک گئے تو جناب ابوطالب صاحب نے کہا کیا تم پر یہ حقیقت واضح نہیں ہو گئی ہے کہ تم ظلم و ستم، قطع تعلقی اور قطع رحمی کے مرتکب ہو کسی نے بھی ان کو جواب نہ دیا۔ چنانچہ آپ بعد اپنے بھائیوں کے وہاں سے واپس ہوئے۔ یہ روایت محمد بن سعد نے اپنے مشائخ سے نقل کی ہے۔

دوسرا سبب اس معاہدہ کے ٹوٹنے کا یہ ہے کہ ہشام بن عمرو بن الحارث العاصری زہیر بن ابی امیہ بن المغیرہ کے پاس گیا اور اس سے کہا اے زہیر کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تو پیٹ بھر کر کھانا کھائے، پسندیدہ کپڑے پہنے، عورتوں سے نکاح کرے اور تمہارے ماموں اس مقام پر ہوں جو تیرے علم میں ہے۔ نہ خرید و فروخت کر سکیں اور نہ اُن کو کوئی رشتہ دے اور نہ ہی کوئی اُن سے رشتہ لے۔ آگاہ رہو، میں اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ابوالحکم بن ہشام (ابو جہل) تیری جگہ ہوتا اور تو اس کو اس امر کی دعوت دیتا جس کی طرف اس نے تجھے بلایا ہے تو ہرگز تیری بات نہ مانتا۔

اُس نے کہا تم پر افسوس ہے اے ہشام! میں کیا کروں ہیں اکیلا آدمی ہوں۔ بخدا اگر دوسرا آدمی میرے ساتھ ہوتا تو میں معاہدہ توڑنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا۔ انہوں نے کہا آدمی تو موجود ہے۔ زہیر نے پوچھا وہ کون؟ ہشام نے کہا میں۔ اس نے کہا کوئی تیرا بھی تلاش کرو تو ہشام مطعم بن عدی کی طرف گئے اور اُس سے کہا اے مطعم کیا تو اس بات پر رضامند ہے کہ بنی عبدمنات کے دو بطن بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہلاک ہو جائیں اور تو قریش کا ساتھ دیتا رہے۔ مطعم نے کہا افسوس ہے میں کیا کر سکتا ہوں۔ اکیلا آدمی ہوں۔ ہشام بولا تجھے دو اور آدمی بھی ملتے ہیں اُس نے پوچھا وہ کون؟ وہ بولے میں اور زہیر بن امیہ مطعم نے کہا۔ چوتھا بھی ڈھونڈ لیے تو وہ ابوالخثری ابن ہشام کے پاس گئے اور جو بات مطعم بن عدی سے کی تھی اس سے بھی کی تو ابوالخثری نے کہا۔ کوئی میرا اس معاملے میں مددگار بھی ہو سکتا ہے یہ بولے ہاں۔ زہیر، مطعم اور میں تیرے ساتھ ہیں اُس نے کہا پھر پانچواں شخص بھی تلاش کیجئے تو وہ زمرہ بن اسود کے پاس گئے اس سے بات چیت کی تو اس نے پوچھا آیا اس اقدام پر کوئی اور بھی آمادہ ہے۔ انہوں نے کہا ہاں اور جملہ افراد کے نام گنوائے چنانچہ سب نے باہم عہد پیمان کیا اور اکٹھے ہو کر معاہدہ کو توڑنے کے لیے تیار ہوئے۔ زہیر صبح سویرے گئے۔ بیت اللہ کا طواف کیا پھر کہلے اہل مکہ! ہم کھانا کھاتے ہیں، نمکٹ مشروبات استعمال کرتے ہیں، پسندیدہ لباس زیب تن کرتے ہیں اور ہوشیار ہمارے بایکٹ کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچے ہوئے ہیں۔ بخدا میں اتنے وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک یہ صحیفہ بھاڑ نہ دیا جائے جو سراسر ظلم و ستم اور قطع رحمی پر مشتمل ہے۔ ابو جہل بولا! تم غلط کہہ رہے ہو۔ بخدا یہ صحیفہ نہیں بھاڑا جاسکتا۔ زمرہ نے کہا بخدا تو بہت جھوٹا ہے۔ ہم اُس صحیفہ کی تحسیر پر قطعاً رضامند نہیں تھے جب



وہ لکھا گیا تھا۔ ساتھ ہی ابو الجحری نے بطور تائید کہا زمعہ سچ کہتے ہیں نہ تو ہم اس کی تحریر پر راضی ہیں اور نہ اس کا اقرار کرتے ہیں۔ مطعم بولے تم دونوں ٹھیک کہتے ہو اور جو اس کے خلاف کہتا ہے، وہ جھوٹا ہے۔ ہم اس صحیفہ اور اس کی تحریر سے اللہ کے حضور برائت کا اظہار کرتے ہیں اور ہشام ابن عمرو نے بھی انہی کی تائید کی۔ ابو جہل نے کہا اس امر کا فیصلہ رات میں کیا گیا تھا اور اس کا مشورہ دوسری جگہ ہوا تھا۔ مطعم صحیفہ کو بچھاڑنے کے لیے اٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دیکھ سارے صحیفہ کو چٹ کر گئی ہے۔ سوا اس جلد کے یا سَمِثُ اللّٰہِ اس صحیفہ کو تسمیر کرنے والا منصور ابن عکرمہ ابن ہاشم تھا جس کا وہ ہاتھ شل ہو گیا، جس سے اس نے اس صحیفہ ملعونہ کو لکھا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر (دس ذوالحجہ) جب آپ منیٰ میں قیام فرما تھے ارشاد فرمایا کہ ہم کل انشاء اللہ خیف بنی کنانہ میں قیام کریں گے جہاں مشرکین مکہ نے کفو شرک پر برقرار رہنے کا باہم عہد و پیمان کیا تھا یعنی وادی محصب میں اور اس معاہدہ کی تفصیل یہ ہے کہ قریش اور بنی کنانہ نے باہم عہد و پیمان کیا کہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے ساتھ نکاح، بیاہ اور خرید و فروخت اس وقت تک بند رکھی جائے جب تک وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے نہ کریں۔

## تیسواں باب

### آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ضحّاد ازدی کا باہمی مکالمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ضحّاد جو کہ قبلہ از دشنۃ کا فرد تھا، مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا اور وہ جن بھوت کے اثرات کو دور کرنے کا عمل جانتا تھا اُس نے اہل مکہ کے ادب و باش اور سفہاء کو یہ کہتے سنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجنوں ہیں۔ تو اُس نے کہا اگر میں ان کو دیکھوں تو ہو سکتا ہے اللہ رب العزت انہیں میرے ہاتھ پر شفا یاب کر دے۔ ضحّاد کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جن بھوت کے اثرات کو دور کر سکتا ہوں اور اللہ رب العزت میرے ہاتھوں جنہیں چاہتا ہے شفا عطا فرماتا ہے تو کیا تم بھی اس امر کی خواہش رکھتے ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے سامنے یہ کلمات طیبات زبانِ اقدس پر جاری فرمائے۔

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُہٗ وَنُسْتَعِیْنُہٗ مِنْ یَّہْدِہٖ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضِلِّ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ



واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له . وان محمدًا عبده ورسوله .  
اما بعد -

تو اس شخص نے عرض کیا کہ یہ پاکیزہ کلمات ذرا دہرائیے تو سہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اس کے سامنے یہ کلمات دہرائے اس نے عرض کیا میں نے کامیابیوں، ساحلوں اور شعراء کے کلمات کو سنا ہے مگر میں نے آپ کے ان پاکیزہ کلمات جیسے کلمات کسی کے منہ سے بھی نہیں سنے۔ یہ تو بحر بلاغت کی اتھاہ گہرائیوں تک پہنچنے والے ہیں اپنا دستِ اقدس بڑھائیے تاکہ میں اسلام پر آپ کے ساتھ بیعت کروں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شرفِ بیعت سے مشرف فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ کیا اپنی قوم کی طرف سے بھی اسلام پر بیعت کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں میں اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کرتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سر پہ کو جہاد کے لیے روانہ فرمایا۔ وہ لشکرِ قومِ ضنَاد کے پاس سے گذرا تو امیرِ حبش نے دریافت فرمایا کیا تم نے ان لوگوں سے کوئی چیز تو نہیں لی؟ تو ایک آدمی نے عرض کیا میں نے ان سے سواری کے لیے ایک اونٹ لیا تو امیرِ حبش نے فرمایا کہ اسے واپس کر دے کیونکہ یہ حضرت ضنَاد کی قوم ہے۔

## چوبیسواں باب

سیدِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ مکالمہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قریش ایک دن جمع ہوئے اور کہا ایسا شخص تلاش کرو جو سحر، کہانت اور شعر و شاعری میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہو تاکہ وہ اس مدعیِ نبوت کے پاس آکر کلام کرے جس نے ہماری جماعت کو منتشر کر دیا ہے اور حقیقت کو پر اگندہ کر دیا ہے اور ہمارے دین پر طعن و تشنیع کیا ہے۔ پھر دیکھیں وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ سب نے کہا۔ ہم عتبہ بن ربیعہ کے علاوہ اور کوئی شخص ان صفات کا حامل نہیں پاتے چنانچہ سب نے متفقہ طور پر ابو الولید عتبہ بن ربیعہ کو مجبور کیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کرے۔ عتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اچھے ہو یا تمہارے باپ عبد اللہ (رضی اللہ عنہ)؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا۔ دوبار اس نے کہا۔ تم بہتر ہو یا عبد المطلب۔ آپ نے پھر سکوت اختیار فرمایا۔ تیسری بار اس نے کہا اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ



لوگ (تمہارے آبا و اجداد) تم سے بہتر ہیں تو انہوں نے انہی بتوں کی عبادت کی جن پر تم تنقید کرتے ہو اور اگر تمہارا خیال جیسے کہ میں اُن سے بہتر ہوں تو پھر اپنا دعویٰ بیان کریں تاکہ ہم تمہارا کلام سنیں اور اس میں اچھی طرح غور و فکر کریں ہم نے قوم کا کوئی فرزند قوم کے حق میں تم سے بڑھ کر بڑا ..... نہیں دیکھا (العیاذ باللہ) تم نے ہماری جماعت کو منتشر کیا جمیعت کو پر اگندہ کیا اور ہمیں سارے عرب میں رسوا کیا حتیٰ کہ ہر جگہ یہ بات مشہور ہو گئی کہ قریش میں ایک بہت بڑا جادوگر اور بہت بڑا کاهن ہے بخدا ہم نہیں انتظار کرتے مگر کسی ناگہانی حادثہ کے مانند حاملہ عورت کی چنچ کی جو بوقت وضع اُس سے نکلتی ہے (کیا معلوم کس وقت وضع حمل ہو جائے اور وہ اندوہناک آواز سننے میں آئے) عین ممکن ہے کہ ہم میں سے کچھ دہندوں کی طرف تلواریں لے کر اٹھیں اور باہم لڑ بھڑ کر تباہ ہو جائیں۔ اے نبوت کے وعیدار اگر تمہیں شادی کا شوق ہے تو قریش کی عورتوں میں سے جنہیں بھی پسند کرو ہم دیسوں عورتیں تمہارے ساتھ نکاح کر دیتے ہیں اور اگر فقر و فاقہ کی وجہ سے ڈھونگ رہا یا ہے۔ (العیاذ باللہ) تو ہم اپنے مال و متاع تمہارے سامنے ڈھیر کر دیتے ہیں حتیٰ کہ تم تمام قریش سے زیادہ غنی اور مالدار ہو جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس تمہاری بات ختم ہو گئی۔ اس نے کہا ہاں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں۔

خَمْرُهُ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۖ كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (ہاں) فَإِنِ اعْرَضُوا فَعَلْنَا نَذْرًا تَكْفُرُ صَاعِقَةٌ مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ -  
 ”حم۔ رحمن و رحیم کی ذات اقدس کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے جس کی آیات مفصل اور واضح ہیں عربی زبان میں (اس کو نازل کیا گیا ہے) صاحب علم لوگوں کے لیے وہ بشارت سنانے والا ہے اور عذاب آخرت سے ڈرانے والا۔ پس اگر وہ منہ موڑیں اور اس کو قبول نہ کریں تو انہیں فرمادیں میں نے تمہیں ڈرایا ہے اس تباہ کن اور مہلک صاعقہ اور عذاب سے جس کے ساتھ عاد و ثمود کو تباہ و برباد کیا گیا تھا (بس میری ذمہ داری ختم ہو گئی)۔

عتبہ نے آپ سے عرض کیا۔ یہی کچھ کہنا ہے یا اس کے علاوہ بھی کہنے کی کوئی بات ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ وہ قریش کی طرف واپس گیا تو انہوں نے دریافت کیا کیا خبر لائے ہو؟ اس نے جواب میں کہا میں نے کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی جس کا تذکرہ اُن کے سامنے تمہارے نزدیک ضروری تھا اور میں نے اُن کے سامنے وہ بات نہ کی ہو۔ انہوں نے پوچھا انہوں نے کوئی جواب بھی دیا؟ عتبہ نے کہا۔ ہاں جواب تو دیا لیکن قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے پناہ کعبہ کو قائم فرمایا، میں نے ماسوا اس کے اور کچھ نہیں سمجھا انذرا تکتو صاعقۃ مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ۔ میں نے تمہیں ڈرایا ہے اس قسم کی گرجا تباہ کن آواز سے جس کے



ساتھ عاد و ثمود کو تباہ کیا گیا۔ انہوں نے کہا تیرے لیے ہلاکت ہو وہ تیری مادری زبان عربی میں کلام کرتے ہیں مگر تو نہیں سمجھتا کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا بخدا میں نے ان کے کلام سے سوائے ذکر صاعقہ کے اور کچھ نہیں سمجھا۔

## پچیسواں باب

### ولید بن مغیرہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قریش سے مشورہ

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ولید ابن مغیرہ جو سب قریش میں عمر رسیدہ آدمی تھا، کے پاس قریش کی ایک جماعت اس وقت پہنچی جب موسم حج قریب آ پہنچا تھا تو ولید نے ان سے کہا اے گروہ قریش! حج کا موقعہ آ پہنچا ہے۔ عرب و فود اس میں تمہارے پاس آئیں گے اور وہ تمہارے اس مدعی نبوت کے متعلق سن چکے ہیں (وہ تم سے ان کے متعلق دریافت کریں گے) لہذا تم کوئی متفقہ رائے قائم کر لو تا کہ باہمی اختلاف کی صورت میں ایک دوسرے کی تخریب نہ کرتے رہو اور ایک دوسرے کو جھٹلاتے نہ رہو۔ انہوں نے کہا اے ابو عبد شمس! تو ہی بتلا! اور ہمیں مشورہ دے کہ ہم کیا کہیں؟ اس نے کہا نہیں۔ تم ہی بتلاؤ اور ہر ایک کی بات کو سنو اور اس میں غور و فکر کرو۔ انہوں نے کہا ہم کہیں گے کہ یہ کاہن ہیں (العیاذ باللہ) اس نے کہا یہ کاہن تو نہیں ہیں ہم نے کاہنوں کو دیکھا بھالا ہے۔ نہ ان کا لب و لہجہ ان کی طرح ہے اور نہ کلام میں سجع بندی ان کے مانند انہوں نے کہا تو پھر ہم کہیں گے کہ یہ مجنون ہیں (العیاذ باللہ) اس نے کہا یہ مجنون بھی نہیں ہیں ہم نے حالت جنون کو دیکھا بھالا ہے۔ نہ تو ان کو سانس کی تنگی ہوتی ہے۔ نہ اختلاج ہوتا ہے اور جنون والے دوسرے۔ انہوں نے کہا تو پھر ہم کہیں گے کہ یہ شاعر ہیں۔ ولید نے کہا یہ شاعر بھی نہیں۔ ہم شعر کی جملہ اقسام رجز، ہزج، مفعول اور مہجوع کو جانتے ہیں یہ یقیناً شاعر نہیں ہیں۔ وہ بولے پھر ہم کہیں گے کہ ساحر ہیں (العیاذ باللہ) ولید نے کہا یہ بھی خلاف حقیقت ہے، وہ ساحر بھی نہیں ہیں۔ ہم نے ساحروں کو دیکھا ہے اور ان کی سحر کاریوں کو، نہ تو یہ ان کی طرح چھوڑ کر کرتے ہیں اور نہ تعویذ گنڈھ کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا تو پھر ہم کیا کہیں؟ اس نے جواب دیا بخدا ان کی گفتگو میں شیرینی اور مٹھاس ہے۔ ان کا کلام اس درخت کے مانند موجب فرحت اور لائق رغبت ہے جس کی بنیاد تروتازہ ہے اور جس کا سر اور منہ بالا اور ہے اور تازہ پھلوں سے بھر پور۔

ان عیوب میں سے جو بھی ان کی طرف منسوب کر دے، ہر کوئی سمجھے گا کہ یہ بہتان اور جھوٹ ہے البتہ اگر کوئی



بات قدرے قابل قبول ہو سکتی ہے تو یہ ہے کہ تم کہو یہ جادو گر ہیں۔ باپ بیٹے میں جدائی پیدا کرتے ہیں بھائی کو بھائی سے الگ کرتے ہیں خاوند کو بیوی سے جدا کرتے ہیں، اہل قبیلہ کو قبیلہ اور برادری سے دور کرتے ہیں چنانچہ وہ اس رائے پر متفق ہو کر وہاں سے اٹھ کر چل دیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کہا میں نے شعر کے جملہ اقسام رجز اور قریض کو سنا ہے مگر قرآن پاک کے مانند کوئی کلام سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ وہ شعر نہیں ہے۔ بے شک اس پر طرأت اور ترمازگی ہے اور اس میں نور و ضیاء ہے اور وہ غالب ہی رہتا ہے اور مغلوب بالکل نہیں ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی تو اس پر رقت طاری ہو گئی جب ابو جہل کو اس کی اطلاع پہنچی تو اس نے ولید بن مغیرہ کے پاس آکر کہا کہ اسے چھاتی قوم چاہتی ہے کہ تیرے لیے مال جمع کرے۔ اس نے پوچھا وہ کیوں؟ ابو جہل نے کہا تجھ ال دینا چاہتی ہے۔ کیونکہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتا ہے تاکہ ان سے مال و دولت حاصل کرے اور ہم جو کچھ ان کے متعلق کہتے ہیں اس سے اعراض کرتا ہے۔

ولید نے کہا سب قریش جانتے ہیں کہ میں ان سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ تو ابو جہل نے کہا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات کر جس سے قوم کو سہ چل جائے کہ تم ان کے دعوتے نبوت کے منکر ہو اور اس سے متفرق اور بے زار۔ ولید نے کہا۔ ان کے متعلق کہوں تو کیا کہوں؟ بخدا تم میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ اشرار کے متعلق علم نہیں رکھتا بخدا ان کا قول ذرا بھر شعر کے مشابہ نہیں ہے اور بخدا ان کے کلام میں علادت اور مٹھاس ہے اور اس میں رونق اور ترمازگی ہے۔ اس کا ادب والا جھٹہ بار آور ہے اور زیریں ہتھ سرسبز و شاداب اور جو کچھ اس کے نیچے ہے وہ اسے توڑ کر رکھ دینے والا ہے اس میں تفوق و برتری ہے اور مغلوبیت سے منزہ اور پاک ہے ابو جہل نے کہا۔ بخدا تمہاری قوم اس وقت تک تم سے راضی نہیں ہوگی جب تک تم محمد کے متعلق زبانِ طعن و تشنیع دراز نہیں کرو گے اور ان پر تنقید و تنقیص نہیں کرو گے۔

ولید نے کہا: پھر مجھے اپنے حال پر رہنے دیجئے تاکہ میں اچھی طرح غور و فکر کر سکوں چنانچہ اس نے غور و فکر کے بعد یہ بہتان تراشا۔ ہذا سحر یوشور۔ یہ کلام پاک سحر اور جادو ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں سے نقل کرتے ہیں۔

تو اس کے رویں اللہ رب العزت نے فرمایا۔

ذُرِّیُّیْ وَ مَنۢ خَلَقْتُ وَ حَبِیْدًا۔

پھوڑیے آپ مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے تنہا پیدا کیا۔ یعنی میں خود اس کو کیفرِ کردار تک پہنچاؤں



گاہ آپ اس کی فکر نہ کریں۔

## پچھیسوال باب

سرور عالم علیہ التحیۃ والثناء کا طفیل ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکالمہ !

محمد ابن اسحاق فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم سے طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کرنے کے باوجود نصیحت و ہمدردی کی ہر ممکن کوشش فرماتے اور ان کو ہلاکت و بربادی سے فلاح و نجات کی طرف دعوت دیتے۔ ادھر قریش جب اللہ رب العزت کی حفاظت و حراسیت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے تو لوگوں کو آپ سے دور رکھنے کی کوشش کرنے لگے اور عربوں کو آپ سے الگ رکھنے کی سعی نامتمام کرتے طفیل ابن عمر دوسری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے تھے کہ میں مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہیں پر موجود تھے چونکہ طفیل بن عمرو رئیس اور سردار بھی تھے اور صاحب فہم و فراست شاعر بھی تو قریش ان کے پاس دوڑے ہوئے آئے اور کہا تم یہاں تشریف لائے ہو اور یہ شخص جو ہمارے ہاں موجود ہیں انہوں نے ہمیں بہت مشکل میں ڈال رکھا ہے اور ہماری جماعت کو پرالگ نہ کر دیا ہے۔ ان کی گفتگو سنا کر کی مانند ہے جس سے باپ اور بیٹے میں جدائی واقع ہوتی ہے، بھائی بھائی سے جدا ہو جاتا ہے اور خاندان بیوی ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں۔ یہیں خطرہ ہے کہ جس مشکل سے ہم دوچار ہیں کہیں تم اور تمہاری قوم بھی اسی مصیبت کا شکار نہ ہو جائے۔ لہذا نہ تو ان سے کلام کرنا نہ ہی ان کی بات سنانا۔ طفیل ابن عمر فرماتے ہیں کہ مجھے اسی طرح نصیحتیں کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے عزم بالجزم کر لیا کہ نہ ہی ان کی بات سنوں گا اور نہ ان سے کلام کروں گا چنانچہ جب صبح کے وقت میں مسجد حرام میں گیا تو میں نے اپنے کانوں میں روٹی دے لی مبادا کہ میرے کانوں میں ان کی کوئی بات سنائی دے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کی بات سنوں۔

جب مسجد حرام میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر نماز ادا فرما رہے تھے۔ میں بھی آپ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ میری سعی و کوشش کے باوجود اللہ رب العزت نے مجھے آپ کا کلام سنا ہی دیا۔ میں نے سن کر معلوم کیا کہ ان کا کلام کتنا حسین ہے اور دل میں کہا مجھے میری ماں روئے بخدا میں عقلمند بھی ہوں اور فنِ شعر و شاعری میں ماہر بھی۔ مجھ پر کلام کا حسن و قبح مخفی نہیں رہ سکتا۔ میرے



یہ اس میں رکاوٹ کی کونسی بات ہے کہ اُن کے کلام کو سنوں؟ اور اگر اچھا ہے تو قبول کر لوں! اس کے برعکس ہو تو چھوڑ دوں اور نظر انداز کر دوں فرماتے ہیں میں وہیں ٹھہرا ہوتا آنکھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دو لنگدہ کی طرف لوٹے تو میں بھی پیچھے پیچھے چل دیا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ سے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی قوم نے مجھے آپ کے متعلق یہ کہا تھا۔ اور بخدا وہ مجھے آپ کے متعلق اتنا ڈرتے رہے کہ میں نے اپنے کانوں کو روئی کے ساتھ بند کر لیا تاکہ آپ کی بات سن ہی نہ سکوں! مگر اللہ رب العزت نے مجھے آپ کا کلام سنانے کا ہی فیصلہ کر رکھا تھا۔ میں نے انتہائی حسین اور پاکیزہ کلام کو سنا لہذا میری درخواست یہ ہے کہ آپ اپنا دعویٰ اور اپنی دعوت مجھے بتائیں اور سنائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر اسلام کو پیش کیا، قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ بخدا میں نے کبھی قرآن سے زیادہ حسین کلام نہیں سنا تھا۔ اور نہ اسلام سے بڑھ کر کوئی عادلانہ نظام بین مشرق بہ اسلام ہوا حق کی گواہی دی اور بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا اے نبی خدا (علیہ التحیۃ والثناء) میں اپنی قوم کا رئیس اور سردار ہوں میں واپس جا کر انہیں بھی دعوت اسلام دوں گا۔ آپ اللہ رب العزت سے دعا کریں کہ وہ میرے لیے ایک ایسی علامت اور نشانی قائم فرمائے جو میرے لیے اس دعوت اسلام اور رشد و ہدایت میں تعاون و مددگار ثابت ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہوئے فرمایا۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَهُ آيَةً۔ اے اللہ! ان کو مطلوبہ آیت صداقت اور علامت حقانیت عطا فرما۔ فرماتے ہیں جب میں اپنی قوم کی طرف نکلا تو ابھی اس گھاٹی تک ہی پہنچنے پایا تھا جس سے میں اپنے شہر کو دیکھ سکتا تھا تو میری آنکھوں کے درمیان چہرے کی مانند نور رونما ہوا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ اس نور کو میرے چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ ظاہر فرما۔ کیونکہ مجھے خوف یہ ہے کہ قوم یہ گمان کرے گی کہ یہ تنیر جو میرے چہرے میں رہا ہوا ہے یہ اُن کے دین کو چھوڑنے کی وجہ سے ہے۔ فرماتے ہیں کہ وہ نور وہاں سے میری چھڑی کے سرے پر منتقل ہو گیا تو شہر والے میری چھڑی کے اس نور کو ایسے دیکھ رہے تھے۔ جیسے کہ فضا میں لٹکا ہوا چراغ جب کہ میں اُن کی طرف گھاٹی سے نیچے اتر رہا تھا! میں چلتے چلتے اُن کے پاس جا پہنچا۔ صبح ہوئی تو میرے پاس میرا باپ آیا جو بہت ہی عمر رسیدہ تھا۔ میں نے کہا اے باپ مجھ سے دور ہو جائیے! میرا اور آپ کا کوئی رشتہ تعلق نہیں ہے۔ اُس نے پوچھا اے بیٹے یہ کیوں؟ میں نے کہا میں مسلمان ہو چکا ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کر چکا ہوں۔ انہوں نے کہا اے لخت جگر! میرا دین وہی ہے جو تیرا دین ہے۔ تو میں نے عرض کیا پھر جابیے، غسل کیجئے پاک کپڑے پہنیے پھر میرے پاس تشریف لائیے تاکہ میں آپ کو وہ تعلیم دوں جو بارگاہ نبوت سے مجھے حاصل ہوئی ہے۔ وہ گئے، نشان کیا۔ پاک کپڑے پہنے اور پھر میرے پاس آئے۔



میں نے اسلامی تعلیمات انہیں بتائیں تو وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے پھر میری بیوی میرے پاس آئی تو میں نے اُسے کہا جائیے دور ہو جا۔ میرا تیرا اب کوئی ربط و تعلق نہیں ہے۔ اُس نے مجھ سے سوال بن کر پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ایسے کیوں؟ میں نے کہا اسلام کی وجہ سے میرے اور تیرے درمیان جدائی ہو چکی ہے چنانچہ وہ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئی۔ پھر میں نے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے توافل اور تسلل کا مظاہرہ کیا۔

میں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوس مجھ پر غالب آگئے ہیں۔ آپ ان کی ہلاکت کے لیے دعا فرمائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ اهْدِ دَوْسًا۔ اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت سے سرفراز فرما۔

اور مجھے حکم فرمایا کہ اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ انہیں دعوت توحید و اسلام دو اور اُن کے ساتھ نرم قریہ اختیار کرو۔ فرماتے ہیں میں واپس ہوا۔ دوس کے علاقے میں رہ کر اُن کو دعوت اسلام دیتا رہا حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی اور بدر و احد اور خندق کی جنگیں لڑیں۔ پھر میں آپ کی بارگاہ میں اپنی قوم کے مسلم افراد کو ساتھ لے کر حاضر ہوا کہ قبیلہ دوس کے ستر یا اسی گھرمیرے ہمراہ مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا و مبارک کی شانِ اعجاز ظاہر ہوئی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیر تشریف لے جا چکے تھے۔ ہم وہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

## سائیسواں باب

سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی جناب ابوطالب صاحب کے ساتھ مرض وفات میں گفتگو



احسان کا بدلہ تمہیں دوں) اور قیامت کے دن تمہاری شفاعت کر سکوں مگر وہ اسی صورت میں ممکن ہوگی جب تم لا الہ الا اللہ کہو اور میرے دین میں داخل ہو جاؤ۔

عبداللہ بن ابی امیہ اور ابو جہل فوراً بولے اور کہا اسے ابو طالب تم عبدالمطلب کے دین سے اعراض اور روگردانی کرتے ہو، تو انہوں نے کہا میں مدت عبدالمطلب پر ہوں اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا میں تمہارے لیے استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ اس سے منع نہ فرمائے گا تو اللہ رب العزت نے یہ آیت مقدسہ نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قَرَبَىٰ  
”رسول خدا اور اہل ایمان کو یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں اگرچہ وہ قریبی  
رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب صاحب سے فرمایا لا الہ الا اللہ کہتے اور دین اسلام میں داخل ہو جائیے میں قیامت کے دن تمہارے حق میں ایمان و اسلام کی گواہی دوں گا تو انہوں نے جواب میں کہا اگر مجھے قریش کی طرف سے عار اور اس ظمن و تشنیع کا ڈر نہ ہوتا کہ حالت موت سے گھبرا کر اور ہزدل ہو کر اسلام قبول کر لیا ہے تو میں ضرور کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا اور تمہیں خوش کرتا۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

انك لَا تَهْدِي مَنْ اَجَبْتَ وَلَكِنْ اِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ  
”بے شک تم ایمان عطا نہیں کرتے اور ہدایت پیدا نہیں فرماتے اس کے دل میں جس کا ایمان لانا  
تمہیں پسند ہو لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے کہ جس کو چاہے دولت ایمان سے مشرف فرمائے“  
اس روایت کو امام مسلم نے نقل فرمایا۔

ابن جوزی فرماتے ہیں روایت کے اندر جزء کا لفظ ہے جس کا معنی گھبراہٹ اور بے صبری ہے۔ مگر اہل لغت اس مقام پر اس لفظ کو موزوں نہیں سمجھتے۔ ثلث کہتے ہیں کہ دراصل لفظ خرج ہے جس کا معنی ضعف اور ہزدل ہے۔



میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ میری خدمت کی قدر کرتے ہوئے اور اس کی جزا اور بدلہ دینے کے لیے یہ فرما رہے ہو اور تمہیں میرے ساتھ پوری پوری ہمدردی ہے اور میری موت اور جدائی کا سخت غم و اندوہ ہے۔ پھر انہوں نے بنو عبد المطلب کو بلایا اور ان سے کہا جب تک محمد مصطفیٰ علیہ التہیۃ والتناید کی بات سنتے اور مانتے رہو گے خیر اور بھلائی تمہارے ساتھ رہے گی۔ لہذا ان کی اتباع کرنا اور ان کی امداد و نصرت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا انشاء اللہ راہ راست پالو گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا جس چیز کا ان کو حکم دے رہے ہو اس کو خود کیوں اختیار نہیں کرتے اور یوں نظر انداز کر رہے ہو۔ ابوطالب صاحب نے عرض کیا اگر آپ اس وقت مجھ سے اس کلمہ کا مطالبہ کرتے جب کہ میں محمداور تندرست تھا تو میں ضرور آپ کے کہنے کے مطابق آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا لیکن اب حالت موت اور احقنار میں کلمہ پڑھنا تو مجھے پسند نہیں ہے۔ قریش کہتے پھر گئے کہ انہوں نے کلمہ کو محض موت کے ڈر اور جزع کے تحت قبول کر لیا ہے جبکہ حالت صحت میں اس کو قبول نہیں کیا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ابوطالب صاحب کی وفات کی اطلاع دی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا جاؤ ان کو غسل دو، کفن دو اور زمین میں دفن کرو اللہ تعالیٰ اُن کے لیے مغفرت فرمائے اور رحم کرے چنانچہ میں نے فرمان نبوی کے مطابق غسل کیا۔ دوبارہ حاضر ہوا تو فرمایا خود بھی غسل کرو چنانچہ میں نے غسل کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی دن تک اُن کے لیے استغفار کرتے رہے اور آپ گھر سے باہر نہ نکلے حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور یہ آیت کریمہ سنائی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قَرَابَىٰ (البقرہ)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ میں بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ کے چچا ضلالت و گمراہی میں انتقال کر گئے۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان کو زمین میں دفن کرو اور پھر دوسرا کوئی کام کیے بغیر فوراً میرے پاس آنا۔ میں جب حاضر ہوا تو فرمایا غسل کرو۔ میں نے غسل کر لیا تو مجھے ایسی ایسی دعاؤں سے نوازا کہ اُن کے بدلے جتنے خزانے اور مال و متاع مجھے دیا جائے مجھے اس سے ذرا بھر خوشی حاصل نہیں ہوگی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ سید کائنات مغفرت موجودات علیہ افضل الصلوٰات و التحیات ابوطالب صاحب کے جنازہ یعنی نش پر تشریف لائے اور فرمایا تجھے رحم کا رشتہ و قرابت ہم سے ملائے رکھے اور تمہیں اللہ تعالیٰ بہتر جزا عطا فرمائے۔



حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ آپ کے چچا ابوطالب آپ کی خاطر آپ کے اعدا پر غضبناک ہوتے تھے اور آپ کو شہر کے شر سے محفوظ رکھنے کی جدوجہد فرماتے تھے۔ کیا یہ خدایات ان کو نفع دیں گی؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نار جہنم کی تپلی اور پایاب لہریں ہیں یعنی آگ صرف ان کے ٹخنوں تک ہے اور اگر میرا وجود مسعود نہ ہوتا تو وہ آگ کے نیچے طبقہ میں غرق ہوتے۔ یہ روایت بخاری و مسلم نے نقل فرمائی۔

محمد بن کعب قرظی سے منقول ہے کہ جب ابوطالب صاحب اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس کے اندر ان کا انتقال ہو گیا تو قریش نے کہا اے ابوطالب اپنے بھتیجے کی طرف آدمی بھیج کر یہ مطالبہ کرو کہ وہ تمہیں اس جنت میں سے کوئی چیز منگوا کر دیں جس کا وہ ہر وقت تذکرہ کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ تمہارے لیے موجب شفا بن جائے انہوں نے آدمی بھیج دیا جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کی خدمت میں ابوبکر صدیق کو بھی حاضر کیا آپ سے عرض کیا آپ کے چچا آپ سے عرض کرتے ہیں کہ میں عمر رسیدہ ہوں، ضعیف و ناتواں بھی ہوں اور بیمار بھی لہذا آپ میرے لیے جنت کے طعام اور مشروبات میں سے کوئی چیز بھیجیں جس کا آپ تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ میں شفا یاب ہو جاؤں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اس جنت سے استفادہ کے لیے ایمان شرط اقل ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کفار و مشرکین پر حرام فرمادیا ہے۔

وہ آدمی واپس آگیا اور صورتحال سے ان کو مطلع کیا کہ میں نے محمد (مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الشان) کو تمہارا پیغام پہنچا دیا انہوں نے مجھے جنت کی کوئی چیز عطا نہیں کی بلکہ خاموش رہے البتہ ابوبکر صدیق نے یہ جواب دیا کہ جنت اللہ تعالیٰ نے کفار پر حرام فرمادی ہے۔ کفار قریش نے پھر ابوطالب صاحب پر دباؤ ڈالا کہ وہ اپنی طرف سے آئی بھیجیں۔ انہوں نے آدمی بھیجا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جگہ موجود فرمایا۔ ابوطالب صاحب کا پیغام پہنچا تو سید الملق صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے کھانے اور مشروبات کفار پر حرام فرماد لیے ہیں۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایچی کے پیچھے پیچھے چلے اور اس کے ساتھ ہی ابوطالب صاحب کے گھر میں داخل ہوئے دیکھا تو سارا مکان لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے چچا کے پاس سے اٹھ جاؤ اور تخلیہ کرو۔ قریش نے کہا ہم ایسا کرنے پر تیار نہیں ہو سکتے تم کوئی ان کے زیادہ حقدار تو نہیں ہو۔ اگر تمہیں ان کے ساتھ رشتہ قرابت حاصل ہے تو ہمیں بھی یہ شرف حاصل ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے اور فرمایا اے چچا جان تمہیں بہتر جزاؤں اور بدلہ دیا جائے۔ تم نے بچپن میں میری تربیت و کفالت کی اور بڑا ہو جانے کی بعد بھی حفاظت و حراست میں کوئی کمی نہیں کی۔ لہذا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے



تمہیں بہتر جزاء اور بدلہ عطا کیا جائے۔ اگر تم اپنی خواہش نفس و تقاضائے طبیعت کے برعکس محض ایک کلمہ اپنی زبان پر جاری کر لو اور میری خواہش اور دلی تمنا میں میری امداد کرو تو میں روز جزاء اور میدان محشر میں تمہاری شفاعت کروں گا (جو بفضلہ تعالیٰ منظور و قبول ہوگی)۔ انہوں نے پوچھا اے عزیز از جان وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ انہوں نے کہا بخدا تم میرے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ ہو۔ خدا کی قسم اگر مجھے موت کے بعد عار اور طعن و تشنیع کیے جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں ضرور آپ کو خوش کرتا اور آپ کی آنکھیں اٹھنڈی کرتا لیکن مجھے خطرہ یہ ہے کہ کہا جائے کہ تمہارے چلنے موت کے وقت بے صبر ہو کر اور گھبرا کر کلمہ پڑھ لیا اور ملت آباد کو چھوڑ دیا۔

ادھر کفار قریش چلانے لگے اے ابوطالب تم اپنے آباء اجداد کی ملت حنیفیہ کے سردار ہو اور رئیس و پیشوا (تم اس کو چھوڑنے لگے ہو) تو انہوں نے کہا میں اپنے آباء اجداد کے دین و مذہب پر ہوں کہیں آپ کو لوگ یہ طعنہ نہ دیتے رہیں کہ ابوطالب موت کے وقت بزول ہو گیا۔

سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک مجھے اللہ تعالیٰ تیرے حق میں استغفار کرنے سے اور طلب مغفرت و بخشش سے منع نہیں فرمائے گا میں تیرے لیے دعا و مغفرت کرتا رہوں گا۔ جب اہل اسلام نے دیکھا کہ آپ ابوطالب صاحب کے لیے استغفار کر رہے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام نے بھی آزر کے لیے دعا کی تھی تو انہوں نے کہا پھر ہم بھی کیوں نہ اپنے آباء اجداد اور دیگر قرابت داروں کے لیے دعا و استغفار اور دعا و مغفرت کریں۔ چنانچہ انہوں نے بھی دعائیں مانگنی شروع کیں تو اللہ رب العزت نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ (الایۃ)

## اٹھائیسواں باب

امام الانبیاء والمرسلین کو حضرات المؤمنین تکبیر اور ابوطالب صاحب کی وفات کے بعد پیش آنی والے واقعات

عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر کہتے ہیں جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابوطالب صاحب کا انتقال ہو گیا (۱۰ھ) دونوں کی وفات میں صرف ایک ماہ اور پانچ دن کا وقفہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دو مہینے جمع ہو گئیں تو آپ



نے باہر نکلتا بہت کم کر دیا اور گھر میں ہی قیام فرما رہتے۔ اور ادھر قریش کو ایذا و رسانی کا وہ موقعہ ہاتھ آ گیا جو انہیں پہلے کبھی میسر نہیں ہوا تھا اور نہ ہی وہ اس کی امید کر سکتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پریشانی کا ابولہب کو علم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا آپ جو بھی کرنا چاہیں کر گزریں اور جو کچھ ابوطالب صاحب کی حالت حیات میں کیا کرتے تھے وہ اب بھی بلا خوف و خطر کریں۔ مجھے لات کی قسم ہے جب تک میں زندہ ہوں کوئی شخص تمہارے قریب نہیں پھٹک سکے گا۔

ابن عیطلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب اقدس میں گستاخی کی اور بدکلامی سے پیش آیا تو ابولہب نے جوابی کارروائی کی اور اسے سخت زخرو توہین کیا تو وہ وہاں سے چیتا چلاتا ہوا بھاگا اور لوگوں میں مشہور کر دیا کہ ابوعتبہ یعنی ابولہب اپنے دین سے پھر گیا ہے۔

سبھی قریش دوڑے ہوئے اس کے پاس آکر جمع ہو گئے اور حقیقت حال دریافت کی اس نے کہا میں نے دین عبدالمطلب کو تو ترک نہیں کیا لیکن میں اپنے بھتیجے پر ظلم و زیادتی بہر حال نہیں ہونے دوں گا حتیٰ کہ وہ جو چاہیں کریں (میری امداد و نصرت ان کو حاصل رہے گی) سب نے کہا تو نے اچھا کیا اور خوب کیا کہ صلہ رحمی کا حق ادا کیا سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم چند دن اسی حال میں رہے جدھر چاہتے آتے جاتے کوئی شخص آپ کے ساتھ پھیر چھڑ نہیں کرتا تھا اور ابولہب سے ڈرتے تھے کہ ناگاہ عقبہ بن ابی معیط اور ابوہریرہ مل کر ابولہب کے پاس آئے اور اس سے کہا کیا تجھے تیرے بھتیجے نے بتلایا ہے کہ تیرے باپ کا ٹھکانا کہاں ہے؟ ابولہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے باپ کا ٹھکانا کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا اپنی قوم کے ساتھ۔ اس نے دونوں کو جا کر بتلایا کہ مجھے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ جواب دیا ہے تو انہوں نے کہا وہ تو کہتے ہیں کہ وہ نارجہم میں ہے ابولہب نے پھر دریافت کیا اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا میرا باپ آگ میں داخل ہو گا تو آپ نے فرمایا ہاں۔ اور جو بھی اس مذہب و ملت پر مرادہ آگ میں داخل ہو گا۔

ابولہب نے کہا بخدا میں ہمیشہ ہمیشہ تمہاری عداوت اور دشمنی پر قائم رہوں گا کیونکہ تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ میرا باپ نارجہم میں ہو گا۔ چنانچہ اس نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت رویہ اپنا لیا اور دیگر قریش نے بھی۔

محمد بن جریر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب جناب ابوطالب صاحب کی وفات ہوئی تو قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے میں انتہا کر دی چنانچہ آپ کہ مکرّمہ سے طائف کی طرف تشریف لیگئے۔



## انیسواں باب

سید عالمین رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف میں پیش آنیوالے حالات کا بیان

محمد بن حیرین مطہم سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم البوطالب صاحب کی وفات کے بعد طائف کی طرف تشریف لے گئے۔ اعلان نبوت کا دسواں سال شروع تھا اور شوال کی صرف چند راتیں باقی تھیں اور آپ کے ساتھ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ محمد بن عمر نے اپنی سند کے ساتھ قیام طائف کی مدت دس دن بیان کی ہے اور دوسرے حضرات نے ایک ماہ بہر حال آپ اپنے قیام طائف کے دوران ہر سردار اور کبیر قوم کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ تبلیغ دین میں امداد و تعاون کے متعلق بات کی لیکن کسی نے بھی آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا اور اس سعادت سے بہرہ ور نہ ہو سکے اور اپنے نو خیزوں اور غما سے خوف و خطر کا سامنا بنایا اور آپ سے عرض کیا کہ آپ یہاں قیام نہ کریں اور دوسری پسندیدہ جگہ جا کر قیام کریں۔ جب آپ وہاں سے نکلنے لگے تو اپنے احمق اور کم عقل لوندوں کو آپ کے خلاف اکسایا چنانچہ انہوں نے آپ کو پتھر مارنے شروع کر دیے حتیٰ کہ آپ کے قدم مبارک لہو لہان ہو گئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنی جان کو آپ کے لیے ڈھال بنائے ہوئے تھے لہذا ان کے سر اقدس میں بھی کمی زخم آ گئے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی طرف استعانی غمگینی کے ساتھ لوٹے جب وادی نخلہ میں پہنچے تو رات ہو چکی تھی وہیں قیام فرمایا۔ رات کو نماز میں قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے کہ اہل نصیبین میں سے سات جن آپ کے پاس آہنچے اور غور سے کلام مجید کو سنا۔ آپ نے چند دن وہاں قیام کرنے کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت زید نے عرض کیا۔ آپ وہاں کیوں تشریف لے جا رہے ہیں؟ جبکہ انہوں نے پہلے ہی آپ کو مکہ مبارکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا تو آپ نے قبیلہ خزاعہ میں سے ایک آدمی مطہم بن عدی کے پاس بھیجا اور دریافت فرمایا کہ آیا میں تیری نصرت و اعانت پر اعتماد کرتے ہوئے اور تیرے جوار و حمایت پر بھروسہ کرتے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہو سکتا ہوں۔ اس نے عرض کیا ہاں!

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں جب رسول خدا علیہ التحیۃ والتنازل طائف تشریف لے گئے تو ثقیف کے

سادات و رؤساء کی جماعت میں سے ہر ایک کے پاس گئے۔ جو

جیب۔ اولاد عمرو بن عقیل تھے۔ ہر ایک کو الشرب العزیز کی طرف دعوت دی۔ ان کے ساتھ اس مقصد پر بھی گفتگو کی جس کے لیے آپ سارا تشریف لائے تھے لہذا انہوں نے اس ارادہ کو مانع کر دیا۔



امداد و اعانت (مگر ان کے مقدّم میں یہ سعادت کہاں تھی) ان میں سے ایک نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے تو میں کعبہ کے غلاف اور پردے اتار لوں گا اور اس کی متک عزت کر دوں گا (نوذ بالش)  
 دوسرا بولا کیا اللہ تعالیٰ کو تمہارے سوا اور کوئی شخص رسالت کے لیے مقرر نہیں آسکتا تھا؟ تیسرے نے کہا کہ میں تو اس بارے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا اگر تم واقعی رسول ہو جیسے کہ تمہارا دعویٰ ہے تو پھر تمہارا مقام اس سے بہت بلند ہے کہ میں تمہیں جواب دوں اور رائے زنی کروں اور اگر تم اللہ تعالیٰ پر دعویٰ رسالت میں غلط بیانی سے (نوذ بالش) کام لے رہے ہو تو پھر بھی میں کلام کرنا مناسب نہیں سمجھتا جب آپ ثقیف کی خیر اور بھلائی اور رشد و ہدایت سے ناامید ہوئے تو وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنے غلاموں اور اوباشوں کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاف اکسایا۔ انہوں نے آپ کی شان میں گستاخانہ لب و لہجہ اختیار کیا اور آپ پر آوازے کئے لگے حتیٰ کہ بھی لوگ وہاں اکٹھے ہو گئے اور آپ کو عتبہ اور شیبہ اولاد ربیعہ کے باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور وہ دونو بھائی اس وقت باغ میں موجود تھے چنانچہ وہاں پہنچنے کے بعد وہ سارے اوباش اور دوسرے لوگ منتشر ہو گئے۔ آپ انگور کے درخت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے سایہ میں تشریف فرما ہوئے۔ ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ آپ کو دیکھتے رہے اور جو کچھ آپ کو سفہار ثقیف سے تکلیف دینا رہنمی اُسے بھی دیکھا۔

جب آپ کو اطمینان و سکون حاصل ہو گیا تو آپ نے بارگاہ خداوندی میں یہ التجا و دعا کی۔ اے اللہ میں تیری بارگاہ میں اپنے ضعف و ناتوانی اور سائل و حیل کی کمی اور لوگوں کی نظروں میں بے قدری کی شکایت کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین تو ضعیفوں اور ناتوانوں کا رب ہے اور میرا رب تو ہی ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے اور کس کی پناہ میں دیتا ہے؟ ایسے شخص کی طرف جو ایمان و اسلام سے دور ہے (اور رحمت و انعام خداوندی سے دور ہے) جو منہ بسورے ہوئے اور ماتھے پر بل ڈالے ہوئے مجھے پیش آتا ہے۔ یا ایسے دشمن کی طرف جس کو تو نے میرے معاملات کا مالک بنا دیا ہے۔

اگر تو مجھ پر غضبناک اور ناراض نہیں ہے تو پھر ان مصائب و شدائد کی مجھے کوئی پروا نہیں ہے لیکن تیرا عفو و کرم اور عافیت و درگزر میرے لیے بہت وسیع ہے۔ میں تیرے نور ذات کے واسطہ و وسیلہ سے جس کی بدولت ظلمات اور تاریکیاں چھٹ گئیں بلکہ نور و ضیاء سے تبدیل ہو گئیں اور اسی پر دنیا و عقبیٰ کے جملہ امور کی اصلاح و بہتری کا دار و مدار ہے، اس امر سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غضب نازل ہو یا میں تیری ناراضی کا نشانہ بنوں۔ تو ہی مالک ہے رضا کا مجھ سے راضی ہو نہ معصیت سے رجوع اور دوری کی ہمت ہے اور نہ طاعت و عبادت کی سکت جب تک تیری توفیق و تائید شامل حال نہ ہو۔



جب عقبہ اور شیبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف و پریشانی کو دیکھا تو اپنے نصرانی غلام کو بلایا جس کو عدرس کہا جاتا تھا اور اسے کہا کہ ان انگوروں کا ایک گچھا تھال میں رکھ کر اس شخص کی خدمت میں لے جا کر پیش کر اور عرض کر کہ اسے تناول فرمادیں۔ عدرس نے انگور لیے تھال میں رکھے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ جب آپ نے اپنا دست اقدس تھال کی طرف بڑھایا کہ انگور کھائیں تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی پھر انگور کھائے۔ عدرس آپ کے چہرہ انور کی طرف دیکھنے لگا اور عرض کیا بخدا اس شہر والے تو یہ کلام زبان پر نہیں لاتے۔ آپ نے دریافت فرمایا تو کس شہر سے تعلق رکھتا ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ اس نے عرض کیا میں نصرانی ہوں اور اہل نینوا سے ہوں تو آپ نے فرمایا اللہ کے نیک بندے حضرت یونس بن مثنیٰ کے شہر سے؟ تو اس نے مجسمہ حیرت بن کر پوچھا آپ کو یونس بن مثنیٰ کا پتہ کیسے چل گیا؟ آپ نے فرمایا مجھے ان کا پتہ کیوں کرنے ہوا وہ میرے بھائی ہیں وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔

عدرس نے جوں ہی آپ کا جواب سنا تو ادب و نیاز سے جھک کر آپ کے ثراقدس بوسہ دیا پھر دست اقدس چومے اور بعد ازاں قدموں کو بوسہ دیا۔ ربیعہ کے بیٹوں نے یہ منظر دیکھا تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تیرے غلام کو اب تیرے کام کا نہیں چھوڑا۔ جب عدرس اُن کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا تیرے لیے افسوس ہے تجھے کیا ہو گیا تو اس شخص کے سر کو چومنے لگ گیا اور اُس کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لینے لگا۔

اس نے کہا اے میرے سردار اس ہستی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی شخص نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے ایسے امر کی خبر دی ہے جس کو صرف نبی ہی جانتا ہے!

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس وقت خوف و دہشت میں مبتلا کیا گیا جبکہ دوسرا کوئی شخص خائف نہیں تھا اور مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس وقت اڑتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں جب کسی کو اس کی راہ میں ایذا و تکلیف نہیں دی جاتی تھی۔ مجھ پر تیس تیس دن اس حال میں گزرے کہ میرے لیے کھانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی جس کو کوئی جاندار لقمہ بنا سکے۔ ماسوا اس طعام کے جس کو حضرت بلال اپنی بٹل کے نیچے چھپائے ہوئے ہوتے تھے۔

یہ روایت امام ترمذی نے نقل فرمائی اور اس کی صحت کا اعتراف و اقرار کیا۔

اور اس حدیث پاک کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے خوف اعداء کے پیش نظر نکل گئے اور حضرت بلال آپ کے ہمراہ تھے۔ اُن کے ہمراہ کھانا صرف وہی تھا جس کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ بٹل کے نیچے دبا کر اٹھائے رکھتے تھے۔



## تیسواں باب

تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف سے واپسی کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہونا

جب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات طائف سے مراجعت فرما ہوئے تو آپ نے احنس بن قیس کی طرف آدمی بھیجا کہ آیا تو میری پشت پناہی کرتا ہے تاکہ میں بے خوف و خطر اپنے رب کریم کے احکام کی تبلیغ کر سکوں تو اس نے عرض کیا میرے جیسا حلیف اس تبلیغ اور دعویٰ رسالت جیسے صریح امر پر پشت پناہی سے قاصر ہے۔ آپ نے اس ایچی کو فرمایا کہ سہیل بن عمرو کے پاس جا کر کہہ کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے کہتے ہیں کہ تو میری حفاظت و حمایت کا دم بھرتا ہے تاکہ میں بغیر کسی فکر و اندیشہ کے فریضہ رسالت ادا کر سکوں جب آپ کا بھیجا ہوا آدمی اس کے پاس پہنچا اور آپ کا مدعا بیان کیا تو اس نے کہا بنی عامر بن لوی بنی کعب پر کسی کو امان اور حمایت و نصرت کا عہد نہیں دے سکتے۔ وہ آدمی واپس حاضر ہوا اور سہیل کا جواب عرض کیا تو آپ نے اُسے فرمایا کہ مطعم بن عدی کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا تو تبلیغ رسالت اور امثال امر خداوندی میں مجھے امداد و تعاون کا یقین دلاتا ہے تو اس نے عرض کیا ہاں۔ ضرور۔ آپ مکہ مکرمہ میں تشریف لے چلیں (ہم کا ساتھ دیں گے)

آپ کا آدمی واپس آیا اور آپ سے مطعم بن عدی کا جواب عرض کیا اور صبح ہوتے ہی مطعم بن عدی اُس کی اولاد اور بھتیجے ہتھیار لے کر پہنچ گئے (اور آپ کی ہمراہی میں مکہ مکرمہ کے اندر داخل ہوئے) مطعم بن عدی مسجد میں داخل ہوا جب ابو جہل نے مطعم بن عدی کو دیکھا تو پوچھا تم ان کے دین میں داخل ہو گئے ہو یا محض معاونت اور امداد و نصرت کے لیے ساتھ آئے ہو اس نے کہا ہم صرف ان کی پشت پناہی اور حفاظت و نگرانی کے لیے ساتھ دے رہے ہیں تو اس نے کہا جن کو تم نے پناہ دی ہم بھی ان کو پناہ دیتے ہیں اور ان کے ساتھ تعرض نہیں کریں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے، حجر اسود کا استلام کیا، دو رکعت نماز ادا کی اور اپنے دو لنگرہ کی طرف تشریف لگئے جب کہ مطعم بن عدی اور اس کی اولاد آپ کے چاروں طرف حفاظت کے لیے حلقہ بنائے ہوئے تھے۔

محمد بن جبر بن مطعم بن عدی اپنے باپ جبر سے راوی ہیں کہ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان بدر



میں فتحیابی اور کامرانی کے بعد فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ میرے پاس آکر ان مرداروں (یعنی اسیر کفار قریش) کے متعلق سفارش کرتا تو اس کی خاطر میں ضرور انہیں چھوڑ دیتا۔

## اکیسواں باب

### رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حج کے مواقع پر تبلیغ دین

فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موسم میں مختلف قبائل کے پاس تشریف لے جاتے اور فرماتے اے بنی فلان میں تمہاری طرف بھیجا ہوا اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں وہ تمہیں اس امر کا حکم دیتا ہے کہ صرف میری عبادت کرو اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ابولہب آپ کے پیچھے پیچھے چلتا اور کتنا خبرداران کی بات ہرگز نہ ماننا اور نہ ان کی اطاعت کرنا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ کندہ کے پاس ان کی قیامگاہوں میں تشریف لائے مگر انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ بنو ضیفہ کی منازل اور قیامگاہ میں تشریف لے گئے انہوں نے بھی دعوت قبول نہ کی اور انتہائی غلط انداز میں آپ کی دعوت کو ٹھکرایا۔ عامر بن صعصعہ کے پاس بھی تشریف لے گئے اور اسی طرح ہر اس شخص کو آپ دعوت اسلام دیتے جس کو عرب میں شہرت حاصل تھی یا اس کا کوئی مقام و مرتبہ تھا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ مکرمہ میں دس سال قیام فرمایا ہے اور لوگوں کے پاس ان کی قیامگاہوں یعنی عکاظ و مجننہ میں تشریف لے جاتے اور حج کے موقع پر ان سے فرماتے تم میں سے کون ہے جو مجھے مدد دے اور مجھے ٹھکانا دیتا کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام قبائل کی منازل اور قیامگاہوں میں تشریف لے جا کر فرماتے کون ہے جو مجھے اپنی قوم اور علاقہ کی طرف لے جائے کیونکہ یہاں قریشی احکام خداوندی اور کلام ربانی کی تبلیغ میں حائل ہوتے ہیں اور رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔

## فصل

بسا اوقات ان واقعات و حالات کو پرچہ کر اور دیکھ کر کسی لمحہ دل دین کو یا ضعیف الایمان کو یہ خیال پیدا



ہو سکتا ہے کہ اللہ کا رسول ہو تو اس کو کیا ضرورت ہو سکتی ہے کہ وہ کسی کا فر کی پناہ لے یا حج پر اور اجتماعات میں کہتا پھرے کہ کون ہے جو مجھے ٹھکانا دیتا کرے۔

اگر وہ رسول برحق ہوتے تو اُن کو مبعوث فرمانے والا خدا نے بزرگ و برتر اور قوی و توانا ان کی مدد فرماتا۔ ایسے وسوسوں میں مبتلا شخص کو کہا جائے گا کہ یہ امر بہر حال مسلم و محقق ہے کہ اللہ تعالیٰ قدرت و قوت کے باوجود جو بھی کرتا ہے اس میں حکمت و مصلحت ہوتی ہے سمجھیں اُنکے تو بہتر و نہ اس کا اعتراف و تسلیم کرنا بہر حال واجب و لازم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جو وقائع اور حوادث پیش آئے وہ سب اسی صاحب حکمت و اقتدار خداوند جل و علی سے صادر ہوئے جس نے قواعد و قوانین کلیہ کو قائم و نصب فرمایا، افلاک کو گردش میں مصروف کیا، پانیوں کو بہنے اور جاری رہنے پر مامور کیا اور ہواؤں کو چلنے پر مجبور کیا اور ایسے حکم اور منضبط انداز میں کہ جس کے اندر غفل کا عمل دخل نہیں ہے۔

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے ہیں کبھی قوم کے سامنے مغلوب نظر آتے ہیں اور کبھی جو رستم اور ظلم و تعدی کا نشانہ بنے ہوئے ہوتے ہیں تو ہمیں اس امر کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس کے پس پردہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمتیں کار فرما ہیں۔

اگر ہم ان میں سے بعض کو اچھی طرح سوچیں اور ان میں غور و فکر سے کام لیں تو ملیات و شدائد کے پردوں سے دو حکمتیں ہمیں نظر آتی ہیں پہلی حکمت مبتلائے تکلیف و شدائد کو آزمائشوں میں ڈالتا ہے تاکہ انکا دل بیات و مصائب پر رضا و سکون محسوس کرے اور جس امر کی بھی اُن کو تکلیف دی جائے شرح صدر کے ساتھ اُسے ادا کریں۔ دوسری حکمت حجت الہیہ کے درمیان شکوک و شبہات کا ظاہر کرنا ہے تاکہ ان دلائل کی مدد سے شبہات کا ازالہ کر کے مجتہدین اجر و ثواب حاصل کریں۔

عفا نیز اس میں امت کے لیے درس عبرت ہے اور سامان تربیت کہ جب انبیاء کرام اور علی الخصوص سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف و شدائد کا سامنا کرنا پڑا تو ہم کون ہیں کہ ہمیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے اور جب انہوں نے صبر و رضا سے کام لیا ہے تو ہمارے لیے بھی صبر و رضا کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے جیسا کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا فاصبر اولی العزم من المرسل، اسی طرح صبر و استقامت سے کام لیں جس طرح پہلے ارباب عزم و استقامت رسل و انبیاء نے صبر سے کام لیا۔

علاوہ ازیں اُن کو درپیش ہونے والے مصائب کو دیکھ کر الوہیت اور خدائی کا توہم دور ہو جائے جو معجزات اور خوارق عادات کو دیکھ کر پیدا ہونے کا قوی امکان ہوتا ہے جیسے کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق گمان کیا اور گمراہ ہوئے۔



## بتیسواں باب

### اعلان نبوت کے گیارہویں سال امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی انصار کیساتھ ملاقات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موسم حج میں قبائل کے ہاں یکے بعد دیگرے تشریف لے گئے جیسا کہ قبل ازیں آپ کا معمول تھا اس دوران جبکہ آپ عقبہ کے پاس تھے تو آپ کی قبیلہ خزرج کے ایک گروہ سے ملاقات ہوئی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا کچھ دیر بیٹھے نہیں ہوتا کہ میں تمہارے ساتھ کچھ بات چیت کر لوں ماہوں نے عرض کی۔ کیوں نہیں وہ آپ کی بارگاہ میں بیٹھ گئے آپ نے انہیں الشرب العزت کی طرف دعوت دی اور ان پر دین اسلام پیش کیا۔ قرآن مجید فرقان مجید کی تلاوت فرمائی۔ اُن کے آباؤ اجداد یہ سنتے آرہے تھے کہ بنی غالب میں سے عنقریب ایک پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوگا۔

ابن جمیع کہتے ہیں جب اوس ابن حارثہ ابن ثعلبہ ابن عمرو ابن عامر کا وقت وفات آیا تو لوگوں نے اُسے کہا ہم تجھے جوانی میں شادی کرنے کا مشورہ دیا کرتے تھے مگر تو مانتا نہیں تھا یہ تیرا بھائی خزرج ہے جس کے پانچ بیٹے ہیں اور تیرے لیے سوائے مالک کے اور کوئی بیٹا نہیں ہے تو اُس نے جواب میں کہا ہرگز کوئی بھی مرنے والا نہیں مرے گا اور بے نام و نشان نہیں ہوگا جس نے مالک جیسا فرزند اپنے پیچھے چھوڑا اور چننا شمار کیے جن کا مفہوم یہ ہے۔

”کیا میری قوم کو یہ اطلاع نہیں پہنچی کہ تحقیق الشرب العزت کے لیے دعوت ہے جس کے ساتھ اہل سعادت اور صاحب بر و احسان فیض یاب ہوں گے۔“

جب مبعوث کیے جائیں آل غالب میں پیدا ہونے والے مکہ مکرمہ میں زمزم اور حطیم کے درمیان۔ اس وقت اسے بنی عامر اُن کی امداد و نصرت کی کوشش کرو۔ اپنے شہروں اور علاقوں میں بے شک ان کی خدمت اور امداد میں ہی سعادت مندی اور بلند اقبالی ہے۔

اور خزرج کا یہ گروہ جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام اور قرآن پیش کیا یہود سے سنا کرتے تھے کہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ خروج و ظہور قریب آچکا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے بات چیت فرمائی تو انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو کہا بخدا یہ وہی نبی ہے جن کے ظہور و خروج



کایہود تمہیں وعدہ دیا کرتے تھے تو وہ تم سے ایمان و اسلام میں سبقت نہ لے جائیں۔ لہذا فوراً ان کا شرف اتباع و اطاعت حاصل کر لینا چاہیے چنانچہ انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور دولتِ ایمان و اسلام سے مالامال ہو کر اپنے گھروں کی طرف لوٹے یہ گروہ چھ آدمیوں پر مشتمل تھا جن کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔

(۱) اسعد ابن زرارہ (۲) عوف ابن عفراد (۳) رافع ابن مالک (۴) قطبہ ابن عامر (۵) عقبہ ابن عامر (۶) جابر ابن عبد اللہ ابن رثاب۔

جب یہ اپنی قوم کے پاس مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا اور انہیں دعوتِ اسلام دی حتیٰ کہ اسلام ان کے اندر معروف و مشہور ہو گیا۔

اگلے سال انصار میں سے بارہ افراد مکہ مکرمہ حاضر ہوئے جنہوں نے مقامِ عقبہ میں آپ سے شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ حضرت جابر کے علاوہ پانچ تو وہ تھے جو پہلے سال شرفِ اسلام و ایمان حاصل کر چکے تھے۔

اور ان کے علاوہ معاذ ابن عفراد، فکو ان ابن عبد قیس، عبادہ ابن صامت، یزید ابن ثعلبہ، عباس ابن عباد، عویم ابن ساعدہ اور ابوالعیثم ابن الیہمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔

حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کی رات ہم کو شرفِ

بیعت سے مشرف فرمایا جب کہ ہم بارہ آدمی تھے۔ ہم نے آپ کے ساتھ انہیں شرائطِ بیعت کی جو قرآن پاک

میں عورتوں کی بیعت کے لیے بنیاد بنائی گئی ہے یعنی یہ کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے نہ چوری

کریں گے اور نہ زنا و کارِ نکاب اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے اور نہ ایسے بہتان کا ارتکاب کریں گے جسے ہم

اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اختراع کریں اور نہ ہی کسی نیکی کے کام میں آپ کی مانع و ممانعت کریں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شرائطِ بیعت پر فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا: اگر اس عہد پر قائم رہو گے تو تمہارے

یہ جنت ہے اور اگر اس میں خلل اندازی سے کام لو گے تو تمہارا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد ہے۔ اگر

چاہے تو معاف کر دے اگر چاہے تو عذاب دے۔ یہ عہد نامہ اس وقت طے ہوا جبکہ ابھی جہاد اور حرب و قتال

کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ جب یہ حضرات مشرف بہ اسلام ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے رخصت ہوئے

تو آپ نے ان کے ساتھ حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کی طرف روانہ فرمایا کہ اہل مدینہ کو

دین اسلام کی تعلیم دیں اور قرآن پاک پڑھائیں۔ ان کے ہاتھ پر بہت سے لوگ شرفِ اسلام سے

مشرف ہوئے۔



# تیسواں باب

## معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

واقعی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر بیت المقدس اور معراج اعلان نبوت کے بارہویں سال اور ہجرت سے آٹھ ماہ قبل سترہ رمضان المبارک کو وقوع پذیر ہوا اور یہ بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسراء اور معراج ہجرت سے ایک سال قبل سترہ ربیع الاول کو وقوع پذیر ہوا اور یہی مختار ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اور میں (ابن جوزی) نے اپنے شیخ ابوالفضل ابن تہام کو فرماتے سنا کہ ایک جماعت کا قول ہے کہ اسراء ہجرت سے ایک سال قبل تھا اور دوسری جماعت کا قول ہے کہ ہجرت سے چھ ماہ قبل جو ایک سال کے قائل ہیں، ان کے نزدیک ربیع الاول میں ہو گا اور جو آٹھ ماہ کے قائل ہیں، ان کے نزدیک رجب میں اور چھ ماہ والے قول کے مطابق رمضان المبارک میں۔ مگر میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ معراج رجب المرجب کی تالیسویں رات کو ہوا۔ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مالک ابن صعصعہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب اسراء کا واقعہ یوں نقل کیا ہے کہ سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا۔ اس وقت جب میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا، میرے پاس ایک آنے والا آیا جو اپنے ساتھ والے کو کہہ رہا تھا۔

”یہ میں وہ شخص جو دو آدمیوں کے درمیان لیٹے ہوئے ہیں۔“

فرمایا کہ پھر وہ میرے پاس آئے اور میرے سینہ اقدس کو یہاں سے وہاں تک چیرا حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے جارد سے کہا جو کہ میرے پہلو میں بیٹھے تھے، اس سے مراد کیا ہے تو انہوں نے کہا سینہ کے منہ سے نفات نکلتی ہیں اور میں نے ان کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا۔

من قصۃ الی شعرتہ - یعنی سینہ کے منہ سے زیر نفات بالوں تک۔

تو اس نے میرے دل کو باہر نکالا پھر میرے پاس سونے کا ایمان و حکمت سے بھرا ہوا تھا لایا گیا۔ میرے دل کو دھونے کے بعد ایمان و حکمت سے بھرا گیا۔ پھر اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ بعد ازاں میرے پاس ایک سفید رنگت سواری لائی گئی جو قد و قامت میں چتر سے کم اور گدھے سے بلند تھی جارد نے دریافت کیا کہ اے اباحمزہ! کیا وہ براق تھا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں کہ اس کی نگاہ پہنچتی



تھی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے اس پر سوار کیا گیا۔ جبریل علیہ السلام مجھے ہمارے کرچلے حتیٰ کہ پہلے آسمان تک پہنچے۔ دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو پوچھا گیا کھٹکھٹانے والا کون۔ انہوں نے جواب میں کہا جبرائیل دربان نے پوچھا اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم (دربان نے انتہائی فرحت و سرور کا اظہار کرتے ہوئے کہا) کیا ان کو آرمی بھیج کے بلایا گیا تو جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا ہاں۔ وہ پکارے مرحبا بہ و نِعَمَ المحبِّیُّ جاء۔

”خوش آمدید ہے اس مہمانِ عزیز کے لیے اور بہت ہی مبارک ہے ان کا تشریف لانا۔“  
تب دروازہ کھولا جب میں اندر داخل ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ حضرت جبرائیل امین نے کہا۔ یہ ہیں آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ان کو سلام دیجئے میں نے ان کو ہدیہ سلام پیش کیا۔ انہوں نے جواب عنایت فرمایا۔ پھر فرمایا۔

مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح

”خوش آمدید ہو فرزندِ صالح کے لیے اور نبی صالح کے لیے۔“  
جبرائیل امین علیہ السلام دوسرے آسمان تک پہنچے۔ دروازہ کھولنے کے لیے آواز دی۔ پوچھا گیا کون۔ جواب میں فرمایا میں جبرائیل ہوں۔ دوبارہ پوچھا گیا، ساتھ کون ہیں؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اس دربان نے بھی (فرطِ مسرت سے) کہا۔ کیا آدمی بھیج کر آپ کو بلایا گیا ہے؟ جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا ہاں۔ آواز آئی۔

مرحبا بہ و نِعَمَ المحبِّیُّ جاء

”خوش آمدید ہے اس مہمانِ عزیز کے لیے اور بہت مبارک ہے آپ کا تشریف لانا۔“  
پھر دروازہ کھولا جب میں اندر داخل ہوا تو ناگاہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو موجود پایا اور وہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں جبرائیل امین نے کہا۔ یہ ہیں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام۔ ان کو سلام دیجئے۔ میں نے انہیں سلام دیا۔ دونوں نے سلام کا جواب دینے کے بعد کہا۔

مرحباً بالاخ الصالح والنبی الصالح۔



ان کو خوش آمدید اور تشریف لانے والے بہترین تشریف لائے :  
 پھر دروازہ کھولا جب میں اندر داخل ہوا نگاہ حضرت یوسف علیہ السلام کو موجود پایا۔ جبرائیل امین برائے  
 یہ میں حضرت یوسف علیہ السلام ان کو سلام دیکھے۔ میں نے ان کو سلام دیا۔ انہوں نے جواب سلام دینے  
 کے بعد کہا۔

مرحباً بالاخ الصالح والنبي الصالح۔

پھر چوتھے آسمان پر پہنچے دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو جواب آیا کون جبرائیل امین نے اپنا تعارف  
 کرایا۔ پوچھا گیا ساتھ کون ہیں۔ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو دریافت کیا گیا کیا ان کے پاس کسی کو بھیجا گیا  
 انہوں نے کہا ہاں۔ دربان پکارا۔

مرحباً بہ ونعم المحبی جاد۔

پھر دروازہ کھولا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو حضرت ادریس علیہ السلام جلوہ فرما تھے جبرائیل امین برائے  
 یہ حضرت ادریس علیہ السلام میں ان کی خدمت میں سلام پیش کیجئے۔ میں نے تحفہ سلام ان کی بارگاہ میں پیش کیا تو  
 انہوں نے جواب سلام کے بعد کہا۔

مرحباً بالنبي الصالح والاخ الصالح۔

پھر جبرائیل امین پانچویں آسمان تک پہنچے دربان سے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو انہوں نے پوچھا  
 کون؟ جواب میں کہا کہ میں جبرائیل ہوں پوچھا گیا کہ ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو انہوں  
 نے پوچھا کیا آپ کی طرف کسی کو بھیجا گیا۔ فرمایا۔ ہاں۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہتے ہوئے کہا۔

مرحباً بہ ونعم المحبی جاد۔

دروازہ کھلنے پر اندر داخل ہوا تو ادریس علیہ السلام نظر آئے۔ جبرائیل امین نے کہا۔ یہ حضرت ہارون میں ان  
 کو سلام دیکھے تو انہوں نے جواب سلام کے بعد خوش آمدید کہا۔

مرحباً بالنبي الصالح والاخ الصالح۔

جبرائیل امین مجھے ہمراہ لیے چھٹے آسمان تک پہنچے دربان سے دروازہ کھولنے کو کہا۔ تو پوچھا کون ہے۔  
 انہوں نے اپنا تعارف کرایا تو پھر پوچھا گیا کہ ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا کیا  
 ان کی طرف کسی کو بھیجا گیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں! اس دربان نے بھی خوش آمدید کہتے ہوئے۔

مرحباً بہ ونعم المحبی جاد کہا۔

اندر داخل ہونے پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ کہا گیا یہ میں حضرت موسیٰ انہیں سلام دیکھے۔



میں نے اُن کو سلام دیا تو انہوں نے خوش آمدید کہتے ہوئے۔

مرحباً بالنبی الصالح والآخر الصالح کہا۔

جب میں وہاں سے آگے گزر گیا تو حضرت کلیم روئے۔ اُن سے عرض کیا گیا تمہیں کوئی چیز رکا رہی ہے انہوں نے جواب میں کہا۔

یہ فوجان اور جواں بہت نبی ہیں جو مبعوث تو میرے بعد ہوئے۔ مگر ان کی امت میں سے جو اقراد جنت میں داخل ہوں گے وہ ان لوگوں کی نسبت بہت زیادہ ہیں جو میری امت میں سے جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر جبریل امین مجھے ہمراہ لے کر ساتویں آسمان تک پہنچے جب دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو پوچھا گیا۔ کون؟ جواب دیا میں جبرائیل ہوں پوچھا گیا۔ تمہارے ساتھ کون ہیں۔ انہوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا گیا آیا آپ کی طرف کسی کو بھیجا گیا؟ انہوں نے کہا ہاں! اُس دربان نے بھی خوش آمدید کہتے ہوئے مرحباً بہ دفعہ المحبئی جاء اور دروازہ کھول دیا۔ اوپر پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ جبرائیل امین بولے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں انہیں سلام دیجئے۔ میں نے ان کی بارگاہ میں ہدیہ سلام پیش کیا انہوں نے جواب عنایت فرمایا۔ پھر فرش آمدید کہتے ہوئے مرحباً ابابا بن الصالح والنبی الصالح کہا پھر سدرۃ المنتہی کو مجھ پر منکشف کیا گیا تو اُس کا پھل پھر کے بڑے مشکوں کی مانند تھا۔ اور اُس کے پتے ہاتھیوں کے کانوں کی مانند جبرائیل امین نے کہا کہ یہ سدرۃ المنتہی ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ چار نہریں ہیں دو باطنی اور دو ظاہر (جو سدرۃ کے نیچے سے جاری تھیں) میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کیسی نہریں ہیں۔ انہوں نے کہا جو باطنی ہیں یہ جنت کی نہریں ہیں اور جو دو ظاہر ہیں تو یہ نیل و فرات ہیں۔ پھر بیت المہمور کو میرے سامنے لایا گیا۔ قتادہ حضرت حسن بصری کے واسطے سے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بیت المہمور کو دیکھا جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہونے کی سعادت حاصل کرتے اور جو ایک بار اس سعادت سے بہرہ ور ہو جائے پھر دوبارہ اُن کی باری نہیں آتی تھی۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے (بیت المہمور کی اس شان کو بیان کرنے کے بعد) پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت کو بیان کرنا شروع کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک برتن شراب کا دوسرا دودھ کا تیسرا شہد کا پیش کیا گیا (اور عرض کیا گیا کہ جو پسند فرماؤ لے لو) آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دودھ والا برتن لیا جبرائیل امین نے کہا یہ فطرت ہے۔ آپ اور آپ کی امت ہمیشہ اس پر قائم و دائم رہیں گے۔ آپ فرماتے ہیں۔ پھر ہر روز مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں واپس ہوا تو موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گزر ہوا انہوں نے دریافت کیا آپ کو کس چیز کا امر کیا گیا ہے۔ میں نے کہا ہر دن پچاس نمازیں پڑھنے کا۔ انہوں



نے کہا آپ کی امت پچاس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو آزمایا ہے اور بنی اسرائیل کے ساتھ سخت محنت و مشقت سے دوچار ہوا آپ اپنے رب کی بارگاہ میں دوبارہ حاضری دیجئے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا مطالبہ کیجئے۔ آپ فرماتے ہیں میں بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوا (تخفیف کا مطالبہ کیا) تو اُس نے دس نمازیں معاف فرمائیں۔ میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف لوٹا تو انہوں نے دریافت کیا کیا حکم ہوا؟ میں نے جواب میں کہا ہر دن چالیس نمازیں پڑھنے کا۔ انہوں نے کہا آپ کی امت ہر دن چالیس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو اچھی طرح آزمایا۔ اور بنی اسرائیل کے ساتھ بڑی جدوجہد کی۔ بارگاہِ خداوندی میں حاضری دے کر تخفیف کے لیے عرض کیجئے۔ امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء فرماتے ہیں کہ میں الشرب العزت کے حضور حاضر ہوا تو اُس نے دس نمازیں معاف فرمادیں۔ واپسی پر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت کیا کیا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے بتایا ہر دن تیس نمازوں کا۔ انہوں نے کہا۔ آپ کی امت ہر دن تیس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کے ساتھ بہت کوشش کر کے دیکھ چکا ہوں الشرب کے حضور حاضر ہو کر امت کے لیے تخفیف کا مطالبہ کیجئے۔

سید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں بارگاہِ قدس میں حاضر ہوا الشرب العزت نے دس نمازیں معاف فرمائیں۔ واپسی پر موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے دریافت کیا کس چیز کا امر ہوا ہے؟ میں نے کہا ہر دن تیس نمازیں پڑھنے کا۔ انہوں نے کہا آپ کی امت تیس نمازیں پڑھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کے لیے جان جو کھوں میں ڈال چکا ہوں۔ لہذا بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو کر تخفیف کا مطالبہ اور سوال کیجئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے بارگاہِ رب العزت میں حاضری دے کر تخفیف کا مطالبہ کیا تو ہر دن دس نمازیں پڑھنے کا حکم فرمایا گیا۔ موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے پھر مشورہ دیا کہ آپ کی امت ہر روز دس نمازیں پڑھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ میں آپ سے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو اچھی طرح آزما چکا ہوں الشرب العزت کی بارگاہ میں تخفیف کے لیے دعا کیجئے!

میں بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوا تخفیف کا سوال کیا تو ہر دن صرف پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم ہوا۔ واپسی پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اُن کے دریافت کرنے پر میں نے بتلایا کہ اب تو ہر دن صرف پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا آپ کی امت ہر دن پانچ نمازیں پڑھنے کی بھی بہت نہیں رکھتی۔ میں لوگوں کے متعلق اچھی طرح خبر رکھتا ہوں اور بنی اسرائیل کا اچھی طرح تجربہ کر چکا ہوں لہذا الشرب العزت کے



مصور حاضری دے کر امت کے لیے تخفیف کا مطالبہ کیجئے۔

امام الانبیاء علیہ التہیۃ والثناء فرماتے ہیں میں نے ان سے کہا میں نے الشرب العزت سے اتنی بار تخفیف کا مطالبہ کیا ہے کہ اب مجھے یہ سوال والتجاہ کرنے سے شرم و حیا آتی ہے میں اب تسلیم و رضا سے کام لیتا ہوں رجب میں آگے گزرا تو الشرب العزت کی طرف سے ایک نذر دینے والے نے یہ نذر دی اور اعلان کیا۔

”میں نے (حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسلیم و رضا کے بعد) اپنے فریضہ کو نافذ فرما دیا ہے اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی ہے یعنی ادائیگی کے لحاظ سے تو یہ پانچ ہیں لیکن اجر و ثواب کے لحاظ سے پچاس۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التہیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا رجب قریش نے اسراء و معراج کے معاملہ میں مجھے جھٹلانے کی ناپاک کوشش کی (اور مجھ سے بیت المقدس کے متعلق سوالات کیے) میں حطیم کعبہ میں کھڑا ہو گیا۔ الشرب العزت نے بیت المقدس مجھ پر منکشف فرما دیا۔ میں اُسے دیکھتا جا رہا تھا اور کفار قریش کے سوالات کا جواب دیتا جا رہا تھا۔ اس روایت کو امام بخاری اور مسلم علیہ الرحمۃ نے نقل فرمایا ہے۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس رات مجھ معراج سے مشرف کیا گیا۔ صبح کے وقت مکہ مبارکہ میں میں نے اسراء اور معراج کا اعلان کیا حالانکہ میں جانتا تھا کہ کفار قریش مجھے جھٹلائیں گے فرماتے ہیں کہ میں لوگوں سے الگ تھلگ غم ناک ہو کر بیٹھا تھا تو ابو جہل وہاں سے گذرا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بیٹھ گیا اور استہزاد اور مذاق کے انداز میں پوچھا کوئی نئی بات ہوئی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ تو اس نے دریافت کیا وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے آج کی رات

عہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے یہ امر واضح ہے کہ آپ کو رحمت خداوندی اور اس کے فضل و کرم سے اسید تقی کہ اگر میں اب بھی جا کر تخفیف کا سوال کروں تو تخفیف فرمادی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سرورِ انبیاء حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے متعلق عقیدہ یہ ہے کہ میں مستجاب الدعوات ہوں اور مقبول الشفاعت نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی آپ کے متعلق عقیدہ یہی ہے کہ آپ اگر سوال کریں تو اللہ تعالیٰ ضرور تخفیف فرمادے گا۔ لہذا ہم اہل سنت کا یہ عقیدہ کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں حبیب پاک اور موسیٰ کلیم علیہما السلام کے عقیدہ کے بالکل مطابق ہے اور یہی حق بھی ہے اور اس کا خلاف غلط اور ناقابل اعتبار غلامیٰ فرماتے ہیں عندی ان بیع دعوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مستجابۃ۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ آپ کی سبھی دعائیں قبول ہیں۔ وللفصل مریض آخر۔



سیر کرائی گئی۔ اس نے دریافت کیا۔ کہاں تک؟ آپ نے فرمایا: بیت المقدس تک اُس نے کہا: رات کے جتنے میں اتنا دور و دراز سفر طے کر کے صبح کو آپ ہمارے درمیان موجود بھی ہوئے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ البوجل نے سرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ظاہر نہ کیا کہ میں اس دعویٰ میں آپ کی تصدیق نہیں کر سکتا ہوں۔ مبادا کہ جب میں لوگوں کو آپ کی طرف بلاؤں تو آپ دعویٰ اسرار سے منحرف نہ ہو جائیں۔ اس لیے اس نے یہ انداز اختیار کیا کہ اگر میں آپ کی قوم کو آپ کے پاس بلاؤں تو جو مجھے بیان کر رہے ہو کیا انہیں بھی یہ بیان کرو گے؟ آپ نے فرمایا ہاں: وہ پکارا اے بنی کعب ابن لوی کی جماعت ادھر آئیے۔ حتیٰ کہ تمام مجالس کے لوگ دوڑے ہوئے اُس کی طرف آگئے اور اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور البوجل کے پاس بیٹھے، البوجل نے کہا اب اپنی قوم کے سامنے بھی بیت المقدس تک سیر کرنے کا واقعہ بیان کیجئے! سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا: آج کی رات مجھے سیر کرائی گئی۔ انہوں نے پوچھا کہاں تک؟ آپ نے فرمایا: بیت المقدس تک انہوں نے دریافت کیا (صرف ایک رات میں اتنا دور و دراز سفر طے کر کے) صبح کے وقت ہمارے درمیان موجود بھی ہو گئے۔ آپ نے فرمایا ہاں! اُن قریش میں سے بعض تو تالیاں بجانے لگے اور بعض تعجب کے طور پر اپنے ہاتھوں کو سروں پر رکھے ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ مسجد اقصیٰ کی علامات ہمارے سامنے بیان کر سکتے ہیں (اُن کے سوال کا سبب یہ تھا) کہ ان میں بعض ایسے لوگ موجود تھے جنہوں نے بیت المقدس تک کا سفر کیا ہوا تھا اور مسجد اقصیٰ کو دیکھا ہوا تھا (اس بنا پر وہ آپ کے صداقتِ دعویٰ کو معلوم کر سکتے تھے) رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں: میں نے اُن کو مسجد اقصیٰ کی تفصیلات بیان کرنی شروع کیں۔ بعض امور میں اشتباہ والتباس پیدا ہونے لگا تو مسجد اقصیٰ کو اٹھا کر میرے سامنے اس طرح کر دیا گیا گویا کہ وہ دارِ عقیل کے قریب ہے تو میں نے اس کی جملہ تفصیلات کو بیان کیا جب کہ میں اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا تو ساری قوم پکارا اٹھی کہ تفصیلات کا بیان انہوں نے صحیح صحیح کیا ہے۔

حدیث معراج و اسرار کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے جن میں سے چند اکابر کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

- ۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ ۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ ۳۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ۔ ۴۔ حضرت ابی۔ ۵۔ حضرت خدیفہ۔ ۶۔ حضرت ابوسعید۔ ۷۔ حضرت جابر۔ ۸۔ حضرت ابوہریرہ۔ ۹۔ حضرت عبداللہ بن عباس۔ ۱۰۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہم نے نقل کی ہے، وہ شریک نے آپ سے روایت کی ہے اور حماد ابن مسلم نے ثابت کے واسطے سے حضرت انس سے جو روایت نقل کی ہے اس میں نمازوں







کی تحقیق کے متعلق سر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس طرح نقل کیا ہے کہ میں بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا تو اس نے پانچ نمازیں معاف فرمائیں اور پھر میں اللہ رب العزت جل وعلیٰ اور موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے درمیان بار بار آتا جاتا رہا اور رب العزت پانچ پانچ معاف فرماتا رہا (حتیٰ کہ پانچ باقی رہ گئیں) یہ روایت امام مسلم علیہ الرحمہ کی مفرد روایات سے ہے۔ بخلاف اول کے جس پر امام بخاری و مسلم دونوں متفق ہیں لہذا وہی زیادہ صحیح ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں دس دس معاف کیے جانے کا ذکر موجود ہے لہذا وہ روایت جس میں پانچ پانچ کی معافی کا ذکر ہے، راوی کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس رات مجھے اسرار و معراج سے مشرف کیا گیا جبرائیل علیہ السلام براق پر زین کے ہوئے رکام ڈالے ہوئے میرے پاس لے آئے جب میں اس پر سوار ہونے لگا تو اس نے سرکشی والا انداز اختیار کیا جبرائیل امین نے فرمایا اے براق کیا تو محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے؟ بخدا تیری پشت پر کوئی بھی نبی ایسا سوار نہیں ہوا جو ان کی نسبت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں زیادہ کرامت و عزت رکھتا ہو جبرائیل امین کے یہ الفاظ سنئے ہوئے براق پسینہ پسینہ ہو گیا۔

## چوتیسواں باب

### سر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقبہ ثانیہ میں انصار کیساتھ ملاقات

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم اپنی قوم کے حجاج کے ساتھ موسم حج میں نکلتے تھے کہ مبارکہ میں حاضر ہوئے اور ایام تشریق کے دوران عقبہ میں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونے کا باہم عہد و پیمان کیا۔ ہمارے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ بھی تھے، ہم اپنی قوم کے مشرکین سے خفیہ طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے تھے اور اپنا معاملہ ان سے مخفی رکھے ہوئے تھے۔ ہم نے حضرت عبداللہ سے کہا اے ابو جابر تم ہمارے سرداروں میں سے ایک اہم ترین سردار ہو اور اثرات میں سے شریف ترین آدمی اور تم ابھی تک حالت کفر و شرک میں ہو اور ہمیں تم سے متعلق یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم کل روز قیامت آگ کا ایندھن بنو۔



برابر بن معرور نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دست اقدس پکڑا اور بیعت و عہد کرتے ہوئے عرض کیا اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، ہم آپ کی حفاظت و نگرانی اسی طرح کریں گے جس طرح کہ اپنے نفوس اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ لہذا آپ ہمیں بیعت سے مشرف کریں۔ کیونکہ ہم جنگجو لوگ ہیں اور کثیر التعداد اور آباد اجداد سے ہمارا کام حرب و قتال چلا آ رہا ہے۔ سارے افراد بیعت کے لیے تیار ہو چکے تھے کہ ابو العتیم بن الیہان سامنے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے دوسرے لوگوں کے ساتھ عہد و پیمان میں اور روابط و تعلقات جن کو ہم آپ کی خاطر قطع کرنے پر آمادہ ہیں مگر ہم آپ سے یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ ہم آپ کی ہر طرح خدمت اور خاطر داری کریں۔ آپ کے لیے جانوں کو قربان کرنے سے گریز نہ کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ اور تسلط عطا فرمائے تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف نہیں لوٹیں گے اور ہمیں داغ مفارقت و مہاجرت نہیں دیں گے۔

رسول خدا علیہ التحیۃ والتبار نے ان کی گزارش سن کر تبسم فرمایا اور فرمایا بلکہ تم مجھ سے کامل ارتباط و تعلق رکھتے ہو اور میں تم سے یعنی تمہارا امیر معاملہ ایک ہے جس سے تمہاری جنگ اس سے میری جنگ اور جس سے تمہاری صلح اس سے میری صلح۔

بعد ازاں فرمایا اپنی جماعت سے بارہ نقباء اور رؤسا منتخب کر کے میرے پاس بھیجو جو اپنی قوم کے ترجمان اور ضامن ہوں۔ ہم نے بارہ آدمی پیش کیے نو خنجرچ میں سے اور تین ادس میں سے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ معبد بن کعب نے اپنے باپ سے یوں روایت کی ہے کہ سب سے پہلے برابر بن معرور نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی۔ پھر دوسرے لوگوں نے پے در پے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

جب ہم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کر چکے تو شیطان عقبہ کی چوٹی سے نکل کر اتنی بلند آواز سے چیخ چلا رہا تھا جتنی بلند آواز آج تک میں نے نہیں سنی کہ اہل منازل اور خیموں میں غفلت کی نیند سونے والو کیا کوئی (محمد) مذمم (نفوذ باللہ) کی خبر ہے اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کی جو آباد اجداد کے دین سے منحرف ہو گئے ہیں کہ وہ تمہارے خلاف جنگ پر عزم بالجزم اور مصمم ارادہ کر چکے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عقبہ کا شیطان ہے پھر اس کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ تعالیٰ کے دشمن بخدا میں تیرے ساتھ منڈی لوں گا۔ پھر ہمیں حکم فرمایا کہ اپنی اپنی قیامگاہوں کی طرف چلے جاؤ اور آرام کرو۔ عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو مبعوث فرمایا اگر آپ چاہیں تو ہم کل ہی اہل مثنیٰ پر اپنی تلواروں کے ساتھ یکبارگی حملہ کر دیں۔ آپ نے فرمایا مجھے ابھی قتال و



جہاد کا حکم نہیں دیا گیا ہم وہاں سے واپس ہوئے۔ اپنی خواب گاہوں میں سو گئے صبح اٹھے تو سارے قریش جمع ہو کر ہماری قیام گاہ پر آگئے اور کہنے لگے اے گروہ خنزرج ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم ہمارے اس آدمی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے ہو اور اسے ہمارے درمیان سے نکال کر لے جانا چاہتے ہو اور ان کے ہاتھ پر ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بیعت کر رہے ہو۔ بخدا تمام اہل عرب میں سے کوئی بھی قبیلہ ایسا نہیں جس کے ساتھ جنگ و جدال اور حرب و قتال ہمیں ناپسند ہو جتنا کہ تمہارے ساتھ ہماری قوم میں سے مشرکین اٹھے اور ان کو قسمیں کھا کر مطمئن کرنے لگے کہ بخدا کوئی بیعت ہوئی ہے نہ عہد و پیمان اور نہ ہی ایسی کوئی بات ہمارے علم میں ہے اور وہ اپنی جگہ سچے بھی تھے کیونکہ ان کو ہماری بیعت کا علم ہی نہیں تھا اور ہم ایک دوسرے کی طرف حیرانی سے دیکھتے تھے کہ ان قریش کو کس طرح اطلاع پہنچی جب کہ وہ انتحاص ہمارے ساتھ لیٹے ہوئے تھے ان کو حقیقت حال کی کوئی خبر نہیں تھی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم موسم حج میں پکار پکار کر فرماتے کون ہے جو مجھے پناہ دے اور تبلیغ رسالت میں میرا معاون و مددگار بنے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں شرب (مدینہ منورہ) سے بھیجا ہم نے آپ کی تصدیق کی اور اپنے گھروں میں آپ کو اور اہل ایمان مہاجرین کو جگہ دی۔ (پہلے پہل تو صرف ایمان لانے پر اکتفا کیا) بعد ازاں سوچا ہم کب تک سرور انبیاء علیہ التبیۃ والثناء کو مکہ مکرمہ کے پہاڑوں میں اکیلا اور تنہا چھوڑیں، آپ ہر وقت خوف و ہراس میں رہیں اور کبھی کہیں پناہ لے رہے ہوں اور کبھی کہیں سہارا ڈھونڈ رہے ہوں۔

چنانچہ ہم میں سے ستر آدمی مدینہ منورہ سے چلے اور موسم حج میں مکہ مکرمہ پہنچے آپ کے ساتھ عہد و پیمان کے لیے عقبہ میں اجتماع کا تعین ہوا۔ جب وہاں اکٹھے ہوئے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کس امر پر آپ کے ساتھ بیعت کریں؟ تو آپ نے فرمایا میرے ساتھ اس امر پر بیعت کرو کہ خوشی، غمی، ہر دو حالت میں میری اطاعت کرو گے اور تنگدستی ہو یا خوشحالی ہر حال میں راہ خدا میں خرچ کرو گے نیکی کے ساتھ حکم اور برائی سے رکاوٹ کرو گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حق بات کہنے میں کسی دلالت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہو گے اور اس عہد پر بیعت کرو کہ تم اس وقت میری مدد کرو گے جب میں تمہارے پاس آؤں گا اور مجھے ان تمام تکالیف و مصائب سے محفوظ رکھو گے جن سے کہ اپنے آپ کو، ازواج اور اولاد کو محفوظ رکھتے ہو اور میری طرف سے تمہارے لیے جزا اور بدلہ یہ ہے کہ اگر اس عہد کو نبھاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت عطا فرمائے گا۔ ہم سب اٹھے اور آپ کے ساتھ بیعت کرنے والے ہی تھے کہ اسعد بن زرارہ نے جو کہ سب سے چھوٹے



تھے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کو پکڑ لیا اور کہا اے اہل شرب (اہل مدینہ) ذرا ٹھہریے اور جلد بازی سے کام نہ لیجئے ہم نے یہ دور و دراز کا سفر طے کیا اور اپنے اونٹوں کو مشقت میں ڈالا تو صرف اس لیے کہ ہم آپ کے رسول برحق ہونے کا یقین رکھتے تھے مگر یہ بات غور و فکر کرنے کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں سے اپنے علاقہ میں لے جانا سب اہل عرب سے مفارقت اور علیحدگی اختیار کرنے کے مترکف ہے۔ اس میں تمہارے بہترین آدمی کام بھی آسکتے ہیں اور تلواریں تمہیں لقمہ بنانے کے لیے تیار ہونگی یا تو پھسر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر پانا اور اگر اپنے اندر بزدلی اور کمزوری محسوس کرتے ہو تو ابھی اس عہد کو رہنے دو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے لیے عذر و معذرت کا موجب ہو سکتا ہے لیکن پختہ عہد کرنے کے بعد نہ بچا سکو تو کوئی وجہ عذر نہیں ہوگی)

سب اہل مدینہ نے کہا اے اسعد ہم سے الگ ہو اور بزدلی اور بے جوشگی کا داغ ہم سے دور رکھو۔ بخدا ہم اس بیعت کو کبھی ترک نہیں کریں گے اور نہ اس عہد کو واپس لیتے ہیں۔ ہم اٹھے اور آپ کے ساتھ بیعت کی۔ آپ نے عہد لیا۔ شرائط عائد نہ فرمائیں اور اس کے عوض ہمیں جنت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا۔

## پیشواں باب

### قریش کو بیعت انصار کا علم ہونا اور اُنہذا لائحہ عمل کیلئے باہم صلاح و مشورہ کرنا

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب لوگ میدان منیٰ سے منتشر ہوئے اور اپنے گھروں کو لوٹے اور ادھر قریش انصار کی بیعت کے معاملہ کا کھوج لگا کر اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ واقعی بیعت ہو چکی ہے تو وہ انصار مدینہ کے پیچھے دوڑے اور سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو کو اذخر میں پالیا منذر نے تو قریش کو پکڑنے سے عاجز کر دیا البتہ انہوں نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا۔ ان کے ہاتھ گروں کے ساتھ بانٹھے اور قیدی بنا کر مکہ مکرمہ کی طرف لے آئے۔ جیسر بن مطعم اور حارث بن امیہ آپہنچے انہوں نے کہا یہ ہمارے تاجروں کو جائزے اور عطیات دیا کرتے تھے (لہذا ان کو چھوڑ دیا جائے) چنانچہ ان کو چھوڑ دیا گیا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی رخصت دے دی وہ گروہ در گروہ مدینہ منورہ میں جا پہنچے اور آپ اذن خداوندی کے انتظار



میں مکہ مکرمہ میں ہی قیام پذیر رہے اور آپ کے ساتھ یا البکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رہ گئے اور یا وہ حضرات جن کو اہل مکہ نے گرفتار کر لیا اور مختلف اذیتیں اور تکلیفیں دینی شروع کر دیں حضرت البکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کی اجازت طلب کرتے تھے مگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جلدی نہ کرو (مجھے اجازت ملی تو اکٹھے چلیں گے)

جب مشرکین مکہ کو معلوم ہو گیا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی جگہ قیام پذیر ہو چکے ہیں جہاں ان کے خلاف کارروائی نہیں ہو سکتی تو انہیں یقین ہو گیا کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتناہی بھی ضرور ان کی طرف ہجرت کر کے چلے جائیں گے۔

چنانچہ وہ دارندہ (مجلس مشاورت) میں جمع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق باہم صلاح مشورہ کرنے لگے۔ دارندہ قحی بن کلاب کا مکان تھا اور قریش جو بھی فیصلہ کرتے وہ اسی دار میں کرتے تھے چنانچہ اس موقع پر بھی اس مکان میں داخل ہوئے تاکہ آئندہ لائحہ عمل کے متعلق مشورہ کریں۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جس کو یہیں کذب اور غلط بیانی کے ساتھ متہم نہیں کر سکتا عبداللہ بن ابی ریح نے مجاہد کے واسطے سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل فرمایا کہ جب قریش صلاح مشورہ کے لیے جمع ہوئے تو شیطان لعین ان کے سامنے ایک بزرگ نما انسان کی صورت میں آ موجود ہوا۔ اُسے پر کھڑا دیکھ کر اہل ندوہ نے پوچھا بزرگوار کہاں سے ہیں اور کون ہیں اس نے کہا میں اہل نجد سے ہوں میں نے تمہارے باہمی عہد و پیمان اور وعدہ و وعید کو سنا تو حاضر ہو گیا ہوں اور تمہیں یہ امید رکھنی چاہیے کہ اس لہڑے صحیح مشورہ اور خلوص و ہمدردی ہر وقت تمہیں حاصل رہے گی۔

انہوں نے کہا پھر تو اندر تشریف لائیے چنانچہ شیطان شیخ نجدی کی صورت میں مجلس مشاورت کے اندر شریک ہو گیا اور ادھر ہر قبیلہ کے اشراف اور اصحاب رائے بھی مجتمع تھے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے پہلے تو ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ تھا وہ سب کو معلوم ہے لیکن اب ان کی جماعت اور پیروکار پھیلے جا رہے اور ان کو معاون و مددگار ہاتھ آتے جا رہے ہیں لہذا اب ان کی طرف سے یہ خطرہ درپیش ہے کہ وہ اپنے متبعین کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہو جائیں لہذا غور و فکر کے بعد متفقہ فیصلہ کر دیا یعنی نے کہا ان کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر کمرے میں بند کر دو اور ان کے متعلق بھی اسی طرح کی ہلاکت کا انتظار کرو جیسے کہ ان جیسے شعراء کو پہلے پیش آ چکی ہے۔

شیخ نجدی نے کہا یہ تو کوئی صحیح مشورہ نہیں ہے۔ اگر تم ان کو قید کر دو گے تو ان کے قید کیے جانے کی اطلاع ان کے متبعین تک جا پہنچے گی سو وہ حملہ آور ہو کر ان کو تمہارے ہاتھوں سے چھین لیں گے



اور آزاد کرالیں گے۔

دوسرا شخص بولا ہمیں ان کو جلا وطن کر دینا چاہیے۔

شیخ نجدی نے کہا یہ بھی کوئی سوچ ہے اور عقل کی بات ہے؛ دیکھتے نہیں ہوں ان کا انداز گفتگو کتنا حسین ہے۔ کلام کتنا میٹھا اور پیارا ہے اور جو احکام وہ بیان کرتے ہیں وہ دلوں میں کس طرح گھر کر جاتے ہیں اگر ان کو جلا وطن کر دیا گیا تو مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ عرب کے جس قبیلہ کے ہاں بھی جا کر ٹھہریں گے؛ اپنی حسین گفتگو سے ان پر غلبہ و تسلط حاصل کر لیں گے اور ان سے سمیت لے کر تمہارے خلاف چڑھائی کر دیں گے۔

ابو جہل بولا میری رائے اس سے مختلف ہے اور تم ابھی تک وہاں نہیں پہنچے۔ دوسروں نے پوچھا، وہ کیا ہے۔ اس نے کہا ہر قبیلہ سے ایک نوجوان بہادر بہترین نسب والا لے لیں اور ہر ایک کے ہاتھ میں تیز دھات تلوار دیں اور وہ سبھی جا کر یکبارگی ان پر حملہ آور ہو جائیں اور ان کو بالعیاذ باللہ قتل کر دیں اور اس طرح ان سے چھٹکارا حاصل کریں۔

جب ہر قبیلہ کا ایک ایک فرد اس قتل میں شریک ہو گا تو ان کا خون سب قبائل پر تقسیم ہو جائے گا۔ لہذا بنو عبد مناف اپنی ساری قوم کے خلاف کارروائی کرنے سے قاصر رہیں گے اور لامحالہ ویت (خونبھا) لینے پر رضا مند ہو جائیں گے تو ہم ان کو اس مقتول کا خونبھا دے دیں گے۔

شیخ نجدی نے کہا بس اصل رائے اور صحیح مشورہ تو وہ ہے جو اس شخص نے دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صحیح تدبیر اور قابل قبول مشورہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس رائے پر متفق ہونے کے بعد سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چل دیے۔

جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام بارگاہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آج رات اس خوابگاہ پر آرام نہ فرمادیں جس پر پہلے آپ آرام فرمایا کرتے ہیں۔ جب تاریکی چھا گئی تو کفار قریش آپ کے در اقدس پر جمع ہو گئے اور آپ کے سونے کا انتظار کرنے لگے تاکہ آپ پر حالت نیند میں حملہ آور ہوں اور آپ کو شہید کر ڈالیں۔

جب آپ نے ان کو کھڑے دیکھا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آج رات تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میری سبز رنگ حضرمی چادر لپیٹ کر جاؤ اور یقین جانیے ان کی طرف سے کوئی گزند اور تکلیف آپ کو نہیں پہنچ سکے گی اور جس چادر کو اوڑھ کر سونے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا یہ وہی چادر تھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ۔



وادی مکریت الذین کفروایثبوت او یقتلوث او یخرجون ویمکرون ویمکرا اللہ  
واللہ خیر الماکرین۔

کی تفسیر میں منقول ہے کہ قریش مکہ نے ایک رات باہم مشورہ کیا بعض نے کہا کہ جب صبح ہو تو ان کو  
قید و بند میں جکڑ دیا جائے بعض نے کہا ان کو قتل کر دیا جائے اور بعض کہتے تھے کہ ان کو ملک بدر کر دیا جائے  
تو اللہ تعالیٰ نے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیا۔ آپ وہاں سے نکل کر غار ثور میں جا پہنچے اور  
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بستر پر رات گزار دی اور مشرکین ساری رات اس گمان پر حضرت  
علی رضی اللہ عنہ کو حراست میں لیے کھڑے رہے کہ یہ آرام فرما شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جب صبح ہوئی  
اور آپ بیدار ہوئے تو سبھی آپ کی طرف حملہ کرنے کے لیے بڑھے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔  
حیران ہو کر پوچھا تمہارے بنی کدھر ہیں انہوں نے کہا مجھے کیا پتہ؟ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر و  
فریب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دور فرمایا۔ یہاں سے ناکام ہوئے تو آپ کے نشان قدم تلاش کرتے  
ہوئے پہاڑ تک گئے مگر وہاں پہنچ کر ان کو التباس و اشتباہ پیدا ہو گیا۔ پہاڑ پر چڑھے غار سے بھی گذرے۔ اس  
کے دروازہ پر عنکبوت کا تار ہوا جالادیکھا تو کہنے لگے اگر وہ یہاں داخل ہوتے تو تار عنکبوت کیوں کر باقی رہتے۔  
(چنانچہ وہیں سے واپس ہو گئے) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین رات تک وہیں قیام فرما رہے۔  
محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر جمع ہو گئے آپ  
نکلے مٹھی بھر مٹی اٹھائی۔ کلام مجید کے یہ کلمات طینات تلاوت فرمائے۔

وجعلنا من بین اید یمہ سدا ومن خلفہم سدا فاعشیناہم نہم لایبصرون۔

”ہم نے ان کے سامنے اور ان کے پیچھے حجاب اور پردے قائم کر دیے ہیں پس ان کی آنکھوں  
کو اندھا کر دیا ہے لہذا وہ دیکھ نہیں سکتے۔“

اور مٹی ان کے سروں پر پھینکی (وہ قدرت خداوندی سے اندھے ہو گئے) اور آپ نے جدھر جانا تھا  
تشریف لے گئے۔

بعد میں ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا یہاں کیوں کھڑے ہو اور کس کا انتظار کر رہے ہو۔ انہوں نے

عہ ترجمہ - اور اس وقت کو یاد کرو جب کفار و مشرکین آپ کو قید کرنے یا قتل کر دینے یا جلا وطن کر دینے کی  
تدابیر سوچ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے مکر و فریب کو باطل کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ مکر کرنے والوں کو اچھی طرح  
دیکھ و فریب کا بدلہ دینے والا ہے۔



کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا۔ اس نے کہا وہ تو ابھی تمہارے درمیان سے نکل کر چلے گئے ہیں۔ انہوں نے اندر جھانکنا شروع کیا۔ اندر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک اڑھے ہوئے لیٹے تھے لہذا وہ سمجھ کر یہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور چادر اڑھ کر سوئے ہوئے ہیں۔ صبح تک وہ اس انتظار میں کھڑے رہے۔ صبح ہوئی تو حضرت علی فرماتے ہیں۔ بستر پر سے میں اٹھا تو وہ مجھے دیکھ کر (شرمسار ہوئے اور حیران بھی)۔

واقعی نے اپنے شیوخ اور اساتذہ کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ جو لوگ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاک میں ساری رات در اقدس پر کھڑے رہے، ان کے نام یہ ہیں۔  
 ابو جہل۔ حکم بن ابی العاص۔ عقبہ بن ابی معیطہ۔ نضر بن الحارث۔ امیہ بن خلف۔ ابن العیطلہ۔ زمعہ بن اسود۔ طلحہ بن عدی۔ ابولہب۔ ابی بن خلف اور حجاج کے دو بیٹے بنیہ و عقبہ۔



# ابوابِ ہجرت

## باب اول

### حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا غار ثور کی طرف ہجرت فرمانا

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ہم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان میں بیٹھے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا کہ ناگاہ ایک شخص نے کہا یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سراقہ کے گروہ اور منہ مبارک پر کپڑے پیٹے ہوئے تشریف لارہے ہیں حالانکہ ایسے وقت میں آپ کبھی بھی ہمارے ہاں تشریف نہیں لاتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ اُن پر فدا ہوں۔ اس وقت آپ کی تشریف آوری کسی اہم مقصد اور عظیم امر کے رونما ہونے کی وجہ سے ہے۔ جب آپ تشریف لائے تو اذن طلب کیا اور آپ کو اندر تشریف لانے کے متعلق عرض کیا گیا تو آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جتنے لوگ اندر موجود ہیں اُن کو فی الحال باہر نکال دو۔ انہوں نے عرض کیا وہ یا تو آپ کے اہل خانہ (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) یا ان کی بہن اسماء ہیں اور تو کوئی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا خیر میں تمہیں بتلانے آیا ہوں کہ مجھے ہجرت کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ انہوں نے عرض کیا تو کیا مجھے بھی شرف صحبت سے مشرف فرمائیں گے اور اپنے ہمراہ سے چلیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں! انہوں نے عرض کیا میں نے دو اونٹنیاں اس مقصد کے لیے پال رکھی ہیں۔ لہذا ان میں سے ایک آپ لے لیں جو بھی آپ کو پسند آئے۔ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مفت میں نہیں بلکہ قیمت کے ساتھ لوں گا اور ضرور لوں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم نے آپ کے سفر کی اچھی طرح تیاری کی اور خورد و نوش کا بہترین انتظام کیا۔ کھانے کا سامان مشکیزہ میں ڈالا اور اس کا منہ بند کرنے کے لیے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے کمر بند کا ایک حصہ الگ کیا اور اس کے ساتھ توشہ دان کا منہ باندھا اور دوسرا حصہ بطور کمر بند استعمال کیا



اسی لیے ان کو ذات النطاقین کا لقب دیا گیا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جبل ثور کی غار میں جا پہنچے اور تین رات وہاں قیام کیا۔ رات کو عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما وہاں حاضر خدمت رہتے۔ وہ نوخیز جوان اور مضبوط طاقتور جسم کے مالک اور انتہائی زیرک اور معاملہ فہم تھے سحری کے وقت غار ثور سے نکلے اور صبح سویرے قریش کے پاس ہوتے گویا کہ وہ رات سے ہی یہیں تھے۔ دن کو قریش کے ساتھ رہتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلاف جو مکر و فریب اور حیلہ و تدابیر اختیار کرتے وہ اُسے یاد کرتے اور رات کی تاریکی میں غار ثور پہنچ کر آپ سے عرض کر دیتے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ شیر لکھڑیوں کو چراتے چراتے غار تک لے جاتا اور دودھ دودھ کر پیش کرتا اور دونو مقدس ہستیاں آرام و سکون سے رات بسر کرتیں۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا تو عامر اپنی بھیڑ بکریوں کو ہانکے ہوئے مکہ مکرمہ میں آجاتا تینوں راتوں میں اس کا معمول یہی رہا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنی دیل کا ایک آدمی اجرت پر لیا۔ وہ تھا تو دین کفار پر مگر امین اسرار تھا۔ سواریاں اُس کے حوالے کیں اور اس کے ساتھ معاہدہ کیا کہ تین رات کے بعد غار ثور کے پاس یہ سواریاں لے کر پہنچ جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے جب ہجرت کا ارادہ فرمایا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ گھر کی پھلی جانب کھلنے والی کھڑکی سے نکلے اور جبل ثور کی طرف تشریف لے گئے۔

واقعی نے اپنے شیوخ کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات تک ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں ہی ٹھہرے رہے اور رات کی تاریکی میں غار کی طرف تشریف لے گئے اور ہجرت کا یہ مرحلہ اُس وقت آغاز پذیر ہوا جب کہ صفر کی صرف تین راتیں باقی تھیں۔

## دوسرا باب

### غار میں پیش آنے والے واقعات و حالات

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے مجھے بتایا کہ جب کفار غار کے منہ پر پہنچے تو میں نے عرض کیا اگر ان میں سے کوئی شخص اپنے قدموں کی طرف دیکھے



تو ہمیں غار کے اندر بیٹھے ہوئے دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا اے ابوبکرؓ دو شخصوں کے متعلق تمہارا خیال ہے جن کے ساتھ میری ذات اقدس الشہد رب العزت جل وعلیٰ کی ہو۔ یہ روایت بخاری و مسلم میں مری ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار والی رات بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض پیش کی کہ آپ مجھے اجازت فرمائیں پہلے میں غار میں داخل ہوتا ہوں اگر اس میں کوئی تکلیف دہ اور موزی چیز ہو تو اس کی ایذا رسانی اور تکلیف سے آپ محفوظ رہیں اور میری جان آپ پر فدا ہو جائے، آپ نے رخصت دیدی حضرت صدیق اندر داخل ہوئے اور ہاتھوں سے بلوں اور سوراخوں کو تلاش کرنا شروع کیا جہاں کہیں کوئی بل اور سوراخ نظر آیا اپنے کپڑے پھاڑ کر اس کو بند کر دیتے تھے حتیٰ کہ زائد کپڑے سارے کے سارے ختم ہو گئے اور ابھی ایک سوراخ باقی بچ رہا تھا تو آپ نے اپنی ایڑی اس پر رکھ کر اس کو بند کیا۔ پھر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اندر تشریف لائے۔ صبح ہوئی تو دریافت فرمایا اے ابوبکرؓ تیرے کپڑے کدھر ہیں؟ صورتحال عرض کی۔ آپ نے دست دعا بارگاہ رب قدوس میں بلند کیے اور عرض کیا۔

اللھو اجعل ابابکر معی فی درجتی یوم القیامۃ۔

اے اللہ ابوبکر کو میرے ساتھ میرے مقام میں قیامت کے دن جگہ عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ آپ کی یہ دعا قبول ہو چکی ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک رات اور

ایک دن عمر بن الخطاب (کی زندگی بھر کی طاعات و عبادات) سے بڑھ کر ہے۔  
 رات سے میری مراد ہجرت والی تھی جس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ سے پوشیدہ طور پر نکلے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے کبھی تو آپ کے آگے چلنے لگتے اور کبھی پیچھے چلتے اور کبھی دائیں جانب تو کسی وقت بائیں جانب۔

رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اے ابوبکرؓ چلنے کا یہ انداز تم نے کیوں اختیار کر رکھا ہے؟ آج سے قبل تمہارا ساتھ چلنے کا یہ انداز اور طور طریقہ نہیں ہوتا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کبھی مجھے یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ دشمن کہیں آگے تاک میں نہ بیٹھا ہو تو میں آگے ہو کر اپنی جان کو آپ کے لیے ڈھال بناتا ہوں اور کبھی پیچھے سے دشمن کے پہنچ جانے اور گزند پہنچانے کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے تو پیچھے چلتا ہوں تاکہ جان حقیر کا نذرانہ پیش کر سکوں اور فدیہ دے سکوں اور کبھی دائیں بائیں خطرہ کا فکر دامن گیر ہوتا ہے تو دائیں یا بائیں چلنے لگتا ہوں (جہاں ایک ہے اور خطرات چاروں طرف لہذا مجبوراً مختلف جہات و اطراف میں چلنا پڑتا ہے)۔



رسول پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ اس رات اقام مبارکہ کے صدور اور لگے حصّہ کے بل چلتے تھے اور جو تبارک بھی پاؤں میں نہیں تھا حتیٰ کہ پاؤں زخمی ہونے کو تھے اور آبلے پڑنے والے تھے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو آپ کو کندھوں پر اٹھایا اور دوڑتے ہوئے غار تک پہنچے۔ اور آپ کو غار کے سامنے کندھوں سے اُتارے۔

پھر عرض کی اس ذات اقدس کا واسطہ جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا آپ اتنے وقت تک غار میں داخل نہ ہوں جب تک کہ میں پہلے داخل ہو کر اطمینان نہ کر لوں۔ اگر کوئی تکلیف دہ چیز ہو تو مجھے تکلیف و اذیت پہنچائے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے غار کے اندر گئے اچھی طرح جائزہ لیا۔ جب کوئی چیز نظر نہ آئی تو آپ کو اٹھایا اور غار کے اندر پہنچایا۔ غار کے اندر سوراخ تھے جن میں سانپ اور اڑدے تھے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ فکر و امتیگر ہوئی کہ کہیں ان سے کوئی چیز نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچائے لہذا اس کا بند و بست اور سدِ باب یوں کیا کہ اپنا پاؤں وہاں رکھ دیا۔ وہ سانپ اور اڑدے ڈنک مارتے رہے اور نہ ہر آپ کے بدن میں داخل کرتے رہے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے مگر پاؤں کو اپنی جگہ سے نہ ہٹایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تسلی و تسفی دیتے ہوئے فرماتے تھے۔

یا ابا بکر لا تحزن ان الله معنا۔

اے ابو بکر غمگین ہونے کی ضرورت نہیں یقیناً اللہ رب العزت ہمارے ساتھ ہے۔

تب اللہ رب العزت نے طمانیت و سکون اور سکینہ کو ابو بکر صدیق پر نازل فرمایا۔

یہ ہے ان کی وہ رات (جس کے ساتھ اہل دنیا کی کس رات کو برابر ہی نصیب نہیں ہو سکتی)۔

واقعی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ قریش نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈا اور آپ کی تلاش میں متعدد بھرسعی و کوشش کی حتیٰ کہ غار ثور کے قریب جا پہنچے جب غار کے منہ پر عنکبوت کا تار ہوا پرانا جالادیکھا تو کہنے لگے کہ اس غار کے دروازہ پر تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیدا ہونے سے بھی پہلے کا تار عنکبوت موجود ہے۔ (اس میں داخل ہوتے تو یہ کمزور ترین تار فوراً ٹوٹ جاتے)۔ پھر وہیں سے واپس ہو گئے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ غار ثور سے ہجرت کے بعد ہمیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں حتیٰ کہ ایک جن کہ مکرہ کی شبلی جانب سے آیا تو عربی لب و لہجہ میں اشعار پڑھتا تھا۔ آواز سنائی دیتی تھی مگر اس کا حجم نظر نہیں آتا تھا اور لوگ آواز سن کر پیچھے پیچھے چل رہے تھے حتیٰ کہ وہ مکہ مبارکہ کے بالائی حصّہ سے باہر نکلا ان اشعار میں سے ایک شعر یہ تھا۔



جزی اللہ رب الناس خیر جزاء رفیقین حلا خیمتی ام معبد  
 اللہ تعالیٰ لوگوں کی تربیت و پرورش فرمانے والا اپنی بہترین جزاء اور بدلہ عطا فرمائے ، ان دو رفقاء  
 سفر کو جو ام معبد کے دو خیموں میں تشریف فرما ہوئے ۔  
 اس کے علاوہ دوسرے شعرا و باقی قصہ آئندہ سطور میں بالتفصیل مذکور ہوگا ۔

## تیسرا باب

غار ثور سے مدینہ منورہ تک راہ میں پیش آنیوالے واقعات و حالات  
 ابو الحسن بن البراء فرماتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خمیس کی رات ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو غار  
 سے نکل کر عازم مدینہ منورہ ہوئے ۔  
 محمد بن سعد نے ذکر فرمایا کہ آپ سووار کی رات ربیع الاول کی چوتھی تاریخ کو غار سے نکل کر مدینہ منورہ  
 روانہ ہوئے ۔

میں (ابن الجوزی) کہتا ہوں آپ غار ثور میں تین رات قیام فرما رہے اور آپ کے ساتھ ابو بکر صدیق  
 رضی اللہ عنہ تھے اور عاصم بن فہیرہ اور راستہ کا ماہر راہنما عبداللہ بن اریقط لیشی تھا ۔ جو کافر تھا اس نے حامل  
 سمندر والا راستہ اختیار کیا ۔

حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عازب سے زین  
 خرید فرمائی اور اُن سے فرمایا کہ اپنے بیٹے براہ کو حکم دو کہ یہ زین اٹھا کر میرے گھر پہنچائے ۔ انہوں نے کہا  
 نہیں ایسا نہیں ہو سکتا جب تک تم ہمیں یہ بیان کرو کہ جب تم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ  
 ہجرت کے دوران نکلے تھے تو تم نے اس وقت کیا کیا اور کیا صورتحال تمہیں درپیش آئی ۔  
 حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہم رات کے آخری حصہ میں نکلے بقیہ رات چلتے رہے



اور دن بھی ختی کہ دوپہر کا وقت ہو گیا۔ میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی تاکہ سایہ دار جگہ تلاش کروں جہاں آرام کر سکیں۔ ناگاہ ایک بڑی چٹان نظر آئی۔ میں اس کی طرف گیا تو اتفاق سے اس کا سایہ میسر آ گیا۔ میں نے اس جگہ کو ہموار کیا اور خض و خاشاک کو صاف کیا۔ پوسٹین بچائی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ سیٹ جائیں اور آرام فرمائیں۔

میں پھر ماحول کا جائزہ لینے کے لیے نکلا تاکہ دیکھوں کوئی شخص ہماری تلاش میں تو نہیں ہے۔ بھیر بکریوں کے چرواہے پر نظر پڑی۔ میں نے اس سے دریافت کیا تو کس کا غلام ہے اس نے کہا فلاں شخص کا میں نے اس کو پہچان لیا۔ میں نے پھر پوچھا تیری بکریوں میں کوئی شیر دار بھی ہے اس نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا کیا مجھے دودھ نکال کر دے گا۔ اس نے کہا بھہ شوق۔ میں نے اس کو بکری کے پاؤں قابو کرنے کو کہا پھر کہا کہ اسکے پستان اچھی طرح جھاڑ تاکہ گرد و غبار اور بال وغیرہ جو جھڑ سکتے ہیں جھڑ جائیں۔ جب اس نے یہ کام مکمل کر لیا تو میں نے اسے کہا اب ذرا اپنے ہاتھ اچھی طرح جھاڑ۔ اس نے ہاتھوں کو بھی اچھی طرح جھاڑا اور میرے ساتھ پانی کا ایک برتن تھا جس کے منہ پر کپڑا باندھا ہوا تھا کہ گرد و غبار اور خض و خاشاک اس کو خراب نہ کرے۔ ادھر غلام نے بڑا پیالہ دودھ کا نکالا۔ میں نے اس میں ٹھنڈا پانی ڈالا حتیٰ کہ وہ دودھ اوپر سے نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا (اور دوپتے وقت اس میں جو حسرت پیدا ہوئی تھی وہ ختم ہو گئی) پھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ نوش فرمائیں۔ آپ نے اچھی طرح سیر ہو کر پیانہ ختم کر دیا خوش ہو گیا پھر میں نے عرض کیا اب کوچ کرنے کا وقت ہو گیا ہے۔

ہم وہاں سے چلے۔ قوم قریش ہمیں تلاش کرنے میں مصروف تھی مگر سوائے سراقہ بن مالک بن جشم کے کوئی شخص ہم تک نہ پہنچا۔ وہ گھوڑے کو دوڑاتا ہوا جب قریب پہنچا تو میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں ڈھونڈنے والے دشمن پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا۔

لا تحزن ان الله معنا۔

غم نہ کیجئے اللہ رب العزت ہمارے ساتھ ہے۔

حتیٰ کہ جب وہ اتنا قریب آ گیا کہ اس کے اور ہمارے درمیان تین نیزوں بلکہ دو بلکہ ایک نیزہ کے برابر فاصلہ رہ گیا تو میں نے عرض کیا دشمن تو ہمارے سر پہ پہنچ گیا (اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کا احساس مجھے اس قدر بڑھانے لگا کہ) میں رونے لگا۔

آپ نے دریافت فرمایا اب بکریوں روتے ہو؟ عرض کیا خدا کی قسم اپنی جان کے لیے نہیں روتا بلکہ آپ کو کوئی گزند اور تکلیف نہ پہنچ جائے اس لیے آنکھوں سے سیلابِ انک رواں ہو گیا ہے تب



رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔  
اللہم اکتفنا بما شئت

اے اللہ ہمیں شر اعداء سے کفایت فرما جیسے بھی چاہے اور تجھے پسند ہو۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منہ مبارک سے جو نبی یہ الفاظ نکلے، سراقہ کے گھوڑے کے چاروں پاؤں سخت ترین پتھر ملی زمین میں دھنس گئے۔ وہ گھوڑے سے کود گیا اور کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس امر کا یقین رکھتا ہوں کہ یہ حادثہ تمہاری دعا کی وجہ سے پیش آیا ہے۔ اب دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے اس پریشانی سے نجات فرمائے۔ میں آپ کے ساتھ عہد کرتا ہوں (کہ خود تکلیف پہنچانے کا ارادہ قاصدہ تو درکنار بخدا جن کو اس راہ آتے دیکھوں گا انہیں بھی باز رکھوں گا۔ اور یہ میرا ترکش ہے اس میں سے ایک تیر لے لیں آپ کا اس راہ میں فلاں فلاں جگہ میری اونٹنیوں اور بھڑکریوں پر گزرو گا تو جو بھی ضرورت ہو دودھ کی یا سواری کی وہاں سے لے لینا۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں اور اس کے لیے دعا نجات و خلاص فرمائی فوراً گھوڑا زمین سے باہر آگیا۔ وہ واپس اپنے ساتھیوں کی طرف چلا گیا۔

عبدالرحمن بن مالک مدنی نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ انہوں نے حضرت سراقہ بن مالک کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے پاس قریش کے آدمی آئے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں سے ہر ایک کے متعلق ہر اس شخص کے لیے جو ان کو قتل کرے یا قید کر کے لے آئے ہو سو اونٹ انعام مقرر کیا ہے چنانچہ میں اپنی قوم کی محافل میں سے ایک محفل لے کر اندر بیٹھا تھا کہ کفار کے ایلیوں میں سے ایک شخص میری طرف آیا حتیٰ کہ ہمارے پاس آگھڑا ہوا اور کہا کہ اے سراقہ میں نے ابھی ابھی ساحل سمندر کی جانب چند اشخاص دیکھے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور ان کے ساتھی۔

حضرت سراقہ فرماتے ہیں میں نے بھی یقین کر لیا کہ واقعی بات تو اسی طرح ہے لیکن اس کو ملاحظہ دیتے کے لیے کہا نہیں وہ اشخاص جو تو نے دیکھے وہ فلاں فلاں ہیں جو ابھی ہمارے یہاں سے گزرے ہیں اور گمشدہ شے تلاش کر رہے ہیں۔ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب نہیں ہیں۔ پھر میں تھوڑی دیر مجلس میں بیٹھا رہا بعد ازاں اٹھ کر گھر میں داخل ہوا اور اپنی خادمہ سے کہا کہ میرے گھوڑے کو باہر نکالو اور اسے ٹیلے کی اوٹ میں لے کر کھڑی رہنا۔ ادھر میں نے اپنا نیزہ سنبھالا اور گھر کی پچھلی طرف سے باہر نکلا۔ نیزے کا پھل زمین کی طرف رکھا اور دستہ بھی فضا میں بلند نہ ہونے دیا حتیٰ کہ اپنے گھوڑے کے قریب پہنچ گیا۔ جوں ہی اس پر سوار ہوا اس کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء سفر کے قریب جا پہنچا۔ لیکن یکایک گھوڑا پھسلا اور میں اس سے گر پڑا۔ جلدی اسے اٹھا ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا اور فال نکالنے والے تیر کال



کرفال نکالی کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوں یا ناکام اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کوئی گزند پہنچا سکتا ہوں یا نہیں مگر فال میری خواہش کے برعکس نکلی۔ انعام کے لالچ میں فال کے برعکس پھر گھوڑے پر سوار ہوا اور اتنا قریب ہو گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرارت کی آواز سنانی دینے لگی آپ تو قرارت و تلاوت میں اس طرح مستغرق و منہمک تھے کہ بالکل دوسری جانب التفات اودھیان نہیں فرماتے تھے البتہ ابو بکر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ ادھر ادھر دیکھتے تھے اور خطرات سے باخبر رہنے کی سعی فرماتے تھے۔ اسی دوران اچانک میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے ہیں اس کی پشت سے فرش زمین پر آ رہا میں نے اس کو ڈانٹا اور جھڑکا تا کہ پاؤں باہر نکالے چنانچہ اس نے مشکل سے پاؤں باہر نکالے اور سیدھا کھڑا ہو گیا اور میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے پاؤں نکالنے کے بعد وہاں سے اس قدر غبار بلند ہوا کہ آسمان تک جا پہنچا اور دھوئیں کی طرح سیاہی میں تبدیل ہو گیا۔ میں نے پھر تیردوں کے ساتھ فال نکالی تو میری خواہش پھر پامال ہوتی نظر آئی اور میں اپنے مقصد میں ناکام ہوتا نظر آیا۔ اب کے میں ازلام کی فرمائش اور فال کے مطابق عمل کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء سفر سے امان کا طلبگار ہوا۔ وہ حضرات بھڑکے ہیں سواری پر سوار ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے دل میں اس امر کا یقین و اعتماد پیدا ہو چکا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غالب آکر رہیں گے (اور دشمن ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے) الغرض ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے آپ کے شہید کرنے والے شخص کے لیے اس قدر انعامات مقرر کر رکھے ہیں اور وہ آپ کے متعلق یہ عزائم اور ارادے رکھتے ہیں اور آپ پر اور آپ کے جملہ شرکا سفر کے لیے زور و جبر ضروری سازد سامان پیش کیا مگر انہوں نے مجھے اس قسم کی تکلیف ندمی اور نہ ہی مجھ سے کسی امر کا مطالبہ کیا البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا فرمایا کہ تو ہمارا معاملہ لوگوں سے مخفی رکھنا اور ان کو ہمارے متعلق اطلاع نہ دینا۔ میں نے آپ سے درخواست کی کہ میرے لیے امن و امان کا عہد تحریر فرمادیں۔ آپ نے عامر بن فیرہ کو حکم دیا۔ اس نے چمڑے کے ٹکڑے پر میرے لیے عہد امان لکھا اس کے بعد آپ نے اپنا سفر جاری فرمایا (اور میں وہاں سے واپس ہوا)

زہری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسی دوران ملاقات کی وہ سفر شام سے اہل اسلام تجارت کے قافلہ میں واپس آ رہے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے زیب تن کرنے کے لیے پیش کیے۔



## چوتھا باب

حضرت ام مبعذ رضی اللہ عنہا کے ہاں سر رانیا علیہ التحیۃ والتناہ کا نزول اور عظیم معجزہ کا ظہور

ابو مبعذ خزاعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ کی ہمراہی میں اور عبداللہ بن اریقظ کی راہنمائی میں ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ سے چلتے ہوئے ام مبعذ خزاعیہ کے خیموں پر گزرے جو کہ بہادر اور دلیر عورت تھی وہ سردار تھی اور خیموں سے باہر کھلی جگہ میں بیٹھی گذرے والوں کو کھلنے پینے کا سامان دیتا کرتی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کھجوروں اور گوشت وغیرہ کے متعلق دریافت فرمایا تاکہ خسریہ لیں۔ مگر اس کے ہاں کوئی چیز دستیاب نہ ہو سکی کیونکہ وہ قحط سالی کا شکار تھے اور مسکین و فقیر مچکے تھے۔ اُس نے عرض کیا بخدا ہمارے پاس اگر کوئی شے ہوتی تو مہمان نوازی میں پس و پیش نہ کرتی اور تم سے کوئی شے بچا کر نہ رکھتی۔

سید النس و جان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیمہ کے گوشہ میں ایک بکری دیکھی تو دریافت فرمایا اے ام مبعذ یہ کیسی بکری ہے۔ اس نے عرض کیا۔ یہ تو انتہائی لاغر اور کمزور بکری ہے جو ضعف اور ناتوانی کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ہمراہ نہیں جاسکی۔ آپ نے فرمایا تو اس کا دودھ نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا یہ تو دودھ دینے سے رہی (اس کی تو ہڈیوں میں مغز بھی نہیں اور بدن پر گوشت نام کو نہیں دودھ کیسے دے) آپ نے فرمایا مجھے اجازت ہے میں اس کو دودھ لوں اور اس کا دودھ نکال لوں۔ انہوں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اگر آپ کو دودھ نظر آتا ہے تو نکال لیں مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

امام الانبیاء علیہ التحیۃ والتناہ نے بکری کو اپنے پاس منگوا لیا اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اُس کے پستانوں پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی اے اللہ ام مبعذ کے لیے اس کی بکری میں برکت عطا فرما۔ ام مبعذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بکری نے فوراً جگالی شروع کر لی۔ پاؤں چوڑے کر لیے اور دودھ سے پستان بھر لیے۔ آپ نے اتنا بڑا برتن طلب فرمایا جو ایک جماعت کو کفایت کر سکے۔ چنانچہ اس میں اس قدر قوت و طاقت سے دودھ دوہا کہ جھاگ برتن کے منہ تک چھڑھ آئی۔ پہلے پہل آپ نے حضرت ام مبعذ کو دودھ عطا فرمایا جب وہ اچھی طرح سیراب ہو گئیں تو پھر دوسرے ساتھیوں کو پلایا۔ سب سے آخر میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دودھ نوش فرمایا اور



دوسرے ساتھیوں کو دوبارہ ملایا حتیٰ کہ اور پینے کی گنجائش باقی نہ رہی۔  
دوبارہ پھر اس برتن میں دودھ دوہا اور اسے ام مہبد کے ہاں چھوڑ کر آپ نے وہاں سے کوچ فرمایا  
تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اُن کا خاوند ابو مہبد بوڑھی کمزور بد حال بکریاں ہانکے ہوئے آپہنچا جو کہ ضعف اور لاغری  
کی وجہ سے آہستہ آہستہ چلتی تھیں جن کی ہڈیوں میں مغز قلیل بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا جب اس نے دودھ دیکھا  
تو حیران ہو گیا اور پوچھا یہ دودھ کہاں سے آگیا ہے؟ جو بکری گھر میں تھی وہ تو ریوڑ سے (لاغری اور ناتوانی کی وجہ  
سے پیچھے رہ جانے والی تھی اور کئی شیردار جانور تھا نہیں۔ ام مہبد نے کہا نہیں نہیں بخدا یہ ہماری اسی لاغر اور ضعیف  
نزار بکری کا دودھ ہے۔ ایک مبارک ہستی کا یہاں سے گزر ہوا جن کی صفت اور کیفیت ایسی ایسی تھی (انہوں  
نے اپنے شانِ اعجازی اور خداوند قدرت کا کرشمہ دکھاتے ہوئے ہمیں دودھ نکال کر دیا ہے) اس نے کہا  
مجھے تو یہ وہ ہستی معلوم ہوتی ہے جن کے تعاقب میں تیریش دوڑ رہے ہیں۔ ذرا اُن کا حلیہ اور وضع قطع  
تو بیان کیجئے۔

ام مہبد نے کہا میں نے جس ہستی کا شرف دیدار حاصل کیا ان کی چمک دمک نمایاں تھی اور چہرہ انور  
کشادہ اور روشن۔ جسم کے اعضاء میں کمال تناسب تھا اور موزونیت کا ملہ نہ ان کو پیٹ کے بڑھ جانے  
کا عیب لاحق تھا اور نہ سر اور گردن کے چھوٹا ہونے کا نقص۔ وہ انتہائی حسین و جمیل تھے انکی آنکھیں سیاہ  
اور موٹی تھیں، اور ٹپکیں گھنی تھیں اور دراز۔ آواز بلند گرجدار، رنگت سفید آنکھیں سرخیں، بھوئیں باریک  
لمبی اور باہم ملی ہوئی، بال سخت سیاہ، گردن مبارک میں طول اور لمبائی، وارطی مبارک گھنی، جب سکوت اور  
خاموشی اختیار کریں تو شان و قدر نمایاں اور جب گفتگو کا آغاز کریں تو سر اقدس اور ہاتھ بلند فرماتے ہیں اور چہرہ  
اقدس پر رونق و بہار نظر آتی ہے۔ ان کی گفتار پر دئے ہوئے موتی معلوم ہوتے ہیں جو یکے بعد دیگرے نیچے  
گر رہے ہوں۔ باتوں میں شہد کی مٹھاس ہے اور کلام مقصد پر دلالت میں واضح اور غیر ملتبس اور مقصد کی مطابق۔  
نہ بالکل مختصر اور نہ بہت طویل بے مقصد اور موجب طلال۔ دور سے دیکھیں تو سب سے بلند قامت  
اور خوبصورت اور قریب سے دیکھیں تو سب سے شیریں اور حسین ترین۔ ایسے درمیانہ قد کہ نہ تو دیکھنے والی آنکھ  
ان کو درازی قامت کی وجہ سے عیب لگائے اور نہ کوتاہ قامتی کی وجہ سے آنکھ ان کو حقیر جانے کو یا وہ دوزم و  
نازک شاخوں کے درمیان ایک ایسی شاخ ہیں جو اُن دونوں سے دیکھنے میں خوش منظر اور قد و قامت میں حسین  
ترین۔ اُن کے رفقاء سفریوں اُن کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے جیسے چاند کے گرد ہالہ، جب آپ بات  
کرتے تو رفقاء محکم کان بن جاتے اور جب حکم دیتے تو اطاعت و امتثال کے لیے ایک دوسرے سے سبقت  
لے جانے کی کوشش کرتے تو محذوم ہیں اور مطاع جن کی خدمت میں لوگ ہر وقت کمر بستہ کھڑے رہتے



ہیں نہ ترشرو اور تیوری چڑھانے والے اور نہ لوگوں کی طرف سے کم عقلی اور نا سمجھی کا طعنہ سننے والے۔  
ابو معبد نے کہا بخدا یہ وہی قریش کی عداوت اور دشمنی کا نشانہ بننے والی ہستی ہیں جن کو اپنا مقام اللہ رب العزت  
کی طرف بتلادیا گیا اور مرتبہ و درجہ (نبوت) واضح کر دیا گیا ہے۔ اگر میں آپ کو پالیتا تو اپنے ساتھ رکھنے کا ان  
سے التماس کرتا اور میں جب بھی موقع ملے گا ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

اور صبح کو اہل مکہ نے زمین و آسمان کے درمیان گونجنے والی آواز کو سنا۔ آواز انہیں بتائی دیتی جا رہی  
تھی مگر وہ آواز دینے والا شخص ان کو نظر نہیں آتا تھا (وہ شخص دراصل جن تھا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور  
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق مدحیہ اشعار اس کی زبان پر تھے) اور وہ یوں کہہ رہا تھا۔

جَزَى اللَّهُ رَبَّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهِ رَفِيقَيْنِ حَلًا خِيَمَتِي أُمِّ مَعْبِدٍ  
لوگوں کا پروردگار جو جزاء کا مالک ہے، بہترین جزاء عطا فرمائے ان دو رفیق سفر مقدس ہمراہیوں  
کو جو ام معبد کے خیموں میں تشریف فرما ہوئے۔

هَذَا نَزَلَ بِالْبَيْتِ وَارْتَحَلَا بِهِ فَأَخْلَجَ مِنْ أُمِّ مَعْبِدٍ مُحَمَّدٍ  
وہ دو نوبہ و احسان کے ساتھ نزول فرما ہوئے اور اسی صورت میں وہاں سے کوچ بھی فرمایا پس  
فلاح پانے والا ہے وہ شخص جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق بن گیا۔  
فَبِأَلْقَى مَا ذَوَى اللَّهِ عَنْكَوْ بِهِ مِنْ فَعَالٍ لَا تَجَازِي وَ سَوْ دِ

اے آلِ قحطی ان کی اطاعت نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تم سے کس قدر عظمتوں اور  
برتریوں کو سمیٹ لیا ہے اور ایسے افعال کو جن کی اپنی عظمت کی وجہ سے جزا نہیں دی جاسکتی۔  
سَلُوا أَوْ خَتَكُو عَنْ شَاتِبِهَا وَإِنَّا بِهَا فَا نَكُو إِنْ تَسْأَلُوا الشَّاتَةَ تَشْهَدُ  
اپنی بہن (ام معبد) سے اس کی لاغر اور ضعیف و زرا بکری کے متعلق دریافت کرو اور برتن کے  
متعلق جو دودھ سے بھر گیا بلکہ خود بکری سے دریافت کرو تو وہ بھی ان کی شان اعجازی اور فیوض  
وبرکات کی گواہی دے گی۔

دَعَاَهَا بِشَاةٍ حَائِلٍ فَتَحَلَّبَتْ لَهُ بِصَرَاحٍ ضَرَاةُ الشَّاتَةِ مُزِيدٍ  
طلب فرمایا ان سے ایسی بکری کو (جو شیردار تو کیا) حاملہ بھی نہیں تھی مگر وہی بکری ان کو حائل  
دودھ دینے لگی اور بکری کی شیردانی جھاگ بہا رہی تھی۔

فَنَادَاهَا رَهْنًا لِدَائِبِهَا لِحَالِ بِدَائِبِهَا فِي مَصْدَرٍ ثُمَّ هُوَ دِ  
پس اس دودھ کو اس بکری کا دودھ نکالنے والے کے لیے دوسری بار ام معبد کے پاس چھوڑا،



قوم قریش نے صبح کو دیکھا تو بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں موجود نہیں تھے اور وہ ام مہدی کے خیموں کی طرف دوڑے۔

اس ہفت کے ان اشعار کا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان اشعار میں جواب دیا۔  
لقد خاب قوم ذال عنهم نبیہم وقد س من یسری الیہ ویفتدی

یقیناً وہ قوم رسوا ہوئی جن سے ان کا بنی (تنگ آکر) جدا ہو گیا اور پاکیزہ ہوئی وہ قوم جن کے ہاں رات کو یادن کو وہ تشریف فرما ہوئے۔

ترحل عن قوم ذالت عقولہم وجل علی قوم بنو ماجد  
ایک قوم سے انہوں نے رحلت اختیار فرمائی پس ان کے عقول و افہام زائل ہو گئے اور ایک دوسری قوم پر تازہ نورے کر نزول فرما ہوئے۔

وہل یستوی ضلّان قوم تسفہوا عی و ہداة یقتدون بمہتدی  
کیا ایک قوم کے گمراہ لوگ جو اندھے ہونے کی وجہ سے بوقوت بن بیٹھے اور دوسری قوم کے ہدایت یافتہ لوگ جو لوگوں کو راہ دکھانے والے ہیں اور عظیم ہدایت یافتہ راہنما کی اقتدا کر نیوالے ہیں باہم برابر ہو سکتے ہیں؟

نبی یری مالیری الناس حوالہ دیتلو کتاب اللہ فی کل مشہد  
وہ ایسے عظیم نبی ہیں جو دیکھتے ہیں اپنے ارد گرد ان امور غیبیہ کو جو دوسرے لوگ نہیں دیکھ سکتے اور ہر مجمع و محفل میں اللہ تعالیٰ کی کتاب تلاوت کر کے سنا تے ہیں۔

وان قال فی یوم مقالة غائب فتصد یقہا فی ضحوة الیوم اوغدا  
اگر کسی دن غائب امر کے متعلق بات فرمائیں اور خبر دیں تو اس کی تصدیق اس دن چاشت کے وقت یا اگلے دن ظاہر ہو جائے گی۔

یہن ابابکر سعادة جدرہ بصحبته، من یسعد اللہ یسعد  
مبارک ہو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ان کی نیک بختی اور سعادت مندی حبیب پاک کی صحبت اور طاقت کے ساتھ اور جس کو اللہ تعالیٰ سعادت مند بناتا ہے وہ سعادت مند بن جاتا ہے۔

ویہن بنی کعب مکان فتاتہم ومقعداھا للمسلمین بمزید  
اور مبارک ہو بنی کعب کے لیے ان کی جواں بہت ہم قوم عورت کا مسلمانوں کی راہ پر موجود



ہونا اور ان کے انتظار میں بیٹھنا۔

امام معبد رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ چار اشخاص ذواؤ ثنیوں پر سوار ہم پر رونما ہوئے۔ میرے پاس اترے میں ایک بکری سرکار دو عالم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی تاکہ اسے ذبح کر کے آپ کو کھلاؤں کیا دیکھتی ہوں کہ وہ دودھ سے بھر پور ہے۔ میں اسے آپ کے قریب لائی آپ نے اس کے پستانوں کو ہاتھ لگایا اور فرمایا اس کو ذبح نہ کرو۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا اور دوسری بکری لا کر ذبح کی اور گوشت پکا کر پیش کیا۔ آپ نے بھی تناول فرمایا اور آپ کے ساتھیوں نے بھی۔ اور جبنا ان کے دسترخوان میں سما سکتا تھا اور تو شہ دان میں ان کے ہمراہ بھی دیا اور جو ہمارے پاس بچ گیا وہ اتنا تھا جتنا پوری بکری کا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور وہ بکری جس کے تھنوں کو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ لگایا تھا اس کی عمر میں وہ برکت پیدا ہوئی کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رونما ہونے والے قحط جس کو عام امادہ کہا جاتا تھا یعنی ہجرت کے اٹھارہویں سال تک صحیح و سالم رہی اور ہم اس زمانہ میں بھی اس کو صبح و شام دودھا کرتے (اور اس کے دودھ سے سیراب ہوا کرتے تھے) جب کہ زمین میں جانوروں کو کوئی شے کھانے کی ملتی ہی نہیں تھی۔

## پانچواں باب

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حبیب خدا علیہ التحیۃ والتنا کیلئے سفر مینہ منورہ میں ثور یہ سے کام لینا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت فرمائی تو جس سواری پر سوار تھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی اسی پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا اور چونکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ شام کی طرف بغرض تجارت آتے جاتے رہتے تھے، اس لیے لوگ آپ کو پہچانتے تھے۔ لہذا جب بھی کسی قوم پر ان کا گذر ہوتا لوگ دریافت کرتے اسے ابو بکر یہ تمہارے آگے کون ہیں؟ تو آپ فرماتے یہ وہ ہستی ہے جو مجھے راہ دکھلاتی ہے۔ جب

عہ ثور یہ کہتے ہیں اسے لفظ کا استعمال کرنا جس کے دو معانی ہوں بیدار و قریب۔ بولنے والا بید معنی مراد لیتا ہے اور سننے والا قریب معنی سمجھتا ہے۔ کلام میں کذب بھی لازم نہیں آتا اور اظہار حقیقت جس سے مفاسد کا اندیشہ ہوتا ہے وہ بھی لازم نہیں آتا۔ یہاں حضرت صدیق نے راہ خدا مراد لیا اور سننے والوں نے زمین کی راہ دکھانا سمجھا۔







مدینہ منورہ کے قریب ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ میں سے جو مشرف باسلام ہوئے تھے یعنی انصار کی طرف آدمی بھیجا جن میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی بھی شامل تھے۔ وہ بھی دڑے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا مطاع و حکم ہونے کی حیثیت سے امن کے ساتھ تشریف لائے۔ چنانچہ آپ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس دن سے زیادہ کوئی دن روشن ترین اور حسین ترین نہیں دیکھا جس دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم (اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے وہ فرماتے ہیں میں آپ کے وقت وصال میں بھی مدینہ طیبہ میں موجود تھا۔ میں نے حقو کے وصال کے دن جیسا تاریک ترین اور بھانگ کوئی دن نہیں دیکھا۔

## چھٹا باب

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ کے راستہ میں سیدہ اسلمی سے ملاقات فرمنا،

ان کے نام سے نیک فال لینا اور حضرت بریدہ کا آپ کی خدمت بجا لانا

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کسی شے سے بد فال نہیں لیتے تھے البتہ نیک فال ضرور لیتے اور جب قریش نے آپ کو گرفتار کر کے (انکے حوالے کرنے والے کے لیے انعام مقرر کر رکھا تھا۔ تو بریدہ اپنی قوم بنی سہم کے ستر سواروں کے ہمراہ سوار ہو کر اپنے گھر سے نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا آپ نے دریافت فرمایا تم کون ہو؟ عرض کیا میں بریدہ ہوں۔ آپ نے ابوبکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ ہمارا معاملہ حرارت و گرمی اور شدت و حدت سے محفوظ ہو گیا بلکہ سرد اور خشک ہو گیا۔ پھر استفسار فرمایا کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا قبیلہ اسلم سے ہوں تو آپ نے فرمایا اسے ابوبکر ہم سلامتی میں ہیں۔ پھر پوچھا قبیلہ اسلم میں سے کس شاخ سے تعلق رکھتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا بنی سہم سے تو آپ نے حضرت صدیق سے فرمایا تمہارا حقہ اور نصیبہ نکل آیا۔ حضرت بریدہ نے عرض کیا آپ کی تعریف کیا ہے؟ فرمایا میں محمد بن عبداللہ ہوں اللہ تعالیٰ کا رسول اور برگزیدہ بندہ۔ تو بریدہ نے عرض کیا اشهد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدًا عبده ورسوله۔



رہے اور سوالات کا جواب دیتے رہے۔

## اکٹھواں باب

اُس دن کا بیان جس میں رحمتہ عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے  
زہری کہتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتناء سوموار کے دن بارہ ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں  
تشریف فرما ہوئے۔

حش صنائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتناء کی ولادت  
باسعاد سوموار کو ہوئی۔ آپ کو منصب نبوت و رسالت بھی سوموار کو سونپا گیا اور اعلان نبوت کا حکم دیا  
گیا اور حجب اسود کو اپنی جگہ پر نصب بھی آپ نے سوموار کو کیا۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت بھی  
اسی دن فرمائی اور مدینہ منورہ کو قدم میمنت لازم سے مشرف بھی اسی دن فرمایا اور آپ نے اسی سوموار کے دن محال  
پایا۔ بارگاہ خداوندی کی طرف سے آپ کو ملاوا اسی دن آیا اور عالم جاودانی میں قدم رکھا تو سوموار کا ہی دن تھا۔

## نواں باب

اس مکان رفعت مقام کا بیان جس میں سرور انبیاء علیہ التحیۃ والتناء مدینہ منورہ

تشریف آوری کی وقت قیام فرما ہوئے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور میں مکہ مکرمہ سے چل کر مدینہ  
طیبہ پہنچے تو لوگ آپ کے استقبال کے لیے نکلے۔ کچھ پیدل اور کچھ اونٹوں پر سوار تھے اور خدام و صبیان  
راستوں میں دوڑ رہے تھے اور پکار رہے تھے۔ اللہ اکبر جاوید رسول اللہ جاوید محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ اکبر  
رسول خدا علیہ التحیۃ والتناء تشریف لائے۔ محمد (خدا و خلق کے نزدیک قابل حمد و ثناء) تشریف لائے اہل مدینہ



نے باہم اختلاف و نزاع کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس کے ہاں اور کس جگہ قیام فرما ہوں۔  
 امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آج رات تو بنی النجار کا مہمان ہوں گا جو کہ حضرت عبد المطلب  
 کے ماموں (تختیاں) ہیں۔ کیونکہ حضرت ہاشم نے وہاں شادی کی اور ان کے ہاں حضرت عبد المطلب متولد ہوئے  
 تاکہ ان کو میری میزبانی کی وجہ سے کرامت و عزت حاصل ہو۔  
 اور جب صبح ہوئی تو جہاں سرکارِ دو عالم کو حکم دیا گیا وہاں پڑاؤ ڈالا۔  
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزرا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو

بن عوف کے ہاں قیام فرما ہوئے۔  
 ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ رسول پاک صاحبِ لولاک علیہ افضل الصلوٰات کلثوم بن الہدم کے ہاں قیام  
 فرما ہوئے جو کہ بنی عمرو بن عوف سے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ سعد بن خثیمہ کے ہاں قیام فرما ہوئے کیونکہ  
 وہ غیر شادی شدہ تھے اور بیوی بچے نہیں تھے (لہذا وہاں آپ کے قیام فرمانے سے بارگاہِ اقدس میں حاضری  
 دینے والے ان کے لیے موجبِ کلفت نہیں بن سکتے تھے) چنانچہ آپ نے وہاں قیام میں سو مواریس جمعرات  
 تک قیام فرمایا۔ پھر وہاں مسجد کی بنیاد رکھی اور جمعہ کے دن وہاں سے کوچ فرمایا اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ  
 نے وہاں دس دن سے بھی زیادہ قیام فرمایا۔

پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور اس کی مہار کو اس کی گردن پر ڈال دیا۔ جہاں سے بھی آپ کی سواری  
 گذرتی اس جگہ والوں کی دلی تمنا ہوتی کہ آپ ہمارے ہاں قیام فرمادیں چنانچہ وہ عرض کرتے۔  
 مَعْلَمُ يَارَسُولَ اللَّهِ اِلَى الْعِدَدِ وَالْعِدَّةِ  
 ”آپ ایسے خدام کے مہمان نہیں جو عدد و شمار میں بھی کثرت ہیں اور ساز و سامان کے اعتبار سے بھی“  
 سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ و الثناء فرماتے۔

خَلَوْا زَمَانَهَا فَاَنْهَا مَامُورَةٌ -

”اس کی مہار چھوڑ دو اسے اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا ہے۔“  
 (اور جہاں کا اس کو حکم دیا گیا ہے وہیں پڑاؤ ڈالے گی۔ دوسری جگہ اس کو نہیں بٹھایا جاسکتا) الغرض قصراً  
 چل رہی تھی اور لوگ دیکھ رہے تھے کہ کس کا مقدر چمکتا ہے اور کون ان سعادتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے حتیٰ کہ  
 وہ پہلے پہل اس جگہ بیٹھی جہاں اب مسجد نبوی ہے۔ اس کے دروازہ والی جگہ پر بیٹھی اس وقت وہاں کھجوریں سکھانے  
 کا کھدیان تھا۔ آپ اس پر سے نہیں اترے تھے وہ فوراً تیزی کے ساتھ اٹھی اور تھوڑی دور جا کر پھر اپنی پہلی  
 نشستگاہ کی طرف لوٹ آئی اور اس میں بیٹھ گئی اور اپنے حلقوم کو زمین پر رکھ دیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس



کی پشت سے اترے اور حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ کا ساز و سامان اٹھا کر اپنی منزل میں رکھا اور جب تک مسجد شریف اور اس کے گرد حجرات مبارکہ تیار ہوئے آپ وہیں قیام فرما رہے۔  
واقعی اپنے شیوخ اور اساتذہ کے واسطے سے ناقل ہیں کہ جب ماہتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو پہلے پہل بنی عمرو بن عوف میں قیام فرمایا۔ جب جمعہ کے دن سورج اچھی طرح بلند ہو گیا تو آپ نے اپنی سواری منگوائی اور اس پر سوار ہوئے اور مہاجرین و انصار آپ کے دائیں بائیں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ انصار کے گھروں میں سے جس گھر کے قریب سے آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوتا تو وہ آپ سے عرض کرتے۔

مَعْلَمُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اِلَی الْقُوَّةِ وَالْمُنْقَہِ۔ یا رسول اس گھر میں قدم رنجہ فرمائیں جو کہ قوت و طاقت والا گھر نہ ہے اور دشمنوں اور بدخواہوں سے حفاظت کرنے والا۔ آپ ان کو دعا و خیر سے نوازتے اور فرماتے میری سواری اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔

آپ کی اونٹنی مبارک چلتی ہوئی مسجد شریف کے قریب بیٹھ گئی۔ حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہ آئے۔ پالان اور دیگر ساز و سامان اتارا اور اپنے گھر میں لے گئے۔ آپ نے فرمایا۔ المراد مع مرحلہ۔ آدمی اپنے پالان اور سامان کے ساتھ ہوتا ہے یعنی میں ابوالیوب کا مکان ہوں۔

اسد بن زرارہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور اونٹنی کو وہ لے گئے تاکہ اس کی خدمت کریں چنانچہ وہ انہی کے پاس موجود رہی۔

اور ہر رات تین یا چار آدمی باری باری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ کے در اقدس پر پہرہ دیتے تھے یہاں تک کہ آپ اس منزل سے اپنی منازل کی طرف منتقل ہوئے۔ اور حضرت ابوالیوب کے ہاں آپ کا قیام سات ماہ تک رہا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن خاریجہ رضی اللہ عنہ اور البراء رضی اللہ عنہ کو دو اونٹ اور پانچ صد درعم دے کر مکہ مکرمہ روانہ کیا۔ وہ دونوں حضرت فاطمہ اور ام کلثومؓ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور آپ کی بیوی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ لے آئے اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی۔ اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما حضرت صدیق کے اہل و عیال کو جن میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما بھی تھیں ہمراہ لائے۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے ان کو جاریہین ننان کے گھر میں بٹھرایا۔

محمد بن حبیب ہاشمی کہتے ہیں جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو کلثوم بن ہدم کے ہاں قیام فرمایا اور سعد بن خثیمہ کی منزل میں بھی جو منزل غراب کہا جاتا تھا، قیام فرماتے اور لوگوں کے



ساتھ بات چیت اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ وہاں قائم کیا جاتا۔ قبا سے مدینہ طیبہ کے ارادہ پر آپ جمعہ کے دن نکلے اور منار جمعہ بنی سالم میں ادا فرمائی اور یہ پہلا جمعہ تھا جو رسول پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰت نے اہل اسلام میں ادا فرمایا۔

## دسواں باب

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر اہل مدینہ کی فرحت و مسرت  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ مدینہ منورہ میں وارد ہوئے تو حبشی اپنے چھوٹے چھوٹے نیزوں کے ساتھ کھیلے۔ وہ آپ کی تشریف آوری پر فرحت و مسرت کا اظہار کرتے تھے۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کی بچیوں کے پاس سے گذرے جو گارہی تھیں۔

نحن جوارہ من بنی النجار وحبذا محمد من جابر  
ہم بنی نجار کی بچیاں ہیں اور مبارک ہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے پڑوسی۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اظہار عقیدت کے جواب میں فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں تم سے محبت رکھتا ہوں اور تم میرے الطاف و عنایات کا مرکز اولین ہو۔  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آفتاب نبوت و رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے افق مدینہ منورہ پر طلوع فرمایا تو عورتیں بچے بچیاں یہ اشعار گارہے تھے۔  
طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وحب الشکر علینا ما دعا اللہ داع  
ہم پر بدر منیر و داع کی گھاٹیوں سے طلوع فرما ہوا اللہ! ہم پر اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا شکریہ ادا کرنا واجب و لازم ہے۔ جب تک کوئی بھی دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے گا۔ یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ادائی شکر فرض ہے۔



## گیارہواں باب

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونا

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو لوگ جوق و بدجوق آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے ہیں بھی ان کی حاضری دینے والوں میں شامل تھا جب میں نے آپ کے چہرہ اقدس کو دیکھا تو دل میں یہ اعتقاد اور یقین راسخ پیدا ہو گیا کہ یہ چہرہ انور جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ اس کی رونق اور تروتازگی، درخشندگی اور نورانیت اس امر کی شاہد عدل ہے کہ اس سے کبھی کذب اور غلط بیانی صادر نہیں ہو سکتی۔

میں نے اس موقع پر آپ کو فرماتے ہوئے سنا۔ اے لوگو! باہم سلام و دعا کو عام کرو اور بھلاؤ۔ صلہ رحمی کرو۔ لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور رات کی تاریکی میں اللہ رب العزت کی بارگاہ بے نیاز میں سر نیاز اور جہین نیاز جھکاؤ جب کہ دوسرے لوگ خواب غفلت میں مبتلا ہوں۔ تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

## بارہواں باب

مدینہ طیبہ کی فضیلت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوند تبارک و تعالیٰ میں عرض کیا کہ مدینہ منورہ میں اُس برکت کی نسبت دو چند برکت عطا فرما جو تو نے مکہ مبارکہ کو عطا فرمائی ہے۔

اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت فرمایا ہے۔  
مسلم شریف ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔



”مدینہ منورہ کی شدت و عظمت، تکلیف اور دشواری پر جو شخص صبر کرے گا (اور محض میرے جوار و قرب کی خاطر سب کچھ برضا و رغبت برداشت کر لے گا) میں قیامت کے دن اس کا شفع ہوں گا۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا جس میں استطاعت ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں (قیام پذیر رہے اور بالآخر یہیں) فوت ہو تو ضرور بالضرور اسے یہیں رہ کر ملے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰت نے ارشاد فرمایا مدینہ منورہ میں رمضان المبارک کے روزے رکھنا اتنے اجر و ثواب کا موجب ہے جتنا کہ دوسرے مقامات پر ہزار مہینہ کے روزے رکھنا اور مدینہ منورہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کی فضیلت اتنی ہے جتنی کہ دوسرے مقامات پر ہزار نماز ادا کرنے کی۔

حضرت ابو ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا غبار المدینہ شفاء من الجذام۔ مدینہ طیبہ کی خاک پاک جذام اور کوڑھ کے لیے موجب شفا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ اسلام کا قبہ ہے اور ایمان کے لیے بمنزلہ قلب کے ہے اور حلال و حرام کے درمیان حد فاصل اور موجب امتیاز ہے۔

## تیرھواں باب

### تعمیر و بناء مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی عمر و بن عوف میں دس اور بیس راتوں کے درمیان ٹھہرے۔ اور وہیں مسجد قبا کی بنیاد رکھی جس کے متعلق قرآن مجید نے گواہی دی ہے کہ اس کی بنیاد تقویٰ و اخلاص پر رکھی گئی ہے اور اسی میں سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز ادا فرمائی پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور آپ کے ساتھ دوسرے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بھی چلے حتیٰ کہ آپ کی سواری مسجد نبوی کے دروازہ (والی جگہ) پر ٹیٹھ گئی۔ اس جگہ بھی اہل اسلام میں سے چند آدمی نماز پڑھتے تھے اور اس جگہ اسعد بن زرارہ کی زیر کفالت تربیت پانے والے دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کا کھجوریں کھانے



کا کھلیاں ہوتا تھا جب آپ کی سواری یہاں پر بیٹھی تو آپ نے فرمایا۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہی ہماری منزل ہوگی پھر آپ نے سہل اور سہیل کو بلایا اور ان سے کھلیاں والی جگہ کا سودا کرنے کا حکم فرمایا تاکہ آپ اس کو مسجد بنائیں انہوں نے عرض کیا ہم آپ کو یہ جگہ سہہ کرتے ہیں اور اس کی قیمت لینے کے بجائے اجر آخرت اور ثواب اخروی حاصل کریں گے۔ پھر آپ نے اس جگہ مسجد کی بنیاد رکھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ آپ بھی کچی اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور زبان اقدس پر یہ کلام جاری تھا۔

هذا الحال لاحمال خيبر - هذا ابر دينا واطهر -

بار برداری اور محنت و مشقت جو بار آور اور تسخیر خیز ہے وہ تو یہی ہے نہ کہ خیبر سے کھجوریں وغیرہ کا بوجھ اٹھانا اسے رب ہمارے کام میں بر اور نیکی زیادہ ہے اور پاکیزگی و طہارت بھی۔

اللَّهُمَّ اِنْ الْخَيْرَ خَيْرَ الْآخِرَةِ - فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ -

اے اللہ خیر و برکت تو صرف آخرت کی خیر و برکت ہے پس انصار و مہاجرین کے لیے رحم و مغفرت فرما۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو بنی عمرو بن عوف والے قبیلہ میں تشریف فرما ہوئے۔ چودہ دن آپ نے وہاں قیام فرمایا۔ پھر بنی النجار کی طرف آدمی بھیجا وہ تلواریں لے کر اور مسلح ہو کر حاضر ہو گئے۔ میں اس منظر کو اب بھی اپنے آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سواری پر سوار ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے سوار ہیں اور بنی النجار کی جماعت آپ کے ارد گرد حلقہ بنائے چل رہے تھے حتیٰ کہ آپ نے حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے نزول فرمایا۔ قبل ازیں آپ نے مسجد میں نماز کا التزام نہ فرمایا بلکہ جہاں بھی وقت ہو گیا نماز پڑھ لی خواہ بھیڑ بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں آپ نے مسجد تعمیر کر نیک حکم دیا۔ اور مسجد کے لیے زمین حاصل کرنے کی خاطر بنو النجار کی طرف آدمی بھیجا اور فرمایا اپنا یہ باغیچہ مجھے قیمت دیدے انہوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ہم آپ سے دنیا میں اس کی قیمت وصول نہیں کرتے بلکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی صورت میں قیمت وصول کر لیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس جگہ کی صورت حال یہ تھی کہ اس میں مشرکین کی قبریں تھیں کہیں ٹیلے اور ڈھیر کہیں نشیب اور گڑھے اور کھجوروں کے درخت بھی تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ مشرکین کی قبریں کھود کر ان کی ہڈیاں وغیرہ وہاں سے نکال دی جائیں اور نشیب و فراز کو ہموار کر دیا جائے اور کھجوریں کاٹ دی جائیں کھجوروں کے تنے قبلہ کی جانب رکھ کر دیوار کی شکل بنا دی گئی اور دروازہ کی دونوں جانب پتھر کے ستون کھڑے کیے گئے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور وہ رجز بھی پڑھتے جا رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم



بھی ان کے ساتھ شریک عمل تھے اور آپ کی زبان اقدس پر یہ کلمات طبیات تھے۔

اللهم لا خير الاخير الاخره  
فاغفر للافصار والمهاجره

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مسجد نبوی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں کچی اینٹوں سے تعمیر کی گئی تھی جس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور ستون کھجور کے تنوں سے بنائے گئے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے اس میں اپنے دورِ خلافت میں کوئی اضافہ نہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس کی توسیع کی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا و تعمیر کے مطابق کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے اس کی تعمیر کی اور اس کے ستون بھی کھجور کے تنے ہی کے بنائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس کی توسیع بھی فرمائی اور اس کی تعمیر میں تبدیلی بھی فرمائی۔ جب کہ امام بخاری نے نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے منقوش پتھروں اور چوڑے کے ساتھ دیواروں کی چٹائی کی۔ ستون بھی نقش و نگار والے پتھروں کے ساتھ تعمیر کیے اور ساگوان کی لکڑی کی چھت ڈالی۔

## چودھواں باب

### مسجد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر کے لیے سوار یوں پر پالان نہ باندھے جائیں صرف تین مساجد کے لیے مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ۔ اور میری مسجد میں نماز ادا کرنا مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد میں ہزار نماز ادا کرنے سے بھی افضل ہے۔

حضرت جابر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قائد مرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنا مسجد حرام کے علاوہ باقی تمام مساجد میں ہزار نماز ادا کرنے سے بھی افضل ترین ہے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں کہ آپ کے الفاظ مبارکہ مسجدی هذا میری یہ مسجد میں اس امر پر واضح دلالت موجود ہے کہ یہ فضیلت و برتری اس مقدس خطہ کو حاصل ہے جو سرور انبیاء علیہ النبیۃ والشارک کے زمانہ اقدس میں مسجد ہونے



کے شرف سے مشرف تھا وہ نہیں جو بعد میں اس کے اندر شامل کیا گیا ہے۔  
 حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی و منقول ہے کہ دو آدمیوں میں یہ اختلاف و نزاع پیدا ہو گیا  
 کہ وہ مسجد اقدس جس کی بنیاد تقویٰ و اخلاص پر رکھی گئی ہے کون سی ہے۔ ایک نے کہا وہ مسجد قبا ہے اور دوسرے  
 نے کہا، وہ مسجد نبوی ہے۔ آپ کی بارگاہ اقدس میں جب صورتحال عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا وہ میری یہ  
 مسجد ہے۔ یہ روایت مسلم شریف میں ہے۔

## پندھواں باب

سر انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منبر شریف اور حرم سر کی درینی جگہ کی فضیت

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی الثقلین علیہ السلام نے فرمایا میرے گھر اور میرے  
 منبر کے درمیان جتنی جگہ ہے وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (رواہ البخاری و المسلم)  
 حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا علیہ التیمۃ والثناء نے فرمایا  
 میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض یعنی حوض  
 کوثر پر ہے۔ (رواہ البخاری و المسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حجرہ

عہ نائدہ جلیلہ۔ یہی تصریح امام نووی نے شرح مسلم جلد اول میں فرمائی ہے لیکن ابن تیمیہ اور محب طبری کا  
 مختاریہ ہے کہ بعد میں جو اضافہ کیا گیا یہ اجر و ثواب اس میں بھی ثابت ہے جیسا کہ روایت میں موجود ہے کہ اگر اس مسجد کو منادین تک  
 بڑھا دیا جائے تو بھی وہ میری مسجد ہوگی۔ اور محب طبری نے امام نووی علیہ الرحمہ کا اس قول سے رجوع بھی نقل کیا ہے اور شیخ محقق نے  
 لمعات میں فرمایا کہ جمہور کے نزدیک مختاریہ ہے کہ اجر و ثواب اس حصہ میں بھی آتا ہے جو بعد میں بڑھایا گیا جتنا کہ زمانہ نبوی میں موجود  
 مسجد شریف کے اندر اجر و ثواب ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ بخاری شریف جلد اول ص ۱۵۹ اقول۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اقدس  
 میں جو حصہ موجود تھا اس کا شرف لامحالہ زائد ہے اور کیفیت کے لحاظ سے وہاں کا اجر و ثواب بعد میں اضافہ کیے ہوئے حصہ سے بہر حال  
 مختلف ہے اگرچہ کمیت کے لحاظ سے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ غافلہم و تدبر۔



مبارکہ اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر جنت کے ٹیلوں اور بلند مقامات میں سے ایک سرسبز و شاداب ٹیلہ پر ہے اور میرے منبر اور حضرت عائشہ کے حجرہ کی درمیانی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

## سولہواں باب

### سرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات کے مساکن و بیوت کا ذکر

محمد بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے مالک بن ابی الرجاد سے دریافت کیا کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ وسلم کے منازل و مساکن کہاں تھے تو اس نے مجھے اپنے باپ سے اور اس کے باپ نے اپنی ماں کے حوالہ سے بتایا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے سارے گھر مسجد نبوی میں منبر شریف کے بالمقابل نماز پڑھنے والے کی بائیں جانب پڑتے تھے یعنی سمت مشرق میں اور جب زینت بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کی منزل میں بٹھرایا۔

محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ حارثہ بن نعمان کے مکانات مسجد شریف کے قریب تھے اور اس کے ارد گرد جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کو اپنی زوجیت کا شرف بخشے اور اہل خانہ بناتے تو حضرت حارثہ آپ کے لیے مکان خالی کر دیتے حتیٰ کہ ان کے سارے مکانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات کی ملک میں آگئے۔

ابن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مکان کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کرنے کی وصیت فرمائی تھی اور حضرت صفیہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ورثہ نے ان کا مکان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک لاکھ اسی ہزار درہم میں فروخت کر دیا تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان کا مکان ایک لاکھ اسی ہزار درہم کے بدلے اور ایک قول کے مطابق صرف اسی ہزار درہم کے بدلے فروخت کیا تھا اور ان کو تازیست اس میں رہنے کی اجازت دے دی۔ جب مال ان کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اس مجلس میں ہی اس کو راہ خدا میں بانٹ دیا اور جب تک اسے صدقہ نہ کر دیا اپنی جگہ سے نہ اٹھیں۔



اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اُن کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے وہ مکان خرید لیا اور تازلیت اس میں رہائش کے لیے بھی عرض کیا۔ جب قیمت آپ کی خدمت میں پیش کی گئی جو کہ پانچ اونٹوں پر لدا ہوا ساز و سامان تھا تو آپ نے اس کو فوراً فی سبیل اللہ تقسیم کر دیا۔ عرض کیا گیا کم از کم ایک درہم تو بچا لیتیں۔ فرمایا اگر اس وقت یاد دلاتے تو رکھ لیتی۔

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کا مکان حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بطور ورثہ ملا انہوں نے اس پر کوئی قیمت وصول نہ فرمائی اور اسے مسجد نبوی میں شامل کر دیا گیا۔

محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر ہندلی نے بتایا کہ میں نے ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ وسلم کے حجرات مبارکہ کو دیکھا جبکہ ان کو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت مدینہ منورہ پر ولید بن عبد الملک کی طرف سے امیر تھے، نے شہید کر کے مسجد نبوی میں شامل کیا۔ ان کی دیواریں کچی اینٹوں سے تعمیر کی گئی تھیں اور حویلی کھجور کی شاخوں سے تیار کی گئی تھی۔ اور وہ مجموعی طور پر نو مکان تھے بمذہب حویلیوں کے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مکان بھی دیکھا جس کی دیواریں اور حویلی دونوں کچی اینٹوں سے تیار کی گئی تھیں۔

محمد بن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دومتہ الجندل پر چڑھائی فرمائی تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس دوران اپنی حویلی کچی اینٹوں سے تیار کرائی جب آپ واپس تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ یہ کیسی تعمیر دنیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا میں نے لوگوں کی نگاہوں کو روکنے کے لیے اور اعلیٰ درجہ کا ستر پردہ حاصل کرنے کے لیے کھجور کی شاخوں کی بجائے اینٹیں استعمال کی ہیں تو آپ نے فرمایا مرد مسلم کے مال استعمال ہونے کے بدترین مصارف میں سے بناء تعمیر ہے۔

عطاء خراسانی فرماتے ہیں میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کے حجرے اور حویلیاں دیکھیں جو کہ کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھیں اور ان کے دروازوں پر سیاہ بالوں سے بنے ہوئے بومے لگے ہوئے تھے اور جب ولید بن عبد الملک کا خط وہاں پہنچا اور اس کو پڑھا جا رہا تھا میں اس وقت بھی موجود تھا جس میں اس نے حکم دیا تھا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مقدس حجرات کو مسجد نبوی میں شامل کر دیا جائے تو میں نے اس دن میں لوگوں کو جس قدر روتے اور آنسو بہاتے دیکھا اس قدر کبھی بھی روتے نہیں دیکھا۔

عطاء خراسانی فرماتے ہیں میں نے سعید بن مسیب کو فرماتے ہوئے سنا بخدا مجھے تو یہی امر مرغوب و پسند تھا کہ اُن حجرات مبارکہ کو اسی حالت پر رکھا جاتا تھی کہ اہل مدینہ کی نئی نسل اور باہر سے آنے والے لوگ ان کو دیکھتے اور تکاثرو تفاحسہ سے گریز کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و احتیاری کی تقلید و اتباع کرتے۔



## سُتھوال باب

سُرر انبیاء علیہ التَّحیۃ والثناء کا دعا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ میرا صحابہ کا محبوب و مرغوب بنادے

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو وہ دباؤں کا گھر تھا چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے جب تپ کی حدت اور شدت زور پکڑی تو آپ فرماتے۔

کل امرء مصعب فی اہلہ والموت ادنی من شراک نعلہ

ہر شخص اپنے گھر میں دعائیں دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی صبح بالغیر کرے اور حال یہ ہے کہ موت اس کے جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تپ چڑھتا اور اس کی شدت بڑھ جاتی تو فرماتے۔

الا لیت شعری هل ابئین لیلۃ  
وہل اردن یوما حیاة مجنۃ  
بواد وحولی اذخر و جلیل  
وہل یبدون لی شامة و طفیل

آگاہ رہو اور غور سے سنو۔ اے کاش میری سمجھ موجود ہوتی اور مجھے میری عقل و فہم بتائی کہ میں کوئی رات بسر کروں گا اس دلدلی میں جہاں میرے ارد گرد اذخر (سرکنڈے کی طرح خوشبودار پودا) اور جلیل (ضعیف و کمزور نباتات) ہوں اور آیا میں کسی دن مجنہ کے پانیوں پر وارو ہوں گا اور میرے سامنے شامہ اور طفیل پہاڑ ہوں گے۔

اے اللہ عقیبہ بن ربیعہ اور شعیبہ بن ربیعہ پر اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما جس طرح انہوں نے ہم کو مکہ مکرمہ سے نکالا جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حالت مشاہدہ کی تو دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمیں مدینہ محبوب بنادے جیسے کہ مکہ مکرمہ محبوب بنایا بلکہ اس نے بھی زیادہ۔ اے اللہ اس کو ہمارے لیے مقام صحت و عافیت بنادے اور اس کے صاع (پیمانہ جس کی مقدار تقریباً چار سیر ہے) اور مسد (پیمانہ بمقدار ایک سیر) میں ہمارے لیے برکت پیدا فرما اور اس کی وباد اور تپ کو جحفہ کی طرف منتقل فرما یہ

عہ فائدہ۔ جحفہ میں یہود رہتے تھے جو بدترین دشمن اسلام تھے اس لیے وباد کو ادھر منتقل فرمانے کی دعا کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے مدینہ منورہ صحت افراد مقام بن گیا اور جحفہ دباؤں کا گھر۔



## اٹھارھواں باب

امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس کو قبلہ بنانا اور پھر بیت اللہ کی طرف نماز ہی میں رجب فرمانا

حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی۔ پھر کعبہ مبارکہ کی طرف منہ کرنے اور بیت اللہ شریف کی طرف منہ پھرنے کا حکم دیا گیا۔

## انیسواں باب

تحويل قبلہ کے وقت کا بیان

محمد بن حبیب ہاشمی کہتے ہیں کہ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم ام لہر بیت براہ بن معرور رضی اللہ عنہما کے پاس بنی سلمہ میں پندرہ شعبان بروز منگل تشریف لے گئے۔ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے صبح کا کھانا وہاں تناول فرمایا۔ ظہر کا وقت ہوا تو آپ نے شام (بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز ادا کرائی اور عین نماز کی حالت میں آپ کو بیت اللہ کی طرف متوجہ ہونے اور کعبہ مبارکہ کو قبلہ بنانے کا حکم دیا گیا لہذا آپ اس طرف متوجہ ہو گئے اور صحابہ کی صفیں بھی آپ کے پیچھے اسی طرف متوجہ ہو گئیں اور امام نماز بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہونے کے بعد ہوا تو اس مسجد کو مسجد القبلتین کہا گیا۔

واقعی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ تحويل نصف رجب بروز سوموار ہجرت کے سترھویں مہینہ میں پیش آیا۔ اور سدی کہتے ہیں کہ ہجرت کے اٹھارھویں مہینہ میں پیش آیا۔

## بیسواں باب

فرضیہ رمضان کے نزول کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبلہ کی تبدیلی کے ایک ماہ بعد رمضان المبارک کے روزے رکھنے کا حکم نازل ہوا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرضیہ زکوٰۃ نازل ہونے سے قبل صدقہ فطر کا حکم دیا۔



# ابواب المعجزات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت طیبہ بیٹ مبارکہ اور چال ڈھال عقلمند لوگوں کو آپ کی صداقت و حقانیت کی طرف رہنمائی کرتی تھی اس لیے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں نے چہرہ مصطفیٰ علیہ النبیۃ والثناء کو دیکھا تو میں نے جان لیا کہ یہ جھوٹا چہرہ نہیں ہے۔

اور جس شخص نے بھی آپ کی گفتگو سنی اور آپ کے اخلاق عظیمہ کا مشاہدہ کیا اس کے دل میں آپ کی نبوت و رسالت کے متعلق کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا تھا بچپن ہی سے آپ صدق و امانت کے ساتھ معروف اور حسن اخلاق اور بلندی کردار کے ساتھ مشہور تھے

قیصر روم نے ابوسفیان کے ساتھ ہونے والے مکالمہ میں کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ لوگوں کے ساتھ تو جھوٹ نہ بولیں لیکن اللہ رب العزت پر جھوٹ بولیں اور اس کی طرف سے نبوت و رسالت نہ ملنے کے باوجود دعویٰ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی و رسول بنایا ہے۔

اور اب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت اور براہین رسالت کے طور پر چند بڑے بڑے معجزات مختلف ابواب میں ذکر کرتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

## باب اول

### قرآن عزیز اور فرقان حمید کی شان اعجازی کا بیان

زمانہ موسیٰ کلیم علیہ السلام میں سحرکاری اور جادوگری عام تھی تو انہوں نے بھی اسی طرح کے معجزات ظاہر فرمائے کبھی عصا کو میدان میں پھینک کر اڑدھا بنا دیا اور کبھی پانی کی موجوں کو منہ کر کے خشک راستے پیدا کیے اور بنی اسرائیل کو خشک پاؤں وہاں سے گزار دیا۔



حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں جب طب کا دور دورہ تھا تو انہوں نے اس قسم کے معجزات ظاہر فرمائے جن میں اطباء نے زمان عاجز تھے کبھی مردوں کو زندہ فرمایا اور کبھی مادر زاد اندھوں کو بینائی سے بہرہ ور فرمایا۔

نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے زمانہ اقدس میں چونکہ فصاحت و بلاغت عروج پر تھی، فن شعر اور اسالیب نظم و نثر میں لوگوں کو مہارت تامہ حاصل تھی لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے قرآن حکیم کا معجزہ ظاہر فرمایا۔

قرآن مجید کئی وجوہ سے معجزہ ہے اور وجوہ اعجاز یہ ہیں۔  
**اول۔** قرآن مجید کا فصاحت و بلاغت پر مشتمل ہونا باعتبار اعجاز کے ایک ہی مقصود و مطلوب کو کہیں طویل عبارت سے ادا کیا گیا ہے اور کہیں بالکل مختصر نظم میں لیکن پورا مقصد اس مختصر عبارت میں سمیٹ دیا گیا ہے اور احتمال خلل کو قطعاً ختم کر دیا گیا ہے۔

**دوم۔** کلمات عرب کے اصول یعنی حروف تہجی سے مؤلف و مرکب ہونے کے باوجود ان کے اسالیب نثر سے جدا انداز پایا گیا ہے اور اذان اشعار سے بھی کلی اجتناب کیا گیا ہے۔

اور انہی دو وجہوں کی بنا پر سارے اہل عرب کو مقابلہ کی دعوت دی اور وہ عاجز آگئے، حیرت زدہ ہو گئے اور اُس کے فضل و تفوق اور بلند مقام اور رفعت شان کے معترف ہو گئے حتیٰ کہ ولید بن مغیرہ نے کہا بخدا بیشک اس میں مٹھاس ہے اور اس پر تردد تازگی اور رفلق دہار ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ اور قریش کی ایک جماعت باہم مل کر بیٹھے۔ ولید سب سے عمر رسیدہ تھا۔ اس نے کہا موسم حج قریب آ پہنچا ہے اور لوگ دور دراز سے وفود کی صورت میں تمہارے پاس پہنچیں گے اور انہوں نے تمہاری قوم کے دعویٰ ارنبوت (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق سن رکھا ہے لہذا ان کے متعلق متفقہ فیصلہ کر لو تا کہ جو بھی پوچھے اس کو متفقہ جواب دو اور ایک دوسرے کی تکذیب و تردید ہی نہ کرتے رہ جاؤ۔

انہوں نے کہا تو ہی بتلا اور کوئی صحیح نظریہ و عقیدہ تجویز کر دے جس کو ہم لوگوں کے سامنے ظاہر کریں اُس نے کہا نہیں تم سوچ کر تاؤ میں سنوں گا اور فیصلہ دوں گا۔  
 انہوں نے کہا ہم کاہن ہونے کا الزام عائد کریں گے۔

اُس نے کہا وہ کاہن نہیں ہیں۔ میں نے کاہنوں کو دیکھا بھالا ہے ان کے کلمات سے ہیں ان میں نہ کاہنوں والا زمزمہ اور لب و لہجہ ہے اور نہ ان کی طرح سحر کاری و عیاری۔



وہ بولے ہم مجنوں ہونے کا طعن دیں گے۔

اس نے کہا وہ مجنوں بھی نہیں ہیں ہم نے جنوں میں مبتلا لوگوں کو دیکھا ہوا ہے اور اس کو اچھی طرح جانتے ہیں یہ ان کو گلے کی بندش درپیش ہوتی ہے اور نہ مجنوں کی طرح اضطراب و بے سکونی اور نہ ہی وساوس و اوہام۔ انہوں نے کہا ہم ان کے شاعر ہونے کا چرچا کریں گے۔

اس نے کہا وہ شاعر نہیں ہیں ہم شعر کے جملہ اقسام رجز و ہزج کو جانتے ہیں اور قرض و مقبوض کو اور مبسوط کو پہچانتے ہیں ان کا کلام شعر نہیں ہے۔

انہوں نے کہا ہم ساحر ہونے کا عیب لگائیں گے۔

اس نے کہا حقیقت تو یہی ہے کہ وہ ساحر بھی نہیں ہیں ہم نے ساحروں کو دیکھا اور ان کی سحر کاریوں کو یہ نہ ان کی طرح جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور تعویذ گنڈا۔

انہوں نے کہا تو تم ہی بتلاؤ اسے ابو عبد الشمس؟

اس نے کہا بخدا ان کی باتوں میں شہد کی سی مٹھاس ہے۔ ان کا کلام اس درخت کی مانند ہے جس کا اصل تر و تازہ ہے اور فرع او شاخیں پھل دار۔ تم ان الزامات و انتہامات میں سے جو بھی الزام و انتہام ان پر عائد کرو ہر کوئی اس کے جھوٹ کو واضح طور پر محسوس کر لے گا۔

اگر کوئی بہتان قبولیت کے قریب ہو سکتا ہے تو وہ ساحر ہونے کا ہے۔ لہذا تم ہی کہنا کہ وہ (نور اللہ) جادوگر ہیں جو خاوند کو سیوی سے جدا کرتے ہیں اور بھائی کو بھائی سے۔ تب وہ مجلس کفر برخواست ہوئی اور سبھی اٹھ کر چلے گئے۔

نضر بن حارث بن کلاء کہتے تھے اے جماعت قریش تم ایک ایسی مشکل آپڑی ہے کہ تم آج تک ایسی مشکل میں کبھی مبتلا نہیں ہوئے تھے۔ بخدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ساحر و کاہن ہیں اور نہ شاعر و مجنوں ہیں۔

عقہ بن ربیعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے اس پر کلام مجید کی یہ آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں۔ *حَوْرَتُنَّ مِنْ الْجَنِّ الْمَرْحُومَاتِ (ال)* انذار تک صاعقہ۔ تعقبہ نے آپ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا اور آپ کو رحم و قربت کا واسطہ کر رکھنے کے متعلق عرض کیا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا مجھے اس امر کا خوف لاحق ہو چلا تھا کہ کہیں ابھی عذاب نازل ہی نہ ہو جائے اور ہمیں تباہ و برباد نہ کر دیا جائے۔

مصنف (ابن خوزی) فرماتے ہیں جب وہ قرآن مجید اور فرقان مجید کو سن کر متحیر ہو گئے اور دہشت زدہ اور



مہربان ہوئے قرآن مقدس نے اُن کے مثل قرآن بلکہ اس کی سورتوں میں سے سب سے مختصر ترین سورۃ کی مثل سے بھی عاجز ہونے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔ فاتوا بسورۃ من مثله (الی) فان لم تفعلوا اولن تفعلوا۔ (ادیتہ) قرآن کی سورتوں میں سے مختصر ترین سورت کی مانند کوئی سورت بناؤ اور اپنے معبودان باطلہ کو بھی بلاؤ اور اگر اس کی مثل نہ لاسکو اور ہرگز نہیں لاسکو گے تو اس آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ جس کا ایندھن انسانی گوشت پوست اور پتھر ہے وہ کفار و مشرکین اور معاندین حق کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اور یہ امر واضح ہے اور ہر ایک کو معلوم کہ نفوس منکرین و متکبرین کو جب اس طرح کی چوٹ کی جائے تو وہ مقابلہ میں پوری طاقت و قوت صرف کر دیتے ہیں لیکن کفار و مشرکین فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار پر فائز ہونے کے باوجود جب حروف و کلمات کے ساتھ مقابلہ کرنے سے ہٹ کر جنگ و جدال اور حرب و قتال پر اتر آئے اور اپنی جانیں دینے اور خون بہانے کے لیے آمادہ ہو گئے اور بیوی بچے قید کرانے اور مال و متاع گنوانے پر تیار ہو گئے تو اُن کا عاجز اور بے بس ہونا دوپہر کے اجالے سے بھی زیادہ واضح ہو گیا اور ان میں سے بعض لوگوں نے کمال ڈھٹائی سے کام لیتے ہوئے طویل سورتوں کے بجائے بعض مختصر سورتوں کا بدل لانے کی کوشش کی اور اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارے کیونکہ بڑی سورتوں کی فصاحت و بلاغت تو حد سے زیادہ واضح اور نمایاں تھی۔

ایک نے سورۃ فیل کے مقابلہ میں یہ سورۃ تیار کی۔

الفیل وما ادراک ما الفیل لہ ذنب و بیل و خرطوم طویل۔ وان ذاک من خلق

ربنا لقلیل۔

”ہاتھی اور تجھے کس نے بتایا کیا ہے ہاتھی۔ اس کی دم چھوٹی ہے اور سونڈ طویل ہے اور وہ ہمارے رب کی پیدا کردہ شیاؤ عجیبہ میں سے قلیل ہے۔“

مینڈک کی مدح سرائی میں یہ کلام ترتیب دیا۔

یا صندق تانیث صندقین۔ نفی کما متقین۔ اعلاک فی المار واسفلک فی الطین

لا المار تکدرین ولا الشراب تمنعین۔

”اے مینڈک جو دو مینڈکوں کی موٹ ہے۔ اپنے آپ کو پانی میں رہ کر صاف ستھرا رکھ جیسے کہ پہلے

رکھا کرتی ہے یا ٹرٹرا جیسے کہ پہلے ٹرٹراتی تھی اور بولتی تھی۔ تیرا اوپر والا حصہ پانی میں ہے اور نیچلا کچھڑ میں نہ تو پانی کو گدلا کرتی ہے اور نہ پینے میں مانع ہوتی ہے۔“



سیاہ بکری کے سفید دودھ دینے کی ترجیحانی کرتے ہوئے کہا۔

ومن العجائب شاة سوداء تحلب لبناً ابيض۔

الغرض ان کی یہ سعی نامتمام صرف جگ ہنسائی کا موجب اور فضیحت و رسوائی کا ساز و سامان ہوئی۔ اگر چپ رہتے تو اس بولنے کی نسبت اچھے رہتے۔

جن لوگوں کے دل بے نور کیے گئے اور ان پر مہر لگا دی گئی ان میں سے ابو العلیٰ المعری بھی ہے جس نے اپنے کلام کا مجموعہ بنام الفضول والغايات تیار کیا اور عزم خورش سور و آیات کا معارضہ کیا۔ میں نے اس کتاب کو دیکھا مگر اس سے بڑھ کر ناقابل اعتبار اور ناقابل سماعت کوئی کلام نہ دیکھا نہ سنا۔ اس نے اپنی کتاب کو کلمات کے آخری حروف معجمہ کی ترتیب پر مرتب کیا۔ حرف الف کے تحت وارد کیے گئے کلمات میں سے چند ملاحظہ ہوں۔  
كان النعال على عصي الطلح يعارضون الر كائب في الموادج والظلمات تستغفر لهم فحبت  
القمر وضياء الشمس وهنيا لتاركي النوق طلائع في عيطان الغلاة يحوم عليها ابن داية ولطيف  
بها السرحان وسان اوراٹ ترد الابان لبنها اقعد من الفطار۔

”جو تھے خار و درخت کی چھڑیوں پر تھے جو سوار یوں کے محلوں کے ساتھ اٹکتے تھے اور تاریکی ان کو چھپائے ہوئے تھی پس چاند پوشیدہ ہو گیا اور ضیاء شمس بھی۔ اور خوشگواہی ہوا ان لوگوں کے لیے جو اُنشیوں کو چھوڑنے والے ہیں۔ درانحالیکہ وہ تھکی ماندی میں جنگلات میں گھنے درختوں والی جگہ پر کوسے منڈلارہے ہوں اور بھیڑیے اور درندے ان کا طواف کر رہے ہوں اور کمانوں سے چھوٹنے والے تیروں کے پھل ان کا دودھ پی رہے ہوں اور ان کا دودھ پردوں میں پوشیدہ رہنے سے عاجز ہو چکا ہو۔

اور اس کا سارا کلام طبائع سلیمہ کے نزدیک اسی طرح ناقابل قبول ہے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں کہ مجھے ابو محمد بن مسلم نحوی نے بیان کیا کہ ہم باہم اعجاز قرآن مجید پر گفتگو کر رہے تھے اور ایک عمر رسیدہ شخص اور بہت بڑا صاحب و کمال قریب بیٹھا تھا اس نے کہا قرآن مجید میں ایسی کوئی امتیازی خوبی اور شان اعجازی نہیں ہے کہ فضلاء اس کو اپنے کلام میں پیدا نہ کر سکیں۔ پھر وہ بالاخانہ پر چڑھ گیا اور اس کے پاس صحیفہ تھا اور دوات (اور قلم) اور اس نے وعدہ کیا کہ میں تین دن تک مضامین تیار کرتا ہوں اور جب تسلی کر لوں گا کہ میرے یہ مضامین اور ان کے الفاظ و عبارات قرآن کی مانند ہیں تو میں تمہیں پکاروں گا اور بلا لونگا جب تین دن گزر گئے (اور اس کی طرف سے کوئی بلا دانہ آیا) تو ایک شخص اس کے بالاخانہ میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ دیوار سے اوٹ لگائے خشک تنے کی مانند پڑا ہے اور اس کا ہاتھ قلم کے اوپر خشک ہو چکا ہے۔ میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ قرآن مقدس کے متعلق مرتضیٰ علومی کا خیال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ



نے اپنی قدرت کاملہ قاہرہ سے لوگوں کو اس کی مثل لانے سے عاجز کر دیا اور ان کی توجہات و تفکرات کو اس طرف سے ہٹا دیا نہ یہ کہ وہ فی حد ذاتہ معجز ہے اور کفار و مشرکین اس کی مثل سے عاجز آگئے۔  
ابن عقیل فرماتے ہیں کہ کلام مجید کی مثل لانے سے ان کو ہٹا دینا اور ان کی سوچ و فکر کے رخ کو موڑ دینا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ ان میں قدرت تھی (مگر اس کو بروئے کار نہ لایا جاسکا) اگرچہ اس صورت میں بھی قرآن مجید کا بعض وجوہ سے معجز ہونا ثابت ہو جاتا ہے لیکن فرقان حمید کافی حد ذاتہ ایسے خصائص اور امتیازی اوصاف پر مشتمل ہونا جن کا مثل لانا قدرت بشر سے خارج ہو، فضیلت قرآن اور اس کی فوقیت دہر تری کی بہت بڑی علامت اور دلیل ہوگا۔

جس شخص نے مدار اعجاز صرفہ کو بنایا ہے اس کی مثال یوں ہے جیسے کوئی کہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو دیکھنے والی آنکھوں کو محض تخیل و توہم کے طور پر وہ سانپ اور اثر دھانظر آیا ورنہ فی نفسہ تو وہ اسی طرح عصا ہی تھا اور اس میں کوئی انقلاب نہیں آیا تھا۔

نیز جس شخص کی قدرت و طاقت اور سوچ و فکر کو بھی مثل قرآن بنانے سے پھیر دیا گیا ہو۔ اس کو مقابلہ و معارضہ کی دعوت دینا درست ہی کیوں کر ہوگا یہ تو ایسے ہوا جیسے کوئی کئی غمی شخص کو عربی عبارت کے مقابلہ و معارضہ کی دعوت دے۔

یہ وجوہ البطلان تو وہ ہیں جو ابن عقیل نے بیان فرمائی ہیں اور میں اس قول کے رد و ابطال میں کتاہوں کہ صرف کا مطلب تو یہ ہے کہ نزول قرآن مجید کے وقت ان کی طبائع میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی جائے کہ وہ اس کی مثل نہ بنا سکیں تو اس وقت سے قبل دیکھنا چاہیے کہ ان نصحاء و ملغانے اپنی فصاحت و بلاغت پر نازاں ہونے کے باوجود کبھی کوئی ایسا کلام مرتب کیا جو کلام مجید کے برابر تو کجا اس کے قریب بھی ہو (اور اگر اہل عرب نے اپنی پیدائش سے لے کر اس وقت تک کبھی بھی ایسا کلام نہ مرتب کیا نہ اس کے ذرا قریب فصیح و بلیغ کلام کبھی ان کی زبان پر جاری ہوا تو صرف کو وجہ اعجاز قرار دینے کی نوبت و بطلان اظہار من الشمس ہے)۔  
معلوم۔ تیسری وجہ اعجاز کلام مجید کی یہ ہے کہ وہ اہم ماضیہ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے سیر و اخلاق پر مشتمل ہے جن کو اہل کتاب اپنی آسمانی کتابوں کے ذریعے جانتے تھے۔ جنہوں نے ان حقائق و واقعات کو ان علماء اہل کتاب کے سامنے رکھا وہ امی لکھتے ہیں نہ علم خط اور رسم کتابت کو سیکھا اور نہ کسی مکتب و مدرسہ میں پڑھا اور نہ ان کے متعلق کوئی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ انہوں نے احبار و رہبان یا ساحرین و کاہنیں کی صحبت اور ہم نشینی اختیار کی ہے اور اہل عرب میں سے جو شخص لکھنا پڑھنا جانتا تھا اور احبار و رہبان کے پاس بیٹھا بھی تھا وہ بھی ان حقائق و واقعات کو نہ جان سکا جو قرآن مجید اور فرقان حمید نے بیان فرمائے۔



چہارم۔ چوتھی وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرآن کریم آنے والے غیبی امور کے اخبار و اعلانات پر مشتمل ہے اور صرح قرآن مجید نے بتایا اسی طرح ہوا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نبوت و رسالت میں صادق ہونا قطعی طور پر واضح ہو گیا مثلاً۔

۱۔ یہود کو فرمایا کہ اگر تمہیں اپنے اس دعویٰ کی صداقت و حقانیت پر اعتماد و اعتبار ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو تو پھر موت کی تمنا کرو و تمنا الموت ان کنتم صادقین۔ کیونکہ محبوب کو محب کے ہاں جاتے ہوئے کیا ڈر اور خوف ہو سکتا ہے پھر دنیا جو قید خانہ کی مانند ہے اس سے نکل کر جنت جیسے راحت افزا مقام میں جانے پر تردد کی وجہ نہیں ہو سکتی مگر ساتھ ہی دعویٰ فرمایا دلن یتمنوہ ابداً یہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے اور ایسا ہی ہوا (وہ غلط بیانی اور کذب سے کام لیتے ہوئے بھی نہ کہہ سکے کہ ہم نے تمنا کی ہے)۔

۲۔ قرآن مجید کو کلام بشر کہتے والوں کو فرمایا و تو ابسورة من مثله اور ساتھ ہی فرمادیا دلن تفعلوا تم ہرگز اس کی مثل ایک سورہ بھی نہیں لاسکو گے (چنانچہ وہ نہ لاسکے)

۳۔ اپنی وقتی قوت و طاقت پر اترانے والوں کے متعلق ارشاد ہوا۔ قل للذین کفرو استغلبون ان کفار سے کہہ دیجئے یہ ناز و نخر سے اتر کبر و غرور عنقریب کا فور ہو جائیں گے اور تم مغلوب و مقہور اور ذلیل و رسوا ہو کر رہو گے اور ایسے ہی ہوا۔

۴۔ اہل اسلام کو جو صحیحہ کے مقام پر روک دیے گئے اور اُس سال عمرہ نہ ادا کر کے بشارت دیتے ہوئے فرمایا لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ آمنین۔ تم انشاء اللہ ضرور بالفرد مسجد حرام میں امن و سلامتی کی عانت میں داخل ہو گئے اور واقعی وہ داخل ہوئے اور امن و سلامتی کیساتھ۔

۵۔ ابولہب کو گستاخی و بے ادبی پر مشرودہ نار اور ذلت و رسوائی کی موت مرنے کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔ سیصلی نار ذات لہب و امرؤ قہ۔ عنقریب وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہو گا اور اس کی بیوی بھی اس آیت مقدسہ میں ان کی موت علی الکفر کی خبر دی گئی تھی اور ایسے ہی ہوا ان بے ادب اور گستاخانہوں کو کہ دولت ایمان نصیب نہ ہو سکا۔



ابن عقیل فرماتے ہیں۔ سارے قرآن مجید اور اس کی ہر سورت اور ہر آیت کو تغیر و تبدیل سے محفوظ فرمایا کیونکہ تبدیلی تب ہوتی جب کوئی اس جیسا کلام بنا کر درمیان میں داخل کرتا جب اس کی مثل سے لوگ عاجز تھے تو اس میں تغیر و تبدل کیسے کر سکتے تھے۔ گویا قرآن مجید خود اپنا محافظ ہے کیونکہ سب مخلوق اس کی مانند کلام بنانے سے عاجز ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا علیہ التہیۃ والتناد نے ارشاد فرمایا۔ ہر نبی کو اس قدر معجزات اور خوارق عادات عطا فرمائے گئے جن پر ان کی امت نے اعتبار و اعتماد کیا اور مشرف بایمان اسلام ہوئے اور جو معجزہ مجھے عطا کیا گیا ہے وہ محض وحی ربانی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمائی ہے (اور چونکہ میرا معجزہ تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے عظیم و جلیل ہے) لہذا میں امید رکھتا ہوں کہ میرے تبعین اور امتی تمام انبیاء علیہم السلام کے امتیوں سے بروز قیامت زائد ہوں گے۔

ابو الوفا علی بن عقیل فرماتے ہیں۔ اگر یہ اطمینان اور تسلی کرنا چاہو کہ قرآن مجید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ذاتی کلام نہیں ہے بلکہ صرف اور صرف وحی الہی ہے جو ان پر نازل کی گئی ہے تو آپ کا کلام اقدس حدیث مبارکہ میں دیکھو اس میں اور کلام مجید میں کتنا فرق ہے اور دونوں کلاموں اور ان کے اسلوب بیان اور انداز کلام میں کتنا واضح اور بین تفاوت ہے اور یہ امر ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ایک ہی شخص خواہ جتنی بھی اسلوب میں تبدیلی اور تغیر کی کوشش کرے لامحالہ تشابہ و تماثل پایا جائے گا اور بالکل تباہی و تباہی کا پایا جانا ممکن نہیں ہوگا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طبیات میں سے ایک کلمہ بھی قرآن مجید کے مشابہ نہیں ہے۔

ابن عقیل نے فرمایا کہ اعجاز قرآن کے وجہ میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص پورے قرآن میں سے ایک آیت بھی ایسی نہیں بتا سکتا جس کا معنی اور عبارت پہلے کسی شخص کی کلام سے لی گئی ہوں حالانکہ دوسرے لوگوں کے مضامین و عبارات کے متعلق ہر شخص یہ واضح کر سکتا ہے کہ فلاں کا کلام فلاں سے ماخوذ ہے مثلاً تنبی نے بحتری کی تقلید کی ہے اور اس کے کلام اور مضامین کو اپنے کلام میں درج کیا ہے۔

علی بن عیسیٰ سے پوچھا گیا اگر اس کلام عزیز کا عنوان عربی میں قائم کیا جائے تو کسی عبارت کے ساتھ تاکہ اس کے عنوان و تبصیر صحیح حق ادا کرے اور اس میں افراط و تفریط کا شائبہ باقی نہ رہے تو انہوں نے کہا قرآن مجید کا عنوان جو اسے دوسری کتابوں سے ممتاز کرے، آیت کریمہ ہی ہو سکتی ہے نہ کہ ہمارا کلام لوگوں نے دریافت کیا، اس تعبیر و عنوان کے لیے کوئی آیت مقدسہ موزوں رہے گی تو اس نے کہا اس قول باری تعالیٰ کے ساتھ

هَذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنذِرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَلِيُنذِرُوا الْآلِبَابَ -

یہ کتاب مقدس لوگوں کے لیے سراسر تبلیغ حق اور ارشاد حقیقت ہے اور اس کو اس لیے نازل کیا گیا



ہے تاکہ انہیں اس کے ساتھ عذابِ آخرت سے ڈرایا جائے اور وہ اس حقیقت کا اذعان و اعتقاد رکھیں کہ ضرور ہی مہبود و برحق کی کتاب ہے تاکہ عقلمند لوگ نصیحت کریں۔

ابن عقیل فرماتے ہیں میرے نزدیک ابن عیسیٰ نے درست نہیں کہا کیونکہ کتاب کے لیے مخصوص عنوان اس لیے قائم کیا جاتا ہے تاکہ وہ دوسری کتابوں سے تشبیہ نہ ہو جائے اور باہم اختلاف و التباس نہ لازم آجائے اور جب کلام مجید کی نظیر و مثال متعین ہے تو اس کے نفس ذات میں نظر و فکر کریں اور مخصوص عنوانات اور امتیازات قائم نہ بھی کریں تو کوئی التباس و اشتباہ لازم نہیں آئے گا لہذا کسی عنوان کے قائم کرنے کی ضرورت ہے اور نہ امتیازی علامات بیان کرنے کی۔

اور اگر یہ امر جائز ہو کہ اس کا عنوان قائم کیا جائے جیسا کہ دوسری کتابوں کے لیے قائم کیے جاتے ہیں (حالانکہ یہ کتاب عزیز اپنے اعجاز کی وجہ سے ممتاز ہے اور کسی کتاب سے اس کا اشتباہ ممکن نہیں ہے) تاکہ پتہ چلے کہ یہ کس کا کلام ہے اور کس کی تالیف ہے جیسا کہ دوسری کتابوں میں ہوتا ہے تو پھر یہ امر بھی درست ہونا چاہیے کہ جملہ حیوانات مثلاً گھوڑے اور اونٹ وغیرہ اور انسانوں کی جمینوں پر تحریر کیا جائے۔ ہذا صنعة اللہ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اور اس کا شاہکار قدرت۔ اور جب یہ درست نہیں اسی علت کے پیش نظر جو میں بیان کر چکا ہوں کہ اس عنوان کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جہاں التباس و اشتباہ ہو تو یہ قول ابن عیسیٰ کا باطل ہو گیا کہ عنوان آیات کلام مجید کا آیات سے ہی مناسب ہے اور میں دوسرے کلام میں اس کا ترجمہ جائز نہیں رکھتا حالانکہ ہم اس مصحف عزیز کو جنگل کے اندر موجود پاتے اور کوئی دوسری ہستی ہمارے پاس اس کو نہ لاتی تو خود کلام مجید اپنی ذات میں ایسے دلائل رکھتا تھا جو ہمیں بتلا دیتے کہ یہ صرف الشرب العزت کا ہی کلام ہے اور اسی کی طرف سے نازل ہونے والا ہے تو اب کیونکر اس میں التباس و اشتباہ کا امکان ہو سکتا ہے۔ جبکہ اس کو لانے والی اور اس کے کلام خداوند قدوس ہونے کا دعویٰ کرنے والی وہ ہستی مقدس ہے جو معصوم بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے معجزات و خوارق عادت سے ان کی تائید و تصدیق بھی فرمادی ہے۔

مصنف (ابن جوزی) فرماتے ہیں کہ میں نے کلام مجید کے جملہ معجزات سے افضل و اعلیٰ اور فائق و برتر معجزات ہونے کی دو عجیب و غریب وجہیں معلوم کی ہیں۔

اول۔ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات ان کے وصال کے ساتھ ہی معدوم ہو گئے اور اگر کوئی محمدؐ بیدین آج کہے کہ محمدؐ عربی اور موسیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدق پر کیا دلیل ہے؟ اور اس کے جواب میں اس کو کہا جائے کہ حضرت (محمدؐ) صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے سمندر کو بھاڑ دیا گیا تو وہ لامحالہ کہے گا یہ دونوں امر محال ہیں (جب ان کا وقوع ممکن نہیں تو ان سے







ان کی صداقت پر استدلال کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی، لہذا اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم شیخ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اس قرآن عظیم کو بنایا جو ہمیشہ ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔ تاکہ ان کے وصال کے بعد بھی ان کا صدق ظاہر ہوتا رہے اور اس کو جملہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صدق و حقانیت پر بھی دلیل ناطق اور شاہد صادق بنا دیا کیونکہ قرآن عظیم ان کی تصدیق فرمانے والا ہے اور ان کے احوال کی خبر دیتا ہے۔

دوہم۔ قرآن مقدس نے اہل کتاب کے متعلق دعویٰ فرمایا ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و ثناء ان کے ہاں تورات و انجیل میں مذکور و مذکور نہیں ہے۔ اور اسی طرح حضرت حاطب کے لیے ایمان و تصدیق کی شہادت دی ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے تہمت و بہتان سے برادرت و نزاہت کی اور یہ غیب پر شہادت ہیں لہذا اگر تورات و انجیل میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و توصیف نہ ہوتی تو یہ دعویٰ اور اعلان الٹا ان کو آپ پر ایمان لانے سے متنفر اور بے زار کر دیتا اور اگر حضرت حاطب اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں قرآن مقدس کی شہادت کے برعکس صورتحال ہوتی تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی کتاب پر ایمان و اعتماد رکھنے کی بجائے متنفر اور منکر ہو جاتے۔

## دوسرا باب

### معجزہ شق القمر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مشرکین مکہ ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا۔ اگر تم دعویٰ نبوت میں سچے ہو تو ہمیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھاؤ۔

آپ نے فرمایا اگر میں تمہارا مطالبہ پورا کر دوں تو پھر ایمان لاؤ گے اور کفر و عناد کو ترک کر دو گے؛ انہوں نے کہا ہاں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ مجھے چاند کے دو ٹکڑے کرنے کا اذن عطا فرما۔ چنانچہ اذن خداوندی سے آپ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے اور مشرکین کے سر غنوں کا نام لے کر فرمایا۔ اے فلاں۔ اے فلاں۔ دیکھ لو، دیکھ لو۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر نظر آتا تھا اور دوسرا



کھودنے میں مصروف رہے۔ میرے پاس ایک چھوٹی سی بکری تھی جو اچھی موٹی تازی تھی میں نے سوچا کتنا ہی اچھا ہو اگر ہم اس کو ذبح کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کریں۔

میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ گھر میں جو تھوڑے بہت جوڑے ہیں ان کو پس کر روٹیاں تیار کرے چنانچہ اس نے روٹیاں تیار کیں اور میں نے اس بکری کو ذبح کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھونا۔ جب شام ہوئی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر لوٹنے کا ارادہ فرمایا اور ہمارا معمول یہی تھا کہ دن کو خندق کھودتے اور شام ہوتی تو گھروں کو لوٹتے۔ الغرض میں نے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آپ کے لیے ایک چھوٹی سی بکری ذبح کر کے اس کا سالن تیار کیا ہے اور تھوڑے جوڑے جن کی روٹی بھی پکائی ہے لہذا اس امر کا متمنی اور آرزو مند ہوں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتسلیم میرے ہاں قدم رنجہ فرمائیں اور دل میں خیال یہی تھا کہ آپ اکیلے تشریف لائیں۔ بہر حال آپ نے میری درخواست قبول فرمائی اور تشریف آوری کا وعدہ فرمایا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ بلند آواز سے اعلان کرے کہ تمام لوگ حضرت جابر کے گھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلیں میں نے وہ اعلان سنا تو کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تھوڑی دیر کے بعد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان تشریف لائے اور آپ بیٹھ گئے اور جو کچھ پکا تھا وہ حاضر خدمت اقدس کو دیا۔ آپ نے دعائے برکت فرمائی بسم اللہ پڑھی اور تناول فرمایا اور دوسرے حضرات گروہ در گروہ آتے گئے جب ایک جماعت فارغ ہو جاتی تو دوسری جماعت آ جاتی حتیٰ کہ سب اہل خندق کھا کر اور سیر ہو کر وہاں سے لوٹے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن حرام یعنی ان کے والد گرامی رضی اللہ عنہ احد میں شہید ہو گئے اور ان پر قرض واجب الادا تھا میں نے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اعانت و نصرت اور سفارش و شفاعت حاصل کی تاکہ قرض خواہ آپ کے فرمانے پر میرے والد کے قرضہ میں سے کچھ معاف کر دیں آپ نے میری عرض کو شرف قبولیت بخشے ہوئے سفارش فرمادی۔ مگر ان قرض خواہوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے جابر جاد اور اپنی کھجوروں کا پھل کاٹو اور اس کو الگ الگ ڈھیروں کی صورت میں رکھو یعنی عجوة کو الگ اور ابن زید کے نام پر موسوم کھجوروں کو الگ رکھو اور دیگر اقسام کو الگ بھر مجھے مطلع کرنا (میں اگر تیرے قرض خواہوں کا قرض انہیں کھجوروں سے ادا کروں گا) میں نے کھجوروں کے الگ الگ ڈھیر لگا دیے (آپ کو عرض کر بھیجا) آپ تشریف لائے ان ڈھیروں میں سے ایک ڈھیر کے اوپر آپ تشریف فرما ہوئے اور مجھے فرمایا کہ سمانہ سے ناپ کر ان کو دیتا جا۔ میں نے اسی ڈھیر سے سب کا قرضہ ادا کر دیا۔ وہ ڈھیر بھی بالکل ایسے معلوم ہوتا تھا گویا کہ اس سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی اور باقی بھی اسی طرح



صحیح و سالم بچ رہے۔ یہ روایت امام بخاری علیہ الرحمہ نے نقل فرمائی ہے۔

عبدالرحمن بن ابی عمر اپنے باپ ابو عمر رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ہم رسول خدا علیہ التہیۃ والثناء کے ساتھ ایک غزوہ میں حاضر تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سخت بھوک لگی تو انہوں نے آپ سے اونٹوں کو ذبح کر کے کھانے کی رخصت طلب کی اور گزارش کی کہ ہم اس گوشت کے ذریعے رقی جان بانی رکھ سکیں اور زندہ و سلامت گھروں کو جاسکیں۔ جب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ فخر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بعض جانوروں کے ذبح کرنے کی رخصت دینے کا ارادہ فرمایا ہے تو آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم دشمن کے مقابل کل اس حال میں جائیں گے کہ پیٹ بھی خالی ہوں گے اور سواری بھی پاس نہیں ہوگی بلکہ پیادہ ہوں گے۔ لہذا اگر آپ اس رائے کو پسند فرمائیں تو ہم لوگوں میں اعلان کریں کہ جس کے پاس تھوڑا بہت زاد راہ ہے وہ بارگاہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں لے آئے۔ جب وہ جمع ہو جائے تو آپ اس میں دعائے برکت فرمادیں۔ اللہ رب العزت آپ کی دعا کی بدولت منزل مقصود تک پہنچے۔ تمک کا زاد راہ عطا فرمادے گا یا یوں عرض کیا کہ آپ کی دعائیں محبوب خدا علیہ التہیۃ والثناء نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عرض کو شرف قبولیت بخشے ہوئے، لوگوں کو حکم فرمایا کہ جس کے پاس جتنا زاد راہ بچا ہوا ہے وہ میرے پاس لے آئے۔ چنانچہ لوگ ایک ایک کف دست طعام آپ کی بارگاہ اقدس میں لے آئے اور سب سے زیادہ جس کے پاس سامان خورد و نوش تھا یہ وہ شخص تھا جو ایک صاع آپ کی خدمت اقدس میں لایا۔

مالک خنزاثن خداوندی اور قاسم ارزاق اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب ازاد کو جمع فرمایا پھر خود دعا اللہ تعالیٰ کی مشیت میں تھی وہ آپ کی زبان حق ترجمان پر جاری ہوئی۔ پھر آپ نے سب لشکر کو حکم دیا کہ اپنے توشہ دان لے آؤ اور ان کو اس جمع شدہ ذخیرہ سے بھرتے چلے جاؤ۔ چنانچہ سب اہل لشکر نے اپنے اپنے توشہ دان بھر لیے بلکہ لشکر میں کوئی ایسا برتن نہیں تھا جس کو صحابہ نے غلہ سے بھر نہ لیا ہو مگر جو لہجہ جمع ہوئی تھی وہ اتنی کی اتنی تھی اس میں ذہر برکی واقع نہیں ہوئی تھی۔ اور اس خنزاثن خداوندی پر مامون و مازون حبیب نے خنزاثن غیبیہ سے توشہ دان بھر دیے۔

جب آپ نے سب کی خوراک کا انتظام فرمادیا اور آپ کی شان اعجازی، خداداد قدرت و طاقت کا کرشمہ ظاہر ہو گیا اور دلیل نبوت اور برہان حقانیت ہر ایک پر روشن ہو گئی تو آپ خوشی میں اکر مسکرائے پھر منے حتیٰ کہ سامنے والے دانت مبارک دائرہوں تک ظاہر ہو گئے اور آپ نے فرمایا اشہدان لا الہ الا اللہ دانی رسول اللہ۔ جو عبد مومن یہ دونو شہادتیں یعنی شہادت توحید اور شہادت رسالت دے کر فوت ہوگا اور بارگاہ



خداوندی میں پہنچے گا تو قیامت کے دن آگ کو اس سے دور رکھا جائے گا بلکہ اس کی نگاہ سے بھی اوجھل رکھا جائیگا۔  
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم فخر غریب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ تبوک میں نکلے ہیں نے عرض کیا یا رسول اللہ اہل روم ہمارے مقابلہ میں آئیں گے جبکہ وہ سیر اور سیراب ہوں گے اور ہم خالی پیٹ ہوں گے۔ اصرار انھار نے اپنے اونٹ ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے (جو چند سواریاں ہیں وہ بھی ختم ہو گئیں تو واپسی کیسے ممکن ہوگی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منادی نے ندا دی جس کے پاس بچا ہوا زوراء ہے وہ ہمارے پاس لے آئے۔ چنانچہ جو کچھ جمع ہوا ہم نے اس کا تخمینہ لگایا تو وہ ستائیس صاع بنا۔ محبوب خدا رحمت پر دوسرا علیہ التیۃ والثناء اس ڈھیر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ دعائے برکت فرمائی۔ پھر اعلان فرمایا کہ ہر شخص اگر اپنے برتن اور توشہ دان بھرے اور لوٹنے کا انداز اختیار نہ کرے چنانچہ سب نے زنبیلوں اور بوروں میں اس کو بھرنا شروع کیا۔ بعض نے اپنے گرتے بھاڑ کر اس میں بھرنا شروع کیا حتیٰ کہ اہل لشکر جتنا لے سکتے تھے لے کر واپس ہو گئے تو صحابہ نے اندازہ لگایا کہ اس ڈھیر کی جو مقدار ابتدا میں تھی وہی اب ہے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی (اور غزوہ تبوک کے اندر شامل حضرات ایک روایت کے مطابق بیس ہزار تھے اور دوسری روایت کے مطابق ستر ہزار)۔

حضرت ابوایاس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک غزوہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ہمیں بھوک نے مشقت میں ڈال دیا حتیٰ کہ ہم نے سواریوں کی قلت اور سخت ضرورت کے باوجود ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہمارے حال زار پر رحم کھاتے ہوئے) فرمایا جس کے پاس جتنا زوراء ہے وہ لے آؤ۔ دسترخوان بچھا دیا گیا اور سارا غلہ وغیرہ اسی پر جمع ہوتا رہا۔ میں نے گردن ادنیٰ کر کے جھانکا اور دیکھا کہ کس قدر جمع ہوا ہے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا حجم صرف اتنا تھا جتنا کہ بکری کا حجم ہوتا ہے جب وہ سونے کے ارادہ سے سر پاؤں پر رکھ کر اور چاروں پاؤں اکٹھے کر کے زمین پر بیٹھ جائے۔ کھانے والے چودہ سو افراد تھے (اور صرف ایک وقت نہیں کھانا تھا بلکہ گھروں کو واپس ہونے تک کھانا تھا) الغرض جمع ہونے کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا برکت فرمائی ہم سب جمع ہو کر کھانے بیٹھ گئے اور جب سیر ہو گئے تو بقایا سے اپنے توشہ دانوں کو بھر لیا۔ یہ روایت صرف مسلم علیہ الرحمہ نے نقل فرمائی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز مبارک میں ضعف محسوس کیا ہے میرے خیال میں آپ کو سخت بھوک لگی ہے کیا تیرے پاس کھانے کو کچھ ہے۔ انہوں نے کہا ہاں! چنانچہ انہوں نے جو کی چند دشتیاں



نکالیں اور اپنا دوپٹہ نکالا۔ اس کے ایک حصہ میں وہ روٹیاں باندھیں اور اس کو میری بغل میں چھپا کر دوسرا حصہ میرے اوپر لپیٹ دیا اور مجھے بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ ہدیہ پیش کرنے کا حکم دیا جب میں حاضر ہوا تو آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ کے ارد گرد بہت سے صحابہ بھی بیٹھے تھے۔ میں جا کر کھڑا ہو گیا (اور طعام قلیل و مردماں بسیار والا معاملہ دیکھ کر حیران سا ہو گیا) حبیب پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے اس تجھے ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا جی حضور! فرمایا اٹھو! ابو طلحہ کے ہاں تمہاری دعوت ہے) آپ مسجد شریف سے نکلے تو میں آپ سے پہلے دوڑتا ہوا حضرت طلحہ کے پاس پہنچا اور انہیں صورتحال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے گھبرا کر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے ام سلیم حبیب پاک تو بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ لا رہے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے جو ان کو کھلائیں۔ انہوں نے جواب میں کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک علیہ افضل الصلوٰۃ بہتر جانتے ہیں (ہم نے اپنی پونجی ان کی خدمت میں بھیج دی جن کو وہ لا رہے ہیں ہمارے گھر بٹھا کر کھلائیں یا کہیں اور یہ ان کی مرضی اور بید پر ہے، بہر حال میزبان خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ استقبال کے لیے گھر سے باہر نکلے اور راہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جاتے اور پھر آپ اور ابو طلحہ مل کر گھر میں داخل ہوئے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام سلیم جو کچھ تیرے پاس موجود ہے وہی لے آ۔ انہوں نے وہی چند روٹیاں حاضر خدمت اقدس کریں۔ آپ نے حکم فرمایا کہ ان کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دو۔ چنانچہ ان کو ٹکڑوں میں تبدیل کر کے اس پر گھی کا مشکیزہ اندلیا اور ان کو تر کر دیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کچھ پڑھا جو بھی اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ پھر فرمایا اے ابو طلحہ دس دس آدمیوں کو اندر بلا تے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے دس افراد کی جماعت کو بلایا وہ کھا کر اور سیر ہو کر چل دیے تو دوسروں کو بلایا حتیٰ کہ سبھی لوگ سیر ہو کر واپس ہوئے (اور وہ کھانا اسی طرح موجود تھا) حالانکہ کھانے والوں کی اسی (۸۰) تعداد تھی۔ (رواہ البخاری والمسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی فرمائی اور اپنے اہل سے زناٹ فرمایا تو میری ماں ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ کی دعوت ولیمہ کا بندوبست کرنے کے لیے (ایک قسم کا عوہ) تیار فرمایا اور ایک بڑے تھال میں ڈال کر مجھے کہا کہ یہ بارگاہ حبیب کبریا علیہ التحیۃ والتناذیر میں لے جاؤ اور عرض کر دو کہ میری ماں نے یہ طعام آپ کی خدمت میں بھیجا ہے وہ سلام عرض کرتی ہیں اور آپ سے درخواست کرتی ہیں کہ قلیل سا ہدیہ ہے ہماری طرف سے (اسے قبول فرما کہ ہماری عزت افزائی فرمائیں) فرماتے ہیں میں امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا میری ماں سلام عرض کرتی ہیں اور ساتھ ہی



یہ تھوڑا سا ہدیہ پیش کر کے عرض کرتی ہیں کہ اس کو شرف قبولیت بخشیں آپ نے فرمایا اس کو رکھ دو اور جا کر  
فلاں فلاں آدمی کو بلاؤ اور ان کے علاوہ جو بھی ملے اس کو میری طرف بلاؤ۔ میں نے ان کو دعوت دی جن کا  
آپ نے نام لیا تھا اور ان کے علاوہ جس کو ملا اس کو بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہونے کو کہا۔ حضرت انس رضی  
اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس طرح مجموعی طور پر تقریباً تین سو آدمی جمع ہوئے۔ وہ سارے حاضر  
ہو گئے حتیٰ کہ حجرہ مبارک اور صف آدمیوں سے بھر گیا تو آپ نے فرمایا اے انس وہ تھا لے آؤ اور لوگوں  
کو حکم دیا کہ دس دس آدمی بیٹھے جاؤ اور ہر انسان اپنے سامنے سے کھائے۔ فرماتے ہیں سب نے یکے بعد دیگرے  
کھایا اور سیر ہو کر چلے گئے۔ پھر فرمایا اے انس اس تھا لے آؤ۔ میں نہیں جانتا کہ جس وقت میں نے  
اسے رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا جب میں نے اس کو اٹھایا اس وقت بھاری تھا۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم میں آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
ہمراہ تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تم میں سے کسی کے پاس طعام ہے تو ایک آدمی کے پاس صرف ایک  
صلع کے قریب آٹا ملا۔ اس کو گوندھا گیا۔ اتنے میں ایک مشرک دراز قد پر گندہ بال بھیڑ بکریوں کو ہانکے ہوئے  
لے آیا۔ نبی الانبیاء علیہ وسلم الثناء نے دریافت فرمایا۔ کوئی بکری تیتا یا عطیہ و ہدیہ کے طور پر دے گا اس نے  
عرض کیا قیمت سے لے لو۔ تو آپ نے اس سے ایک بکری خرید فرمائی۔ اس کو ذبح کیا گیا اور گوشت تیار کیا گیا۔  
حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اس کے کلیجہ وغیرہ کو الگ بھون لیا جائے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ  
عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کے کلیجہ کے ایک سو بیس ٹکڑے کیے جو حضرات  
موجود تھے ان کو اسی وقت کھلایا اور جو موجود نہیں تھے ان کے حصے بچا کر رکھوا دیے اور اس بکری کا گوشت پکا  
کر دو کا سوں میں ڈال دیا گیا۔ ہم سب نے اس کو کھایا حتیٰ کہ اچھی طرح سیر ہو گئے اور بھی گوشت پیالوں میں موجود  
تھا چنانچہ اس کو اپنے ہمراہ اونٹ پر رکھ کر مدینہ طیبہ لائے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حبیب خدا علیہ التیۃ والثناء کے ساتھ نکلے آپ  
نے بنی عبد المطلب کو بلایا اور پھر ایک پیالہ دودھ کا منگوایا۔ ان سب کو پینے کا حکم دیا۔ سب نے پیا۔ حتیٰ کہ اچھی طرح  
سیراب ہو گئے اور وہ دودھ اسی طرح پینے لگا کہ اس کو کسی نے پیا ہی نہیں بلکہ ہاتھ ہی نہیں لگایا۔ تب آپ  
نے فرمایا اے بنی عبد المطلب میں بالخصوص تمہاری طرف مبعوث ہوا ہوں اور بالعموم تمام لوگوں کی طرف اور  
تم نے میرے معجزے اور شان اعجازی کا مشاہدہ کر لیا ہے تو اب تم میں سے کون ہے جو ایمان و اسلام کے ساتھ  
میرے ہاتھ پر بیعت کر لے اور میرا بھائی اور صاحب بنے لیکن ان میں سے کوئی شخص آپ کی طرف بیعت  
کرنے کے لیے نہ اٹھا۔



فرماتے ہیں میں اٹھا حالانکہ میں سب سے چھوٹا تھا اور عرض کیا میں عہدِ ایمان و اسلام پر آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ بنی عبد المطلب کو تین مرتبہ دعوتِ اسلام و ایمان دی اور بیعت کرنے کا حکم دیا۔ ہر بار صرف میں اٹھتا اور بیعت کے لیے عرض کرتا۔ آپ فرماتے تم بیٹھ جاؤ جب تیسری بار اٹھا اور بیعت کے لیے عرض کیا تو آپ نے اپنا دستِ اقدس میرے ہاتھ پر رکھا اور مجھے شرفِ بیعت سے مشرف فرمایا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم بارگاہِ نبوی میں حاضر تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک پیالہ لایا گیا جس میں شربہ (شوربا) میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر بنایا ہوا کھانا تھا آپ نے بھی اس کو تناول فرمایا اور ہم نے بھی۔ یکے بعد دیگرے ایک ایک جماعت کھاتی اور کھا کر اٹھ جاتی حتیٰ کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ ایک آدمی نے حضرت سمرہ سے عرض کیا کھانا میں اور کھانا ملایا جاتا تھا (کیونکہ ایک پیالہ کا اتنا بڑھ جانا اور اتنے افراد پر کافی ہونا تو بعید امر تھا) انہوں نے جواب میں فرمایا زمین سے تو اس میں اور کوئی شے نہیں ملائی جاتی رہی تھی ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ آسمان سے اس میں اضافہ کیا جا رہا ہو۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کیا جو صرف انہیں کو کفایت کر سکتا تھا جب آپ کی خدمت میں لے آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ اور انصاریں سے تیس اشرف اور اکابر کو بلا لاؤ۔ مجھے یہ حکم سن کر گرانی طبع لاحق ہو گئی اور بلانے کے لیے جانے سے قدم بوجھل ہوتے ہوئے محسوس ہوئے کیونکہ اور کھانا میرے پاس نہیں تھا اور یہ کھانا بظاہر صرف دو آدمیوں کو کفایت کر سکتا تھا آپ نے زور دے کر فرمایا جاؤ اور تیس اشرف انصار کو بلا لاؤ۔ میں گیا اور بلا کر لے آیا۔ آپ نے ان کو کھانے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے۔ پھر آپ کے رسول خدا ہونے کی شہادت دی اور جب تک آپ کے دستِ اقدس پر بیعت نہ کر لی وہاں سے نہ اٹھے۔ پھر آپ نے فرمایا جاؤ اور نوے انصاریوں کو بلا لاؤ۔ میں نوے بلکہ ساٹھ کے بلانے پر بھی اس سے زیادہ خوفزدہ تھا جتنا کہ تیس کے بلانے سے مگر تعمیلِ ارشاد اور امثال کے سوا بھی چارہ نہ تھا لہذا ان کو بلا لایا۔ انہوں نے بھی وہ کھانا کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے۔ پھر آپ کے رسول برحق ہونے کی شہادت دی اور اسی مجلس میں آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کی بعد ازاں وہاں سے رخصت ہوئے الغرض میرے اس بھوڑے کھانے کو ایک سو اسی (۱۸۰) آدمیوں نے کھایا جو سارے کے سارے انصار میں سے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک آدمی مہمان بن کر آٹھرا آپ نے اس کی مہمانی کے لیے گھر میں بہت تلاش کی مگر کوئی شے دستیاب نہ ہوئی۔ محض ایک لقمہ



دستیاب ہوا آپ نے اس کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تبدیل فرما کر اس کے سامنے رکھا اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ اس نے کھایا حتیٰ کہ پیٹ بھر لیا اور وہ ٹکڑے ابھی باقی بچ رہے تھے تو اس نے آپ سے عرض کیا یقیناً آپ بہت نیک شخص ہیں۔

## چوتھا باب

### گھنی بڑھانے کا معجزہ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میری ایک بکری تھی میں نے اسکا گھی جمع کیا اور اس سے ایک چر میں ڈبہ بھر گیا۔ انہوں نے فرمایا اے زبیبہ یہ ڈبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاتا کہ آپ اس کو بطور ادا ام (سالن) استعمال کریں۔ زبیبہ اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں لے گئیں اور عرض کیا کہ ام سلیمہ رضی اللہ عنہا نے یہ گھی آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ اس کو کام میں لائیں آپ نے اہل خانہ کو فرمایا یہ گھی لے لو۔ برتن خالی کر کے واپس کر دو۔

زبیبہ وہ برتن لے کر واپس آگئیں۔ ام سلیمہ رضی اللہ عنہا گھر سے غائب تھیں۔ اس نے برتن کو ایک میخ پر دیوار کے ساتھ لٹکا دیا۔ جب ام سلیمہ رضی اللہ عنہا واپس ہوئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ وہ برتن گھی سے بھر پور ہے۔ بلکہ گھی اس کے منہ سے باہر قطرات کی صورت میں ٹپک رہا تھا۔ انہوں نے کہا اے زبیبہ میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ گھی کا یہ برتن بنی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں لے جاؤ۔

انہوں نے عرض کیا وہ برتن لے گئی تھی۔ گھی پیش کر آئی تھی اور اگر میری زبان پر اعتماد نہیں ہے تو خود جا کر سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء سے دریافت کر لو۔ حضرت ام سلیمہ بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا میں نے آپ کی خدمت میں گھی کا ڈبہ بھیجا تھا تاکہ آپ اس کو بطور سالن استعمال فرمادیں (مگر آپ نے اس کو واپس فرمادیا اور اس کو قبول فرما کر ہماری عزت افزائی نہیں فرمائی) سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا بھیجا ہوا گھی پہنچ گیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ اور دین اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ میں نے تو اس برتن کو پہلے سے بھی زیادہ بھرا ہوا پایا حتیٰ کہ اس سے گھی باہر ٹپک رہا تھا۔



آپ نے فرمایا تو تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ جس طرح تم نے اللہ تعالیٰ کے نبی و رسول کو یہ ہریش کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض تمہیں بطور انعام یہ گہی عنایت فرمادیا: **لَتَذَابُواْ اس کو کھاؤ اور کھلاؤ۔**  
حضرت ام سلیم بارگاہ نبوی سے لوٹیں اور اس میں سے گہی کو دوسرے ڈبہ میں منتقل کیا اور ہم اس کو ایک ماہ بلکہ دو ماہ تک استعمال کرتے رہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ام مالک فہرہ رضی اللہ عنہما اپنے ڈبہ میں گہی ڈال کر بارگاہ نبوی میں بطور ہریش و نذرانہ حاضر کرتیں۔ جب کبھی ان کے بچے ان سے ادا (سالن) کا مطالبہ کرتے اور ان کے پاس کوئی شے نہ ہوتی وہ برتن کو اٹھا کر انڈیل دیتیں جس میں بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گہی کا ہریش بھیا کرتی تھیں تو اس سے حسب ضرورت گہی نکل آتا اور ان کے گھر کی ضرورت اس سے پوری ہو جاتی۔  
عصر دراز تک جب یہ سلسلہ جاری رہا تو ایک دن انہوں نے اس کو اچھی طرح نچوڑا تا کہ اندازہ کریں کہ اس میں کل کتنا گہی ہے (مگر اس کے بعد وہ برکت جاتی رہی کیونکہ توکل میں سابقہ نچوڑنے سے یہی بلکہ جو مقدار حاصل ہوتی صرف اسی پر اعتماد رہ گیا) بعد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا کیا تو نے اس کو نچوڑ دیا تھا؟ عرض کیا جی حضور! فرمایا اگر تو اسے اپنے مال پر رہنے دیتی تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہاری ضروریات کو پورا کرتا رہتا۔ یہ روایت صرف مسلم شریف میں ہے، بخاری شریف میں نہیں ہے۔

## پانچواں باب

### کھجوریں بڑھانے اور ان کی مقدار زیادہ کرنے کا معجزہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں چند کھجوریں ایسے حاضر بارگاہ اقدس ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں دعائے برکت فرمادیں۔ آپ نے ان کو اپنے سامنے قطار بنا کر رکھا پھر دعا فرمائی اور مجھے حکم دیا کہ ان کو اپنی زنجیل میں ڈال لے اور جب نکالتی ہوں اس میں ہاتھ ڈال کر نکالنا اور اس کو پلٹا نہیں فرماتے ہیں میں نے اس زنجیل سے اتنے اتنے دسق (چھ من کا پیمانہ) راہ خدا میں خرچ کیے اور خود بھی کھاتا۔ مہمانوں اور حاضرین کو کھلاتا اور وہ زنجیل ہمیشہ میری کمر کے ساتھ بندھی رہتی تھی اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو میرا کمر بند کٹ گیا اور وہ زنجیل گر گئی۔



حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے تین صدے لاحق ہوئے ایک رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جدائی کا۔ میں آپ کا ادنیٰ سا صحابی تھا اور ادنیٰ غلام و خادم (اور آپ کے سہارے دنیا اور اہل دنیا سے بے نیاز) دوسرا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا اور تیسرا زمبیل کا صدمہ۔

حاضرین نے دریافت کیا وہ کیسی زمبیل تھی؟ (جس کے صدمہ کو اتنا عظیم صدمہ قرار دیا ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والتناء کے وصال اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے مظلوم کی شہادت کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے) آپ نے فرمایا: ہم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ہمیں سخت بھوک لگی۔ آپ نے دریافت فرمایا اے ابوہریرہ کوئی شے کھانے کی تمہارے پاس ہے؟ میں نے عرض کیا تھوڑی سی کھجوریں اس تو شدان میں ہیں آپ نے فرمایا وہی لے آؤ۔ میں نے وہ آپ کی خدمت میں حاضر کیں۔ آپ نے اپنا دست اقدس زمبیل میں داخل فرما کر ایک مسٹھی کھجوروں کی نکالی۔ اُن کو اپنے سامنے پھیلا دیا پھر فرمایا دس آدمی میرے پاس بلا لاؤ۔ میں ارشاد نبوی کی تعمیل کرتے ہوئے دس آدمی بلا کر لایا۔ آپ نے ان کو کھانے کا حکم دیا وہ سیر ہو کر چل دیے۔ پھر ایک اور مسٹھی کھجوروں کی نکالی اور اپنے سامنے اُن کو پھیلا کر رکھ دیا اور مجھے حکم دیا کہ دس آدمی اور بلا کر لاؤ۔ میں نے حسب الحکم دس آدمی بلائے۔ وہ بھی حاضر ہوئے۔ کھجوریں کھائیں اور سیر ہو کر واپس ہوئے آپ اسی طرح نکالتے رہے اور دس دس کی ٹولی کو بلا کر کھلاتے رہے حتیٰ کہ سارا لشکر کھا کر اور سیر ہو کر واپس ہوا۔

پھر مجھے ارشاد فرمایا جو کچھ لائے تھے وہ لے جاؤ (ہم نے تمہاری زمبیل میں سے کچھ کمی نہیں کی ہے) اور اس میں سے بقدر ضرورت کھجوریں ہاتھ ڈال کر نکال لینا اور اسی صورت پر اکتفا کرنا ساری زمبیل کو نہ انڈیل دینا۔ آپ فرماتے ہیں جب میں نے زمبیل ہاتھ میں لی تو وہ پہلے سے زیادہ بھری تھی اور اس میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں بھی کھاتا رہا اور کھلاتا رہا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی یہی صورت حال رہی اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی زندگی مبارک اور دور خلافت میں بھی اسی زمبیل سے کھاتا رہا اور لوگوں کو کھلاتا رہا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ساری مدت خلافت میں بھی اس حسنا اثر غیب سے اسی طرح استفادہ کرتا رہا اور جب آپ شہید ہوئے تو میرے گھر کو لوٹ لیا گیا اور اس میں وہ زمبیل بھی چلی گئی۔

حضرت حریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ایک غزوہ میں شریک تھے اور اُن کو طعام اور کھانے کے معاملہ میں عجز اور مجبوری لاحق ہوئی تو آپ نے دریافت فرمایا اے ابوہریرہ کیا تیرے پاس کھانے کی کوئی شے ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! میری زمبیل میں چند کھجوریں ہیں۔ آپ نے فرمایا وہی لے آؤ میں نے وہ کھجوریں لا کر دسترخوان پر رکھ دیں۔ آپ نے دست اقدس زمبیل میں ڈالا اور مسٹھی کھجوروں



کی نکالی جو کہ اکیس کھجوریں تھیں۔ پھر آپ نے بسم اللہ پڑھی اور آپ نے بالترتیب ان کو دسترخوان پر رکھنا شروع فرمایا اور جو کھجور بھی رکھتے ساتھ بسم اللہ پڑھتے۔ پھر مجھے حکم دیا کہ فلاں فلاں صحابی کو بلاؤ ان کے ساتھیوں کو بھی بلاؤ۔ میں نے حسب الارشاد ان صحابیوں کو مبعوث ان کے ساتھیوں کے بلایا۔ سب نے کھایا اور سیر ہو کر وہاں سے نکلے۔ دوبارہ آپ نے فرمایا فلاں صحابی کو مبعوث ان کے ساتھیوں کے بلاؤ چنانچہ میں نے ان کو بلایا وہ بھی آئے اور سیر ہو کر وہاں سے نکلے۔

اور وہ کھجوریں نکال رہی تھیں تب آپ نے مجھے فرمایا بیٹھو۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کھاؤ میں نے وہ کھجوریں کھائیں اور آپ نے بھی تناول فرمائیں۔ پھر بھی کچ لگیں تو انہیں آپ نے میری زینل میں ڈال دیا۔ پھر مجھے فرمایا اے ابوہریرہ جب تو کھانے کا ارادہ کرے تو ہاتھ اندر ڈال کر نکالنا اور اسے نہ اٹھ لینا ورنہ خیر و برکت ختم ہو جائے گی اور کمی واقع ہو جائے گی۔ فرماتے ہیں میں جب بھی کھجوریں کھانے کا ارادہ کرتا تو ہاتھ ڈال کر بقدر ضرورت نکال لیتا اور میں نے اس میں سے پچاس دستی (تین سو من) راہ خدا میں خیرات کیے اور وہ زینل میرے رحل اور پالان کے پیچھے لٹکی رہتی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ شہادت میں وہ زینل ضائع ہو گئی۔ بشیر بن سعد کی صاحبزادی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی بہن سے مروی ہے کہ مجھے میری ماں عمرہ بنت رواحہ نے کپڑے میں کھجوریں باندھ کر دیں اور مجھے کہا اے بیٹی اپنے باپ اور ماموں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ان کا صبح کا کھانا لے جا۔ میں وہ کھجوریں لے کر چلی اور اسی دوران جبکہ میں اپنے باپ اور ماموں کو تلاش کر رہی تو میرا گزیر رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ پر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ اے بیٹی یہ تیرے پاس کیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کھجوریں ہیں جو میری ماں نے مجھے دیکر میرے باپ اور ماموں کی طرف بھیجا ہے تاکہ ان کو بطور غذا (دوپہر کے کھانا کے) تناول فرمائیں۔

آپ نے فرمایا۔ ادھر لے آؤ۔ میں نے وہ کھجوریں سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں ہتھیلوں پر لیں اور ان کھجوروں سے وہ بھر نہ سکیں۔ آپ نے کپڑا بچھانے کا حکم دیا جب اس کو بچھا دیا گیا تو آپ نے وہ کھجوریں اس پر پھیلا دیں۔ پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ اہل خندق کو بلاؤ اور اعلان کرو کہ اے اہل خندق بھی آکر کھانا کھا لو۔ سب اہل خندق جمع ہو گئے اور ان کھجوروں کو کھانا شروع کر دیا اور کھجوریں تھیں کہ برہمتی چلی جا رہی تھیں حتیٰ کہ سبھی سیر ہو کر لوٹ گئے اور کھجوریں کپڑے پر سما نہیں رہی تھیں بلکہ ادھر ادھر گر رہی تھیں۔



## چھٹا باب

### شان اعجازی سے تھوڑے پانی کو زیادہ کر دینا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ساری رات سفر کو جاری رکھا۔ رات کے آخری حصہ میں مینہ سے مجبور ہو کر سو گئے اور مسافر کے نزدیک اس وقت کی مینہ سے کوئی شے زیادہ عزیز اور پیاری نہیں ہوتی۔ ہمیں پھر سورج کی دھوپ نے بیدار کیا سب سے پہلے فلاں شخص بیدار ہو پھر فلاں۔ جن کا البور جانا نام بیان کرتے تھے مگر حضرت عوف بھول گئے۔ بعد ازاں حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک خوابِ اترتہ میں تھے اور جب آپ آرام فرما ہوئے تھے ہم آپ کو بیدار نہیں کرتے تھے تا آنکہ آپ خود بیدار نہ ہو جائیں کیونکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ مینہ میں آپ کو الشرب العزت کی طرف سے کیا تعلیم و تربیت فرمائی جا رہی ہو اور کیا کیا علوم و معارف القاد کیے جا رہے ہوں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے نماز قضا ہو جانے کی وجہ سے لوگوں کا اضطراب دیکھا اور آپ جرات مند بھی تھے اور مافی الضمیر کے اظہار میں جلدی کرنے والے انہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنا شروع کیا حتیٰ کہ حبیب خدا علیہ التیجۃ والتاوتواب استراحت سے بیدار ہوئے جب آپ بیدار ہوئے تو صحابہ نے آپ کی بارگاہِ اقدس میں نماز کے معاملہ میں سرزد ہونے والی کوتاہی کی شکایت کی آپ نے فرمایا پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہاں سے کوچ کرو۔ تھوڑی دور جا کر پڑاؤ ڈالو۔ وضو کے لیے پانی طلب فرمایا۔ وضو فرمایا۔ اذان دی گئی اور بعد ازاں آپ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز پڑھائی۔

جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جو انگ تھلگ کھڑا تھا اور باجماعت نماز ادا نہیں کی تھی۔ آپ نے فرمایا اسے فلاں تجھے قوم کے ساتھ نماز ادا کرنے میں کونسا امر مانع ہوا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے حاجت غسل درپیش تھی اور پانی دستیاب نہیں تھا لہذا نماز نہیں پڑھ سکا آپ نے فرمایا پاک مٹی کے ساتھ تیمم کر لے اور نماز پڑھ۔

پھر آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ صحابہ نے آپ کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی آپ سواری سے اتر پڑے اور ایک شخص کا نام لے کر بلایا جس کا نام البور جاد ذکر کرتے تھے مگر عوف اس کو بھول گئے اور



ساتھ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا (جب دونو حاضر ہو گئے) تو ان کو فرمایا جا کر ہمارے لیے پانی تلاش کرو۔ دونوں حضرات چلے۔ راہ میں ایک عورت ملی جو اونٹنی پر سوار تھی اور دو بڑی مشکیں پانی سے بھری اوپر رکھی تھیں اور خود درمیان میں بیٹھی تھی۔ اس سے دریافت کیا پانی کہاں ہے اور کتنی دور ہے؟ اس نے کہا میں کل اس وقت پانی لے کر چلی ہوں اور ہماری جماعت پیچھے ہے۔ ان حضرات نے اس عورت کو فرمایا۔ پھر تم ہی چلو۔ اس نے دریافت کیا کہ دھڑلوں؟ انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں! اس نے کہا وہ شخص جس کو لوگ صابی (دین قوم سے الگ ہونے والے) کہتے ہیں! انہوں نے فرمایا جو ہستی تو نے سمجھی ہے اور جس کی طرف اس عبارت میں اشارہ کیا ہے ہماری مراد وہی ہے۔ لہذا چلو چنانچہ اس کو بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لے آئے اور پانی کی دوری کے متعلق عرض کیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس کو اونٹ سے اترنے کے متعلق کہا اور مختار خزانہ خداوندی صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن طلب فرمایا اور دونو مشکیزوں کا منہ کھول کر اس میں پانی پلٹا پھر ان کے منہ بند کر کے نچلے دہانے کھولے اور لوگوں میں اعلان کر دیا گیا کہ آؤ پانی پو اور جانوروں کو پلاؤ جس نے چاہا جانوروں کو پلایا اور آخر میں اس شخص کو پانی کا برتن بھردیا جس کو غسل کی حاجت تھی اور حکم فرمایا کہ جا کر اس کے ساتھ غسل کرو۔ وہ عورت کھڑی دیکھ رہی تھی جو سلوک اس کے پانی کے ساتھ ہو رہا تھا۔

عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب پانی انڈیلنے کا سلسلہ ختم ہوا اور ہر ضرورت مند کی ضرورت پوری ہو گئی تو ان کے مشکیزوں کے دہانے بند کر دیے گئے اور ہمیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کی نسبت اب زیادہ بھری ہوئی ہیں جتنی کہ ابتدا میں بھری ہوئی تھیں۔

سر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے لیے سامان خورد و نوش جمع کر دو چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عجوہ جیسی عمدہ کھجوریں۔ گندم کا آٹا اور سلق اکٹھا کیا حتیٰ کہ بہت سا اطعام جمع ہو گیا۔ اس کو کپڑے میں باندھا اور اس عورت کو اونٹ پر سوار کر کے وہ گھڑی اس کے آگے رکھی۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو فرمایا اس امر کا یقین رکھنا ہم نے تیرے پانی کی ایک بوند بھی کم نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں میرا فرمادیا ہے۔

حضرت عمران فرماتے ہیں وہ عورت اپنے گھر دیر سے پہنچی تو گھر والوں نے دیر کا سبب پوچھا اس نے کہا کیا پوچھتے ہو میں نے عجب معاملہ دیکھا ہے مجھے دو آدمی ملے جو مجھے اس ہستی کے پاس لے گئے جن کو صابی کہا جاتا ہے انہوں نے میرے پانی کے ساتھ یہ سلوک کیا (اور جب دیکھا تو پانی پہلے سے زیادہ معلوم ہوتا تھا) خدا ماتو وہ آسمان و زمیں کے درمیان جتنی مخلوق ہستی ہے ان سب سے زیادہ جادوگر ہیں



اور یا پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

حضرت عمران فرماتے ہیں جب صحابہ کفار و مشرکین پر حملہ فرماتے تو اس قبیلہ اور گروہ کے آس پاس حملہ آور ہوتے مگر ان کے ساتھ کوئی تعرض نہ کرتے۔ ایک دن اس عورت نے اپنی قوم سے کہا میرے خیال میں قوم مسلم تمہیں عمداً اپنے حملوں سے محفوظ رکھے ہوئے ہے اور میری وجہ سے تمہاری اعانت کر رہی ہے۔

کیا تمہارے لیے اسلام میں کوئی وجہ بغیت و میلان نہیں ہے؟ اہل قبیلہ نے اس کی اطاعت کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیا اور اہل اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گئے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حدیبیہ والے کنوئیں پر پہنچے اس میں جتنا پانی تھا وہ فوراً خالی کر دیا گیا اور پانی پینے والوں کی تعداد چودہ سو تھی (جب پانی کی قلت اور پیاس کی شدت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی گئی) تو آپ نے ایک ڈول پانی نکالنے کا حکم دیا۔ پانی کی کٹی کر کے اس میں ڈال دیا اور دعا برکت فرمائی (کنوئیں کا پانی اتنا زیادہ ہو گیا کہ حضرت برادر فرماتے ہیں ہم خود سیراب ہوئے اور اپنے جانوروں کو سیراب کیا۔

مسعود بن مخزومہ اور مردان بن حکم سے مروی ہے کہ رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے موقع پر چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ نکلے جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو بیت اللہ کے لیے ہدیہ کے جانوروں کے گلے میں قلاوے ڈالے اور (نیزہ کے ساتھ اونٹوں کی کواٹوں کے قریب معمولی زخم لگائے تاکہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ یہ بیت اللہ کے لیے ہدیہ ہیں۔ اور عمرہ کا احرام باندھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف اور مکہ مکرمہ کو جانے والے معروف راستہ سے لے جانے کی بجائے حدیبیہ والی راہ پر چلنے کا حکم دیا اور حدیبیہ میں پہنچ کر ایک قلیل پانی والے کنوئیں پر پڑاؤ ڈالا جس سے صحابہ تھوڑا تھوڑا پانی حاصل کرتے تھے بس تھوڑی دیر میں وہ پانی ختم ہو گیا۔

صحابہ نے بارگاہ مصطفیٰ علیہ النجۃ والثناء میں پیاس کی شکایت کی آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اس کو کنوئیں میں پھینکنے کا حکم دیا جب حسب الارشاد اس تیر کو کنوئیں میں پھینکا گیا تو بجدا پانی کنوئیں کی تر سے جوش و خروش کے ساتھ چشمہ کی مانند ابھنے لگا اور جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے وہاں پڑاؤ ڈالے رکھا وہ کنواں پانی کے ساتھ فوارہ صفت جاری رہا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان وہاں سے لوٹے۔

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہمراہ تھے ہم ایک کنوئیں پر پہنچے جس میں قلیل پانی تھا۔ چھ آدمی اس میں اترے جن میں ایک میں بھی تھا۔ ہماری طرف ایک ڈول نکلیا گیا اور رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم کنوئیں کے کنارے پر تشریف فرما تھے۔



ہم نے اس سے جو پانی ڈول میں جمع کیا وہ نصف بلکہ تہائی ڈول ہو گا۔ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلند کیا گیا۔ آپ نے دستِ اقدس اس میں ڈلویا اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا پڑھا۔ پھر اس کو ہماری طرف لٹا دیا گیا بعد اس پانی کے جو اس میں تھا۔ جوں ہی وہ پانی کنوئیں میں پہنچا تو وہ اس جوش و خروش سے فوارہ دار پانی کو اگلنے لگا کہ وہ ایک نہر جاری کی مانند معلوم ہونے لگا اور ہم سے ایک شخص کو کپڑے کے ذریعے باہر کھینچا گیا کہ کہیں پانی میں غرق ہی نہ ہو جائے۔

زیاد بن حارث سے منقول ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کے دست اقدس پر بیعت اسلام کی۔ پھر میری قوم کا وفد حاضر ہوا جو خود مسلمان ہوا اور اپنی قوم کے مسلمان ہونے کی خوشخبری بھی لایا۔ پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا ایک کنواں ہے۔ جب موسم سرما ہو تو اس کا پانی نہیں کافی ہو رہتا ہے۔ ہم اس پر جمع ہو جاتے ہیں اور جب گرمی کا موسم ہو تو اس کا پانی کم ہو جاتا ہے اور ہم ادھر ادھر پانی کی تلاش میں منتشر ہو جاتے ہیں اور ہماری جماعت پر آگندہ ہو جاتی ہے۔ اور اسلام لانے کے بعد ہم متفرق ہو کر گزرا نہیں کر سکتے کیونکہ اطراف انہما کے تمام لوگ ہمارے دشمن ہیں۔ لہذا بارگاہِ خداوندی میں دعا کریں کہ اس کا پانی ہماری قوم کو کافی ہو جائے۔

آپ نے سات کنکریاں طلب فرمائیں پھر ان کو دست اقدس پر الگ الگ کر کے رکھا اور ان پر دعا فرمائی اور حکم دیا کہ جب اس کنوئیں پر پہنچو تو (اللہ تعالیٰ کا نام لے کر) یہ کنکریاں ایک ایک کر کے اس میں ڈالتے جانا چنانچہ انہوں نے حسب الارشاد عمل کیا تو اس کے بعد انہیں کبھی بھی کنوئیں کی تہ (پانی کی فراوانی کی وجہ سے) دیکھنے کا موقع نہ ملا۔

حضرت ابویاس سے مروی ہے کہ ایک شخص بارگاہِ نبوی میں چھوٹا سا مشکیزہ لایا جس میں پانی کی معمولی مقدار تھی۔ سرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک پیالے میں ڈالا۔ ہم کوئی چودہ سو آدمی تھے سب نے اس سے دل کھول کر وضو کیا اور کشادہ دلی کے ساتھ اسے استعمال کیا۔ جب ہم اپنی ضرورت پوری کر چکے تو بعد ازاں اٹھ آدمی حاضر ہوئے۔ انہوں نے دریافت کیا کیا وضو کے لیے پانی ہو گا تو آپ نے فرمایا اب پانی ختم ہو گیا ہے اس روا کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا کہ تم پچھلے پہر اور پھر ساری رات چلو گے تو کل انشاء اللہ پانی پر پہنچو گے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان یہ فرمان سن کر تیزی سے چلنے لگے اور صرف اسی خیال میں مستغرق ہو کر چل رہے تھے۔ ایک دوسرے کی طرف کوئی التفات اور دھیان نہیں تھا۔ آپ رات کے وقت سفر فرما رہے تھے کہ رات تقریباً آدھی ہو گئی۔ میں آپ کے پہلو میں تھا۔ آپ کو اذگھ آگئی اور آپ



سواری سے ایک طرف مائل ہو گئے اور جھک گئے میں قریب آگیا اور سہارا دے کر جگائے بغیر آپ کو سیدھا کر دیا آپ اسی طرح سفر میں رہے حتیٰ کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا تو پھر آپ سواری سے ایک طرف مائل ہو گئے۔ میں نے پھر سہارا دیا تو آپ سنبھل گئے اور بیدار ہوئے بغیر حالت اعتدال پر ہو گئے۔ آپ نے اسی حالت میں سفر کو جاری رکھا حتیٰ کہ وقت سحر آپہنچا تو آپ اتنے نیچے کی طرف مائل ہوئے کہ پہلے دو موقوفوں پر بھی اتنے مائل نہ ہوئے تھے اور نہ جھکے تھے حتیٰ کہ قریب تھا کہ زمین سے باہر آجائیں۔ میں قریب آیا اور آپ کو سہارا دیا۔

(آپ اس وقت بیدار ہوئے) سر اقدس اٹھایا اور دریافت فرمایا یہ سہارا دینے والا کون ہے؟ میں نے عرض کیا ابوقنادہ۔ آپ نے پوچھا تمہارا میرے ساتھ اس طرح کا چلنا کب سے ہے۔ میں نے عرض کیا میرا انداز سیر و سفر آپ کی معیت میں آج ساری رات اسی طرح رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے جس طرح تم نے اس کے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی حفاظت کی ہے۔

پھر دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے خیال میں ہم لوگوں سے مخفی اور پوشیدہ ہیں۔ کیا تمہیں کوئی شخص اپنے رفقاء سفر میں سے نظر آتا ہے؟ میں نے عرض کیا ایک سواریہ ہے (پھر دوسرا نظر آیا) تو عرض کیا یہ دوسرا سواریہ ہے حتیٰ کہ ہم سات سو جمع ہو گئے۔ پھر آپ راستہ سے ایک طرف ہٹے اور سبز خانہ خواب استراحت کے لیے رکھا۔ اور ہمیں حکم فرمایا کہ نماز کا خیال رکھنا (اور وقت پر بیدار کر دینا) مگر ہم سب سو گئے حتیٰ کہ جب سورج اچھی طرح بلند ہو گیا تو سب سے پہلے آپ بیدار ہوئے اور بعد ازاں ہم گھبرا کر اٹھے۔ آپ نے فرمایا اس جگہ سے نکلنا اور سواریوں پر سوار ہو جاؤ ہم حسب الارشاد سوار ہو کر چلے جب سورج بلند ہو گیا تو اترے آپ نے وضو کا برتن طلب فرمایا جو کہ میرے پاس تھا اور اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اس سے وضو فرمایا (مگر معمول سے کم پانی استعمال فرمایا) اور مجھے حکم دیا کہ اس برتن کو اچھی طرح محفوظ رکھنا (اور اس کا پانی ضائع نہ ہونے دینا) عنقریب اس کی عظیم شان ظاہر ہوگی۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ آپ نے دو رکعت راقبہ ادا فرمائیں اور پھر نماز فجر ادا فرمائی اور جو نماز فجر کے معمولات تھے وہ ادا فرمائے اور بعد ازاں آپ سوار ہوئے اور ہم بھی آپ کے ہمراہ سوار ہوئے ہم ایک دوسرے کے کانوں میں سرگوشی کرنے لگے اور آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے کہ جو فرض گذشت نماز کے معاملہ میں ہم سے ہوئی ہے اس کا کیا کفارہ ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے لیے میرے عمل میں رہنمائی اور سامان اتباع و تقلید نہیں ہے؟ پھر فرمایا سوئے رہنے میں اور اس طرح غیر امتیازی اور غیر ارادی طور پر نماز کے تقاضا ہو جانے میں تفریط و تقصیر نہیں ہے۔ تفریط و تقصیر اور قابل مواخذہ جرم یہ ہے کہ بیدار ہو کر گزاری ہوئی اور فوت شدہ نماز کو ادا نہ کیا جائے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔ اگر کسی سے حالت نیند میں نماز رہ جائے تو جوں ہی بیدار ہو (اور وقت کراہت



نہ ہو) تو فوراً ادا کرے۔

ہم چلتے چلتے جب صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس جا پہنچے تو انہوں نے فریاد کی یا رسول اللہ ہلکنا عطشا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم شدت پیاس سے جاں طلب اور قریب المرگ ہیں آپ نے فرمایا لا ھلکنا علیکھ اب تمہارے لیے ہلاکت نہیں ہے (اب میں پہنچ گیا ہوں اور تمہاری سیرابی کا بندوبست کر دوں گا) پھر آپ نے فرمایا میرا چھوٹا پیالا (جو پالان کے ساتھ باندھا ہوا ہے) کھول کر لاؤ اور وضو والا برتن بھی طلب فرمایا۔ آپ پانی پیلے میں پلٹے اور انڈیلتے جا رہے تھے اور حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ پلاتے جا رہے تھے۔ جوں ہی لوگوں نے وضو والے برتن میں پانی دیکھا تو جھرمٹ کر کے اکٹھے ہو گئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسنوا البلاء کلکم سیروی۔ اچھی طرح جماعت بندی کر لو اور ترتیب وار کھڑے ہو جاؤ تم سارے سیراب ہو جاؤ گے (فکر مند ہونے کی اور جلد بازی سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہے) سرورِ عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم پانی ڈالتے جا رہے تھے اور میں لوگوں کو پلاتا جا رہا تھا حتیٰ کہ سب لوگ سیراب ہو گئے اور صرف میں رہ گیا تھا یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ تب آپ نے پانی پیالہ میں پلٹ کر مجھے پینے کا حکم دیا میں نے عرض کیا جب تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پانی نہیں پیں گے میں نہیں پیوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ ان ساقی القوم اخرجهم شرباً۔ قوم کا ساقی اور سیراب کرنے والا آخر میں پیتا ہے اور ادب و اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بعد میں پئے۔ چنانچہ پہلے میں نے پیارے پھر رسول پاک علیہ افضل الصلوٰۃ نے پیلے بعد میں لوگ پانی والی جگہ پر پہنچے در انما لیک وہ خوش و خرم اور سیراب دوسرا رہے۔

فائدہ جلیلہ۔ امام نووی نے شرح مسلم میں اس حدیث پاک کے تحت فرمایا کہ اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی معجزات ظاہر ہوئے ایک تو تھوڑے پانی کو بہت بڑی جماعت پر پورا فرما دینا جو کوبنی امور میں اختیار مصطفوی پر واضح دلیل ہے۔ دوسرا معجزہ اخبار الغیب کے لحاظ سے ہے کہ آپ نے فرمایا وضو کے اس برتن سے عجیب شان ظاہر ہوگی اور جس طرح فرمایا تھا اسی طرح ہوا تیسرا اور چوتھا معجزہ بھی علم غیب سے متعلق ہے یعنی یہ فرمایا کہ تیرہ دن اور ساری رات چلو گے تب کل پانی پر پہنچو گے یہ علم صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اور کسی صحابی کو نہ تھا اور یہ ارشاد کہ اچھی طرح جماعت بندی کرو۔ وسعت اخلاق اور عالی ظرفی کا مظاہرہ کر دو تم بھی سیراب ہو جاؤ گے یہ بھی علم غیب سے متعلق ہے اور آپ نے جس طرح فرمایا تھا اسی طرح ہوا۔ والحمد للہ علی ذالک۔ شرح مسلم للامام نووی جلد اول صفحہ ۲۴



## ساتواں باب

سرِ عالم مختار کائنات علیہ افضل الصلوات کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام زورار پر تشریف فرما تھے۔ آپ کی بارگاہ اقدس میں پانی کا برتن لایا گیا جس میں (پانی اتنا قلیل تھا کہ اس میں) آپ کی انگلیاں بھی نہیں ڈوبتی تھیں۔ آپ نے کف دست اس میں رکھا اور فرمایا اے صحابہ آؤ اور وضو کرو۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ آپ کی مقدس انگلیوں کے درمیان سے اور ان کے اطراف سے پانی فوارہ کی صورت ابل رہا تھا حتیٰ کہ ساری قوم نے وضو کر لیا۔ آپ سے عرض کیا گیا وضو کرنے والوں کی تعداد کتنی تھی تو آپ نے فرمایا تین صد۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور تمہارے ساتھ پانی نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا ایسا شخص تلاش کرو جس کے ساتھ پانی ہو۔ ہم نے تلاش کیا اور پانی لا کر آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے اس پانی کو ایک برتن میں انڈیل کر اپنا ہاتھ مبارک اس میں رکھا۔ پانی پانچ چشموں کی صورت میں انگلیوں کے درمیان سے ابلنے لگا۔ آپ نے فرمایا:

حَتَّى عَلَى الظُّهُورِ الْمُبَارَكِ وَالْبِرْكَةُ مِنَ اللَّهِ - آؤ بابرکت پانی پیو اور اللہ تعالیٰ کی برکت کی طرف آؤ اور اس سے استفادہ واستفادہ کرو۔ میں نے اس سے پیٹ بھر کر پیا، اور لوگ بھی اچھی طرح سیراب ہوئے اور پانی کو حتی المقدور حاصل کر کے ذخیرہ کیا۔ رواہ البخاری۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح اٹھے اور آپ کے شکریوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ ایک صحابی حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل شکر کے پاس پانی نہیں ہے آپ نے دریافت فرمایا کیا تیرے پاس قدرے پانی ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا وہی میرے پاس لے آؤ۔ وہ ایک برتن لایا جس میں بالکل قلیل مقدار میں پانی تھا آپ نے اپنی مقدس انگلیاں اکٹھی کر کے برتن کے منہ سے اندر داخل فرمائیں اور اس کے اندر ان کو پھیلا دیا تو انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے اور آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جس نے بابرکت پانی لینا ہے، وہ فوراً آئے اور لے جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول معظم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ لوگوں کو پانی نہ مل سکا۔ رسول خدا علیہ التحیۃ والتناہ کی خدمت اقدس میں ایک نگار اور وسیع ظرف لایا گیا (جس میں تھوڑا



ساپانی تھا، آپ نے دستِ اقدس اس میں رکھا اور انگلیوں کو پھیلا دیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں یہیں نے آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی چشمہ وار ابٹا ہوا دیکھا اور آپ نے فرمایا۔

حتى على الوضوء والبركة من الله - وضوء کے پانی اور برکت خداوندی کی طرف آؤ اور اس سے استفادہ واستفاضہ کرو۔

اعمش کہتے ہیں کہ مجھے سالم بن ابی الجعد نے بتلایا کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اس دن کتنے آدمی تھے (جنہوں نے اس پانی سے استفادہ کیا) انہوں نے فرمایا کہ ہم ڈیڑھ ہزار آدمی تھے۔ افہم البغاری۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو سخت پیاس لگی اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سامنے پانی کا پیالہ تھا آپ نے اس سے وضو فرمایا۔ سبھی لوگ آپ کی خدمت میں پہنچ گئے آپ نے فرمایا کیا بات ہے کیوں اکٹھے ہو کر آگئے ہو؟ عرض کیا ہمارے پاس نہ وضو کے لیے پانی ہے اور نہ پینے کے لیے۔ پورے لشکر میں صرف وہی پانی ہے جو آپ کے اس برتن میں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس اس برتن میں رکھا تو پانی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی مانند پھوٹ پڑا۔ فرماتے ہیں ہم نے پیابھی اور وضو بھی کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تم کتنے افراد تھے جنہوں نے اس پانی سے وضو کیا اور پیابھی۔ آپ نے فرمایا اگر لاکھ افراد ہوتے تو بھی وہ پانی کفایت کر جاتا مگر اس وقت پندرہ سو آدمی تھے (رواہ البخاری والمسلم)۔

حضرت جابر بن عبداللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم لشکر میں تھے سرورِ انبیاء علیہ التیمۃ والثناء نے ارشاد فرمایا اے جابر لوگوں میں اعلان کرو کہ وضو کر لیں (اور پانی ادھر بھی لائیں) انہوں نے اعلان فرمایا کہ آیا لشکر میں پانی نہیں ہے؟ آیا لشکر میں پانی نہیں ہے؟

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس جماعت کے ہاں مجھے پانی کا ایک قطرہ بھی دستیاب نہیں ہوا۔ ایک انصاری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی (کے مشکیزوں کو ٹکڑیوں پر ٹکڑا کر اس کو) آنحضرت کے لیے ٹھنڈا کرتا تھا آپ نے حکم دیا کہ اس کے پاس جا کر پانی کا پتہ کرو۔ وہیں گیا تو اس کے ہاں بھی مشکیزہ کے نچلے (پانی حاصل کرنے والے) دہانے میں آٹا قلیل پانی تھا کہ اگر اوپر والے دہانے سے اس کو اٹھایا جاتا تو وہ پانی مشکیزہ کے خشک حصہ میں جذب ہو کر رہ جاتا اور ایک بوند بھی باہر نہ نکل سکتی (صورت حال رسالتاب علیہ افضل الصلوٰۃ سے عرض کی) تو آپ نے فرمایا جاؤ اور وہی پانی لے آؤ۔ میں جب لے آیا تو آپ نے اس پانی کو دست اقدس پر لیا اور کچھ پرٹھنا شروع فرمایا۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے کیا پڑھا اور پھر پانی کو مشکیزہ میں ڈال کر میرے حوالے کر دیا اور فرمایا کہ اے جابر بڑا پیالہ (تھال) منگادو میں نے آواز دی شکر کے لیے جو بڑا پیالہ یا تھال ہے وہ جہاں ہے فوراً لاؤ۔ وہ اٹھا کر میرے پاس لایا گیا۔ آپ نے اسے اپنے سامنے



رکھا اور دست اقدس کو اس میں گہری جگہ رکھ کر انگلیاں مبارک پھیلا دیں اور مجھے حکم دیا اسے جابر پانی ڈالو اور بسم اللہ پڑھو۔ میں نے بسم اللہ پڑھ کر پانی اندر ڈال دیکھتا ہوں کہ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی نوارہ کی طرح ابل رہا تھا۔ پانی کی تہ سے بندہ ہونے لگا اور چکر باندھ لیا حتیٰ کہ وہ بھر گیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ اعلان کرو جس کو پانی کی ضرورت ہے وہ آکرے جائے۔

میں نے اعلان کیا تو لوگ دوڑے آئے اور پیا حتیٰ کہ سیراب ہو گئے۔ تب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تغار سے ہاتھ مبارک باہر نکالا۔

## آٹھواں باب

### دودھ کو زیادہ کرنے کا معجزہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے قلب و جگر کے بل زمین پر لیٹا ہوا تھا (اور قبل ازیں میں صحابہ رضی اللہ عنہم) کے راستہ پر بیٹھا ہوا تھا جہاں سے اُن کا گزرتا تھا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گزرے تو میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے متعلق دریافت کیا اور اس سوال کا مطلب صرف یہ تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں اور کھانا کھلائیں مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا گزرتا ہوا اُن سے بھی دریافت کیا کہ قولِ باری تعالیٰ یطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکیناً۔ الایۃ کا کیا مطلب ہے اور مقصد وہی تھا کہ یہ مجھ مسکین کو کھانا کھلائیں مگر انہوں نے بھی ایسا نہ کیا۔ پھر حضور اکرم ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور میرے چہرے کو دیکھ کر جو کچھ میرے دل میں تھا اس کو بھانپ لیا اور جان لیا۔ فرمایا اے ابوہریرہ میں نے عرض کیا لیکٹ یا رسول اللہ میرے پیچھے آؤ۔ میں نے آپ کے پیچھے چلنا شروع کر دیا آپ دو لنگدہ پر تشریف لائے تو میں نے داخل ہونے کا اذن طلب کیا۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ گھر میں آپ کو دودھ کا پیالہ نظر آیا۔ دریافت فرمایا یہ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا فلاں شخص یا آل فلاں نے بھیجا ہے۔

آپ نے فرمایا اب اتھر میں نے عرض کیا لیکٹ یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اہل صفہ کے پاس جاؤ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اہل صفہ اسلام کے دھماں تھے اُن کی نہ بیوی بچے تھے اور نہ ہی مکان اور مال و منال۔ جب بھی بارگاہ رسالت اب صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی ہر یہ فائدہ نہ آتا آپ بقدر حاجت اس کو استعمال فرماتے اور پھر اُن کے پاس بھیج دیتے



اور جب صدقہ آپ کی خدمت میں لایا جاتا تو آپ استعمال نہ فرماتے بلکہ سارے کا سارا انہیں کی طرف بھیج دیتے فرماتے ہیں میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنا تو غمگین سا ہو گیا (کیونکہ) میں یہ امید رکھتا تھا کہ مجھے اتنا دودھ مل جائے گا کہ بقایا شب و روز کفایت کر جائے گا (اور اس وقت میرے سامنے یہ صورت حال تھی) کہ میں آپ کا لمبی تھا اور جب اصحاب صفہ آئے تو لامحالہ میں ہی ان کو پلانے والا ہوں گا تو (ستر وہ ہیں اور دودھ کا صرف ایک پیالہ) میرے لیے کیا بچے گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت کے سوا کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ اصحاب صفہ کے پاس گیا اور ان کو بارگاہ مصطفیٰ علیہ التہیۃ والتناذیر کی طرف بلایا۔ وہ دوڑتے ہوئے حاضر ہوئے اذن طلب کیا آپ نے اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ وہ آپ کے دو لنگرہ میں اپنی اپنی جگہ سنبھال کر بیٹھ گئے۔ مختار کو نہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے ابوہریرہ پیالہ لو اور ان کو باری باری دیتے جاؤ اور پلاتے جاؤ۔ میں نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے پیالہ ہاتھ میں لیا اور یکے بعد دیگرے ان کو دنیا شروع کیا جو بھی لیتا وہ اتنا پیتا کہ سیراب ہو جاتا پھر پیالہ لوٹا دیتا میں دوسرے کے حوالے کر دیتا وہ بھی پی کر سیراب ہو لیتا تب واپس کرتا حتیٰ کہ (آخری فرد تک) سبھی سیراب ہو گئے ہیں نے وہ پیالہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ (ابھی اس میں دودھ بچا ہوا تھا) آپ نے پیالہ لے کر اپنے دست اقدس پر رکھا پھر سر اقدس میری طرف اٹھایا اور بسم فرمایا اور فرمایا اے اباہر میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اب صرف میں باقی رہ گیا ہوں اور تو (باقی تو سبھی سیراب ہو لیے) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے بجا فرمایا آپ نے فرمایا تو اب تم بیٹھ جاؤ اور پیو۔ فرماتے ہیں میں بیٹھ گیا اور پیالہ کو منہ لگا کر جتنا پی سکتا تھا پیا۔ آپ نے فرمایا اور پیو میں نے پھر یہی کہ آپ اسی طرح فرماتے رہے اور پیو اور پیو اور میں پتیا رہا یہاں تک میں مجبور ہو گیا اور عرض کیا اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اب میرے اندر کوئی گنجائش نہیں رہی اور نہ دودھ کے اندر جانے کا کوئی راستہ۔ تو آپ نے فرمایا اچھا تو پیالہ مجھے دو میں نے وہ پیالہ بارگاہ اقدس میں پیش کیا تو آپ نے بقایا کو پیا تب پیالہ خالی ہوا۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ صحابی ہیں۔ ہم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہمراہ تھے اور تقریباً چار سو افراد تھے۔ ایک ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں پانی نام کو نہیں تھا یہ اسرا صحاب رسول اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم پر رحمت گراں گذر

عہ فائدہ جلیلہ۔ اس روایت سے جہاں امور کو فیض میں اختیار مصطفیٰ علیہ التہیۃ والتناذیر ہے وہیں علم غیب کا تحقیق بھی واضح ہے اگر یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ پیالہ بھر دودھ اصحاب صفہ کو اور ابوہریرہ کو کفایت کر جائے گا تو ان سب کے بلانے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ امام اہل سنت نے فرمایا کیوں جناب ابوہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا



اور پیاس کی وجہ سے جب سخت پریشان ہوئے تو آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر التجا کی۔ فوراً ایک چھوٹی سی سینگ دار بکری آموجود ہوئی اور سرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ آپ نے اُس کا دودھ دوبا۔ خود بھی پیسا اور صحابہ کرام کو بھی پلایا حتیٰ کہ بھی سیراب ہو گئے پھر فرمایا اسے نافع یہ بکری آج رات تمہاری ملکیت میں ہے اس کو قابو رکھنا مگر مجھے یقین ہے تم اس کو اپنے قبضہ میں نہیں رکھ سکو گے۔ فرماتے ہیں میں نے اس کو کپڑا ایک چوبیس میخ زمین میں گاڑ کر رسی کیا تھا اس بکری کو وہاں باندھ دیا۔ جب رات کے کسی حصہ میں آنکھ کھلی اور بکری کی طرف دیکھا تو وہ غائب تھی یا میخ کھڑی تھی اور یاری پڑی تھی لاکوئی شے نظر نہ آتی تھی۔ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ صورتحال عرض کی۔ قبل اس کے کہ آپ دریافت فرمائیں تو آپ نے فرمایا نافع ذہب بھا الذی جاء بھا۔ اسے نافع جو اس کو لایا تھا وہی اس کو لے گیا۔ راسی لیے میں نے کہہ دیا تھا تم اس کو اپنے قبضہ میں نہیں رکھ سکو گے۔

## نواں باب

### درختوں کے بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے کا معجزہ

حضرت یسلی بن مرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے ایک جگہ ہم نے پڑاؤ ڈالا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہوئے۔ ایک درخت زمین کو چیرتا ہوا حاضر ہوا حتیٰ کہ آپ پر جھک کر آپ کو چھپایا۔ پھر اپنی جگہ کی طرف لوٹ گیا۔

جب رسالتاب علیہ افضل الصلوٰۃ کی چشم اقدس بیدار ہوئی تو آپ سے درخت کی حاضری کے متعلق عرض کیا گیا آپ نے فرمایا۔ اس درخت نے اللہ تعالیٰ سے حاضری کی امانت طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت فرمائی تاکہ حاضر ہو کر مجھے سلام عرض کر سکے۔

(ف) جنہو حالت نیند میں بھی ہیں اور درخت کے بارگاہ خلدندی میں حاضری کی درخواست پیش کرنے پر بھی مطلع ہیں اور اذن ملنے پر بھی اور کیوں نہ ہوں کہ حضور کی صرف آنکھیں مجبوراً ہوتی ہیں، دل اقدس بیدار ہوتا ہے۔

فائدہ جلیلہ۔ بکری کا غیب سے آموجود ہونا بھی معجزہ ہے اور پھر چھوٹی سی بکری کے تھوڑے سے دودھ کا چار سو افراد کو سیراب کر دینا اور سرِ معجزہ یہ فرمانا کہ اس کو قابو نہیں رکھ سکو گے اور ایسے ہی ہوا یہ علم غیب سے متعلق تیسرا معجزہ ہو گیا۔ واللہ شہد علی ذالک۔



حضرت یسلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہمراہ صحرا اور بیابان کی طرف نکلا حتیٰ کہ ہم کھلی جگہ میں جانکے۔ آپ نے فرمایا ویدک (زبان زد کلمہ ہے لفظی معنی تیرے لیے افسوس ہے مگر مراد نہیں ہوتا) دیکھ تو سہی کوئی چیز ایسی نظر آتی ہے جو مجھے چھپائے اور پردہ و ستر کا کام دے۔ میں نے عرض کیا اور تو کوئی شے نظر نہیں آتی صرف ایک چھوٹا درخت ہے وہ بھی ستر اور پردہ کا فائدہ نہیں دے سکے گا۔ فرمایا اس کے قریب کوئی اور شے نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا ایک اور درخت ہے مگر وہ ہر لحاظ سے اتنا ہی بڑا ہے جتنا پہلا ہے۔ آپ نے فرمایا درختوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے امر سے اکٹھے ہو جاؤ چنانچہ آپ کا پیغام میں نے ان کو دیا تو وہ فوراً اکٹھے ہو گئے آپ نے قضائے حاجت فرمائی جب واپس ہوئے تو فرمایا ان کے پاس جا کر کہو اللہ تعالیٰ کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اپنی اپنی جگہ کی طرف لوٹ جاؤ چنانچہ حسب الارشاد وہ اپنی جگہ کی طرف لوٹ گئے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے یہاں تک کہ ایک کشادہ وادی میں پڑاؤ ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئے میں پانی کا برتن لے کر آپ کے پیچھے چلا۔ آپ نے ادھر ادھر نگاہ اقدس اٹھائی مگر ستر اور پردہ کے لیے کوئی شے نظر نہ آئی ناگاہ وادی کے کنارے دو درخت نظر آئے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک کی طرف تشریف لے گئے اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی اور شاخ کو پکڑ کر فرمایا۔ انقادی علی باذن اللہ تعالیٰ۔ میرے ساتھ میری اطاعت میں چل اللہ تعالیٰ کے امر کے ساتھ۔ وہ درخت آپ کے ساتھ سر جھکا کر یوں چلا جیسے کہ نکیل والا اونٹ اپنے قائد کے ساتھ سر جھکا کر چلتا ہے حتیٰ کہ آپ دوسرے درخت کے پاس تشریف لائے اور اس کی شاخ کو پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ کے امر سے میری اتباع کرو اور میرے پیچھے چلو۔ انقادی علی بامر اللہ تعالیٰ۔ وہ درخت بھی پہلے کی مانند آپ کے پیچھے چل پڑا۔ حتیٰ کہ دونوں قریب ہو گئے اور آپ ان کے درمیان کھڑے ہوئے اور حکم دیا۔ التما باذن اللہ علی۔ اللہ تعالیٰ کے امر سے مجھ پر مل کر (پردہ بناؤ) چنانچہ وہ دونوں جڑ گئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں دوڑتا ہوا وہاں سے نکلا تا کہ کہیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے قرب کا احساس فرماتے ہوئے مزید دور جانے کی تکلیف نہ فرمائیں۔ میں دوڑ جا کر بیٹھ گیا (اور کسی خیال میں مستغرق ہو گیا) اچانک دیکھا تو محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ تشریف لا رہے ہیں اور دونوں درخت جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو چکے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلتے اور ایک ایسی جگہ پڑاؤ کیا، جہاں کوئی درخت نہیں تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ اے جابر پانی لاؤ اور میرے ہمراہ چلو چنانچہ میں پیچھے چلنے لگا حتیٰ کہ ہم ایسی جگہ پہنچے جہاں دو درخت ذرا ایک دوسرے سے فاصلہ پر کھڑے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا



اسے جابر ان کے پاس جا کر ان سے کہو کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتسلیم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ آپس میں مل جاؤ تو وہ زمین کو پھاڑتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ آئے آپ نے قضا و حاجت فرمائی اور استنجا کیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ ان کے پاس جا کر کہو کہ اپنی اپنی جگہ پر چلے جائیں (چنانچہ میرے پیغام دینے پر وہ اپنی اپنی جگہ جا کر کھڑے ہو گئے)

حضرت ابن بربدہ اپنے والد بربدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی بارگاہ مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں حلقہ اہل اسلام و ایمان میں داخل ہو چکا ہوں۔ ایسا معجزہ دکھلائیں جس سے میرا ایمان و یقین بڑھ جائے۔ آپ نے فرمایا اچھا تو کیا چاہتا ہے؟ (جو معجزہ تو کہے گا میں وہی دکھلا دوں گا۔ یہاں تو سائل کی مرضی دیکھی جاتی ہے) اس نے عرض کیا اس درخت کو بلائیں تاکہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے آپ نے فرمایا تو جا کر اسے بلا (وہ تو پیغام ملنے پر بھی حاضر ہو جائے گا۔ خود میرے بلانے کی کیا ضرورت ہے) اعرابی گیا اور درخت سے کہا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری دے (جو نبی یہ پیغام سنا) ایک طرف جھکا اور دوسری جانب کی جڑوں کو زمین سے اکھیڑ لیا۔ پھر دوسری جانب جھک کر دوسری سمت کی جڑوں کو اکھیڑ لیا۔ پھر جڑوں پر چلتا ہوا بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ اعرابی نے کہا مجھے یہی معجزہ کافی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو لوٹنے کا حکم دیا تو وہ لوٹ گیا اور اپنی سابقہ جگہ پر جا کر نصیب ہو گیا اور ہر جڑ کو اپنی اپنی جگہ قائم کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک اعرابی سامنے سے آیا جب آپ کے قریب ہوا تو آپ نے فرمایا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے عرض کیا اپنے گھر والوں کے پاس جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تجھے خیر اور سلامتی کی طرف رغبت و میلان نہیں ہے۔ اس نے عرض کیا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو شہادت دے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدًا عبدہ و رسولہ کی۔ اس نے عرض کیا آپ کے اس دعویٰ پر اور کون شہادت دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ درخت۔ درخت وادی کے کنارے کھڑا تھا آپ نے اس کو بلایا وہ حاضر ہو گیا درانحالیکہ وہ زمین کو چیرتا ہوا آ رہا تھا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس کو تین مرتبہ توحید و رسالت کی شہادت دینے کو کہا تو اس نے تین مرتبہ گواہی دی کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پھر درخت اپنی جگہ پر لوٹ گیا اور اعرابی اپنی قوم کی طرف گیا اور حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ سے عرض کیا اگر انہوں نے میری اتباع کی تو میں ان کو بھی آپ کی خدمت میں لاؤں گا ورنہ خود حاضر ہو کر آپ کی خدمت میں رہوں گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں کس دلیل اور علامت سے پہچانوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ میں اس



آپ نے اس خوشہ کو بلایا تو وہ کھجور سے نیچے اترنے لگا حتیٰ کہ زمین پر گر پڑا۔ پھر اچلتا ہوا بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ اپنی جگہ پر لوٹ جاؤ تو وہ اپنی جگہ پر لوٹ گیا۔ اعرابی نے یہ ایمان افروز منظر کو دیکھا تو عرض کیا۔ اَشْهَدُ اَنْكَ رَسُولُ اللّٰهِ اور شرف ایمان سے مشرف ہو گیا۔

ابو عبیدہ بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ مجھے مسروق نے بتلایا کہ تیرے والد گرامی حضرت عبد اللہ نے مجھے بتایا کہ ایک درخت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنتوں کی موجودگی کی خبر دی تھی۔

قائدہ جلیلہ

اگر محمد اور بے دین لوگ کہیں یہ تو سحر کاری اور جادو گری ہے تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ سحر محض خیال اور شعبہ ہوتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یخیل الیہ من سحر ہوا نہا تسعی حضرت موسیٰ کو ساحروں کے سحر سے اس امر کا خیال گذرتا تھا کہ یہ رستیاں اور چھڑیاں دوشہ ہی ہیں حالانکہ درحقیقت ان میں کوئی حس و حرکت نہیں تھی۔ ابن عقیل فرماتے ہیں اگر سحر میں بھی اعیان کو تبدیل کیا جاسکے جیسا کہ معجزہ میں تھا سحر اور معجزہ برابر ہو جائیں گے اور صدق صادق کا علم متعذر و ناممکن ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے علم و اعتقاد کا ذریعہ صرف یہی بنایا ہے کہ جس کے ہاتھ پر ایسا معجزہ ظاہر ہو جس کا مقابلہ نہ کیا جاسکے ، وہ اپنے دعویٰ میں صادق ہے۔

اور حجب یہ مان لیں کہ ساحر بھی اپنے سحر اور جادو سے اعیان میں قلب ماہیت کر دیتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شانِ اعجازی سے اعیان میں تغیر و تبدیلی اور قلب ماہیت فرمائی۔ تو نبی اور ساحر میں کوئی وجہ امتیاز نہیں ہے گی اور فداغ تحقیق مسدود ہو کر رہ جائیں گے۔

ایک سوال کا ازالہ کرتے ہوئے علامہ ابن عقیل نے فرمایا۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد و ماقتلوہ و ما صلبوہ و لکن مشبہ لہم کے ہوتے ہوئے ہمیں اپنے مشاہدات پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے اپنے اور اک اور مشاہدہ کے مطابق تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی سولی پر لٹکایا اور ان کو شہید کیا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے 'نہیں وہ ان کی شبیہ تھی نہ کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام'۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اس وقت ذرائع ادراک کو ان سے سلب فرمالیا اور محمد ﷺ کو یہ حکم ملا کہ یہ حکم



عصمت کا اور کفار و منافقین کو اپنے برے عزائم میں ناکام اور عاجز کرنے کا تقاضا کر رہی تھی (نہ یہ کہ سرے سے جو اس د  
مدارک پر اعتماد ہی نہیں اور وہ ہمیشہ غلطی کھا جاتے ہیں) اگر حقیقت حال یہ ہو تو یہیں شہد کی مٹھاس کا کیا اعتماد ہو سکتا ہے  
کیونکہ بعض اوقات مختلف طعام کھانے یا مزاجوں میں تغیر و تبدل پیدا ہونے سے وہ کڑوا بھی محسوس ہونے لگتا ہے۔  
اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ پھر معجزہ کے مجانس و مثال امور سحر اور کمانت وغیرہ کے ذریعے کیونکر وقوع پذیر ہو جاتے  
ہیں (سرے سے یہ امور وقوع پذیر نہ ہوتے تو نظر ظاہر میں بھی القباس و اشتباہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہتی)۔  
اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ لوگوں کو اس امر کا مکلف ٹھہرایا جائے کہ وہ معجزہ اور شعبہ  
میں خدا واد عقل و فراست اور فہم و کیا ست کو بروئے کار لا کر امتیاز کریں تاکہ ثواب اجتہاد سے بہرہ ور ہوں نیز شعبہ  
اور سحر کار ہمیشہ ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کرتے رہتے ہیں۔ مگر رسل کرام علیہم السلام ایک دوسرے کی تائید  
تصدیق فرماتے ہیں۔

## دسواں باب

فخر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مہینت لزوم سے پہاڑ کا رقص و جدور آپ کے فرمان پر کون اتر کر اٹھا

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب آپ نے کوہ  
حرہ پر قدم رنجہ فرمایا اور کوہ حرہ لرزہ بر اندام ہو گیا تو آپ نے پائے ناز سے اس کو بھوکری ماری اور فرمایا۔

اسکن حرہ فانہ لیس علیک الا نبی او صدیق او شہید

اے کوہ سکون و قرار میں آ اور اس اضطراب اور سحران کا مظاہرہ نہ کر کیونکہ تجھ پر یا نبی اکرم کی ذات جلوہ فرما ہے  
اور یا صدیق ہیں اور یا شہید۔

اور اس وقت آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروق حضرت عثمان حضرت علی حضرت طلحہ حضرت  
زبیر حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہم تھے اور اگر میں چاہوں تو نواں آدمی جو آپ کے ساتھ تھا اس کا نام  
بھی بیان کر دوں جب سامعین نے زمرہ سے کر عرض کیا کہ اس آدمی کا نام بھی بتایا جائے تو فرمایا وہ میں (سعید بن زید)  
ہوں۔



## گیارہواں باب

چوپایوں کا بارگاہ نبوی میں حالت زار عرض کرنا اور سرکش جانوروں کا آپ کیلئے رام ہونا

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء ایک دن انصار کے باغات میں سے ایک چار دیواری والے باغ میں داخل ہوئے۔ ناگاہ ایک اونٹ گھر نظر آیا جس نے حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کو دیکھا تو محبت و عقیدت سے بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیٹھ اور گدھی پر ہاتھ پھیرا تو اس کو سکون و قرار آگیا۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا اس اونٹ کا مالک کون ہے، انصار میں سے ایک جوان حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تو اللہ تعالیٰ سے ان جانوروں کے معاملہ میں نہیں ڈرتا جس نے تجھے ان کا مالک بنا دیا ہے۔ تیرے اس اونٹ نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور اس سے کام زیادہ لیتا ہے اور تھکا دیتا ہے اس روایت کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت یحییٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن بارگاہ نبوی میں حاضر تھا کہ ناگاہ ایک اونٹ آگیا اس نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تواضع اور انکساری کا مظاہرہ کیا حتیٰ کہ اپنے حلقوم کو آپ کے سامنے زمین پر رکھ دیا۔ پھر اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی تہیاں بہنے لگیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے یحییٰ تم پر افسوس ہے۔ دیکھو تو اس اونٹ کا مالک کون ہے۔ اس کو کوئی سخت امر درپیش ہے۔ میں اس کے مالک کو تلاش کرنے نکلا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک انصاری کا اونٹ ہے۔ میں نے اس کو بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا۔ آپ نے دریافت فرمایا تیرے اس اونٹ کا معاملہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا بخدا مجھے تو معلوم نہیں ہے کہ اس کا معاملہ کیا ہے۔ ہم نے اس سے کام لیا حتیٰ کہ اب وہ کنوئیں سے پانی کھینچنے کے قابل نہیں رہا تھا تو گزشتہ رات ہم نے صلاح و مشورہ کیا کہ اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیں۔

آپ نے نہ سنا یا! اس اونٹ نے میری پناہ لی ہے! لہذا اب اس کو ذبح نہ کرو بلکہ مجھے مہربانہ کر دو یا بیچ دو۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آپ کا مال ہے۔ آپ نے اس پر صدقہ کے اموال والی نشانی لگائی اور پھر اسے اس طرف رکھنے کے لیے بھیج دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار کے ایک گھرانہ کا اونٹ تھا جس کے ذریعے وہ کنوئیں



سے پانی کھینچتے تھے۔ اونٹ نے سرکشی شروع کر دی اور اُن کو پیٹھ پر سوار نہ ہونے دیا۔ وہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اونٹ کی سرکشی کا شکوہ کیا اور کھیتی کے خشک ہونے کی شکایت بھی کی۔

آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا اٹھو (چل کر دیکھیں اونٹ اپنے مالکوں سے یہ سلوک کیوں کر رہا ہے) صحابہ کرام رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اُٹھے۔ انفار کے چار دیواری والے باغ میں داخل ہوئے۔ اونٹ اس کے ایک گوشہ میں کھڑا تھا۔ آپ اس کی طرف چل پڑے تو انفاری عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ یہ تو کتے کی مانند باؤلا سا ہو چکا ہے اور میں خطرہ ہے کہ کہیں آپ پر حملہ آور نہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جب اس اونٹ نے نبی الانبیاء علیہ وسلم التبیۃ والثناء کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو آپ کی طرف چلنے لگا۔ حتیٰ کہ آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ آپ نے اس کو پیشانی سے پکڑا تو وہ اتنا مطیع اور رام معلوم ہوتا تھا کہ اتنا کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ آپ نے اس کو کام پر لگا دیا (تو اس نے حسب سابق کام کرنا شروع کر دیا)۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ چرپا یہ ہے اور عقل و دانش سے محروم وہ آپ کو سجدہ کر رہا ہے۔ ہم عقلمند ہیں (آپ کے منصب خدا داد کو سمجھتے ہیں) ہم کیوں نہ سجدہ کریں بلکہ ہم اس اظہار عظمت کے اور تعظیم و تحکیم بجالانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ حبیب خدا علیہ التبیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا کسی بشر کو یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ بشر اور مخلوق کو سجدہ کرے۔ اگر بشر کا بشر کے لیے اور مخلوق کا مخلوق کے لیے سر بسجود ہونا جائز ہوتا تو میں عودت کو حکم دیتا کہ مومن خداوند کے حق عظمت کو ادا کرنے میں اسے سجدہ کرے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ ایک سفر سے لوٹے۔ انفار کے باغات میں سے ایک باغ کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک سرکش اونٹ ہے جو شخص بھی اندر داخل ہوتا ہے وہ اس پر حملہ آور ہوتا ہے۔ یہ معاملہ لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا آپ اس باغ میں تشریف لائے۔ جوں ہی اونٹ کی نظر آپ پر پڑی تو بڑ بڑایا اور حاضر خدمت ہو لیا۔ اُنہما لیکہ اپنے ہونٹ زمین پر رکھے ہوئے تھا۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے آؤ چنانچہ ہمارے پیش کی گئی۔ آپ نے اس کو ہمارے ساتھ باندھ کر مالک کے حوالے کر دیا۔ تب فرمایا کہ زمین و آسمان کے درمیان کوئی شے ایسی نہیں ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ کا رسول اور نائب نہ سمجھتی ہو یا سوا سرکش جنوں اور انسانوں کے جو وادی ضلالت و گمراہی میں بھٹکنے والے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک سفر میں نکلا تو سامنے جنگل میں ایک اونٹ کھڑا تھا (جب آپ کو دیکھا تو راستہ کی طرف چلنے لگا) حتیٰ کہ جب آپ کے سامنے راستہ کے درمیان پہنچ گیا تو سجدہ میں گر پڑا۔



رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور فرمایا اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ناگاہ انصار کے چند جوان حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ اونٹ ہمارا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا کیا معاملہ ہے اور تمہارے متعلق کیا شکایت ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہم نے بیس سال اس کے ذریعے پانی لا کر کھیتیاں سیراب کی ہیں اب یہ اس کا گام کے نوجواں نہیں رہا اور اس پر چسپربی بھی بھنی لہذا ہم نے ارادہ کیا کہ اس کو ذبح کر دیں اور اس کا گوشت اپنے بال بچوں میں تقسیم کر دیں مگر یہ بجاگ نکلا۔

آپ نے دریافت فرمایا کیا تم اس کو بچو گے۔ انہوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ یہ آپ کا مال ہے۔ آپ کے ہاتھوں بچنے کا کیا مطلب؟ آپ نے فرمایا اگر اس کو بچتے نہیں ہو تو اس کے ساتھ احسان و مروت سے پیش آؤ تا آنکہ قدرتی موت اس پر آئے اور یہ خود بخود مرنے لگے پھر ذبح کر لینا۔ اس روح پر در منظر کو دیکھ کر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا ہم چوپایوں کی نسبت زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کے سامنے جبین نیاز کو زمین پر رکھیں اور غلط خدا واد کا اس طرح عملی طور پر اظہار کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمہارے سجدوں کا اور کوئی حقدار نہیں ہے اور اگر یہ غایت تنظیم غیر اللہ کے لیے جائز ہوتی تو اس کی حقدار سب سے پہلے عورتیں ہوتیں جو اپنے خاوندوں کے لیے سجد نیاز بجالاتیں۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا یہ اونٹ میرے پاس تمہاری شکایت لے کر حاضر ہوا ہے کہ تم نے جوانی کے اندر تو اس سے کام لیا ہے اور جب بوڑھا ہو گیا ہے تو اب اس کو ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

## بارہواں باب

مختار کوئین باذن اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے دوران میں ظاہر ہونے والے معجزات

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات اہل مدینہ سخت گھبرائے اور خوفزدہ ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر اس طرف تشریف لے گئے جدھر سے خوفناک آواز سنائی دی تھی۔ لوگ نکلے تو آپ واپس آ رہے تھے اور فرما رہے تھے ہرگز خوفزدہ نہ ہو، کوئی خوفناک امر نہ ہے، حضرت انس فرماتے ہیں اس گھوڑے کو بہت ہی سست رفتار سمجھا جاتا تھا لیکن آپ کے سواری



فرمانے کے بعد کوئی گھوڑا اس سے سبقت نہ لے جاسکا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک اونٹ پر سوار تھا جو کہ تھک چکا تھا میں نے اس سے تنگ آکر ارادہ کیا کہ اس کو یہیں چھوڑ دوں اور خود پاپادہ گھر کو چل دوں۔ اسی اثنا میں حبیب خدا علیہ التحیۃ والتاویٰ مجھے سے پہنچ گئے۔ آپ نے اس کو اپنے پاؤں مبارک سے ٹھوکر ماری اور اس کے لیے دعا فرمائی پھر وہ اس طرح تیز چلنے لگا کہ اتنا تیز گئی نہیں چلا تھا۔ رواہ البخاری والمسلم۔

## تیرھواں باب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹی بھری کفار کی طرف پھینکنا

اور سب کی آنکھوں کا اس مٹی سے بھر جانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ حنین میں وقتی طور پر مسلمانوں کے پاؤں اکھڑے اور وہ فدا پیچھے پڑے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے جس کو دلدل کے نام سے آپ پکارتے تھے آپ نے اس کو حکم دیا دلدل الیٰ دلدلی۔ اسے دلدل زمین کے ساتھ چمٹ جا۔ تو اس نے اپنا پیٹ زمین کے ساتھ چمٹا دیا۔ فوراً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے ایک مٹی مٹی کی اٹھائی اور ان کفار کی طرف پھینک دی اور فرمایا۔

خولا بینصرون۔ حمر۔ (کی برکت سے) وہ نفرت و مدد نہیں دیے جائیں گے اور اہل اسلام پر غالب نہیں آسکیں گے۔ جو نہی کعب اقدس سے نکلنے والی مٹی ان پر پڑی تو وہ شکست خوردگی کے عالم میں پیچھے ہٹنے لگے۔ ہم نے نہ تیر پھینکا نہ ہی نیزہ مارا اور میدان ہمارے ہاتھ میں رہا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جتنے کفار موجود تھے ہر ایک کی آنکھیں اس مٹی سے بھر گئیں۔ اس حدیث کی مختلف سندیں ہم انشاء اللہ غزوہ حنین کے تذکرہ میں ذکر کریں گے۔

عہ امام اہل سنت نے فرمایا۔

میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ جن سے اتنے کاسروں کا دفنہ منہ پھر گیا



## چودھواں باب

سید کائنات علیہ افضل الصلوات کا اصرام کی طرف چھڑی سے اشارہ فرمانا اور ان کا

منہ کے بل زمین پر گر پڑنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے آپ ان کی طرف چھڑی سے اشارہ فرماتے گئے اور یہاں الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا پڑھتے رہے یعنی حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔ بیشک باطل زائل ہونے والا ہے اور میت و نابود ہو جانے والا ہے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ مبارک میں داخل ہوئے جبکہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ آپ کے دست اقدس میں چھڑی تھی۔ آپ ان کی طرف اس چھڑی سے اشارہ فرماتے اور یہ آیت کریمہ پڑھتے۔ جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا اور فرماتے جاء الحق وما یبدی الباطل وما یعید۔ حق آگیا باطل نہ شروع ہو سکتا ہے اور نہ ہی لوٹ کر آ سکتا ہے بلکہ وہ بالکل بے نام و نشان ہو گیا۔ حضور میں یہ فرماتے اور بت اور منہ منہ گر پڑتے۔

عہ دست اقدس اصرام کو نہ لگانے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اصرام کو بیع ان کے عبادت گزاروں کے جہنم میں پھینکا ہے جیسا کہ فرمایا۔ انکم اما تعبدون من دون الله حصص جہنم۔ اور اگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک ان کو لگ جاتا تو آگ ان پر اثر انداز نہ ہوتی اس لیے آپ نے صرف چھڑی کے ساتھ اشارہ کر کے گرانے پر اکتفا فرمایا۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۹۱



## پندھواں باب

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا غیبی خبریں دینا اور انکا آپ کے بیان کے مطابق وقوع پذیر ہونا مصنف فرماتے ہیں آپ کی غیبی خبریں دینے کے چند دلائل اور واقعات پہلے گزر چکے ہیں جنہیں سے ایک یہ خبر بھی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بتلادیا کہ دیکھ نے اس صحیفہ کے وہ حصے کھالیے ہیں جن میں ظلم و جور، تعدی و زیادتی تھی اور بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب سے برات تھی جس کو لکھ کر کفار و مشرکین نے بیت اللہ شریف میں رکھ دیا تھا۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اہل اسلام کی ایک جماعت کسریٰ کا وہ خزانہ بذریعہ جنگ حاصل کرے گی جو کہ قصر ابیض میں ہے۔ حضرت ابوسہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہوگا (اور یقیناً ہلاک ہوگا) تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا (بلکہ وہ ملک دار اسلام میں شامل ہو جائے گا) اور جب قیصر روم ہلاک ہوگا (اور یقیناً ہلاک ہوگا) تو اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا۔ (یعنی علاقہ شام و فلسطین وغیرہ میں اس کی سلطنت نہیں رہے گی اگرچہ آپ کے دعوت نامہ اسلام کی قدر و منزلت اور تعظیم و تکریم کی بدولت قدر سے علاقہ اُن کے قبضہ میں رہے گا)

— قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے ضرور بالضرور قیصر و کسریٰ کے خزانے اللہ تعالیٰ کی راہ میں بانٹ دیے جائیں گے (اور ایسے ہی ہوں)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا۔ اور بخدا اُن کے خزانے (اہل اسلام کے ہاتھوں) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیے جائیں گے۔

مصنف (علامہ ابن الجوزی) فرماتے ہیں ہاں اوقات اس حدیث پاک میں یہ اشکال سوچتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کی ہلاکت کے بعد اُن کے ملک پر یکے بعد دیگرے ملوک و سلاطین کی ایک جماعت حکمران رہی جو انہی القاب کے ساتھ پکارے جاتے رہے اور قیصر و کسریٰ کہلاتے رہے کیونکہ جو ملک فارس کا بادشاہ بنا وہ کسریٰ کہلاتا تھا اور جو ملک روم کا بادشاہ بنتا تھا وہ قیصر کہلاتا تھا۔



تو جواب اشکال یہ ہے کہ کوئی ایسا بادشاہ ان میں سے نہ ہوا جس کے عہد میں ملک کو کوئی معتد بہ فائدہ ہوتا اور نہ ہی ان کے ملک و سلطنت کو استحکام و دوام حاصل رہ سکا۔ بلکہ ان کا ملک ہمیشہ متزلزل رہا حتیٰ کہ بے نام و نشان ہو گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہم نے چاند دیکھا میں تیز نگاہ کا مالک تھا میں نے فوراً اس کو دیکھ لیا اور میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کرنا شروع کیا (وہ سامنے ہی تو ہے) آپ اسے نہیں دیکھ رہے ہیں آپ نے فرمایا میں عنقریب اس کو بہتر پلٹے ہوئے دیکھ لوں گا۔

پھر انہوں نے ہمیں اہل بدر (کفار و مشرکین) سے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی خبر بیان کرنی شروع فرمائی کہ رسول منظم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ سے ایک دن قبل کفار و مشرکین کے مقامات ہلاکت اور قطع ہائے قتل دکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے ہذا مصرع فلان غداً انشأ اللہ - ہذا مصرع فلان غداً انشأ اللہ یہ جگہ کل کو فلان شخص کی جائے ہلاکت ہوگی اور یہ جگہ فلاں کا قتل ہوگا (دوسرے دن حسب ارشاد وہ ہلاک ہوئے تھے) اور ان مقامات پر ہی ہلاک ہو رہے تھے جن کے متعلق نبی خدا علیہ التیمۃ والشانہ نے خبر دے دی تھی۔ فرماتے ہیں میں نے حبیب کریم علیہ السلام سے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا یہ کفار بالکل ان مقامات سے تباہ نہ نہیں ہوئے (جن کی آپ نے نشاندہی فرمائی تھی) بلکہ انہیں جگہوں پر گر کر ہلاک ہو رہے ہیں۔ اس روایت کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم جنگ خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے آپ نے ایک شخص جو اسلام کا دعویدار تھا، کے متعلق فرمایا کہ یہ اہل نار سے ہے اور دوزخی ہے۔

جب ہم جنگ میں مصروف و مشغول ہوتے تو اس شخص نے بے جگری کے ساتھ حرب و قتال میں حصہ لیا اور زخمی ہوا اور مر گیا۔ بارگاہ مصطفیٰ علیہ التیمۃ والشانہ میں عرض کیا جس شخص کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ یہ جہنمی ہے اس نے آج بہت سخت لڑائی لڑی اور اسی دوران زخمی ہو کر مر گیا (تو وہ ہمارے خیال میں (اور بتظر ظاہر) تو شہداء کے اندر داخل ہو گیا ہے) آپ نے فرمایا نہیں نہیں وہ آگ میں داخل ہو گیا ہے۔

قریب تھا کہ بعض لوگ ریب و تردد میں پڑیں کہ آواز آئی وہ ابھی مرا نہیں ہے بلکہ اس کو شدید زخم لگے ہیں جب رات آئی تو وہ شخص زخموں کی تاب نہ لا سکا اور اس نے بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو قتل کر دیا۔ آپ کی خدمت میں اس کی حالت وفات اور خودکشی کا قصہ عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ اکبر! شہدا فی عبادہ و رسولہ۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں سوائے مسلمان کے اور کوئی شخص نہیں جاسکتا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی امداد و نصرت فاسق و فاجر آدمی کے ساتھ بھی فرمادیتا ہے (اللہ



کسی کی تائید دین اور نصرت اسلام اس کے متقی و پارسا ہونے اور جنتی ہونے کی دلیل نہیں ہے جب دوسرے اعمال صالحہ موجود نہ ہوں اور خاتمہ بالخیر نہ ہو)

امام بخاری و مسلم نے اس روایت کو سہل و سہل کی سند سے نقل فرمایا ہے۔

حضرت ابو حمید ساعدی سے مروی ہے کہ ہم غزوہ تبوک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو آپ نے فرمایا۔ آج رات سخت آندھی چلے گی لہذا اس وقت کوئی شخص اٹھ کر باہر نہ جائے اور جن کے اونٹ وغیرہ ہیں، وہ ان کو مضبوطی کے ساتھ باندھیں۔

حضرت ابو حمید فرماتے ہیں ہم نے سواریوں کو بڑی مضبوطی کے ساتھ باندھا جب رات آئی تو سخت آندھی چلی۔ ایک آدمی اس وقت اٹھا تو آندھی نے اس کو اٹھا کر قبیلہ طے کے پہاڑوں میں جا پھینکا اس روایت کو امام بخاری و مسلم نے نقل فرمایا ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الله زوى لي الارض فزيت مشارقها ومغاربها۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا ہے۔ میں نے اس کے مغربی اور مشرقی کناروں تک کو دیکھ لیا ہے اور میری اُمت کی سلطنت (بالآخر) وہاں تک جا پہنچے گی جہاں تک سمیٹ کر اسے میرے سامنے کیا گیا ہے اور یقین جانیے مجھے سرخ و سفید دونوں خزانے عطا کر دیے گئے ہیں۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا جبکہ آپ بنظر ظاہر بے اختیار تھے اور علاقہ پر آپ کی حکومت و سلطنت نہیں تھی۔ لیکن جو خبر دی وہ بالکل درست نکلی اور آپ کی اُمت کی سلطنت و حکومت مشرق میں ترکستان تک پھیلی اور مغرب میں برابر اور بحر اندلس تک۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ رواہ مسلم۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے پاس تشریف لائے جب کہ میں مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے پاؤں مبارک کے ساتھ مجھے ٹھوکر ماری تو میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا اس وقت تو کیا کرے گا جب کہ تجھے مدینہ منورہ سے نکل جانے کو کہا جائے گا؟ میں نے عرض کیا میں مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے گھر کی طرف رجوع کروں گا۔ آپ نے فرمایا جب وہاں سے نکلا جائے گا تو پھر رد عمل کیا ہوگا؟ میں نے عرض کیا کہ تلوار لے کر اس شخص کو ٹھکانے لگا دوں گا جو مجھے وہاں سے بھی نکالنا چاہے گا۔ آپ نے فرمایا۔ عقراً (ہاتھ پاؤں کٹیں اس شخص کے جو ایسے عزائم اور ارادے رکھے، یہ زبان زد کلمہ ہے۔



محاورات میں بوقت استعمال نفی معانی مراد نہیں لیے جاتے، ایسے نہ کرنا بلکہ وہ جہدھر تجھے کھینچیں اور جہر ہی کھینچ جانا اور جہدھر چلائیں اور دھکیلیں اور جہر ہی چل دینا۔ اگرچہ یہ اقدام کرنے والا سیاہ غلام ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مجھے ربذہ کی طرف جلا وطن کیا گیا تو وہاں نماز ادا کی۔ ایک سیاہ غلام جو صدقہ کے جانوروں کو چرانے پر مامور تھا وہاں آیا۔ جب مجھے دیکھا تو وہاں لے جانے اور مدینہ منورہ پہنچانے کے متعلق عرض کیا میں نے کہا نہیں تم اپنے حال پر رہو (اور مجھے اپنے حال پر رہنے دو) میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کروں گا (اور اسی جگہ پر رہوں گا جہاں مجھے حاکم وقت نے رہنے کو کہا ہے)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دن رسالتاب علیہ افضل الصلوٰۃ نے ہمیں وعظ و نصیحت کی اور فرمایا جو شخص اپنے کپڑے کو اس وقت تک بچھائے رکھے گا جب تک میرا وعظ ختم نہیں ہو جاتا اور پھر اس کو اپنے سینہ سے لگائے گا تو وہ جو کچھ مجھ سے سنے گا اسے کبھی نہیں بھولے گا۔

میں نے اپنے کپڑے کو یا اپنے کبیل کو بچھا دیا۔ آپ کا سلسلہ کلام ختم ہوا تو اس کو اپنے سینہ کے ساتھ لگایا۔ بخدا اس دن کے بعد میں نے جو کچھ بھی حبیب پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ سے سنا ہرگز نہیں بھولا یہ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت عبداللہ بن رافع سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت مقداد اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ جاؤ خانہ دلے باغیچہ کے پاس ایک عورت جا رہی ہے اور اس کے پاس ایک خط ہے (جس میں ہماری مخبری اور جاسوسی کی گئی ہے) وہ اس سے لے لو۔ ہم حسب الارشاد گھوڑے دوڑاتے ہوئے چلے حتیٰ کہ اس باغیچہ میں پہنچے۔ ناگاہ ایک عورت وہاں مل گئی۔

ہم نے کہا تیرے پاس جو خط ہے وہ نکال۔ اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے ہم نے کہا خط نکال کر دے دے۔ یا پھر کپڑوں کی تلاشی دینی پڑے گی۔ تو اس نے خط نکال کر دیدیا۔ ہم وہ خط لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر

ہے جس ذات اقدس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو استقدر حافظہ عطا فرمادیا۔ خردان کے حافظے کا عالم کیا ہوگا جہر لوگ بات بات پر



ہوئے وہاں کھول کر پڑھا گیا تو خطیوں شروع ہوتا تھا۔

”حاطب بن ابی بلاتہ کی طرف سے۔ اہل مکہ کے فلاں فلاں افراد کی طرف (جو کہ مشرک تھے) اور خط میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ ہونا بیان کیا گیا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ اسے حاطب تو نے یہ کیا کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ ذرا ٹھہریں میری عرض سماعت فرمالیں۔ میں قریش میں رہتا تھا مگر ان میں سے نہیں تھا۔ جتنے دوسرے مہاجرین صحابہ میں سب کی وہاں رشتہ داریاں ہیں اور ان کے قریبی اُن کے بال بچوں کی حفاظت اور دیکھ بھال کرتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ قرابت اور رشتہ داری نہیں تو ان پر یہ احسان کروں تاکہ اس کی بدولت وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت و نگرانی کریں۔ میں نے جو قدم اٹھایا ہے منہ کفر و ارتداد کے پیش نظر ہے اور نہ ہی اسلام کے بعد کفر پر رضا مندی کی بنا پر (نہوذا باللہ) جبکہ یہ بھی یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد آپ کے شامل حال ہے وہ آپ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں خواہ جتنے چرکے اور چوکس ہو جائیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غور سے سن لو۔ انہوں نے صحیح صحیح بات بیان کی ہے اور سچ سچ کہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے اجازت فرمائیں میں اس شخص کی گردن اڑا دو جس نے علی طور پر نفاق کا مظاہر کیا ہے اور منافقین کا طور طریقہ اختیار کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاطب غازیان بدر سے ہیں اور آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بدری صحابہ اور مجاہدین اولین کے دلوں میں جھانک کر اعلان فرمایا ہے۔

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔ جو بھی چاہو کام کرو میں مواخذہ نہیں کروں گا۔ میں نے تم کو بخش دیا ہے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے۔ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما حالت سجود میں آپ کی پشت اقدس پر چڑھ کر بیٹھ جاتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان النبی هذا سید و سیلح اللہ بہ بین فئتين من المسلمین۔

بیشک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب ان کی بدولت اللہ رب العزت مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے۔ جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو اتنی سخت آندھی چلی کہ سوار کو سواری سے گرا دیتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آندھی مدینہ منورہ میں ایک منافق کے مرنے کی وجہ سے چل رہی ہے۔ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے



تو واقعی منافقین میں سے ایک بہت بڑا منافق اسی دن جہنم داخل ہو چکا تھا۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں بارگاہِ نبوی میں حاضر تھا کہ ایک آدمی نے حاضر ہو کر تفریقِ افتادہ کی شکایت کی۔ پھر دوسرے نے حاضر ہو کر راستہ کے خطرات اور ڈاکہ زنی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا اسے عدی کیا تم نے حیرہ کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا میں نے دیکھا تو نہیں البتہ اس کے متعلق لوگوں سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تمہاری زندگی طویل ہوگی تو ضرور دیکھو گے کہ عورت تن تنہا حیرہ سے چل کر کعبہ کے گرد طواف کرے گی اور اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کا ڈر اور خوف نہیں ہوگا۔

میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اس وقت قبیلہ طے کے ادبائش اور آوارہ لوگ کہاں ہوں گے جنہوں نے ڈاکہ زنی اور لوٹ سے علاقوں میں فساد برپا کر رکھا ہے اور گویا آگ لگا رکھی ہے۔

آپ نے فرمایا اگر تمہاری عمر دراز ہوئی (تو دیکھو گے کہ) کسریٰ کے خزانے فتح کر لیے جائیں گے اور اہل اسلام قبضہ میں کر لیں گے۔ میں نے عرض کیا کسریٰ بن ہرمز کے خزانے؟ آپ نے فرمایا ہاں کسریٰ بن ہرمز! اور اگر زندگی نے تمہارے ساتھ وفا کی تو دیکھو گے کہ ایک آدمی مٹھی بھر سونا اور چاندی سے کر ایسے لوگوں کو تلاش کرتا پھرے گا جو اس کو قبول کر لیں (عاجتمند اور فقراء ہوں اور اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے اس کو لے لیں) مگر اس کو کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا۔

حضرت عدی فرماتے ہیں میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عورتوں کو تن تنہا حیرہ سے چل کر کعبہ مبارکہ کے گرد طواف کرتے دیکھا ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی سے کوئی ڈر خوف نہیں ہوتا تھا اور میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو برفند شمشیر حاصل کیا اور اگر تمہاری زندگیاں دراز ہوئیں تو تم اس امر کا مشاہدہ بھی کر لو گے جس کی حضور اکرم الباقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ایک آدمی سونا چاندی ہاتھ میں لے کر ضرورت مند لوگوں کو تلاش کرتا پھرے گا۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بنیہ منورہ کے باغات میں سے ایک باغ میں تھے (جس کی چار دیواری تھی) ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھولنے کا تقاضا کیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی بشارت دیدو۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر دوسرے شخص نے دروازہ کھولنے کی استدعا کی آپ نے فرمایا اس کو بھی اندر آنے کی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی سنا دو میں دروازہ کھول کر دیکھا تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے ان کو اندر آنے کی اجازت دے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنت کی بشارت بھی دی۔ پھر تیسرے آدمی نے اذن طلب کیا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم



اوپٹ لگا کر بیٹھے تھے۔ آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور مجھے فرمایا: دروازہ کھول دو اور اذن لینے والے کو جنت کی بشارت دیدو مگر اس امتحان و آزمائش کے بعد جس میں ان کو مبتلا ہونا پڑے گا۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور جنت کی بشارت دی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اطلاع دی۔ تو انہوں نے کہا اللہ المستعان۔ اللہ تعالیٰ سے مدد کا طلبگار ہوں وہ ہی مدد طلب کرنے والوں کا لمبا وادی ہے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم سے قتال نہ کرو جن کے جوتے بالوں سے بنے ہوئے ہوں گے اور قیامت نہ ہوگی جب تک تم ترکوں کے ساتھ جنگ نہ لڑو گے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی چہرے سرخ ناک چپٹے اور چپکے ہوئے اور ان کے منہ چوڑائی اور گوشت کی مٹائی کے لحاظ سے یوں معلوم ہوں گے جیسے کہ کوٹ کر پھیلائی ہوئی ڈھال۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ہم بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے اور آپ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخواءہ آپہنچا جو کہ بنو تمیم میں سے تھا۔ اور اگر عرض کیا یا رسول اللہ عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا تیرے لیے ہلاکت ہو! کون عدل کرے گا اگر میں عدل نہیں کروں گا اگر میں عادل نہیں ہوں تو پھر تو بہت بڑے خسارے میں ہے اور غائب و غاسر کہ مجھ جیسے شخص کو نبی و رسول اور اپنا مقتدا و پیشوا بنا رکھا ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے اجازت فرمادیں، میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا: اسے چھوڑو (ابھی اس کے اور بھی سانپ پیدا ہوں گے) جن کی نمازوں کے مقابل تم اپنی نمازوں کو حقیر جانوں گے اور اپنے رزقوں کو ان کے رزقوں کے مقابل ناقابل اعتبار سمجھو گے۔ وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن قرآن ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا (لہذا اس میں تدبر و تفکر سے محروم رہیں گے) وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جس طرح کہ تیرا شکار سے پار نکلتا ہے۔ شکاری تیرا ٹھکانا اس کے پھل کو دیکھتا ہے تو اسے اس پر کوئی اثر اور نشان نظر نہیں آتا۔ قبضہ کو دیکھتا ہے تو وہاں کچھ نظر نہیں آتا۔ اس کے دستہ کو بغور دیکھتا ہے تو اس میں بھی کوئی علامت شکار کو لگنے کی نظر نہیں آتی۔ پھر دستہ پر لگے ہوئے پردوں کو دیکھتا ہے (جو تیرے نشانے پر گرانے کے لیے لگائے جاتے ہیں) وہاں بھی کوئی علامت نظر نہیں آتی۔ وہ اس تیزی سے پار نکلا کہ گوبر اور خون وغیرہ سے سبقت لے گیا (اور یہ لوگ بھی دین سے اس تیزی کے ساتھ پار نکلے کہ دل و دماغ پر تو اس کا اثر کیا ہوتا ظاہری وجود پر بھی دین و ایمان نام کی کوئی شے دیکھنے والے کو نظر نہیں آسکتی) ان



کی علامت اور نشانی یہ ہے کہ ان کا پیشوا اور رہبر ایک سیاہ فام آدمی ہوگا اس کا ایک عضو (کمنی اور کندھے کا درمیانی حصہ) عورت کے پستان کی مانند ہوگا یا گوشت کے ٹوٹنے کی مانند جو مضطرب و متحرک ہوگا اور وہ لوگ اس وقت نکلیں گے جب مسلمانوں میں باہم افتراق و انتشار پیدا ہو چکا ہوگا۔

حضرت ابوسعید فرماتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سنی اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان کے ساتھ قتال کیا اور میں آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے اس کو تلاش کرنے کا حکم دیا (وہ قتل ہو چکا تھا اور سب مقتولین کے نیچے پڑا تھا اسے وہاں سے نکال کر) آپ کے سامنے لایا گیا تو میں نے اس کو حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق پایا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ خیر کے دن حضرت صفیہ بنت حی کو لایا گیا اور ان کے بھائی اور خاوند کو جن کو آپ نے اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ کوئی امر جس کے متعلق ان سے دریافت کیا جائے گا نہیں چھپائیں گے اور کوئی چیز چھپائیں گے تو ان کا خون حلال ہوگا۔ ان میں سے ایک تو سچ بولا اور کوئی چیز نہ چھپائی لیکن جو حضرت صفیہ کا خاوند تھا اس نے اونٹ کے چمڑے کو جس میں بہت سے زیورات تھے، چھپایا۔ آپ نے فرمایا اسے کتنا نہ تو نے تو عہد کیا تھا کہ ہم سے کوئی چیز نہیں چھپائے گا تو وہ اونٹ کے چمڑے سے بنا ہوا زیورات سے بھرا ہوا مشکیزہ کدھر ہے۔ اس نے کہا میں نے تم سے کوئی چیز نہیں چھپائی حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے اس مکان کی نشاندہی فرمائی جہاں وہ مدفون تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ وہ فلاں جگہ مدفون ہے۔ جب اس کو نکال کر لایا گیا تو آپ نے ان دونوں کو قتل کر دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ ان کو قتل کر دیا گیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ (حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا) کا ہاتھ پکڑ لو۔ وہ جب آپ کا ہاتھ پکڑ کر دونوں قبیلوں کے درمیان سے گزرے تو سردار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کو پسند نہ فرمایا اور یہ اظہارِ ناپسندیدگی آپ کے چہرہ انور سے نمایاں تھا۔

آپ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو اختیار دیا کہ چاہو تو تمہیں آزاد کر دیتے ہیں اور تم اپنے بقایا افراد قبیلہ کے پاس چلی جاؤ اور چاہو تو اسلام لے آؤ اور میں تمہیں اپنی زوجہ بنالوں گا انہوں نے عرض کیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرتی ہوں۔ آپ نے ان لوگوں کو جو وہاں جمع ہو چکے تھے، فرمایا اپنی ماں (حضرت صفیہ ام المومنین) سے دور بٹ جاؤ۔ آپ نے ان کو اپنے پیچھے سواری پر سوار فرمایا، حتیٰ کہ جب خیر سے چھ میل دور نکلے تو راہ سے ایک طرف ہٹے تاکہ ان کے ساتھ مباشرت نہ فرمائیں لیکن انہوں نے آمادگی ظاہر نہ کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کا بہت احساس ہوا مگر آپ نے اس



کا اظہار نہ فرمایا۔ حتیٰ کہ جب مقام صہبا پر پہنچے تو آپ ایک ٹیلے کی طرف مائل ہوئے۔ اس وقت انہوں نے زناں پر آمادگی ظاہر کی آپ نے دریافت فرمایا کہ قبل ازیں آمادگی ظاہر نہیں کی تھی۔ انہوں نے عرض کیا مجھے ہاں حالت عروسی سے قرب یہود مانع تھا اور اب وہ بہت دور رہ گئے ہیں لہذا مانع باقی نہیں رہا۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ خیمہ کے گرد پہرہ دیتے رہے جب آپ نے قدموں کی آواز سنی تو دریافت فرمایا کون ہے؟ آئیو نے عرض کیا میں ابو ایوب خالد بن زید ہوں۔ فرمایا تجھے کیا ہے اور خیمہ کے ارد گرد کیوں پھر رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا میں آج ساری رات نہیں سویا کیونکہ مجھے آپ پر اس عورت سے خطرہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ جا کر آرام کریں (مجھے اُن سے کوئی خطرہ نہیں ہے)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوسفیان کے ساتھ طواف میں آنا سامنا ہوا تو آپ نے فرمایا اے ابوسفیان کیا تیرے اور ہندہ کے درمیان ایسا ایسا معاملہ نہیں ہوا تو جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ دل ہی میں غمگین ہوئے کہ ہندہ نے واقعی راز افشا کر دیا ہے۔ میں اس کے ساتھ یہ سلوک کروں گا اور اس کو یوں سزا دوں گا کہ جب آپ طواف سے فارغ ہوئے تو ابوسفیان سے ملانا فرمائی اور فرمایا کہ ہندہ پر کوئی سختی اور تشدد نہ کرنا اس نے تیرے راز کو فاش نہیں کیا۔ جناب ابوسفیان نے عرض کیا اے اللہ رسول اللہ آپ کو کس نے بتلایا کہ میں دل ہی میں ہندہ پر ظلم و زیادتی اور تشدد و سختی کا سوچ رہا تھا؟ (یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے راز کا اعلام بھی ہے اور دل میں جوابی کارروائی کے متعلق خیال لانے کا اعلام بھی ہے۔ فصلی اللہ علی حبیبہ قدر احسنہ و جمالہ۔)

عاصم بن کلیب کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے ایک انصاری کی زبانی بتلایا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نکلا جبکہ میں نوخیز بچہ تھا۔ ہمیں ایک شخص سامنے سے آتا ہوا ملا جس نے عرض کیا یا رسول اللہ فلاں عورت نے آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی دعوت کی ہے اور کھانا تیار کیا ہے آپ ہم اپنے ہمراہیوں کے تشریف لے گئے اور ہم چھوٹی عمر والے بھی وہاں بیٹھے جیسے کہ بیٹے اپنے آباء کے ساتھ ادب و احترام سے بیٹھتے ہیں۔

کھانا لایا گیا جب آپ نے اور آپ کے صحابہ نے ہاتھ کھانے پر رکھا اور کھانے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا لقمہ منہ میں ڈال کر اس کو منہ میں ہی پھیر رہے ہیں اور پیٹ کی طرف جانے نہیں دیتے تو انہوں نے اپنے ہاتھ رک لیے۔ آپ نے اس لقمہ کو باہر پھینک دیا اور فرمایا۔

لحم شاة اخذت بغیر اذن اہلہا۔ یہ اس بکری کا گوشت ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کر کے ذبح کی گئی ہے۔



وہ عورت اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ارادہ کیا کہ آپ کو اور آپ کے صحابہ کو کھانے پر جمع کروں۔ میں نے نقیع (موشیوں کی منڈی کا نام) کی طرف آدمی بھیجا مگر کہیں فردختی و خریدنی جانور دستیاب نہ ہوا۔ پھر میں نے اپنے بھائی کی طرف آدمی بھیجا کہ اپنی بکری مجھے دید و گردہ گھر پر نہیں تھے تو گھر والوں نے بکری بھیج دی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں منبر پر تشریف فرما تھے اور جنگ موتہ میں شہید ہونے والے سپہ سالاروں کی خبر شہادت دیتے جا رہے تھے۔ پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی خبر شہادت دی۔ پھر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی اور بعد ازاں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی۔ پھر فرمایا۔ اب علم جہاد کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک عظیم تلوار میں (اور اللہ تعالیٰ کی تلوار کو نہ کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ روک سکتا ہے لہذا ان کو فتح حاصل ہو گئی ہے)۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والتناہی نے مجھے ایک عورت کی طرف (اس کے حسن و جمال کا اندازہ لگانے کے لیے) بھیجا تو میں نے آپ سے عرض کیا میں نے تو اس کو کسی اہمیت کی حامل نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا تو نے اس کے رخسار پر سیاہ تل دیکھا جس سے تیرے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے (آنا حسن دیکھ کر اور اس قدر متاثر ہو کر مجھے یہ جواب دے رہی ہوں) تو آپ نے عرض کیا۔

ما دونک سر و من یستطیع ان یمتک۔ آپ سے کوئی سارا زپوشیدہ ہے اور کس میں طاقت ہے کہ آپ سے کوئی چیز چھپا سکے۔

حضرت سلیمان بن ضرار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خندق کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے بعد ہم ان پر حملہ آور ہو کر جاہیں گے اور وہ لوگ ہم پر حملہ آور ہونے کی جرات نہیں کر سکیں گے۔ اللہ رب العزت نے آپ کے فرمان کو سچا کر دکھایا اور بعد ازاں آپ ہی حملہ آور ہوئے وہ حملہ کی جرات نہ کر سکے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دین غالب ہو کر رہے گا حتیٰ کہ سمندرؤں سے پار جا پہنچے گا اور مجاہدین اسلام اپنے گھوڑے سمندرؤں میں سے پارے کر نکلیں گے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

حضرت عثمان بن صہیب اپنے باپ صہیب رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن حبیب کریم



علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ یہ تبتلاؤ پہلے لوگوں میں سے بد بخت شخص کون تھا۔ آپ نے عرض کیا جس نے صالح علیہ السلام کی اذنی کو قتل کیا اور پاؤں کاٹے (اور خلق خدا کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی عظیم علامت اور نشانی سے محروم کیا، آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک جواب دیا ہے۔ یہ تبتلاؤ پچھلے لوگوں اور آنے والوں میں سے سب سے بد بخت کون ہے، انہوں نے عرض کیا معلوم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص آپ کو گنہگار پر وار کر کے شہید کر دے گا (یوں لوگوں کو سرچشمہ ولایت کے فیوض و برکات سے محروم کرے گا اور وہ بھی لذت نفس اور خواہش نفسانی کے پیش نظر)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اہل عراق کو فرماتے تھے بخدا میں چاہتا ہوں اور پسند کرتا ہوں کہ کوئی بد بخت اٹھتا اور اس اور اس جگہ یعنی دارہی مبارک اور سر اقدس کی اسی جانب کو خون آلود کرتا اور میں درجہ شہادت کو پالیتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ ہم طائف سے نکلے اور ایک قبر کے قریب سے گزرے کہ یہ قبر البورغال کی ہے جو کہ قبیلہ ثقیف کا مویش اعلیٰ تھا اور قوم ثمود سے تھا جب تک حرم میں تھا، قہر خداوندی اور عذاب سماوی سے محفوظ رہا۔ جب حرم مکرم سے نکلا تو جو عذاب اس کی قوم پر نازل ہوا تھا وہ اس کو بھی آسپنچا۔ اور اس کو یہیں دفن کر دیا گیا (اس امر کی تصدیق کرنی ہو کہ واقعی یہ البورغال کی قبر ہے) تو اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے ساتھ قبر میں سونے کی چھڑی اور سلاخ بھی مدفون ہے اگر تم قبر کو کھودو تو اس کو پالو گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے فوراً قبر اکھیر دی اور وہاں سے حسب فرمان وہ چھڑی اور سلاخ نکال لی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس رات اسود غنسی (مدعی نبوت) قتل ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آسمان سے خبر اور وحی نازل ہوئی تاکہ ہمیں بشارت دیں تو آپ نے فرمایا آج رات اسود غنسی قتل کر دیا گیا ہے اور اس کو بابرکت جوان نے قتل کیا ہے۔ عرض کیا گیا وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ فیروز کیونکہ وہ فیروز اور کامیاب ہے یعنی نام جیسا تھا کام بھی دلیا ہی کیا۔

ام ذر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا وقت وصال آیا تو میں رونے لگی آپ نے فرمایا رونا نہیں بلکہ بشارت سنو میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جماعت کے متعلق فرماتے سنا جن میں میں بھی تھا کہ تم میں سے ایک آدمی جنگل میں فوت ہو گا جس کے جنازہ اور کفن و دفن میں مومنین کی ایک عظیم جماعت شامل ہوگی۔ اس جماعت میں سے ہر شخص یا اپنے دیہات اور آبادی میں فوت ہوا اور یا جماعت رفقار کے اندر اور صرف میں ہی وہ شخص ہوں جو چٹیل میدان اور جنگل میں تنہائی کے عالم میں فوت ہو رہا ہوں۔ بخدا میں نے



جھوٹ بولا ہے اور یہی مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے لہذا راہ کی طرف دیکھو۔  
 میں نے کہا حجاج کرام حج سے فارغ ہو کر جا چکے اور راستے گزرنے والوں سے خالی اور منقطع ہو چکے،  
 اب کون نظر آئے گا مگر ان کے کتنے پرٹیلے پر دوڑ کر چڑھتی اور ادھر ادھر دیکھتی پھر ان کی تیمارداری اور خدمت کے  
 لیے لوٹ آتی۔ ناگاہ کیا دیکھتی ہوں کہ چند آدمی اونٹوں پر سوار گزر رہے ہیں۔ میں نے پکڑا ہوا میں لہراتے ہوئے  
 ان کو اشارہ کیا وہ جلدی آپہنچے اور دریافت کیا کیا بات ہے؟ میں نے کہا مسلمانوں میں سے عظیم مسلمان سیاق  
 موت میں ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ میں نے کہا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ۔  
 انہوں نے کہا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جواب میں کہا ہاں! تو انہوں نے  
 ان کو دعائیں دیتے ہوئے کہا ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کفن دیا اور پھر  
 (نماز جنازہ پڑھ کر) دفن کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو گروہ اہل نار کے  
 ہیں (جو بعد میں پیدا ہوں گے) میں نے ان کو (چشم ظاہر سے) نہیں دیکھا۔ ان میں سے ایک گروہ تو ان لوگوں  
 کا ہے جن کے ہاتھوں میں گاؤ دم کی طرح چابک ہوں گے اور وہ لوگوں کو ان کے ساتھ ماریں گے۔  
 اور دوسری جماعت غورتوں کی ہے جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی (کپڑوں کی باریکی کی وجہ سے  
 یا بدن کے اکثر حصے ننگے ہونے کی وجہ سے) خود لوگوں کی طرف برائی کے لیے مائل ہوں گی اور لوگوں کو اپنی  
 طرف مائل کرنے والی ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کی کوبانوں کی طرح ایک طرف کو جھکے ہوں گے نہ  
 جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھیں گی۔ حالانکہ اس کی خوشبو اتنی انتی مسافت (ستر سالہ  
 راہ) سے سونگھی جاسکے گی۔

حضرت ابو توفل سے مروی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہید کر دیے گئے تو حجاج بن  
 یوسف نے آپ کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی طرف آدمی بھیجا (تاکہ ان کو اپنے ہاں بلائے  
 ان کے انکار پر اس نے کہلا بھیجا خود بخود آجاؤ ورنہ میں ایسے شخص بھیجوں گا جو تمہیں بالوں سے پکڑ کر گھیٹے ہوئے  
 یہاں لائیں گے آپ نے کہا ہاں بھیجئے ایسے لوگ میں خود نہیں آؤں گی وہ خود اٹھا اور نازد بخترے سے پھدکتا ہوا  
 چلا اور جا کر کہا دیکھا میں نے تیرے بیٹے کے ساتھ کیا سلوک کیا انہوں نے کہا تو نے اس کی دنیا خراب کی  
 اور اس نے تیری عاقبت تباہ کر دی)

— میں نے رسول خدا علیہ التہیۃ والتناہ سے سنا کہ ثقیف میں ایک کذاب ہو گا اور ایک مفسد کذاب تو ہم نے دیکھا  
 یعنی مختار بن عبیدہ ہا مفسد تو میرے خیال میں وہ تو ہی ہے (تو حجاج وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور ان کو کوئی جواب



نہ دیا۔

ابو ہارون عبدی کہتے ہیں ہم جب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ فرماتے: مرحبا بوضیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش آمدید ہو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے لیے آپ نے فرمایا تھا کہ یقیناً لوگ تمہارے پاس زمین کے اطراف و اکناف سے علم دین حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوں گے۔ جب وہ حاضر ہوں تو ان کے ساتھ حسن سلوک سے کام لینا اور میری اس وصیت خیر کو قبول کر لو اور اسے ذہن میں بلکہ دل میں جگہ دو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مجھ سے (دین و مذہب) کے مسائل غور سے سنو اور آنے والے لوگ تم سے سنیں گے اور پھر آنے والے ان سے سنیں گے جو تم سے سنیں گے۔

حضرت ام درقہ بنت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ ان کے ہاں تشریف لاتے تھے جب جنگ بدر کا دن تھا تو انہوں نے آپ سے عرض کیا مجھے اجازت فرمائی کہ میں بھی آپ کے ساتھ جہاد کے لیے نکلوں۔ سریشیوں کی دیکھ بھال اور زخمیوں کی مرہم پٹی کر دوں گی۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت نصیب فرمادے۔

حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے گھر میں ہی ٹھہرو کیونکہ اللہ تعالیٰ یقیناً تمہیں یہیں شہادت عطا فرمادے گا۔ انہوں نے ایک لونڈی اور غلام کو اپنی موت کے بعد آزاد کر رکھا تھا یعنی مدیر بنا دیا تھا۔ آپ جب زیادہ عرصہ رہیں تو انہوں نے یہ سوچ کر کہ پتہ نہیں یہ کب فوت ہوں اور یہیں مزید کتنا عرصہ غلامی میں گزارنا پڑے آپ کو کبیل میں باندھ دیا اور آپ کا سانس بند کر دیا حتیٰ کہ وصال ہو گیا۔ پھر وہ دونوں بھاگ گئے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا آپ کو صورتحال عرض کی گئی۔ آپ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء ام درقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تھے اور یہیں بھی فرماتے تھے چلو شہید عورت کی زیارت کریں۔ پھر اس غلام اور لونڈی کو پکڑ لیا گیا اور (ثبوت جرم کے بعد) ان کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب جنگ بدر میں ستر کفار کے ساتھ حضرت عباس بھی قید ہو گئے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ندیہ طلب فرمایا تو انہوں نے عرض کیا میرے پاس تو مال نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا عباس وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت ام فضل کے پاس رکھا اور



اس وقت صرف تم دونوں میاں بیوی تھے اور تم میرا کوئی فرد تمہارے ساتھ نہیں تھا۔ اور تم کہہ رہے تھے کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں اور جنگ میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا مال فضل کے لیے ہے، اتنا حصہ تیرا ہے اور اتنا حصہ عبداللہ کا۔

انہوں نے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس مال کو میرے اور آپ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کو اس کا علم تھا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد بن اسحاق نے روایت کی ہے کہ عمیر بن وہب صفوان بن امیہ کے پاس بدر والے واقعہ کے بعد بیٹھا جب کہ وہ حطیم کعبہ میں تھا اور عمیر قریش میں شرارتی اور فساد لوگوں میں شمار ہوتا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ایذا اور تکلیف پہنچایا کرتا تھا اور اس کا بیٹا وہب بن عمیر بدر کے قیدیوں میں شامل تھا۔ عمیر نے بدر کے کنوئیں میں پھینکے ہوئے کفار کے روسا کا اور ان پر آنے والی مصیبت کا ذکر کیا تو صفوان نے کہا بخدا ان کے بعد زندہ رہنے کا کوئی مزہ نہیں ہے اور نہ ایسی زندگی میں کوئی خیر و برکت ہے۔

عمیر بولا تو نے ٹھیک کہا ہے خدا کی قسم اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جس کی ادائیگی کے لیے میرے پاس مال نہیں ہے اور چھوٹے چھوٹے بال بچے نہ ہوتے جس کا کوئی سرپرست نہیں ہے اور ان کے ضائع ہونے کا مجھے سخت اندیشہ ہے تو میں (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سوار ہو کر پہلی فرصت میں پہنچتا اور (خاکم بدر بن) ان کو ٹھکانے لگا دیتا کیونکہ مجھے بھی ان سے دکھ پہنچا ہے اور میرا بیٹا ان کے ہاں قیدی بنا ہوا ہے۔

صفوان نے کہا تیرا قرض میرے ذمہ آگیا، میں اس کو ادا کر دوں گا اور تیرے اہل و عیال میرے لیے بمنزلہ میرے اہل و عیال کے ہیں۔ ان کی دیکھ بھال اور خدمت و خاطر اسی طرح کی جائے گی جیسے کہ اپنے اہل و عیال کی اور ان سے وہی سلوک کیا جائے گا جو اپنے اہل و عیال سے کروں گا۔ عمیر نے کہا پھر اس معاملہ کو جو تیرے اور میرے درمیان ہے پوشیدہ رکھنا۔ صفوان نے کہا ٹھیک ہے۔ میں اس راز کو فاش نہیں ہونے دوں گا۔

پھر عمیر نے اپنی تلوار کے متعلق حکم دیا کہ اسے اچھی طرح تیز اور زہرا لود کیا جائے۔ پھر گھر سے نکلا اور مدینہ منورہ پہنچ کر اپنی سواری مسجد نبوی کے دروازے پر بٹھائی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب اس کو دیکھا کہ اس نے تلوار حائل کی ہوئی ہے جس نے ہمارے اور قوم قریش کے درمیان جنگ بھڑکانی اور ان کو جنگ و جدال پر آمادہ کیا۔



پھر وہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کا دشمن عمیر تلوار جمائل کیسے ہوئے آپ نے فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ انہوں نے اگر اس کی تلوار والے میان اور پٹے سمیت اس کو گریبان سے پکڑا اور انصار کو کہا کہ سمجھی بارگاہ نبوی میں پہنچ جاؤ اور جا کر بیٹھو اور اس خبیث کے شر و فساد کا خیال رکھنا کہیں سرور انبیاء علیہ النجۃ والثناء کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے کیونکہ اسکا اعتبار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ پھر آپ اس کو بارگاہ نبوی میں لائے۔ جب آپ نے اس کو اس حالت میں دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو محالہ سیف اور گریبان سے پکڑے ہوئے ہیں تو فرمایا اسے عمر اس کو چھوڑ دیجئے۔ پھر عمیر کو فرمایا قریب آ جا۔

جب وہ نزدیک آگیا تو اس نے عرض کیا انعم صباحاً۔ صبح بخیر! اور یہ اہل جاہلیت کا سلام تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے تحفہ سلام کی نسبت بہتر تحفہ و تحیہ میں عطا فرمایا ہے اسے عمیر السلام علیکم اہل جنت کا تحیہ اور تحفہ ہے۔ اچھا تو یہ بتاؤ کیسے آیا ہے اور آنے کا موجب و باعث کیا ہے؟ اس نے عرض کیا میرا بیٹا جو تمہارے ہاتھوں میں قیدی اور اسیر ہے اس کا فدیہ دے کر چھڑانے کے لیے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو پھر تلوار کو گردن میں جمائل کرنے کا باعث کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ ان تلواروں کا بڑا کرے۔ انہوں نے ہمیں کیا فائدہ دیا۔

آپ نے منہ مایا سچی بات بتلا، کس مقصد کے لیے آیا ہے۔ اس نے کہا میں صرف اور صرف اسی مقصد کے لیے آیا ہوں (جو بتلا چکا ہوں) آپ نے منہ مایا جھوٹ بول رہا ہے تو اور صفوان حلیم کعبہ میں بیٹھے تھے اور تم نے قریش کے ہلاک شدگان کا تذکرہ کیا اور کنوئیں میں پھینکے جانے والے مرداروں کا۔ پھر تو نے کہا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جس کی ادائیگی فی الحال ممکن نہیں ہے اور چھوٹے چھوٹے بال بچے نہ ہوتے تو میں جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیتا۔ پھر صفوان نے تیرا بوجھ اٹھانے کا عہد کیا۔ قرضہ ادا کرنے اور اہل و عیال کا نفقہ برداشت کرنے کا ذمہ اٹھایا۔ اس شرط پر کہ تو مجھے قتل کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ میرے درمیان اور تیرے اس برے ارادے کے درمیان حائل ہے اور میرا محافظ و نگران ہے۔

عمیر نے کہا اشہد انک رسول اللہ۔ ہم قبل ازیں آپ کی رسالت سے انکار کرتے تھے مگر یہ ایسا واقعہ ہے جس میں میرے اور صفوان کے علاوہ اور کوئی حاضر و شاہد نہیں تھا۔ بخدا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ کو اس کی اطلاع صرف اللہ تعالیٰ نے ہی دی ہے۔ اس خدا نے بزرگ و برتر کی حمد ہے جس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت دی اور مجھے اس راہ پر چلایا۔ پھر کلمہ شہادت پڑھا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے اس بھائی کو دین اسلام کی تعلیم دو اور قرآن پڑھاؤ اور اس کا



قیدی بیٹا آزاد کر دو۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ارشاد نبوی کی تعمیل کی۔

پھر عمیر نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نور خداوندی کے بچانے میں کوشاں تھا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا دین قبول کرتا اس کو سخت ایذا اور تکلیف دیتا تھا اب میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ میں مکہ مکرمہ میں جا کر اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ اور دین اسلام کی دعوت دوں۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ انگوہدایت نصیب فرمائے ورنہ میں ان کو اسی طرح زک پہنچاؤں گا جس طرح آپ کے اصحاب کرام علیہم الرضوان کے لیے موجب اضطراب اور پریشانی بنا رہا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمیر کو رخصت عطا فرمائی۔ وہ مکہ مبارکہ میں پہنچے اور جب عمیر مدینہ منورہ کی طرف غلط ارادہ کے ساتھ روانہ ہوئے تھے تو صفوان بن امیہ قریش کو کہا کرتا تھا تمہیں عنقریب ایک عظیم واقعہ کی بشارت ملے گی جو تمہیں بدر والی مصیبت بھلا دے گی۔

صفوان آنے جانے والے سواروں سے حضرت عمیر کے متعلق دریافت کرتا رہتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک سوار نے اس کو حضرت عمیر کے اسلام کی خبر دی تو اس نے قسم کھالی کہ میں تو عمیر سے کلام کروں گا اور نہ ہی اس کو کسی قسم کا نفع پہنچاؤں گا۔ جب عمیر مکہ مکرمہ میں پہنچے تو لوگوں کو دعوت اسلام دیتے رہے اور مخالفین کو طرح طرح ایذا پہنچاتے رہے چنانچہ بہت سے لوگ ان کے ہاتھ پر مشرقت باسلام ہوئے۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ علامہ ابو الوفاء ابن عقیل نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غیبی امور اور آنے والے واقعات سے متعلق خبریں دینا انتہائی پرخطر امر تھا کیونکہ اسود غنی اور مسیلہ کذاب کو ان کی ہیکلو پو نے رسوا و ذلیل کیا جن کی مدار محض تخمین اور ظن و گمان پر ہوتی تھی لہذا وہ خلافت واقعہ نگشتیں اور وہ لوگوں کے سامنے ذلیل و خوار ہو جاتے۔

اور ہمارے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مثلاً) ابولہب کے متعلق اعلان فرمایا سیب صلی ناراً ذات لہب۔ وہ عنقریب دہکتی آگ میں داخل ہوگا۔ (اور حالت کفر میں مرے گا) اگر وہ اسلام لے آتا تو اس میں نئی خدا علیہ التبیۃ والثناء کی کتنی سبکی اور جگہ ہنسائی ہوتی۔ لہذا آپ نے انجام و عواقب کا پوری طرح جائزہ لے کر اعلان فرمایا آپ کے اس قسم کے اعلانات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے دعاوی میں کتنا اعتماد اور وثوق تھا۔ اور الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثابت قدم رکھا اور آپ نے ایسی مضبوطی رکھی تھی جسکے موجب ہمت امور سے گرنے کا کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ بلکہ وہ درحقیقت اس ذات اقدس سے صادر ہونے والی اساس و بنیاد تھی جو تمام و اکمال پر پوری طرح قادر ہے۔ واللہ متبع نورہ و لو کرہ الکافرون



## سولہواں باب

### پتھروں کا نبی العالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موم کی طرح نرم ہو جانا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان تین دن تک مسلسل خندق کھودتے رہے اور کھانا چکھا بھی نہیں تھا۔ بعض صحابہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا ہمارے حصے میں خندق کے اندر ایک ایسی چٹان نمودار ہوئی ہے جو ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ آپ نے فرمایا اس جگہ ذرا پانی چھڑکو پھر آپ نے کدال ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر تین ضربیں اس پر لگائیں تو وہ ریت کی طرح بہنے لگ گئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نگاہ اٹھائی اور غور سے دیکھا تو آپ نے پیٹ مبارک پر پتھر باندھا ہوا تھا۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو خندق میں ایک جگہ ایک سخت چٹان سی رونما ہو گئی جس پر کدالیں وغیرہ اتر رہی تھیں۔ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں اس کی شکایت کی، آپ تشریف لائے، کدال ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر ایک ضرب لگائی جس سے اس چٹان کا ایک تہائی حصہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ آپ نے نعرۃ اللہ اکبر بلند کیا اور فرمایا مجھے شام کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور بخدا میں اس کے سرخ مملات کو اپنی اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں پھر بسم اللہ پڑھ کر دوسری بار ضرب لگائی اور دوسری تہائی کو توڑ دیا اور فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔ بخدا میں (اپنے اس مقام سے) مدائن کو اور اس کے سفید مملات کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر میری بار بسم اللہ پڑھ کر اس پر ضرب لگائی اور لقیۃ حصہ کو ریت کی طرح کر کے رکھ دیا اور فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک یمن کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور بخدا میں صنعا کے ایوان کو اپنے اس مقام پر کھڑا ہو کر دیکھ رہا ہوں۔



## سترھواں باب

### کھجور کے خشک تنے کا آپ کے فراق میں آہ وزاری کرنا

حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ایک ستون کا سہارا لے کر خطبہ دیتے تھے۔ ایک انصار عورت نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرا ایک غلام بڑھئی ہے کیا میں اس کو یہ حکم نہ دے دوں کہ وہ آپ کے لیے منبر تیار کرے جس پر تشریف فرما ہو کر آپ خطبہ دیں آپ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں۔ اس غلام نے منبر تیار کیا جب جمعہ کا دن آیا تو حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منبر پر تشریف ارازی فرمائی اور خطبہ دیا تو وہ ستون جس کے ساتھ سہارا لگا کر آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرماتے تھے وہ اس طرح رویا جس طرح بچہ (ماں کی جڈائی پر) روتا ہے تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ستون اس لیے ردیلے ہے کہ وہ ذکر جو میرے منہ (مبارک) سے قریب ہو کر سستا تھا اس سے محروم ہو گیا ہے اور اس قریب کو گنواٹھا ہے۔

حضرت ابی بن کعب کے بیٹے طفیل نے آپ سے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ اس امر کو پسند فرمائیں گے کہ میں آپ کے لیے منبر تیار کروں جس پر جمعہ کے دن آپ خطبہ دیں تاکہ سبھی حاضرین جناب کے دیدار سے مشرف ہو سکیں اور آپ ان کو اپنا خطبہ سنا سکیں آپ نے فرمایا ہاں۔

انہوں نے منبر بنایا جس کے تین درجے تھے اور اسے اٹھا کر مسجد شریف میں اپنی جگہ پر نصب کیا گیا اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر کھڑے ہونے کا ارادہ فرمایا۔ جوں ہی آپ اس کی طرف چلے تو اس ستون نے اس نور سے چلانا اور رونما شروع کیا کہ قریب تھا کہ فطر غم و اندوہ سے پھٹ جائے۔ رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور ستون پر دست رحمت و شفقت پھیرا حتیٰ کہ اس کو قرار و سکون حاصل ہو گیا۔

جب مسجد نبوی کو شہید کیا گیا اور اس میں تبدیلی کی گئی تو اس ستون کو ابی بن کعب نے اپنے قبضہ میں لے لیا اور وہ ان کے گھر پڑا رہا حتیٰ کہ بوسیدہ ہو گیا اور دیکھنے سے اس کو کھالیا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ محبوب خدا علیہ التحیۃ والتنازعہ جمعہ کے دن ایک خشک لکڑی کے ساتھ پیٹھ مبارک لگا کر خطبہ دیتے تھے جب لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ نے حکم دیا میرے لیے منبر بناؤ صحابہ رضی اللہ عنہم نے منبر تیار کیا جس کی دو سیڑھیاں تھیں جب آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے کہ خطبہ دیں تو اس خشک ستون نے آہ وزاری کر کے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے شوق اور قلبی لگاؤ کا مظاہرہ کیا۔



حضرت انس فرماتے ہیں میں خود مسجد میں موجود تھا میں نے لکڑی سے ایسی آہ وزاری سنی جیسے کوئی محبت میں والہ اور شیدا ہو اور فراق محبوب کی وجہ سے درد و غم کا اظہار کر رہا ہو۔ وہ ستون اسی طرح آہ و بکا میں مصروف رہا حتیٰ کہ محبوب خدا و خلق صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو اپنی بغل میں لیا۔ تب اس کو سکون قرار نصیب ہوا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ جب یہ حدیث بیان فرماتے تو رو دیتے اور پھر فرماتے اے اللہ کے بندو خشک لکڑی اپنے شوق و ذوق اور محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی تسبیح اور دلی رغبت کا اس انداز میں اظہار کرے اور اُن کے قرب خداوندی اور منصب محبوبیت کی قدر کرے تو تم اس امر کے زیادہ حقدار ہو کہ اُن کی ملاقات سے مشرف ہونے اور اُن کے جمال جہاں آرا کو دیکھنے کی تمنا کرو اور قسمت یاد رہی نہ کرے اور بخت مدون نہ کرے تو اس حسرت میں آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہاؤ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ستون کا سہارا لے کر خطبہ ارشاد فرماتے جب منبر بنا یا گیا تو آپ اس کی طرف منتقل ہو گئے۔ ستون نے آہ وزاری شروع کی آپ نے اس کی حالت زار پر ترس کھاتے ہوئے اس کے پاس آکر اس پر دست شفقت و رحمت پھیرا۔ رواہ البخاری۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ ارشاد فرماتے ایک رومی شخص آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کو فرمایا میرے لیے منبر تیار کر دو اس نے یہ منبر تیار کیا جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے جب آپ اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے تو وہ ستون اس طرح دھاڑنے لگا جیسے اوٹنی اپنے بچوں کے لیے۔ آپ اتر کر اس کے پاس تشریف لائے۔ اُس کو سینہ اقدس سے لگایا تب وہ چپ ہوا اور آپ نے حکم دیا کہ اس کے لیے زمین میں گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دیا جائے۔

حضرت بریدہ کے بیٹے آپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو خطبہ طویل ہو جاتا اور آپ کو زیادہ دیر قیام کرنا پڑا جو کہ آپ پر گراں گذرتا۔ کھجور کا ایک تنہا لایا گیا اور گڑھا کھود کر اس کو زمین میں گاڑ دیا گیا اور آپ کے پہلو میں اس کو نصب کر دیا گیا جب آپ خطبہ دیتے اور زیادہ دیر کھڑا ہونا دشوار ہوتا تو اس کے ساتھ سہارا لے کر کھڑے ہوتے اور اس پر تکیہ لگا لیتے۔

مدینہ منورہ میں ایک آدمی وارد ہوا اس نے آپ کی اس تکلیف کو دیکھا تو اپنے قریب بیٹھ کر اسے سہارا دیا۔ اگر ہم اللہ جل جلالہ کے لئے موجب راحت اور باعث سکون



ہوا اور حضور اے پسند فرمائیں تو میں آپ کے لیے بیٹھنے کی ایسی جگہ بنا دوں کہ جس پر جب تک چاہیں بیٹھ کر خطاب فرمائیں اور جب چاہیں کھڑے ہو کر خطاب فرمائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ۔ اسے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر کیا گیا تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ میرے لیے (منبر کی) سیڑھیاں بناؤ تاکہ اُن پر بیٹھ کر خطبہ دوں جب وہ بن گئیں اور آپ اُن پر رونق افروز ہوئے، تو آپ نے راحت محسوس فرمائی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ستون سے الگ ہوئے اور منبر کا قصد فرمایا تو اس نے جزع اور یقراوی کا مظاہر کیا اور اس طرح تہذاری کی جیسے اونٹنی اپنی اولاد کے لیے کرتی ہے۔

ابن بریدہ نے اپنے والد گرامی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ستون کے رونے اور چیخنے چلانے کی آواز سنی تو اس کی طرف رجوع فرمایا اور اس پر دست کرم رکھا اور حکم دیا کہ دو باتوں میں سے جو چاہے اختیار کرے۔ یا تو میں سمجھے اس جگہ لگا دوں جہاں تو پہلے تھا اور تو اسی طرح سرسبز و شاداب ہو جائے جیسے کہ پہلے تھا۔ یا چاہے تو میں تجھے جنت میں لگا دوں تو اس کی نہروں سے سیراب ہو اور اس کے جانفزا چشموں سے تیری نشو و نما عمدہ ہو جائے اور تو پھل دار ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب اور پیارے لوگ تیرا پھل کھائیں الغرض جو چاہے میں وہی کر دوں گا۔

حضرت بریدہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا نعم قد فعلت ہر تین ہاں میں نے کر دیا۔ ہاں میں نے کر دیا۔ آپ سے عرض کیا گیا آپ کے ارشاد کا اس نے کیا جواب دیا اور کونسا امر اختیار کیا آپ نے فرمایا کہ اس نے جنت میں کاشت کیے جانے کو پسند کیا اور میں نے اسے کہا کہ میں نے تیری استدعا کو شرف قبولیت بخشا اور تجھے جنت میں لگا دیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز ادا فرماتے تو وہ ایک چھپر کی صورت میں تھتی نیچے کھجوروں کے ستون تھے اور اوپر سایہ کے لیے کھجور کی شاخیں ڈال دی گئی تھیں آپ کی سجدہ گاہ میں ستون تھا جس کی طرف آپ منہ کر کے نماز ادا فرماتے اور بوقت خطبہ اس کے ساتھ اوٹ لگاتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چند حضرات نے آپ سے عرض کیا کہ کیا ہم آپ کے لیے ایسی قیام گاہ نہ بنا دیں جس پر آپ کھڑے ہوں تو سب لوگ آپ کے دیدار سے آنکھوں کو منور کر سکیں اور آپ کا خطبہ بھی سن سکیں۔

آپ نے فرمایا ہاں۔ تو آپ کے لیے تین درجات پر مشتمل منبر تیار کیا گیا۔ آپ اس پر قیام فرما ہوئے (جس طرح بوقت خطبہ قیام فرماتے تھے تو وہ ستون آپ کی طرف مائل ہوا اور اضطراب اور تقاریر کا مظاہرہ کسانا آپ نے



فرمایا۔ آرام اور سکون سے کام لے۔ وہ دوبارہ آپ کی طرف مائل ہوا اور اپنا درد و غم ظاہر کیا تو آپ نے فرمایا۔  
— اگر تو چاہے تو میں تجھے جنت میں لگا دوں تاکہ نیک لوگ تیرا پھل کھائیں اور اگر چاہے تو میں تجھے اپنی جگہ لوٹا  
دوں اور ترقی مانہ کر دوں جیسے کہ پہلے تھا۔ اس نے دینیوی زندگی اور سرسبزی و شادابی پر خودی زندگی کو ترجیح دی۔  
جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو وہ ستون حضرت ابی کے حوالے کر دیا گیا اور ہمیشہ اُن کے پاس  
رہا حتیٰ کہ اس کو دیکھ کھا گئی۔

ابن عقیل فرماتے ہیں ستون کے آپ کے لیے آہ و بکا اور اظہار رنج و الم کرنے میں تعجب کرنا مناسب  
نہیں ہے اور نہ درختوں کے جڑوں پر چل کر حاضر بارگاہ ہونے پر حیرانی کا اظہار موزوں ہے کیونکہ جس ذات اقدس  
نے مقناطیس میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ لوہے کو اپنی طرف جذب کرے اور کھینچ لے وہ ذات اقدس اپنے  
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی خاصیت رکھے جو ان چیزوں کو اپنی طرف کھینچ لے تو کیا بعید ہے۔

## اٹھارھواں باب

### کنکریوں کا دست کریم میں تسبیح رب العالمین ادا کرنا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت  
عثمان رضی اللہ عنہم ایک جگہ تشریف فرما ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کنکریاں دست اقدس میں  
لیں تو انہوں نے تسبیح کہی اور سبحان اللہ سبحان اللہ ان کا ورد بن گیا حتیٰ کہ میں نے ذکر خدا کے ساتھ ان کا  
زمزمہ اس طرح محسوس کیا جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔ پھر آپ نے ان کو رکھ دیا تو (گویا) وہ گونگی ہو گئیں  
اور ان کی تسبیح کی آواز سنائی نہ دی۔

آپ نے پھر ان کو اٹھا کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا تو انہوں نے سبحان اللہ سبحان اللہ  
کہنا شروع کیا حتیٰ کہ شہد کی مکھیوں کی طرح ان کی دلنواز آواز سنائی دینے لگی۔ جب آپ نے ان کو رکھ دیا تو پھر ان  
کی زبان قال بند ہو گئی۔ پھر آپ نے ان کو اٹھایا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھا تو انہوں  
نے تسبیح شروع کر دی اور ان کی آواز میں اپنے کانوں سے سن رہا تھا۔ جب آپ نے ان کو زمین پر رکھا  
تو انہوں نے چپ سا دھلی۔



بعد ازاں آپ نے وہ کنکریاں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مقدس ہاتھ میں دیں تب بھی انہوں نے تسبیح اقدس الاپنی اور غلّ غسل کی مانند سیلا نعمہ ستانی دینے لگا۔ پھر انہوں نے اُن کو زمین پر رکھا تو وہ گونگی بن گئیں۔

## انیسواں باب

ایذا رسانی کا قصدِ فاسد رکھنے والے مشرکین کی نگاہوں سے آپ کا پوشیدہ ہونا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب سورہ تبت ید ابی لسب نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی امّ جمیل بنت حرب جو کہ ابوسفیان کی بہن تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئی۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے جب حضرت صدیق نے اس کو دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ یہ بدکلام اور بد زبان عورت ہے۔ اگر آپ یہاں سے اٹھ کر تشریف لے جائیں تو بہتر ہوگا تاکہ وہ آپ کو تکلیف نہ پہنچائے آپ نے فرمایا وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی۔

جب وہ اس مجلس تشریف تک پہنچی تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابوبکر تیرے صاحب (نبی) نے اپنے شعر (قرآن) سے میری جو جھوکی ہے۔ آپ نے کہا نہیں وہ تو شعر کہتے ہی نہیں ہیں۔ وہ کہنے لگی تم میرے نزدیک بچے ہو۔ اور اتنا کہہ کر واپس ہو گئی۔

انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ واقعی اس نے آپ کو نہیں دیکھا؛ آپ نے فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ اپنے نورانی پر اور بازو کے ذریعے مجھے اس سے پوشیدہ رکھے ہوئے تھا تا آنکہ وہ واپس لوٹ گئی۔

## بیسواں باب

اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انسانی ایذاؤں اور ایذا رسانیوں کو دور کرنا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محمد بنہ، اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معنت مرہمہ کا طافِ حاد



کے لیے نکلے۔ واپسی پر بھی میں آپ کے ہمراہ تھا۔ قیلولہ کا وقت آیا تو ہم ایک کثیر التعداد درختوں والی جگہ میں پہنچ چکے تھے۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم ادھر ادھر درختوں کے نیچے آرام فرما ہو گئے اور حبیب خدا علیہ التیمۃ والتناور بھی ایک خاردار درخت کے نیچے محو استراحت ہو گئے اور اپنی تلوار مبارک کو اس درخت کے ساتھ لٹکا دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم تھوڑی دیر سوئے ٹاگا رہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کی آواز آئی۔ ہم حاضر ہوئے تو ایک اعرابی آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا اس شخص نے مجھ پر تلوار سنت کر حملہ کرنا چاہا جب کہ میں سویا ہوا تھا۔ میں بیدار ہوا تو وہ تلوار بے نیام حالت میں اس کے ہاتھ میں تھی اور یہ مجھ سے کہنے لگا۔ تجھے اب میرے حملہ اور ضرب کاری سے کون بچا سکتا ہے۔ میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ (تو یہ رزق لگا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی) اور اب وہ تمہارے سامنے موجود ہے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے درگزر فرمائی اور اس کو عقاب و عتاب نہ فرمایا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بنی محارب کے ساتھ جہاد کرنے کے بعد مراجعت فرما ہوئے تو غوث بن الحارث نامی ایک شخص آپ کے پاس آہنچا اور تلوار سنت کر آپ کے سر اقدس پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ رب العزت۔ تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ آپ نے اس تلوار کو اٹھالیا اور فرمایا۔

اب تو بتلا تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ تو اس نے عرض کیا اپنے ہاتھوں مقہور اور مغلوب شخص کے ساتھ حسن سلوک فرماؤ اور مواخذہ میں نرمی اور رحم و کرم کا مظاہرہ فرماؤ۔ آپ نے فرمایا کیا تو لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ لیکن یہ عہد کرتا ہوں کہ نہ خود تمہارے ساتھ قتال کروں گا اور نہ ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو تمہارے ساتھ جنگ و جدال کریں گے تو آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ محمد (عربی صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے درمیان رہتے ہوئے تمہاری آنکھوں کے سامنے اپنے چہرہ کو سجود باری تعالیٰ کی حالت میں خاک آلود کرتے ہیں؛ لوگوں نے کہا ہاں۔ وہ کہنے لگا مجھے لات وعزیز کی قسم اگر میں ان کو اس طرح کرتے دیکھوں گا تو (نعوذ باللہ) ان کی گردن پامال اور ان کا چہرہ خاک آلود کروں گا۔

حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز ادا کر رہے تھے وہ آیا تاکہ اپنے زعم باطل کے مطابق آپ کی گردن اقدس پر اپنے ناپاک قدم رکھے مگر اس کی قوم نے اچانک دیکھا کہ وہ لٹے پاؤں ایڑیوں کے بل چل رہا ہے اور دونوں ہاتھ آگے پھیلا کر کسی سے بچاؤ کر رہا ہے۔

لوگوں نے پوچھا تجھے کیا ہے؟ اس نے کہا میرے اور ان کے درمیان ایک خندق ہے جو آگ سے



بھری ہے اور ہول و دہشت ہے اور کچھ غیبی ہاتھ اور بازو نظر آتے ہیں۔  
 سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ میرے قریب آتا تو ملائکہ اس کو اچک لیتے اور اس کا جوڑہ جوڑ الگ  
 الگ کر دیتے۔ رواہ مسلم۔

واقعہ می نے اپنے شیوخ کی سند سے نقل کیا ہے کہ فتح مکہ کے دن نماز ظہر کا وقت آیا تو رسول خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ نماز ظہر کی اذان کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر دیں۔ اس وقت قریش  
 پہاڑوں پر جا چکے تھے اور ان کے روسا دوہاں سے بھاگ گئے تھے اور ردپوش ہو چکے تھے۔

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اشہد ان محمدًا رسول اللہ کہا تو عکرمہ بن ابی جہل کہنے لگا مجھے  
 زندگی بخشے والے کی قسم۔ یقیناً تمہارا ذکر بلند کر دیا گیا ہے۔ نماز تو ہم ادا کرتے ہیں مگر بخدا ہم اس شخص کو پسند نہیں  
 کرتے جس نے ہمارے احباب کو قتل کیا۔

خالد بن اسید کہنے لگا اس خدا کے لیے حمد ہے جس نے میرے باپ کو یہ کرامت اور عزت دی کہ اُس  
 نے یہ دن نہ دیکھا اور نہ سنا جبکہ اس سے قبل داربوار میں پہنچ گیا ہمارے ہشام نے کہا۔ اے کاش مجھے میری ماں  
 روتی اور میں مرجھا ہوتا قبل اس کے کہ بلال کو کعبہ کی چھت پر (نعوذ باللہ) بیٹھتے ہوئے سنتا۔

حکم بن ابی العاص نے کہا مجھے لات کی قسم یہ بہت بڑا حادثہ ہے۔ بنی جمح کا غلام چلار رہا ہے اور ابو طلحہ کی  
 بنیاد پر کھڑے ہو کر (نعوذ باللہ) بیٹھ رہا ہے۔

سہیل بن عمرو نے کہا اگر یہ امر اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہوا بلکہ اس کے نزدیک موجب سخط  
 لا محالہ اس کو تبدیل فرما دے گا۔

ابوسفیان نے کہا میں تو کچھ نہیں کہتا کیونکہ کچھ کہوں گا تو انہیں اگر اور کوئی شخص نہیں بتلائے گا تو اس وادی  
 کی کنکریاں ان کو ہمارے مقالات بیہودہ سے آگاہ کر دیں گی۔

حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر بارگاہ ہوئے اور ان کے مکالمہ کی خبر دی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم  
 ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے فلاں تو نے یوں کہا ہے۔ اے فلاں تو نے یوں کہا ہے۔ ابوسفیان  
 فوراً بولے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے تو کچھ نہیں کہا تو آپ نہیں پڑے۔

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ شیبہ بن عثمان نے کہا جب نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی جنگ لڑی  
 تو مجھے اپنا باپ اور چچا یاد آئے جن کو حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہما نے قتل کیا تھا۔  
 میں نے دل میں سوچا آج کے دن میں ان کا بدلہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے لے سکتا ہوں۔ میں آپ کے پاس  
 پھیلی طرف سے چھپ کر آیا اور اتنا نزدیک آگیا کہ تموار کا وار کر کے باسانی ان کو شہید کر سکتا تھا، فوراً الگ کا ایک شہد



بجلی کی تیزی کے ساتھ میری طرف بڑھا تو میں اسٹے پاؤں واپس ہونے لگا فوراً نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے شیبہ ادھر آؤ میں حاضر ہوا تو آپ نے دستِ اقدس میرے سینہ پر رکھا اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو میرے سینہ سے نکال دیا۔

جب میں نے نگاہ اٹھائی اور چہرہ اقدس کو دیکھا تو آپ مجھے اپنی آنکھوں اور کانوں سے بھی زیادہ محبوب نظر آنے لگے (اور دستِ مصطفویٰ نے بغض کو محبت میں تبدیل فرمادیا اور دل کی دنیا بدل کر رکھ دی) معمر بن سلیمان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی مخدوم کا ایک آدمی ہاتھ میں پتھر لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھا تا کہ آپ پر وار کرے۔ جب آپ کے پاس پہنچا تو آپ سجدہ کی حالت میں تھے (موقعہ غنیمت جانا) اور پتھر والا ہاتھ اٹھا کر حملہ کرنے لگا تو ہاتھ فوراً خشک ہو گیا۔ واپس اپنے شیطان ساتھیوں کے پاس گیا تو انہوں نے کہا تو بزدل ہو گیا اور ہم سر کیسے بغیر واپس آگیا۔ اس نے کہا، یہ بات نہیں لیکن یہ پتھر میرے ہاتھ میں ہے اور میں اس کو پھینکنے کی استطاعت اور طاقت نہیں رکھتا۔ وہ حیران ہوئے اور دیکھا تو اس کی انگلیاں اس پتھر پر خشک ہو چکی تھیں انہوں نے بڑا زور لگایا اور جیلہ گری اور چارہ سازی کی تباہ انگلیوں سے پتھر کو نکالا اور کہنے لگے یہ تو قدرت کے ارادے سے رونما ہونے والا واقعہ ہے (عالم ظاہر اور اسبابِ عاریہ میں تو ایسی صورت حال دیکھنے میں نہیں آتی)۔

ابو بکر بن ابی الدنیا نے حدیثِ حکم میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ کفار نے اس شخص کو کہا ہم نے تجھ سے زیادہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاملہ میں عاجز کسی کو نہیں دیکھا۔ اس نے کہا ہمیں ملامت نہ کرو ہم نے ان کے لیے باہم وعدہ و عہد کیے جب ان کے قریب ہوئے تو ہم نے اپنے پیچھے آوازے مٹنے آوازے کیا تھے، یوں معلوم ہوتا تھا کہ وادیِ تھامہ کے جتنے پہاڑ تھے وہ سبھی یکدم گرا دیے گئے ہیں۔ پھر دوسری رات باہم عہد و پیمان باندھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ صفا و مردہ دونو پہاڑیاں مل کر تھامہ کے درمیان حائل ہو گئی ہیں۔

## اکیسواں باب

جن لوگوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی انکی کیفیتِ ہلاکت و انجامِ بد کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نصرانی شخص حلقہ اسلام میں داخل ہوا وہ سورہ بقرہ سورہ آل عمران



پڑھتا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کتابت وحی کرتا تھا۔ وہ نعوذ باللہ مرتد ہو گیا اور نصرانی بن گیا اور کہا کرتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف وہی جانتے ہیں جو میں اُن کے لیے لکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک فرمایا۔

لوگوں نے اس کو دفن کیا صبح ہوئی تو زمین اس کو باہر پھینک چکی تھی۔ انہوں نے گمان کیا یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے ساتھیوں کا اقدام ہے کیونکہ یہ اُن سے بھاگ آیا تھا، انہوں نے اگر اس کی قبر کھود کر اس کی نعش کو باہر پھینک دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اٹھایا اور اچھی طرح گہری قبر کھودی جتنی کہ وہ کھود سکتے تھے اور اُس کو دفن کیا مگر صبح اگر دیکھا تو اس کا مردار جسم قبر سے باہر پڑا تھا۔

انہوں نے پھر ہی گمان کیا کہ یہ محمد عربی اور اُن کے صحابہ کا فعل ہے انہوں نے پہلے اس آدمی کی قبر کھینچ کر اس کا جسم باہر نکال پھینکا ہے۔ پھر قبر کھودی اور مقدور بھر اس کو گہرا کیا اور اس کو دفن کیا۔ صبح اگر دیکھا تو زمین اس مردار کو باہر پھینک چکی تھی اس وقت ان کو تسلی ہو گئی کہ یہ لوگوں کا فعل نہیں ہے بلکہ (خود زمین اس کو قبول نہیں کر رہی ہے)۔

مفسرین کرام نے قول باری تعالیٰ اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ کے تحت وضاحت فرمائی ہے کہ ایک جماعت کفار و معاندین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے ساتھ مذاق بھراستہزاء کرتی تھی ایک دن جبرئیل امین علیہ السلام بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور وہ لوگ بیت اللہ شریف کے گرد طواف کر رہے تھے۔ ولید بن مغیرہ اُن کے پاس سے گذرا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا آپ اس شخص کو کیسے پاتے ہیں آپ نے فرمایا یہ بہت برا شخص ہے۔ انہوں نے عرض کیا آپ کو اس سے کفایت کر دی گئی ہے اور ولید کی پنڈلی کی طرف اشارہ کیا۔

ولید ایک شخص کے پاس سے گذرا جو تیروں کو پر لگا رہا تھا (تاکہ سیدھے نشانہ پر جا کر گریں) تو اس کے تیروں میں سے ایک تیر کے پھل کا تیز دھار ٹکڑا اس کی چادر سے اٹک گیا اور تکبر و غرور نے اس کو اس سے باز رکھا کہ سر جھکا کر اس کو کھینچ ڈالے چنانچہ وہ اس تکلیف سے بیمار ہو گیا اور اسی مرض میں ہلاک ہو گیا۔

عاص بن وائل گذرا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا آپ اس کو کیسا پاتے ہیں آپ نے فرمایا یہ بہت خراب آدمی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اُس کے قدم کی درمیانی خمیدہ جگہ کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ ہلاک ہو گیا۔

اسود بن عبد یغوث وہاں سے گذرا تو عرض کیا یہ کیسا شخص ہے آپ نے فرمایا یہ بہت ذلیل اور کمینہ اور انتہائی بُرا آدمی ہے جبرئیل علیہ السلام نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا تو وہ پیٹ کی بیماری سے واصل جہنم



ہوا۔ حارث بن قیس گذرا تو انہوں نے اس کے متعلق دریافت کیا آپ نے فرمایا یہ بھی بہت بڑا ہے جبریل علیہ السلام نے اس کے سر کی طرف اشارہ فرمایا تو اس کا سر پھول گیا اور وہ اس حال میں ہلاک ہو گیا۔  
عکرمہ فرماتے ہیں کہ استہزار اور ٹھٹھا کرنے والے جنگ بدر سے قبل ہلاک ہو گئے تھے اور ابن سائب کتے ہیں کہ وہ بھی صرف ایک دن رات (چوبیس گھنٹے کے) اندر ہلاک اور اصل جہنم ہو گئے۔

## بائیسواں باب

اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درپے آزار شیاطین کو آپ سے دور رکھتا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ ایک سرکش جن گذشتہ رات قید و بند توڑ کر بھاگ نکلا اور میرے پاس گیا تاکہ میری نماز توڑ ڈالے اور مجھے ایذا و آزار پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت اور غلبہ عطا فرمایا۔ میں نے اس کو گلے سے پکڑ لیا اور ارادہ کیا کہ مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ اسے باندھ دوں تاکہ تم بھی اس کو صبح دیکھو۔ پھر مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی رب ہب لی ملکاً لا ینبغی لاحد من بعدی اے اللہ مجھے ایسی سلطنت عطا فرما کہ میرے بعد وہ سلطنت کسی کے شایانِ شان نہ ہو تو میں نے ذلت و رسوائی کے ساتھ اس کو لوٹا دیا۔

ابو القیاح سے منقول ہے کہ میں نے حضرت عبدالرحمن بن حبیش رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ نبی اکرم صیب

عہ شیخ المحققین عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اس حدیث مبارک کے تحت فرماتے ہیں منخواست کہ اہل تہذیب و تمدن و  
شکستگی درکار خانہ ملک سلیمان افکند و الابقوت و تعترف و قدرت و سلطنت زیادہ برآں بود و ملک و ملکوت جن و انس و تمامہ عوالم بتقدیر  
و تعریف النبی در حیلہ قدرت و تعریف و سے بود۔ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۶ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ چاہا کہ اس شیطان میں تصرف  
ظاہر فرمادیں اور کارخانہ ملک سلیمان علیہ السلام میں شکست و ریخت کا عملی نمونہ دکھلائیں ورنہ قوت و تعریف اللہ قدرت و سلطنت کے لہان سے  
آپ ان پر فائز و برتر تھے جن و انس اور جیسے عوالم کا ملک و ملکوت باذن اللہ آپ کے احاطہ قدرت اور تعریف میں تھا ایک جن کی کیا حیثیت تھی۔



مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کیا کیا جب شیاطین نے آپ کے ساتھ کید و مکر کیا تھا انہوں نے فرمایا کہ اس رات پہاڑوں اور وادیوں میں جتنے جن اور شیاطین موجود تھے وہ سبھی آپ کی طرف اترے جن میں خود شیطان بھی تھا اور اس کے ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا جس سے وہ لعین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کو جلانا چاہتا تھا۔ جبرئیل حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اے محمود خدا و خلق آپ کیسے آپ نے فرمایا میں کیا کہوں تو انہوں نے یہ کلمات عرض کیے کہ انہیں پڑھیے۔

اعوذ بکلمات اللہ اتہامات کلہا من شر ما خلق و ذرا و بر و من شر ما یبغر ل من السماء و من شر ما یخرج فیہا و من شرفتن اللیل والنہار و من شر کل طارق الا طارقا یطرق بخیر یا رحمن میں اللہ تعالیٰ کے تمام کلمات کے وسیلہ سے ہر اس شے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے وجود عطا کیا جس کو پھیلایا اور عام کیا اور جس کو مکمل خلقت سے نوازا اور ان امور کے شر سے جو آسمان سے نازل ہوتے ہیں اور ان چیزوں کے شر سے جو آسمان کی طرف بلند ہوتی ہیں اور شب و روز کے فتنوں کے شر و فساد سے اور رات کو آنے والے ہر شخص کے شر سے ماسوا اس کے جو خیر کے ساتھ وارد ہوں اے رحمن۔ جوں ہی سرور عالم و عالمیاں، سید دانش و جان صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات پڑھے تو وہ شیطان بھاگ گئے۔ ان کی وہ آگ بجھ گئی اور وہ شکست عزائم و مقاصد سے دوچار ہوئے۔

## تیسواں باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرین کا ہونا اور اطاعت گزاری سے پیش آنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کو باہر تشریف لے گئے مجھے غیرت آئی کہ باری میری تھی اور میرا محبوب مجھے تنہا چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ تشریف فرما ہو گیا۔ جب آپ تشریف لائے تو میرے کرب و اضطراب کو ملاحظہ فرمایا اور بے چینی و بے قراری سے کروٹیں بدلنے کا مشاہدہ کیا تو فرمایا اے عائشہ کیا بات ہے کیا غیرت لاحق ہو گئی ہے۔ انہوں نے عرض کیا تو کیا مجھ جیسے محب و مشتاق کو آپ جیسے محبوب پر غیرت نہیں ہونی چاہیے۔

آپ نے فرمایا تجھے تیرے قرین (شیطان) نے دوسے ڈالے ہیں؛ میں نے عرض کیا تو کیا میرے ساتھ شیطان



ہے؛ آپ نے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا کیا ہر انسان کے ساتھ شیطان ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں تو کیا آپ (جیسی عظیم المرتبت ہستی) کے ساتھ بھی شیطان ہے؟ میں نے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا ہاں موجود تو ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے میری اعانت فرمائی اور مجھے اس پر غلبہ عطا فرمادیا ہے لہذا میں اس کے شر سے محفوظ رہتا ہوں یا وہ میری اطاعت کرتا ہے اور وساوس و خواطر سے باز رہتا ہے یا وہ اسلام سے مشرف ہو گیا ہے اور میرے شرف قرب کی بدولت اس کی شیطنت ختم ہو گئی ہے۔ رواہ البخاری

اکثر محدثین نے لیکن ربی اعانتی علیہ فاسلم میں فاسلم کو فتح میم کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کے دو معنی ہوئے (وہ شرف اسلام سے مشرف ہو گیا ہے یا اس نے میری اطاعت گزاری کو اپنا لیا ہے) اور سفیان بن عیینہ نے ضم میم کے ساتھ روایت کیا ہے (جس کا معنی یہ ہوا کہ میں اس کے شر سے محفوظ رہتا ہوں) مگر یہ روایت درست نہیں ہے کیونکہ بعض روایات میں لحدیث مبارکہ کے الفاظ یوں ہیں۔ فلایا ہرنی الا بخیر۔ کہ وہ مجھے صرف خیر اور بھلائی کا مشورہ دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے حضرت آدم علیہ السلام پر دو وجہ سے نفیست دی گئی ہے۔ میرا شیطان کا فر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے میری اعانت فرمائی تو وہ مسلمان ہو گیا اور میری ازواج مطہرات میرے لیے معاون و مددگار ثابت ہوئیں بخلاف حضرت آدم علیہ السلام کے۔ ان کا شیطان کا فر تھا (اور کا فر ہی ربا) اور ان کی بیوی ان کی نفس کشی کا سبب بن گئیں۔

۱ قول۔ عدم صحت کے حکم کی کوئی وجہ وجہ نہیں ہے بلکہ جب وہ شیطانییت سے باز آگیا تو وہ بجائے وساوس ڈالنے کے خیر کا مشورہ دیتا ہے لہذا آپ محفوظ رہتے ہیں تو گویا فلایا ہرنی الا بخیر فاسلم والی شق کے یہ دلیل اور بیان علت ہے لہذا اس کو وجہ عدم صحت قرار دینا درست معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔



## چوبیسواں باب

رب کریم جل و علی کا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زہریلے جانوروں کے شر کو دور رکھنا  
حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو نوموزے طلب فرمائے  
تاکہ ان کو پہنیں آپ نے ایک کو پہن لیا مگر دوسرے کو عقاب نے اٹھالیا اور دور جا پھینکا تو اس سے سانپ نمودار  
ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہے وہ موزے (اور جوتے)  
اتنے وقت تک نہ پہنے جب تک ان کو جھاڑ نہ لے رن

## پچیسواں باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض صحابہ کی نکلی ہوئی آنکھ کو اپنی جگہ پر لوٹا کر  
درست فرما دینا اور اسکی بینائی کو بحال فرما دینا

ہشتم بن عدی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوقحافہ بن نعمان ظفیری رضی اللہ عنہ کی آنکھ جنگ  
احد میں زخمی ہوئی اور ڈھیلا یا ہر نکل آیا۔ وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور ڈھیلے کو ہاتھ پر اٹھائے ہوئے تھے آپ  
نے دریافت فرمایا۔ اے ابوقحافہ یہ کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ نبذہ کی حالت آپ کے سامنے ہے (یہ  
آنکھ کا ڈھیلا ہے جو ہر نکل آیا ہے)

ف حضرت رومی علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا کہ صحابہ کو تعجب ہوا کہ فضاؤں میں اڑنے والے جانور کو موزہ میں موجود سانپ کیسے نظر آگیا سرور عالم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانور کو بلالیا اور اس کو خدا بزرگ دہر تر نے قوت گویائی عطا فرمائی اور اس نے عرض کیا سہ مار در موزہ  
بہ بینم در ہوا نیست از من عکس تست اے مصطفیٰ یعنی میں سر اقدس کے قریب سے گذرا تو انوار حبیب سے پورا جہاں بھر پر روشن ہو گیا  
اور اس وقت سانپ بھی موزہ میں موجود پایا تو یہ خدمت سر انجام دی۔



نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چاہو تو صبر کرو اللہ تعالیٰ تمہیں اس تکلیف پر صبر کے بدلے جنت عطا فرمائے گا اور اگر چاہو تو میں اس کو اپنی جگہ پر رکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا اور تو اس میں کوئی کمی محسوس نہیں کرے گا (بلکہ حسب سابق آنکھ کا رآمدین جائے گی) عہ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت جزا رحمتی اور عطا جیل ہے لیکن میں ایسا شخص ہوں جو عورتوں اور بیویوں میں مبتلا ہوں۔ جب وہ مجھے کانٹا دیکھیں گی اور لوگوں کی زبان پر میرا یہی لقب بن جائے گا تو وہ مجھے قطعاً پسند نہیں کریں گی اور مجھے آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گی۔ لہذا آپ مجھے آنکھ بھی لٹا دیں اور میرے لیے اللہ تعالیٰ سے جنت کی دعا فرمائیں (مجھے آپ کی دعا سے انشاء اللہ ضرور جنت حاصل ہو جائیگی) آنکھ شور شاف یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے درخواست کو شرف قبولیت بخشتا ہوں اور آنکھ لٹا دیتا ہوں اور حصول جنت کی دعا بھی کر دیتا ہوں۔ آپ نے اُن کے ہاتھ سے آنکھ کا ڈھیلا لیا اور اس کو اپنی جگہ پر رکھ دیا تو وہ دوسری آنکھ سے بھی بہتر ہو گئی اور تازیست وہ آنکھ کام دیتی رہی۔ حضور نے جنت کی دعا بھی فرمادی۔

ہیشتم فرماتے ہیں کہ حضرت ابو قتادہ کا بیٹا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے استفسار فرمایا اے جوان تو کون ہے؟ اس نے اپنا تعارف اُن اشعار میں کرایا۔

۱۔ انا ابن الذی سالت علی الخدا عینہ . فردت بکف المصطفیٰ احسن الرد  
میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ رخسار پر شک آئی اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کف دست کے ساتھ بہتر طریقہ پر اس کو اپنی جگہ پر لٹا دیا گیا۔

۲۔ فعاتت کما کانت لا حسن حالها . فیا حسن ما عین دیا طیب ما یند  
وہ پہلے کی مانند بڑی اچھی حالت پر لوٹ آئی پس کتنی حسین آنکھ ہے لڑنے والی اور کتنا پاکیزہ ہاتھ ہے اس کو لڑانے والا۔

عہ۔ اس حدیث پاک سے معجزات کا صدور بالاعتقاد واضح ہو گیا اور ان لوگوں کے توہم کا ازالہ ہو گیا جو کہتے ہیں معجزہ میں نبی کے ارادہ و اختیار کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے متعلق یہ اعتماد تھا کہ میری دعا بارگاہ حسد اندی میں لامحالہ مقبول ہوگی۔ اس لیے صبر کرنے اور جنت حاصل کرنے کے مقابل آنکھ کا ڈھیلا اپنی جگہ رکھنے اور دعا کرنے کا ذکر فرمایا اور ساتھ ہی اعلان فرمادیا۔ فلعن تقعد منها شیئا تو اس میں کوئی کمی محسوس نہیں کرے گا۔



حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہماری طرف توسل کرنے والوں کو اس قسم کا وسیلہ اختیار کرنا چاہیے پھر فرمایا۔

تَدُلُّ الْمَكَامَ لَا قَعْبَانَ مِنْ لَبَنِ شَيْبًا بَعْدَ فَعْلَادَا بَعْدَ الْبَوَالَا

یہ ہی حقیقی کرامات اور فضائل محمودہ ہیں نہ کہ دودھ کے دوپائے جن میں پانی ملا کر ٹھنڈا کیا گیا ہو (وقتی طور پر تو وہ بہت موجب لذت بھی ہیں اور باعث فرحت بھی) مگر کھوٹھی دیر کے بعد وہ پیشاب بن جانے والے ہیں۔

## پھیسوال باب

### دیوار کا بارگاہ نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں کلام کرنا

حضرت ابواسید ساعدی بدری سے منقول ہے کہ رسول خدا علیہ التَّحِيَّةُ وَالسَّلَامُ نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے ابوالفضل کل تم اور تمہاری اولاد اپنے گھر میں ہی رہنا باہر نہیں جانا مجھے تمہارے ساتھ کام ہے سوہ اپنے گھر میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ کی تشریف آوری کے منتظر رہے آپ قدم رنجہ فرمائے اور فرمایا السلام علیکم۔ انہوں نے جواب میں عرض کیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ صبح کس حال میں کی ہے؟ آپ نے دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا خیر وعافیت کے ساتھ۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے صبح کس حال میں کی ہے۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ خیر وعافیت کے ساتھ۔

پھر آپ نے فرمایا ذرا قریب قریب ہو جاؤ اور ایک دوسرے کی طرف کھسک کر نزدیک ہو جاؤ تین مرتبہ آپ نے یہ کلمات دہرائے جب وہ اس قدر اکٹھے ہو گئے کہ آپ کا ان کو ایک کپڑے کی لمبیٹ میں لینا ممکن ہو گیا۔ تو آپ نے اپنی چادر ان کے ارد گرد پھیلا دی اور اس کے گھیرے میں لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دُعا فرمائی۔ ہَذَا الْعَبَّاسُ عَمِّي وَصَنَوَانِي وَهُوَ لَدَا أَهْلِ بَيْتِي۔ اَللّٰهُمَّ اسْتَرْهَمِ مِنَ النَّارِ كَسْتَرِيْ اَيَاہُمْ بِمَلَاكِنِیْ هٰذَا۔ یہ عباس ہیں جو کہ میرے چچا ہیں اور میرے باپ کے ساتھ والی شاخ جو ایک تنے سے نمودار ہونے والی ہے، اور یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اے اللہ ان کو آگ سے پوشیدہ رکھ (اور دور) جیسے کہ میں نے ان کو اپنی اس چادر میں چھپایا ہوا ہے اور نگاہِ اغیار سے پوشیدہ اور دور کر رکھا ہے۔

آپ کے منہ مبارک سے یہ کلمات نکلنے لگے تھے کہ دروازے کی دہلیز اور اس منزل کے سبھی در و دیوار نے تین مرتبہ آمین کہی۔

عہ اس حدیث پاک سے واضح ہو گیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور ان کی اولاد کو بھی اپنے اہل بیت قرار دیا ہے اور جس طرح حسنین کریمین اور سیدنا طہ زہراء اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو چادر میں لے کر دُعا فرمائی اسی طرح ان کے لیے بھی دُعا فرمائی لہذا اہل بیت کا صرف پانچ تن میں حصر درست نہیں ہے بلکہ اہل بیت عام ہیں جن میں نبی لحاظ سے بنو ہاشم و بنو عبد المطلب داخل ہیں ولادت کے لحاظ سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد صلیبی بیٹے اور بیٹیاں اور حضرات حسنین اور ان کی بہنیں داخل ہیں اور سکونت کے لحاظ سے جملہ زواج مطہرات رضی اللہ عنہم داخل ہیں۔ کذا حقیقة الشَّوْخِ الْمُحَقَّقَةِ الْمُحَدَّثَةِ الْعُلُومِ، ذِیْ اَشْعَةِ الْمُبَحَّاتِ حُلَدِ الرَّعِ



## تسائیسوال باب

ہرہنی کابنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ کلام کرنا اور آپکا اسکی عرض کو شرف قبولیت بنشنا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہرہنی کے پاس سے گذرے جو ایک خیمے میں بندھی ہوئی تھی۔ آپ کو دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کھول دیں تاکہ میں جا کر اپنے بچوں کو دودھ پلاؤں پھر لوٹ آؤں گی، مجھے اسی جگہ باندھ دینا۔ آپ نے فرمایا تو کسی کا شکار ہے۔ کسی نے تجھے باندھا ہے میں کیونکر کھولوں (کیا ضمانت ہے کہ تو کھل جانے کے بعد لوٹ آئے گی) چنانچہ آپ نے اس سے عہد پیمان لیا اُس نے قسم کھائی میں ضرور لوٹ آؤں گی۔

آپ نے اس کو کھول دیا (وہ چوڑیاں بھرتی ہوئی وہاں سے نکلی) اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آگئی اور اُس نے اپنے پستانوں کو خالی کیا ہوا تھا۔ آپ نے اس کو باندھ دیا۔ پھر اس کے خیمہ کے مالکوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا یہ ہرہنی مجھے ہمہ کردہ۔ انہوں نے وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مہربہ و ہدیہ کر دی۔ آپ نے اس کو آزاد فرما دیا اور اس کی رسی کھول دی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی کام کے لیے تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک ہرہنی پر نظر پڑی جو ایک قوم کی قیامگاہ میں بندھی ہوئی تھی۔ اس نے آپ کو دیکھا تو پکارا یا رسول اللہ! آپ ٹھہر گئے اور دریافت فرمایا کیا معاملہ ہے مجھے کیوں پکارا ہے۔

اس نے عرض کیا میرے دو شیر خوار بچے ہیں جو کہ بھوکے ہیں۔ آپ مجھے کھول دیں تاکہ میں ان کو دودھ پلاؤں اور پھر حاضر ہو جاؤں گی لہذا مجھے اسی طرح یہاں باندھ دینا۔ آپ نے فرمایا۔ واقعی تو لوٹ کر آجائے گی اس نے عرض کیا ضرور لوٹ آؤں گی اور اگر نہ لوٹوں تو اللہ تعالیٰ مجھے اس عذاب میں مبتلا کرے جس میں عشار یعنی جبراً لوگوں سے عشر وصول کرنے والے کو مبتلا کرے گا۔

نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو کھول دیا اور آپ اسی جگہ بیٹھ گئے، تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ وہ لوٹ کر آگئی اور اس کے پستان دودھ سے خالی تھے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اقدس اس کے لیے پیچ گیا اور آپ کو اس پر ترس آیا۔ آپ نے اس شخص سے اس کو مہربہ کر دینے کا مطالبہ فرمایا جس نے اس کو باندھ رکھا تھا۔ اُس نے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ اُسے پیش کر دیا تو آپ نے اس کو آزاد فرما دیا۔



حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام صحراء میں تھے کہ اچانک ایک پکارنے والے نے پکارا۔ یا رسول اللہ! آپ ادھر متوجہ ہوئے تو کوئی چیز نظر نہ آئی۔ پھر توجہ فرمائی تو ایک ہرنی بندھی ہوئی کھڑی تھی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے قریب تشریف لائیے۔ آپ اس کے قریب گئے اور دریافت فرمایا کوئی حاجت ہے تو بتلا۔ اس نے عرض کیا اس پہاڑ میں میرے دو چھوٹے چھوٹے دودھ پیتے بچے ہیں آپ انرا دودھ مجھے کھول دیں میں جا کر ان کو دودھ پلاؤں پھر میں لوٹ آؤں گی آپ نے دریافت فرمایا واقعی تو اس عہد کو نبھائے گی اور اس وعدہ پر قائم رہے گی اس نے عرض کیا۔ اگر میں اس عہد کو نہ نبھاؤں تو اللہ تعالیٰ مجھے عشار (جو بلا اذن حاکم لوگوں سے جبراً عشر وصول کرے) والے عذاب سے دوچار کرے۔ آپ نے اس کو کھول دیا۔ وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی گئی اپنے بچوں کو دودھ پلایا پھر لوٹ آئی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سابقہ جگہ پر باندھ دیا۔ اتنے میں اعرابی جس نے اس کو قید کر رکھا تھا بیدار ہو گیا۔ آپ کو وہاں تشریف فرما دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ کوئی کام ہو تو حکم فرمادیں۔ فرمایا ہاں کام یہ ہے کہ اس ہرنی کو آزاد کر دے۔ اس نے رسی کھول دی اور وہ دوڑتی جا رہی تھی اور کلمہ شہادت پڑھتی جا رہی تھی۔

اشھدان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ

## اٹھائیسواں باب

جنب (سوسمار) کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنا اور رسالت کی گواہی دینا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اعرابی نے جنب (گواہ) کو شکار کیا اور اسے اپنی ہمتیں میں ڈالے اپنے اہل خانہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا تاکہ اس کو ذبح کرے اور بھون کر کھائے۔ ناگاہ دیکھتا ہے کہ لوگوں کی ایک جماعت موجود ہے۔ اس نے پوچھا یہ کیا جمع لگا ہے؟ لوگوں نے بتلایا کہ ایک شخص محمد بن عبداللہ پر لوگ جمع ہیں جو کہ نبی ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔

وہ آدمیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اور کہنے لگا مجھے لات وعزیز کی قسم میں نے کسی ذی روح کو سلام نہیں دیا (اور اس سے ملاقات نہیں کی) جو آپ سے زیادہ مجھے مغرض ہو (نحوذ باللہ اور اگر مجھے میری قوم حلیہ باز اور بسا بہیکاطعنہ نہ دیتی اور مجھے اس الزام کا ڈر نہ ہوتا تو میں فوری حملہ کر کے تمہیں قتل کر دیتا اور تمہارے



قتل کے ذریعے سپاہ و سفید کو خوش کرتا اور بنو ہاشم اور دیگر قبائل عرب کو راحت پہنچاتا کیونکہ تم ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتے ہو!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو پہچان لیا اور فرمایا اے بنی سلیم قبیلہ کے فرد تجھے اس قول اور بیوہ گوئی پر کس امر نے برا لگیتے کیا اور تو نے میری مجلس میں میری تعظیم و تکریم کیوں نہیں کی۔ اس نے کہا مجھے لات و عزیزی بھی نہیں میں اتنے وقت تک تم پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک یہ سو سمار تم پر ایمان نہ لائے اور اس کو آپ کے سامنے پھینک دیا۔ حضرت عمر فاروق نے عرض کیا مجھے اجازت فرمائیں میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا (علم و حوصلہ اور تحمل و بردباری سے کام لو) تمہیں معلوم نہیں ہے کہ صاحب علم اور بردبار منصب نبوت کے قریب ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گوہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اُسے پکارا اے گوہ۔ اس نے عرض کیا لیک و سعدیک (میں آپ کی خدمت اقدس میں بار بار حاضر ہونے والا ہوں اور آپ کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار) واضح عربی زبان میں جواب دیا جس کو ساری قوم نے سمجھا۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا تو کس کی عبادت کرتا ہے؟ عرض کیا اس ذات اقدس کی جس کا عرش عظمت و کبریائی آسمانوں میں ہے اور جس کی حکومت و سلطنت زمین میں ہے اور جس کے دلائل قدرت اور علامات عظمت سمندر میں ہیں اور جنت میں جس کی رحمت ہے اور نار جہنم میں جس کی عقوبت ہے۔

میں کون ہوں؟ آپ نے دریافت فرمایا۔ اس نے عرض کیا آپ رسول رب العالمین اور خاتم النبیین ہیں جس نے آپ کی تصدیق کی وہ فلاح پا گیا اور جس نے تکذیب کی وہ خائب و خاسر ہو گیا۔ اعرابی نے عرض کیا میں مشاہدہ کے بعد حکایت و روایت کا طلبگار نہیں ہو سکتا صرف میں ہی نہیں بلکہ میرے بدن کا ہر بال، جلد اور میرا ظاہر و باطن یہ گواہی دیتا ہے۔

اشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمد اعبداہ ورسولہ۔

بمخدا میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تھا تو روئے زمین پر آپ سے زیادہ کوئی شخص مجھے مغرض اور ناپسندیدہ نہیں تھا اور اب یقیناً آپ مجھے میرے سمع و بصر اور باپ بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہیں آپ نے فرمایا اس اللہ تعالیٰ کے لیے حمد و ثناء ہے جس نے میری بدولت تجھے ہدایت عطا فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنو سلیم میں سے ایک اعرابی جنگل کی طرف نکلا تو ناگاہ اسے ضرب (گوہ) نظر پڑی۔ اسے شکار کیا اور اپنی آستین میں ڈال لیا۔ پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اللہ پر ہیکار کرکے اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم ساحر ہو اور اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ مجھے میری قوم عجل اور جلد باز کے گتوں میں



اس تلوار سے تمہارا کام تمام کر دیتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا بیباکانہ اور گستاخانہ کلام سنا تو تیزی سے اٹھ کر اس کو سزا دیں اور گرفت کریں۔

حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوحنض مبیٹہ جاؤ صاحب علم شخص منصب نبوت کے قریب ہے (لہذا تم علم و حوصلہ سے کام لو) پھر آپ اعرابی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو فرمایا اَسْلِمَ تَسْلَمُ مَنِ النَّارِ۔ احلام لے آؤ جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جائے گا۔ اس نے کہا مجھے لات و عزی کی قسم جب تک یہ تم پر ایمان نہ لائے میں ایمان نہیں لاؤں گا اور گوہ کو آستین سے باہر پھینک دیا۔ اس نے پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کیا تو آپ نے اس کو فرمایا۔

اے ضرب ادھر آ۔ وہ حاضر خدمت اقدس ہو گیا۔ آپ نے فرمایا یہ بتلائیں کون ہوں؟ اس نے عرض کیا۔ آپ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

۱۔ اَلَا يَا رَسُولَ اللَّهِ • اَنْتَ صَادِقٌ  
فیورکت مہدیا و برکت ہادیا  
اے رسول خدا بیشک آپ دعویٰ رسالت میں صادق ہیں پس آپ برکت دیے ہوئے ہیں در انما لیکہ  
مددی ہیں اور برکت دے گئے ہیں در انما لیکہ آپ ہادی ہیں۔

۲۔ شہرت لنا دین الحنیفۃ بعدما  
عبدنا کا مثال الحمیر الطواغیا  
آپ نے ہمارے لیے دین حنیف کو ظاہر فرمایا بعد اس کے کہ ہم نے گدھوں جیسے طواغیت اور  
اصنام کی عبادت کی۔

۳۔ فیاخیر مدعو و یاخیر مرسل  
اَلِی الْحَقِّ ثَمَّ اَلَا نَسِیْتُ دَاعِیًا  
پس اے ان لوگوں میں سے بہترین جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بلایا اور سب رسولوں سے افضل  
جو جنوں اور انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے۔

۴۔ اَتِیْتُ بِبِرْهَانٍ مِّنْ اِلٰهِمَّ وَاضِحٍ  
فَاَصْبَحْتُ نَبِیْنًا صَادِقَ الْقَوْلِ دَاعِیًا  
آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک واضح برہان و دلیل لائے اور ہمارے درمیان سچے قول والے  
اور احکام خداوندی کو محفوظ رکھنے والے ہو گئے۔

۵۔ فِیوْرَکَتٍ فِی الْاَحْوَالِ حَیًا وَ مِیْتًا  
و برکت مولود ا و برکت ناشئا  
آپ سب حالات میں بابرکت ہیں حالت حیات ظاہر ہو یا حالت ممات حالت بچپن ہو یا حالت جوانی۔  
اتنا عرض کر کے گوہ نے سکوت اختیار کیا تو اعرابی نے کہا تعجب کی بات ہے گوہ ہے جس کو جنگل  
سے میں نے شکار کیا ہے اور اپنی آستین میں ڈالا کہ ام کہ ساء اللہ ما۔۔۔۔۔ دھا اللہ ما۔۔۔۔۔



یہ کلام کر رہا ہے اور اس طرح شہادت رسالت و حقانیت دے رہا ہے۔  
میں آنکھوں کے ساتھ ان کی شان رسالت دیکھنے کے بعد کسی نقل یا روایت و اثر کو کیا طلب کروں۔  
اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمداً عبداً ورسولہ۔ پس وہ اسلام لایا اور مخلص مسلمان بن  
گیا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو حکم دیا کہ اس اعرابی کو کلام  
مجید کی چند سورتیں سکھلاؤ اور یاد کراؤ۔

## فصل

اگر کوئی شخص کہے کہ جو معجزات تم نے روایت کیے ہیں وہ تو اتر کے ساتھ منقول نہیں ہیں۔ تو ہم جواب میں  
کہتے ہیں کہ ان واقعات و معجزات کا مجموعی طور پر لحاظ کیا جائے تو ان کی قدر و شرف اسی طرح قطعی اور حتمی معلوم ہوتی  
ہے جس طرح کہ شجاعت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور جود عالم۔  
علاوہ ازیں ہمارے پاس قرآن مجید ہے جس میں شک و تردید کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا اس کا اعجاز ہمیشہ  
ہمیشہ کے لیے برقرار ہے۔ جو تحدی و مقابلہ کے بلند مینار پر کھڑے ہو کر اعلان بلکہ مطالبہ فرما رہا ہے۔ فاقوا  
بسورة من مثله۔ میری سورتوں میں سے چھوٹی سی سورت جیسی سورت بنا کر لاؤ۔  
نیز ملوک و سلاطین کا بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتراف کرنا اور ان کا گردیدہ ہونا باوجود آپ کے  
فقر و زندہ اختیاری کے (حالانکہ امراء و ملوک اپنے نشہ امارت و ملکیت کے پیش نظر فقر و ضعف سے نفرت  
کرتے ہیں) اور اہل کتاب کا آپ کے متعلق اقرار و اعتراف کرنا کہ واقعی انہی کے اوصاف و کمالات ہماری  
کتابوں میں مرقوم و مسطور ہیں بنی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ رسالت اور حقانیت و صداقت پر  
بہت بڑی دلیل اور عظیم براہین ہیں ایک عظیم برہان ہے۔

## انیسواں باب

نبی الانبیاء علیہ التیمۃ والثناء کا یہود کے ایسے سوالات کا جواب دینا جن کو سوائے نبی صادق  
اور رسول برحق کے نہ کوئی جانتا تھا اور نہ جان سکتا تھا  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی



بارگاہ اقدس میں اس وقت حاضر ہوئے جبکہ آپ مدینہ منورہ تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ سے تین چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں جن کو سوائے ذات نبی کے اور کوئی شخص نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا پوچھو۔ انہوں نے عرض کیا۔

- ۱۔ قیامت کے علامات میں سے پہلی علامت کون سی ہے۔
  - ۲۔ پہلا کھانا جو اہل جنت کھائیں گے وہ کیا ہوگا۔
  - ۳۔ لڑکا کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی ماں کے اس اختلاف کی وجہ کیا ہے؟
- آپ نے فرمایا حضرت جبریل امین علیہ السلام ابھی ابھی مجھے تیرے تینوں امور بتلا کر گئے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا یہ فرشتہ تو یہود کا دشمن ہے (باعتبار یہود کے زعم فاسد کے) الغرض آپ نے ہر سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ (۱) علامات قیامت میں سے پہلی علامت وہ آگ ہے جو مغرب سے نمودار ہوگی اور لوگوں کو مشرق یعنی میدان عشر کی طرف دھکیلے گی۔

- ۲۔ اہل جنت کا پہلا کھانا پھلی کے جگر کا بڑھا ہوا ٹکڑا ہوگا۔
  - ۳۔ اور لڑکے کے کبھی باپ اور کبھی ماں کے مشابہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ مرد کا مادہ منویہ جب عورت کے مادہ پر سبقت لے جائے تو وہ جنین کی شکل و صورت میں اثر انداز ہو کر باپ کی شکل و صورت کی طرف لے جاتا ہے اور عورت کا مادہ منویہ سبقت لے جائے تو وہ بچے کو ماں کی شکل و صورت کی طرف لے جاتا ہے۔
- حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہ جوابات سن کر پکار اٹھے۔ اشهد ان لا الہ الا اللہ وان لا رسول الا محمد۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ یہودی انتہائی کم عقل اور سوچ و فکر سے محروم قوم ہے، اگر ان کو میرے اسلام لانے کا پتہ چل گیا تو وہ مجھے آپ کے سامنے — الزامات کا نشانہ بنائیں گے۔ لہذا آپ ان کی طرف آدمی بھیج کر دریافت فرمائیں کہ ابن سلام تم میں کیسا آدمی ہے۔ آپ نے آدمی بھیجا اور دریافت فرمایا۔ عبداللہ بن سلام تم میں کس پایہ کا آدمی ہے؟ انہوں نے کہا وہ ہم سب سے بہتر ہے اور اس کا باپ ہمارے آباؤ سے بہتر تھا وہ ہمارا عالم ہے اور ہمارے عالم کا فرزند ہے۔ وہ ہم سب سے زیادہ فقیہ اور دانا ہے اور ہم سے بڑے فقیہ اور دانا کا لخت جگر ہے۔

آپ نے فرمایا مجھے یہ بتلاؤ اگر وہ اسلام لے آئے تو تم اسلام لے آؤ گے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اسے اس سے محفوظ رکھے کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر اس دین میں داخل ہو۔ اسی اثنا میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اشهد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ پڑھتے ہوئے نمودار ہوئے۔ سب



جاہل ہے اور ایک بہت بڑے جاہل کا بیٹا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہی خطرہ تھا (جس کے تحت میں نے عرض کیا کہ پہلے ان سے میرے متعلق دریافت فرمائیں۔ اب انہوں نے دو متعارض اور متناقض باتیں کر کے اپنے آپ کو خود جھوٹا ثابت کر دیا ہے) رواہ البخاری

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ یہودی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کرتے ہیں اگر آپ ہمیں ان کا جواب دے دیں تو ہمیں اطمینان ہو جائے گا کہ آپ نبی ہیں اور ہم آپ کی اتباع کر لیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عہد لیا جیسے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے عہد لیا تھا جب کہ انہوں نے کہا۔ واللہ علیٰ ما نقول دکیل۔ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر وکیل ہے اور اللہ تعالیٰ پر ہی اس کے اتمام میں اعتماد و بھروسہ ہے۔

۱۔ انہوں نے کہا ہمیں نبی کی علامت کے متعلق خبر دیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔

۲۔ اولاد کبھی مذکر ہوتی ہے اور کبھی مؤنث اس کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اولاد کا تولد تو کون دو مادوں سے ہوتا ہے اگر عورت کا مادہ تولید غالب آجائے تو جنین مؤنث بن جاتا ہے اور اگر مرد کا مادہ تولید غالب آجائے تو جنین مذکر ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا ہے۔

۳۔ رعد کیا ہے اور یہ چمک کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ انہوں نے پوچھا؟ آپ نے فرمایا ملائکہ میں سے ایک ملک کتاب پر مؤکل ہے جس کے ہاتھ میں چابک ہوتا ہے جس کے ساتھ وہ بادلوں کو ہانکتا ہے اور جدھر اللہ تعالیٰ کا امر ہوتا ہے ادھر ان کو چلاتا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا تو پھر آواز کیوں سنائی دیتی ہے اور یہ کیسی آواز ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ اسی فرشتہ کی آواز ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔

۴۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر کونسی شے حرام فرمائی تھی؟ آپ نے فرمایا ان کو عرق النساء کا عارضہ لاحق ہوا تو انہوں نے اپنے لیے کوئی شے ملائم طبع اور موافق مزاج نہ پائی ماسوا اذنیوں کے دودھ کے لہذا انہوں نے ان کا گوشت اپنے آپ پر حرام کر لیا۔ یعنی اس سے عملی طور پر اجتناب کا التزام کر لیا کہ اعتقادی طور پر۔ انہوں نے کہا آپ نے ٹھیک فرمایا۔

۵۔ انہوں نے کہا اب احسری سوال رہ گیا ہے اگر آپ اس کا جواب دے دیں تو ہم آپ کی اتباع کریں گے۔ وہ سوال یہ ہے کہ ہر نبی پر آسمان سے فرشتہ وحی لے کر نازل ہوتا ہے تو جو فرشتہ آپ پر وحی لاتا ہے وہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا میرے حامل وحی حضرت جبریل امین علیہ السلام ہیں۔



وہ بولے جبریل! وہ تو حرب اور قتال کے ساتھ نازل ہوتا ہے اور ملائکہ میں سے صرف وہی ہمارا دشمن ہے۔ اگر آپ کہتے کہ مجھ پر وحی لانے والا فرشتہ میکائیل ہے جو کہ رحمت نازل کرتا ہے، بارشیں برساتا ہے اور سبزے اور انواع و اقسام کے غلہ جات اور پھل اگاتا ہے (تو ہم ضرور آپ کی اتباع کرتے) تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات مبارکہ نازل فرمائیں۔

من كان عداوا الجبريل فانه نزل على قلبك اذية

جو جبریل علیہ السلام کے لیے دشمن بنتا ہے تو وہ صرف اُن کا دشمن نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے کیونکہ انہوں نے کلام مجید کو آپ کے دل اقدس پر اذنِ خداوندی سے نازل کیا ہے۔ الخ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرا اور آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محو گفتگو تھے۔ قریش نے اس کو کہا اے یہودی! یہ شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میں نبی ہوں۔ اُن سے کوئی ایسا سوال کرو جس سے معلوم ہو سکے کہ وہ واقعی نبی ہیں؟ اس نے کہا میں ایسا سوال کروں گا جس کا جواب صرف نبی کو معلوم ہو سکتا ہے۔ تب وہ آپ کے پاس حاضر ہو کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انسان کس سے پیدا کیا جاتا ہے؟

آپ نے فرمایا دونوں سے پیدا ہوتا ہے مرد کے نطفہ سے اور عورت کے نطفہ سے۔ مرد کا مادہ تولید غلیظ اور گاڑھا ہوتا ہے۔ اس سے ہڈیاں اور عصاب پیدا ہوتے ہیں اور عورت کا مادہ تولید رقیق ہوتا ہے اس سے خون اور گوشت پیدا ہوتا ہے۔

یہودی کھڑا ہو کر کہنے لگا آپ سے پہلے پیغمبر کرام بھی یوں ہی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت ثوبان خادم رسول رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عالم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں بھی اس وقت آپ کے پاس کھڑا تھا۔ تو اس نے کہا السلام علیک یا محمد۔ میں نے اس کو زور سے دھکا دیا قریب تھا کہ گر پڑے تو اس نے پوچھا تو مجھے کیوں دھکے دیتا ہے؟ میں نے کہا تو یا رسول اللہ کیوں نہیں کہتا۔ اس نے کہا میں ان کو اسی نام سے پکارتا ہوں جس نام کے ساتھ اُن کے گھروالوں نے اُن کو موسوم کیا آپ نے منر مایا ٹھیک ہے میرا نام محمد ہے جس کے ساتھ میرے گھروالوں نے موسوم کیا ہے۔ اس نے عرض کیا۔ میں کچھ پوچھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر میں تیرے سوالات کا صحیح جواب دے دوں تو اس سے تجھے کچھ نفع بھی ہوگا اور میری اطاعت قبول کرے گا؟ اُس نے کہا میں غور سے سنوں گا ایمان لانے نہ لانے کا کچھ نہیں کہہ سکتا۔

آپ کے پاس ایک لکڑی تھی اس کے ساتھ زمین کو کھرچنا شروع کر دیا اور فرمایا پوچھ جو پوچھنا ہے۔



۱۔ اس نے کہا جب زمین و آسمان کو تبدیل کر دیا جائے گا (اور قیامت قائم ہو جائے گی) تو لوگ کہاں ہونگے؟  
آپ نے فرمایا کہ وہ پل صراط کے قریب ظلمت میں ہوں گے۔

۲۔ تو سب سے پہلے کون لوگ اس پل کو عبور کریں گے اور جنت کی طرف جائیں گے؟

آپ نے فرمایا فقراء، مہاجرین، رضی اللہ عنہ۔

۳۔ تو جب یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے لیے کونسا تحفہ و ہدیہ اور کیسی مہمانی پیش کی جائیگی۔

آپ نے فرمایا جنتی مچلی کے جگر کے ساتھ جوزائہ نکلا ہوگا وہ انہیں کھلایا جائے۔

۴۔ اس نے کہا تو اس کے بعد ان کی غذا کیا ہوگی؟

آپ نے فرمایا ان کے لیے جنت کا وہ بیل ذبح کیا جائے گا جو ان اطراف و جوانب میں ہر طرف آزادی کے ساتھ چرتا پھرتا ہوگا۔

۵۔ تو اس کے ساتھ ان کا مشروب کونسا ہوگا؟

آپ نے فرمایا جنت کے اس چشمہ کا پانی جس کو سلسبیل کہتے ہیں۔ اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔

۶۔ آخر میں اس نے کہا کہ میں تم سے ایک ایسا سوال کرتا ہوں جس کا جواب صرف نبی کو معلوم ہو سکتا ہے یا

ایک دو اور آدمیوں کو عام مخلوق اس کو قطعاً نہیں جانتی۔ آپ نے فرمایا اگر جواب صحیح دیدوں تو کیا تجھے

نفع دے گا؟ اس نے کہا کان لگا کر سنوں گا! میں آپ سے ادلاء انسانی کے متعلق پوچھنے آیا ہوں! آپ

نے فرمایا مرد کا مادہ تولید سفید ہوتا ہے اور عورت کا زرد جب دو نو مواد اکٹھے ہوتے ہیں اور مرد کا مادہ عورت

کے مادہ پر غالب آجاتا ہے تو ان سے اللہ کے امر سے مذکر تولد ہوتا ہے اور اگر عورت کا مادہ مرد کے

مادہ پر غالب آجائے تو اللہ تعالیٰ کے امر سے مؤنث کا تولد ہوتا ہے۔

یہودی نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ یقیناً آپ اللہ تعالیٰ کے نبی و رسول ہیں پھر وہ چلا گیا تو رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص نے جس وقت مجھ سے سوال کیا تو اس سے پہلے مجھے ان امور میں سے کسی کا علم نہیں

تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان امور کی اطلاع دی۔ اس روایت کو امام مسلم نے ذکر فرمایا ہے۔



## تیسواں باب

نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی پشت اقدس کے پیچھے اشیاء کو مشاہدہ فرمانا  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریر فرمانے سے قبل ہماری طرف  
متوجہ ہو کر فرماتے تَرَاَصُّوْا وَاَعْتَدُوا فَاَنِي اُرَاَكُمْ مِنْ دَرَاءِ ظَهْرِيْ اَبِكُمْ دُوسَرُے كُے سَاَتَهْلُ كُے  
كَهْرُے هُوَا كُرو اور صفوں میں اعتدال اور ہموا رى كُو مَحُوْظ رَكْهَا كُرو كِيُونَكُم مِّنْ تَمِيْهِنْ مِطَّيْ كُے پِچھے سے ديكھتا هُوں ۔

فوائد جلیلا = ۱۱۱ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پشت اقدس کے پیچھے سے دیکھنا آیا حالت نماز کے ساتھ خاص ہے  
یا جمیع احوال میں یہ شان اعجاز ثابت ہے۔ حضرت مجاہد عموم کے قائل ہیں اور الفاظ حدیث سے بھی عموم ہی معلوم ہوتا ہے۔ علی الخصوص جن  
روایات میں اس روایت کو سامنے والی جہت سے دیکھنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ اُرَاَكُمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ۔ اور خصوصاً مودینی رکن  
و سجود میں احتیاط برتنے کے ضمن میں اس حکم کے درود کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ عموم لفظ کا اعتبار کیا جائے گا جیسے کہ مسلم قاعدہ ہے۔ علامہ عینی  
فرماتے ہیں اللفظ يقتضى العموم السابق يقتضى الخصوص قلت نقل من مجاهد انه كان في جميع احواله ۔  
عمدة القاری جلد رابع ص ۱۵۸ و فتح الباری جلد اول ص ۳۳۔

۲۔ اس میں اختلاف ہے کہ ملاحظہ و مشاہدہ اپنے ظاہری معنی و مفہوم پر محمول ہے یا وحی و الہام کے معنی میں ہے۔ صورت اولیٰ میں آیا۔  
انہیں آنکھوں کے ساتھ ہے یا اُن سے علاوہ آپ کو آنکھیں عطا کی گئی تھیں اور انہیں آنکھوں کے ساتھ ہے تو غازیوں کی صورتیں سامنے والی  
دیوار میں متحمل ہو جاتی تھیں اور ان کو دیکھ لیا جاتا تھا یا غازیوں کو پس پشت ہونے کے باوجود مشاہدہ فرمایا جاتا تھا۔ ان سب اقوال میں صبر علماء  
و محدثین کے نزدیک مختار اور راجح یہی ہے کہ یہ مشاہدہ اور روایت حقیقی معنی پر محمول ہے اور آپ صحابہ کرام کی ذات کو مشاہدہ فرماتے تھے  
کیونکہ عقلاً سامنے والی آنکھ سے پچھلی سمت میں دیکھنا ممکن ہے اور شرعاً ثابت ہے۔ لہذا اہل ایمان کا اس پر ایمان رکھنا واجب و لازم  
ہے۔ عمدة القاری ص ۲۵۴ جلد خاص و جلد رابع ص ۱۵۴۔ فتح الباری۔ جلد ثانی ص ۱۶۴ پر علامہ ابن حجر فرماتے ہیں مختار یہی ہے کہ یہ حدیث  
پاک اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ زین بن المنیر فرماتے ہیں کہ خلافت ظاہر پر محمول کرنا گویا الفاظ حدیث کو بلا وجہ معطل کرنا ہے اور قریبی فرماتے ہیں  
کہ ظاہری مفہوم سر اولینا ہی اولیٰ اور النسب ہے کیونکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اعجاز و کرامت ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔  
شیخ محقق مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ گفتہ اند صواب آنست کہ چنانکہ قلب شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
را احاطہ دوستی در درک و علم معقولات و ادند حواس لطیف اور انیز احاطہ در درک عموماً نبشیدند و جہات ستر را در حکم یک جہت  
در بقیہ احوال منویا



حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 هل ترون قبلتي ههنا فوالله ما يخفى علي خشوعكم ولا ركوعكم اني لا اركع من وراء ظهري۔  
 کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ میری توجہ قبلہ کی طرف ہے (لہذا مجھے پیچھے کا علم نہیں ہے) بخدا مجھ پر نہ تمہارا  
 خشوع و خضوع پوشیدہ ہے اور نہ ہی رکوع و یقین جانے میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔  
 یہ دو نور و آیات بخاری و مسلم میں ہیں۔

(بقیہ) گردانیدہ مدارج النبوت جلد اول ص ۷۔

محدثین و علماء محققین فرماتے ہیں صحیح اور صواب یہی ہے کہ جس طرح قلب مصطفویٰ کو معنولات کے علم و ادراک میں وسعت اور احاطہ  
 کی قدرت بخشی گئی ہے اسی طرح آپ کے حواس لطیفہ کو محسوسات کے شعور و ادراک میں احاطہ بخش گیا ہے اور جہات ربوبی اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے لیے بمنزلہ جہت مقابل کر دی گئی ہے۔  
 امام اہل سنت فرماتے ہیں ۷۔

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال دھوم و غصم میں ہے آفاتیری بینائی کی  
 ۳۔ مایخفی علی خشوعکم سے آیا سجود والا معنی مراد ہے یا قلبی کیفیت ظاہری ہے کہ مراد قلبی کیفیت ہے اور سجود اس کی ظاہری  
 علامت ہے لہذا لفظ کو عام معنی پر عمل کرنا ہی مناسب ہے اور سجود بھی اس میں داخل ہو جائے گا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
 باعلام اللہ تعالیٰ امت کے احوال قلوب پر بھی مطلع ہیں لہذا جب محض موجود نہیں اور لفظ عام ہے تو تحقیق درست  
 نہیں ہوگی۔

۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رکوع و سجود اور حضور قلب کا حکم دیتے وقت اپنے دیکھے کا ذکر فرمایا حالانکہ الشرب العزت  
 بھی دیکھتا ہے اور اس سے خوف و خشیت بھی زیادہ ہونی چاہیے تو مقام تعلیل میں اپنی رویت کے ذکر کی کیا وجہ ہے؟ علامہ ابن  
 حجر نے فرمایا رویت مصطفویٰ سے بطریق اولیٰ رویت باری تعالیٰ ثابت ہو جائیگی لہذا اس میں مقام احسان کی طرف بھی پہنچائی  
 پائی گئی ہے فائزیراک۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن امت کے لیے شاہد اور مژکی ہوں گے جب ان کو معلوم ہوگا  
 کہ آپ اس حال میں ہمیں دیکھ رہے ہیں تو وہ عبادت کے حقوق و آداب کا پورا پورا خیال رکھیں گے تاکہ آپ بروز قیامت ان کے  
 حسن عبادت اور اخلاص عمل کی گواہی دیں۔ فتح الباری جلد ثانی ص ۱۸۸۔

اقولے: اس تحقیق سے فائدہ نالشیہ میں درج تحقیق کی تائید و تصدیق ہو گئی کیونکہ محض ظاہری آداب کا بجالانا کافی نہیں بلکہ اخلاص  
 بھی واجب و لازم ہے اور مدار تزکیہ و تعدیل اس پر بھی ہے لہذا ثابت ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عین نماز کی حالت میں مقتدیوں کی  
 ظاہری و باطنی کیفیات پر مطلع ہیں۔ فضلی اللہ علیہ وحبوبہ قدر حسنہ و جمالہ و رفعتہ و کمالہ۔



حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ اقیموا الصنوف خانی  
اراکم من خلف ظہری۔ اپنی صفیں درست رکھا کرو کیونکہ میں تمہیں پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

## اکیسواں باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تاریکی شب میں اسی طرح دیکھتے تھے جیسے کہ روز روشن میں

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کان یبری  
فی الظلمۃ کما کان یبری فی النور ورات کی تاریکی میں اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح دن کی روشنی میں دیکھتے تھے

## بیسواں باب

حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کا مستجاب الدعوات ہونا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے خیبر کے دن فرمایا۔ علی کہاں ہیں؟

عہد نگاہ خلق دیکھنے میں سورج کے نور کی محتاج ہے اور رات اگر تاریک ہو تو معمولی طور پر دکھائی دیتا ہے مگر حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
شب و روز یکساں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوا وہ نور آفتاب کے محتاج نہیں ہیں ایسا کیوں ہو جبکہ وہ استفادہ نور میں ان کی طرف محتاج ہے۔ قاضی  
عیاض فرماتے ہیں کہ ابوہریرہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتی تجلی دیکھنے کے بعد میں میل تک رات کی تاریکی میں پہاڑوں  
کی چوٹیوں پر چلتی ہوئی چوٹی دیکھ لیتے تھے تو کیا بعید ہے کہ نبی انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج عین ذات کا دیدار کرنے کے بعد اس سے بھی زیادہ دور تک اور  
تاریکیوں میں دیکھنے پر قادر ہوں۔ شفا جلد اول ص ۳۳ نیز عیسیٰ روح اللہ لوگوں کو جو کچھ وہ کھا کر باگھروں میں رکھ کھاتے تھے وہ بھی تہلادیتے تھے خواہ رات  
ہوتی یا دن، نمرات کی تاریکی مانع ہوتی اور نہ حجاب جسم اور نہ ہی چار دیواریوں کا حجاب لہذا بیان استبعاد کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ نیز یہ روایت تقی بن محمد  
کے واسطے سے عمدۃ القاری جلد خامس ص ۵۴۲ فتح الباری جلد اول ص ۳۳ شفا جلد اول ص ۳۳ عینی جلد رابع ص ۱۵۸ پر موجود ہے اور مدارج جلد اول ص ۱۵۸  
پر بروایت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا منقول ہے۔



عرض کیا گیا کہ اُن کی آنکھیں دکھتی ہیں (آئینہ کی شکایت ہے اور اپنے پاؤں کی پشت دیکھنے سے بھی تا مریں) آپ نے فرمایا آدمی بھیج کر بلاؤ چنانچہ ان کو لایا گیا تو آپ نے اُن کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی تو وہ آنا جلد صحت یاب ہو گئے کہ گویا اُن کو تکلیف تھی ہی نہیں۔ رواہ البخاری والمسلم۔

عبدالرحمن بن ابی یعلیٰ سے منقول ہے کہ میرا باپ رات گئے تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بات چیت میں مصروف رہتا تھا اور خیر خدا رضی اللہ عنہ گرمیوں میں سردیوں والے موٹے اور گرم کپڑے استعمال کرتے تھے اور سردیوں میں گرمیوں والے پتلے اور ٹھنڈے کپڑے زیب تن فرماتے تھے۔ تو ابویعلیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کا سبب تو دریافت کریں۔

انہوں نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف خبر کے موقع پر آدمی بھیجا اور میری آنکھوں سے پانی بہتا تھا میں نے آپ سے اپنی تکلیف کے متعلق عرض کیا تو آپ نے میری آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور فرمایا۔

اللہم اذهب عنه الحر والبرد۔ اے اللہ تعالیٰ ان سے گرمی اور سردی کی کلفت دور فرما دے۔ تو اس دن سے میں گرمیوں میں گرمی کی تکلیف محسوس نہیں کرتا اور سردیوں میں مجھے سردی محسوس نہیں ہوتی۔ حضرت یعلیٰ ابن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں نکلا کچھ فاصلہ ہی طے کر پائے تھے کہ ہمارا گزر راستے میں بیٹھی ہوئی ایک عورت پر ہوا جس کے ساتھ چھوٹا سا بچہ تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اس بچے کو بیماری ہے۔ پتہ نہیں کتنی بار حالت نیند میں اس پر غشی سی طاری ہوتی ہے۔ آپ نے اس کو فرمایا بچہ مجھے دے۔ اس نے آپ کے ہاتھوں میں دے دیا تو آپ نے اُس کو اپنے اور پالان کے اگلے حصے کے درمیان رکھ کر اس کا منہ کھولا اور اس میں تین مرتبہ لعاب دہن ڈالا۔ اور فرمایا۔

بسم اللہ یا عبد اللہ۔ اخذ یا عدد اللہ۔ اے اللہ کے بندے اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کی برکت سے بابرکت رہا اے اللہ تعالیٰ کے دشمن ذلیل و رسوا ہو کر دور ہو جا۔

بچہ اس عورت کے حوالے فرما کر ارشاد فرمایا کہ جب ہم واپس ہوں گے تو ہمیں اسی جگہ پر ملنا اور بچے کی حالت بتلانا۔ فرماتے ہیں ہم چلے اور مقصد پورا کرنے کے بعد واپس ہوئے تو وہ عورت اسی جگہ موجود تھی اور اُس کے ساتھ تین بکریاں تھیں۔ آپ نے دریافت فرمایا تیرے بچے کا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا بخدا ہم نے اس میں وہ تکلیف اب تک نہیں دیکھی (اور یہ بکریاں آپ کے لیے نذرانہ دہریہ ہیں) لہذا ان کو آپ قبول فرما کر لے جائیں۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ سواری سے اتر دو اور صرف ایک بکری لے لو اور باقی واپس کر دو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم



وسلم کی خدمت اقدس میں لے آئی اور عرض کیا کہ اس کو آسیب ہے اور جب کھانا کھانے لگتا ہے تو اس کو اثر ہو جاتا ہے۔ رسول خدا علیہ التہیۃ والتناہ نے اس کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی تو اسے کھانسی آئی اور قم ہوئی پھر اس کے منہ سے کتے کے پلے کی مانند سیاہ جانور باہر آگیا اور زمین پر دوڑنے لگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں کو سخت قحط سالی درپیش ہوئی۔ آپ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی نے اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ مال مویشی ہلاک ہو گئے ہیں اور اہل و عیال بھوکے تڑپ رہے ہیں لہذا اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہم پر باران رحمت نازل فرمائے اور ہماری پیاس بجھائے۔

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حالت میں دست رحمت بارگاہ خداوندی میں دعا کے لیے اٹھائے۔ جس وقت آپ نے ہاتھ اٹھائے تھے اس وقت آسمان پر کوئی مچھوٹا سا بادل کا ٹکڑا بھی نظر نہیں آتا تھا۔ فوراً بادل اُڑ آئے اور گٹھائیں چھا گئیں جیسے کہ پہاڑ ہوں۔ اور آپ ابھی منبر شریف سے اترے نہیں تھے کہ بارش برسنے لگی گئی حتیٰ کہ بارش کا پانی آپ کے چہرہ اقدس اور داڑھی مبارک پر چھت سے ٹپکنے لگا۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم پر اس دن، دوسرے دن حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک بارش برتی رہی۔ تب وہی اعرابی یا کوئی دوسرا شخص اٹھا اور حبیب کبریٰ علیہ التہیۃ والتناہ سے عرض کیا یا رسول اللہ اب تو مکان گرنے لگے ہیں اور مال غرق ہونے لگا ہے، دعا فرمائیں بارش رک جائے۔

محبوب خدا و خلق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے اور عرض کیا اللھم حوالینا ولا علینا۔ اے اللہ ہمارے اطراف و جوانب میں بارش برستی رہے مگر ہم پر نہ برسے اور دست اقدس سے بادل کی طرف اشارہ فرماتے جاتے تھے اور جدھر بھی اشارہ ہوتا بادل چھٹ جاتا حتیٰ کہ مدینہ منورہ پچھلے بادل ہٹ گئے، بارش رک گئی، دھوپ نکل آئی اور ادھر ادھر اسی طرح موسلا دھار بارش برس رہی تھی۔ مدینہ منورہ درمیان میں یوں چمک رہا تھا جیسے دھوپ میں پانی کا تالاب (یا تاج کی سنہری پٹی جو اس کے گرد محیط ہوتی ہے) وادی قناتہ ایک جیسے ہلکے پانی سے بابل ہو کر بہتی رہی اور جو شخص بھی باہر سے آیا اس نے بہت بارش برسنے کی خبر دی۔

رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں اپنے ہاتھ مبارک اٹھایا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں ایک دفعہ جب آپ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے تو آپ سے عرض کیا گیا، بارش رک گئی ہے اور زمین اور ویران ہو چکی ہے لہذا اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔

آپ نے دونوں ہاتھ مبارک دعا کے لیے بند فرمائے اور اتنے بند فرمائے کہ ہم نے آپ کے مبارک ہاتھوں کی سفید دیکھی، جب آپ نے بارش رک دینا مانگنے کے لیے ہاتھ اٹھائے تو آسمان رک کر بادل



موجود نہیں تھا (مگر دعا کرتے ہی فوراً گھٹائیں چھا گئیں اور اس زور کا مینہ برسا) کھودہ جو ان آدمی جن کا گھر مسجد کے قریب تھا ان کو بھی گھر جانے کی ہمت نہیں پڑتی تھی اور وہ بارش پورا ہفتہ جاری رہی جب دوسرا جمعہ آیا تو صحابہ نے عرض کیا۔ اب تو گھروں کے مکان گرنے کو ہیں اور مسافروں کے راستے رک گئے ہیں اور اموال غرق ہونے لگے ہیں۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور دست اقدس سے اشارہ فرمایا اور اس کو اپنے سامنے والی بہت میں پھیلا کر (فضا میں گھمایا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا) اللہم حوالینا ولا عینائے اللہ ہمارے ارد گرد ہو ہم پر نہ ہو تو بارش اور بادل مدینہ طیبہ پر سے چھٹ گئے اور ادھر ادھر مدینہ برسا رہا۔ عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (جنگ بدر) کے موقع پر بے آب گیاہ وادی میں اترے اور مشرک آپ سے قبل وہاں پہنچے تھے لہذا پانی کے کنوؤں پر اترے اور ان پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کو سخت پیاس لگی تو انہوں نے بارگاہ نبوی میں اپنی حالت زار عرض کی۔ ادھر منافقین کا اتفاق سر اٹھانے لگا اور ان میں سے بعض نے کہا اگر یہ واقعی نبی ہوتے جیسے کہ ان کا گمان ہے تو اپنی قوم کے لیے پانی کا بندوبست کرتے جس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے کیا تھا۔ جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بات بلکہ منافقانہ تنقید و تنقیص کا علم ہوا تو فرمایا۔ واقعی انہوں نے ایسے کہا ہے؟ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پانی عطا فرمائے گا۔

پھر آپ نے دونوں پھیلیاں بارگاہ خدا کے کریم میں پھیلایں اور یوں عرض کیا۔ اے اللہ ہمیں ڈھانپ ایسے کثیف اور پر آب بادل کے ساتھ جو زور سے برسنے والا ہو اور اطراف اکناف اس سے جھک اٹھیں اس سے ہمیں ہمیشہ آہستہ اور تھوڑی تھوڑی بارش عطا فرما جس کی انتہاء اور اختتام موسلا دھار بارش اور گھن گرج پر ہو۔ اے جلال و اکرام کے مالک و مستحق خدا کریم۔ آپ نے اپنے ہاتھ ابھی واپس اپنی چادر میں نہیں ڈھانپے تھے کہ ہم پر ایسا بادل سایہ لگن ہو گیا جو ان تمام اوصاف اور کیفیات کا حامل تھا جن کا نبی اکرم حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں ذکر فرمایا تھا۔

پھر تمام انواع و اقسام کی بارشیں عطا کی گئی جس کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی اور سیلاب اور طغیانی نے وادی کو بھر دیا۔ لوگوں نے پانی پیا اور اچھی طرح سیراب ہو گئے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے دن کفار قریش میں سے اسی آدمی مسلح ہو کر جبل تعیم کی طرف سے نیچے اتر کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر حملہ آور ہوئے وہ اہل

عہ امام اہلسنت نے فرمایا

صدقہ ان باتوں کا پیار سے ہم کو بھی درکار ہے

جن کو سوئے آسمان پھیلا کے جل تھل بھر دیے



اسلام کی بخبری سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے (اور انہوں نے عفان کا مال لٹا) رسوا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے خلاف دُعا فرمائی (اور وہ معرب ہو کر اس طرح ہو گئے جیسے بھیڑ بکریاں جن کو زورِ واحد ہانک کر جھڑپا ہے جائے) اور انہیں کھتی ہیں یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی۔

هو الذي كف ايديهم عنكم وايدىكم عنهم ببطن مكة من بعد ان اظفر لكم عليهم۔  
 اللہ ہی وہ عظیم قدرت والا ہے جس نے کفار کے دستِ ظلم و تعدی کو تم سے دور رکھا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک رکھا، وادی مکہ میں جبکہ تم کو ان پر فتح مند اور غالب دکھایا کرتا تھا۔  
 حضرت عمرو بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا میں پانی کا سالہ لے کر حاضر ہوا۔ اس میں ایک بال تھا میں نے اس کو نکال دیا تو حبیب پاک علیہ السلام نے دُعا فرمائی۔ اے اللہ اس کو جمال عطا فرما۔ ان کی عمر شریف چورانوے سال کی ہو چکی تھی اور دیکھنے والوں کو ان کی وارثی شریف میں کوئی سفید بال نظر نہیں آتا تھا۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والتناذ نے میرے لیے دُعا فرمائی، اے اللہ ان کے مال اور اولاد میں کثرت (اور برکت) عطا فرما اور ان کو عمر دراز عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے میرے مال کو اتنا زیادہ فرمایا کہ میرا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا ہے اور دو مرتبہ میں اس کی آمدنی کو حاصل کرتا ہوں۔ اور اولاد میں اس قدر کثرت ہوئی کہ میری صلیبی (اور بلا واسطہ) اولاد ایک سو چھ تک پہنچ چکی ہے (بوقتِ تحدیث و روایت - فوت ہو جانے والے سو کے قریب اس کے علاوہ ہیں)۔

حضرت نوفل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ابولہب کا بیٹا عقبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتا تھا۔ آپ نے دُعا فرمائی اللہہ سلط علیہ کلّ ما من کلابہ۔ اے اللہ اس پر اپنے کتوں (اور دندوں) میں سے ایک کتا اور دندہ مسلط فرما۔

وہ اپنے قافلہ کے ہمراہ شام کی طرف نکلا۔ ایک جگہ رات کو پڑاؤ ڈالا تو اس نے کہا بخدا مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دُعا سے ہلاکت سے ڈر لگتا ہے اور اندیشہ ہے کہ مجھے کوئی جنگلی جانور چیر بھاڑ نہ جائے۔ انہوں نے کہا ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا رہم اتنے افراد تیرے ساتھ ہیں۔ رات کو تیری حفاظت اور گرائی کریں گے، اپنے ساز و سامان کو اونٹوں سے اتارا (اور بغرض آرام و استراحت پڑاؤ ڈالا) اور اس کی حفاظت کے لیے ارد گرد بیٹھ گئے۔ رات کو دندہ (شیر) آیا اور عقبہ کو ان کے ہاتھوں سے چھین کر لے گیا (اور چیر بھاڑ کر ہلاک کر دیا)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سخت سرد صبح کو اذان دی مگر نماز کی طرف کوئی صحابی نہ آیا۔ پھر نماز کے وقت کا اعلان کیا اور اطلاع دی مگر کوئی شخص نہ حاضر ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم



نے فرمایا انہیں کیا ہے نماز کے لیے کیوں نہیں آتے ہیں نے عرض کیا۔ سر دی محنت ہے۔ اس نے اُن کو شدت و محنت میں مبتلا کر رکھا ہے اور وہ باہر نکلنے سے قاصر ہو رہے ہیں۔ رسولِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اللھم اکر عنھم الہدوا۔ اے اللہ اُن سے سر دی کی شدت کم کر اور اس کی تیزی کو دور فرما (جو نہی یہ دعائیہ کلمات زبانِ نبوی سے نکلے سر دی بالکل کافر ہو گئی) اور حضرت بلال فرماتے ہیں میں نے صحابہ کو دیکھا کہ وہ گرمی کو دور کرنے کے لیے پٹکیں ہلاتے تھے۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ جناب ابو طالب بیمار ہوئے تو رسولِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیادت فرمائی۔ انہوں نے عرض کیا اے بھتیجے اپنے اس معبود سے دعا کرو جس کی ہر وقت عبادت کرتے ہو کہ مجھے شفا اور صحت و عافیت عطا فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو فوراً صحت یاب ہو گئے جیسے اونٹ رستے میں جکڑا ہوا ہو اور اسے کھول دیا جائے اسی طرح یہ بھی مرض کی شدت و محنت سے فوری طور پر رہائی اور چھٹکارا پا گئے۔ انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے میں یقین رکھتا ہوں کہ تمہارا معبود تمہارا کسانا مانتا ہے اور جو کہتے ہو کرتا ہے اور تمہاری اعانت فرماتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے چچا اگر تو بھی اس کی اطاعت کرتا تو وہ تیری اعانت فرماتا اور تمہاری عرض کو شرف قبولیت بخشتا۔

## فصل

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ظاہر ہوئے تو اہل ایمان نے آپ کی اتباع محض تقلید کے طور پر نہیں کی بلکہ دلیل اور برہان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے آپ کی اطاعت اور اتباع کی۔ اسی لیے جس امر کی حکمت سمجھ نہیں آتی تھی تو اس میں استفسار و استکشاف کی سہی فرماتے تاکہ سبب واضح ہو جائے۔ کبھی عرض کیا آپ صوم دھال رکھتے ہیں مگر ہمیں منع فرمایا ہے اس کی وجہ اور سبب کیا ہے؟ اور یہ کام کیا ہے تو اس میں حکمت کیا ہے۔ تب نیک عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اسباب و علل بیان فرماتے۔

جب اہل اسلام و ایمان کے قلوب اُن کے گرویدہ ہو گئے اور اسلام شائع اور عام ہو گیا تو مکذبین اور حاسدین کے دلوں میں تنگی پیدا ہوئی اور بغل و حسد کی آگ میں جلنے لگے۔ یہود و تو حید و عناد کے سبب نارِ جہنم میں ہمیشہ رہنے پر آمادہ ہو گئے حالانکہ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا یقین و اذعان اضطرابی تھا اور بعض لوگوں نے اپنے زعمِ فاسد اور خیالِ باطل کے مطابق یہ کہنا شروع کیا کہ قرآن کی مانند (العیاذ باللہ) کلام تو مسلمہ کذاب جیسے آدمی نے بنالیا ہے جس نے کہا یا ضفدع نفی کرو۔ تنقین اے مینڈک پانی میں تنقیہ و طہارت حاصل کر جیسے کہ ہمیشہ حاصل کیا کرتا تھا۔



(اسی طرح بزعم خویش دوسرے معجزات میں مماثلت کے خیال محال میں مبتلا ہو کر اپنی ذلت و رسوائی کا سامان اس طرح کیا کہ) لوگوں سے سرور انبیاء علیہ وعلیہم السلام وانشاء کے متعلق سنا کہ آپ نے گنجدے کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کے بال اُگ آئے لہذا اس نے بھی ہاتھ پھیرا مگر جو چند بال تھے وہ بھی ختم ہو گئے اور جب یہ خبر پہنچی کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خشک کنوئیں میں لعاب دہن ڈالا تو وہ پانی سے ابلنے لگا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمیوں کو سیراب کر دیا۔ تو اس نے بھی ایک کنوئیں میں تھوکا مگر پانی جو موجود تھا وہ بھی خشک ہو گیا اور اس طرح خرق عادت تو ظاہر ہوا مگر اس کی مرضی کے برعکس اور اس طرح اس کی الٹی تکذیب و اہانت ہو گئی۔

جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دصال شریف کے بعد اسلام رو بہ ترقی رہا اور عام ہوتا چلا گیا اور مختلف بلاد اور علاقہ جات فتح ہو کر دار اسلام میں شامل ہو گئے تو محمد بن کی ایک جماعت نے کہا ہم اہل اسلام کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں اور ان کے سامنے مجبور اور بے بس ہیں لہذا آؤ اور ایک دوسری چال چلیں اور دوسرا محاذ کھولیں (ہو سکتا ہے اس کے ذریعے کامیاب ہو جائیں) اور وہ یہ ہے کہ ہم اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام میں رخسہ اندازی کریں اور مختلف آفات و حوادث میں اہل اسلام کو مبتلا کریں۔

یہ بد بخت اور بد طینت فرقہ باطنیہ کا تھا جو اسلام ظاہر کرتے تھے اور عبادت و طاعت بھی بظاہر بجالاتے تھے اور ان کا مقصود جہاں ہوتے تھے اور انہیں کو شکار کرتے اور اپنی زندگی قیامت اور الحاد کا نشانہ بناتے پہلے پہل اپنی بے دینی اور الحاد کو مخفی رکھتے جب پوری طرح ان کو اپنے چنگل میں لے لیتے تو ان پر الحاد اور بے دینی کا انکشاف کرتے اور دامن اعتقاد و عہدیت میں گرفتار ہونے کے بعد وہ ان سے نہ منہ موڑ سکتے اور نہ ان کے اعتقادات و نظریات کو غلط کہہ سکتے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں اگر میں رئیس باطنیہ کو مل سکتا اور اس سے گفتگو کا مجھے موقع ملتا تو میں اقل اول اسکی عقل و دانش پر تنقید و اعتراض کرتا اور اس کے عقل و فہم اور اس کے اتباع کے عقول و فہوم کو ہدف طعن و تشنیع بناتا۔

میں آغاز کلام یوں کرتا کہ آرزوؤں اور تمناؤں کے مختلف انداز اور طریقے ہوتے ہیں مگر آرزو و امید کو ناممیدمی اور یاس کی طرف پھیرنا اور ناکامی و نامرادی کی سمت لے جانا سخت حماقت اور کم عقلی ہے۔ شریعت اسلام پوری دنیا میں پھیل چکی ہے اور محمد اللہ اس کو ممکن اور رسوخ حاصل ہو چکا ہے۔

ہر سال اس کا عرفات میں مجمع لگتا ہے اور پوری دنیا سے اہل اسلام وہاں اکٹھے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے استفادہ کرتے ہیں۔ ہر ہفتہ میں جمعہ کے دن اجتماع ہیں اور ہر وقت کی جماعت میں مساجد کے اندر شریعت



دلاتے ہو کہ ہم ناپاک چالوں سے اس بجز زعفر کو گدلا کر لیں گے اور اس نور اسلام کو ختم کر دیں گے جو کہ تمام آفاق میں ظہور پذیر ہو چکا ہے بلکہ پورا جہاں جس کے انوار سے مستفید ہو چکا ہے۔ اور ہر دن دو لاکھ میناروں (بلکہ کروڑوں میناروں) پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اور اسم گرامی اذان میں پڑھا جاتا ہے۔

تمہارے نظریہ فاسدہ اور عقیدہ باطلہ کا مقصد غایت ہی ہے کہ خلوت میں ان وساوس کا ذکر کیا اور اگر یہ خرافات منہ شہود و ظہور پر آئیں تو ان کے قائل کا قتل ہو جانا عین ممکن ہے اور خود قائل کو امن و تحفظ کا احساس نہیں ہو سکتا لہذا میرے علم و عقل کے مطابق تم سے بڑھ کر کوئی احمق نہیں ہے۔

(لہذا جب خفیہ طور پر اس عقیدہ کی ترویج کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا، تو وہ مناظرہ کی صورت میں اور علانیہ اس الحاد و بے دینی کا پرچار کرنے پر آمادہ ہو گا) (تو ویسے ہی اس کو ٹھکانے لگا دیا جائے گا)

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں محدثین کی ایک جماعت اہل اسلام میں گھس گئی جیسے کہ ابوالعلا معمری اور ابن الراوندی اور ان دونوں کا برا حشر ہوا اور بہت خراب حالت میں ہلاک ہوئے۔

ایک گروہ محدثین میں گھس گیا اور چند احادیث کو گھڑا تاکہ اس وسیع کاری سے شریعت مطہرہ پر عیب لگائیں اور اس کے اندر باہمی مخالفت و تضاد ثابت کریں تو اللہ تعالیٰ نے ایسے علماء ربانیین پیدا فرما دیے جنہوں نے ان کی فضیلت و رسوائی فرمائی اور غلط و صحیح اور خطا و صواب میں باہم امتیاز فرما دیا۔

ان کا ایک طالبہ کاہن بن بیٹھا اور بزعم خوش غیبی خبریں دنیا شروع کیں اور دوسرے گروہ نے قلبی کیفیات و حالات پر کلام کرنا شروع کیا اور لوگوں کے خیالات کا اندازہ لگا کر دلوں کی حالت پر اطلاع کا دعویٰ کرنا شروع کیا اور اسی طرح نجومی لوگ ظاہر ہو گئے جنہوں نے آنے والے حالات کے متعلق خبریں دینی شروع کیں۔

اور ان تمام تر فریب کاریوں اور مکاریوں سے مقصود صرف یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں یہ وساوس پیدا کر سکیں کہ دین اسلام نے کوئی معجزہ ظاہر نہیں کیا (بلکہ جو کچھ کمالات اس میں اور اس کے بانی صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت ہیں وہ تو دوسرے لوگوں میں بھی موجود ہیں) مگر اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں اپنے اس نور کو تمام اور مکمل کرنا تھا لہذا اسے حسب وعدہ غالب کر کے دکھا دیا جیسے کہ ارشاد فرمایا۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفَؤْا نُورَ اللَّهِ بِأَنَّهُمْ كَاذِبُونَ -

علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و دعویٰ اور حقانیت رسالت پر سب سے بڑی دلیل اور برہان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جوئے و دعویٰ کو بہت کم مہلت دیتا ہے پھر اس کو عذاب میں مبتلا کر کے بیخ و بن سے اکھیر پھینکتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ایسی ذات کو جو اس پر بہتان باندھے اور افتراء کرے سالہا سال تک مہلت دے اور ان کے وصال کے بعد بھی ان کی شریعت و ملت کو دائم و برقرار رکھے



حالانکہ وہ پہلی دو عظیم موسمی اور عیسوی شرائع کے نسخ کی جڑات کریں اور سبت کو حلال قرار دیدیں بایں ہمہ اللہ تعالیٰ ان کی اور ان کے اتباع کی جلد انم و اقوام پر مدد فرمائے اور معجزات کے ساتھ ان کی حکمت کی تائید و تقویت فرمادے۔ حاشا وکلا اللہ تعالیٰ کی شان سے یہ امر بہت بعید ہے۔ اگر وہ اس طرح کرے تو حق و باطل اور صداقت و فریب کاری میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا اور سرے سے سلسلہ نبوت ہی بے مقصد اور بے فائدہ ہو کر رہ جائے گا۔

کیا تم نے سنا نہیں اللہ تعالیٰ کیسے اعلان فرما رہا ہے۔

ولو تقول علينا بعض الاقاويل لاخذنا منه باليمين الآية اگر وہ ہم پر تمام اقوال تو کجا صرف بعض میں ہی افتراء سے کام لیتے اور اپنی طرف سے باتیں ہمارے ذمہ لگاتے تو ہم ان کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی شاہ رگ کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی بھی ان کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہ بچا سکتا۔

لہذا جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت پر اعتراض کرتا ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی حکمت و عدالت کو طعن و تشنیع کا ہدف بنا رہا ہے کیونکہ کسی شخص پر اعتراض دراصل اس کے معاونین و انصار پر اعتراض ہوتا ہے۔ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار معجزات کی شاعیں آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر بھی منعکس ہوئیں (اور ان سے بھی وہی انوار بصورت کرامات نمودار ہوئے) حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے نیل مصر کی طرف پروانہ روانہ فرما کر اس کو جاری ہونے کا حکم دیا تو وہ اُس دن سے آج تک جاری و ساری رواں دواں ہے۔

حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو ہاند میں ہونے کے باوجود دیکھ لیا اور ان کے دشمن کے نرغہ میں آجانے کا خطرہ بھانپ لیا اور منبر نبوی پر کھڑے ہونے کی حالت میں عداوت سے کرا دی یا ساریہ ابھل کہہ کر رہنمائی فرمادی اور ان کو اپنی آواز سنا دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے ان کو دشمن کے شر سے بچا لیا بلکہ فتح و نصرت سے ہمکنار فرمایا حتیٰ کہ کسریٰ کے خزانے مسجد نبوی میں لائے گئے اور وہاں ان کو تقسیم کیا گیا۔



## درج ذیل موضوعات سے متعلق ایواب

- ۱۔ جملہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر نبی الانبیاء امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت
- ۲۔ شریعت مصطفویٰ کی تمثیل و تشبیہ عجیب
- ۳۔ امام المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کی تمثیل و تشبیہ
- ۴۔ حبیب خدا علیہ التحیۃ والتناذ کی طاعت کا وجوب
- ۵۔ حبیب اکرم رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجوب محبت

## باب اول

انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت و برتری

تمہید:- اس امر کو اچھی طرح ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے نفوس و ارواح کو اصل خلقت میں مختلف پیدا فرمایا ہے بعض اپنے جوہر حقیقت میں انتہائی لطافت و جودت پر ہیں اور بعض میں کدورت و کثافت موجود ہے اور ہر مرتبہ والے نفوس باہم بھی درجات جودت و لطافت کے اعتبار سے اہل درجات کدورت و کثافت کے لحاظ سے مختلف ہیں۔

حضرت انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام غایت لطافت و طہارت کے مالک ہیں ان کے ابدان و جہاد عیوب و نقائص سے منزہ و مبرا پیدا کیے گئے ہیں لہذا ان میں یہ صلاحیت پیدا ہو گئی کہ وہ ارواح طیبہ اور نفوس کاملہ کا محل و متعلق بنیں پھر ان میں بھی باہم تفاوت و مراتب و مقامات ہے۔ ہمارے نبی پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ ان تمام سے مزاج اور طبیعت کے اعتبار سے کمال اعتدال پر ہیں اور بدن و جسد کے لحاظ سے بھی کامل و اکمل اور روح و نفس کی رو سے سب سے زیادہ مصطفیٰ و منزہ (یہ محض دعویٰ نہیں بلکہ ہم ان کے جن اخلاق و عادات کریمہ اور صفات کمال اور اوصاف جمال کا تذکرہ کریں گے ان کی معرفت و واقفیت حاصل ہو جانے کے بعد یہ حقیقت پوری طرح مدلل اور مبرہن ہو کر سامنے آجائے گی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں



سب پر مقدم فرمایا۔

۱۔ تخلیق کے لحاظ سے کہ سب ارواح و نفوس سے قبل ان کی حقیقت اور ذات گرامی کو پیدا فرمایا۔  
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت نے فرمایا کنت اول النبیین فی الخلق و آخرہ فی البعث۔ میں سب انبیاء کرام علیہم السلام سے تخلیق و ایجاد میں مقدم تھا اور بعثت و رسالت میں اور ظہور و وجود غفیری کے اعتبار سے سب سے آخری ہوں۔ رواہ ابویہی ابو نعیم۔ ابن ابی حاتم مرفوعاً۔  
۲۔ اخذ میثاق و عہد کی رو سے بھی آپ کو جملہ انبیاء علیہم السلام پر مقدم فرمایا اور تمام پیغمبران کرام سے آپ کی اتباع و اطاعت کا عہد لیا جس طرح کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ (الایہ)

اے حبیب اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا تھا کہ میں جب تمہیں کتاب و حکمت عطا کروں پھر تمہارے پاس وہ رسول معظم تشریف لائیں جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والے ہیں تو تم ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ان کی نصرت و امداد کرو گے۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء و مرسلین کو نبی کریم علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے بمنزلہ اتباع و خدام کے بنا دیا ہے اور انہیں آپ کی طاعت کا الہام فرمایا۔ اگر وہ اپنے اہل و عیال و غریبہ کے ساتھ اور ظاہری حیات دنیوی میں آپ کا شرف صحبت حاصل کرتے اور اس وقت تک موجود ہوتے تو لا محالہ ان کی اتباع کرتے اور ان کے لیے خدمتگاری اور غلامی کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہوتا جس طرح کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ اکرم علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا: "لو کان موسیٰ حیاً لما دسعه الا اتباعی" اگر موسیٰ علیہ السلام ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ زندہ ہوتے تو ان کے لیے اتباع و اطاعت کے علاوہ اور کسی امر کی گنجائش اور وسعت نہ ہوتی۔

۳۔ تیسری وجہ تقدیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذکر میں انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام پر تقدیم و فوقیت بخشا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: "انا ادخینا الیث کما ادخینا الی تخرج والنبیین من بعدہ" ہم نے آپ کی طرف وحی نازل کی جس طرح کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد تشریف لائے والے انبیاء کرام کی طرف وحی نازل فرمائی پہلے آپ پر وحی نازل کرنے کا ذکر فرمایا اور بعد ازاں دوسرے انبیاء علیہم السلام پر۔

۴۔ چوتھی وجہ تقدیم و فوقیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی و رسول کا ذکر نداء و خطاب کی صورت میں ان کے ذاتی نام کے ساتھ کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا آدم اسکن انت و زوجک الجنة" اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں سکونت اختیار کرو۔ ۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کو نداء کرتے



ہوئے فرمایا۔ یا نوح اٰھبط بسلام منا وبرکات۔ اے نوح علیہ السلام ہماری برکات و سلامتی کے ساتھ کشتی سے نیچے اترو۔ (۳) حضرت خلیل علیہ السلام کو ارشاد فرمایا۔ یا ابراہیم اعرض عن هذا۔ اے ابراہیم قوم لوط علیہ السلام کے لیے دعا و نجات کرنے سے باز رہیں۔ (۴) حضرت کلیم اللہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ ”یا موسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسالاتی“ اے موسیٰ ہم نے آپ کو لوگوں پر رسالت و نبوت کی خاطر چن لیا ہے اور ان پر فوقیت و برتری عطا فرمائی ہے۔ (۵) حضرت داؤد علیہ کو حکم دیا۔ ”یا داؤد اِنَّا جَعَلْنَاکَ خلیفۃ فی الارض“ اے داؤد ہم نے آپ کو زمین کے اندر اپنا خلیفہ مقرر فرمایا ہے۔ (۶) حضرت عیسیٰ کو فرمایا عیسیٰ بن مریم ان نعمتوں کو یاد کرو جن کے ساتھ میں نے تمہیں اور تمہاری والدہ کو بہرہ ور فرمایا۔ (۷) حضرت زکریا علیہ السلام کو نداؤی تو فرمایا ”یا زکریا فبشرک بغلام اسمہ یحییٰ“ اے زکریا ہم آپ کو ایسے بیٹے کی بشارت دیتے ہیں جن کا نام نامی یحییٰ ہے۔ (۸) اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا ”یا یحییٰ خذ الکتاب بقوة“ اے یحییٰ ہماری عطا کردہ کتاب کو مضبوطی کے ساتھ تھامو۔

(الغرض ہر نبی و رسول کو ندا، خطاب کے وقت ذاتی نام کے ساتھ ندا کی گئی، مگر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی نام کے ساتھ خطاب نہیں فرمایا گیا بلکہ وصف نبوت و رسالت کے ساتھ اور لقب وصف کے ساتھ ندا و خطاب سے مشرف و مرتب ہوئے یا ایہا النبی یا ایہا الرسول کہہ کر پکارا گیا۔

یا آدم است یا پدر انبیاء خطاب ۔ یا ایہا النبی خطاب محمد است (صلی اللہ علیہ وسلم)

۵۔ پانچویں وجہ تقدیم و تشریف یہ ہے کہ جہاں تعریف و تعین کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کا ذکر ناگزیر تھا تو وہاں نام نامی کی تصریح کے ساتھ وصف رسالت کا ذکر اور نزول وحی اور کلام مجید کا بیان لازماً فرمایا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل“ نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر محض رسول اور نائب خداوند جل و علا اور محکم رسالت و نبوت (نہ کہ خدا اور اللہ) ان سے قبل بھی رسل گذرے ہیں۔ آمنوا بما نزل علی محمد“ وہ ایمان لائے اس کتاب مجید پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔ لیکن جب خلیل اللہ علیہ السلام کا ذکر فرمایا تو محض اُن کے نام اقدس پر اکتفا فرمایا اور انہیں کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا تو لقب نبوت سے موصوف فرما کر ذکر کیا۔

اِنَّ اَوَّلٰی النَّاسِ بِاِبْرٰہِیْمَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ“ سب لوگوں سے زیادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی اتباع کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۶۔ چھٹی وجہ تقدیم و تشریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہم سابقہ کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ اپنے انبیاء علیہم السلام کو ذاتی اسماء کے ساتھ پکارا کرتے تھے۔



۱۔ حضرت ہود علیہ السلام کو قوم نے کہا "یا ہود ما جننا ببینۃ" اسے ہود تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل نہیں لائے۔

۲۔ حضرت صالح علیہ السلام کو پکارا تو کہا "یا صالح قد کنت فینا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَذَا" اے صالح تم ہمارے درمیان قبل ازیں امیدوں اور آرزوؤں کا مرکز تھے مگر آپ نے اس دین کا اظہار کر کے ہماری امیدوں پر پانی پھیر دیا!

۳۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے قوم اُن سے خطاب کے دوران کہا "یا موسیٰ اجعل لنا الٰہا کما لہم آلہۃ" اے موسیٰ ہمارے لیے معبود بناؤ جیسے کہ ان لوگوں کے لیے معبود (اصنام و اوثان کے صورت میں) ہیں۔

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قوم نے نداء دی تو یہ انداز اختیار کیا۔ "یا عیسیٰ ابن مریم هل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ من السماء؟" اے عیسیٰ بن مریم کیا تمہارا رب اس امر کی طاقت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے انواع و اقسام کے کھانوں پر مشتمل دسترخوان نازل فرمائے۔

الغرض ہر نبی کو ان کی قوم نے بوقت نداء و خطاب ذاتی نام سے پکارا مگر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی تو آپ کی امت کو وہ انداز مخاطب و نداء ترک کر کے پیارے پیارے القابات اور اوصاف کمال کے ساتھ خطاب و نداء کا حکم دیا اور فرمایا۔

ولا تجعلوا دعا الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً۔

رسول خدا علیہ التحیۃ والتناذ کو اس طرح نہ پکارو جس طرح کہ ایک دوسرے کو ذاتی نام لے کر پکارتے ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت مقدسہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ یا محمد کہہ کر نہ پکارو بلکہ یا رسول اللہ کہہ کر پکارو۔

(ف) گویا اللہ تعالیٰ نے خود بھی انداز نداء و خطاب کو بدل دیا اور امت کو بھی اس امر کا پابند کیا کہ اپنے نبی و رسول کو پکارتے وقت میری سنت پر عمل کرو اور یہود و نصاریٰ یا دوسری امتوں کی اتباع ہرگز نہ کرنا۔

۵۔ ساتویں وجہ تقدیم و تشریف اور فوقیت و فضیلت یہ ہے کہ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اہم کافرہ کے اعتراضات اور طعن و تشنیع کا جواب خود دیتے تھے (لیکن نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خود اللہ رب العزت نے دفاع کیا اور جوانی کا ردوائی فرمائی)!

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا "اننا لنراک فی ضلال مبین" بے شک ہم آپ کو کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا یتوم لیس فی ضلالۃ و لکنی رسول من رب العالمین اے



میری قوم میرے ساتھ تو گمراہی کا ذرا تعلق بھی نہیں ہے بلکہ میں تو اللہ رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں۔

۲۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے اُن سے کہا: "إِنَّا لَنَنظُنُّكَ فِي سَفَاهَةٍ وَاَنَا لَنَنظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ۔" یقیناً ہم آپ کو سفاہت اور کم عقلی میں مستغرق دیکھتے اور اعتقاد کرتے ہیں اور کاذبین میں سے ایک کاذب گمان کرتے ہیں۔ آپ نے خود جواب دیتے ہوئے فرمایا: "يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ" اے میری قوم سفاہت و کم عقلی کا میرے دامن علم و حکمت سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے لیکن میں تو رب العالمین کی طرف سے برحق رسول ہوں۔

۳۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اوپر زبان طعن دراز کرتے ہوئے کہا: "إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مُوسَىٰ مَسْحُورًا" میں البتہ یہ گمان رکھتا ہوں کہ اے موسیٰ تم پر سحر اور جادو کیا گیا ہے۔ آپ نے اپنا دفاع کرتے ہوئے فرمایا: "إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنُ مَثْبُورًا" اے فرعون میں تجھے ہلاکت اور تباہی میں مبتلا گمان کرتا ہوں۔ الغرض جس نبی پر بھی زبان طعن دراز کی گئی خود انہوں نے جواب دیا اور اپنا دامن عصمت ان غلاظتوں سے صاف رکھا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تنقید کی گئی خود اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب اور دفاع کا متولی اور ذمہ دار بن گیا۔ عہ

۱۔ جب انہوں نے کہا کہ یہ شاعر ہیں بل ہوشاعر تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: دما علمناہ الشعر وما یبتغیٰ لہا؟ ہم نے ان کو شعر کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی یہ ان کے شایان شان اور منصب

عہ کفار و مشرکین نے قرآن مجید کو کلام شعری اور مقدمات منید و مہمیہ سے مولف و مرکب کہا لہذا اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق وضاحت فرمائی کہ یہ وصف شعر سے موصوف نہیں بلکہ یہ کلام صداقت نشان حقیقت بیان ذکر حکیم اور قرآن مبین ہے لہذا اس سے علم شعر کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔ البتہ شعر گوئی کا لکھ اور بالقصد کلام موزون کو بنانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ممنوع قرار دیا گیا ہے مگر علم اور چیز ہے اس کے ایجاد و اختراع کا لکھ اور شے ہے۔

ف اور یہی سنت اجا ہے کیونکہ حبیب جب کسی کو دیکھتا ہے کہ وہ میرے حبیب کو گالی دے رہا ہے تو وہ صرف اپنے حبیب اور قلبی دوست کو بتلانے پر اکتفا نہیں کرے گا۔ کیونکہ ایسا کرنا دوستی نہیں بلکہ بقول سعدی دشمنی ہے کہ دشمن نے تیرا راجہ راہ میں گر پڑا مگر اس نے اٹھایا اور اگر پہلو میں چھو دیا۔ بلکہ حقیقی دوستی یہی ہے کہ خود جوابی کاروائی کرے۔ امام رازی فرماتے ہیں: ہکذا سنتہ الاحباب فان الحبيب اذا سمع احداً یثمم حبیبہ تو لی بنفسہ جوابہ۔

تفسیر کبیر جلد ثانی زیر آیت ان شائک ہوا لا یتبر۔



جلیل کے لائق بلکہ جو کچھ اُن کو پڑھایا سکھایا ہے اور ان کی زبان اقدس پر جاری ہے وہ ذکر حکیم اور قرآن مبین ہے۔ ان ہوالاذکر قرآن مبین۔

۲۔ انہوں نے زبان طعن و تشنیع استعمال کرتے ہوئے کاہن کہا اور قرآن مجید کو کاہنین کا کلام بتایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ”ولا بقول کاہن“ یہ کلام کاہن نہیں ہے۔

۳۔ انہوں نے ضال اور گمراہ ہونے کا الزام عائد کیا تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ ماضی صاحبکم وما غوی۔ تمہارے نبی نہ بے راہ ہوئے ہیں اور نہ بھٹکے ہیں۔

۴۔ جب انہوں نے آپ کے عقل و فہم پر اعتراض کیا تو اللہ رب العالمین نے فرمایا۔ ما انت بنعمة ربك بمجنون۔ آپ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور نظر عنایت کی بدولت مجنون نہیں ہیں۔ (بلکہ آپ خلق عظیم کے مالک ہیں اور آپ کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر عظیم ہے اور مجنون کے لیے یہ ممکن نہیں ہے)۔

۸۔ آٹھویں وجہ تقدیم و تعظیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگانی کی قسم کھائی ہے اور قسم عظمت والی چیزوں کی ہی کھائی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نفس تخلیق نہیں فرمایا اور نہ دنیا میں ظاہر فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ معظم و مکرم ہو اور میں نے نہیں سنا کہ اب کائنات نے بجز زندگانی حبیب کے کسی پیغمبر کی زندگی مقدس کی ساتھ قسم کھائی ہو۔ صرف انہی کے متعلق فرمایا۔ عمرک انھو نفی سکو تھو یعمھون۔ مجھے تمہاری حیات مقدسہ اور زندگانی مبارکہ کی قسم تمہارے مخالفین اپنی بدستی میں بھٹک رہے ہیں اور تمہیں جان پہچان نہیں سکے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ اعجاز بخشا واصطفتک لنفسی۔ میں نے تمہیں اپنے لیے بنایا ہے اور اپنا ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ مگر اس سے عظیم ترین اعزاز و اکرام حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ کو بخشا کہ ان کے بیعت لینے کو اپنا بیعت لینا اور اُن کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیدیا۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدہم۔

نیچیں شہر میں اُن کے مقدس پاؤں لگ گئے اور اس خطہ کی خاک پاک کو لٹکے پائے ناز پر بوسے دینے کا موقع مل گیا تو اس شہر کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا۔

لا افسر بهذا البلد وانت حل بهذا البلد۔ معنی یہ ہے کہ میں قسم اٹھاتا ہوں مگر بلد اور شہر کی قسم نہیں اٹھاتا ہاں اس وقت اس شہر کی بھی قسم اٹھاتا ہوں کیونکہ تم اس میں موجود ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا

صلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا جو کسی کو ملے نہ کسی کو ملا کہ کلام مجید نے کھائی شہر تیرے شہر کلام و بقا کی قسم



اے موسیٰ جرتے آنا روادری مقدس میں چل کر میری بارگاہ تک  
 المقدس طویٰ مگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا اے حبیب براق پر سوار ہو کر آؤ اور سواری کی حالت میں آؤ  
 کہاں پیدل اور جرتے آنا کر چلنا اور کہاں احکم الحاکمین کی بھی ہوئی براق برق رفتار حبیب سواری پر سوار ہو کر آنا یعنی محبوبانہ  
 اور شامانہ شان اور آن بان سے آنا فصلی اللہ علی حبیبہ و محبوبہ رحمہ  
 ۹۔ نویں وجہ تعظیم و تشریف۔ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے افعال و احوال اور لغزشات و زلات ذکر کرنے  
 کے بعد ان سے درگزر فرمانے اور ان کی توبہ قبول کرنے کا ذکر فرمایا مگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت  
 بخشش اور ان سے اپنی معفو و درگزر کا ذکر فرمایا بغیر اس کے کہ ان کی کسی لغزش کا ذکر یا کسی زلیلت کی نشاندہی کی  
 جائے۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ وعصی آدم ربہ فغوی۔ آدم علیہ السلام نے رب تبارک و  
 تعالیٰ کی فرمان کی پابندی نہ کی اور راہ راست پر ثابت قدم نہ رہے۔ ثمر اجتناب ربہ کتاب علیہ و ہدی  
 پھر ان کے رب نے ان کو چن بیا اور ان پر نظر رحمت فرمائی اور استقامت عطا فرمائی۔  
 ۲۔ حضرت موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بطور حکایت فرمایا۔ "انی قتلت منهم نفسا" میں نے ان میں سے  
 ایک قبطی آدمی کو خطہ قتل کر دیا تھا۔ پھر ان کی عرضداشت نقل فرمائی۔ رَبِّ اغفر لی۔ اے میرے رب میرے  
 لیے مغفرت و بخشش فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مغفرت فرمائی۔  
 ۳۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے بطور نقل و حکایت فرمایا۔ لقد ظلمک یسوال نعتک الی نفاعۃ دان کثیراً۔  
 من الخلفاء لیبغی بعضہم علی بعض۔ "تو انہوں نے بھیڑوں والے بنے تجھ سے صرف ایک بھیڑ کا مالک ہونے  
 کے باوجود یہ مطالبہ کر کے کر یہ بھی مجھے دیدے تاکہ میں اس کو ساتھ ملا کر سو پوری کر لوں اور مجھے عزت و  
 عظمت حاصل ہو جائے" تجھ پر ظلم اور تعدی کی ہے اور بہت سے مال میں اشتراک و اختلاط کرنے والے  
 ایک دوسرے پر ظلم و تعدی سے کام لیتے ہیں۔

جب انہوں نے سامعین کے اس سوال میں غور و تدبر کیا تو سمجھ گئے کہ یہ سائل فرشتے ہیں اور یہ ان کو میری

ف عہ علامہ نہمانی جو ابراہیم میں فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو طوطے کے قریب جرتے آنا نے کا حکم دیا گیا جبکہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ السلام کو  
 سر عرش بھی یہ رخصت نہ ملی۔ لہٰذا الطور موسیٰ نوری اخلع واحمد۔ علی العرش لعلو ذن بخلع نعالہ۔ علی راس هذا لکون  
 فعل محمدی۔ علت جمیع الخلق تحت ظلالہ۔ حبیب پاک کے نعلین پاک ساری مخلوق کے سروں پر بلند ہو گئے اور بھی ان  
 کے سایہ میں آرام کرنے والے ہیں۔



نصیحت کے لیے اللہ رب العزت نے میرے پاس بھیجا ہے تو بارگاہ خداوندی میں سیدہ ریزہ ہو گئے اور رجوع الی اللہ کیا اور اپنی لغزش پر معذرت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے درگزر فرمایا یعنی غفرنا لہ ذالک۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو آزمائش میں ڈالا اور اُن کے اس دعویٰ پر کہ میں تمام بیویوں سے آج رات مباشرت کروں گا اور ان میں سے ہر ایک شاہسوار کو جہنم دے گی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا مگر وہ انشاء اللہ کھنا بھول گئے۔ ہم نے ان کو توبہ فرمایا اور سوائے ایک نام تمام جمل کے جو سا قحط ہو گیا کسی کو بھی حمل نہ ٹھہرا تب انہوں نے بارگاہ خداوندی میں انابت کی اور ہماری طرف رجوع کیا۔

الغرض ہر پیغمبر کے متعلق یہی انداز اختیار فرمایا گیا لیکن حبیب پاک علیہ افضل الصلوات کے غفران ذنوب کی خبر وہی تو کسی لغزش اور زلت کا تذکرہ نہ فرمایا بلکہ محض اظہار فضل و کرم کے انداز میں فرمایا ہم نے آپ کے پہلے پچھلے گناہ (بالغرض ہیں یا ہوں) بھی معاف کر دیے ہیں اور آپ سے روز قیامت قطعاً باز پرس نہیں ہوگی۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم عن ذنبک وما تاخر۔ لہذا آپ کو اپنی ذات کے متعلق کسی قسم کا خوف و حزن نہیں کرنا چاہیے۔ ۱۰۔ وسویں وجہ تعظیم و تکریم اسبب فوقیت و برتری۔ ۱۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ خداوند قدوس میں اپنی خطا و اجتہادی اور لغزش و زلت کی معافی مانگنے کے لیے آپ کی حرمت و عزت کے وسیلہ جلیلہ سے دعا کی تب اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مغفرت فرمائی اور اس کا تفصیلی بیان قبل ازیں ابواب ہدایت میں گندہ چکا ہے۔ ۲۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے عذاب طلب کیا اور طوفان بلاء میں گھر کر ہلاک ہو گئے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان اُحد میں اُن کے ہاتھوں تکلیف شدیدہ پہنچنے کے باوجود اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے دعا و ہلاکت کے متعلق عرض کرنے کے باوجود یہ دعا فرمائی۔ اللہم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون۔ اسے اللہ میری قوم کو مغفرت عطا فرما اور ان سے درگزر فرما کیونکہ وہ بے خبر ہیں اور میرے مقام اور منصب کو نہیں جانتے۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منصب خلت عطا فرمایا وقد اتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً تو حبیب خدا علیہ النبیۃ والثناء کو بھی یہ منصب عطا فرمایا جیسا کہ ارشاد نبوی ہے ولکن صاحبکم خلیل اللہ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ان صاحبکم خلیل اللہ، تمہارا نبی و رسول اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے۔

مزید براں آپ کو منصب محبوبیت بھی عطا فرمایا جو اور کسی کو عطا نہیں فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں



نے تمہیں اپنا خلیل بنایا ہے۔ تورات میں آپ کے متعلق لکھا ہے محمد حبیب الرحمن محمد صلی اللہ علیہ وسلم رب رحمن کے حبیب ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور حضرت موسیٰ کو اپنے ساتھ ہمکلام اور سرگوشی کرنے والا بنایا اور مجھے اپنا حبیب بنایا اور پھر فرمایا دعوتی لا وثرن حبیبی علی خلیلی ونبی۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں اپنے حبیب کو اپنے خلیل و کلیم پر ترجیح اور فوقیت و فضیلت لوں گا۔ اللہ الحمد

۱۱۔ گیارہویں وجہ تکریم۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع کمالات انبیاء علیہم السلام ہونا۔

۱۔ ابراہیم علیہ السلام کو اگر اللہ تعالیٰ نے یہ شرف عطا فرمایا کہ انہوں نے اصنام و اوثان کو توڑ ڈالا تو ہمارے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ شرف بخشی کہ آپ نے ہبل بت کو کعبہ کی بندی سے نیچے اتار پھینکا اور فتح مکہ کے دن تین سو ساٹھ بچوں کو چھڑی کا اشارہ فرما کر سرنگوں کر دیا اور اندھے منہ گرا دیا۔

۲۔ اگر ہود علیہ السلام کو یہ فضیلت و فوقیت بخشی کہ باد و بور کے ذریعے ان کی نصرت و امداد فرمائی اور ان کی قوم کو مغلوب و مغتور بلکہ نیست و نابود فرمایا تو نبی الانبیاء فخر المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی یہ فضیلت عطا فرمائی خندق کے موقع پر باد صبا کے ذریعے آپ کی نصرت و امداد کا سامان فرمایا اور سبھی احراب اور جنود اعداء بدحواس ہو کر بھاگ گئے۔

۳۔ اگر صالح علیہ السلام کو اومنی کا معجزہ عطا فرمایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اونٹ سر بسجود ہوئے اور ان کی عظمت خداداد کو لوگوں پر ظاہر کرنے کا سبب بنے۔

۴۔ اگر یوسف علیہ السلام میں حسن صورت اور صباحت رخسار تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ نور چودہویں کے چاند کی طرح چمکیلا تھا۔

۵۔ اگر موسیٰ علیہ السلام کے لیے پتھر سے چٹے پھوٹے تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس انگلیوں سے پانی کے چٹے اُبلے پتھروں سے پانی کا نکلتا آتا عجیب اور انوکھا امر نہیں کیونکہ ہمیشہ پانی پتھروں اور پہاڑوں سے ہی نکلتا ہے۔ گوشت پوست اور خون کے درمیان سے پانی کا نکلتا عجیب ترین اور حیرت انگیز ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اڑوہا کا روپ دھار لیتا اور اس میں زندگی کا آجانا عظیم معجزہ اور عجیب ہے مگر اس سے بھی عجیب ترین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کجور کے خشک ستون کا آواز حزیں نکالنا۔ اپنے ذوق و شوق کا مظاہرہ کرنا اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں آہ و بکا کرنا پھر ان کا



عصا کو حیات بخشنا بالارادہ تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستون کو حیات بخشی۔ درد و ذوق تو یہاں

محض آپ کے جسد اطہر سے مس ہو جانے کی وجہ سے ہے اور بلا ارادہ ہے

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو بلایا تو وہ زمین کو چیرتا ہوا آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا  
گو یا صرف عصا نہیں پورا درخت آپ کی توجہ سے جاندار بھی بن گیا اور عقلمند بھی اور زمین کو چیرتے ہوئے چل  
کر حاضر ہونے پر قادر بھی۔

۶۔ پہاڑوں نے داؤد علیہ السلام کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تنزیہ کے نغمے الاپے تو کنکریوں نے  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں تسبیح باری کہہ سنائی (بلکہ حضرت صدیق و فاروق اور فی النورین  
رضی اللہ عنہم کے مقدس ہاتھوں میں بھی)

حضرت داؤد علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں میں ہوا موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا جس سے وہ نرمی  
تیار فرماتے تو نبی الانبیاء قائد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پتھر موم کی طرح نرم ہو گیا۔

ابو نعیم اصبہانی نے فرمایا کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم غار میں داخل ہوئے اور اعداؤ دین غار  
کے اوپر آپہنچے تو آپ نے اپنے سر اقدس کو ایک طرف جھکایا تاکہ اپنے آپ کو ان کی نظروں سے چھپائیں۔  
جب سر اقدس غار کی دیوار سے ٹکرایا تو وہ موم کی طرح نرم ہو گئی اور آپ نے اپنا سر اقدس اس  
کے اندر چھپا لیا۔

اور ایک مرتبہ آپ نے راحت حاصل کرنے کے لیے اور تھکان دور کرنے کے لیے اپنی کلائی  
اور کہنی مبارک کو سخت ترین پہاڑ کے ایک پتھر پر رکھا تو وہ اس قدر نرم ہو گیا کہ دست اقدس کے  
نشانات اس پر ثبت ہو گئے۔ وہ پتھر مشہور و معروف ہے اہل اسلام حج کے موقع پر اس کی زیارت  
کو جاتے ہیں اور دیدار کرتے ہیں۔

شب معراج بیت المقدس کے صخرہ کے ساتھ براق کو باندھنا تھا تو وہ آٹے کی مانند نرم اور ملائم  
ہو گیا آپ نے اس کے ساتھ اپنی سواری کو باندھ دیا (تو وہ پھر سابقہ حالت پر آگیا) لوگ اب تک اس  
پتھر کی زیارت کرتے ہیں اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

۷۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو روئے زمین کی حکومت و سلطنت عطا کی گئی تھی تو نبی مکرم حبیب اکرم صلی اللہ علیہ  
وسلم کو خزانہ ارضی کی چابیاں دے دی گئیں اگرچہ آپ نے زہد اور فقر کو اختیار فرمایا اور ان خزانوں کو  
استعمال نہ فرمایا (مگر حصول خزانہ الگ چیز ہے اور ان کا استعمال الگ امر اور استعمال نہ کرنے سے  
ملکیت کی نفی لازم نہیں آتی جنت اور اس کے جملہ نعم کا مالک اللہ رب العزت ہے لیکن انکو استعمال



فقط اہل جنت مومنین کریں گے،

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اس ہوا کو مسخر کر دیا گیا تھا جس کی صبح کی سیر ایک مہینہ کی راہ تھی اور پچھلے وقت کی سیر بھی ایک مہینہ کا راستہ۔ تو حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شب اسرار بیت المقدس تک کا ایک ماہ کا راستہ، رات کے تھوڑے سے حصہ میں طے فرمایا اور عرش علی تک پچاس ہزار سال کی مسافت (اور لامکان تک کی مسافت کی تعیین و تحدید ممکن ہی نہیں) بھی رات کے تھوڑے سے حصہ میں طے فرمائی۔

اور آپ کا رعب و دبدبہ ایک مہینہ کی مسافت پر پھیلا ہوا تھا (اور اتنی دور بیٹھے ہوئے امراد و سلاطین آپ سے مرعوب اور خوفزدہ تھے)

حضرت سلیمان کو پرندوں کا کلام سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائی گئی تھی علمنا منطق الطیر۔ تو یہ وصف ہمارے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علی الوجہ الاتم حاصل تھا۔ آپ نے اونٹ، بھیڑیے اور شجر و حجر کے کلام کو سمجھا۔ اگر سلیمان علیہ السلام کے لیے سرکش جنوں اور شیاطین کو مسخر کر دیا گیا تھا تو ہمارے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جنوں کے ایک طائفہ کو مطیع و غلام بنا دیا گیا اور ان کو دولت اسلام و ایمان سے مالا مال کر دیا گیا (اور جبر و قہر کے ساتھ تعمیل حکم کر لینا اور بات ہے اور خوشی سے اور تحصیل سعادت کی خاطر خدمت بجا لانا دوسرا امر ہے)

حضرت سلیمان علیہ السلام اگر سرکش جنوں اور شیاطین کو قید کر سکتے تھے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ قدرت و طاقت عطا فرمائی گئی جب ایک سرکش جن آپ کی نماز قطع کرنے کے لیے آیا تو آپ نے اس کو پکڑ لیا اور قید فرمایا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے معاون و مددگار جن تھے جو آپ کی خدمت بجالاتے تھے مگر نبی عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت گزار اور لشکرِ ملائکہ تھے جو آپ کے سامنے آپ کے اعداء سے قتال کرتے اور آپ کے دشمنوں کو آپ سے دور رکھتے۔

قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ ابو جہل لعین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا تا کہ جب آپ سجدہ میں سر اقدس رکھیں تو وہ غیث آپ کی گردن مبارک پر پاؤں رکھے اور پامال کرے مگر فوراً اٹھ پائوں واپس ہونے لگا اور کہا کہ میرے اور اُن کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے اور ہول و دہشت بھی ہے اور پروں کے پھر پھرانے کی آوازیں بھی ہیں۔

۸۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز اور اعجاز بخشا کہ وہ غیبی خبریں دیتے تھے۔



اور جو کچھ لوگ کھا کر آتے اسے بیان فرما دیتے اور جو کچھ گھروں میں رکھ کر آتے اسے بھی بیان فرما دیتے، بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کے ہاتھ اس وصفت کمال میں شریک ہیں (بلکہ ان پر فائق کہ آپ کے علوم غیبیہ سب پیغمبران کرام کے علوم پر محیط ہیں اور وہ اسرار و رموز بھی حاصل ہیں جو اوروں سے مخفی اور پوشیدہ تھے) ۱۲ بار ہویں وجہ تعظیم و توقیر اور بہت تفضیل و تکریم۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنا نام نامی اور اسم گرامی ذکر فرمایا ساتھ ہی اپنے حبیب کے نام اقدس کا ذکر فرمایا۔ خواہ طاعت و اتباع کا مقام ہو یا استکبار و عصیان کا۔ ارشاد باری ہے اطيعوا اللہ واطيعوا الرسول یطیعون اللہ ورسولہ۔ اور فرمان خداوندی ہے۔ ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضلّ ضللاً مبیناً۔

فیصلہ و حکیم کے متعلق فرمایا: فرّودہ الی اللہ والی الرسول۔ وہ اس امر کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لٹائیں۔ مال کی تقسیم کے موقع پر فرمایا: فَاِنَّ لِلّٰہِ خَمْسَہٗ و لِلرَّسُولِ۔ مال تقسیم کا خمس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔ منافقین کی ناشکر گزاری بیان کرتے وقت فرمایا: وما نفقوا الا ان اغناہم اللہ ورسولہ۔ انہوں نے معیوب نہیں سمجھا مگر اس امر کو کہ انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غنی کر دیا۔ مقام ایثار سانی اور اسادت ادب میں فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْآخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا و آخرت میں ملعون قرار دے دیا ہے اور ان کے لیے ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اَللّٰہُ یُعَذِّبُہُمَا اِنَّہٗ مُنْجِدٌ لِّمَا دَ اللّٰہُ ورسولہ۔ کیا ان کو معلوم نہیں ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت و دشمنی کی۔

بیان احکام کے ضمن میں فرمایا ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ۔ وہ اس چیز کو حرام نہیں سمجھتے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔

اور ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ لا اذکر الا ذکرت معی۔ جب بھی میرا ذکر کیا جائے گا تمہارا ذکر بھی میرے ساتھ کیا جائے گا۔

فخر الانبیاء والمرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی جملہ انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت و

فوقیت پر دلالت کرنے والی احادیث کا بیان

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ



- ایسی خصوصیات عطا فرمائی گئی ہیں جو اور کسی نبی و رسول کو عطا نہیں گئیں۔
- (۱) مجھے ایک ماہ کی مسافت تک رعب و دبدبہ عطا فرما کر منصور و غالب کیا گیا ہے۔
- (۲) تمام روئے زمین کو میرے لیے قابل نماز اور قابل طہارت بنا دیا گیا ہے۔ میرے امتی کو جہاں بھی وقت نماز آ پہنچے وہ وہیں نماز پڑھ لے اور پانی دستیاب نہ ہو تو تمیم کر لے۔
- (۳) میرے لیے اور میری خاطر میری امت کے لیے اموال غنیمت کو حلال قرار دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے کے پیغمبر پر اموال غنیمت کو حلال نہیں کیا گیا۔
- (۴) مجھے شفاعت عظمیٰ عطا کی گئی ہے (اور تمام انبیاء علیہم السلام کی شفاعات اسی میں مندرج ہیں جب تک آپ باب شفاعت نہیں کھولیں گے کوئی نبی و رسول شفاعت نہیں کر سکے گا)۔
- (۵) ہر نبی مخصوص قوم و قبیلہ اور علاقہ کی طرف مبعوث ہوا اور میں سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔
- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
- (۱) مجھے کلمات جامدہ کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا ہے (جن میں لفظی طور پر انتہائی اختصار ہے مگر معانی کے لحاظ سے ہر ایک کلمہ معانی و مطالب کے ایک جہاں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے)۔
- (۲) اور رعب و دبدبہ عطا فرما کر میری امداد و نصرت فرمائی گئی ہے۔
- (۳) اس دوران کہ میں سویا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ تمام زمین کے خزانوں کی چابیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔ ان دونوں روایات کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔
- حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے پانچ خصوصیات سے نوازا گیا ہے جو پہلے کسی پیغمبر کو عطا نہیں کی گئیں۔
- (۱) مجھے بھی سیاہ و سفید کی طرف بھیجا گیا ہے یعنی تمام نوع انسانی کی طرف بنیر تخصیص رنگ و نسل کے۔
- (۲) میرے لیے تمام روئے زمین کو حکم مسجد میں کر دیا گیا ہے اور بطریق تیم طہارت و نزاہت کا موجب بنا دیا گیا ہے۔
- (۳) میری خاطر اموال غنیمت کو حلال قرار دیا گیا ہے حالانکہ قبل ازیں کسی پیغمبر پر ان کو حلال نہیں کیا گیا تھا۔
- (۴) مجھے رعب و دبدبہ عطا فرما کر امداد دی گئی ہے۔ میرے اعداء مجھ سے ایک مہینہ کی مسافت پر دور ہونے کے باوجود مرعوب و خوفزدہ ہیں۔
- (۵) اور مجھے کہا گیا ہے سل تعطہ جو بھی مجھ سے طلب کرو تمہیں عطا کر دیا جائے گا تو میں نے اپنی دعا کو ریز قیامت کے لیے محفوظ رکھ لیا گیا ہے تاکہ اپنی امت کے لیے شفاعت کروں اور ان کی نجات و فلاح کے لیے اس دعا کو استعمال کروں اور وہ دعا انشاء اللہ میری امت کے ہر اس شخص کو شامل ہوگی جو



شرک سے محفوظ ہو کر مرا اور توحید و رسالت کا اقرار و اعتراف کر کے دنیا سے رخصت ہوا۔  
 حضرت ابو امام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے چار وجہ سے  
 تمام انبیاء و مرسلین پر فضیلت و برتری عطا کی گئی ہے (جن میں سے دو یہ ہیں) میرے لیے تمام روئے زمین کو  
 مسجد اور قابل طہارت بنایا گیا ہے اور اموال غنیمت میرے لیے حلال کیے گئے ہیں۔  
 حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے والد گرامی حضرت علی بن ابی طالب  
 رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کائنات فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ نے فرمایا۔ مجھے وہ خصوصیات  
 عطا کی گئی ہیں جو انبیاء کرام علیہ السلام میں سے کسی کو عطا نہیں کی گئیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہیں؟  
 تو آپ نے فرمایا۔

- ۱۔ رعب و دببہ کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔
  - ۲۔ مجھے خزائن ارضی کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔
  - ۳۔ مجھے احمد کے مقدس نام کے ساتھ موسوم کیا گیا ہے۔ یعنی سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی تعریف  
 کرنے والے یا سب سے زیادہ تعریف کیے ہوئے۔
  - ۴۔ ساری زمین اور اس کی گرد و غبار میرے لیے موجب طہارت بنا دی گئی ہے۔
  - ۵۔ میری امت سب اہم و اقوام سے افضل و اعلیٰ بنا دی گئی ہے۔
- عمر و بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے  
 سال رات کو نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ کے پیچھے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے چند حضرات جمع  
 ہو کر حراست و حفاظت کرنے لگے جب آپ نماز پڑھ کر فارغ ہو گئے تو ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا  
 میں آج رات پانچ ایسے انعامات دیا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی شخص کو نہیں دیے گئے۔
- ۱۔ میں سب انسانوں کی طرف بغیر تخصیص علاقہ و قوم و بلا امتیاز رنگ و نسل رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔  
 اور مجھ سے قبل جتنے رسول کرام تھے وہ صرف اپنی اپنی قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔
  - ۲۔ میں اپنے اعداء و مخالفین پر رعب و دببہ اور شان و شکوہ کے ساتھ مدد دیا گیا ہوں۔ میرے اور ان  
 کے درمیان ایک مہینہ کی مسافت ہی کیوں نہ ہو، وہ میرے رعب و دببہ سے مرعوب و خوفزدہ  
 اور دہشت و ہیبت سے لرزہ بر اندام ہوں گے۔
  - ۳۔ میرے لیے سب غنائم کو حلال کیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام ان کے تناول اور  
 استعمال کو امر عظیم اور گناہ سمجھتے تھے اور ان کو حلال دیتے تھے۔



۴۔ میرے لیے تمام روئے زمین مسجد اور طہارت کا موجب بنا دیا گیا ہے۔ مجھے جہاں بھی نماز کا وقت آجائے گا زمین پر مسج کر کے نماز ادا کر سکوں گا اور اسی طرح میری امت بھی، اور مجھ سے قبل جتنے انبیاء علیہم السلام تھے وہ اس امر کو عظیم سمجھتے تھے اور وہ صرف اپنی عبادت کا ہوں میں ہی نماز ادا کرتے تھے۔

۵۔ پانچویں خصوصیت اتنی عظیم ہے کہ اس کا بیان ہی ممکن نہیں ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ جو چاہو طلب کرو (تمہیں دیا جائے گا) بہرہی کو بھی اسی طرح کا حق دیا گیا مگر انہوں نے دنیا میں ہی اپنے اس حق کو استعمال کر لیا۔ لیکن میں نے اپنے سوال کو قیامت کے دن کے لیے مؤخر کر دیا ہے لہذا یہ تمہارے لیے ہے اور ہر اس شخص کے لیے جس نے توحید باری تعالیٰ اور میری رسالت کی گراہی دی اور اسی پر فخر ہوا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک صحیفہ لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو ان کو بعض اہل کتاب سے ہاتھ لگا تھا اور اُسے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پڑھاتا تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کیا تمہیں میری شریعت میں کوئی خوف اور ڈر ہے! مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے پاس شریعت غرارہ اس حالت میں لایا ہوں کہ وہ واضح اور صاف ستھری ہے جس میں باطل کی ذرا بھر ملاوٹ نہیں ہے۔ تم اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرو کہیں وہ تمہیں حق بیان کریں اور تم اس کی تکذیب نہ کر بیٹھو، کبھی باطل و ناحق بیان کریں اور تم ان کی تصدیق نہ کر بیٹھو۔

مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ دوکان موسیٰ نبیاً ماسدہ الا ان یتبعنہ۔ اگر موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم زندہ ہوتے تو ان کے لیے سوائے میری اتباع کے کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو بدالکم موسیٰ فاتبعتموہ ثم ترکتمونی لضللتکم عن سواد السبیل ولو کان موسیٰ حیاً ثلثہ ادرک نبوتی لا تبعنی۔ اگر موسیٰ علیہ السلام تمہارے سامنے نمودار ہو جائیں اور تم ان کی اتباع کر لو پھر مجھے نظر انداز کرو اور میری اطاعت و اتباع سے منہ موڑ لو تو تم بھی سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے۔ اور اگر موسیٰ کلیم علیہ السلام حیات ظاہرہ کے ساتھ دنیا میں موجود ہوتے اور میرے زمانہ نبوت کو پا لیتے تو ضرور بالضرور اتباع و اطاعت کرتے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں لوگوں پر مین وجوہ



سے فضیلت دی گئی ہے۔ ہماری صفیں ملائکہ کی صفوں کی مانند بنائی گئی ہیں اور ہمارے لیے ساری زمین مسجد بنا دی گئی ہے اور اس کی خاک اور غبار ہمارے لیے موجب طہارت بنا دی گئی ہے جب کہ ہمیں پانی میرے آئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے انبیاء کرام علیہم السلام پر چھ امور کے ساتھ فضیلت و فوقیت عطا فرمائی گئی ہے۔

۱۔ مجھے جوامع الکلم عطا فرمائے گئے ہیں۔

۲۔ رعب و دبدبہ کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی ہے۔

۳۔ اموال غنیمت ہمارے لیے حلال قرار دیے گئے ہیں۔

۴۔ تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور سبب طہارت و تمہنا دیا گیا ہے۔

۵۔ مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ وارسلت الی الملق کافۃ عہ

۶۔ مجھ پر سلسلہ نبوت اور سلسلہ انبیاء علیہم السلام ختم کر دیا گیا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مسجد نبوی میں موجود تھا کہ ایک آدمی نماز پڑھنے کے لیے اندر آیا۔ اُس نے قراءت ایسی کی جس کو میں نہیں جانتا تھا۔ پھر ایک اور شخص داخل ہوا اُس نے اس شخص سے مختلف قراءت کی۔ جب ہم سب نے نماز ادا کر لی اور فارغ ہو گئے تو مل کر بارگاہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔

میں نے عرض کیا اس شخص نے ایسی قراءت کی ہے جس پر میں نے انکار کیا اور دوسرا شخص داخل ہوا تو اُس نے اس سے بھی مختلف قراءت کی (گویا سورت ایک ہے مگر ہم تینوں کی قراءت مختلف)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے قراءت کرائی۔ انہوں نے وہ سورہ پڑھ کر سنائی۔ آپ نے ان کی قراءت کو درست اور صحیح قرار دیا۔ تو میرے دل میں شیطانی وسوسہ اس قدر پیدا ہوئے کہ اس طرح کے وسوسے اس وقت بھی پیدا ہوئے تھے جب کہ میں جاہلیت کی حالت پر تھا اور یہ محض وسوسہ و خواہاتھ تھے نہ کہ نعوذ باللہ

عہ اس حدیث پاک سے واضح ہو گیا کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت صرف جنوں اور انسانوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ جہاں تک بلوریت باری تعالیٰ کی وسعت ہے وہیں تک رسالت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پھیلی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔ اور اصل رحمت نبوت و رسالت ہے اسی لیے شیخ محقق عبد الحق علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث است بکلیع اجزاء عالم و التفصیل مقام آخر۔



آپ کی نبوت و رسالت کا بالفعل انکار اور تکذیب البتہ مشرک اسلام ہونے کی وجہ سے وہ معمولی تھے تو بھی عظیم معلوم ہو رہے تھے۔ جب حضور علیہ السلام نے مجھے اپنے گھرے میں لینے والے و سادس و خواطر کو ملاحظہ فرمایا اور ان کا خدا و فرستادہ نور نبوت سے مشاہدہ فرمایا تو میرے سینہ پر ہاتھ مارا میں خوف و دہشت سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور مجھے خوف و خشیت کی حالت میں یوں معلوم ہو رہا تھا کہ میں الشرب العزت کے حضور حاضر ہوں اور اس کا دیدار کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے ابی مجھ پر قرآن مقدس نازل کیا گیا کہ ایک قرأت پر پڑھو۔ میں نے اس کو اللہ کی طرف لوٹا دیا اور عرض کیا۔ ہون علی امتی۔ میری امت پر آسانی فرما۔ دوبارہ قرآن مقدس مجھ پر نازل کیا گیا اور دو قراءتوں پر پڑھنے کی رخصت دی گئی تو میں نے پھر لوٹا دیا اور عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرما۔

سب بارہ نازل ہوا اور سات قرأت پر پڑھنے کی اجازت ملی اور ساتھ ہی یہ انعام و احسان بھی فرمایا گیا۔ دلت بكل ردہ رد نکھامسلہ تسالنیہا۔ تمہارے لیے ہر بار لوٹانے کے بدلے ایک دعا کا حق ہے جو تم مجھ سے طلب کرو گے اور میں ضرور اس کو قبول کر لوں گا تو میں نے عرض کیا اے اللہ میری امت کے صغیر و کبیر گناہ معاف فرما۔ اے اللہ میری امت کے کبیرہ گناہ معاف فرما۔

واخرت الثالثہ لیوم یغیب فیہ الی الخلق کلہم حتی ابراہیم۔ اور میری دعا کو میں نے اس دن کے لیے بچا کے رکھا ہے جس دن ساری مخلوق حتیٰ کہ ابراہیم خلیل علیہ السلام بھی میری پناہ لینے پر مجبور ہوں گے۔ اور میرے در اقدس کے علاوہ ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی۔ یہ روایت اور اس سے پہلی دو روایات مسلم کے منقولات میں سے ہیں۔

حضرت ابوامامہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ مجھے الشرب العزت نے تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور میری امت کو تمام اہم پر فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے اور مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور رب و بدرب کے ذریعہ سے میری مدد فرمائی ہے جو ایک ماہ کی مسافت میرے آگے آگے چلتا ہے جس کو میرے اعداد کے قلوب میں ڈال دیا ہے۔ تمام روئے زمین میرے لیے مسجد اور موجب طہارت بنا دیا گیا لہذا جس عہد کو جہاں کہیں نماز پائے تو اس کے لیے اس کے پاس ہی مسجد ہے اور موجب طہارت اور میرے لیے اموال غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے پانچ امتیازی خصوصیات عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔

۱۔ میرے لیے تمام روئے زمین کو محل سجود و عبادت اور وجہ طہارت و نزاہت بنا دیا گیا ہے اور پہلے انبیاء



بھی مساجد سے باہر نماز ادا نہیں کر سکتے تھے۔

۲۔ میری نصرت و امداد خدا اور رب و بدرب کے ذریعہ کی گئی ہے۔ میرے اور میرے اعداد کے درمیان ایک مہینہ کی مسافت ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں میں رعب اور خوف و وحشت پیدا فرما دیتا ہے۔

۳۔ پہلے ہر نبی کو خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا لیکن میں سب جنوں اور انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

۴۔ پہلے انبیاء علیہم السلام اموال غنیمت سے خمس الگ کرتے تھے جس کو آسمانی آگ آکر کھا جاتی تھی اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کو اپنی امت میں تقسیم کر دوں۔

۵۔ ہر نبی کو ایک دعا کا حق دیا گیا تھا انہوں نے وہ دعا دنیا میں ہی مانگ لی اور اللہ تعالیٰ نے ان کا مطلوب مسئلہ ان کو دے دیا اور میں نے اپنا حق شفاعت اور دعا اپنی امت کے لیے بچا کر رکھی ہے (جو بروز قیامت اُن کے کام آئے گی)۔

سوال :- اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس نوٹدیاں تھیں اور یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے کہ نوٹدیاں اور غلام مال غنیمت میں ہی ممکن ہیں اور غلامی آثار غنیمت سے ہی ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا مطلب کیا ہوگا کہ اموال غنیمت صرف میرے لیے حلال قرار دیے گئے ہیں۔

جواب :- انبیاء علیہم السلام جب جہاد فرماتے اور مال غنیمت جو کہ ساز و سامان اور مطعومات و ماکولات کے قبیلہ سے ہوتا اس کو آگے رکھتے تو آگ آتی اور ان کو کھا جاتی خواہ اس میں خمس نبی علیہ السلام کا ہونا یا امت کے حصص ہوتے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی نے جہاد کیا۔ جو کچھ بطور مال غنیمت ہاتھ لگا اس کو جمع کیا۔ آگ آئی تاکہ اس کو کھائے مگر قریب آکر اس کو کھانے اور جلانے سے رک گئی اس نبی کرم نے فرمایا اے میری امت تم میں سے کسی نے خیانت کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے گائے کے سر جتنا سونے کا عظیم ٹکڑا نکالا اور اس کو مال غنیمت میں رکھا تب آگ آئی اور اس سب مال کو جلا کر ہضم کر گئی۔ تو اموال غنیمت ہم سے پہلے کسی شخص کے لیے حلال نہیں ہوئے اور ہم پر حلال اس لیے کئے گئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے عجز اور ضعف کو ملاحظہ فرمایا تو ان کو ہمارے لیے طیب اور پاکیزہ قرار دے دیا۔

یہ تو ہے حکم ساز و سامان اور ماکولات و مطعومات کا رہا معاملہ حیوانات کا اور عورتوں، بچوں وغیرہ کا تو وہ مجاہدین کی ملکیت ہو جاتے تھے۔ انبیاء علیہم السلام کے لیے ان میں سے کوئی شے بطور مال غنیمت لینے کی رخصت اور



سیمان علیہ السلام کا ان نوڈیوں کو حاصل کرنا اور اُن کے ساتھ ازدواجی برتاؤ کرنا اسی امر پر مبنی تھا اور نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مالِ خمس اور اموالِ فنیہ حاصل فرماتے اور ان میں حسبِ مشا تہرّف فرماتے اور یہ دونوں قسم کے اموالِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خالص ہیں سے تھے بخلات دوسرے انبیاء کرام کے۔

سوال :- اگر یہ کہا جائے کہ نوڈیاں اور غلام بھی تو اموالِ غنیمت سے ہیں اور وہ پہلی امتوں کے لیے حلال تھے تو خصوصیتِ نبوی اس سلسلے میں باقی نہیں رہے گی۔

جواب :- ٹھیک ہے کہ نوڈیاں اور غلام اموالِ غنیمت میں سے تھے اور اہم سابقہ کے لیے حلال بھی مگر خصوصیتِ نبوی دوسرے انبیاء علیہم السلام کے لحاظ سے ہے کہ پہلے انبیاء کرام پر ان کو حرام قرار دیا گیا اور صرف نبی اکرم علیہ السلام کے لیے ان کو حلال بھڑایا گیا۔ لہذا آپ دوسرے انبیاء کرام سے اس معاملہ میں منفرد اور ممتاز ہو گئے۔

## خصائصِ نبویہ اور اوصافِ امتیازی کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انا سید الناس یوم النقیامۃ" میں برز قیامت سب لوگوں کا سردار اور ملجا و مادی اور مرکز حاجات ہوں گا کیا جانتے ہو کہ یہ کیسے ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو (ایک میدان میں) جمع فرمائے گا۔ سورج لوگوں کے بہت قریب آجائے گا اور ان کو اس قدر رنج و الم اور کرب و غم لاحق ہوگا جس کی ان میں قوت برداشت نہیں ہوگی۔ وہ ایک دوسرے کو کہیں گے۔ کیا ایسے مقدس شخص کو تلاش نہیں کرتے جو بارگاہِ خداوندی میں تمہاری سفارش و شفاعت کرے۔ تب وہ آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے (اور مختلف انبیاء کرام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اُن کے معذوری ظاہر فرمانے کے بعد بالآخر نبی الانبیاء علیہ وسلم التمام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر حالتِ زار عرض کریں گے اور شفاعت کا سوال کریں گے) اور آپ شفاعت فرما کر ان کو اس کرب و الم سے نجات دلائیں گے۔

لہذا صرف وہی سیدِ ناس اور سبھی اہلِ محشر کا ملجا و مادی اور آسرا و سہارا ہوں گے۔

یہ حدیث تفصیلاً بابِ شفاعت میں نقل کی جائے گی اور وہاں احادیثِ نبویہ کی روشنی میں ثابت کیا جائے گا کہ اس دن ساری مخلوق ان کی نگاہِ لطیف و کرم کی محتاج ہوگی اور سب انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تقدم اور سبقت حاصل ہوگی اور سب کی سیادت و قیادت کا سہرا آپ کے سر اقدس اور جبینِ انور پر ہوگا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہی سب لوگوں سے پہلے اپنی قبر انور سے نکلنے والا ہوں گا۔ جب اُن کو اپنی اپنی قبروں سے اٹھایا جائے گا اور جب وہ بارگاہِ



خداوندی میں حاضر ہوں گے تو میں ہی ان کی طرف سے الشرب العزت کے ساتھ کلام کرنے والا اور ان کی ترجہانی کرنے والا ہوں گا اور میں ہی ان کو بشارت دینے والا ہوں گا جبکہ وہ ناامید ہونے لگیں گے اور میں ہی اللہ رب العزت کے ہاں سب اولاد آدم علیہ السلام سے مکرم و معظم ہوں گا اور میں نے جو کچھ اپنا خدا واد منصب و مقام بیان کیا ہے تو یہ بطور فخر و تاز نہیں ہے بلکہ اظہار حقیقت اور تحدیث نعمت ہے تاکہ تم میرے مقام کو صحیح طور پر سمجھو اور اس کے مطابق عقیدہ رکھو۔

اور ایک روایت میں ہے انا اکرم الاولین والآخرین علی اللہ ولا فخر۔ میں اللہ رب العالمین کے ہاں سب پہلوں اور پھلوں سے زیادہ عزت و کرامت کا حقدار ہوں اور یہ بات محض فخر کے لیے نہیں کر رہا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں سب لوگوں سے اول ہوں قبر سے نکلنے میں جبکہ لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا اور میں ان کا وافر و ترجہان ہوں گا جب کہ وہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گے اور میں ہی ان کی طرف سے وکالت کرنے والا ہوں گا جب کہ وہ مرطب ہو جائیں گے اور میں ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا جب کہ انہیں میدان معشر میں روک دیا جائے گا۔ اور میں ہی ان کو بشارت دینے والا ہوں گا جبکہ وہ خلاص و نجات سے ناامید ہو جائیں گے۔ بھی خزائن کی چابیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ میں ہی اللہ رب العزت پر تمام اولاد آدم علیہ السلام سے زیادہ مکرم و معظم ہوں۔ میری بارگاہ میں سزا خدام خدمتگذار کے لیے دوڑے پھر رہے ہوں گے گویا کہ وہ سفید چمکدار موتی ہیں جن کو پردوں میں چھپا کر رکھا گیا ہے یا نوٹو آبدار جرابھی کان سے باہر آئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ آپ باہر تشریف لے آئے حتیٰ کہ ان کے قریب ہو گئے تو آپ نے انہیں باہم مذاکرہ اور مباحثہ کرتے ہوئے سنا بعض کہہ رہے تھے۔

عہ پھلی روایات سے خزائن ارضی کی چابیوں کا آپ کے دست اقدس میں دیا جانا واضح ہو چکا اور عنقریب ایک روایت میں مقالید دنیا کا آپ کے حوالے کیا جانا مذکور ہو گا اور اس روایت سے خزائن جنت کی چابیوں کا آپ کے دست اقدس میں دیا جانا واضح ہو گیا ثابت ہو گیا کہ نبی اکرم حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم مالک کونین ہیں اور دنیا و آخرت ان کے قبضہ اقتدار و اختیار میں ہے۔ مالک کونین ہیں گویا سب کچھ رکھتے نہیں۔  
 دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں  
 میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہوا ملک کے حبیب  
 یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا



عجب بات ہے کہ اللہ نے ساری مخلوق میں سے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ دوسرے نے کہا اس سے تعجب والی بات کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلام بنایا۔

تیسرا سجاد، بولا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ میں اور روح اللہ چوتھے نے کہا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی خلافت و نیابت کے لیے چن لیا اور ساری مخلوق میں سے منتخب فرمایا۔

آپ تشریف لائے انہیں سلام فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا میں نے تمہارے کلام کو بھی سنا اور تمہارے تعجب کا ملاحظہ و مشاہدہ بھی کیا کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں واقعی ان کا منصب خدا وادی ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں واقعی ان کا مقام رفیع یہی ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ

ہیں واقعی وہ اسی شان کے مالک ہیں (اب میری زبانی میرے کلام و اعلیٰ شان معنی الٰہ و انا حبیب اللہ، لا فخر غور سے سنو میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور میں یہ بطور فخر نہیں کہہ رہا ہوں۔ وانا حامل لواء الحمد یوم القیامہ ولا فخر۔ اور میں ہی قیامت کے دن لواء حمد کو اٹھانے والا ہوں گا اور یہ اعلان بھی بطور فخر نہیں اور میں ہی پہلانی ہوں گا جو جنت کے دروازہ کی زنجیر کھٹکھاؤں گا تو اللہ تعالیٰ اُسے کھولے گا جب کہ میرے ساتھ فقر و مہاجرین ہوں گے اور یہ دعویٰ میں بطور فخر نہیں کر رہا ہوں بلکہ نعمت خداوندی کا شکر ادا کرنے کے لیے اور اس کے حکم کے مطابق اس کی نعمتوں کا اظہار کرنے کے لیے۔

وانا احرم الاولین والآخرین علی اللہ ولا فخر۔ اور میں ہی سب اولین و آخرین میں سے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت و کرامت والا ہوں اور میں اس امر کا بطور فخر اظہار نہیں کر رہا ہوں بلکہ بیان واقعہ کے لیے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ نے کسی ایسی مخلوق کو خلعت وجود عطا نہیں کی اور اسے کمال حسن سے نہیں نوازا جو اسے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب ہو یعنی ہر وہ چیز جس کا اللہ تعالیٰ خالق ہے اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان تمام میں سے سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ صرف اور صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ فصلی اللہ علیہ قدر احسنہ و جمالہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ اور عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں تو آپ فرمائیں آپ کو کیا منصب و مرتبہ خصوصی عطا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا۔



ولد آدم کلہم تحت لوائی وانا اقل من یفتح لہ باب الجنة۔ ساری اولاد آدم علیہ السلام بروز قیامت میرے لوازیات اور علم قیادت کے نیچے شکریوں اور سپاہیوں کی مانند جمع ہوگی اور میں وہ پہلا نبی و رسول ہوں گا جس کے لیے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء فرماتے ہیں۔ میں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اے اللہ تو نے ہر ایک نبی کو مخصوص عزت و کرامت اور مرتبہ و مقام دے کر سر فرما فرمایا۔ ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے پہاڑ مسخر فرمائے اور حضرت سلیمان کے لیے ہوا اور شیطا طین مسخر فرمائے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مردے زندہ فرمائے۔ یہ تو فرما کہ مجھے کونسا خصوصی مرتبہ و مقام اور امتیازی اعزاز و اکرام عطا فرمایا ہے؟ اللہ رب العزت نے فرمایا کیا میں نے تمہیں ان سب سے افضل و اعلیٰ مقام و مرتبہ عطا نہیں کیا ہے۔ لا اذکر الا ذکرک معی میں جہاں بھی یاد کیا جاؤں گا تمہیں میرے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ اور میں نے آپ کی امت کے سینوں کو مجسم قرآن بنا دیا ہے اور وہ اسے شب و روز یاد پڑھ سکیں گے اور پہلی کسی امت کو یہ مرتبہ عطا نہیں کیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے مبعوث و اسرا سے مشرف کیا گیا اور آسمانوں تک پہنچایا گیا تو میں نے عرض کیا اے اللہ تو نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا اور حضرت ادریس علیہ السلام کو مکان بلند اور بام رفیع (جنت) تک پہنچایا، حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ ملک عطا فرمایا جو ان کے بعد ان کی دعا کے پیش نظر کسی دوسرے شخص کے شایان شان نہیں ہے تو اے میرے رب میرے لیے کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد خدا و خلق و محمود خالق و مخلوق میں نے تمہیں بھی اپنا خلیل بنایا جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور تمہیں شرف ہمکلامی بخشا جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو۔ علاوہ ازیں تمہیں فاتحہ الکتاب (سورۃ فاتحہ) عطا فرمائی ہے اور سورہ بقرہ کی آخری آیات جو میں نے اور کسی نبی کو عطا نہیں کیں اور میں نے تمہاری نبوت و رسالت کو آنا عام کیا ہے کہ وہ سبھی اہل ارض کو شامل ہے گورے ہوں یا کالے اور جن ہوں یا انسان! اور تم سے پہلے کسی نبی کو اس قدر عام نبوت و رسالت عطا نہیں فرمائی۔ نیز میں نے تمہارے لیے تمام روئے زمین کو جائے نماز و سجود اور قابل طہارت و تیمم بنایا ہے۔ تمہاری امت کو مال فنی اور مال غنیمت کھانے کی اجازت و رخصت مرحمت فرمائی ہے حالانکہ پہلے کسی امت کو یہ رخصت نہیں دی۔ مزید برآں قدرتی رعب و دبدبہ عطا فرما کر تمہاری نصرت و امداد فرمائی ہے حتیٰ کہ تمہارا دشمن (سیکڑو)



میل تم سے دور ہونے کے باوجود تم سے خوفزدہ رہتا ہے۔ میں نے تمہیں وہ کتاب عطا کی ہے جو سب کتابوں کی سردار ہے یعنی قرآن عربی۔ و رفعت لک ذکر حتی لا اذکر الا ذکرک معی۔ میں نے تمہارا ذکر تمہاری خاطر آتنا بند کر دیا ہے کہ جہاں بھی میرا ذکر ہوگا ساتھ ہی تمہارا ذکر ہوگا۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہمکلامی عطا فرمایا اور مجھے (اس سے مزید اور افضل و اعلیٰ درجہ) دیدار ذات عطا فرمایا۔ نیز مجھے مقام محمود کے ساتھ فضیلت و برتری عطا فرمائی اور اس حوض کے ساتھ جس پر پانی امت وارد ہوگی اور ایک جام جاں فزا پیئے پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پیاس بجھ جائے گی۔

حضرت جابر سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اہل جہاں بالخصوص انبیاء و مرسلین میں سے چن لیا ہے اور پسند فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دو امتیازی خصوصیات اور خوبیوں کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام پر فضیلت دیا گیا ہوں۔

۱۔ میرا قرین شیطان کا فر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو مشرف باسلام فرمادیا اور اس طرح میری معاونت و نصرت فرمائی (وہ مجھے و سادس و خواطر ڈالنے کے بجائے مجھے خیر اور بھلائی کا مشورہ دیتا ہے)۔

۲۔ میری ازواج مطہرات میرے لیے طاعت باری میں معاون و مددگار ثابت ہوئیں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ ان کی لغزش اور خطا اجتہادی کا موجب بن گئیں اور ان کا شیطان کا فر تھا اور کافر ہی رہا۔

## فصل دفع اشکال و رفع اغضال

سوال :- اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو اس وقت اگر دوسری قوم اور قبیلہ سے اور دوسرے بلاد و علاقہ جات سے کوئی شخص حاضر ہو کر آپ سے تبلیغ احکام کا مطالبہ کرتا، جن کے ساتھ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا تو ظاہر ہے ان احکام کا چھپا لینا اور تبلیغ نہ کرنا آپ کے لیے قطعاً جائز نہیں تھا بلکہ ان کا اظہار اور تعلیم و تلقین آپ پر واجب لازم تھی لہذا عموم نبوت و رسالت ثابت ہو گیا تو سرور انبیاء علیہم السلام کا یہ ارشاد کہ صرف مجھے سب مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، کیسے درست ہوگا؟

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں سب لوگوں کو ہلاک فرمادیا جو ان کے حلقہ غلامی



اور دائرہ اطاعت و انقیاد میں داخل نہ ہوئے اور یہ ہلاکت اور تباہی بھی فقط اسی وجہ سے ہے کہ ان کی نبوت و رسالت عام تھی تو دعویٰ خصوصیت کا عمل کیا ہوگا؟

جواب :- علامہ ابن عقیل نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے نبی پاک علیہ افضل الصلوات کی شریعت سب پہلی شریعتوں کے لیے ناسخ ہے بخلاف پہلے ادوار و ازمان کے کہ ایک ہی زمانہ میں دو دو بلکہ تین تین انبیاء مختلف علاقوں میں موجود ہوتے جن میں سے ہر ایک لوگوں کو اپنی شریعت و ملت کی طرف دعوت دیتا اور دوسرا پیغمبر نہ اس شریعت کی طرف دعوت دیتا اور نہ ہی اس کو منسوخ اور ناقابل عمل قرار دیتا لیکن نبی الانبیاء امام رسل قائد الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے سب اقوام و اُمم کو اپنی شریعت و ملت کی طرف دعوت دی اور دوسری شریعتوں اور ملتوں کو منسوخ فرما دیا اور اعلان فرمایا: لو کان موسیٰ حیثا لما دسعه الا اتباعی! کہ اگر موسیٰ علیہ السلام ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع و اطاعت کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔ یہ دعویٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ممکن نہیں ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمادیں کہ وہ میرے زمانہ میں بقیہ حیات ظاہر ہوتے تو لا محالہ میری اتباع کرتے۔

رہا نوح علیہ السلام کا عموم نبوت والاخذشہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ عموم لازم آگیا کیونکہ اور کوئی نبی اس وقت موجود نہیں تھا جو اپنی شریعت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ورنہ درحقیقت ان کو سبھی لوگوں کی طرف مبعوث نہیں فرمایا گیا تھا۔

ہر رسالت نام ہے فریضہ تبلیغ احکام کا لہذا جس قوم اور جس علاقہ کی طرف کوئی نبی ہوگا اس علاقہ اور قوم کے لوگوں کو احکام خداوندی پہنچانا فرض ہے ویسے کسی کا استفادہ کر لینا یا زمانہ دراز تک تبلیغ ہوتی رہے اور دوسرے لوگوں کو حقیقت توحید و رسالت کی اطلاع ہو جائے اور وہ نہ مانیں تو ان پر مواخذہ وغیرہ یہ دوسرا امر ہے لہذا نہ موسیٰ علیہ السلام سے استفادہ پر جواب دینے سے عموم نبوت و رسالت ثابت ہو سکتا ہے اور نہ نوح علیہ السلام کے طوفان سے سبھی لوگوں کے غرق ہونے سے۔

نیز بعثت انسانوں کی طرف علی سبیل العموم ثابت ہو بھی جائے تو اس سے ساری مخلوق کی طرف رسول ہونا کیسے ثابت ہو گیا جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت اس عموم کے لحاظ سے ہے کہ وہ جن و انس بلکہ ملائکہ اور ہر ذرہ کائنات کی طرف رسول بن کر تشریف لائے۔ لیکون العالمین نذیراً۔ اور دھا ارسلناک الا رحمة للعالمین اور ارسلت الی الخلق كافة اس عموم کی واضح دلیل میں رہیں آپ کی نبوت و رسالت کا عموم ازمان کے لحاظ سے بھی ہے یعنی ابدیت اور دوام کے لحاظ سے بخلاف انبیاء سابقین علیہم السلام کے۔

امام اہلسنت نے فرمایا ہے

ان کی اہریت انکی نبوت ہے سب کو عام

ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے



## دوسرا باب

### سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات بحسب الاحکام

نبی اکرم رسول مقسم صلی اللہ علیہ وسلم کو چند واجبات، منہیات، مباحات اور تکریمات کے ساتھ مخصوص فرمایا گیا ہے۔

۱۔ واجبات میں مسواک، وتر، قربانی، فجر کی دو رکعت راقبہ میں داخل ہیں اور بعض کے نزدیک قیام میل اور نماز تہجد بھی آپ پر واجب تھی۔

۲۔ محظورات و منوعات میں آنکھ کے ساتھ خفیہ اشارہ کرنا، صدقہ مفروضہ کا تناول فرمانا، لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنا (بغیر اس کے کہ ان کو آزاد کیا جائے اور وہ آپ کی ملکیت میں آئیں) اور دشمن پر حملہ آور ہونے بغیر اور حرب پہن کر تار دنیا داخل ہیں۔

شعر گوئی اور کمانت بھی محظورات و منوعات میں داخل ہیں لیکن ان سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کیا گیا مگر آپ پر ان کو حرام نہیں کیا گیا یعنی یہ منوعیت عظمت شان اور رفعت مقام کے تحفظ کے لیے ہے اور نہ ہی تنزیہ کے قبیلہ سے ہے۔

۳۔ مباحات، صوم وصال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مباحات میں سے ہے اور امت کے حق میں منوع۔ جو شخص خود پیا سا ہو اور پانی کا محتاج ہو اس سے پانی کا لے لینا۔ جنس کا پانچواں حصہ محض اپنی ذات پر صرف کرنا۔ مال غنیمت میں سے جو چیز چاہیں اپنے لیے مخصوص فرمالیں۔ جتنی عورتوں کے ساتھ نکاح فرمانا چاہیں بغیر تحدید و تعیین عدد کے (بجائے امت کے کہ چار سے تجاوز ان کے حق میں حرام ہے) نیز بغیر مہر کے اور شہود اولیہ کے انعقاد نکاح اور لفظ ہبہ کے ساتھ نکاح کا تحقق و انعقاد یہ سب امور آپ کے لیے مباحات کے زمرہ میں داخل ہیں۔

۴۔ تکریمات۔ آپ کی ازواج مطہرات کا غیروں پر حرام ہونا اور ان کے ساتھ نکاح کا حرام ہونا (ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً) اور آپ کی ازواج مطہرات کو آپ کے ساتھ جنت میں داخل فرمانا۔ آپ کا تمام مخلوق کے لیے رسول بنا کر مبعوث فرمانا اور آپ کے بعد نہی کی بعثت کا ممتنع ہونا آپ کی شریعت مطہرہ کا ابدی اور ناقابل نسخ ہونا۔ آپ کی کتاب معجز نشان کو قیامت تک باقی رکھنا جس کی تحقیق معانی اور استنباط مطالب کا سلسلہ تا قیامت جاری ہے اور اس کے مقابلہ کے لیے مخالفین کو چیلنج اور تحدی بھی باقی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے لوگوں پر چار



وجہ سے فضیلت دی گئی ہے جو دو سخا بسات و شجاعت بکثرت جماع اور شدت بطش و باس کے ساتھ علیہ

## تیسرا باب

رب العالمین کی طرف سے انگوروں کا گچھا سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا بیشک اللہ رب العزت آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ گچھا انگوروں کا دے کر مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گچھے کو جبریل امین علیہ السلام سے حاصل فرمایا۔ کر اپنے قبضہ میں لے لیا۔ علیہ

علیہ عشی نے اس روایت کے متعلق کہا ہے کہ اس کو ذہبی، حافظ ابن الجوزی نے سعید بن بشر کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن ضعف سند اور راوی سے ضعف متن و معنوم لازم نہیں آتا۔ علی الخصوص جبکہ دوسرے دلائل متکاثرہ ان امور میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازی مقام پر وال ہوں۔ جو دو سخا کا یہ عالم کہ نہیں کا لفظ زبان مبارک پر جاری نہ ہوا۔ شجاعت کا یہ عالم کہ جہاں شیر دل صحابہ بھیچے پٹنے پر مجبور ہوتے آپ آگے بڑھتے اور انا النبی لا کذاب۔ انا ابن عبد المطلب کا جبر زبان اقدس پر ہوتا بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر پڑے ہوتے اور باہمی ہمت تمام ازواج مطہرات سے ایک ہی رات میں مباشرت بھی فرماتے۔ چار ہزار آدمی کی قوت پر بھی آپ کی قوت و طاقت زائد تھی لہذا شدت بطش و باس کا کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مزید تحقیق کے لیے مدارج جلد اول صفحہ ۱۸۷ ملاحظہ فرمادیں۔

علیہ اس روایت پر بھی عشی نے اعتراض کیا ہے اور اس کو منکرات اور باطلیل میں سے شمار کیا ہے۔ جہاں تک سند کے لحاظ سے بحث کا تعلق ہے اس سے ضعف متن و معنوم لازم نہیں آتا۔ حضرت مریم علیہا السلام کے لیے اگر حنی سیوہ جات آکتے تھے تو سید الملق علی الاطلاق کے لیے استبعاد کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے لیے اگر آسمان سے مائدہ اور دسترخوان انوار و اقسام کے کھانوں کا کٹر سکتا ہے تو حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک گچھے کے اعتراف و تسلیم میں تاہل کیوں حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کے لیے جنت سے انگور بھیجے گئے جبکہ وہ اہل مکہ کی قید میں تھے جیسا کہ بخاری شریف میں تفصیلی روایت مذکور ہے تو جن کے غلاموں کے لیے وہاں سے سیوہ جات بھیجے خود اس بولائے کائنات اور سید اسادات کے لیے کیا وجہ استبعاد ہو سکتی ہے؟ اور نماز کسوف اور کرتے ہوئے جنت کا سامنے آ جانا اور آپ کا انگوروں کے گچھے کو کھانا بخاری و مسلم ہا کسوف میں صراحتاً مذکور ہے قہنا و لت منها عنقوداً شیخ محقق نے اس کے تحت تصریح فرمائی کہ آپ نے اپنے لیے گچھا لے لیا۔ امت کے لیے بھی لینا چاہا مگر پھر ارادہ بدل دیا اور علامہ مہینی نے تصریح فرمائی کہ صحابہ کرام نے آپ کو کسی چیز پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا اور عرض کیا ہم نے آپ کو کوئی چیز پکڑتے ہوئے دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا میں نے انگوروں کا گچھا پکڑا۔



## چوتھا باب

تمام خزان دنیا کی چابیوں کا تیکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کیا جانا  
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے  
سنا: "اتیت بمقالید الدنیا علی فرس ابلق علیہ قطیفۃ من سندس" میرے پاس تمام دنیا کے  
خزائن کی چابیاں ابلق (چترے) گھوڑے پر لاد کر لائی گئیں جس پر چھتی ریشم کی چادر ڈالی ہوئی تھی اور وہ میرے  
حوالے کر دی گئیں۔

## پانچواں باب

### ذکر مصطفوی کا بلند کیا جانا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول معظم حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے کہا اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ سے فرماتا ہے۔  
جانتے ہو میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا ہے اور عام کیا ہے؟ اذا ذکرک ذکرک معی۔  
جب بھی میں یاد کیا جاؤں گا تمہیں میرے ساتھ ضرور یاد کیا جائے گا۔

## چھٹا باب

امام سل صلی اللہ علیہ وسلم اور مجملہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مثل و صفت کا بیان  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا علیہ السلام نے فرمایا میری صفت و حالت اور



پہلے انبیاء علیہم السلام کی حالت و کیفیت ایسے ہے جیسے کہ ایک شخص مکان بنائے اور اس کی تحسین و تکمیل اور آرائش و زیبائش میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے۔ صرف اس کے گوشوں میں سے ایک گوشہ سے ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دے۔ لوگ اگر اس کے گرد گھومیں پھریں اور اس کے حسن تعمیر پر تعجب و حیرانی کا اظہار کریں اور مالک مکان کو کہیں کہ اس جگہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھی تاکہ تیرے مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی۔

حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (وہ مکان قصر رسالت ہے سہنی اس میں بمنزلہ ایک ایک اینٹ کے ہے اور وہ آخری اینٹ جس پر اس قصر اور مکان کی تکمیل موقوف ہے) وہ اینٹ میں ہوں۔

طفیل ابن ابی اپنے باپ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں میری حالت و کیفیت یوں ہے جیسے کہ ایک شخص مکان تیار کرے اور اس کی ہر ممکن آرائش و زیبائش کرے اور اور تکمیل و تحسین میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرے اور اس میں ایک جگہ چھوڑ دے جہاں اینٹ نہ رکھے۔ لوگ اس کے ارد گرد گھوم پھر کر اس کا نظارہ کریں اور اس کے حسن و جمال پر تعجب کریں اور کہیں یہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی۔ پس میں انبیاء علیہم السلام میں وہ اینٹ ہوں (جس سے قصر نبوت و رسالت کی تکمیل ہوئی ہے) عہ

## ساتواں باب

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و کیفیت اور آپ کی شریعت و ملت کی صفت و کیفیت کا بیان

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری حالت عہ مسلم حکمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ختم نبوت والی شان کو کس قدر عام فہم زبان میں جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا ہے جس کے بعد ادنیٰ سمجھ والا آدمی بھی کسی نئے نبی کی گنجائش کا تصور نہیں کر سکتا۔ اگر ایک اینٹ کی کمی اس مکان کے حسن میں کمی کا موجب تھی تو بلا وجہ بغیر سوزوں جگہ کے ویسے ہی کہیں اینٹ کا اضافہ بھی قبح کا موجب ہوگا۔ لہذا نئے نبی کی گنجائش کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لیے خاتمہ فرما دیا۔ نیز دوسری روایت میں مطلقاً انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے جس نے پہلی روایت کی وضاحت کر دی کہ وہاں پہلے انبیاء کا جو ذکر ہے وہ بیان واقعہ کے لیے ہے نہ کہ وہ قید احترازی ہے اور بعد والوں کے لیے جواز کا موجب بلکہ فی الواقعہ چرکہ بھی پہلے مہوت ہو چکے تھے لہذا قبلی کا لفظ فرمایا۔



اور جس دین و ملت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی حالت و کیفیت یوں ہے جیسے ایک شخص اپنی قوم کے پاس آئے اور اس سے کہے اے میری قوم میں نے تم پر حملہ آور دشمن کا لشکر اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا ہے لہذا میں تمہارے لیے مذریعہ ہوں کہ اپنے بچاؤ کے لیے دوڑو اور بھاگو۔ ایک جماعت نے اس شخص کا کہنا مانا اور رات کی تاریکی میں ہی گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور ہمدت پا کر چل دیے اور بچ نکلے اور دوسرے طاغوت نے تکذیب کی اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر موجود رہے لشکر اعداء نے صبح کے وقت اچانک حملہ کر کے ان کو ہلاک کر دیا اور بے نام و نشان۔

یہ ہے مثل و کیفیت اس شخص کی جس نے میری اطاعت کی اور میری ملت و شریعت کی اتباع کی اور اس شخص کی حالت و کیفیت جس نے میری نافرمانی کی اور میری دعوت کو جھٹلایا اور حق کی تکذیب کی۔  
(رواہ البخاری والمسلم)

## آٹھواں باب

### امت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا اہم انبیاء پر شرف و فضل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک علیہ افضل الصلوات نے فرمایا: ہم آخری ہیں بعثت و ظہور کے لحاظ سے اور سابق و اول ہیں قیامت کے دن شرف و فضیلت کے اعتبار سے۔ فرق صرف یہ ہے کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب عطا کی گئی اور ہمیں بعد میں عطا کی گئی۔

یہ جمعہ کا دن ہی تھا جس کے متعلق انہوں نے اختلاف کیا اور اس کی طرف انہیں رہنمائی نصیب نہ ہوئی۔ یہود نے ہفتہ کا دن (عبادت کے لیے) منتخب کر لیا اور نصاریٰ نے اتوار کا لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جمعہ کے دن کو عبادت کے لیے مخصوص کرنے کی طرف رہنمائی فرمائی۔ لہذا دوسرے بھی لوگ اس میں ہمارے تابع اور ہم سے مؤخر ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا میں امید

میں حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا۔ ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی (صلی اللہ علیہ وسلم)



رکھتا ہوں کہ تم تمام اہل جنت میں سے ایک چوتھائی ہو گئے۔ بخدا مجھے فضل خداوندی سے امید ہے کہ تم اہل جنت میں سے ایک تہائی ہو گے۔ بخدا میں رحمت خداوندی سے پر امید ہوں کہ تم اہل جنت میں سے نصف ہو گے بلکہ یہ دو نور و آیات بخاری و مسلم میں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التہیۃ والتسلیم نے فرمایا تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی حالت و کیفیت یوں ہے جیسے ایک شخص لوگوں کو کام پر لگائے اور کہے جو شخص صبح سے ظہر تک کام کرے گا اس کے لیے ایک قیراط اجرت ہوگی۔ تو یہود نے اس شرط پر کام کیا۔

پھر اس نے کہا کون ہے جو ظہر سے لے کر عصر تک کام کرے تو نصاریٰ نے کام کیا۔ پھر اس نے اعلان کیا اور کہا کون ہے جو عصر سے لے کر مغرب تک کام کرے اور دو قیراط اجرت حاصل کرے۔ غور سے سنو تم ہی یہود و نصاریٰ نے اس شرط پر کام کیا۔

تو یہود و نصاریٰ ناراض ہو گئے اور کہنے لگے ہمارا کام زیادہ ہے اور عطا و اجرت کم ہے تو وہ مالک کہتا ہے کیا میں نے تمہارے حق میں کمی کی ہے اور تمہارا حق نہیں دیا جو مقرر کیا تھا۔ انہوں نے کہا نہیں۔ مقرر اجرت میں کمی تو نہیں کی۔ وہ کہنے لگا میری عنایت ہے اور فضل و کرم جس کو جتنا دے دوں عطا رواہ البخاری۔

بہز بن حکیم بن مومنہ نے اپنے باپ حکیم سے انہوں نے اپنے باپ مومنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اے میری امت تم ستر امتوں کی تکمیل کرنے والے ہو جن میں سب افضل و اعلیٰ تم ہی ہو اور سب سے زیادہ منظم و مکرم اللہ تعالیٰ کے ہاں تم ہی ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے شب معراج

عہد تین نفل امیدیں ایک دن کے اندر اور ایک امت کے متعلق کہ وہ اہل جنت کا چوتھائی ہو اور ایک تہائی بھی ہو اور نصف بھی ہو بظاہر متعارض اور متضاد امور کا اجتماع ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پہلے آپ نے سب اہم و اقوام میں سے محمدیوں کا ایک چوتھائی ہونا بیان فرمایا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم کا اظہار کرتے ہوئے ایک تہائی کی خبر دی تو آپ نے اس کا اعلان فرمادیا۔ پھر فضل و کرم میں زیادہ وسعت ہوئی تو نصف کا اعلام فرمایا گیا آپ نے اس کا اعلان فرمادیا۔

نیر مسلم قاعدہ ہے کہ عدد اقل زائد کے لیے قاصی نہیں ہوتا لہذا نصف اہل جنت ہونے کے اعلان کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے زیادہ نہیں ہونگے بلکہ بحد اللہ محمدی اہل جنت سے دو تہائی زیادہ ہوں گے کل ایک سو بیس صفیں ہونگی جن میں سے اسی صفیں آپ کی امت کی ہونگی اور چالیس صفیں باقی اہم کی۔ مشکوٰۃ شریف شرح مسلم جلد اول ص ۱۱۱۔

عہد ہماری عمریں مختصری رکام یعنی عبادات و ریاضات کم مگر اجر و ثواب زیادہ بخلاف یہود و نصاریٰ کے۔



آسمان کی طرف لے جایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے قریب کیا حتیٰ کہ جب میرے اور اُس کے درمیان دو کمانون کے درمیانی وتر کی مقدار یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا تو فرمایا اے حبیب۔ اے محمد! میں نے عرض کیا اے میرے رب تبارک و تعالیٰ لبیک میں حاضر بارگاہ ہوں۔

فرمایا کہیں تمہیں یہ خیال غم میں مبتلا تو نہیں کرتا کہ میں نے تمہیں آخری نبی بنایا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ نہیں اے میرے رب کریم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری طرف سے اپنی امت کو سلام پہنچانا اور انہیں یہ بتلانا کہ میں نے اُن کو آخری امت اس لیے بنایا ہے کہ دوسری اُمم کے احوال و افعال اُن کے سامنے آئیں اور ان کی تباہی و بربادی کے قصے پڑھیں اور ان کی فضیلت و رسوائی اُن کے سامنے آئے مگر اُن کی بد عملی وغیرہ کی بنا پر دوسری اُمم واقوام کے سامنے ان کی فضیلت و رسوائی نہ ہو۔

## نواں باب

### سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل و صفت اور اُمت کی حالت و کیفیت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میری حالت و کیفیت یوں سمجھو جیسے ایک شخص نے آگ جلائی جب آگ نے اُس کے ارد گرد کو منور کر دیا تو پتنگے اور حشرات الارض آگ میں گرنے لگے۔ وہ شخص ان کو دور کرنے کی کوشش کرتا رہتا کہ اس میں گر کر جل نہ جائیں مگر وہ اس پر غالب آنے لگے اور زبردستی آگ میں کودنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیند کی حالت میں میرے پاس دو فرشتے آئے۔ ان میں سے ایک میرے پاؤں کی طرف بیٹھ گیا اور دوسرا سر کی جانب جو پاؤں کی جانب بیٹھا تھا اس نے دوسرے سے کہا کہ اُن کی آمد اُن کی باہمی حالت و کیفیت بیان کر دو۔ وہ فرشتہ کہنے لگا۔ ان کی حالت اور اُن کی اُمت کی حالت ایسی ہے جیسے ایک مسافر قوم جنگل کے کنارے جا پہنچے۔ نہ تو اُن کے پاس اتنا زاد و راہ ہو جس سے وہ جنگل کو عبور کر سکیں اور نہ ہی اتنا خرچ کہ واپس جاسکیں۔ وہ اسی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو کر بیٹھتے تھے کہ اُن کے پاس ایک حلقہ پوش سوار آ پہنچا اور اس نے کہا مجھے بتاؤ اگر میں اپنے اونٹ کو سبزہ زاروں میں اور سیراب کرنے والے حوضوں پر داخل کروں تو کیا تم میری اتباع



کر دو گے۔ سب نے کہا ہاں کیوں نہیں!

اس نے کہا تمہارے آگے اُن سے زیادہ سیر کرنے والے سبزہ زار اور اُن حوضوں سے زیادہ سیر کرنے والے حوض ہیں لہذا میرے پیچھے پیچھے چلو۔ ایک جماعت نے کہا بخدا اس نے سچ کہا ہے ہم ضرور اس کی اتباع کریں گے اور دوسری جماعت نے کہا ہم اسی جگہ بیٹھ رہتے پر راضی ہیں، اس کی اتباع نہیں کرتے۔

## دسواں باب

حضور کی دعوت کو قبول کرنے اور نہ کرنے والوں کی مثل و صفت کا بیان

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس علم اور ہدایت کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی حالت و کیفیت یوں ہے جیسے موسلا دھار بارش زمین پر برسے۔ اس زمین کا ایک قطعہ تو دلیا صاف سُتھرا اور پاکیزہ تھا جس نے پانی کو اپنے اندر جذب کر لیا اور سبزہ اگایا۔ ایک حصّہ نشیبی اور سخت تھا اس میں گڑھے وغیرہ تھے۔ اس نے پانی کو جذب کرنے کے بجائے اپنی سختی اور نشیب کی وجہ سے روک رکھا۔ اس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع پہنچایا انہوں نے خود پیا، جانوروں کو پلایا اور کھیتوں میں استعمال کیا اور زمین کا ایک حصّہ دلیا تھا جو چٹیل میدان اور سخت تھا نہ جذب کیا کہ سبزہ اور گھاس وغیرہ اُگے اور نہ روک رکھا کہ انسان اور حیوان فائدہ اٹھائیں۔

یہ ہے کیفیت اس شخص کی جس نے دین خداوندی میں قناعت اور مہارت حاصل کی اور اسے اس دین نے نفع دیا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا۔ اُس نے خود اُسے پڑھا اور لوگوں کو پڑھایا وہ خود بھی سیر سبز و شاداب ہوا اور لوگوں کو بھی سیر سبز و شاداب کیا اور نفع پہنچایا۔ اگر علم کے مطابق عمل بھی کیا تو زمین کے



حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کو ایک جگہ بٹھا دیا اور ان کے گرد دائرہ کھینچ دیا اور فرمایا۔ اسی خطہ اور دائرہ کے اندر بیٹھے رہنا۔ عنقریب تمہاری طرف کچھ لوگ آئیں گے ان کے ساتھ کلام نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارے ساتھ کلام نہیں کریں گے۔

ان کو بٹھا کر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جدھر جانا تھا تشریف لے گئے۔ حسب ارشاد ان کے پاس کچھ لوگ آئے مگر اس دائرہ پر آکر رک جاتے اور اس سے آگے نہ گزرتے۔ بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ جاتے۔ جب رات کا آخری حصہ ہوا تو آپ تشریف لائے اور میری ران کو تکبیر بنا کر محو استراحت ہو گئے اور جب آپ سو جاتے تو خراٹوں کی آواز سنائی دیتی۔

اسی دوران کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری ران کو تکبیر بنائے محو خواب تھے میرے پاس چند آدمی آئے جو اتنے بلند قامت تھے جیسے اونٹ اور ان پر سفید کپڑے تھے اور وہ اتنے حسین و جمیل تھے کہ ان کے حسن کا صحیح علم صرف اللہ رب العزت کو ہی ہے۔ ان میں سے ایک گروہ میرے سر کی جانب بیٹھ گیا اور دوسرا گروہ پاؤں کی جانب۔

انہوں نے آپس میں سلسلہ کلام کا آغاز اس طرح کیا۔ ہم نے کسی بندہ خدا کو نہیں دیکھا کہ اس کو وہ خصوصیت عطا کی گئی ہو جو ان کو عطا کی گئی ہے۔

ان عینہ لئنا مان و ان قلبہ لیقظان۔ ان کی دونوں آنکھیں تو محو خواب ہیں مگر ان کا دل اقدس بیدار ہے۔ ان کی حالت و کیفیت دعوت ان کے سامنے بیان کروا کیونکہ غیبت کے باوجود بیدار ہیں اور سن رہے ہیں۔ (پھر انہوں نے کیفیت دعوت یوں بیان کی) ایک سردار اور رئیس آدمی ہے جس نے محل تیار کرایا پھر اس میں دسترخوان لگایا اور ایک شخص کو بھیج کر نوگوں کو مطعومات اور ماکولات کی طرف بلایا اور کھانے پینے کی دعوت دی۔ اتنا کہا اور وہ آسمان کی طرف پرواز کر گئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت بیدار ہوئے اور مجھ سے دریافت فرمایا کیا جانتے ہو یہ لوگ کون تھے میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں! آپ نے فرمایا یہ فرشتے تھے۔

پھر دریافت فرمایا کیا جانتے ہو جو صفت و کیفیت انہوں نے بیان فرمائی ہے وہ کیا ہے یعنی اس کا مقصد کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ و رسولہ اعلم۔ آپ نے فرمایا رحمن تبارک و تعالیٰ نے جنت بنائی اس میں انواع و اقسام کی نعمتیں پیدا فرمائیں اور اپنے بندوں کو اس کی طرف بلایا۔ جس نے اس کی دعوت قبول کی، جنت خداوندی میں داخل ہوا اور جس نے دعوت قبول نہ کی وہ اللہ تعالیٰ کے عقاب و عذاب کا نشانہ بن گیا۔



## گیارہواں باب

### نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجوب طاعت و اتباع کا بیان

الشرب العزت نے ارشاد فرمایا۔ اطيعوا اللہ، واطيعوا الرسول۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔ ومن يطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ان کے ساتھ قبیلۃ انصار کے ایک آدمی نے مخاصمت و منازعت کی جس نے میدان بدر میں غازیان اسلام کی طرف سے حصّہ لیا تھا اور وہیہر مخاصمت حرہ اور پتھری زمین سے نکلنے والی پانی کی نالی اور گذرگاہ تھی جس سے وہ دونوں اپنی کھیتی اور کھجوروں کو پانی سے سیراب کیا کرتے تھے اور کھجوروں کو پانی دیتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے زبیر تو اپنی کھیتی اور کھجوروں کو پانی سے سیراب کر کے پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دیا کر۔

وہ انصاری غضبناک ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں (اس لیے گویا آپ نے ان کی اعانت فرمائی ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر سخت غضبناک ہو گئے اور چہرہ انور سرخ ہو گیا۔ پھر آپ نے حضرت زبیر سے فرمایا تم اپنی کھجوروں اور کھیتوں کو پانی دو۔ پھر اس کو روکے رکھو۔ جب تک پانی نہ پہنچ جائے۔

پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو ایسا مشورہ دیا تھا جس میں انصاری کی بھی بھلائی تھی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بھی فائدہ تھا۔ مگر جب انصاری نے آپ کو غصہ دلانے والی بات کی تو آپ نے حضرت زبیر کو پورا پورا حق عطا فرمایا اور ان کے لیے صریح حکم فرما دیا۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر فرمایا کرتے تھے مجھے یہی گمان بلکہ یقین ہے کہ یہ آیت مقدسہ اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی۔

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم فلا يجدا في انفسهم حرجا ما تضيفت وایسما تسلما مجھے قسم ہے اے حبیب تیرے رب کی وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک تمہیں اپنے تمام جھگڑوں میں حاکم اور فیصلہ نہ بنائیں۔ پھر آپ کے فیصلہ کے بعد اپنے دلوں میں کسی قسم کی ٹنگی اور اضطراب نہ پائیں اور اس فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کریں۔ اس روایت کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔



## بارہواں باب

حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کا محبت میں والد، ولد اور سب لوگوں پر مقدم ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا یومن احد کوحقی اکون احب الیہ من والدہ وولداہ والناس اجمعین "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اپنے والد سے اور اولاد سے اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ مبارک پکڑے ہوئے تھے، حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں یا سوا میری جان کے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا نہیں نہیں مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب تک میں تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (تم کامل مومن نہیں ہو سکتے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ بخدا اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز اور محبوب ہیں بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الآن یا عمر۔ اب تمہارا ایمان کامل بلکہ اکمل ہو گیا ہے عہ

**فائدہ جلیلہ**۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت لازم کیوں ہے اور آپ کی محبت والد مولود اور سب لوگوں سے مقدم کیوں محبت اور میل قلب کی طرف یا اس کے حسن ظاہر کے وجہ سے ہوتا ہے یا حسن باطن اور بلند کرداری اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسن ظاہر میں اور حسن باطن میں، حسن صورت میں اور حسن سیرت میں سب مخلوق سے افضل و اعلیٰ اور برتر و بالائی۔ اور یا محبت کسی سے اس لیے ہوتی ہے کہ وہ بہت بڑا محسن اور تکالیف و شدائد کو دور کرنے والا ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

عہ حضرت عمر بن الخطاب نے طبیب رومانی کے سامنے اپنا مرض بیان کیا اور محبت غیر امتیازی میں اپنے نفس کے تقدم کی شکایت کی۔ جہاں تک اختیار و قدرت کا تعلق تھا تو ہر وقت اپنی جان بچانے پر کمر کر حبیب پاک پر نثار کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ آپ نے نگاہ کرم فرمائی اور توجہ قلبی سے ان کے دل کی کیفیت کو بدل دیا۔ جیسے کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے اپنا دست اقدس ان کے سینہ پر رکھا اور پھر حضرت عمر نے یہ تبدیلی محسوس کی اور یہی منصب کلام مجید نے بیان فرمایا ہے دیکھو آپ صحابہ کا ترکیب بھی فرماتے ہیں والحمد للہ۔



میں یہ سبب بھی علی الوجہ الاتم موجود ہے۔ ہمارا بلکہ پوری کائنات کا وجود اور ہم پر اور ساری مخلوق پر پے در پے ہونے والے انعامات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہیں اور دین و ایمان جو اصل انعامات ہے وہ بھی آپ کا صدقہ اور اخروی وابدی راحتیں بھی آپ کا صدقہ لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واجب و لازم ہے کیونکہ جملہ اسباب محبت نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں علی الوجہ الاتم والاكمل موجود ہیں۔

یہی وجہ تقدیم تو محبت تین قسم کی ہے۔ محبت اجلال و اعظام جیسے باپ کی محبت۔ محبت شفقت و رحمت جیسے بیٹے کی محبت۔ اور محبت مجاہدت و استحسان جیسے عام لوگوں سے محبت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں تینوں امر موجود ہیں اور اتم و اکمل طریقہ پر کیونکہ والد کا اعظام و اجلال سبب تولد ہونے کے لحاظ سے ہے اور اگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسود نہ ہوتا تو نہ اجرام علویہ ہوتے جو کائنات کے لیے بمنزلہ آباد کے ہیں اور نہ عناصر جو کائنات کے لیے بمنزلہ اموات ہیں۔ نہ آدم و حوا علیہما السلام ہوتے اور نہ باقی سلسلہ آباد۔ نیز کوئی اولاد اپنے آباء و اجداد کے لیے نہ اتنا دکھ اٹھاتی ہے اور نہ تکلیف برداشت کرتی ہے اور نہ ہی اس قدر رنج و الم جھیلتی ہے جتنا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اُمت کے لیے اٹھایا۔ لہذا محبت شفقت و رحمت میں بھی آپ سب سے مقدم ہیں اور جو فوائد و فیوض آپ سے پہنچے دنیا میں اور آخرت میں پہنچیں گے وہ کسی دوسرے سے ممکن ہی نہیں۔ نیز مجاہدت بھی محقق ہے اور باقی وجوہ استحسان بھی لہذا آپ محبت میں سب سے مقدم ہیں۔

نیز چونکہ امتی کا نفس اور جان بھی اُن کے ہی سر ہون منت و احسان ہیں وجود و تحقق میں بقا و حیات میں، اسلام و ایمان میں، اخروی راحت و سکون اور انعامات و اکرامات میں سورنہ وہ نہ دنیا میں کسی قدر و قیمت کا مالک ہوتا نہ آخرت میں کسی وقعت و عزت کا حقدار، لہذا جن کی بدولت اس کو یہ نعمتیں ملیں اے انہیں کا بے دام غلام اور انہیں کا گرفتار محنت بڑھاپا پیہ ورنہ اسکا دام اس کے وجود سے بہتر ہے۔ مزید تفصیل کے لیے نوادی شرح مسلم جلد اول ص ۴۹ فتح الباری جلد اول ص ۵۶ ملاحظہ ہو۔

## تیرھواں باب

ذکر میں نبی خدا علیہ التحیۃ والثناء کو مقدم رکھنے کا وجوب



کے پیالہ کی مانند نہ بنا اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا آدمی حالت سفر میں اپنا سامان سواری پر لا دتا ہے (اور پیاس لگے) تو ٹھیکیزہ سے پانی پیالہ میں ڈال کر پیتا ہے جب بچ جاتا ہے تو وہ پھر واپس اسی ٹھیکیزہ میں ڈال دیتا ہے تم مجھے سلسلہ گفتگو کے آغاز میں، درمیان میں اور آخر میں بھی یاد کرو۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں: ”مجھے سوار کے پیالے کی مانند نہ بناؤ گا ایک معنی تو اسی روایت میں مذکور ہے۔ دوسرا قول اس کے معنی میں یہ ہے کہ سوار جب اپنے سامان کی تیاری اور ترتیب سے فارغ ہوتا ہے تو سب سے آخر میں پیالہ کو سنبھالتا ہے اور اسے سامان کے ساتھ رکھتا ہے۔ اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ مجھے ذکر میں مؤخر نہ کرو اور یہ معنی اول کی طرف راجح ہے۔“



# ابواب

## صفات و کیفیتِ حبِ اطہر (صلی اللہ علیہ وسلم)

### پہلا باب

#### سراقدس

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے مامول حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سرِ نازِ عظیم تھا۔  
حضرت نافع بن حیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا سرِ نازِ عظیم تھا یعنی مقدار اور حجم میں جیسے کہ کیف میں اور معنوی عظمت میں۔

عہ سراقدس کا عظیم ہونا قوتِ دماغ، و نورِ عقل اور جودِ فکر کی علامت ہوتا ہے اور یہاں مقصود صرف یہ ہے کہ سراقدس چھوٹا نہیں تھا نہ یہ کہ مقدار میں اعتدال نہیں تھا۔ العیاذ باللہ کی جلد اعضاء مبارکہ میں کمال اعتدال اور انتہائی موزونیت تھی۔ شیخ محقق فرماتے ہیں وجوہ اعتدال مرعیت در ہمہ اعضاء و جوارح شریف و ایں قاعدہ کلیہ است ہمہ جا باید نگاہداشت۔ (مدارج النبوت جلد اول ص ۱۲)۔



## دوسرا باب

### جبین مقدس

حضرت امام حسن بن الامام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ جبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی جبین اقدس کشادہ تھی۔

## تیسرا باب

### ابر و مبارک اور بھویں

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ابر و مبارک مقدار میں طویل تھے اور ان پر بال مناسب مقدار میں نہ بہت زیادہ اور نہ بالکل کم اور باہم ملے ہوئے نہیں تھے اتنے قریب تھے کہ دور سے باہم ملے ہوئے معلوم ہوتے دو نو ابروؤں کے درمیان ایک رگ مبارک تھی جو حالت رعب و جلال میں ترپتی تھی اور خون میں جوش پیدا ہونے سے اس کے اندر لرزہ سا معلوم ہوتا۔

## چوتھا باب

### چشمان اقدس اور مشرکان مبارک

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا



۴۴۴

علیہ التَّحِیَّۃُ وَالشَّادَہُ کی مقدس آنکھوں کی تپلی بہت سیاہ ریحویں مبارک طویل اور باریک بالوں والی اور مکمل طور پر مٹی ہوئی نہیں تھیں (اگرچہ قریب تھا کہ مل جائیں) اور چمکیں مبارک دراز۔  
حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آنکھیں سفید سرخی مائل تھیں یعنی سفیدی میں سرخ باریک دھاریاں تھیں اور البوداؤد نے شعبہ سے جو روایت نقل کی ہے اُس میں اشکل العینین کی بجائے اشمل العینین وارد ہے اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا کہ آنکھوں کی تپلیاں سیاہ سرخی مائل تھیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ افضل الصلوٰت کی طرف دیکھتا تو دل میں کہتا کہ آپ نے آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ وہ قدرتی سرمہ کی دھاریاں تھیں نہ کہ سرمہ لگانے کی وجہ سے۔  
لسانِ سرمہ سیاہ کردہ خانہٴ مردم دو چشم تو کہ سیاہند سرمہ ناکردہ

## پانچواں باب

### رخسارِ اقدس

حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند سے راوی ہیں کہ سردرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک ڈھلوان تھے اور زیادہ ابھرے ہوئے نہیں تھے (نہ جبروں سے چپکے ہوئے بلکہ پر گوشت تھے اور چہرہ اقدس کو چودھوی کے چاند کی مانند گول اور مدور بنائے ہوئے تھے)۔

## چھٹا باب

### لمبئی اقدس

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اثنی العینین



لما نوراً يعلوه بحسب من له ريتاً مله اشهر - رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی مبارک درمیان سے قراخیدہ تھی اور بلند - اس پر نور نمایاں نظر آتا۔ جو شخص غور سے نہ دیکھتا تو اس کو گمان گزرتا کہ ناک مبارک زیادہ بلند ہے حالانکہ بلندی فی الواقع نہیں تھی بلکہ کمال موزونیت تھی اور اعلیٰ درجہ کا تناسب محض جلوہ نور کی وجہ سے بادی النظر میں بلندی محسوس ہوتی تھی۔

(اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ  
بیٹی پر نور پر رخشاں ہے بلکہ نور کا  
ہے نور الحمد پر اڑتا پھر یہ نور کا)

## ساتواں باب

### دہن مبارک اور دندان مقدسہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ مبارک ذرا چوڑا (مگر انتہائی مناسب انداز میں) تھا۔  
حضرت جمیع سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ مبارک ذرا چوڑا اور دانت مبارک باہم مکمل طور پر ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان میں ذرا ذرا فاصلہ تھا اور کشادگی۔  
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب مکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے دانت مبارک باہم ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان میں مناسب کشادگی اور فاصلہ تھا۔  
حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والتسار کے ہونٹ مبارک اگر دانتوں سے بستم اور ٹھک کی حالت میں الگ ہوتے تو دانت مبارک یوں معلوم ہوتے جیسے کہ اولوں کے دانے (جو پردہ میں تھے اور اب ظاہر ہو گئے ہیں) ان کی سفیدی اور چمک، صفائی اور لطوبت اولوں کی مانند معلوم ہوتی۔  
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان اقدس کا مسوڑھوں اور جڑوں کے اندر جڑاؤ انتہائی حسین انداز میں تھا اور ترتیب میں کمال حسن محسوس ہوتا۔

ولنعمر ما قال البوصیری

من ممد فی منطق منہ ومتبسم

كانها اللؤلؤ المكنون فی صدق



گویا کہ صدف میں چھپا رہنے والا آبدار موتی محبوب کریم علیہ السلام کے معدن نطق اور مجسم سے ہے

## اٹھواں باب

### نکبت اقدس

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دس سال تک حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل کیا اور ہر قسم کے عطر سونگھنے اور ان کی خوشبوؤں کا اچھی طرح اندازہ لگایا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نکبت اقدس اور طیب ریح اور جہد اطہر سے پھوٹنے والی خوشبو اور مشک بالکل نرالی تھی کہ دنیا کے مشک وغیرہ کو اس کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں تھی  
 دریاں زمین کہ نیچے وزوز طرہ یار  
 چہ جائے دم زون ناقہائے تمار لیت

## نواں باب

### چہرہ انور کی تابانی اور صباحت و ملاحت

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ان

مذہب مبارک کی چوڑائی عرواں کے نزدیک محمود اور پسندیدہ وصف ہے لیکن مردوں میں البتہ عورتوں کے اندر تلخی وہاں کو وصف محمود سمجھا جاتا ہے لیکن مردوں میں اس کو وصف مرغوب نہیں سمجھا جاتا اور فراخی وہاں گویا کمال فصاحت و بلاغت کی علامت ہے۔

اور بعض حضرات کے نزدیک ضلیع النعم کا معنی بجائے کشادگی وہاں اقدس کے مذہب مبارک کی گولائی اور ہونٹوں کا طولانی

میں باہم قرب ہے واللہ و رسولہ اعلم۔

عہ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ان کی ہنک نے دل کے غچے کھلا دیے ہیں۔ جس راہ چلے ہیں کو چے بسا دیے ہیں  
 گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر  
 رہ گئی ساری زمین عبیر سا ہو کر



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غماً مغمماً یثلاً لا وجہہ کتلاً ثوالقمر لیلۃ البدن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عظیم اور بزرگ تھے اور خدا اور رب و جلال کے مالک آپ کا چہرہ اقدس ایسے چمکتا تھا جیسے کہ چودھویں رات کا چاند ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس میں تدویر اور گولائی تھی (جیسے چودھویں کے چاند میں)

عہ فخر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کو نورانیت اور تابانی کے لحاظ سے چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی ہے۔ سورج کے ساتھ نہیں دی تو اس کی وجہ محدثین حضرات نے یہ بیان کی ہے کہ چاند کو دیکھا جاسکتا ہے اور سورج کو دیکھا نہیں جاسکتا۔ نیز چودھویں کے چاند سے آنکھوں کو جہالت حاصل ہوتی ہے اور دل کو جو سرور حاصل ہوتا ہے وہ سورج سے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی فرق کو واضح کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا اھلج داخی یوسف اصبح۔ گویا حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ اقدس آئینہ روشن تھا کہ اس پر نظر جمائی نہیں جاسکتی تھی اور ادھر نظر لگیوں کو وہ ذوق اور سرور حاصل ہوتا کہ جو ایک نظر دیکھ لیتے ہیں تو پھر چہرہ اقدس سے نظر ہٹائی نہیں جاسکتی اور آنکھوں کے واسطے وہ صورت و لذت و دل میں یوں نقش ہو جاتی ہے کہ پھر وہاں غیر کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور ان کی زبان ان نعمات کے ساتھ مترنم ہوتی ہے۔

آئینہ نیست دل کہ دہر جاہر کسے  
ابن پارہ عقیق بنام نوکندہ شد

اور اسی معنی کو شعراء نے بیان کرتے ہوئے اور فرق کو واضح کرتے ہوئے کہا ہے

شاہد آن نیست کہ موٹے میانے دارد  
بندہ طلعت آن باش کہ آنے دارد

البتہ آپ کی ذات اقدس کو سطوت و جلال کے لحاظ سے اور جہاں کو انوار ذات سے منور و مستیر کرنے کے لحاظ اور ادراک حقیقت اور احاطہ کثر ذات کے ناممکن ہونے کے اعتبار سے سورج کے ساتھ تشبیہ دینا درست اور صحیح ہے کیونکہ اس آفتاب آسمانی کے ادراک میں جہاں آنکھیں خیرہ ہو کر رہ جاتی ہیں اس آفتاب رحمانی کے ادراک کثر حقیقت سے عقل خلق عاجز و قاصر ہیں۔ امام بوسیری نے کیا خوب فرمایا ہے اعیان الوری فہم معناہ فلیس یرئی۔ بالقرب والبعده منہ غیر مفہم۔ کالشمس تظہر للعینین من بعدہ۔ صغیرۃ ذنکل الطرف من الامم۔ ان کے نعم حقیقت نے مخلوق کو عاجز کر دیا ہے اور قرب و بعد ہر دو حال میں اپنے عجز و غم کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ جیسے کہ سورج دور سے چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے مگر دیکھنے سے آنکھ عاجز ہو جاتی ہے۔ ہر اہل لہز میں نہایت سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب خیرش ہوتے تو چہرہ اقدس آئینہ کی مانند ہوتا اور جو چیز بھی سامنے ہوتی صحابہ رضی اللہ عنہم یا در و دیوار اور درخت وغیرہ ان کے عکس اور مثال کو چہرہ الزریں دیکھا جاسکتا تھا۔

روح مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ نہیں ہے دوسرا آئینہ  
نہ ہماری چشم خیال میں نہ دکان آئینہ سازی میں



حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والتناہ کا چہرہ انور مستدیر اور  
گول تھا۔  
حضرت ام مہدی رضی اللہ عنہا نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرمایا میں  
نے ایسی ہستی کو دیکھا جن کا رنگ مبارک چمکیلا اور چہرہ انور انتہائی نورانی تھا اور تاباں

## دسواں باب

### ریش مبارک

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کی ریش مبارک (داڑھی شریف) گھنی تھی۔  
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ریش مبارک عظیم اور  
مقدار میں بڑی معلوم ہوتی۔  
حضرت ام مہدی رضی اللہ عنہا سے بھی یہی منقول ہے کہ آپ کی ریش مبارک گھنی تھی۔  
عمر بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتناہ اپنی داڑھی مبارک  
کو لمبائی اور چوڑائی میں کاٹتے اور طول و عرض میں برابر رکھتے۔ ن

ف بعض روایات میں ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک طبعاً چار انگشت کی مقدار پر رک گئی تھی اور اس سے متجاوز  
نہیں ہوتی تھی مگر مؤلف نے جو روایت نقل کی ہے (اور یہ ترمذی شریف میں موجود ہے) اس سے ظاہر ہے کہ آپ  
اس کو کاٹتے تھے اور صحیح بھی یہی روایت ہے۔ مشہور مذہب احناف یہ ہے کہ چار انگشت کی مقدار واجب ہے اور  
علماء و مشائخ کے لیے اس سے ذرا زیادہ طویل رکھنا مستحب ہے البتہ عوام کو چار انگشت سے زائد نہیں رکھنی چاہیے  
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبضہ یعنی مشیت بھر سے زائد کو کاٹ دیتے تھے۔  
کذا فی المدرج و فی رد المحتار علی الدر المختار وغیرہ۔



## گیارہواں باب

### موئے مبارک

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسو مبارک عظیم تھے اور اپنی ورازی اور طولانی کی وجہ سے کان مبارک کے زمرے تک ہوتے۔  
حضرت برادر رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے کہ آپ کے سر اقدس کے بال مبارک آپ کے کندھوں کو چھوتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک درمیان گھنگریالے تھے نہ بالکل سیدھے اور نہ انتہائی سخت گھنے۔  
حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی بارہ واصف مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء سے راوی ہیں کہ حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کے بال مبارک درمیان گھنگریالے تھے جب ان میں گنگھی کی جاتی تو الگ الگ ہو جاتے۔ اور کنڈل سیدھے ہو جاتے (کندھوں تک یا ان کے قریب جا پہنچتے) اور اگر اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو اکٹھے ہو جاتے اور حلقہ دار۔ پھر کانوں سے نیچے نہیں جاتے تھے۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کے بال مبارک کانوں کے درمیان تک پہنچتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک جمد اور وفیرہ کے درمیان تھے یعنی کانوں اور کندھوں کے درمیان رعد

عہ وفیرہ ان بالوں کو کہا جاتا ہے جو کانوں کے زمروں تک پہنچیں اور جمد وہ جو کندھوں تک پہنچیں اور لٹہ جوان کے درمیان ہوں۔ کانوں سے نیچے اور کندھوں سے اوپر۔

گویا تازہ گنگھی فرماتے تو دوش اقدس تک پہنچ جاتے اور بعد ازاں گھنگریالے ہونے کی وجہ سے سکڑ کر کانوں تک پہنچ جاتے۔ یا تازہ حجامت بنولنے پر کانوں کے قریب ہوتے اور چند دن کے بعد کندھوں تک پہنچ جاتے۔  
(واللہ ورسولہ اعلم کذا فی المدارج والمواہب)



حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو آپ کے بال مبارک چار حصوں میں تقسیم کر کے گندھے ہوئے تھے۔  
حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ بکر مبارکہ میں تشریف لائے تو میں نے آپ کی چار مینڈھیاں دیکھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ موئے مبارک کو کنگھی فرماتے تو وہ یوں معلوم ہوتی جیسے ریت میں اگے موئے کانٹے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ناصیہ اقدس اور سامنے والے بال مبارک بغیر ہانگ نکالے پیچھے بٹا دیتے تھے جیسے کہ اہل کتاب کرتے تھے اور بعد ازاں آپ نے ہانگ نکالی جیسے کہ اہل عرب ہانگ نکالا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عرصہ سدل فرمایا اور اس کے بعد ہانگ نکالی۔

## بارھواں باب

### گردن مبارک

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف میں فرمایا کہ آپ کی گردن مبارک بلند تھی یعنی اس میں قدرے درازی تھی جو موجب سر فرازی تھی۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند سے ناقل ہیں کہ محبوب خدا علیہ التیمۃ والثناء کی گردن مبارک طولانی اور درازی میں تمثال اور صورت مصورہ کی گردن کی مانند تھی اور اس میں چاندی کی مانند صفائی تھی اور سفیدی۔

عہ جن امور کا وحی کے ذریعے حکم نازل نہیں ہوتا تھا تو آپ ان میں اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے اور اہل کتاب سدل کرتے اور بال بغیر ہانگ نکالے پیچھے بٹا دیتے تھے تو آپ نے بھی ان کی موافقت فرمائی بعد ازاں وحی نازل ہوئی اور فرق کا حکم دیا گیا یعنی ہانگ نکالنے کا تو آپ نے اس پر عمل فرمایا اور یہی حکم امت کے لیے ہے نہ کہ یہود و نصاریٰ کی طرح سدل کرنا یا ایک پہلو سے ہانگ نکالنا۔ (رضقنا اللہ اتباع جہیمہ و رسولہ علیہ السلام)



عثمان بن عبد الملک روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی اور وہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک صفائی اور سفیدی کے لحاظ سے چاندی کے کوزہ کی مانند تھی۔

## تیرھواں باب

کنڈھوں کا درمیانی فاصلہ

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کنڈھوں میں مناسب فاصلہ تھا۔ (ذرا بعد اور دوری تھی یہاں لفظ منکب وارد ہے جس سے مراد بازو اور شانہ کا محل اجتماع ہے۔)

## چودھواں باب

شانہ اقدس

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کنڈھوں اور گردن مبارک کی درمیانی جگہ یعنی شانہ نے فریبہ تھے اور جلالت و ہیبت کا مظہر اتم اور قوت و توانائی کی عظیم نشانی یہاں لفظ کندوار ہے اور اس سے دو کنڈھوں کا باہمی مقام اتصال و اجتماع مراد ہے۔

## پندرھواں باب

سینہ اقدس

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان



فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چوڑا تھا۔ نیز سینہ اور پیٹ برابر اور متوازی تھے۔

## سوالوں کا باب

### بطن اقدس

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے سرور انبیاء علیہ التیمۃ والثناء کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں پیٹ کی بڑائی اور آگے کی طرف بڑھنے نے عیب ناک نہیں کیا۔

حضرت ام بانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میری نظر جب بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن اقدس پر پڑی تو مجھے تہ بہ تہ رکھے ہوئے اور اوراقِ یاد آئے (ملائمت اور سفیدی کے لحاظ سے)۔  
خوش کبھی سے مروی ہے کہ سید خلق صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل سے رات کے وقت عمرہ فرمایا اور احرام باندھا تو میں نے آپ کی پیٹھ مبارک کو دیکھا گویا کہ وہ چاندی (پگھلا کر ڈھالی گئی ہے) اور جب پشت اقدس کی سفیدی اور دلربائی کا عالم یہ ہے تو لا محالہ پیٹ مبارک کی کیفیت بھی یہی ہوگی،

## سترہواں باب

### ناف مبارک

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فخر اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن اقدس بالوں سے خالی تھا۔ صرف سینہ اقدس اور ناف مبارک کے درمیان بال تھے۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ہند بن ابی ہالہ فرماتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جہد اطہر چمکدار اور شفاف اور بالوں سے خالی تھا البتہ سینہ اقدس سے ناف تک بالوں کا ایک



باریک ساختھا یا سینہ اقدس کے اوپر والے حصہ۔ کلائیوں اور کندھوں پر بال تھے۔ اس کے علاوہ سینہ اور پیٹ پر بال نہیں تھے۔

## اٹھارھواں باب

### باکرامت انگلیاں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باکرامت انگلیاں تھیں اور قدموں کی جانب سے موٹی اور طویل ہیں۔

## ایسواں باب

### کف دست اقدس

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ہتھیلیاں پر گوشت تھیں۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالد رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ صاحب جود عطاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ہتھیلیاں کشادہ اور فرخ تھیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے نازنین خلق صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں کو مس کرنے اور ہاتھ لگانے کا شرف حاصل ہوا وہ اس قدر ملائم تھیں اور عجم لطافت کہ میں نے کوئی خزا اور ریشم ان سے زیادہ ملائم نہیں پایا۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیت کا شرف حاصل کیا میں نے اتنا ملائم کسی ریشم کو بھی نہیں پایا جتنا کہ اس محبوب کریم کا دست اقدس ملائم تھا۔



عون بن ابی جحیفہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التہیۃ والثناء وادوی البطح کی طرف نکلے۔ ایک نیزہ بطور سترہ آپ کے سامنے گاڑا گیا۔ آپ نے اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) اصحاب کرام رضی اللہ عنہم آپ کا دست اقدس پکڑ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے تو میں بھی حاضر خدمت ہوا اور دست اقدس کو پکڑ کر اپنے چہرہ پر ملا تو کیا محسوس کرتا ہوں کہ وہ برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہے اور کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار۔

## بیسواں باب

### مبارک کلاٹیاں

حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلاٹیاں مناسب طولانی رکھتی تھیں اور ہڈیوں کے جوڑ ضخیم تھے (جو کہ قوت و توانائی کی علامت تھے) صاحب مکی التوابع سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و کیفیت جسمانی بیان کرتے وقت فرماتے تھے کہ آپ کی کلاٹیوں میں طولانی اور درازی تھی۔

ف۔ اصحاب کرام علیہم الرضوان کے عمل سے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سے یعنی منع نہ کرنے سے دست بوسی کا جواز اور مقدس ہستیوں کے ہاتھوں کو آنکھوں پر لگانے کا استحباب واضح ہو گیا۔

نیز نماز کے بعد مصافحہ بلکہ اکابرین کی دست بوسی کا حکم بھی معلوم ہو گیا اگرچہ اس کا اجماع ادلی و انسب نہیں ہے مگر فی الجملہ جواز واضح ہے۔

سوال۔ بہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج اقدس انتہائی متدل تھا اور اعتدال مزاج اس امر کا مقتضی ہے کہ ہاتھوں میں درمیانی حرارت ہو تو پھر آپ کے ہاتھوں کا برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہونا کیونکر ممکن ہے۔

جواب۔ یہ برودت اور ٹھنڈک برودت مزاج و طبیعت کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ محض عامہ ذوق و محبت سے محسوس ہو رہی تھی جو اہل ذوق ہیں اس معنی کو سمجھتے ہیں دوسرے کیا سمجھیں۔



# اکیسواں باب

## مبارک پنڈلیاں

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک پنڈلیاں قدموں کی طرف سے (استہانی نموزوں انداز میں) اپنی تھیں (اور زیادہ موٹی نہیں تھیں)۔  
عبدالرحمن بن مالک بن جشم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں اُن کے بھائی حضرت سراقہ نے بتلایا کہ میں نے لعیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو قریب سے دیکھا جب کہ آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کی طرف جا رہے تھے۔ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور پاؤں مبارک غریزہ رکاب میں تھے۔ تو آپ کی پنڈلیاں (اپنی سفیدی اور چمک و دمک کی رو سے) یوں معلوم ہو رہی تھیں جیسے کھجور کا خوشہ اپنے پردہ سے ابھی باہر نکلا ہو۔

بعض علماء نے ان مقدس قدموں کی عظمت شان بیان کرتے ہوئے اور اُن سے توسل کرتے ہوئے کہا۔  
یارب بالقدم التي اوطأتها من قباب قوسین المحل الاعظما  
اے رب کریم صدقہ اس قدم اقدس کا جس سے تو نے پامال کرایا قباب قوسین کے محل اعظم اور مقام ارفع کو۔

وحرمة القدم التي جعلت بها كتف البرية بالرسالة سلماً  
اور اس قدم اقدس کی حرمت و کرامت کا صدقہ جس کے طفیل مخلوق کے کندھے کو رسالت کے لیے زینہ بنایا گیا۔

ثبت علی متن الصراط تکرماً قد می وکن لی منقذاً و مسليماً  
از راہ کرم میرے قدموں کو صراط کی پشت پر ثابت رکھ اور عذاب جہنم سے بچانے والا اور صحیح و سالم رکھنے والا بنا۔

واجعلها ذخري ومن كان لها  
اَمِنْ الْعَذَابِ وَلَا يَخَافُ جَهَنَّمَ

ع غریزہ جھڑے کے تہ سے بنی ہوئی پاؤں رکھنے کی دو جگہیں جیسے گھوڑے کی زین کے لیے رکابیں ہوتی ہیں۔



اور ان دونوں کو میرے لیے ذخیرہ آخرت بنا اور جس کو یہ دونوں سیلے میسر آ گئے وہ عذاب سے بے خوف ہو گیا اور جہنم کے ڈر سے محفوظ رہا۔

## بائیسواں باب

مقدس ایڑیاں

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑیاں مبارک زیادہ بھاری اور پیر گوشت نہیں تھیں بلکہ خفیف اللحم اور ذرا پتلی تھیں۔ (رواہ مسلم)

## تیسواں باب

پائے اقدس

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ پاؤں مبارک اور قدم اقدس کے باطنی حصہ اور پچلی جانب ذرا خم تھا اور زیادہ پیر گوشت بھی نہیں تھے۔ تروتازگی کا یہ عالم تھا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتے کہ ابھی ان سے پانی بہ کر الگ ہوا ہے۔

عثمان بن عبد الملک کہتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور وہ آپ کے حاشیہ نشین اور حاضر بارگاہ تھے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کف دست اقدس اور قدم مبارک ضخیم تھے۔



## چوبیسواں باب

### رؤس عظام کا ضخیم ہونا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعضاء مبارکہ اور ہڈیوں کے مٹھا ضخیم و عظیم تھے (جو کہ خدا داد قوت و طاقت کے منظر تھے) حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہما (جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسل پاک سے ہیں) روایت فرماتے ہیں کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلیل المشاش تھے یعنی آپ کے اعضاء مبارکہ کے آخری حصے عظیم و ضخیم تھے مثلاً گھٹنے، کہنیاں اور کندھے۔

## پچیسواں باب

### اعتدال خلق

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسد اطہر میں کمال اعتدال تھا۔ آپ کا بدن اقدس نہ بالکل ڈبلا پتلا تھا اور نہ بہت بھاری اور عمر مبارک کے آخری حصہ میں بھی بدن اقدس میں ڈھیلا پن اور استرخاء لحم پیدا نہیں ہوا تھا۔

## چھبیسواں باب

### قامتِ رعنا

حضرت ربیعہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نعت رسول مقبول اور وصف حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہوئے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے نہ استہالی



طویل اور نہ بالکل مختصر۔

حضرت برادر بن عازب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قامت رعنا نہ انتہائی دراز اور نہ بالکل کوتاہ بلکہ انتہائی موزوں اور مناسب تھی۔

حضرت برادر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قامت کے مالک تھے حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہما اپنے جد اکرم حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کرتے وقت فرماتے تھے کہ آپ نہ طویل معط تھے اور نہ قصیر متر و یعنی نہ انتہائی بلند قامت اور نہ بالکل کوتاہ قد بلکہ درمیانہ قدر عفا تھا اور موزوں قامت زیبا۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عام درمیانہ قد لوگوں سے دراز قامت تھے اور بہت طویل القامت لوگوں کی نسبت درمیانہ قدر رکھتے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قد زیبا کا اعجاز یہ تھا کہ جس طویل آدمی کے ساتھ آپ چلتے تو آپ اس سے بلند نظر آتے اور لبا اوقات دو بلند بالا قامت آدمیوں کے درمیان چلتے تو آپ ان سے بالا و بلند نظر آتے اور وہ جب آپ سے الگ ہوتے تو وہ دراز قد اور طویل قامت معلوم ہوتے مگر آپ میانہ قد ہی دکھائی دیتے۔

## ستائیسواں باب

### جسد اقدس

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کف دست اقدس کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ ملائم تھے ہیں نے ہر قسم کے خرد و دیباچ اور ریشم دیکھے بھالے ہیں مگر جو لطافت و نقاست اور نرمی و ملائمت حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کف دست میں محسوس ہوتی تھی وہ کہیں نظر نہیں آئی۔

عثمان بن عبد الملک اپنے ناموں سے لما قل ہیں اور وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ



صفین میں شریک تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلد اقدس اور بشرہ مبارکہ استہائی ملائم اور رقیق و نفیس تھا۔

## اٹھائیسواں باب

### زنگت مبارک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زنگ مبارک میں بہت ہی آب و تاب اور چمک و دمک تھی نہ بالکل گندم گوں اور نہ بالکل سفید۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ نبی خدا علیہ التیمۃ والثناء کا زنگ مبارک سفید تھا اور یوں ملتا تھا کہ گویا آپ چاندی سے بنائے گئے ہیں۔  
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا زنگ مبارک سفید تھا۔ جس پر سرخی جھلکتی تھی (جیسے چاندی پر سونے کا پانی چڑھا یا گیا ہو) یعنی بظاہر سرخی مائل تھا مگر غور سے دیکھنے والے کو اندر سے انوار پھوٹتے نظر آتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زنگ مبارک گندمی تھا۔ ابن جوزی فرماتے ہیں یہ حدیث درست نہیں ہے اور دوسری تمام صحیح احادیث کے خلاف ہے جو کہ پندرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں لہذا ناقابل اعتبار ہے اور علی التقدير الصحة گندم گوں ہونے سے مراد سرخی مائل ہونا ہے نہ کہ سیاہی مائل ہونا۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام زنگت مبارک کی رُسے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے (اور مجازب نظر و دلکش)

## انیسواں باب

### حُسن و جمال

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہا روایت شیخنا قط احسن من رسول اللہ



صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کبھی بھی کوئی چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھی بلکہ سب سے زیادہ حسین و جمیل صرف نبی اکرم حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی پایا ہے۔ (اخرجہ البخاری والمسلم)۔  
ابو اسحق سے مروی ہے کہ حضرت برادر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس تلوار کی مانند تھا؛ تو انہوں نے کہا نہیں بلکہ وہ چودھویں کے چاند کی مانند تھا۔ یعنی تلوار میں بھی چمک تو ہوتی ہے لیکن پھر بھی سیاہی کلیتہً زائل نہیں ہوتی لیکن حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس سیاہی کی طرف ذرہ بھر میلان سے بھی منزہ و مبرا تھا۔ نیز تلوار کے ساتھ تشبیہ میں چہرہ انور کی طولانی کا بھی تو ہم پیدا ہو سکتا تھا حالانکہ وہ چودھویں کے چاند کی طرح گول تھا۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہار دیت شیخا احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان الشمس تجزی فی وجہہ میں نے حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء سے زیادہ حسین و جمیل کسی کو نہیں پایا چہرہ تاباں یوں معلوم ہوتا کہ اس میں سورج رواں دواں ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ روایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حلة حمراء فجعلت انظر الیہ والی القمر فلہوا احسن فی عینی من القمر میں نے نازنین خلق صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ وھارمی وار لباس میں ملبوس دیکھا اور ادھر چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا میں کبھی ماہتاب آسمانی کو دیکھتا تھا اور کبھی حبیب رحمانی کو دیکھتا تھا بالآخر میری نگاہوں نے فیصلہ یہ کیا کہ وہ چاند سے زیادہ حسین ہیں۔

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہار دیت احداً فی حلة حمراء مر جلا احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان لہ شعر قریب من المنکبہہ میں نے کسی شخص کو جو سرخ وھاریدار حلیہ زیب تن کیے ہوئے ہو اور تازہ کنگھی کیے ہوئے ہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اور آپ کے بال مبارک کندھوں کے قریب تھے۔ (اخرجہ البخاری والمسلم)۔

سعید جریمری سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں

عہ یہ صرف حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ سبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اعتقاد و نظریہ ہی ہے مگر حبیب پاک کا ذکر کرتے وقت فرحت و سرور اور لذت و کیف کے حصول پر تمہید کرتے ہوئے کہا فلہو عندی اتم اور احسن ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ چاند کی چاندنی عالم محسوس میں اثر انداز ہے اور حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پر تو جمال عالم ظاہر و باطن دونوں کو نوازا ہے پھر چاند کبھی روشنی دیتا ہے کبھی کبھی



نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ کا شرف دیدار حاصل کیا اور اب روئے زمین پر میرے علاوہ کوئی شخص ایسا موجود نہیں جو آپ کی زیارت سے شرف ہوا ہو یعنی صحابہ کرام میں سے میں نے عرض کیا آپ کا حلیہ مبارک تو مجھے بتائیے، تو انہوں نے فرمایا۔ کان ابیض ملیحاً مقصداً۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفید چمکیلی رنگت والے تھے اور جاذب و دلکش اور درمیانہ قد اور جسد اطہر بھی درمیانی حالت پر تھا نہ بہت بھاری اور بالکل چھریا۔

حضرت ام مہدی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم دور سے سب لوگوں سے زیادہ جمیل اور جاذب و دلکش لگتے اور قریب سے دیکھیں تو سب سے واضح ترین اور حسین معلوم ہوتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یوں معلوم ہوتے تھے گویا کہ چاندی سے ڈھالے گئے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس وجہاً و انورہم دنوا۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور حسین جمیل چہرہ انور کے لحاظ سے اور رنگت کے اعتبار سے سب سے زیادہ نورانی اور چمکیلے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور چودھویں کے چاند کے حلقہ اور دائرہ کی مانند تھا۔

محمد بن عمار فرماتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت مہدی رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک مجھے بیان فرمائیں تو انہوں نے فرمایا اے بیٹے دو ریدۃ و ریت الشمس طالعۃ۔ اگر تو آپ کو دیکھتا تو تجھے یوں معلوم ہوتا جیسے سورج طلوع ہو رہا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے لو لیکن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل و لم یقع مع شمس قط الا غلب ضوؤہ الشمس و لم یقع مع سراج قط الا غلب ضوؤہ علی ضوؤ السراج۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک نہیں تھا جب آپ سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ کے چہرہ انور کی چمک و دمک اور ضیاء و نورانیت سورج کی ضیاء و نورانیت پر غالب آجاتی اور جب کبھی چہرہ انور کے ساتھ کھڑے ہوتے تو آپ کی ضیائیں چراغ کے نور پر غالب آجاتیں یہ



## تیسواں باب پسینہ مبارک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کی عدم موجودگی میں ان کے بستر پر آرام فرماتے۔ ایک دفعہ آپ تشریف لائے اور بستر پر آرام فرما ہو گئے۔ ان کو اگر کسی نے بتلایا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے گھر تشریف لا کر محو استراحت ہیں۔ وہ جب حاضر ہوئیں تو آپ کے پسینہ مبارک سے ان کا بستر چمڑے کا بنا ہوا بچھونا تر ہو چکا تھا اور عرق آلود۔ انہوں نے اپنے قیمتی بازو سامان والا تھیلہ کھولا اور اس میں سے خوشبودار شیشیاں اور بوتلیں نکالیں۔ پسینہ مبارک کو کپڑے کے ذریعے بچھونے سے اٹھاتیں اور ان شیشیوں میں پھوڑیں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک کھلی تو فرمایا کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ نرجو درکتہ نصیبنا۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ اس انوکھی خوشبو کو جب بچوں پر لگائیں گے اللہ تعالیٰ انہیں بابرکت فرمایا گا۔

(بقیہ) حضرت ذکوان کی روایت درج فرمائی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ سورج کی روشنی میں نظر آتا تھا اور نہ چاند کی چاندنی میں لہریں بڑی لہ ظل فی شمس ولا قمر اور فرمایا کہ ابن ربیع نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں ذکر فرمایا کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور یہ کہ آپ نور تھے لہذا جب دن کی روشنی یا چاند کی چاندنی میں چلتے تو سایہ نظر نہیں آتا تھا اور بعض نے اس پر دعا فرمائی "واجعلنی نوراً"۔ اے اللہ مجھے مجسم نور بنا دے۔ اسے استدلال کیا ہے۔ حضرت عثمانؓ کا بارگاہ نبوی میں ایک کے متعلق مشورہ کے موقع پر عرض کرنا اللہ نے آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا۔ علامہ غفری نے اپنی عبیر میں ص ۳۵ جلد ۳ پر نقل فرمایا اور شیخ تفتی نے مدارج جلد ثانی ص ۱۶۱ پر

نقل کیا ہے اور ساتھ ہی فرمایا ان بزرگوں پر تعجب ہے کہ چراغ کا ذکر نہیں کیا حالانکہ سایہ پران کی روشنی میں بھی نظر نہیں آتا تھا اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسما طیبہ میں سے نور بھی ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا کیونکہ نور محض ایسا نام نہیں جس کے تحت کوئی مسمیٰ اور حقیقت جلوہ گر نہ ہو مولوی رشید احمد دہلوی نے امداد السلوک میں نقل کیا ہے کہ آپ کا سایہ نہ ہوتا تو اثر اور شہرت کے ساتھ ثابت ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا  
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا



آپ نے فرمایا تم نے صحیح سوچا ہے اور درست کہا ہے۔ رواہ مسلم۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زنگت مبارک چھیلی اور آپ کا  
پسینہ مبارک لوٹو آبدار کی مانند تھا (جبکہ قطرات کی صورت میں ڈھل جاتا تھا)۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسینہ مبارک  
چہرہ انور پر یوں معلوم ہوتا تھا جیسے لوٹو آبدار اور خوشبو کے لحاظ سے وہ خالص کستوری سے زیادہ پاکیزہ  
اور مہک والا ہوتا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التَّجۃ والثناء کے پسینہ مبارک کے قطرات  
چمک دمک ہیں موتیوں کی مانند تھے اور خوشبو و مہک کے لحاظ سے کستوری کی مانند۔

حبیب بن ابی حردہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت اپنے باپ کے ساتھ تھا جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کا حکم فرمایا جب انہیں پتھر لگے (تو وہ حالت دیکھ کر) میں خوفزدہ ہو گیا تو  
حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی نبل مبارک میں لے لیا۔ آپ کی  
نبل مبارک سے پسینہ بہا تو وہ کستوری کی مانند خوشبودار تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس  
میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے اپنی بیٹی کی شادی کرنی ہے اور میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ آپ میری معاونت  
فرمادیں۔ آپ نے فرمایا مالی تعاون تو میں نہیں کر سکتا کیونکہ فی الحال میرے پاس کوئی شے موجود نہیں ہے۔ البتہ کل  
میرے پاس آنا اور ایک کھلے منہ والی بوتل اور درخت کی ایک چھوٹی سی لکڑی ہمراہ لانا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے  
ہیں کہ آپ نے اس لکڑی کے ساتھ اپنی کلائیوں سے پسینہ پونچھنا شروع فرمایا اور شیشی میں جمع فرمانے لگے حتیٰ کہ  
وہ شیشی بھر گئی۔ پھر آپ نے فرمایا اس کو لے جا اور گھروالوں سے کہنا جب خوشبو لگانے کا ارادہ ہو تو اس  
لکڑی کو بوتل میں ڈبو کر بدن پر لگائیں (ان کے لیے یہ عظیم خوشبو ثابت ہوگی) جب اس گھر والے اس  
خوشبو کو بدن پر لگاتے تو سب اہل مدینہ اس خوشبو کو سونگھتے اور اس گھر والوں کا نام ہی مطہین فرمایا یعنی  
خوشبودار لوگ۔



## اکتیسواں باب

### مہر نبوت

جدید بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے میری خالہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں لے گئی اور عرض کیا کہ میرا یہ بھانجا درد مند ہے اور مبتلا درد و الم۔ آپ نے اپنا دست اقدس میرے سر پر پھرا اور میرے لیے دعائے برکت فرمائی۔ آپ نے وضو فرمایا تو میں نے آپ کے وضو والے پانی سے قدرے پانی پیا اور آپ کی پشت اقدس کی طرف کھڑا ہوا تو میں نے مہر نبوت کو دیکھا جو آپ کے کندھوں کے درمیان تھی اور جملہ عروس کی گھنڈی کی مانند تھی اس روایت کو امام بخاری علیہ الرحمہ نے محمد بن عبد اللہ اور حاتم کے واسطہ سے اسی طرح نقل کیا ہے اور جملہ سے مراد وہ چھوٹا سا گھر ہے جو قبہ کی مانند ہوتا ہے اور اس کو پردوں سے مستور کر دیا جاتا ہے اور اس کا دروازہ اس کا ہمجنس ہوتا ہے اور اس پر گھنڈیاں لگائی جاتی ہیں اور اسی معنی پر محمول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اعزوا النساء یلزمنا الحجال۔ عورتوں کو اس طرح عزت و وقار عطا کرو کہ وہ جملہ بات کو لازم کر لیں اور ابراہیم نے حمزہ اور حاتم کے واسطہ سے جو روایت کی ہے اس میں رزا الجملہ کا لفظ موجود ہے اس تقدیر پر جملہ ایک قسم کا پرندہ ہے اور رزا اس کے انڈے کو کہتے ہیں لہذا خاتم نبوت کو جملہ کے انڈے سے تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ ابوسلیمان خطابی نے بعض سے یہ تفسیر نقل کی ہے۔

حضرت جابر بن سمیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جو کہ سرخ رنگ کا ابھرا ہوا گوشت پارہ تھا جیسے کہ شتر مرغ کا انڈا۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اے ابوزید میرے قریب ہو اور میری پیٹھ کو ہاتھوں سے ملو میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کی پیٹھ مبارک کو ملا تو میری انگلیاں خاتم نبوت پر چالیں۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ خاتم نبوت کیا تھی؟ تو انہوں نے فرمایا چند بالوں کا گچھا تھا۔

ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم نبوت کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کی پشت اقدس پر ابھرا ہوا گوشت پارہ تھا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہ اقدس میں حاضر



ہوا۔ آپ اس وقت چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہم نشین تھے۔ پس پھر کپھلی طرف ہو گیا تو آپ میرے مقصد اور ارادہ کو بجانب گئے تو آپ نے چادر مبارک پیٹھ پر سے ذرا نیچے سر کا دی۔ تو میں نے خاتم نبوت کی جگہ کندھے مبارک کے قریب مٹھی کی مانند ابھرا ہوا گوشت دیکھا جس کے ارد گرد سیاہ بال تھے۔

حضرت عبداللہ بن سرحس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شرف دیدار حاصل کیا اور آپ کے ساتھ روٹی اور گوشت تناول کیا۔ یا شریک کھانے کا تذکرہ کیا، فرماتے ہیں میں بعد ازاں صیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت اقدس کی طرف پھرا حتیٰ کہ میں نے خاتم نبوت کو دیکھا جو کندھوں کے درمیان تھی مگر بائیں کندھے کے منہا پر موجود ملائم حصّہ کے قریب جو کہ مٹھی کی مانند ابھرے ہوئے گوشت سے بھٹی اور اس پر سیاہ بال تھے۔

ابو معونہ بن قرقہ کہتے ہیں کہ میں بارگاہ مصطفویٰ علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوا اور میں نے اذن طلب کیا کہ مجھے گریبان کے اندر ہاتھ ڈال کر خاتم نبوت کو مس کرنے کی رخصت مرحمت فرمائی جائے جب کہ آپ مجھے دعا و خیر و برکت سے بھی نواز رہے تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ گریبان کے اندر داخل کیا اور آپ نے دعا اسی طرح جاری رکھی اور اس میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوئی تو میں نے خاتم نبوت کو بائیں کندھے کے منہا پر ابھرے ہوئے گوشت پارہ کی شکل میں محسوس کیا۔



# ابواب صفات معنویہ صلی اللہ علیہ وسلم

## باب اول

### اخلاق حمیدہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ انس سمجھدار اور عقلمند بچہ ہے آپ اس کو اپنی خدمت کے لیے قبول فرمادیں۔ فرماتے ہیں میں نے آپ کی سفر و حضر میں (مقدور بھر) خدمت کی سعادت حاصل کی بخدا آپ نے مجھے کسی کام کے متعلق جو میں نے کر دیا کبھی یہ نہ فرمایا کہ یہ کیوں کیا۔ اور جو کام میں نے نہیں کیا اس کے متعلق یہ نہ فرمایا کہ یہ کیوں نہیں کیا۔

رواہ البخاری والمسلم

ابو عبد اللہ جدلی سے مروی ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اہل خانہ کے ساتھ برتاؤ کیسے تھا؟ آپ نے فرمایا آپ سب لوگوں سے احسن اخلاق کے مالک تھے نہ طبعاً نہ بتکلف نمش گوئی کی طرف میلان تھا نہ بازاروں میں آواز بلند کرنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لعن و طعن اور سب و شتم کبھی نہ فرماتے اور نہ ہی نمش کلام زبان اقدس پر کبھی آتا۔ کبھی ناراضگی پیدا ہوتی تو فرماتے ترب جبینہ اس کی جبین خاک آلود ہو (یعنی وہ بارگاہ خداوندی میں سرسجود ہوا اور عبادت کا عادی بن جائے)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم اسی آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھے جو سارے کے سارے قریش سے تھے۔ بعد ایں نے کبھی کسی شخص کا چہرہ آتنا حسین نہیں دیکھا جس قدر کہ اس دن قریش کے ان نونہالوں کا حسن و جمال تھا۔ عورتوں کا ذکر چل نکلا تو انہوں نے اس کے متعلق بڑی طویل گفتگو کی۔ حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء نے بھی ان کی دلجوئی کرتے ہوئے ان کو منع نہ فرمایا بلکہ ان کے ساتھ



کا مظاہرہ نہ فرماتے۔

سماک سے مروی ہے کہ میں نے جابر بن سمیرہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ کیا تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں بیٹھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! آپ اکثر سکوت اور خاموشی اختیار فرماتے رکھتے اور بہت کم کہتے۔ آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے پاس اشعار کا اور دوسرے امور کا ذکر کرتے اور کہتے مگر آپ صرف تبسم پر اکتفا فرماتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے ہاں تشریف لائے اور ان کے پاس دو بیچیاں بیٹھی دف بجارہی تھیں اور یہ عید قربان کا موقع تھا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے ہوئے آرام فرماتے تھے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان بچیوں کو زبردستی توہین فرمائی تو صاحب خلق عظیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کڑا منہ مبارک سے ہٹایا اور فرمایا اے ابو بکر ان کو اپنے حال پر رہنے دیجئے کیونکہ یہ عید اور خوشی کے دن ہیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا مظاہرہ اس طرح دیکھا کہ حبشی لوگ مسجد کے سامنے کھلی جگہ پر (جنگ کی تیاری کے سلسلے میں نیزوں کیساتھ) کھیلتے تھے۔ آپ مجھے اپنی رواد اقدس (چادر مبارک) سے ڈھانپے رہتے اور میں ان کا کھیل دیکھتی رہتی اور جب تک میں خود بیٹھ نہ جاتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے کھڑے رہتے۔ (امام بخاری و مسلم)۔

خارجہ بن زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ ایک جماعت اہل اسلام کی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا ہمیں رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث مبارکہ سناؤ۔

انہوں نے فرمایا جب ہم آپ کی مجلس پاک میں موجود ہوتے ہوئے دین کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہماری تطہیب قلوب کے لیے اس کا ذکر فرماتے اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اس ذکر میں شریک ہوتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے حسن خلق میں فائق تھے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ دنیا کا کوئی فرد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن خلق میں برابری نہیں کر سکتا۔ آپ سب سے زیادہ اخلاق حمیدہ کے مالک تھے۔

جب کبھی بھی صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے آپ کو بلایا یا ازواج مطہرات میں سے کسی نے پکارا تو آپ نے جواب میں لبیک فرمایا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ انک لعلی خلق عظیم۔



یقیناً اے حبیب آپ خلق عظیم پر حاوی و غالب ہیں اور مقتدر و مختار۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں (سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سلسلہ ازدواج میں منسلک ہو جانے کے بعد گھر میں گڑلیوں کے ساتھ کھیلا کرتی اور میری ہیلیاں میرے ساتھ کھیلا کرتیں جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتیں تو کھیل چھوڑ کر چھپ جاتیں۔ آپ ان کو چھپی ہوئی جگہوں سے نکال کر باہر لاتے (اور میرے ساتھ کھیلنے کا حکم دیتے) تو وہ میرے ساتھ کھیلتی رہتیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے کسی کو (راہ چلتے مل جاتے تو) ان کے ساتھ کھڑے رہتے اور جب تک وہ صحابی الگ نہ ہوتے (اور رخصت نہ لیتے) آپ اس سے الگ نہیں ہوتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے قریب سے گزرتے تو ان کو سلام سے مشرف فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا گدہ ہوا اور ہم بھی بچے تھے آپ نے فرمایا اے بچو تم پر سلام ہو۔

## دوسرا باب

### شانِ حلم و عفو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مکہ کے کفار و مشرکین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ کوہ صفا ہمارے لیے سونا بن جائے اور مکہ مکرمہ کے سارے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں یہ علاقہ میدانی اور ہموار ہو جائے تاکہ ہم یہاں کھیتی باڑی کر سکیں۔

(آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا) تو حکم ہوا اگرچہ تو ان کو مہلت دو اور آہستگی سے کام لو اور اگرچہ تو ہم ان کا مطالبہ پورا کر دیں گے لیکن اس کے بعد اگر کفر کریں گے تو ان کو پہلی امتوں کی طرح

ف۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ۷

تیری خلق کو حق نے جمیل کیا تیرے خلق کو حق نے عظیم کیا کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شتا تیرے خالق من و لدا کی قسم



فن  
علیہ  
بتر

یولہ

دعا  
کے

نماز

—

غیت  
برو  
سے

لی  
سے

بب

بت

ن گیا

۴۲

انہیں

برادری

ہلاک کر دیا جائے گا۔ آپ نے عرض کیا نہیں میں ان کے ساتھ نرمی اور بردباری سے کام لیتا ہوں۔  
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو بنی رضى اللہ عنہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا (میں نے قبیلہ دوس کو دعوت اسلام دی ہے) مگر انہوں نے انکار کر دیا ہے اور خدا و رسول کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے لہذا ان کے لیے تباہی کی دعا فرمادیں آپ قبلہ رو ہوئے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا دوس ہلاک ہو گئے مگر سرایا عفو و کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلاکت کی دعا کی بجائے دعائے رشد و ہدایت سے نوازتے ہوئے فرمایا اللھم اھد دوسا دلت بھو۔ اسے اللہ دوس کو ہدایت عطا فرما اور انہیں میرے پاس لے آ (آپ کی دعائے مبارک قبول ہوئی اور قبیلہ دوس کے ستر گھرانے مدینہ طیبہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔  
حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ سید عالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دراز گوش پر سواری فرمائی جس پر اکاف یعنی لکڑی سے بنی زین ڈالی گئی تھی (جیسے کہ اونٹ کے لیے ڈالان) اور اس پر فدی کی کبیل تھا اور آپ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار فرمایا۔ جبکہ آپ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مزاج پر سی کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ دوران سفر آپ کا گدہ ایک ایسی مجلس پر ہوا جس میں اعلیٰ لوگ بیٹھے تھے۔ چند مسلمان، کچھ مشرکین اور یہود بھی تھے اور ان میں عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین بھی موجود تھا اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی جب اہل مجلس کو سواری کے قدموں سے اڑنے والی غبار نے ڈھانپ لیا تو عبد اللہ بن ابی نے اپنی ناک کو ڈھانپتے ہوئے نیچے کی طرف جھکایا پھر کہا ہم پر گرد و غبار نہ اڑاؤ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام فرمایا۔ فرار کے اور پھر سواری سے اتر پڑے۔ ان کو دعوت اسلام دی اور قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ عبد اللہ بن ابی نے کنا جو کچھ آپ کہتے ہیں اگر یہ حق ہے تو اس سے اچھی کوئی بات نہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہماری مجالس میں اگر ہمیں تکلیف نہ دیا کرو۔ اپنی قیامگاہ کی طرف تشریف لے جائیں جو ہم میں سے وہاں آجائے اس کو بیان کر دینا۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور آپ ہماری مجلس میں تشریف لادیں اور ہمیں تلاوت قرآن سے محفوظ فرمادیں کیونکہ ہم اس امر کو پسند کرتے ہیں اور محبوب رکھتے ہیں۔

اس اختلاف رائے کے اظہار پر یہود و مشرکین اور اہل اسلام کے درمیان باہم تلخ کلامی تک نوبت پہنچ گئی۔ قریب تھا کہ ایک دوسرے پر حملہ کر دیں مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ٹھنڈا کرتے اور خاموش کرتے رہے حتیٰ کہ وہ چپ ہو گئے۔



پھر آپ سوار ہوئے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو فرمایا اے سعد کیا تم نے سنا نہیں جو کچھ ابو حباب یعنی عبداللہ بن ابی نے کہا ہے۔ اس نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس سے درگزر فرمادیں اور اس کو معذور رکھیں بجز اللہ تعالیٰ نے جو مقام رفیع اور مرتبہ بلند آپ کو عطا کر رکھا ہے وہ ہمارے وہم و گمان اور فکر و قیاس سے بھی بالاتر ہے (اس قماش کے کمیٹہ لوگوں کی بدزبانی سے آپ کے منصب خدا داد میں کیا فرق پڑتا ہے) اس شخص کے غیظ و غضب کی وجہ یہ ہے کہ اس آبادی والوں نے آپ کی تشریف آوری سے قبل یہ صلاح بنا رکھی تھی کہ اس کو اپنا سردار بنائیں اور اس کے سر پر تاج سیادت رکھیں اور اکیلی قیادت اس کے سر پر باندھیں مگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اس منصوبہ کو اس حق و صداقت کے ذریعے ختم کر دیا جو آپ کو عطا فرمایا ہے تو وہ اس پر غیظ و غضب سے بھر گیا اور حسد کی آگ میں جل رہا ہے چنانچہ آپ نے اس سے درگزر فرمادیا۔ (رواہ البخاری والمسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے فاروق اعظم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب عبداللہ بن ابی مرثد حبیب خدا علیہ التحیۃ والتناذ کو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے عرض کیا گیا۔ آپ تشریف لے گئے اور جب نماز پڑھنے کے ارادہ سے اس کی نعش پر کھڑے ہوئے تو میں آگے آکر سینہ اقدس کے مقابل کھڑا ہو گیا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابن ابی پر نماز جنازہ پڑھنے لگے ہیں جس نے فلاں فلاں دن ایسے ایسے کلمات دل آزار کہے اور گستاخی و بے ادبی کی انتہا کر دی رہیں اس کی بدزبانی و بدکلامی اور اسادت و بے ادبی کے ایام شمار کرتا جا رہا تھا اور آپ بسم فرما رہے تھے حتیٰ کہ میں نے بہت زیادہ اس کے لیے واقعات ایذا رسانی بیان کر ڈالے مگر آپ نے فرمایا اے عمر آگے سے ہٹ جائیے اور نماز جنازہ پڑھنے دیجئے کیونکہ مجھے ابھی اس سے منع نہیں کیا گیا بلکہ اس معاملہ کو میری مرضی و اختیار پر چھوڑا گیا ہے اور میں نے استغفار کو ہی اختیار کیا ہے اور نماز جنازہ ادا کرنے کو ہی ترجیح دی ہے۔

مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے۔ استغفر لہم اولاً تستغفر لہم وان تستغفر لہم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لہم۔ ان منافقین کے لیے استغفار کرو یا نہ کرو اور خواہ ستر مرتبہ بھی استغفار کرو ان کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا اور ہرگز نہیں بخشنے گا۔

اگر بالفرض مجھے معلوم ہوتا کہ ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرنے پر ان کو بخش دیا جائے گا تو میں ستر بار سے زیادہ مرتبہ بھی استغفار کے لیے تیار ہوتا۔ (لیکن چونکہ مغفرت تو بہر حال نہیں ہونی لہذا میں اس مشقت



بہر حال آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے ساتھ قبر تک تشریف لے گئے مگر اس کے دفن سے فارغ ہوئے (تب واپس ہوئے) فرماتے ہیں تعجب ہے میرے لیے اور میری رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس جسارت و جسارت پر حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جاننے والے ہیں۔

بخدا آپ تھوڑی دیر ہی چلے تھے کہ یہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔

وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ  
وَمَا تَوَادَّهُمْ فَاسِقُونَ - (التوبہ ۸۴)

ترجمہ: ان منافقین میں سے جو شخص بھی فوت ہو جائے اس پر ہرگز نماز نہ پڑھیں نہ اس کے لیے دعا رحمت کریں اور نہ ہی اس کی قبر پر پائے رحمت رکھیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اوردہ اسی فسق اور نافرمانی کی حالت میں مرے۔

جب یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں تو پھر آپ نے اپنی پوری حیات طیبہ دنیویہ میں کسی منافق پر نہ نماز پڑھی اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔

عہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ ادا فرمائی اور بعد میں منع کا حکم نازل ہوا پہلے اس کی ممنوعیت وارد نہیں تھی لہذا آپ کا یہ فعل البیاض بالحد کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی نہیں تھی کہ اس پر کسی قسم کی رجز و توبیخ یا تنبیہ و تہدید کی نوبت آتی جیسا کہ بعض اذہان فاسدہ میں اس قسم کا توہم پیدا ہوتا ہے حرمت خمر سے قبل شراب پینے والے کیا نگاہ شرع میں مجرم تھے؟ علیٰ ہذا القیاس لہذا یہ توہم لغو و باطل ہے۔

۲ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز ادا فرمانے کے بعد منع فرمایا کہ آئندہ ان میں سے کوئی سرے تو یہ سلوک ان کے ساتھ نہ فرمادیں پہلے منع نہیں فرمایا تو معلوم ہوا اس میں کوئی خاص حکمت و مصلحت تھی جب تک وہ پوری نہیں ہوئی اس تخنیر کو ختم نہیں کیا گیا اور وہ حکمت یہ تھی کہ ابن ابی کی بدترین دشمنی کے باوجود رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رخسانہ و کریمانہ سلوک دیکھ کر ایک ہزار منافق عبد اللہ بن ابی کی قوم کا مخلص مومن بن گیا اور نفاق سے توبہ کر گیا جیسا کہ فتح الباری اور عمدۃ القاری جلد ۸ ص ۵۴ - اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۲۷ پر تصریح موجود ہے۔

۳ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ میں ستر سے زیادہ مرتبہ بھی استغفار کروں تو بھی یہ بخشا نہیں



حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمرہ خدیجہ کے موقع پر جبکہ آپ حدیبیہ میں قیام فرما تھے اصل مکہ کے استی آدمی مسلح ہو کر پہاڑ سے نیچے اترے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی بے خبری اور بے اتفاقی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اچانک حملہ کریں مگر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر جنگ و جدال کے ان کو پکڑ لیا اور ان کے خلاف کارروائی نہ فرمائی (عفو و درگزر سے کام لیا) تو اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت کریمہ نازل فرمائی۔

هُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ دَائِدَ يَكُمُ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ۔

اور ظاہری طور پر ایسی مروت وغیرہ کا اظہار بھی منسوخ فرما دیا گیا لہذا اس کو آپ کے غیر مستجاب الدعوات ہونے پر دلیل بنانا لغو ہے کیونکہ اعلان خداوندی کے بعد کہ میں ہرگز ان کو نہیں بخشوں گا۔ اس قسم کی امید رکھ کر استغفار کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ علی الخصوص جبکہ آپ خود فرما رہے ہیں کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کروں تو اسے بخش دیا جائے گا تو میں اس سے بھی زیادہ استغفار کرتا اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو اس کی مغفرت و بخشش کی کوئی امید نہیں تھی۔

۴۴ الشرب العرت نے آپ کو ایسے لوگوں کے حق میں دعا کرنے سے منع فرمایا ہے اور ان کی قبر پر کھڑے ہونے سے بھی اگر آپ کی دعائیں کوئی اہمیت نہ ہوتی اور قدم اقدس میں یمن و برکت غایت درجہ کی نہ ہوتی تو منع نہ کیا جاتا معلوم ہوتا ہے کہ محبوب کی دعائیں رد کرنا اور جہاں ان کا قدم کرامت و رحمت پڑے وہاں ذمت و عذاب عقاب بھیجا بھی مناسب نہیں ہے اور حتمی و قطعی تقدیر کا خلاف بھی ممکن نہیں اسی لیے ایسے مواقع پر دعائیں کرنے اور قدم رنجہ فرما ہونے سے منع فرما دیا گیا امر خداوندی یہ ہے کہ حبیب تمہاری رحمت عامہ کا تقاضا تو یہی ہے کہ ایسے بدترین دشمنوں کو بھی محسوس کرم نہ رکھو مگر ہماری آپ سے جو محبت ہے اس کا بھی تقاضا ہے کہ ایسے مجرموں کو قطعاً معاف نہ کریں جو محبوب خدا کی عظمت و توقیر کا بھی خیال نہ رکھیں اور ہر وقت اندرسانی کے درپے رہیں۔

۴۵ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان میں سے جو مر جائے اس پر نماز نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر قدم نہ رکھیں تو معلوم ہوا کہ آپ کو منافقین کا علم تھا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ کون کون شخص منافق ہے تو ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے گریز اور قبر پر قدم رکھنے سے اجتناب ممکن نہیں ہے اور یہی مضمون و معنوم دوسری آیت کریمہ سے واضح ہے۔

لَتَعْرِىَنَّهُمْ بَيْنَا هُوَ وَلَتَعْرِىَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ۔ آپ ضرور بالضرور ان کی پشیمانیاں دیکھ کر انہیں جان لیں گے اور ان کے انداز گفتگو سے ان کو سچا جان لو گے۔



ترجمہ: یہ صرف الشرب العزیز کی قدرت کاملہ کا کرشمہ تھا کہ اُس نے بطن مکہ میں تم پر سے اُن کے دست ظلم و تعدی کو دور رکھا اور تمہارے دست مکافات کو اُن سے دور رکھا بعد اس کے کہ تمہیں ان پر ظفر مندا اور کامیاب فرما دیا۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی کسی خادم کو مارا نہ ہی کسی عورت کو اور نہ ہی اپنے ہاتھ مبارک کو مارنے اور زبرد کو ب کرنے میں کسی جگہ استعمال فرمایا نہ ہی آپ نے ایذا اور تکلیف دینے پر استقامی کا بھدائی فرمائی ہاں جب کبھی اللہ تعالیٰ کے محرمات کی ہتک کی گئی تو پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کے لیے استقام لیا اور اس جرمیہ کے مرتکب کو بہر حال کیفر کردار تک پہنچایا اور جب کبھی آپ کو دو امور کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے اُمت پر سہولت پیدا کرنے کے لیے اور ان کو مشقت سے بچانے کے لیے آسان ترین امر کو ہی اختیار فرمایا لیکن جہاں تک گناہ کا تعلق ہے تو آپ اس سے سب لوگوں کی نسبت زیادہ اجتناب اور تقویٰ سے کام لینے والے تھے۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور دنیاوی اشیاء ناراض نہیں کرتی تھیں جب حق پر تعدی کی جاتی تو پھر آپ کے غیظ و غضب کے آگے کوئی شے ٹھہر نہیں سکتی تھی جب تک کہ اس کا بدلہ نہ لے لیتے۔ نہ آپ اپنی ذات کے لیے ناراض ہوتے تھے اور نہ ہی اس کے لیے بدلہ لیتے تھے۔

حضرت محبوبہ محبوبہ خدا علیہ وعلیہا التیمۃ والثناء سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا کیا آپ پر اُحد کے دن سے بھی کوئی سخت ترین دن آیا ہے جس میں آپ کو تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہو تو آپ نے فرمایا میں نے تمہاری قوم قریش سے ایسے کئی دن دیکھے ہیں اور ان میں سب سے سخت اور مشکل ترین دن عقبہ کا دن تھا جب کہ میں نے طائف میں جا کر اپنے آپ کو عبد کلال کے بیٹوں پر پیش کیا (اور ان سے دین اسلام قبول کرنے کو کہا اور تبلیغ اسلام میں معاونت و نصرت کے لیے کہا) مگر انہوں نے میری دعوت کو قبول نہ کیا بلکہ ادبائش اور آوارہ لوگوں کو میری ایذا رسانی پر مامور کر دیا جنہوں نے مجھے پتھر مار مار کر لہو لہان کر دیا میں انتہائی غمگینی کی حالت میں جدھر منہ آیا چل دیا۔ اور جب قرن ثعالب میں پہنچا تو طبیعت میں افاقہ ہوا۔ اور رنج و الم اور درد و غم سے طاری ہونے والی مدہوشی ختم ہوئی۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ ایک بادل سا مجھ پر سایہ فلک ہے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مجھ کو پکار کر کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب اور ردِ عمل سنا اور دیکھا ہے اور آپ کی طرف یہاڑوں پر مامور فرشتہ کو بھیجا ہے



بعد کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب سنا ہے اور میں ملک الجبال ہوں مجھے آپ کی طرف مہیا کیا ہے تاکہ جو چاہیں مجھے حکم فرمادیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو میں دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں اور اہل طائف کو ان کے درمیان پیس کر اور مسل کر رکھ دوں۔

سرور عالم رحمت مہم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے افراد پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بھڑائیں گے (لہذا میں تجھے یہ حکم نہیں دیتا)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپ نجرانی چادر جس کا کنارہ موٹا اور سخت تھا اوڑھے ہوئے تھے پیچھے سے ایک اعرابی آیا اور اس نے آپ کی چادر مبارک پکڑ کر زور سے کھینچا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ چادر کا کنارہ گردن مبارک پر لگنے سے خراش آگئی اور اس پر نشان نظر آ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا مَرَّلِيْ مِنْ هٰذَا الَّذِيْ عِنْدَكَ۔ اللہ تعالیٰ کا جو مال آپ کے پاس ودیعت ہے اس میں سے میرے لیے (دیے جانے کا) حکم فرمادیں۔

رحیم و کریم نبی اس کی طرف متوجہ ہوئے (اور اس کی اس جرات و جسارت کے باوجود) ہنس دیے اور اس کے لیے مال عطا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب حنین کا دن تھا اور آپ اس جنگ میں ہاتھ آنے والے مال غنیمت کو تقسیم فرمانے لگے تو آپ نے بعض افراد کو دوسروں پر ترجیح اور فوقیت دی۔ اقرع بن حابس کو سواونٹ عطا فرمائے اور عیینہ بن حصن کو بھی آٹنا ہی مال عطا فرمایا۔ علی بن ابی القیس اشرف عرب میں سے چند لوگوں کو دوسروں پر عطا اور قسمت میں فوقیت دی۔

تو ایک آدمی نے کہا بخدا یہ ایسی تقسیم ہے جس میں عدل سے کام نہیں لیا گیا۔ اور نہ اس میں اللہ تعالیٰ کی

عہ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اہل طائف کا اتنی بڑی گستاخی و بے ادبی اور تکلیف دہانہ دینے کے باوجود فوج رہنا آپ کے بے اختیار ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ غفور و درگزر اور رحم و کرم کی وجہ سے اُن کے حق میں عذاب کا ارادہ نہیں فرمایا۔ اس قسم کے واقعات سے عجز ثابت کرنے والوں اور بے بسی و مجبوری کا توہم کرنے والوں کے لیے مقام عبرت ہے۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں

نعمیٰ! تم کو معلوم ہے کہ اس دنیا میں ہے کافر و مرتد یہ بھی رحمت رسول اللہ کی!۔



رعنا مندی مد نظر رکھی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کو سنا تو کہا کہ میں ضرور بالضرور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی اطلاع دوں گا۔ چنانچہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فلاں شخص یوں کہہ رہا تھا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ان کو اس سے زیادہ ایذا اور تکلیف پہنچائی گئی مگر انہوں نے صبر سے کام لیا (لہذا میں بھی صبر سے کام لیتا ہوں اور ان اخلاق عالیہ میں ان پیغمبران کرام کی موافقت کرتا ہوں)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ میں اور اعداؤں پر اللہ تعالیٰ سے ہلاکت کی دعا فرمائیں تو آپ نے جواب میں فرمایا۔

انی لہم البعث لعانا وانا بعبث رحمة۔ مجھے لعنت بھیجنے والا عذاب میں مبتلا کرانے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ سزا پا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو سرتہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ اس میں دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر کعبہ مبارکہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور اس کی دونوں جانب ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

اے اہل مکہ تم کیا کہتے ہو اور تمہارا میرے متعلق کیا گمان ہے؟ کہ میں اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ تو انہوں نے متفقہ طور پر کہا ہم یہی کہتے اور سمجھتے ہیں کہ آپ کریم و رحیم بھائی ہو اور چچا زاد سوائے رحم و کرم کے اور کیا سلوک کرو گے تین مرتبہ ان کلمات کو دہرایا تو آپ نے فرمایا میں آج اسی طرح اعلان عفو و درگزر کرتا ہوں۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے متعلق کیا تھا۔

لا تریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔

آج کے دن تم پر کوئی سختی و تشدد نہیں اور نہ زجر و توبیخ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے وہ سب سے زیادہ رحم و کرم فرمانے والا ہے۔

پھر وہ نگاہوں کو لکھے جیسے کہ ان کو قبروں سے نکالا گیا ہو (ان میں نئی زندگی آگئی) اور پھر نرمہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن ابی امیہ بن ابوسفیان اور حارث بن ہشام کی طرف آدمی بھیجا۔ میں نے سوچا آج اللہ تعالیٰ نے مجھے ان دشمنان خدا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کارروائی کا موقع عطا فرمایا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کی قدرت دی ہے



حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو فرمایا تھا: لا تشرب علیکم الیوم لیغفر اللہ لکم۔ فرماتے ہیں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حیا و لحاظ کی وجہ سے اپنے ارادہ سے باز آگیا اور اپنے عزم میں ناکام ہو گیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قاسم کثر رحمت حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے بعد وہ چاندی لوگوں میں تقسیم کرنی شروع کی جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں تھی تو ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا: تیرے لیے افسوس ہے اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون شخص دنیا میں عدل کرنے والا ہوگا۔ اگر بالفرض میں عدل اٹھانے سے کام نہ لوں تو میں (الیاف بالشد) سخت رسوائی اور خسران سے دوچار ہوں گا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا میں اس کی گردن نہ اڑا دوں کیونکہ یہ منافق ہے۔ سراپا غفور و مغفرت اور رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماذ اللہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرا دیتا ہوں (اور جو لوگ خلوص دل سے جلتے اسلام میں داخل ہوتا چاہتے ہیں وہ دشمنان دین کے اس زہریلے پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر دین سے محروم نہ رہ جائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوی میں بھٹوڑا سا سونا اور چاندی لائے گئے تو آپ نے انہیں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کرنا شروع فرمایا۔ ایک بدوی آدمی اٹھا اور کہنے لگا بخدا اللہ تمہارے لئے نے آپ کو عدل کرنے کا حکم دیا ہے مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ (نفوذ بالشد) تم عدل نہیں کر رہے ہو۔ آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے اور کون تیرے ساتھ میرے سوا عدل کرے گا۔ جب وہ لوٹا تو اپنے فرمایا اس کو نرمی اور حسن سلوک کے ساتھ میری طرف لاؤ۔

بنزین حکم اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے بھائی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میرے پڑوسیوں نے جو کچھ کیا ہے وہ مجھ پر لازم ہے اور میں ضامن ہوں لہذا انہیں چھوڑ دو۔ آپ نے چہرہ مبارک ان سے پھیر لیا۔ اس نے (غصہ کی حالت میں اور جفا طبع کے پیش نظر کہا) لوگ تو کہتے ہیں تم بغی و فساد سے منع کرتے ہو۔ پھر تم اس پر رضامندی کیسے ظاہر کر رہے ہو اور اس کو برداشت کیسے کر رہے ہو، آپ نے فرمایا اگر میں اس طرح کرتا ہوں (الیاف بالشد) تو اس کا بوجھ مجھ پر ہے تم پر تو نہیں ہے۔ پھر فرمایا اس کی خاطر اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے اونٹ خرید فرمایا اور اس کے عوض ذخیرہ کی کھجوریں اس سے ایک دستق یعنی چھ من ادا فرمانے کا عہد کیا۔ جب کھجوریں



لائے تو کھجوریں کو دیکھا تو وہ ختم ہو چکی تھیں اور گھریں کوئی ایسی جنس موجود نہیں تھی۔ آپ اعرابی کی طرف تشریف لے گئے اور اُسے فرمایا اے بندہ خدا ہم نے تجھ سے اونٹ خریدا اور اس کے عوض ذخیرہ کردہ کھجوریں میں سے ایک دستہ ادا کرنے کا عہد کیا اور ہمارا خیال یہ تھا کہ کھجوریں ہمارے پاس ہیں مگر کھجوریں تو ختم ہو چکی تھیں تو اعرابی نے کہا اس عہد شکنی اور غدیر پر افسوس ہے۔  
لوگوں نے اس کو تھپڑ مارے اور کہا کہ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کہہ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو چھوڑو۔ اسے بالکل کچھ نہ کہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ بیکس پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تاکہ آپ سے کسی امر میں امداد و تعاون حاصل کرے۔ بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس کو کچھ عطا فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے تیرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے؛ اس نے کہا نہیں اور آپ نے کسی خوبی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اہل اسلام ناراض ہوئے اور اس کو اس جبارت پر سزا دینے کے لیے اُٹھے۔  
آپ نے اشارہ فرمایا کہ رک جاؤ اور اپنے آپ پر کنٹرول کرو۔ پھر آپ گھر تشریف لے گئے اور اس اعرابی کی طرف آدمی بھیج کر اس کو اپنے دولت کدہ پر حاضر ہونے کا ارشاد فرمایا اور مزید عطیہ دیا تو وہ راضی ہو گیا (اور اس نے تعریف و توصیف پر مشتمل کلمات عرض کیے) آپ نے فرمایا تم نے ہم سے سوال کیا ہم نے جو کچھ مناسب سمجھا دیا اور پھر تو نے اس کے ردِ عمل میں جو کچھ کہا وہ مجھے معلوم ہی ہے اور اہل اسلام تیرے ان کلمات کو سن کر سخت غضبناک ہو چکے ہیں اگر تو مناسب سمجھے اور پسند کرے تو جو کلمات یہاں کہہ رہا ہے وہ ان کے سامنے بھی کہہ دے تاکہ ان کے دلوں میں تیرے خلاف جو غیظ و غضب ہے وہ دور ہو جائے تو اُس نے عرض کیا ہاں میں ان کے سامنے یہ کلمات کہوں گا۔

جب دوسرے دن صبح ہوئی یا اسی دن پچھلے وقت وہ شخص حاضر ہوا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا یہ ساتھی بھوکا تھا ہمارے پاس آیا اور سوال کیا ہم نے اس کو عطا کیا مگر اُس نے جو کہا وہ تمہارے علم میں ہے۔ پھر اس کو ہم نے گھر پر بلایا اور مزید عطا کیا اس نے کہا کہ میں راضی ہو گیا ہوں۔ پھر اس کی طرف توجہ فرمائی اور دریافت کیا کیا معاملہ ایسے ہی ہے؛ اعرابی نے کہا جی حضور! اللہ تعالیٰ آپ کو اہل اور عیثت قبیلہ کی طرف سے احسن جزاء عطا فرمائے۔

بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور اس اعرابی کی مثل و کیفیت اس طرح ہے جیسے کہ ایک آدمی کی اونٹنی جو اس سے بھاگ نکلی۔ لوگ اس کے پیچھے دوڑے تو وہ اور زور سے بھاگی اور بہت دور نکل گئی تو اونٹنی



ہوں لہذا اس کو اپنے احسان اور نرمی سے قابو کر لوں گا، تو وہ اونٹنی کے آگے سے آیا، زمین سے چند تشکے گھاس پھوس کے اُس کے سامنے کیے وہ آئی اور بیٹھ گئی۔ اُس نے پالان اس پر رکھا اور اس پر اچھی طرح جم کر بیٹھ گیا اور علیہ پالیا۔ میں بھی اگر تمہیں نہ روکتا اور اس کو تمہارے ہاتھوں میں دے دیتا جب اس نے وہ کلمات کہے تھے تو تم اس کو قتل کر دیتے اور یہ العیاذ باللہ آگ میں داخل ہو جاتا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا آپ نے چند دن اسی وجہ سے تکلیف محسوس فرمائی۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور ایک دھاگے پر چند گرہیں لگائی ہیں۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہوں نے وہ اشیاء جادو میں استعمال کی گئی تھیں ان کو نکالا اور آپ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے ان گرہوں کو کھولنا شروع کیا تو جہنمی ایک گرہ کھولتے تو آپ کو بکواسا سکون محسوس ہوتا جب ساٹھا گرہیں کھل گئیں تو آپ بالکل صحت یاب ہو گئے اور اتنے جلدی کہ گویا ڈور کے ذریعے بندھن تھی جو کھولنے پر فوراً ختم ہو گئی۔ نہ آپ نے کبھی اس یہودی کے سامنے اس کا تذکرہ فرمایا اور نہ ہی کبھی اس کے چہرے کو قہر و غضب کے ساتھ دیکھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی نہ تو اپنے کبھی مجھ پر غصہ فرمایا اور نہ دُکوب کیا نہ زبرد تو سب فرمائی اور نہ ہی چہرہ اقدس پر ایسے آثار نمودار ہوئے اور نہ چہرے پر کبھی ہونٹیں ہوئے۔ نہ ہی کبھی یہ اتفاق ہوا کہ آپ نے کسی کام کا حکم دیا ہو اور میرے کسی کام مظاہر کرنے پر عتاب فرمایا ہو۔ اگر کبھی اہل خانہ میں سے کوئی عتاب فرماتا تو آپ فرماتے انہیں کچھ نہ کہو۔ اگر اس امر کی تصریح ازل میں ہو چکی ہو تو ہو جاتا جب یہ مقدمہ ہی نہیں تھا تو کیونکر ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زید بن سبیہ کی ہدایت کا ارادہ فرمایا تو زید کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ میں نے تمام علامات نبوت کو چہرہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں جان پہچان لیا ہے۔ صرف دو علامتیں ہیں جو میں نے ابھی تک نہیں آزمائیں اور ان کا جائزہ نہیں لیا۔ ایک یہ کہ آپ کا علم جہل جاہل پر سبقت لے جاتا ہے اور غالب آجاتا ہے۔ دوسری یہ کہ شدت جہل آپ کے علم اور بردباری میں اضافہ کرتی ہے آپ غیظ و غضب میں نہیں آتے۔

فرماتے ہیں میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا تھا کہ آپ سے میل جول رکھوں اور آپ کے علم اور تحمل کا اندازہ لگاؤں۔ آپ ایک دن باہر نکلے اور آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے تو آپ کے پاس ایک یہودی سا آدمی حاضر ہوا جس نے عرض کیا یا رسول اللہ بنی فلان کا قبیلہ اہل اسلام کا قبیلہ بن چکا ہے۔ اور میں



اب ان کو سخت قحط سالی اور شدت محنت نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں (العیاذ باللہ) اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔ اگر مناسب سمجھو تو ان کے پاس امداد و اعانت کے طور پر کوئی شے ارسال فرمادو۔

زید بن سعید کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں تم سے اتنے درہم و دینار کے بدلے ایک دسق خرید لوں گا اور اسی دینار میں نے پیشگی آپ کو دے دیے جو آپ نے اس شخص کے حوالے فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ دینار جلدی ان کے پاس لے جا اور ان کو فائدہ پہنچا اور فقر و فاقہ سے مستثنیٰ کر دے۔ ابھی آپ کے ایفاء عہد کا وقت نہیں پہنچا تھا کہ میں دو تین دن پہلے ہی آپ کے پاس پہنچ گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے کسی کے جنازہ کے لیے جماعت صحابہ میں نکلے تو میں نے آپ کی چادر مبارک کو پکڑ کر بڑے زور سے کھینچا حتیٰ کہ چادر آپ کے کندھے سے گر گئی اور ساتھ ہی میں نے ترشرونی اور تشدد آمیز لب و لہجے میں کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم میرا قرض ادا نہیں کر دے گے۔ بخدا جہاں تک مجھے معلوم ہے تم بنی عبد المطلب سارے ہی ٹال مٹول سے کام لینے والے ہو۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے میرا یہ سلوک دیکھا تو غیظ و غضب سے ان کے کندھوں کا گوشت رز نے لگا وہ اپنے اعصاب پر کنٹرول کرنے میں ناکام ہو چکے تھے اور فلک مستدیر کی مانند لرزہ بر اندام تھے مجھے کہنے لگے۔ اے دشمن خدا کیا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کلام کر رہا ہے اور ایسی بدکلامی اور ادب و نیاز سے دور بلکہ بے حیائی اور مخاصمت سے بھرپور کلام کر رہا ہے جس کو میں اپنے کانوں سے سُن رہا ہوں۔ اس ذات اقدس کی قسم جس نے ان کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر وہ امر مانع نہ ہوتا جس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے تو تیرا سر مجھ سے سبقت لے جا چکا ہوتا یعنی میں کب کا تجھے ٹھکانے لگا چکا ہوتا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی سکون کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے تھے

پھر آپ مسکرائے اور فرمایا ابے عمر میں اور یہ شخص ایک دوسرے امر کے زیادہ حق دار تھے اور ضرور تمہارا حق تو یہ تھا کہ مجھے حسن الہی کا مشورہ دیتے اور اس کو حسن طلب کا (تم نے اس پر الٹا سختی شروع کر لی ہے) جاؤ اور اس کو اس کا قرض ادا کر دو اور میں صارع یعنی دو من کھجوریں مزید دے دینا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرا قرضہ ادا کر دیا تو دو من کھجوریں زائد دیں میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا مجھے رسول اکرم خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ تیرے ساتھ میں نے جو منازعت اور سخت کلامی کی تھی اس کے عوض مزید اتنی کھجوریں دوں۔

میں نے ان سے کہا مجھے عانت ہو، انہوں نے فرمایا نہیں تم کون ہو اور کیا تعریف ہے؟ میں نے کہا۔



میں زید بن سعید ہوں۔ علماء یہودیوں سے عظیم عالم؛ حضرت عمرؓ نے کہا میں نے کہا وہی بالکل وہی! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر تجھ جیسے صاحب عقل و علم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سلوک پر اور اس انداز کلام پر کس امر نے برا سمجھنا کیا۔ میں نے کہا بات دراصل یہ تھی کہ علامات نبوت میں سے کوئی ایسی علامت نہیں رہ گئی تھی جسکو میں نے آپ کے چہرہ اقدس اور ذات مبارکہ میں دیکھ نہ لیا ہو اور یقیناً کل اور معرفت تامہ حاصل نہ کر لی ہو۔ جب سے میں نے ان کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ صرف دو علامات رہ گئی تھیں جن کو میں ابھی تک آزما نہیں سکا تھا۔ اول یہ کہ آپ کا علم و تحمل جہل جاہل پر غالب و سالب ہے ثانی یہ کہ آپ کو لوگوں کی شدت جہل غیظ و غضب کی بجائے زیادہ علم و تحمل اور حوصلہ بردباری پر آمادہ کرتی ہے تیسری نے یہ دو علامتیں آزمائی ہیں۔

اے عمر بن الخطاب میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہوں اور اسلام پر بطور دین کے خوش ہوں کہ رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بنی ہونے پر اور ان کا امتی ہونے پر خوش ہوں اور میں تمہیں اس امر پر بھی گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال اللہ تعالیٰ کے لیے (صدقہ) ہے جو امت محمدیہ پر صرف ہوگا کیونکہ میں ساری امت سے زیادہ مال رکھتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ساری امت کا نام نہ لو بلکہ بعض کا کیونکہ تم ساری امت پر خرچ کرنے سے قاصر ہو تو میں نے کہا بلکہ بعض پر خرچ کروں گا۔ حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں واپس پہنچے اور حضرت زید نے عرض کیا۔ اشهد ان لا الہ الا اللہ وان محمدًا عبداً ورسولہ۔ آپ پر ایمان لائے اور آپ کے دعویٰ رسالت و نبوت کی تصدیق کی شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور بہت سارے غزوات میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے کہا کہ میں تو رات میں بیان کردہ صفات نبویہ میں سبھی دیکھ چکا۔ صرف آپ کے علم و بردباری کا مشاہدہ اور تجربہ نہیں کر سکا تھا۔ چنانچہ میں نے آپ کو ایک مدت معینہ کے لیے تیس دینار بطور قرض دیے ابھی مدت مقررہ میں ایک دن باقی تھا کہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میرا حق پورا ادا کریں کیونکہ تم بنی عبد المطلب کا مال مٹول اور پس و پیش سے کام لینے والے ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے یہودی کیا پاگل تو نہیں ہو گیا؛ بخدا اگر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے تو میں تیرا سر قلم کر دیتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ سے درگزر فرمائے اے ابا حفص ہمیں تمہاری طرف سے اس سے بڑھ کر اور بڑھ کر ضرورت تھی۔ محمد صاحب الاموال و قضا کا مالک و قضا کا مشاہدہ و قضا



اور اس کو حق کے کر دلانے میں مددگار ثابت ہوتے کیونکہ وہ اس امر کا زیادہ حاجت مند تھا۔ وہ یہودی کتا ہے کہ میرے جہل اور احمقانہ سلوک نے آپ کے حلم و تحمل میں اضافہ کیا نہ کہ غیظ و غضب میں۔

پھر آپ نے فرمایا اے یہودی تیری مقرر کردہ مدت کل پوری ہوگی اور تیرا قرض واجب الادا ہوگا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے اباحض فلاں باغ کی طرف کل جانا جس کا مطالبہ اس نے پہلے دن کیا تھا اور اس سے اس کا قرض ادا کرنا اگر راضی ہو جائے تو بہترین اسے مزید اتنے اتنے صاع دے دینا اور اگر وہاں سے اپنے قرض کا عوض وصول کرنے پر رضامند نہ ہو تو پھر فلاں باغ سے اس کا قرض ادا کرنا اور اتنے اتنے صاع مزید بھی دینا تاکہ جو تغلیظ و تشدید تم نے اس سے کی ہے اس کا کفارہ ہو جائے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کو حسب الارشاد اس باغ میں لائے جس کا پہلے دن اس کی طرف سے مطالبہ ہوا تھا وہ وہیں سے اپنا حق وصول کرنے پر رضامند ہو گیا تو آپ نے حسب فرمان نبوی اس کا قرض وہاں سے ادا کر دیا اور جتنے اضافے کا آپ نے حکم دیا وہ بھی ادا کر دیا۔

جب یہودی نے ان کھجوروں پر قبضہ کر لیا تو کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔  
بغداد اے عمر مجھے اس سلوک پر جو تم نے دیکھا اور سخت مارا ضلکی کا اظہار کیا صرف اور صرف اس چیز نے برکت بخشے کیا کہ میں آپ کی جملہ علامات نبوت کو پرکھوں جو کہ تورات میں مذکور تھیں اور صرف یہی علامت پرکھنی باقی تھی۔ تو میں نے آج کے دن اُن کے حلم و حوصلہ اور تحمل و بردباری کو آزمایا۔ اس وصف کمال کو بھی علامات تورات کے بالکل مطابق پایا اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ یہ کھجوریں اور میرے تمام مال کا نصف سب فقراء مساکین کے لیے صدقہ ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعض فقراء کو (کیونکہ سب فقراء پر خرچ کرنا تمہارے بس کا روگ نہیں ہے) چنانچہ اس نے بعض فقراء پر خرچ کر کے کاغذ کیا اور اس یہودی کا سارا گھرانہ مشرت باسلام ہو گیا ماسوا ایک بوڑھے کھوسٹ کے جس کی عمر سو سال تھی وہ کفر پر اڑا رہا۔ (نحوذ بالشہ من سودا لھا تمنا)

## تیسرا باب

نامناسب امور کی اطلاع

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے



کرنے کا موجب بنے، کیونکہ میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ میں تمہاری طرف نکلوں تو میرے دل میں کسی کے خلاف کوئی بات نہ ہو بلکہ میرا سینہ اور دل غیظ و غضب وغیرہ سے محفوظ ہو۔

فرماتے ہیں آپ کی بارگاہ اقدس میں مال آیا۔ آپ نے اس کو تقسیم فرمایا اس دوران میں دو آدمیوں کے آیا جو باہم گفتگو کر رہے تھے اور ان میں سے ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا بخدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی اس تقسیم میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور دار آخرت کو مد نظر نہیں رکھا۔

فرماتے ہیں میں تیزی کے ساتھ آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور صورت واقعہ آپ سے عرض کی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھے کوئی صحابی دوسرے صحابی کی طرف سے کوئی بات نہ پہنچائے اور میں نے فلاں فلاں شخص کو ایسے ایسے کہتے سنا ہے۔ آپ کا چہرہ نور غصہ کی وجہ سے سُرخ ہو گیا اور فرمایا مجھے ایسے امور میں معاف رکھو (میں کوئی انتقامی کارروائی کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں) کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو اس سے زیادہ ایذا اور تکلیف پہنچائی گئی مگر آپ نے صبر سے کام لیا۔

## چوتھا باب

### شفقت و مدارات

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جب نماز شروع کرتا ہوں تو ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز کو لمبا کروں گا مگر کسی بچے کے رونے کی آواز کان میں پڑتی ہے۔ تو یہ جانتے ہوئے کہ اس کی ماں کو اس کے رونے کی وجہ سے سخت پریشانی ہوگی یہیں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو اس کو طویل کرنے کا ارادہ ہوتا ہے۔ لیکن جب کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو نماز میں اختصار کر دیتا ہوں۔ اس امر کو نا پسند اور مکروہ سمجھتے ہوئے کہ اس کی والدہ کو مشقت میں نہ ڈالوں اور زیادہ پریشان نہ کروں۔

یہ روایت امام بخاری کے مفردات میں سے ہے اور پہلی پر بخاری و مسلم متفق ہیں۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گرد چٹائی پھیلائی اور فرمایا میں نماز کرتا ہوں تو اس کو طویل کرنے کا ارادہ ہوتا ہے۔ لیکن جب کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو نماز میں اختصار کر دیتا ہوں۔ اس امر کو نا پسند اور مکروہ سمجھتے ہوئے کہ اس کی والدہ کو مشقت میں نہ ڈالوں اور زیادہ پریشان نہ کروں۔



تراویح ادا فرمائی حتیٰ کہ آپ کی آواز سن کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے (جو کہ آپ کی اقتدار میں نماز ادا کرتے تھے) پھر ایک رات آپ کی آواز نہ سنائی دی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے گمان کیا کہ آپ سوئے ہوئے ہیں تو بعض نے کھنگھارنا شروع کیا تاکہ آپ ان کی طرف نکلیں تو آپ نے فرمایا: میں نے تمہاری کارروائی کو مسلسل دیکھا سنا اور محسوس کیا (مگر میں باس نہ نکلا اور تمہیں نماز ادا نہ کرائی) کیونکہ مجھے خطرہ تھا کہ کہیں نماز تراویح تم پر فرض نہ کر دی جائے اور اگر فرض کر دی جاتی تو تم اس کی ادائیگی کی ہمت نہ کر سکتے۔ لہذا اپنے اپنے گھر میں نماز ادا کرو۔ کیونکہ بہتر نماز وہی ہے جو کہ گھر کے اندر ادا کی جائے ماسوا فریضہ کے کہ اس کا مسجد میں ادا کرنا بلکہ باجماعت ادا کرنا واجب ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرا باپ کہاں ہے؟ جنت میں یا جہنم میں؟ آپ نے فرمایا جہنم میں! جب اس کی پریشانی کو دیکھا تو فرمایا ان ابی داباث فی النار۔ میرا اور تیرا باپ آگ میں ہیں۔ اس روایت کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کفار قریش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے کوہ صفا کو سونا بنا دے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ نے فرمایا کیا واقعی ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں! حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کا ارادہ فرمایا تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور آپ کو ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو کوہ صفا ان کے لیے سونا بن جائے گا لیکن اس کے بعد اگر کوئی کفر کرے گا تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا جیسا کہ جہاں میں سے کسی کو بھی نہیں دیا اور اگر آپ چاہیں تو میں ان کے لیے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دوں تو آپ نے عرض کیا بلکہ توبہ و رحمت کا دروازہ ہی کھولا جائے۔

حضرت ابوالوامرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک جوان آدمی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

ف: پہلے اس امر پر تنبیہ گذر چکی ہے کہ اسلام البین کا مسئلہ متقدمین و متاخرین میں مختلف فیہ ہے اور اس میں متاخر مذہب متاخرین کا ہے کہ جملہ آباد اجداد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلام و توحید پر تھے۔ لہذا اس روایت میں توجہ لازم ہے اور وہ یہ ہے کہ علی تقدیر اسحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی داباک فی النار میں ابی سے چچا والا معنی مراد لیا ہے اور لفظ اب کا اطلاق چچا پر مجازاً آتا رہا ہے جیسے کہ کلام مجید میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے اسماعیل علیہ السلام کو ان کے آباؤ میں شام



میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ مجھے زنا کی رحمت دی جائے۔ حاضرین مجلس اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو سخت زحمت و توبیخ کی اور کہا ایسی بیہودہ گوئی سے باز آر۔ ورنہ تجھے ٹھکانے لگادیا جائے گا۔ آپ نے اس کو فرمایا میرے قریب آر۔ وہ قریب ہوا تو فرمایا کیا تو بائ کے لیے بھی زنا کار ہونا پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں بخدا ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا بھی لوگ اس امر کو اپنی ماؤں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تو اس برائی کو اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا بخدا ہرگز نہیں پسند کرتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا اور قربان کرے۔ آپ نے فرمایا لوگوں میں سے کوئی بھی اپنی بیٹیوں کے لیے اس کو پسند نہیں کرتا۔ آپ نے پوچھا کیا یہ امر قبیح اپنی بہن کے لیے پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا میری جان آپ پر فدا ہو بخدا میں ہرگز اس امر کو بھی پسند نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اس کو پسند نہیں کرتے کہ ان کی بہنوں میں یہ قباحت پائی جائے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تو اس برائی کو اپنی پھوپھی کے لیے پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں بخدا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا فرمائے۔ آپ نے فرمایا بھی لوگ اپنی پھوپھیوں کے حق میں اس کو پسند نہیں کرتے۔ آپ نے استفسار فرمایا کیا تو یہ خرابی اپنی خالہ کے اندر پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا بخدا یا رسول اللہ نہیں پسند کرتا اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے۔ آپ نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اپنی خالوں کے لیے اس قبیح امر کا ارتکاب پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ نے اپنا دست شفقت دیا اور اس پر رکھا اور دعا فرمائی۔

اللہم اغفر ذنبہ و طہر قلبہ و حصن فرجہ۔ اے اللہ اس کا گناہ معاف فرما۔ اس کے دل کو پاک صاف فرما اور اس کی شرمگاہ کو ارتکاب سیئات سے محفوظ فرما۔ اس کے بعد وہ جوان کسی بھی برائی کی طرف مائل نہیں ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد جو کہ ابراہیم علیہ السلام سے حکایت سے تلاوت فرمایا۔ رَبِّ انْصُرْنِیْ کَثِیْرًا مِّنَ الْیَاسِ مَنِ تَبَعْنِیْ فَاَسَدًا مِّنْیْ وَ مَنِ عَصَانِیْ فَاَتَانَتْ غُفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ اے میرے رب تبارک و تعالیٰ ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے تو ان میں سے جو شخص میری اتباع کرے وہ مجھ سے ہے اور جو میری نافرمانی کرے اور احکام کی خلاف ورزی تو بیشک تو غفور رحیم ہے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی التباؤ و رز و کو یاد کیا ان تعذبہم فاما عبادک و ان تغفر لہم فانت العزیز الحکیم۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ نیرے بندے ہیں اور اگر معاف فرما دے تو بیشک تو عزیز و غالب ہے اور صاحب حکمت ہے۔



میں اٹھائے اور عرض کیا اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما۔ میری امت کی مغفرت فرما اور آپ بہت روئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا اے جبریل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کرو تمہارے رونے کا موجب و باعث کیا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ خود بہتر جاننے والا ہے۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور سبب دریافت کیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی کہ مجھے امت عاصی کا غم کھائے جا رہا ہے اور ان کے لیے رو رہا ہوں حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کا جواب عرض کیا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل جا کر ان سے عرض کرو کہ ہم تمہیں امت کے معاملہ میں راضی کریں گے اور کسی طرح کی پریشانی اور مشقت میں نہیں ڈالیں گے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بارگاہ مصطفویٰ میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا اور مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگ گیا۔ تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سرزنش کی اور اس حرکت سے باز آنے کو کہا۔ مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو قطع بول اور پیشاب روکنے کی مشقت میں نہ ڈالو۔ اصحاب نے اس سے تعرض ترک فرما دیا حتیٰ کہ وہ فارغ ہو گیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا کر فرمایا کہ یہ مسجد پیشاب اور غلاطت کے لائق نہیں ہوئیں بلکہ یہ مقدس مقامات اللہ تعالیٰ کے ذکر نماز اور تلاوت کلام مجید کے لیے ہوتے ہیں اور آپ نے ایک شخص کو حکم دیا وہ پانی کا ڈول بھر کر لایا تو اسے پیشاب والی جگہ پر پلٹنے کا حکم دیا (تاکہ اس جگہ سے بو وغیرہ زائل ہو جائے اور لوگوں کو اس جگہ سے نفرت نہ ہو)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری کا اذن طلب کیا اور آپ نے اذن دینے کا حکم بھی فرمایا اور ساتھ ہی اس شخص کی حقیقت حال واضح کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ اپنی براوری اور قبیلہ کا بدترین آدمی ہے۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپ نے اس کے ساتھ کلام میں بڑی نرمی کا مظاہرہ فرمایا۔ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اس کے اندر آنے سے قبل تو آپ نے اس کے متعلق یہ ارشاد فرمایا۔ مگر بعد ازاں اس کے ساتھ نرم سلوک فرمایا اور

نرم لب و لہجہ میں کلام فرمایا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بروز قیامت سب سے بدتر وہ شخص ہے جس کو لوگ اس کی بخش گوئی اور بدکلامی کی وجہ سے ترک کر دیں (جو میں نے قبل ازیں کہا وہ بیان حقیقت تھا تاکہ لوگ اس سے منالطہ میں نہ پڑیں اور جو بعد ازاں تھا یہ میرا مقتضائے طبیعت تھا۔ تاکہ کوئی شخص بھی استفادہ سے محروم نہ رہے۔)



مسعود بن الحکم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب منظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں نماز ادا کی ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے دوران نماز رحمک اللہ کہہ دیا۔ لوگوں نے مجھے قہر آلود لگا ہوں سے دیکھا اور اپنی رائوں پر ہاتھ مار کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جب میں نے سمجھا کہ وہ مجھے چپ رہنے کو کہہ رہے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میں نے آپ سے بہتر تعلیم دینے والا کوئی معلم نہیں دیکھا۔ آپ نے نہ مجھے مارا اور نہ ناراضگی کی بلکہ صرف اتنا فرمایا کہ عام لوگوں کے ساتھ عام حالت میں جو کلام کی جاتی ہے وہ حالت نماز میں کرنی درست نہیں ہوتی۔ نماز صرف تحمید اور تحمیر کا نام ہے۔ ع۔

مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی رحیم اور نرم دل تھے ہم آپ کی خدمت میں بیس دن رات بٹھڑے۔ آپ نے ہمارے چہرے دیکھ کر اندازہ فرمایا کہ ہم گھروں کے لیے ادا ہو گئے اور سخت شائق۔ آپ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ ہم نے اپنے پیچھے گھروں میں کون کون لوگ چھوڑے ہیں۔ ہم نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کے اندر نماز کو اور دین کو قائم کرنا اور اس کی تعلیم و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھنا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب صحابہ کرام یا قریبی رشتہ داروں میں سے کوئی شخص یمن دن تک حاضر بارگاہ نہ ہوتا تو آپ اس کے متعلق دریافت کرتے اگر غائب ہوتا تو اس کو دعائے خیر سے نوازتے اور اگر موجود ہوتا تو اس کے ہاں دیکھ بھال کے لیے تشریف لے جاتے اور اگر بیمار ہوتا تو اس کی عیادت فرماتے۔

## پانچواں باب

### شانِ حیا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کنواری پردہ نشین عورتوں

عہ نہ امر زمین نشین رہے کہ نماز کے آداب بھی تدبیر کی طور پر پورا آہستہ آہستہ سکھلائے گئے اسی لیے اعرابی کو کلام کرنے کے باوجود اعادہ کا حکم نہیں دیا گیا اور صحابہ کرام نے اشاروں سے جو کچھ سمجھایا یہ بھی بعد میں منسوخ کر دیا گیا ان فی الصلوٰۃ شغلًا لهذا کسی کو اشاروں و کنایوں سے کچھ سمجھانا بھی نماز کے لیے مفہومِ مبطل ہے۔



سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔ اور جب آپ کسی چیز کو پسند نہ فرماتے تو ہم آپ کے چہرہ اقدس سے معلوم کر لیتے۔  
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجسم حیا و صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص پر زردی دیکھی یعنی  
 نردنگ شوخ کپڑے دیکھے تو اس امر کو پسند نہ فرمایا اور فرمایا تم نے اس شخص کو کیوں نہ کہا کہ اس زردی کو  
 دھو ڈالے اور یہ رنگ دور کر دے اور آپ براہ راست کسی شخص کے سامنے ایسی بات نہ فرماتے جس کو آپ  
 پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ دوسروں کے ذریعے سے ارشاد فرماتے۔  
 حبیبہ حبیب خدا علیہا التیمۃ والثناء سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص کی  
 طرف سے کوئی بات پہنچتی جو آپ کو ناپسند ہوتی تو آپ اس کو نہ جلاتے کہ تو نے ایسے ایسے کہا ہے۔  
 حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بہت شرمیلے تھے۔ آپ  
 سے جس چیز کا سوال کیا جاتا وہ ضرور عطا فرمادیتے۔

## چھٹا باب

### تواضع و انکساری

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مسلمان اور یہودی باہم گالی گلوچ پر اتر آئے مسلمان  
 نے قسم کھاتے ہوئے کہا والذی اصطفیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی العالمین۔ اس خدائے بزرگ  
 و برتر کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب اہل جہان پر فوقیت دی اور ان کو اپنی محبوبیت کے لیے  
 چن لیا تو یہودی نے اس کے مقابلے میں والذی اصطفیٰ موسیٰ علی العالمین کہہ دیا۔ مسلمان  
 یہودی پر سخت ناراض ہوا اور اس کو تھپڑ دے مارا۔ یہودی رسول خدا علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا حقیقت  
 حال عرض کی۔ آپ نے مسلمان شخص کو بلایا اور واقعہ دریافت کیا تو اس نے زور کو بکا اقرار و اعتراف کر  
 لیا کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو آپ پر فضیلت دی اور ان کو عالمین سے فائق و برتر کہا۔ جن میں آپ  
 بھی داخل ہیں تو مجھے غصہ آیا اور میں نے اس کو مارا۔

سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دور کیونکہ لوگ قیامت کے دن  
 بیہوش ہو جائیں گے تو میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو موسیٰ علیہ السلام کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے پاؤں گا۔ میں



یا وہ ان لوگوں میں داخل ہوں گے جو اس عشی اور مدہوشی سے اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرما دیے ہیں علیہ  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندے کو  
یہ بات زیبا نہیں ہے کہ وہ میرے متعلق کہے میں حضرت یونس بن مثنیٰ علیہ السلام سے افضل ہوں یا اپنے  
متعلق کہے کہ میں ان سے بہتر ہوں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مدح و  
ثناء میں حد سے تجاوز نہ کرو جیسے کہ نصاریٰ نے اپنے نبی کے معاملہ میں حد سے تجاوز کیا (اور ان کو منصب  
نبوت سے منصب الوہیت تک اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونے تک جا پہنچایا) (العیاذ باللہ) میں صرف اللہ تعالیٰ  
کا عبد ہوں۔ لہذا یہ کہو۔ عبد اللہ و رسولہ یعنی نہ خدا کہو نہ خدا کا بیٹا کہو اور نہ خدائی صفات سے موصوف و  
متصف تسلیم کرو علیہ

علہ جزوی فضیلت کلی فضیلت کو مستلزم نہیں ہوتی لہذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدہوشی اور مدہوشی سے محفوظ رہنا سرور انبیاء  
علیہ السلام پر افضل ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ رہا یہ امر کہ آپ نے موسیٰ علیہ السلام پر آپ کو فوقیت دینے سے منع فرمادیا ہے تو یہ  
تواضع اور انکاری کے پیش نظر ہے۔ یا آپ کو افضل المخلوق ہونے کا علم بعد میں عطا کیا گیا اور آپ نے اس کا اعلان بعد میں فرمایا  
مقصد ایسی تفصیل سے منع فرمانا ہے جو موجب نزاع و اختلاف ہے۔ یا ایسے انداز سے افضلیت بیان کرنا جن سے دوسرے  
انبیاء علیہم السلام کی تنقیص شان لازم آتی ہو اور یا اصل نبوت و رسالت میں افضلیت بیان کرنے سے منع فرمایا کیونکہ نبی ہونے  
میں سبھی انبیاء علیہم السلام برابر ہیں اگرچہ لوازمات اور خصائص نبوت میں تفاوت موجود ہے الغرض افضلیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
کلام مجید اور احادیث صحیحہ صریحہ سے مرہن ہے اور یہ اجماعی مسلک ہے اس کے مخالف اگر روایت آئے تو اس کی تاویل واجب لازم  
ہے خاتم النبیین ہونا، رحمۃ اللعالمین اور مبعوث الی الملقن کا نہ ہونا، شیخ محشر اور صاحب مقام محمود ہونا ایسے کمالات ہیں جن میں کوئی  
آپ کے ساتھ شریک اور مشابہ و مماثل نہیں ہے لہذا آپ کی جملہ انبیاء علیہم السلام پر افضلیت شک و شبہ سے بالاتر ہے ۱۲۔  
عنه و لنعم ما قال البوصیری

دع ما ادعتہ المضاری فی بیہد واحکم بما شئت مدحانیہ واحتکم

فان فضل رسول اللہ لیس لہ حد فیعرب عنه نا حلق بفسد

یعنی جو کچھ نصاریٰ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا ہے وہ نہ کہہ اور اس کے علاوہ جو شرف و فضل اور عزت و  
عظمت ثابت کر سکتا ہے ثابت کر کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا واد فضل و شرف کی کوئی حد نہیں ہے کہ کوئی صاحب زبان  
اپنی زبان و کلام سے اس کو ظاہر کر سکے۔



حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قول باری تعالیٰ **نَسْتَلْهُ مَا بَالُ السَّوَةِ** یعنی قطعاً ایسا یقیناً ملاوت فرمایا جو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قول کی حکایت ہے (شاہ مصر کو کہا کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے (میرے دیدار کے موقع پر) اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے؟) یادہ میری برادرت و پاکدامنی کی گواہی دیتی ہیں یا نہیں؟  
 تو بطریق تواضع ارشاد فرمایا اگر میں یوسف علیہ السلام کی طرح قید خانہ میں آتا عرضہ چکا ہوتا اور پھر مجھے اس طرح بلایا جاتا تو میں فوراً بادشاہ کا حکم مان کر باہر آجاتا اور عذرتا خیر تلاش نہ کرتا۔  
 حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا جب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو کیا کرتے آپ نے فرمایا آپ گھر والوں کے ضروری امور سرانجام دیتے اور جو نہی نماز کا وقت ہوتا مسجد میں تشریف لے جاتے اور نماز ادا فرماتے۔  
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے آپ کو نذر دیتے ہوئے کہا یا محمد یا سیدنا و ابن سیدنا و خیرنا و ابن خیرنا تو آپ نے فرمایا اے لوگو ایسے انداز خطاب و نذر اور ایسے القاب استعمال نہ کیا اور دوسرے قصیدہ میں فرماتے ہیں :-

ان من معجزاتك العجز عن وصفك اذ لا يحده الا حصار  
 وكيف يستوعب الكلام ثنایاك وهل تنزع البحار الد لا

توجہ: آپ کے معجزات میں سے یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ خلق خدا آپ کی کما حقہ تعریف و توصیف سے عاجز ہے کیونکہ وہ اوصاف و کمالات گنتی و شمار میں آسکتے ہی نہیں اور کلام خلق کیسے آپ کی ثناؤں کا احاطہ کر سکتی ہے؟ کیا کبھی ڈول سمندر کو خالی کر سکے ہیں؟ تو پھر آپ کے اوصاف و کمالات جو سب سمندروں سے زائد ہیں وہ زبان سے کیسے بیان کر کے ختم کیے جاسکتے ہیں۔

حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں :-

تیرے تو وصف عجیب تنہا ہی سے ہیں بری  
 لیکن رضائے حسم سخن اس پر کرویا  
 خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے  
 خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے  
 حضرت یوسف علیہ السلام کو تبلیغ حق کا موقع مل رہا تھا لہذا انہیں بھی جلد از جلد باہر آجانا چاہیے تھا مگر جب تک آپ کی برادرت ظاہر نہ ہوتی تبلیغ صحیح معنوں میں موثر ثابت نہیں ہو سکتی تھی اس لیے تحقیق حال کی طرف ان کو توجہ دلائی جب مقصد پورا ہو گیا تو باہر تشریف لائے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر اظہار حق اور دعوت الی اللہ کی اہمیت تھی۔ لہذا آپ نے فرمایا کہ میں اپنی ذات کو مد نظر رکھے بغیر اس موقع سے جلد از جلد فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا اور تبلیغ حق میں ذرہ بھر توقف روا نہ رکھتا کذا قال المحدثون۔



کر د اور شیطان تمہیں ہوائے نفس اور گمراہی میں نہ ڈالے میں محمد بن عبد اللہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا عہد ہوں اور اس کا رسول۔ بخدا میں اس امر کو پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے میرے مقام سے بلند مقام تک لے جاؤ (اس میں عاجزی و انکساری کی تعلیم ہے)۔

حبیبہ حبیبہ خدا علیہ وعلیہا التحدیۃ والثناء سے عرض کیا گیا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے فرمایا آپ (گھر میں تشریف لاتے) کان بئش من البئش یعنی عام لوگوں کی طرح اپنے کام میں مصروف ہوتے اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال کرتے۔ ان کی صفائی پاکیزگی اور نظافت کو ملاحظہ فرماتے۔ بکریوں کا دودھ خود نکالتے اور اپنے کام خود انجام دیتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنے گھر میں ایسے ہی کام کاج کرتے جیسے کہ تم میں سے کوئی ایک کرتا ہے۔ اپنے جوتے خود بیٹے اور اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگاتے۔

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کی کھدائی کے دوران دیکھا کہ آپ خود خندق کھود رہے ہیں اور مٹی کو خندق سے باہر منتقل فرما رہے ہیں مٹی سے آپ کا جہد اظہر ٹھک چکا ہے حتیٰ کہ پیٹ مبارک کی سفیدی مٹی کی تہ میں پوشیدہ ہو چکی ہے اور دیکھنے والوں کو نظر نہیں آتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں بنفس نفیس شمولیت فرماتے۔ مریضوں کی عیادت اور غلاموں کی دعوت بھی قبول فرماتے، دراز گوش پر سواری سے بھی نفرت نہیں کرتے تھے بلکہ اس کو بھی یہ اعزاز بخشے۔ میں نے ایک دن آپ کو ایک دراز گوش پر سوار دیکھا جس کی لگام بھجور کی چھال سے تیار کی گئی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوا تو آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور فرمایا کیا تو اس امر کی گواہی دیتا ہے۔ ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ۔ اس لڑکے نے باپ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا جو کچھ تجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں وہ کہہ دے اور اعتراف توحید و رسالت کرے۔ چنانچہ اس نے کلمہ شہادت

ف۔ کان بشر من البشر کا مقصد نہ نفس بشریت کا اثبات ہے کیونکہ اس سے سوال ہی نہیں تھا اور نہ عام لوگوں کی مانند عامی شخص ہونے کا بیان مطلوب و مقصود ہے بلکہ اللہ کے ذمہ ثبوت و رسالت اور دوسرے خدا و ادم مقامات کا انکار لازم آیا بلکہ آپ کا مقصد صریح یہ ہے کہ گھر کے اندر بھی آپ کسی طرح اپنی بڑائی اور خدا و عظمتوں کا اظہار نہیں فرماتے تھے اور چھوٹے موٹے کام خود کرتے حتیٰ کہ ازواج مطہرات کے ہوتے ہوئے اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال اور ان کو ٹانگے لگاتے میں بھی غار نہیں سمجھیں اور یہی دوسروں کو اس کام کا حکم دیتے اور کان بشر من البشر کی جگہ دوسری روایت میں یصنع کما یصنع احدکم فی بیتہ سے اس معنی کی نور و طرح وضاحت ہوتا ہے۔



پڑھ لیا اور فوت ہو گیا تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے بھائی پر نماز جنازہ پڑھو اور اس کو اپنے قبرستان میں دفن کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر مجھے کراغ یعنی جانور کے گھٹنوں سے نچلے حصے والے گوشت کے کھانے کی دعوت بھی دی جائے تو میں اس کو قبول کرنے سے گریز نہیں کروں گا اور اس دعوت کو نظر استحقار نہیں ٹھکراؤں گا اور اگر مجھے بھیڑ بکری کا بازو بھی بطور ہدیہ پیش کیا جائے تو میں اس کے قبول کرنے میں عار نہیں سمجھوں گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں تھا اور جب آپ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھتے تو قیام نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی شان تواضع اور انکساری کے پیش نظر اس کو پسند نہیں فرماتے۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو فرمایا بخدا آپ کے دو تکرہ کے دروازے لوگوں پر بند نہیں کیے جاتے تھے اور نہ آپ کے آگے دربان کھڑے ہوتے تھے (جس طرح ملک و سلاطین کے درباروں میں کھڑے ہوتے ہیں) اور نہ ہی صبح کے کھانے کے وقت اور نہ ہی شام کے کھانے کے وقت برتن یکے بعد دیگرے رکھے اور اٹھائے جاتے یعنی آپ بیک وقت متعدد انواع و اقسام کا کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔

آپ کھلی جگہ تشریف رکھتے جہاں ہر ایک بہ سہولت حاضری دے سکتا تھا۔ زمین پر تشریف فرما ہوتے اور آپ کا کھانا بھی زمین پر (دستر خوان لگا کر) رکھا جاتا۔ موٹے اور کھردرے کپڑے زیب تن فرماتے اور طرز گوشت پر بھی سواری فرمایا کرتے اور اپنے پیچھے غلاموں اور نیاز مندوں کو بھی سوار فرمایا کرتے اور کھانا تناول فرمانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹتے اور بخدا آپ اس کو اپنی عظمت کے منافی نہیں سمجھتے تھے۔

قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ کے سامنے کھڑا ہوا (اور خدا وادشان و شوکت اور رعب و دبیرہ ملاحظہ فرمایا) تو لرزے لگ گیا بنی خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہون علیک فانی لست ملکا انما انا ابن امرؤ من قریش کانت تاكل القديد۔ آرام و سکون سے کام لے اور گھبراہٹ میں نہ پڑ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ یعنی ان کے عادات و اطوار تکلف و تصنع اور بطش و مواخذہ جیسے امور مجھ میں نہیں ہیں میں تو ایک قریشی عورت کا



ہیبت خداوار سے لرزہ بر اندام ہیں)۔ ف

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت کی عقل میں ذرا فتور سا تھا۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ میں نے کچھ گذارشات پیش کرنی ہیں (وقت عطا فرمادیں) آپ نے فرمایا اے ام فلاں جس راہ پر چاہے کھڑی ہو جانا اور جو کہتا ہو کہہ لینا میں کھڑا رہوں گا اور تیری باتیں سن رہوں گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو الگ وقت عطا فرمایا اور علیحدگی میں اس سے سرگوشی فرماتے رہے حتیٰ کہ اس نے اپنا مدعا بیان کیا اور رخصت ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ کی بچیوں میں سے کوئی بچی بھی آکر اگر عرش نشین بنی کا دست اقدس پکڑ لیتی تو آپ اس کا ہاتھ نہیں جھٹکتے تھے حتیٰ کہ وہ جاں چاہتی آپ کو لے جاتی۔

حضرت ابن ابی ادنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مساکین اور یتیموں کے ساتھ چلنے اور ان کی ضروریات پوری کرنے سے نفرت کرتے اور نہ ہی اسے اپنی خدا داد بڑائی کے منافی سمجھتے۔ حضرت قدام ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفیدی مائل اونٹنی پر سوار ہو کر حجرہ کو نکریاں مارتے ہوئے دیکھا۔ آپ کے آگے سے لوگوں کو نہ ہانکا جارا تھا اور نہ ان کو مارا پٹیا جارا تھا اور نہ ہی مٹھو مٹھو کا اعلان کیا جارا تھا۔

حضرت نصر بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کو درگوش پر سواری فرماتے ہوئے دیکھا جس کو رسا ڈالا ہوا تھا اور زین و اکاف اس پر نہیں تھی صرف قصبہ جوڑ میں تیار شدہ چادر اس پر تھی۔ آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں اپنے پیچھے سوار فرمایا۔

حضرت اسامہ بنت یزید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم چند عورتوں کے پاس سے گذرے تو ان کو سلام کیا اور یہ پہلے گذر چکا ہے کہ آپ بچوں کو سلام فرماتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان تشریف فرما ہوتے (بغیر اس کے کہ آپ کے لیے کوئی امتیازی سند ہوتی یا لباس میں کوئی قائدانہ اور شاہانہ انداز ہوتا) اگر کوئی اجنبی شخص حاضر ہوتا تو وہ پوچھے بغیر معلوم نہ کر سکتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں کون ہیں (اگرچہ چہرہ اقدس کی تابانیاں اور انوار سب سے نمایاں ہوتے تھے) ہم نے آپ سے



البتہ کی آپ ایسی مسند اور نشہ گاہ بنانے کی اجازت دیں کہ اجنبی آدمی آئے تو اس کو بغیر سوال کیے معلوم ہو جائے تو آپ کی اجازت اور رضامندی سے ہم نے مٹی کا اونچا چبوترہ سا بنایا آپ اس پر تشریف فرما ہوتے اور ہم آپ کے ارد گرد نیچے بیٹھتے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے آپ ادھ لگا کر کھانا تناول فرمادیں۔ اس میں آپ کے لیے زیادہ آسانی رہے گی تو آپ نے فرمایا نہیں نہیں میں تو ایسے کھاؤں گا جیسے کہ عبید اور غلام کھاتے ہیں اور ایسے بیٹھوں گا جیسے عبید اور غلام بیٹھتے ہیں (شاہوں اور ناز پروردہ لوگوں کی طرح نہ بیٹھوں گا اور نہ ان کی طرح کھاؤں گا)۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس ایک فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے کہا بے شک تمہارا رب تبارک و تعالیٰ تمہیں سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے۔ ان شئت نبیاء عبدان شئت نبیاء ملکنا۔ اگر چاہو تو نبی عبید بنو اور چاہو تو بادشاہ نبی رہیں نے بطور مشورہ حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ تواضع سے کام لیں۔ تو میں نے کہا میں نبی عبد بننا پسند کرتا ہوں۔ ف

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فخر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت ذکر خدا فرماتے اور بے مقصد بات بہت کم کرتے (بلکہ اس کے قریب ہی نہ جاتے) نماز کو لمبا فرماتے اور خطبہ میں اختصار فرماتے اور اس امر سے نفرت اور تکبر کا اظہار نہ کرتے کہ مساکین اور بیوہ عورتوں کے ساتھ چلیں اور ان کی ضرورت کو پورا فرمادیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مہاجرین کی ایک جماعت (اہل صفہ) میں بیٹھا تھا اور وہ کپڑے مکمل نہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے ذریعے ستر اور پردہ حاصل کر رہے تھے اور ایک

ف۔ من تواضع لہ دفعہ امامنا جوا اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند مقامات اور مرتبہ عالیہ پر فائز فرماتا ہے آپ نے عہدیت اختیار فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے وہ حکومت و سلطنت عطا فرمائی کہ ملک سلیمان علیہ السلام بھی اس کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا اور آخرت میں مقام محمود پر فائز ہونا اور جلد اولین و آخرین اور انبیاء و مرسلین کا آپ کے زیر سایہ ہونا اور آپ کی شفاعت اور نظر عنایت کا محتاج ہونا ہر اہل ایمان کو معلوم ہے۔

ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام

ہر مرتبہ کہ بود در امکان برو دست ختم

ہر ملک کہ بود در امکان برو دست ختم



شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا اور ہم بھی غور سے اس کی تلاوت و قرأت کو سن رہے تھے۔ سید کل صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا اس خدائے بزرگ و بزرگ کے لیے حمد ہے جس نے میری امت میں ایسے (عابد و زاہد) لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے اپنے آپ کو ان کے ساتھ وابستہ رکھنے کا علم دیا گیا ہے۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھے تاکہ اپنے آپ کو ہمارے ساتھ برابر کریں اور ہم گداؤں کو شہنشاہ کونین کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہو۔

(گدایاں را ازیں معنی خبر نیست کہ سلطان جہاں بااست امرور)

پھر آپ نے فرمایا اے فقراء و صاحبزین تمہارے لیے قیامت کے دن نور تمام اور ضیاء کامل کی بشارت ہے۔ تم اغنیاء و صحابہ رضی اللہ عنہم سے آدھا دن یعنی پانچ سو سال قبل جنت میں پہنچو گے۔

## ساتواں باب

### رحمت مجسم (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ میں نے آپ کی ہلاکت کی دعا فرمادیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا میں لعنت کرنے اور ہلاکت آفرینی کے لیے مبعوث نہیں ہوا بلکہ سرِ پا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میں سرِ پا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوں جو بطور ہدیہ و کرامت اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی ہے۔

میں (ابن الجوزی) کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کا صفت رحمت میں انحصار (یعنی یہ اعلان کہ میں مجسم رحمت ہوں اور سرِ پا رحمت ہی ہوں) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے تائید و تقویت حاصل کیے ہوئے ہے۔

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین



## آکھواں باب

### جلالیت بصورت رحمت و نعمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اے اللہ میں تیرے کرم و فضل پر امید رکھتا ہوں جس میں تو ہرگز خلاف نہیں فرمائے گا۔ میں شان بشریت اور اس کے لوازمات و مقتضیات سے بھی موصوف ہوں۔ لہذا اگر جلال میں کسی مسلمان کو مجھ سے ایذا پہنچے۔ خفگی یا سختی ہو جائے تو اس کی تکلیف کو اس شخص کے حق میں حرج و کرم سے تبدیل فرما اور سبب تطہیر و تزکیہ اور بروز قیامت موجب ترقی و درجات اور باعث قربت بنا تاکہ اس وجہ سے تو اس کو اپنے قرب سے مشرف فرمائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یتیم بچی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا ارے تو وہی ہے اتنی بڑی ہو گئی ہے۔ تیری عمر بڑی نہ ہو اور ایام عمر وازنہ ہوں۔ جوں ہی نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے یہ کلمات اس بچی نے سنے تو روتی ہوئی ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس لوٹی۔ انہوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے یہ دعا کی ہے کہ تیری عمر وازنہ ہو اب میں تو زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکتی اور یقیناً جلد ہی مر جاؤں گی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بڑی عجلت کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں حتیٰ کہ اپنا دوپٹہ بھی پوری طرح سر اور بدن پر لپیٹ نہیں پائی تھیں کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ آپ نے دریافت فرمایا اے ام سلیم کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا آپ نے میری یتیم بچی کے متعلق یہ دعا کی ہے کہ اس کی عمر وازنہ ہو اور وہ جلد ہی مر جائے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور فرمایا۔ اے ام سلیم تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا عہد و پیمان ہے؟ میں نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے یہ عہد لیا ہے کہ میں باقی لوگوں کی طرح کبھی راضی اور خوش ہوتا ہوں اور کبھی ناراض اور غضبناک ہو جاتا ہوں۔ لہذا جس شخص کے خلاف میری زبان سے دعا نکلے اور وہ اس کا اہل نہ ہو تو اس کو اپنے فضل و کرم سے اس شخص کے حق میں بروز قیامت موجب



تزکیہ و طہارت بنانا اور ذریعہ ترقی درجات اور باعث تقرب بارگاہ قدس۔

ابن عقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شراب خوری کے معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متعلقہ افراد پر لعنت فرمانا زبردستی کے لیے ہے (اور اگر لعنت فرما کر جو زبردستی کے لیے موضوع و متعین ہے) یہ واضح کیا جائے کہ وہ متعلقہ افراد کے لیے رحمت ہے تو لعنت کرنے کا مقصد بھی ختم ہو جائے گا بلکہ الٹا محبت کی ترغیب لازم آئے گی اور شارع علیہ السلام کے حق میں ایسی ترغیب دینا ناممکن ہے بلکہ محال۔ ہاں اگر اس معنی میں اس کو رحمت تصور کر لیا جائے کہ جس امتی کو معلوم ہو جائے کہ اس فعل پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے تو وہ شخص اس موجب لعنت فعل سے انتہائی درجہ گریزا ہو گا اور متفق و بیزار اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تہدید سرزنش اس کے لیے تاثر ہونے اور طالب عفو و مغفرت ہونے کا باعث بنے گی تو اس لحاظ سے لعنت کو رحمت کہا جاسکتا ہے کیونکہ لعنت فرمانا اس کے لیے باعث اور موجب رحمت بن گیا اور سبب مذمت و توبہ بنا جو کہ مستجاب و مستوجب رحمت ہے تو یہ مجازی اطلاق تسمیہ اشئ باسم بالوہل الیہ کے قبیل سے ہو جائے گا۔ ع

ع۔ اقول اس توجیہ کا ایک تو سیاق کلام یعنی انما انا بشر ارضی کما یرضی البشر و اغضب کما یغضب المرءل سے کوئی تعلق نہیں غیر شریعی امور کے متعلق ہے بلکہ شرعی امور کے لیے لازم و فرض ہے چہ جائیکہ خود صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم اور یہاں عام بشری تقاضاؤں اور بشری لوازمات کا ذکر ہو رہا ہے نہ کہ بالخصوص اہل ایمان کے ایمانی تقاضوں کا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں حالت غضب میں اس شخص کے لیے ایسے کلمات کہہ جاؤں جو اس کا اہل نہیں ہے تو ایما احد دعوت علیہ من امتی لیس لہا باہل۔ تو ان کو رحمت و قربت سے تبدیل فرمانا اور جو لوگ محرمات کے مرتکب ہیں اور وہ وہ دانتہ احکام خدا و رسول صلی علیہ وسلم کی خلاف ورزی کرنے والے تو لا محالہ ایسی تلیظ و تشدید اور زبردستی کے اہل میں لہذا اس توہم کی بیاں گنجائش ہی نہیں تاکہ اس کے ازالہ کے لیے سیاق و سباق سے صرف نظر کر کے ایسی توجیہ بارہ کی جائے۔

علاوہ ازیں جو لوگ ایسے امور کے مرتکب نہیں ہوئے اور ان کے حق میں ایسے کلمات زبان نبوت سے سرزد ہو گئے ہیں ان کے حق میں یہ مجازی معنی تو متحقق نہیں ہے اور جمع بین الحقیقۃ والمجاز خلاف تحقیق ہے تو اس عہد کے تحت انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا اور جن کو پہنچا وہ محض توبہ و استغفار کی وجہ سے پہنچا تو اس عہد و پیمان کا مقصد ہی فوت ہو کر رہ جائے گا قائل حق التامل

حتی یظہر لك ان الحق فی عکس ما قال ابن عقیل و اقا ابن الجوزی۔ رحمہما اللہ عفا اللہ عنہما

نہایت سادہ و سلیس انداز میں یہ کلمات صاف و سادہ طور پر لکھے گئے ہیں تاکہ ہر شخص کو سمجھ میں آسکے۔



## نواں باب

### شانِ جود و کرم

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی شئی طلب کی گئی ہو (اور موجود ہونے کے باوجود آپ نے جواب نفی میں دیا ہو)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ جواد و کریم تھے اور آپ حملہ اوقات کی نسبت رمضان المبارک میں جود و کرم کا اظہار بہت زیادہ فرماتے جبکہ جبریل امین علیہ السلام آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتے اور حامل وحی ہر رات رمضان المبارک میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور قرآن مجید کا دور اور تکرار فرماتے فرماتے ہیں نبی خدا علیہ التیمۃ والثناء بارانِ رحمت کے ساتھ بھی ہوتی ہواؤں کی نسبت بھی زیادہ جواد و کریم تھے عہ

لا یکبر سخی ابداً۔ اب تو میری عمر قطنا بڑی نہیں ہو سکتی اس امر کی دلیل ہے کہ صحابہ اور صحابیات نور کثران کی اولاد صغار اور ان کے زیر کفالت یتیم بچوں بچیوں کا بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ ایمان و اعتقاد تھا کہ آپ کی زبان اقدس سے جوبات نکلتی ہے وہ تیر قضا دہن کر اور ترجمان کلمہ کن بن کر نکلتی ہے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کا یتیمہ کی زبانی یہ کلمات سن کر اتنی شدید گھبراہٹ کے عالم میں حاضر ہوتا اور اظہار اضطراب کرنا ان کے عقیدہ کی بھی وضاحت کر رہا ہے اگرچہ آپ نے واضح فرمادیا کہ زبانِ نذر محاورات کے متعلق یہ بات نہیں ہے بلکہ وہاں میں نے اللہ تعالیٰ سے دوسرا عہد لے رکھا ہے ہاں البتہ جوابل ہوں گے ان کلمات کے یا بالارادہ صادر ہوں تو واقعی اس طرح ہیں تیر قضا بھی ہیں اور کن کی کنجی بھی رہیاں سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو شب دروز حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مستجاب الدعوات ثابت کرنے کے درپے ہیں اور آپ کی دعاؤں کو بارگاہ خداوندی میں انتہائی غیر اہم سمجھتے ہیں (الیاذ باللہ) اور آپ کو مستجاب الدعوات ماننے والوں پر زبانِ طعن دراز کرتے رہتے ہیں۔

عہ ان ہواؤں کا جود و سخا صرف عالم ظاہر سے متعلق ہوتا ہے اور وہ بھی وقتی طور پر فائدہ پہنچاتی ہیں اس میں دوام نہیں ہوتا۔ مگر رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا جود و کرم ظواہر و باطن اور جساد و ارواح اور جمیع عوالم پر ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آغاز بھی انہیں کی بدولت اور تربیت و پرورش اور حیات و بقا بھی انہیں کی بدولت ہے لہذا ریاچہ مرسلہ کے ساتھ تشبیہ نطق بیان کی تنگی کے



حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اسلام کے زمانہ میں جس شئی کا سوال کیا جاتا آپ ضرور عطا فرماتے۔ ایک شخص آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ سے سوال کیا تو آپ نے اس کو صدقہ کی بھیڑ بکریوں سے بھری وادی عطا کر دی۔ وہ اپنی قوم کی طرف لوٹا اور ان سے کہنا اے میری قوم حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤ کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آنا بخشنے ہیں اور عطا کرتے ہیں کہ آپ کو اپنے فقر و فاقہ کا سرے سے اندیشہ ہی نہیں ہوتا۔

حضرت جابر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جنین سے واپسی کے موقع پر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اطراب اور بدوی لوگ آپ کو چمٹ گئے۔ ہر ایک ان میں سے عطا کا سائل و طلبگار تھا حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو دھکیلتے دھکیلتے ایک خاردار درخت تک جا پہنچایا جس سے آپ کی چادر مبارک اکٹ گئی۔ آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا میری چادر میری طرف لاؤ اور فرمایا کیا تم مجھ پر بخل کا اندیشہ کرتے ہو اگر ان جھاڑیوں کی گنتی و شمار کے مطابق بھی سونا میرے پاس ہوتا تو میں لامحالہ اسے تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے نہ غلط بیانی اور کذب سے کام لینے والا اور نہ ہی جبان و بزدل۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ان کے سامنے کھجوروں کا ڈھیر سا تھا تو فرمایا اے بلال یہ کیا ہے۔ عرض کیا کھجوریں ذخیرہ کر رکھیں ہیں (تاکہ بوقت ضرورت کام آئیں) تو فرمایا تجھے اس امر کا خوف نہیں ہے کہ ان کی وجہ سے آگ بھڑکے اور دوزخ گرم کیا جائے۔ انہیں حنہ چ کر دو اور مالک عرش کی طرف سے فقر و فاقہ اور قلت کا خوف ہرگز نہ کر دو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے تھے۔

حضرت ہارون بن زباب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم میں ستر ہزار درہم پہنچے اور یہ مال تمام اموال سے زیادہ تھا جو کسی وقت بھی آپ کی بارگاہ اقدس میں لائے گئے۔ آپ نے ان کو چٹائی پر رکھا۔ پھر تقسیم فرمانے لگے اور جو سائل بھی آیا اس کو عطا فرمایا حتیٰ کہ سبھی تقسیم فرمایا اور ایک درہم بھی باقی نہ رکھا۔



## دسواں باب

### کمال شجاعت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے حسین تھے اور سب سے شجاع و دلیر اور سب سے زیادہ جواد و کریم۔ مدینہ منورہ کے اندر (خونناک آوازہ سن کر) گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ لوگ اس طرف نکلے جدھر سے آواز آئی تھی مگر کیا دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے آرہے ہیں اور حضرت ابوطلمہ کے ننگی پیٹھے گھوڑے پر سوار ہیں اور تلوار مبارک گردن اقدس میں جھائل کی ہوئی ہے اور اس خونناک آواز کی تحقیق و تسلی کر کے آرہے ہیں اور لوگوں کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کوئی بات نہیں گھبراؤ نہیں اور ابوطلمہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے متعلق فرمایا ہم نے اس کو روانی میں دریا کی مانند پایا ہے اور یہ درحقیقت دریا کی مانند ہے (حالانکہ قبل ازیں سست رفتار تھا اور تکلیف دہ چال چلتا تھا مگر آپ کی سواری فرمانے کی برکت سے چال ہموار ہو گئی اور رفتار تیز ہو گئی)۔

روباہ خورش خواں و شیریں ہیں

تو مرادل وہ و دلیری ہیں

حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ سے بنی قیس کے ایک آدمی نے سوال کیا تم حنین کے دن میدان جنگ سے بھاگ نکلے تھے تو انہوں نے فرمایا لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے بلکہ آگے بڑھ کر وادہ شجاعت دیتے رہے (پھر پیچھے ہٹنے والوں کا عذر بیان کرتے ہوئے فرمایا) قبیلہ ہوازن کے لوگ سخت تیر انداز تھے اور جو تیر پھینکتے وہ نشانے پر گرتا لیکن بایں ہمہ ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ میدان چھوڑ گئے ہم اموال غنیمت پر ٹوٹ پڑے تو انہوں نے پھر پیٹ کر تیر برسانے شروع کر دیے (اس لیے وقتی طور پر اہل اسلام ذرا پیچھے ہٹے) میں نے اس موقع پر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سفید خچر پر سوار ہیں۔ اور ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ اس کی لگام تھامے ہوئے ہیں اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس پر یہ رجز ہے۔

انا ابن عبد المطلب

انا النبی لا کذاب

میں سچا نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں اور میں عبد المطلب جیسے شجاع و بہادر کا لعنت جگر ہوں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے اپنے آپ کو میدان بدر میں دیکھا



دشمن کے قریب تھے اور اس دن آپ سب لوگوں سے جرأت و دلیری میں اور بسالت و شجاعت میں بڑھے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب جنگ کی آگ زوروں پر ہوتی اور خوب بھڑک رہی ہوتی اور دونوں جنگجو فریق ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہوتے تو ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لیٹے اور ان کے دامن میں آکر اپنا بچاؤ کرتے۔ آپ سے زیادہ دشمن کے قریب کوئی شخص نہیں ہوتا تھا۔ حضرت برابر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بخدا جب جنگ کی آگ بھڑکتی تو ہم دامن محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں پناہ ڈھونڈتے اور ہم میں سے بڑا بہادر وہی ہوتا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ صفت قتال میں رہتا۔

## گیارہواں باب

### مزاح اور خوش طبعی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل بادیر میں سے زاہر نامی ایک شخص بادیر میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو چیزیں وہاں دستیاب ہوتی تھیں، ہدیہ پیش کرنے حاضر ہوتا تو وہاپسی پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے تحائف سے نوازتے، آپ فرماتے زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری۔ ایک دن وہ بازار میں اپنا مال فروخت کر رہا تھا تو آپ اس کے ہاں تشریف لائے اور اس کی بخیری میں پیچھے سے آکر اس کو سینہ اقدس سے لگایا تو اس نے کہا کون ہے؟ چھوڑ دے۔

جب ذرا توجہ دی اور دھیان سے کام لیا تو سمجھ گیا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جب جان لیا تو پھر مقدور بھر جہد و جدوجہد سعی و کوشش کرنے لگا تا کہ جہاں تک ہو سکے اپنی پشت کو رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس کے ساتھ چٹائے رکھے اور زیادہ سے زیادہ برکت و فیض حاصل کرے۔

ظاہری طور پر اس کی شکل و صورت کوئی اتنی خوب نہیں تھی بلکہ غلاموں کی طرح لگتا تھا تو آپ فرمانے لگے یہ عبد اور غلام مجھ سے خریدنے والا کوئی ہے؛ وہ عرض کرنے لگے جب تم اس غلام کو بیچ دو اور اپنے لیے قبول نہ کرو تو پھر یہ غلام کھوٹے سکے کی مانند بے قدر و قیمت ہوگا اس کو کون لے گا؟ اس وقت بکیں نواز اور غریب پرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کھوتا نہیں اور نہ بے قدر و قیمت



یا یوں فرمایا۔ لیکن تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا قیمتی ہے اور کیوں نہ ہو نگاہ نبوت میں جو قیمتی پتھر ہے وہی ہے طور جہاں پر گئی نگاہ تیری وہی چین ہے جہاں مسکرا دیا تو نے

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں ایک سفر کے دوران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اور اس وقت میں کم عمر لڑکی تھی نہ بدن بھاری تھا اور نہ کوئی زیادہ گوشت ہی بدن پر تھا۔ آپ نے لوگوں کو فرمایا تم آگے نکل جاؤ۔ جب وہ دور جا چکے تو فرمایا آؤ میں تمہارے ساتھ دوڑوں میں ساتھ دوڑی اور آپ سے دوڑ میں سبقت لے گئی۔ آپ خاموش رہے کافی دن گزرے مجھے وہ واقعہ بھول گیا ادھر میرا بدن بھاری ہو گیا اور گوشت چڑھ گیا۔ پھر ایک سفر میں ہمراہی کا شرف حاصل ہوا تو آپ نے لوگوں کو فرمایا آگے نکل جاؤ۔ وہ آگے نکل گئے تو فرمایا آؤ مل کر دوڑیں۔ ہم مل کر دوڑے تو آپ مجھ سے سبقت لے گئے اور پھر ہنستے ہوئے فرمایا یہ اس دن کا بدل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بطور مزاح فرمایا۔ یا ذا الذین۔ اے دوکانوں والے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بہلانے کے لیے اپنی زبان مبارک باہر نکالتے جب وہ زبان مبارک کی سُرخی دیکھتے تو ادھر راغب ہوتے اور اُسے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھاتے۔

حضرت عبداللہ بن عمارت بن جزہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی مزاح اور خوش طبعی کرنے والا نہیں دیکھا۔

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مزاح کرتا ہوں مگر اس دوران بھی میری زبان حقیقت ترجمان سے حق ہی نکلتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ مجھے سواری کے لیے اونٹ عطا فرماؤ۔ آپ نے اس کو فرمایا ہم اونٹنی کے بچے پر تجھے سواری کریں گے اور وہ سواری کے لیے مہیا کریں گے تو وہ چلانے لگا یا رسول اللہ میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟ آپ نے فرمایا کوئی ایسا اونٹ ہے جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو۔ جبر بھی دیں گے وہ کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ایک بڑھیا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئی اور کسی چیز کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے جواب دیا اور ساتھ ہی بطور مزاح فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں داخل نہیں ہوگی۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا آپ نماز کے لیے تشریف لے گئے اور



عہ اگر اس طرح ——— خوش طبعی مزاج اقدس میں نہ ہوتی تو خدا وادومیت اور رعب و دہدہ اور شان و شکوہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل ہر وقت لرزتے رہتے اور زہرہ گداز رہتے لہذا یہ اللہ تعالیٰ کا اور آپ کا ان پر خصوصی کرم تھا کہ آپ اس انداز سے ان کے ساتھ پیش آتے تاکہ ان پر ہر وقت مرغوبیت کا عالم طاری نہ رہے۔



علیہ وسلم سے اس کے متعلق عرض کیا تو آپ نے فرمایا لکھو اور ضرور لکھو مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میرے منہ مبارک سے ہر وقت حق ہی صادر ہوتا ہے خواہ جمالی حالت ہو یا جلالی۔

خوات بن جبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انظران میں قیام پذیر ہوا خیمہ سے باہر نکلا تو چند عورتیں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں میں ان کی گفتگو وغیرہ سے بہت متاثر ہوا۔ واپس خیمہ میں آیا میں چادروں کا جوڑا نکالا ایک کوتہ بند بنایا دوسری کو اوپر اوڑھا اور پھر ان کے پاس باتوں کے چسکا میں جا بیٹھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو مجھے ان کے پاس بیٹھا دیکھ کر فرمایا اے ابو عبد اللہ! تو ان کے پاس کیوں بیٹھا ہے؟ میں آپ سے خوفزدہ ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا اونٹ وحشی ہے اور بھاگ جانے والا ہے اس کے لیے قید و بند یعنی رستائے تلاش کر رہا ہوں تاکہ باندھنے کی صورت نکل سکے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور میں آپ کے پیچھے چلنے لگا۔ آپ نے اوپر والی چادر اتار کر رکھی اور سیلو کے درختوں میں قضاے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ استنجا اور وضو فرمایا پھر واپس تشریف لائے تو فرمایا۔

اے ابو عبد اللہ تیرے اونٹ کی وحشت و نفرت اور بھاگ نکلنے والی خصلت بدکا کیا ہوا؟ خوات کہتے ہیں میں جلد از جلد مدینہ منورہ پہنچا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری (مشرندگی کی وجہ سے) ترک کر دی رجب کا کافی دن گزر گئے تو میں نے مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے خلوت تنہائی کی ایک ساعت مقرر کر لی تاکہ میں اکیلا نماز ادا کر سکوں۔ ایک دن میں مسجد میں نماز ادا کرنے حاضر ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض ازواج مطہرات کے گھروں سے باہر تشریف لائے۔ آپ نے آکر نماز پڑھنی شروع فرمائی اور دو رکعت ادا فرمائی مگر مختصر انداز میں اور میں نے دیدہ و دانستہ نماز کو طویل کر دیا تاکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جائیں اور مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ آپ نے بھی میرے ارادہ کو بھانپ لیا اور فرمایا اے ابو عبد اللہ نماز جتنی لمبی کرنی ہے کر لے اٹھ کر جانے والا میں بھی نہیں ہوں جب تک تیری نماز ختم نہ ہو لے اور سلام نہ پھر لے۔ میں نے تمہیہ کر لیا کہ بخدا آج میں ضرور بالفرض آپ کی بارگاہ میں معذرت کروں گا اور آپ کا دل ٹھنڈا کر دوں گا۔ نماز سے فارغ ہوا سلام پھیرا تو آپ نے فرمایا السلام علیک یا ابا عبد اللہ تیرے اونٹ کی سرکشی کا کیا ہوا تو میں نے عرض کیا اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس کی سرکشی اور وحشت اس دن سے ختم ہو گئی ہے جس دن سے تمہارے دامن میں پناہ لے لی ہے اور شرف اسلام سے مشرف ہو گیا ہوں۔ تو آپ نے دو مرتبہ یا تمین مرتبہ فرمایا رحمک اللہ پھر اس کے بعد آپ نے کبھی بھی مجھے وہ بات یاد نہ دلائی۔



# ابواب آداب وسیرت مصطفویہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

## باب اول

طہارت کے لیے ہاتھوں کا استعمال

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں ہاتھ مبارک طہارت اور کھانے کے لیے تھا اور بایاں ہاتھ مبارک بیت الخلا میں جانے کے وقت اور استنجا کے وقت استعمال فرماتے۔

## دوسرا باب

چھینکنے کا طریقہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنی آواز مبارک پست رکھتے اور چھینک آنے سے پہلے ہی جب اس کی آمد کا احساس ہوتا تو کپڑے سے اپنے منہ مبارک کو ڈھانپ لیتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو چہرہ النور ڈھانپ لیتے اور اس کی آواز کو مقدور بھر کم رکھنے کی سعی فرماتے۔

## تیسرا باب

آغازِ کار

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم



جب کوئی شئی لیتے تو دائیں ہاتھ سے اور عطا فرماتے تو دائیں ہاتھ سے اور ہر عزت و عظمت والے کام اور فعل خیر کا آغاز دائیں جانب سے فرماتے۔

## چوتھا باب بیٹھنے کی کیفیت

قبیلہ بنت مخزوم رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں اس طرح بیٹھے ہوئے دیکھا جیسے قرضاء یعنی سیٹ مبارک رانوں سے چٹا کر سراقہ کو جھکائے ہوئے۔ فرماتی ہیں میں نے جب آپ کو اس حالت خشوع و خضوع میں دیکھا تو میں خوف و خشیت سے لرزہ بر اندام ہو گئی اور کانپنے لگ گئی۔

## پانچواں باب بیٹھنے کے انداز

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات مجلس شریف میں تشریف فرما ہوتے تو تھکان دور کرنے کے لیے احتیاء والی صورت اختیار فرما لیتے یعنی گھٹنے مبارک کھڑے کر کے دونوں ہاتھ مبارک پنڈلیوں پر جمع کر کے ان کا سہارا لے کر بیٹھے جس طرح بعض لوگ دستار یا اور کوئی کپڑا کمر اور پنڈلیوں کے گرد لپیٹ کر اس کا سہارا لے کر بیٹھتے ہیں۔

## چھٹا باب سہارے سے بیٹھنا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب



کہ آپ ایک تکیہ کو بائیں جانب رکھ کر اس پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

## ساتواں باب

### گدی اور پیٹھ کے بل لیٹنا

حضرت عباد بن تیمیم اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زبیر بن عاصم سے راوی ہیں کہ انہوں نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد شریف میں پیٹھ مبارک اور گدی کے بل لیٹے دیکھا اور آپ نے ایک پاؤں مبارک کو دوسرے پاؤں مبارک پر رکھا ہوا تھا یعنی ایک پاؤں کھڑا کر کے دوسرے کو گھٹنے پر رکھا ہوا تھا۔

## آٹھواں باب

### کیفیت تکلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دوران خطاب و کلام عموماً ہر جملہ تین مرتبہ دہرائے تاکہ سامعین کو اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کلام فرماتے تو ہر کلمہ کو تین مرتبہ بیان فرماتے اور جب کسی قوم کے ہاں تشریف لاتے تو تین مرتبہ سلام فرماتے یعنی طلب اذن کے لیے داخل ہونے کے بعد اور رخصت ہوتے وقت مطلب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ سلام فرمانے پر اندر آنے کی اجازت نہ ملتی تو دوبارہ سلام فرماتے پھر بھی اجازت نہ پاتے تو تیسری بار سلام فرماتے اور اس کے بعد اذن نہ ملتا تو واپس تشریف لے جاتے۔  
ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری مانند تیزی اور

ف۔ اس طرح لیٹنے سے آپ نے منع بھی فرمایا ہے جب کہ کشف ستر اور شرم گاہ کے کھلنے کا اندیشہ ہوا اور بیان جواز کے لیے خود اس پر



روانی کے ساتھ کلام نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ اس طرح کلام فرماتے کہ ہر کلمہ الگ الگ ہوتا اور سننے والا اس کو اچھی طرح ضبط اور یاد رکھ سکتا تھا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ سید بنی آدم و آدم صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو سامعین میں سے کوئی شخص اگر آپ کی جملہ باتوں اور کلمات طیبات کو شمار کرنا چاہتا تو شمار کر سکتا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طرز گفتار اور انداز کلام کی خبر دو تو انہوں نے فرمایا آپ بلا مقصد ضرورت بات نہیں کرتے تھے۔ آپ کا سکوت اور خاموشی طویل ہوتی۔ آپ کا آغاز کلام اور اس کا اختتام منہ مبارک کی جانبوں اور کناروں سے ہوتا یعنی ہر کلمہ کی ادائیگی مکمل طور پر ہوتی اور محتاج پر زبان کا اعتماد پوری طرح ہوتا اور آپ کا کلام مبارک جوامع الکلم پر مشتمل ہوتا یعنی مختصر کلمات ہوتے مگر معانی و مطالب کے سمندر ایک ایک کلمہ میں سمٹے ہوئے۔ نیز کلمات میں باہمی مناسب فاصلہ ہوتا (تا کہ سامعین اچھی طرح سن سمجھ سکیں اور یاد رکھ سکیں) نہ الفاظ ضرورت سے زیادہ ہوتے اور نہ ادائیگی مقصد میں قاصر (بلکہ حق بلاغت ادا کرتے ہوئے ایسی گفتگو فرماتے کہ بالکل مقصد پر منطبق ہوتی)۔

حضرت ام مہد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سکوت اختیار فرماتے تو چہرہ اقدس سے وقار و عظمت اور جلال و ہیبت جھلکتی اور کلام فرماتے تو یوں معلوم ہوتا کہ پروئے ہوئے موتیوں کا ہار ہے جو نیچے ڈھلک رہا ہے اور کلام و گفتگو میں شہد کا سامٹھاس نہ کلام اتنا قلیل اور مختصر کہ مطلب کی ادائیگی مشکل ہو اور فہم مقصود میں نخل اور نہ اتنا طویل کہ غیر ضروری کلمات پر مشتمل ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم جب کلام فرماتے تو سامنے کے دانت مبارک سے نور نکلتا ہوا محسوس ہوتا۔

ف اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ  
میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زبان نہیں  
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیان ہے جس کا بیان نہیں



كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا تكلم رقى كالنور يخرج من بين شيايه عه

## نواں باب

### دورانِ تکلم دستِ اقدس کی کیفیت

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اشارہ فرماتے تو ساری ہتھیلی کے ساتھ اشارہ فرماتے اور جب تعجب کا اظہار فرماتے تو کف دست کو اٹھاتے اور باطنی حصہ اپنے منہ مبارک کی جانب پھرتے اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا باطنی حصہ مارتے اور جب حالت جلال میں ہوتے تو منہ مبارک پھیر لیتے۔

## دسواں باب

### منبر شریف

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر شریف کس لکڑی سے بنا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا غور سے سنو بخدا میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کس لکڑی سے بنایا گیا ہے۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ کس کا بنایا ہوا ہے اور کس دن بنایا گیا اور جس دن سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

عہ یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجسم فرہ ہونے کی واضح دلیل ہے کیونکہ وہاں اقدس سے نکلتا ہوا نورِ امر محسوس تھا جو آنکھوں سے دیکھا جاتا تھا اور بشریت کا حجاب و نقاب حالتِ تکلم میں الگ ہوتا تو اس کا مشاہدہ ہو جاتا اس سے بشریت کا اس نورِ مجسم پر محض حجاب و نقاب ہونا بھی واضح ہو گیا اور یہی اکابرینِ ملت کا عقیدہ ہے شیخ اجل محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ دے صلی اللہ علیہ وسلم از فرق تا قدم ہمہ نور بود اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بود ہمہ سچ کس را مجال نظر و ادراک حسن وے ممکن نہ بودے۔ مدارج النبوت جلد اول ص ۱۱۱۔ ہمیشہ جو ہر دے نوری بود کہ انتقال کرد در اصلاب آباد و ارجام امہات تا انتقال بصلب عبد اللہ و آمنہ سلام اللہ علیہما اجمعین۔



اس پر تشریف فرما ہوئے تھے میں نے اُس دن آپ کا شرف دیدار بھی حاصل کیا تھا۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاریہ عورت کی طرف آدمی بھیجا جس کا ایک غلام برہمنی تھا وہ لکڑی  
کا کام کرتا تھا اور فرمایا کہ اپنے غلام سے کہو کہ میرے لیے چند لکڑیوں کو جوڑ کر منبر بنا دے تاکہ بوقت خطاب  
اور تبلیغ اس پر بیٹھوں۔

اس عورت نے اپنے غلام کو حکم دیا وہ غائبہ (جگہ کا نام ہے جہاں درخت عام تھے) کی طرف گیا اور اُس  
درخت کو کاٹا جس کو طرفاد کہا جاتا ہے اور تین درجات پر مشتمل منبر تیار کیا۔ چنانچہ اس انصاریہ عورت نے تیار  
ہونے کے بعد وہ منبر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اُس کو اس جگہ رکھوایا جس میں اب تم دیکھ رہے  
ہو اور وہ پہلا دن تھا جس دن آپ اس پر تشریف فرما ہوئے (اور خطاب فرمایا جب نماز ادا کرنے کا وقت آیا  
تو آپ نے منبر تشریف پر کھڑے ہو کر یکسیر تحریمہ فرمائی پھر رکوع بھی وہیں فرمایا اور سجدہ کرنے کے لیے آپ لٹے  
پاؤں چل کر منبر سے اترے اور زمین پر سجدہ فرمایا اور لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ پھر آپ منبر پر قیام  
فرما ہوئے اور تمام رکعات میں یہی طریقہ اختیار فرمایا حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا اے لوگو! میں  
نے آج یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا ہے تاکہ تم عملی طور پر بھی مجھ سے نماز کا طریقہ سیکھ لو میری نماز کی حالت و  
کیفیت عین حالت نماز میں دیکھو اور میری اقتدار کرو (کیونکہ زبانی اور عملی دونوں طرح پر تعلیم دینا زیادہ موثر  
ہوتا ہے اور موجب ضبط و حفظ)

## گیارہواں باب

### فصاحت و بلاغت

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب اہل عرب میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ  
میری تادیب و تربیت اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور خوب تادیب و تربیت فرمائی ہے۔  
میں نے بنی سعد جیسے فصیح و بلیغ قبیلہ میں پرورش پائی اور میں جوامع الکلم مبعوث ہوا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ آپ  
ہم سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہیں حالانکہ آپ تعلیم و تربیت کے لیے کہیں باہر تشریف نہیں لے گئے آپ  
نے فرمایا کہ بنی اسماعیل کی زبان اور لغت مٹ چکی تھی۔ حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس وہی زبان اور



نعت لے آئے اور میں نے اس کو محفوظ کر لیا اور ضبط کر لیا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فصیح ترین لوگوں میں سے تھے۔ آپ کلام فرماتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہل زبان کو پتہ نہ چلتا کہ اس کا مقصد کیا ہے جب تک کہ آپ خود اس کی خبر نہ دیتے اور وضاحت نہ فرماتے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرب کے فصحاء و بلغاء سے کوئی ایسا انوکھا اور نیا حکم نہیں سنا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نہ سنا ہو۔ اور میں نے آپ کو طبعی موت مرنے کی ترجیحانی ان الفاظ (ما ت حنف الفدا) کے ساتھ کرتے ہوئے سنا حالانکہ کسی اور فصیح و بلیغ سے اس مفہوم کی ادائیگی ایسے حسین انداز سے سننے میں نہیں آئی۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا کلام سر اسر حکمت ہے اور عین نصاحت آپ کے کلمات جامع کے بحر ناپیدا کنار سے چند نادر جواہر ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ایا کو دخضراء الدمن۔ اپنے آپ کو کوڑا کرکٹ اور غلاظتوں کے ڈھیروں پر اگنے والے پودوں سے دور رکھو جن کا ظاہر تو دلنریب ہے مگر اصل اور ضمیر انتہائی رومی اور باطن قابل نفرت۔  
۲۔ ان مما ینبت الربیع لما یقتل حبطاً او یسلم۔ موسم بہار جن چیزوں کو ختم دیتا ہے ان میں بعض ایسی چیزیں بھی ہوتی ہیں جو کھانے والے کو (بظاہر لذت اور دلکش معلوم ہوتی ہیں) اور شکم میں مبتلا کر کے ہلاکت کر دیتی ہیں اور یا ہلاکت کے کنارے پہنچا دیتی ہیں۔

۳۔ لا یلدغ المؤمن من جحر مرتین۔ کامل ایماندار ایک بل سے دوبارہ نہیں ڈسا جاسکتا۔

۴۔ الناس کاسنان المشط۔ لوگ کنگھی کے دندانوں کی مانند ہیں۔

۵۔ والمرء کثیر یاخیه۔ تنہا آدمی اپنے بھائی سے مل کر جماعت بن جاتا ہے۔

سرور انبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے انصار کے حرص و آرزو سے دور ہونے سے فروشی

اوجھان نشاری کے خدایات سے بھرپور ہونے پر داد دینے کے انداز میں فرمایا۔

۶۔ انکو لتقلون عند الطمع وتکثرون عند الفزع۔ تم طمع کے وقت گنتی دشمار میں کم ہوتے ہو۔

اور میدان حرب و قتال میں بہت کثیر التعداد۔

خیر المال مہرۃ ما تدرۃ اوسکتہ ما بورة۔ بہترین مال نفیس ترین پھیرا ہے اور یا تا میر اور پیوند کاری

کیے ہوئے کھجور کے خوشوں میں سے ایک خوشہ۔



- غفلت آنکھوں کو دیکھنے والی (اور عبرت پکڑنے والی ہے)
- ۹۔ من بظاہر عملہ لویسرع بہ نسبہ۔ جس کے عمل نے اس کو سست رو دیا ہے اس کا نسب اسے تیز رو اور گامزن نہیں بناسکتا۔
- ۱۰۔ جبکہ الشیء یعنی ویسویہ تیرا کسی شئی سے غایت درجہ محبت کرنا تجھے اس کے عیوب دیکھنے سے اندھا کر دے گا اور نقائص سننے سے بہرہ۔
- ۱۱۔ کل الصيد فی جوت الفراء۔ جملہ صید اور شکار حمار وحش کے پیٹ میں ہیں یعنی یہ اکیلا سب شکار ول پر بھاری ہے۔
- ۱۲۔ القناعة مال لا ینقدا۔ قناعت غیر فانی دولت ہے اور ناقابل نقاد و زوال۔
- اور اس قسم کے جو اہر پارے حد و شمار سے باہر ہیں اور کتب احادیث و سیران سے بھر لو پر ہیں۔

## بارہواں باب

### فارسی کلمات

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو غزوہ خندق کے موقع پر فرمایا: اٹھو جابر رضی اللہ عنہ نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے۔ فقد صنع لکم جابر سوراً۔

ابو العباس ثعلب فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فارسی کلمہ زبانِ اقدس پر جاری فرمایا کیونکہ سور فارسی میں دعوت کے کھانے پر اطلاق کیا جاتا ہے۔

مجاہد علیہ الرحمۃ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گذرے اور میرے پیٹ میں درد تھا، تو فرمایا: اشتکیت درد اشتکیت درد۔ تجھے درد کی شکایت ہے۔ تجھے درد کی شکایت ہے۔ نماز ادا کرو کیونکہ وہ ہر مرض کی دوا ہے اور ہر تکلیف میں موجب شفا ہے۔

علامہ ابن الجوزی مؤلف کتاب فرماتے ہیں یہ حدیث علما نقل کے نزدیک پائے صحت تک نہیں پہنچی۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فارس سے تعلق نہیں رکھتے تھے (کہ ان کے ساتھ فارسی



کلمات استعمال کیے جاتے البتہ حضرت مجاہد فارس سے تعلق رکھتے تھے لہذا یہ کلمات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ کلام کرتے وقت استعمال کیے تھے اور جس نے اس کو مرفوع کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت کی ہے تو وہ وہم کا شکار ہوا ہے۔ اس روایت کو ابراہیم بن البراء نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ارشاد فرمایا۔ لیکن ابراہیم ثقات کی طرف نسبت کر کے موضوع روایات نقل کرتا ہے لہذا اس کا اعتبار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

## تیرھواں باب

### استعمال شعر

حضرت برادر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ خندق کے موقع پر مٹی خندق سے منتقل کرتے ہوئے دیکھا۔ گرد و غبار نے آپ کے پیٹ مبارک کی سفیدی کو ڈھانپ لیا تھا اور آپ کی زبان اقدس پر حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ کے ایہ اشعار تھے عہ

اللہم لا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

اے اللہ اگر تیری ہدایت اور رہنمائی شامل حال نہ ہوتی تو ہم نہ کبھی راہِ راست پاسکتے اور نہ صدقات اور نماز ادا کرتے۔

فانزلن مکیۃ علینا وثبت الاقدام ان لا قینا

پس ہم پر مکیہ نازل فرما جو ہمارے لیے موجب تسکین بنے اور دشمنوں سے ڈھکیچڑھائی ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔

والمشرکون قد بغوا علینا اذا ارادوا فتنۃ ابینا

مشرکین نے ہم پر بغاوت و سرکشی کی ہے اور جب وہ ہمیں فتنوں میں ڈال کر دین حق سے برگشتہ کرنے کی سعی ناپاک کرتے ہیں تو ہم ان کی خواہشات فاسدہ پوری کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خنین کے موقع پر فرمایا (جب کہ آپ آگے بڑھ کر حملہ فرما رہے تھے ہم



انا النبی لا کذب - انا ابن عبد المطلب  
میں برحق نبی ہوں اور میرا دعویٰ نبوت کذب و غلط بیانی پر مبنی نہیں ہے اور میں عبد المطلب  
جیسے نامور اور بہادر اور دلیر کا نحت جگر اور نور نظر ہوں۔

حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک پر  
پتھر لگا اور خون آلود ہو گئی تو آپ نے فرمایا ہے

هل انت الا اصبح دمیت و فی سبیل اللہ ما لقیئت

تو فقط ایک انگلی ہے جو خون آلود ہوئی ہے (اور میں تو ساری جان بمع جسم قربان کرنے کو  
تیار ہوں اور گھبراہٹ و پریشانی کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ) تجھے جو تکلیف پہنچی ہے وہ  
اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہی تو پہنچی ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موقع کی  
مناسبت سے اشعار بطور ضرب المثل زبان اقدس پر جاری فرماتے تھے تو آپ نے فرمایا ہاں عبد اللہ بن  
رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار زبان اقدس پر جاری فرماتے اور ان کے قول سے یا تیک بالاخبار من لہ  
تزدید کو بالعموم پڑھتے یعنی تجھے خبریں وہ شخص لا کر دے گا جس کو تو نے یہ زاد اور ذخیرہ مہیا نہیں کیا۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کلمات کسی بھی  
شاعر کی زبان پر کسی بھی وقت جاری ہوئے ان تمام سے زیادہ سچا اور واقع کے مطابق بید کا یہ قول ہے  
الاکل شیء ما خلا اللہ باطل (دکل نعیلا محالة زائل)

غور سے سنو اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فنا پذیر ہے (اور تمام تر نعمتیں بہر حال زائل ہونے والی  
ہیں) اور امیہ بن ابی الصلت اگرچہ خود مشرف باسلام نہیں ہوا مگر اس کے شعر قریب ہے کہ شرف اسلام سے  
مشرف ہوں یعنی مطالب و مفاسیم کے لحاظ سے وہ نظریہ اسلام کے قریب ترین۔

## چودھواں باب

### سماعت اشعار

عمر بن شریک اپنے باپ سے روایت فرماتے ہیں کہ مجھے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے



پیچھے سواری پر بٹھایا اور دریافت فرمایا کہ تجھے امیر بن ابی الصلت کے اشعار میں سے کوئی شعر یاد ہے تو میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا سنائیے تو میں نے سو شعر آپ کو سنائے۔  
حضرت نابغہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شعر سنائے۔

بلغنا السماء مجدنا وجدودنا  
وانا لمرجوف ذالك مظهراً  
ہم اپنی مجد اور بزرگی کے لحاظ سے آسمان تک جا پہنچے اور ہم اس سے اوپر جائے ظہور کی امید رکھتے ہیں۔

تو آپ نے فرمایا اے ابولسلیٰ وہ منظر اور جائے ظہور کون سی ہے اور کہاں ہے؟ تو میں نے عرض کیا جنت! فرمایا ہاں انشاء اللہ پھر میں نے کہا۔  
ولا خیر فی حلم اذا لم یکن لہ  
بوادہ تمی صفوہ ان یکدرا  
اور نہیں ہے کوئی بھلائی علم و حوصلہ میں جبکہ اس کے ساتھ ایسی تیز و ہارتلواریں نہ ہوں جو اس کے زلال کو لمچھٹ اور مکدر ہونے سے نہ بچائیں۔

ولا خیر فی جہل اذا لم یکن لہ  
حلیم اذا اورد الامر اصدا  
اور جہل اور حماقت میں بھی کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے جبکہ ایسا علیم اور حوصلہ مند موجود نہ ہو جو شر و فساد کا رخ خیر اور صلاح کی طرف نہ موڑ دے۔  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سلامت رکھے اور اس کو شکست و ریخت سے محفوظ فرمائے۔

حضرت سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ کعب بن زہیر ہدیت تبدیل کر کے اور اپنے آپ کو چھپا کر حاضر ہوا جب کہ اس کو اطلاع ملی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں وعید اور تہدید فرمائی ہے۔ پہلے تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کعب بن زہیر کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور تمنا کی انہوں نے اپنی دستار سے اپنے منہ کو ڈھانپا ہوا تھا۔ انہوں نے عرض کیا یہ شخص آپ کے ساتھ بیعت اسلام و ایمان کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک آگے بڑھایا اور اس کو شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔ تب کعب نے دستار کو منہ سے ہٹایا اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ یہ تمہارے دامن عفو و کرم میں پناہ پکڑنے والوں کی جگہ ہے میں کعب بن زہیر ہوں (سال بقہ



علیوں سے تائب ہو کر شرف اسلام حاصل کر چکا ہوں اور سایہ کرم میں پناہ حاصل کر چکا ہوں! انصار ہجوم کر کے آگئے اور اس کو سخت سست کہا کیونکہ وہ قبل از اسلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کیا کرتا تھا مگر قریش (مہاجرین) نے اس کے ساتھ نرم گفتار اور حسن سلوک سے کام لیا اور اس کے اسلام لانے کو پسند کیا اور نگاہِ عزت و قدر کے ساتھ دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایمان دے دی تو انہوں نے آپ کو اپنے مدحیہ اشعار سنائے جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کی تھی اور یہ مجموعہ قصیدہ بانٹ سعاد کے نام سے معروف ہے کیونکہ اس کا مطلع اس تشبیب سے شروع ہوتا ہے۔

بانٹ سعاد فقلبی الیوم متبول متیم عندھا لعلیثف مکیول

میری محبوبہ سعاد جدا ہو گئی ہے لہذا میرا دل آج کے دن فساد اور اک و علم میں مبتلا ہے وہ اسی کے ہاں مرضِ عشق کا شکار ہے اور اس کے ہاں قیدی جس کو نہ مرضِ عشق سے شفا ملی ہے اور نہ قیدی سے رہائی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی چادر مبارک عطا فرمائی جس کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اولاد سے زکریہ صرف کر کے حاصل کیا اور بقول ابان یہ وہی چادر مبارک تھی جس کو بعد میں خلفاء عیدین کے موقع پر اوڑھتے تھے اور برکت حاصل کرتے تھے۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے لوگوں نے اشعار سنائے جن میں حضرت عباسؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت حسانؓ، حضرت صہار اور اسد بن زہیمؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اور دوسرے بہت سے حضرات شامل ہیں جن کو میں نے کتاب الاشعار میں ذکر کیا ہے۔

## پندرہواں باب

### طرز اور کیفیتِ رفتار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کسی شے پر ٹیک لگا کر اور سہارے کر چل رہے ہوں یعنی آگے کی طرف میلان دیکھ کر۔



لقیط بن صبرہ اپنے باپ حضرت صبرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے در دولت پر حاضر ہوا۔ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف ملاقات حاصل کرنا چاہتے تھے مگر ہم نے آپ کو حضرت صدیقہ کے ہاں موجود نہ پایا۔ تھوڑی دیر گزری تو آپ تشریف لے آئے اور چلنے کا انداز یوں تھا کہ پاؤں زمین پر سے پوری قوت کے ساتھ اٹھاتے اور اوپر والا حصہ بدن آگے کی طرف مائل محسوس ہوتا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدل چلتے تو یوں معلوم ہوتا گویا کہ آپ بلندی سے اتر رہے ہیں اور میں نے حسن رفتار کے ساتھ حسن جسامت اقدس اور جمال سراپا کا مشاہدہ کیا تو یقین ہوا کہ آپ جیسا حسین پہلے کبھی دیکھا ہے اور نہ پھر کبھی دیکھا جاسکتا ہے۔ لہذا قبلہ ولا بعدہ مثله صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ بلندی سے اتر رہے ہیں اور جب کسی طرف متوجہ ہوتے تو پورا بدن اقدس ہی ادھر پھیر لیتے (محض منہ مبارک اور آنکھوں کو ادھر ادھر نہیں پھیرتے تھے) آپ کی نظرس بالعموم نیچی رہتیں اور آسمان کی طرف اٹھنے کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتیں آپ کے دیکھنے کا انداز بالعموم ملاحظہ ہوتا یعنی کنکھیوں سے دیکھنا۔

خود پیچھے چلتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگے آگے چلنے کا حکم ہوتا اور جو شخص بھی آپ سے ملاقات کرتا تو آپ اس کو پہلے سلام دیتے اور اس کے سلام کا انتظار نہ فرماتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک تھا۔ آپ کے ساتھ پیدل چلتا تو آپ مجھ سے سبقت لے جاتے اور جب دوڑتا تو بھی آگے بڑھ جاتے (گویا کہ نہ چلتے بنتی اور نہ دوڑتے) میں نے دل میں سوچا اور اندازہ لگایا کہ آپ کے لیے زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور مسافروں کی طولانی سکرط جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم سے رفتار میں تیز کسی کو نہیں دیکھا۔ گویا کہ زمین آپ کے لیے لپیٹ دی جاتی تھی۔ ہم اپنے آپ کو ساتھ رکھنے کے لیے

عہ جس کو صوفیہ کرام طے مکان سے تعبیر فرماتے ہیں، یہ رفتار تو عادت کے مطابق تھی اور خرق عادت کے طور پر چلے تو جبریل و رفیق بھی ساتھ نہ دے سکے اور نہ ارجح انبیاء



مشقت میں ڈالتے اور سخت جدوجہد کرتے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی قسم کی مشقت نہ اٹھاتے اور نہ طبیعت اقدس پر کوئی گرانی اور کلفت محسوس ہوتی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑیوں پر پاؤں رکھے جا رہے ہوں یعنی کوئی آپ کے اتنا قریب چل رہا ہو سبھی لوگ ساتھ دینے سے قاصر رہتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر نکلتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے آگے چلتے اور آپ کی پشت مبارک کو ملائکہ کے لیے چھوڑ دیتے تاکہ وہ بلا روک ٹوک آپ کے پیچھے چل سکیں اور ازدحام خلق سے انہیں تکلیف نہ پہنچے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ایک موقع پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چھپ چلا اور اپنے طور پر یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ آپ اسے پسند یا نا پسند فرماتے ہیں۔ آپ نے مجھے ہاتھ مبارک سے پکڑا اور اپنے برابر کر لیا تو میں نے جان لیا کہ آپ پیچھے چلنے کو پسند نہیں فرماتے۔

## سولہواں باب

### شان تبسم

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری قوت سے ہنسنے نہیں دیکھا تاکہ میں آپ کے لموات (حلق میں شکے ہوئے گوشت پارہ) کو دیکھ سکوں آپ کا ہنسنا بالعموم تبسم کی صورت میں ہوتا۔ (افریض البخاری والمسلم)

حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی شخص کو تبسم فرماتے نہیں دیکھا یعنی آپ سب سے زیادہ تبسم فرماتے تھے تاکہ ہیبت خدا واد سے ہر وقت صحابہ مرعوب ہی نہ رہیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے حتیٰ کہ آپ کی آخری ڈاڑھیں مبارکہ نمایاں ہو گئیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ضحک فرمایا حتیٰ کہ اگلی



ڈاڑھیں مبارکہ نمودار ہو گئیں عہ

حضرت حصین بن زید کلبی فرماتے ہیں میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی زور سے ہنستے نہیں دیکھا بلکہ صرف تبسم پر اکتفا فرماتے۔

حضرت امام حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا آپ کا سارا صمک تبسم ہی ہوتا تھا۔ اور مسکراتے تو دانت مبارک اولوں کے دانوں کی طرح آبدار اور ترموزانہ اور انتہائی سفید اور شفاف نظر آتے۔

ہشام بن عروہ اپنے باپ عروہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی اونٹنی پر سوار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری کے لیے آیا اس نے اپنی اونٹنی کو مسجد کے دروازے پر بٹھایا اور آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت حمزہ بن عبد المطلب مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں بیٹھے تھے جن میں نعیمان بھی موجود تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے نعیمان کو فرمایا تیرے لیے افسوس ہے (تو کس طرح آرام سے بیٹھا ہے) اس اعرابی کی اونٹنی کتتی فرج پھتی اور ہمیں گوشت کھانے کا بہت ہی اشتیاق ہے اگر تو اسے ذبح کر دیتا (تو کتنا اچھا ہوتا) اور اگر تو اس کو ذبح کر دے تو ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تاوان ادا کر دیں گے اور گوشت بھی کھا لیں گے۔ حضرت نعیمان نے کہا اگر میں ذبح کروں تو تم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دو گے اور آپ مجھ پر ناراض ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا ہم قطعاً ایسا نہیں کریں گے۔

حضرت نعیمان اٹھے نیزہ اس کے سینہ کے قریب حلقوم میں مارا اور وہاں سے چل دیے۔ راستہ میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے گرٹھا کھود رکھا ہے اور اس سے کچھ پڑمٹی باہر نکال دی ہے تو انہوں نے کہا اے مقداد مجھے اس گرٹھے میں چھپا دے اور اوپر کوئی شئی دے دے اور کسی کو میرے متعلق ہرگز نہ بتلانا کیونکہ میں نے ایک سنگین غلطی کی ہے۔ انہوں نے ایسے ہی کیا۔

اعرابی نے اپنی اونٹنی کو دیکھا تو وہ ذبح ہو چکی تھی وہ چلایا اور شور و غل مچایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور دریافت فرمایا یہ حرکت کس نے کی ہے؟ حاضرین مجلس نے عرض کیا نعیمان نے! آپ نے دریافت فرمایا وہ کدھر ہے؟ انہوں نے کہا اس سمت گیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف چلے اور

عہ بالعموم تبسم فرماتے اور بعض اوقات ہنسی بھی نیز بعض نے صرف حالت تبسم کا مشاہدہ فرمایا اور بعض نے حالت صمک کا بھی لہذا روایات میں باہم کوئی منافات اور اختلاف نہیں ہے۔



آپ کے ساتھ حضرت حمزہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت مقدادؓ تک پہنچے تو استفسار فرمایا کہ کیا تم نے نیمان کو دیکھا ہے؟ وہ خاموش رہے۔ آپ نے فرمایا ضرور بالضرور بتلاؤ وہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا میرے علم میں نہیں۔ اور ساتھ ہی گڑھے کی طرف اشارہ کر دیا۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر سے پروہ ہٹایا اور فرمایا۔ اے عہد شکن اور غدیر پیشہ تجھے اس حرکت پر کس چیز نے برا نگینہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا مجھے یہ مشورہ حضرت حمزہ اور ان کے ساتھیوں نے دیا تھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو راضی فرمایا اور اس کو اپنی طرف سے بدلہ عطا فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ اس مذبحہ اوستی کو اپنے کام میں لاؤ تو انہوں نے اس کو کھالیا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نیمان کے اس فعل و عمل کو یاد فرماتے تو ہنس دیتے حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈالھیں آخر تک نمودار ہو جاتیں۔

حضرت جبریل بن عبد اللہ بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں جب سے مشرف بہ اسلام ہوا ہوں مجھے کبھی بھی آپ نے مجلس اقدس میں حاضری سے نہیں روکا اور جب بھی مجھے دیکھا تو بسم اور ضحک فرمایا۔ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس شخص کی حکایت بیان فرمائی جو سب سے آخر میں آگ سے نکالا جائے گا اور اس کو جنت میں داخل کر کے کہا جائے گا کہ جنتی جنت تجھے درکار ہے اتنی طلب کر لے۔ وہ اپنی خواہش کے مطابق جب مانگ چکے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جنتی تو نے مانگی ہے وہ بھی تجھے دی جائے گی اور پوری دنیا کی وسعت سے میں دس گنا زیادہ بھی۔ تو وہ عرض کرے گا تسخری وانت المثلث۔ اے اللہ تعالیٰ تو بادشاہ ہو کر اور احکم الممالکین ہو کر میرے ساتھ تسخر اور استہزاء فرماتا ہے۔ (کہاں میں گنگار اور سب سے کتر و کتر اور کہاں اتنی عظیم عطا و بخشش) تو آپ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی آخری ڈالھیں مبارک بھی حاضرین مجلس پر نمایاں ہو گئیں۔

ان جملہ احادیث سے اور ان کے علاوہ بہت سی احادیث سے بالعموم آپ کا بستم پر اکتفا فرمانا ثابت ہوتا ہے اور بہت کم ضحک فرمانا اور ہنسنا لیکن قہقہہ کے ساتھ ہنسنا قطعاً ثابت نہیں البتہ ایک روایت جو

میں باہم عہد و پیمان کے باوجود حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھی بتلا دیا اور حضرت مقداد نے بھی اشارہ کر کے ان کی تجزی کر دی حالانکہ عہد شکنی تو درست نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایفا عہد حق نیمان تھا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر صحیح صورت حال بتلانا حق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور جب حق رسول اور حق غیر میں تضاد لازم آئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق مقدم ہوتا ہے لہذا ان پر حقیقت حال عرض کرنا فرض واجب تھا اور انحقا و کتمان حرام و ناجائز فافہم۔



حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ ان سب کے خلاف ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو میرے پاس تین آدمی آئے جو ایک عورت سے پیدا ہونے والے لڑکے میں جھگڑا کرنے والے تھے اور ان میں سے ہر ایک اس کے متعلق یہ دعویٰ کرتا تھا کہ یہ میرا لڑکا ہے کیونکہ انہوں نے دور جاہلیت کی قباحت اور عادت قبیحہ کے مطابق، اس کے ساتھ طہر واحد میں زنا کیا تھا۔ تو میں نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی۔ جس کے نام قرعہ نکلا میں نے لڑکا اُس کے حوالے کیا اور اُسی کا بیٹا قرار دیا اور دوسرے دو آدمیوں کو دیت و خربہا کی دو تہائی عطا کر دی جب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو یہ صورت حال آپ سے عرض کی۔ آپ اس زور سے منے کہ آپ نے اپنا پاؤں مبارک زور سے زمین پر مارا اور پھر فرمایا تم نے اُن کے درمیان اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ فرمایا یا یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس فیصلہ کو پسند فرمایا ہے۔

لیکن یہ حدیث پایہ ثبوت تک نہیں پہنچی اور اس میں راویوں کی جو جماعت ہے وہ بھی مجروح ہے اور قابل اعتراض اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ امر ثابت نہیں کہ آپ بتسم سے تجاوز فرماتے تھے (اور آپ کا ضحک اور ہنسنا بھی تبسم کے قریب ہوتا تھا کیونکہ اس میں کوئی خاص آواز سنائی نہیں دیتی تھی)۔

## ستر ہواں باب

### پسندیدہ کلام

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ بیمار یوں میں تعدی ہے اور نہ بدنمائی (موثر حقیقی مصلحت اللہ تعالیٰ ہے اور اسباب اس کے قبضہ قدرت میں منسوب و مقصور ہیں چہ جائیکہ جو اسباب بھی نہ ہوں ان کو موثر مستقل تسلیم کر لیا جائے جیسے کہ اہل جاہلیت کا زعم فاسد تھا) اور فرمایا کہ مجھے نیک فال اچھی لگتی ہے اور بھلی معلوم ہوتی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا فال کیا ہے؟ تو فرمایا اچھا کلمہ۔ یعنی سفر پر نکلنے وقت مثلاً کسی سے سالم و غانم کا لفظ سنا تو یہ نیک فال ہو گئی (اخر جہ البخاری والمسلم)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مقصد کے لیے گھر سے نکلتے تو آپ کو یہ بات پسند ہوتی کہ کسی کی زبانی یا راستہ یا نیج سماعت فرمائیں یعنی اے مقصود تک راہ پانے والے۔ اے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہونے والے۔



حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیک قال اختیار فرماتے اور بُری قال نہ لیتے اور اچھے نام پسند فرماتے۔  
 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا اور پسندیدہ کلمہ میری زبان سے سُنا جو آپ کو بھلا معلوم ہوا تو اس پر اظہار پسندیدگی کرتے ہوئے فرمایا۔ اخذنا فاذک من فیک ہم نے تیری نیک فالی تیرے منہ اور تیری زبان سے وصول کر لی ہے۔

## اکھارھواں باب

### نا پسندیدہ نام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برے نام اپنے اور حسین ناموں سے تبدیل فرمادیتے۔  
 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عاصیہ کا نام بدل کر جلیلہ رکھ دیا۔

## انیسواں باب

### تحفے اور ہدیے

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ کو شرف قبولیت بخشے اور اس پر جوابی طور پر انعام بھی عطا فرماتے اور اس سے بہتر تحفہ عطا فرماتے۔  
 ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں بجز آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مہینہ مہینہ اس حال میں گذرنا کہ ان کے ہاں روٹی نہیں پکتی تھی۔ عرض کیا گیا اے ام المؤمنین تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیا تناول فرماتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پڑوسی انصار تھے اور ان کا کچھ دودھ ہوتا تھا وہ اس سے بارگاہِ نبوی میں ہدیہ بھیجا کرتے۔



حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری طرف بھیڑ بکری کے پاؤں کا گھٹنے سے نچلا حصہ بھی ہدیہ کیا جائے تو میں ضرور قبول کر لوں گا اور اگر میری ایسے ہی گوشت کے ساتھ دعوت کی جائے تو میں ضرور قبول کر لوں گا یعنی اس ہدیہ اور دعوت کو اس کے معمولی ہونے کی بنا پر رد کر کے ہدیہ پیش کرنے والوں اور دعوت دینے والوں کی دل شکنی نہیں کروں گا۔

## بیسواں باب

### مشاورت

ام المؤمنین حبیبہ حبیبہ خداحضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی شخص کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے نہیں دیکھا یعنی آپ سب سے زیادہ مشورہ فرمانے والے تھے۔

## اکیسواں باب

### بوقت بارش آپ کا معمول

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم پر بارش برسی اور ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے

ف۔ یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی تھا و شاوہم فی الامر ان کے ساتھ ہر معاملہ میں مشورہ کرو اور جب آپ کسی امر کا حکم کر لو تو پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اسے کر گزرو۔ فاذا عنيت فتوكل على الله آپ کا مقصود اس مشاورت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمانا تھا اور مشورہ کی اہمیت بتانا کہ جس ذات اقدس کا براہ راست خدا تعالیٰ سے تعلق ہے اور ہر وقت رحمی نازل ہو رہی ہے وہ مشورہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں تو دوسروں کے لیے بطریق اولیٰ مشورہ کرنا ضروری ہے۔

نیز جو لوگ اپنے آپ کو عقل کل سمجھ بیٹھے ہیں ان کے لیے سامان عبرت و نصیحت بھی مہیا کرنا مقصود تھا۔



آپ نے اپنے سر مبارک سے کپڑا ہٹا دیا حتیٰ کہ بارش کے قطرات سر اقدس پر پڑے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس طرح کیوں کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا تازہ شاہکار ہے اور اس کا تعلق رب کریم جل وعلیٰ کے ساتھ تازہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان بارش نازل ہونے لگتی تو اپنے سروں سے کپڑے ہٹا دیتے (اور بارش کے قطرات اپنے سروں پر لیتے) اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے یہ تازہ تازہ ہمارے رب تبارک و تعالیٰ سے تعلق رکھنے والی ہے اور عظیم برکت کی مالک ہے۔

## بایسوال باب

### مشکوٰۃ مجالس سے بچنا

حضرت صفیہ بنت حبیب ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب اقدس و اطہر صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف میں اعتکاف فرماتے رہیں رات کے وقت زیارت کرنے کے لیے حاضر ہوئی۔ بات چیت کرنے کے بعد اٹھی اور گھر کو لوٹی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی میرے ساتھ اٹھے تاکہ مجھے مسجد کے دروازے تک پہنچائیں اور الوداع کریں۔ ان کا مسکن ان دنوں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے دار میں تھا (ہم دونوں مسجد کے دروازے پر کھڑے تھے) کہ اس دوران دو انصاری جوان وہاں سے گذرے جب حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیزی سے گذرے آپ نے فرمایا۔ ذرا ٹھہرے یہ عورت جو میرے ساتھ کھڑی ہے یہ میری زوجہ صفیہ بنت حبیب ہے۔ انہوں نے آپ کے اظہار برادرت پر ازراہ تعجب سبحان اللہ کہا یعنی کیا ہم آپ کے متعلق یہ گمان کر سکتے تھے کہ آپ نے نفی تہمت اور اظہار برادرت کے لیے اس طرح فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم وانی خشیت ان یقذف فی قلوبکم شراً وشیئاً۔ بیشک شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے اور وساوس میں مبتلا کر دیتا ہے اور مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں بھی اس طرح کی کوئی شئی نہ ڈال دے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات میں سے ایک زوجہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی کا دریاں سے گذر ہوا تو آپ نے فرمایا اے فلاں یہ میری



بیوی ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں کسی اور کے متعلق تو اس طرح کا خیال دل میں لا سکتا تھا مگر آپ کے متعلق تو قطعاً اس قسم کا خیال نہیں کر سکتا تھا (لہذا اظہار برات کے لیے یہ طریقہ اختیار فرمانے کی کیا ضرورت تھی) تو آپ نے فرمایا کہ شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے (اور وںساوس میں مبتلا کر دیتا ہے) پہلی روایت بخاری و مسلم کی مستحق علیہ ہے اور یہ آخری روایت صرف مسلم شریف میں مروی ہے۔

## تیسواں باب

### رضا اور خفا

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ انوریوں جیسا دکھائی دیتا گویا وہ محیط قمر ہے اور اس کا دائرہ۔  
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے تو آپ کا چہرہ انور سُرخ دکھائی دیتا۔  
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو آپ کا چہرہ اقدس بتا دیتا کہ یہ امر آپ کو پسند نہیں ہے۔  
حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور غم و غصہ سخت ہوتا تو آپ اپنی داڑھی مبارک کو زیادہ مس فرماتے۔

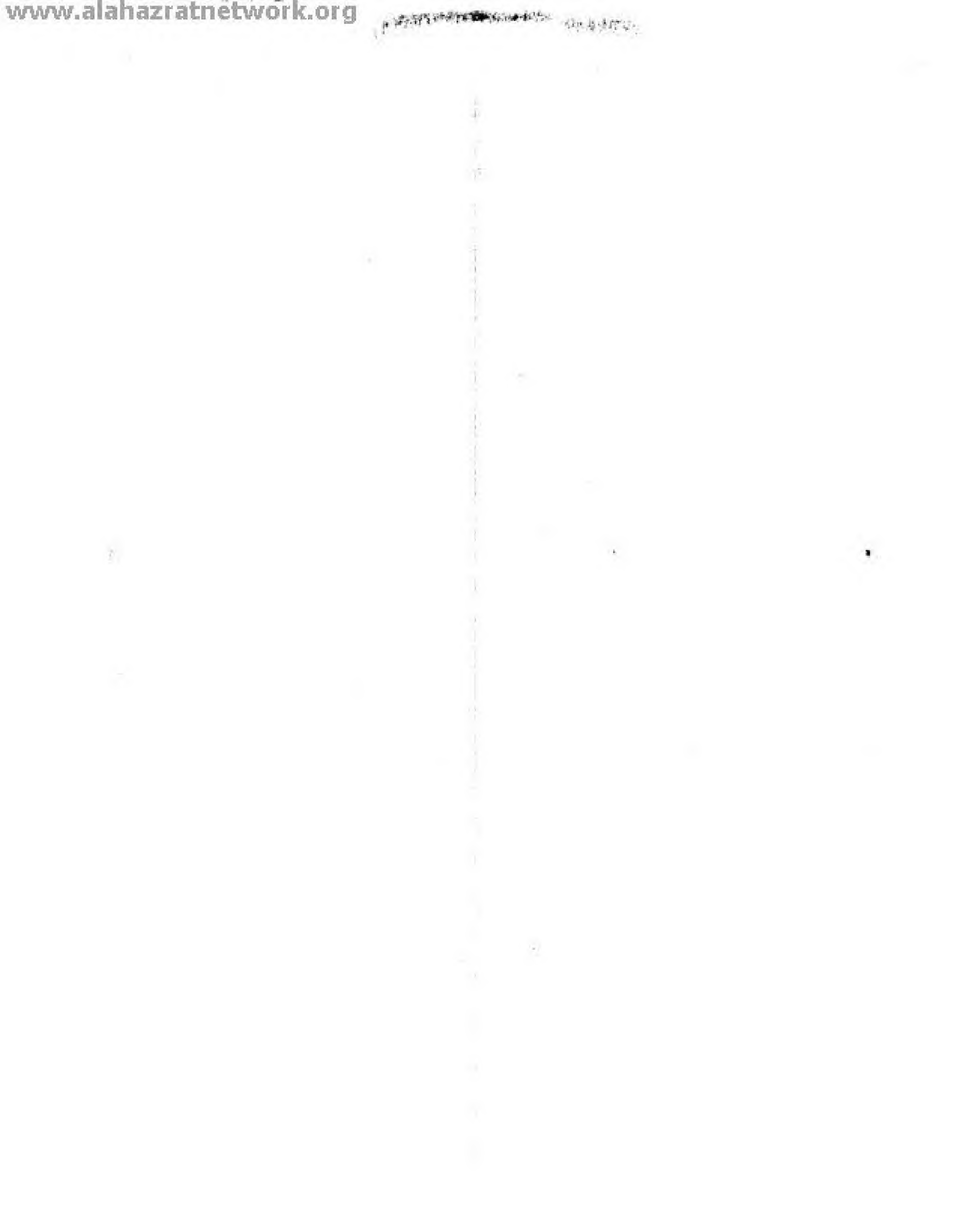
## چوبیسواں باب

### میل جول

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے ماموں حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے دریافت

ف۔ ان روایات سے ظاہر ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر و باطن ایک تھا اور چہرہ اقدس قلبی کیفیات کا آئینہ دار تھا اور یہی صحیح قبح کی علامت ہے اور کامل ایماندار کی اور جس میں حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصلت مبارک کی جھلک نظر نہیں آتی۔ اندر کچھ ہوتا ہے اور ظاہر کچھ تو گویا وہ عملی نفاق کا شکار ہے۔







کیا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف نکلتے اور ان سے ملتے تو آپ کا طرز عمل کیا ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ اپنی زبان اقدس کو صرف مقصد کی بات اور ضروری کلام میں استعمال فرماتے ورنہ خاموشی اختیار فرماتے رکھتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے الفت و محبت فرماتے اور ان کو متفر نہیں کرتے تھے۔ ہر قوم کے سردار اور رئیس کی عزت فرماتے اور اسی کو اس قوم پر بعد از اسلام امیر اور والی بناتے۔ عام لوگوں سے پر حذر رہتے اور الگ تھلگ مگر کسی کو اپنی خوش گفتاری اور خوش اخلاقی سے محروم نہیں فرماتے تھے بلکہ ہر ایک سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے اور اپنے صحابہ کی خبر گیری فرماتے اور پرسش احوال۔ لوگوں سے ان کے درمیان دائر معاملات کے متعلق دریافت فرماتے۔ خوب اور درست امر کو درست قرار دیتے اور اس کی تائید و تقویت فرماتے اور غلط و قبیح امر کی قباحیت بیان فرماتے اور اس کا ابطال و ازالہ اور اس کے وہن و منصف واضح فرماتے۔ آپ کے معاملات میں اعتدال اور میانہ روی ہوتی اور افراط و تفریط والا اختلاف نہیں ہوتا تھا۔ آپ تعادل شعاری کو اپنے قریب نہیں پھکنے دیتے تھے تاکہ کہیں صحابہ رضی اللہ عنہم بھی عقلمندی کا شکار نہ ہو جائیں اور اس طرف میلان پیدا کر لیں۔

ہر قسم کی صورت حال سے نمٹنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے۔ نہ حق میں کوتاہی اور تقصیر سے کام لیتے اور نہ ہی حق سے تجاوز فرماتے۔ جو لوگ آپ کے قریب رہتے تھے وہ سب سے افضل اور بہتر تھے اور ان میں سب سے افضل آپ کے نزدیک وہی تھا جس کی ہمدردی اور خلوص ہر ایک کے لیے عام تھا۔ ان سب میں سے آپ کے نزدیک عظیم مرتبت و منزلت کا مالک وہی تھا جو سب سے زیادہ ہمدردی و غمخواری اور لوگوں کے بوجھ اٹھانے میں حسن سلوک کا مظاہرہ کرنے والا تھا۔ جب بھی آپ اٹھتے تو زبان اقدس پر ذکر خدا جاری ہوتا اور جب بھی کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو زبان اقدس ذکر باری تعالیٰ سے تروتازہ ہوتی اور جب کسی قوم کے ہاں تشریف لے جاتے تو جہاں مجلس کی انتہا ہوتی وہاں ہی آخر میں بیٹھ جاتے اور میر مجلس بنتے اور صدر نشین ہونے کی کوشش نہ فرماتے اور اسی کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی حکم دیتے۔ ہر ہمنشین کو اس کا حصہ و نصیبہ مرحمت فرماتے اور آپ کا ہمنشین کبھی یہ محسوس نہیں کرتا تھا کہ مجھ سے زیادہ بھی آپ کے ہاں کوئی عزت و کرامت والا ہے۔ جو شخص آپ کی مجلس اقدس میں بیٹھا یا کسی حاجت و مقصد کے لیے آپ کے ساتھ کھڑا ہوتا تو آپ اپنے آپ کو اس کی خاطر پابند بنائے رکھتے تا وقتیکہ وہ خود نہ لوٹتا آپ اس کو چھوڑ کر نہیں جاتے تھے۔ جو شخص آپ سے سوال کرتا اور کوئی چیز مانگتا تو آپ سوال پورا فرماتے اور پھر لوٹاتے۔ یا انتہائی نرم انداز میں معذرت کے ساتھ رخصت فرماتے آپ کی فراخ دلی اور حسن خلق سب کو دامن کرم و عنایت میں لیے ہوئے تھا حتیٰ کہ آپ سب کے باپ بن چکے تھے اور حق و انصاف میں بھی اعلیٰ و ادنیٰ آپ کے نزدیک برابر تھے۔ آپ کی مجلس مبارک علم و حیا اور صبر و امانت -



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جب کسی بھی ضرورت مند کو دیکھو تو اسے یہاں لایا کرو۔ آپ کسی کے کلام کو قطع نہیں فرماتے تھے جب تک کہ وہ حق سے تجاوز نہ کرتا اگر تجاوز کرتا تو اس کی بات کاٹتے اور اسے ٹرکتے یا اٹھ کر چلے جاتے تاکہ خود بخود اس کو اپنے کلام کی قباحت و ناپسندیدگی معلوم ہو جائے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث اور روایت کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ایک عرصہ تک مخفی رکھا جب میں نے بیان کی تو معلوم ہوا کہ انہوں نے مجھ سے پہلے ہی حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے اس کو دریافت کر لیا تھا اور میں نے ان کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لے جانے اور حرم سرا سے باہر قدم رنجہ فرما ہونے کی کیفیات کے متعلق بھی دریافت کر رکھا تھا۔

حضرت حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم سرا اور دولکھ میں تشریف فرما ہونے کے بعد اعمال و اشغال کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان اوقات کے تین حصے فرماتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت کے لیے، دوسرا حصہ اہل خانہ کے لیے اور تیسرا حصہ اپنے آرام و سکون اور ضروری امور کے لیے۔ پھر اپنے مخصوص حصہ کو بھی اپنے اور لوگوں کے درمیان مشترک فرما دیتے لیکن صرف خواص اس وقت حاضری دیتے اور آپ خواص پر اعتماد اور بھروسہ رکھتے کہ وہ میرے علوم اور تعلیمات کو عوام تک پہنچائیں گے اور آپ ان سے کوئی امر پوشیدہ نہیں رکھتے تھے (جس کے بیان کرنے میں ان کے لیے کسی طرح کا کوئی فائدہ ہوتا) جو وقت آپ نے امت کے لیے مخصوص فرمایا تھا۔ اس میں آپ کی سیرت مبارکہ اور عادت کریمہ یہ تھی کہ اہل فضل کو ان کے فضل اور برتری کے مطابق تزیین دیتے اور فوقیت دیتے کسی کی ایک ضرورت ہوتی۔ کسی کی دو حاجتیں ہوتیں اور کوئی بہت زیادہ حوائج لے کر حاضر ہوتا۔ آپ ان کے ساتھ مشغول و مصروف رہتے اور انہیں بھی ان امور میں مشغول و مصروف رکھتے جو ان کے لیے موجب اصلاح و فلاح ہوتے۔ ان سے ضروریات و حاجات دریافت فرماتے۔ پھر انہیں مناسب اور موزوں طریق کار کی اطلاع و خبر دیتے اور آپ فرماتے۔ یبلغ الشاهد الغائب۔ حاضرین کو چاہیے کہ جو غائب ہیں انہیں بھی ان احکام اور اُمور کی تبلیغ کریں۔ جو شخص اپنی حاجت مجھ تک پیش کرنے سے قاصر ہے تم اس کی حاجت و عرض مجھے بتلاؤ۔ کیونکہ جو شخص کسی بادشاہ اور حاکم وقت کو ایسے آدمی کی حاجت و ضرورت سے آگاہ کرتا ہے جو خود اپنی حاجت اور عرض پیش کرنے سے قاصر ہے اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کو ثابت قدم رکھے گا۔ ایسے لوگ ہماری مجلس میں داخل ہوتے ہیں۔ درانحالیکہ وہ قوم کے لیے حاجات و ضروریات کا انتظام و انصرام کرنے والے ہوتے ہیں اور جب تک علوم و اسرار سے فیضیاب نہیں ہو لیتے اور ان کی اپنی ضروریات



رسہنما بن کر نکلتے ہیں۔  
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ جواد و کریم

لم ارقبله ولا بعدة مثله صلى الله عليه وسلم -

## پچیسواں باب

بمیدین و قسم کا بیان

ذات اقدس کی قسم ہے۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کی قسم لاواستغفر اللہ تھیں مگر معاملے نہیں ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔



## چھبیسواں باب

### کلام بربرخواست مجلس

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں جب صحابہ کرام علیہم الرضوان جمع ہوتے اور آپ اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو زبان اقدس پر یہ مقدس کلمات جاری فرماتے۔  
سبحانک اللہم وبجداک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک واتوب الیک۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حیات طیبہ طاہرہ کے آخری ایام میں مجلس برخواست ہونے لگتی اور اٹھنے لگتے تو فرماتے۔ سبحانک اللہم وبجداک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک واتوب الیک۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اب آپ ایسے کلمات و روزبان بناتے ہیں جو قبل ازیں نہیں سنتے تھے؛ آپ نے فرمایا یہ کلمات طیبات مجلس میں جو فرو گذاشت ہو جائے اس کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں۔



# ابواب زہد رسول ﷺ

## باب اول

### دنیا سے اعراض اور بے اتفاقی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر آرام فرما ہوتے تو اس کے اثرات اور نشانات جدا طہر پر نمایاں نظر آتے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ ہمیں اطلاع دیتے تو ہم نرم ترین بچھونا آپ کے لیے بچھاتے تاکہ یہ تکلیف نہ ہوتی اور جدا طہر چٹائی سے اس طرح متاثر نہ ہوتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے دنیا سے کیا تعلق اور اُسے مجھ سے کیا واسطہ میری اور دنیا کی حالت یوں ہے جیسے ایک سوار نے سخت گرم دن کے اندر سفر کیا اور دوران سفر ایک درخت کے نیچے قیلولہ کیا پھر کوچ کر گیا اور درخت کو چھوڑ گیا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی وادی بظما کو سونا بنا کر مجھ پر پیش کیا۔ میں نے عرض کیا نہیں اے میرے رب کریم! مجھے یہ سونا درکار نہیں ہے بلکہ میں ایک دن بھوکا رہوں گا اور دوسرے دن پیٹ بھر کر کھاؤں گا۔ جب کھاؤں گا تو نمد و نکر بجا لاؤں گا اور جب خالی پیٹ ہوں گا تو تیری بارگاہ بے نیاز میں سرعجز و نیاز جھکاؤں گا۔ تفرع و ہزاری کروں گا۔ اور دعا کروں گا۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے دو گدے اور بچھوٹے بنائے جن کے اندر کھجور کا جالی والا پھلکا تھا اور خوشبودار گھاس جو سرکنڈا کی مانند ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا۔ مجھے دنیا سے کیا غرض اور دنیا کو مجھ سے کیا واسطہ و تعلق۔ میری اور دنیا کی حالت و کیفیت یوں ہے جیسے راہر و مسافر دوپہر کو آرام و سکون حاصل کرنے کے لیے تھوڑی دیر ایک درخت کے نیچے لیٹتا ہے اور قیلولہ کرتا ہے جب سایہ

ف۔ یہ حالت و کیفیت صرف آپ کی نہیں بلکہ سبھی کی ہے مگر امام الانبیاء و الامم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو کے اور اپنا عمل ہمارے سامنے رکھ کر ہمیں سبق دیا ہے کہ اس سہرا کو منزل نہ سمجھ بیٹھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سبق حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔



ڈھلتا ہے تو اپنی منزل کی طرف چل دیتا ہے اور پھر کبھی لوٹ کر اس طرف نہیں آتا۔

## دوسرا باب

### شانِ قناعت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے۔ اللھم اجعل رزق آل محمد قنوتاً۔ اے اللہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رزق محض قنوت کی حد تک ہو جس سے رشتہ حیات برقرار رہے (یعنی ناز و نعم میں پروردہ لوگوں جیسے انواع و اقسام کے کھانوں سے دور رکھ) اخرجہ البخاری والمسلم۔  
ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی رات کا کھانا صبح کے لیے بچا کر نہ رکھا اور نہ صبح کا رات کے لیے اور نہ ہی کوئی شے جوڑا جوڑا بناتے نہ دو کرتے نہ دو تہمد اور نہ ہی دو اوڑھنے والی چادریں اور نہ ہی دو جوتے اور نہ ہی کبھی گھر میں غارغ دیکھے گئے یا تو کسی مسکین کو جوتا سی کر دے رہے ہوتے یا بیوہ اور بے آسرا عورتوں کو کپڑے سی کر دے رہے ہوتے۔

## تیسرا باب

### اشیاء کا ذخیرہ کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے والے اوقات دایام کے لیے ذخیرہ نہیں کیا کرتے تھے (بلکہ اللہ تعالیٰ کی رزاقیت و رب العالمین پر مکمل اعتماد اور بھروسہ فرماتے اور یہ یقین رکھتے کہ جو کل کا دن لائے گا وہ کل کی روزی بھی ساتھ ہی لائے گا۔



## چوتھا باب

### روایات ذخیرہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنو النضیر کے اموال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مال غنمی تھے جن پر اہل اسلام نے نہ گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ ہی اونٹ یعنی بغیر جنگ و جدال اور حرب و قتال کے ہاتھ آئے تھے اور وہ اموال نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص تھے۔ آپ ان میں سے اہل بیت اور اہل خانہ کا ایک سال کا خرچہ نکال کر جو باقی بچتا اس کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ہتھیار اور سواریاں حاصل کرنے میں خرچ فرماتے۔

حضرت ابن عیینہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مجھے معمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کیا تم نے اس شخص کے متعلق کوئی حدیث سنی ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے ایک سال یا اس سے کم و بیش کا نفقہ ذخیرہ کر رکھے۔ اس وقت فوراً تو مجھے کوئی حدیث یاد نہ آئی مگر بعد میں وہ حدیث یاد آئی جو زہری رضی اللہ عنہ نے حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ نبی خدا علیہ التحیۃ والثناء بنو النضیر کی کھجوروں کا پھل فروخت فرماتے اور اپنے اہل خانہ کے لیے ایک سال کا نفقہ بچا لیتے۔

یہ روایت اور پہلی حدیث ایک ہی ہے اور معنی و مفہوم میں پوری طرح یکسانیت موجود ہے اور بخاری و مسلم دونوں اس پر متفق ہیں (لہذا اس کی صحت میں بھی کلام نہیں)۔

لہذا یہاں سائل کو سوال کرنے کا حق پہنچتا ہے کہ پہلے باب میں مروی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذخیرہ نہیں فرماتے تھے اور اس سے ذخیرہ کرنا ثابت ہو رہا ہے تو ان میں تطبیق و موافقت کیسے پیدا کی جائے گی؟ تو جواب یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ذات کے لیے ذخیرہ نہیں فرماتے تھے۔



# پانچواں باب

## نققات و اخراجات

زید بن سلام کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ ہوا زنی یعنی ابو عامر نے بیان کیا کہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ مؤمن رسول خدا سے ملا اور ان سے عرض کیا اے بلال مجھے بتلائیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کی صورت کیا تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شئی ذخیرہ نہیں کر رکھی تھی بلکہ زمانہ بعثت سے لے کر آخر وقت تک میں ہی جملہ اخراجات اور نققات کا انتظام و انصرام کیا کرتا تھا۔

جب کوئی مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور وہ ننگے بدن ہوتا تو آپ مجھے حکم فرماتے ہیں اس کے لیے کوئی شئی قرض لیتا اور چادر وغیرہ خسرتا اس کو پہناتا اور کھلاتا حتیٰ کہ ایک دن ایک مشرک مجھ سے ملا اور کہا میرے پاس بہتیرا مال ہے لہذا اور کسی سے قرض لینے کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ درکار ہو مجھ سے قرض لے لیا کرو میں نے ایسے ہی کیا۔

ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ میں وضو کر کے اذان کے لیے کھڑا ہوا تو وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ہمراہ آپہنچا اور مجھے دیکھ کر کہا اے حبشی! میں نے کہا بلیک۔ اس نے سخت کلامی اور تغلیظ و تشدید سے کام لیا اور کہا جانتا ہے مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں؟ میں نے کہا، قریب الاختتام ہی ہے۔ اس نے کہا صرف چار دن باقی ہیں اور اگر قرض ادا نہ کیا تو میں اس کے بدلے تجھے پکڑ لوں گا۔ کیونکہ میں نے جو کچھ تجھے دیا ہے وہ نہ تیری کرامت و عزت کے پیش نظر دیا ہے اور نہ ہی تیرے نبی و رسول کی خاطر بلکہ میرا صرف اور صرف یہ مقصد تھا کہ تو قرض لے کر واپس تو کر نہیں سکے گا، لہذا تجھے اپنا عبد اور غلام بنالوں گا اور جیسے کہ پہلے تو بھیڑ بکریاں چرایا کرتا تھا پھر تجھے اسی کام پر لگا دوں۔

مجھے اس کی حقارت آمیز گفتگو سے سخت قلق و اضطراب دامگیر ہوا جیسے کہ ہر شخص کو ایسے کلمات سن کر ہوتا ہے حتیٰ کہ جب عشاء کی نماز پڑھ لی گئی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حرم سرا میں تشریف لے گئے میں در دولت پر حاضر ہوا اور اندر حاضر ہونے کی اجازت کا طلبگار۔ اجازت ملنے پر اندر حاضر ہوا اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ یا رسول اللہ وہ کافر و مشرک جس کے متعلق میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ میں اس سے قرض لیتا ہوں۔ اس نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے اور نہ آپ کے پاس قرض لوا کرنے کے لیے کوئی شئی موجود ہے اور نہ ہی میرے پاس۔ لہذا وہ شخص مجھے رسوا کرے گا اور شرمسار مجھے اجازت فرمائی



تاکہ میں ان قبائل میں سے کسی قبیلہ کے ہاں چلا جاؤں جو حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ لینے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا مال نہ عطا فرما دے جو میرے اٹھائے ہوئے قرضے کی ادائیگی میں کفایت کر سکے میں ان کے ہاں بٹھرا رہوں۔

میں رسول معظم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے اٹھ کر اپنے گھر پہنچا۔ اپنے نیزے اور تلوار کو اپنے پاس اٹھا کر رکھا اور جوتے سر کے قریب رکھ کر مشرق کی جانب منہ کر کے لیٹ گیا تاکہ جوں ہی صبح صادق ہو گھر سے نکل جاؤں جب بھی آنکھ لگتی فوراً جاگ اٹھتا۔ جب دیکھتا ابھی رات باقی ہے تو پھر سو رہتا حتیٰ کہ صبح کا سفید نمونہ ہوا تو میں نے نکلنے کا ارادہ کیا۔ ناگاہ ایک شخص یا بلال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھتا ہوا بھاگا آ رہا تھا یعنی اسے بلال بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دو۔

میں گھر سے چلا۔ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ چار اونٹنیاں ساز و سامان سے لدی ہوئی موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا: تیرے لیے بشارت ہو، اللہ تعالیٰ نے تیرے قرضے کی ادائیگی کے لیے ساز و سامان بھیج دیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بجالایا۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تیرا گدراں چار اونٹیوں پر نہیں ہوا؟ (جو باہر دروازہ پر بٹھائی ہوئی ہیں) میں نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں؟ ارشاد ہوا وہ اور جو کچھ ان پر ہے وہ سب تیرے لیے ہے۔ میں نے دیکھا تو ان پر پہننے کے کپڑے تھے اور خور و نوش کا سامان تھا جو فدک کے رئیس نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ آپ نے حکم فرمایا اٹھو اور اپنا قرض فوراً ادا کر دو۔

میں نے حسب الارشاد ان سے کچھ سامان اتارا اور پھر ان کو باندھ کر صبح کی اذان کا ارادہ کیا جب نماز ہو گئی تو یقین کی طرف نکلا اور اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال کر بلند آواز سے اعلان کرنے لگا جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قرض لینا ہے وہ اپنا قرض وصول کر لے۔ میں اس ساز و سامان کو بیچ کر آپ کا قرضہ ادا کرتا رہا حتیٰ کہ اہل مدینہ کا آپ پر کوئی قرض باقی نہ رہا اور میرے پاس اتنی یا ساٹھ درہم باقی بچ گئے۔

میں مسجد شریف میں حاضر ہوا دن کا اکثر حصہ گزر چکا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے (جواب سلام کے بعد) دریافت فرمایا جو کچھ تیرے حوالے کیا تھا اس کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا جس شخص کا قرض واجب الا و تھا سب ادا ہو چکا۔ کیا کچھ بچا بھی؟ آپ نے دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کیا: جی حضور تقریباً دو دینار کی مالیت بچ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ بھی خرچ کر کے مجھے ان سے راحت و سکون دیتا کر دو۔ جب تک ان کو خرچ کر کے میرے لیے اطمینان و سکون کا سامان مہیا نہیں کر دوں گا میں اپنے اہل خانہ میں سے کسی کے ہاں بھی نہیں جاؤں گا (بلکہ یہیں بیٹھا رہوں گا) کوئی شخص ایسا نہ آیا جس کو وہ درہم دو دینار دیتا۔ چنانچہ آپ اس دن گھر شریف نہ لے گئے۔ رات مسجد میں ہی گزاری اور اگلا دن بھی۔ حتیٰ کہ



جب دن ڈھل گیا تو دو سوار آئے ہیں نے اُن کے لیے لباس اور خوراک کا انتظام کر کے اس بقایا رقم کو ختم کر دیا جب عشا کی نماز ادا فرمائی تو مجھے پکار کر فرمایا جو کچھ تیرے پاس بقایا تھا اس کا کیا ہوا میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے چھٹکارا اور راحت عطا فرمادی ہے تو آپ نے اللہ اکبر کہا اور حمد باری تعالیٰ بجالائے کہ مبارک ہو موت اور وفات اس حال میں آجائے کہ میرے ہاں یہ درہم و دینار موجود ہوں۔ پھر آپ اپنے دوستکدہ کی طرف متوجہ ہوئے اور میں آپ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ آپ ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے ہاں تشریف لے گئے انہیں سلام فرماتے ہوئے اپنی خواب گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ یہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نفقات اور اخراجات کا حال جس کے متعلق تو نے دریافت کیا تھا۔

## چھٹا باب

### معیشت نبویؐ

ابوحازم فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بار بار دیکھا کہ وہ اپنی انگلیوں سے تین کے ساتھ اشارہ فرما کر کہتے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ابوہریرہ کی جان ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل و عیال پوری دنیوی زندگی میں تین دن مسلسل گندم کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ نے دنیا فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرمایا۔

سماک بن حرب نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دوران خطبہ لوگوں کو دنیوی مال و متاع اور اسباب راحت و عیش میسر آنے کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ (فقر اور زہد اختیار) کے باعث سارا دن بھوک سے گزار دیتے بسا اوقات کم قیمت کھجوریں بھی بظاہر دستیاب نہیں ہوتی تھیں جن سے آپ پیٹ مبارک پُر فرمائیں۔

حضرت عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرمایا ہے کہ مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا آپ نے (زمانہ بعثت سے وصال تک) نہ چھاننی کو دیکھا اور نہ ہی چھانے ہوئے آٹے کی روٹی تناول فرمائی میں نے عرض کیا تو پھر اس جوہر کے آٹے کے ساتھ کیا کرتے تھے جس سے روٹیاں پکاتے تھے (اس کے ان چھنے آٹے کی روٹی



کیسے کھائی جاسکتی تھی، تو فرمایا بس پھونک مار دیتے جو چھان اڑ گیا اڑ گیا باقی آٹے کے ساتھ ہی پک جاتا۔ اور کھالیا جاتا۔ ف

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر خندق کھودنے کے دوران تین دن اس حال میں گزر گئے کہ انہوں نے بالکل کھانا تناول نہیں فرمایا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہاں خندق میں ایک سخت پتھر چٹان کی طرح کا نمودار ہو گیا ہے (جو ہماری تمام تر جدوجہد اور سعی و کوشش کے باوجود ٹوٹنے کا نام نہیں لیتا لہذا اب آپ ہی اس کو توڑیں، آپ نے فرمایا اس پر پانی پھڑکوا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پانی پھڑکا آپ تشریف لائے۔ ریلچے یا گینتی ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر تین ضربیں اس پر لگائیں تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت کے ٹیلے کی مانند نیچے بہنے لگا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں میں نے آپ کی طرف عجز سے دیکھا تو آپ نے اپنے پیٹ مبارک پر ہتھ باندھا ہوا تھا۔ (آخر جہ البغدادی والمسلم) حضرت عروہ رضی اللہ عنہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتی ہیں ہم ایک چاند دیکھتے پھر دوسرا دیکھتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں سے کسی گھر میں بھی چولہا نہیں جلتا تھا۔ میں نے عرض کیا اے خالہ جان! تو پھر تم کس چیز پر گزارا کرتے؟ آپ نے فرمایا پانی اور کھجوروں پر۔

محبوبہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عروہ کو فرمایا اے بھانجے! خدا ہم کے بعد دیگرے تین چاند دیکھتے مگر اس دوران سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں سے کسی گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ پھر اتنا عرصہ تم زندہ کیسے رہتے تھے؟ اور کس چیز پر گزارا کرتی تھی؟ آپ نے فرمایا۔ ہماری زندگی کا دار و مدار پانی اور کھجوروں پر تھا۔ البتہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی انصار تھے۔ اور کہتے ہی لپچھ پڑوسی تھے وہ! اُن کے شیردار جانور ہوتے۔ وہ ان میں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ پیش کیا کرتے تھے۔

نوفل بن ایاس ہمدانی کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک بڑا سیالہ

ف۔ قبضہ میں جس کے ساری خدائی اس کا بچھونا ایک چٹائی

نظروں میں کتنی سچ ہے دنیا صلی اللہ علیہ وسلم

کھانا جو دیکھو جو کی روٹی ان چھپتا آٹا روٹی موٹی

وہ بھی شکم بھر روزہ کھانا صلی اللہ علیہ وسلم



جس میں گوشت اور روٹی تھی لے کر حاضر ہوئے۔ جب وہ آپ کے سامنے رکھا گیا تو آپ رو دیے یہیں نے رونے کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں دنیا سے تشریف لے گئے کہ آپ نے اور آپ کے اہل نے جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی (اور ہمارے خند و نوش کا حال اب یہ ہے تو) میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں کسی بہتری کے لیے باقی نہیں رکھا گیا (بلکہ اندیشہ ہے کہ کہیں ہم اپنی اخروی نعمتیں دنیا میں ہی نہ کھا رہے ہوں) اور وہاں پہنچیں تو کہہ دیا جائے تم اپنے حصہ کی نعمتیں دنیا میں ہی کھا چکے ہو یہاں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے۔

ہفان بن کاہل فرماتے ہیں مجھے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ ہمیں ایک رات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر سے بکری کا بازو بطور ہدیہ بھیجا گیا۔ بخدا میں اس کو کپڑا رکھتی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے کاٹتے اور آپ میرے لیے روک رکھتے اور میں کاٹتی۔

میں نے عرض کیا اے ام المومنین کیا چراغ کے بغیر ہی اس کو کاٹ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اگر چراغ جلانے کے لیے زیتون دستیاب ہوتا تو اسے کھا ہی لیتے۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ماہ کامل گذر جاتا جس میں نہ وہ روٹی پکاتے اور نہ ہی ہنڈیا چولھے پر چڑھاتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بارگاہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں جو کی روٹی اور پرانی چربی لے کر حاضر ہوا جس کا ذائقہ بدل چکا تھا اور میں نے آپ کو فرماتے سنا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں صبح و شام کے لیے صرف ایک صاع (تقریباً چار سیر) طعام موجود ہے اور آپ کے اہل خانہ نو گھروں پر مشتمل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا آپ بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی؟ آپ نے فرمایا بھوک کی شدت ہے (جو کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں کرنے دیتی) میں رو دیا آپ نے فرمایا ابوہریرہ رو کی بات نہیں روئیے مت۔ جب بھوک میں مبتلا شخص رضا الہی اور قضا رباری پر صابر و شاکر ہو اور اس کو ثواب آخرت کی خاطر طبیب خاطر برداشت کرے تو ہر روز قیامت اسے بھوک کی تکلیف نہیں ہوگی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا روٹی کا ٹکڑا لے کر بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے فرمایا یہ کیسا ٹکڑا ہے؟ اے فاطمہ! آپ نے عرض کیا میں نے روٹی پکائی تھی (اور بغیر آپ کی خدمت میں پیش کئے) ساری روٹی خود کھانا طبیعت نے گوارا نہیں کیا لہذا یہ حصہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ آپ نے فرمایا اے فاطمہ! تین دن کے بعد یہ پہلا کھانا ہے جو تیرے باپ کے متہ تک پہنچا ہے۔



حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتساری کا وصال ہوا تو آپ کی زہر ایک یہودی کے ہاں تیس صاع جو کے بدلے گروہی پڑی تھی جو کہ آپ نے اپنے اہل و عیال کے کھانے کے لیے خرید فرمائے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ کی زہر مبارک ابو شمر یہودی کے ہاں گروہی پڑی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک یہودی کی طرف بھیجا جو گندم بیچ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اسے کہنا ہمیں دو کپڑے دے۔ جب بھی کچھ مال آگیا ہم قیمت ادا کر دیں گے۔ یہودی نے لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت جاری رکھی اور میری طرف توجہ نہ دی۔ جب ادھر سے فارغ ہوا اور وہ مشغولیت ختم ہوئی تو مجھے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ بخدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے نہ کھیتی باڑی ہے اور نہ مال مویشی وہ ہمیں قرض کہاں سے دیں گے اور کس طرح ادا کریں گے؟

میں واپس آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور یہودی کا جواب آپ کو عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ دشمن خدا نے جھوٹ بولا ہے۔ اگر وہ کپڑے ہمیں دے دیتا تو میں اس کی قیمت ادا کرتا اور دوسرے لوگوں سے بہتر طریقہ پر ادا کرتا۔ پھر فرمایا۔ اگر آدمی پیوند لگا کپڑا استعمال کرے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ امانت میں خیانت کرے اور اسے کھائے۔



# ابواب طہارت و عبادت

## باب اول

### بیت الخلا جانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا میں داخل ہوتے تو فرماتے۔

اللہم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث۔  
اے اللہ میں تیری ذات اقدس کی پناہ لیتا ہوں۔ ذکر و امانات خبیث خباثت سے قات

## دوسرا باب

### بیت الخلا سے نکلنا

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے: ینفرا الذی۔ اے اللہ میں تیری مغفرت و بخشش کا طلبگار ہوں

ف۔ اگرچہ قصار حاجت بشری تقاضا کے تحت لا بد ہی اس سے ہے اور اس سے چارہ نہیں لیکن اس دوران ذکر خدا تعالیٰ سے رکھنا ضروری ہے تو اس غیر ارادی اور بلا عمد صادر ہونے والی تعمیر اور کوتاہی پر بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب فرمایا کرتے تھے اور اس میں امت کے لیے ذکر خداوندی پر تاکید اکید ہے کہ کسی بھی موزوں وقت میں اسے ترک نہ کرنا چاہیے اور غفلت میں مبتلا نہ ہونا چاہیے۔

م۔ اس دعا سے مقصود اظہار عبودیت اور تواضع ہے ورنہ آپ کو جملہ عوالم پر باذن اللہ تصرف و تسلط حاصل تھا۔ نیز تعلیم امت بھی مقصود ہے کہ جب سرور عالم و عالمیان علیہ السلام ان سے نفوذ و تحفظ کے لیے بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہیں تو ہمیں بھی لامحالہ دعا کرنی چاہیے۔



## تیسرا باب

### زمین کا احترام

جیسے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کو بیت الخلا میں داخل ہوتے ہوئے دیکھتی ہوں اور پھر آپ کے بعد جو بھی داخل ہوتا ہے تو وہ آپ کے بطن اقدس سے نکلنے والی کسی شے کا نام و نشان نہیں دیکھتا (اس کی کیا وجہ ہے) آپ نے فرمایا اسے عائشہ تجھے معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دے رکھا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے فضلات مبارکہ کو نگل جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تھابے حاجت سے فارغ ہو کر غائط (بیت الخلا) سے باہر نکلتے تو میں بعد میں اندر داخل ہوتی مگر کوئی چیز نظر نہ آتی رہیں لے آپ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا اسے عائشہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ہمارے اجساد اور ابدان اہل جنت کے ارواح کی صفات و کیفیات پر پیدا کیے گئے ہیں ہم سے جو کچھ باہر آتا ہے اسے زمین نگل جاتی ہے اور نگاہ خلق سے پوشیدہ کر لیتی ہے مٹ

۱۔ دانا علمت کیا تمہیں معلوم نہیں ہے ایسے مقام پر استعمال کیا جاتا ہے جہاں وضاحت امر کا بیان مقصود ہو اور اس کا سوال و استفسار سے مستغنی ہوتا اگرچہ مخاطب کو معلوم نہ بھی ہو اور اس کے مقابل ایک لاتدری (تجھے معلوم نہیں) استعمال کیا جاتا ہے جہاں ایک امر کے فی نفسہ منفی ہونے کا اور غیر ظاہر ہونے کا بیان مقصود ہو خواہ مخاطب کو معلوم ہی کیوں نہ ہو جیسے

وما یدریک لعلما یزکی ادینا کو فتنتہ الذکور حالانکہ یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کا صاحب ایمان و ایقان ہونا معلوم تھا اور اس کا نصیحت حاصل کرنے کے لیے متاہل و مستعد ہونا آپ کے علم میں تھا۔

۲۔ محشی نے ان روایات کو بیدار صحت اور کتاب و سنت کے حقائق سے متصادم و مناقض اور بدیہات عقل کے منافی قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم اسے کوئی آیت یا حدیث نظر آئی جس میں زمین کو برازا نبیاء نہ نکلنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسکو کس نے بتایا کہ مقام انبیاء وہی ہے جو تم بدہست عقل سے جان لو اور اس کو نظر و فکر کی تکلیف دینے بغیر حالانکہ نظر عقل اور فکر و دہم اور خیال و گمان خلق سے مقام انبیاء علیہم السلام علی الخصوص مقام سید الرسل امام الکمل صلی اللہ علیہ وسلم ارفع و اعلیٰ ہے تو محشی صاحب اپنے آپ کو پتا نہیں کسی ارفع و اعلیٰ معیار پر فائز سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں نظر عقل میں تو اس کی حکمت واضح ہے کہ برازا ظاہر زمین پر موجود ہو تو کوئی شخص بھی دیکھ کر نفرت کا اظہار کر سکتا ہے اور اس طرح جناب نبوت میں اسادت و بلے ادبی کا



از کتاب لازم آئے گانیزایہ فضیلت کا نگاہِ خلق سے مخفی رہنا مردت کے قبیلہ سے ہونے کی وجہ سے مناسب بلکہ لازم ہے شباب ۲۵۳  
لہذا اس مبداء کو ہی ختم کر دیا گیا اور پیشاب میں یہ صورتحال نہیں ہوتی فوراً زمین میں جذب ہو جاتا ہے اور لبر وغیرہ تدریجاً پاخانہ سے آتی تھکتی اور  
نہ ہی پیشاب سے بلکہ اس جگہ سوائے کستوری وغیرہ جیسی خوشبو کے اور کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا۔

شیخ محقق مدارج جلد اول صفحہ ۲۵ پر فرماتے ہیں۔ ناسخ میشد از ان بوسے خوش۔ اور بعض صحابہ سے روایت نقل فرما کر آخر میں فرمایا دیدم در انجا کھونج پس گزتم آنہارا و بافتم آنہارا را کھ طیبہ الغرض بول اور میرا میں جسم و جرم کے ظہور و عدم ظہور کے لحاظ سے فرق واضح ہے لہذا احکام میں بھی فرق پیدا فرما دیا ایک کے متعلق زمین کو نکل جانے کا حکم دیا اور دوسرے کے متعلق نہیں دیا اور بعض روایات میں دونوں کا حکم ایک جیسا معلوم ہوتا ہے یعنی زمین با مر خداوندی دونوں کے نکلنے کی پابند ہے اور ام ایمن رضی اللہ عنہا نے پیشاب مبارک کو پیا تو وہ لکڑی کے پیالہ میں کیا گیا تھا کہ زمین پر نیز آپ نے کمال تنزہ کے پیش نظر حجرہ مبارکہ میں پیشاب سے اجتناب فرمایا کیونکہ وہ محل نزول ملائکہ۔ اور مقام نزول وحی ہے اور جائے عبادت خداوندی لہذا اس کا ظاہر و باطن فضلات سے منزہ ہونا چاہیے اگرچہ وہ پاک ہی کیوں نہ ہوں کذا قال الشہاب اقول جیسے کہ عاب دہن پاک ہے مگر مسجد کو اس سے پاک رکھنا ضروری ہے لہذا پیالہ میں پیشاب فرمانا نہ طہارت فضلات کے منافی ہے اور نہ زمین کے فضلات کو نکلنے کے نیز متعدد محدثین کرام نے ان روایات کو نقل فرمایا ہے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں ان کو شمار فرمایا اور متقی الامتہ بالقبول صحت روایت کی دلیل ہوتی ہے لہذا اس قسم کی روایات کو موضوع اور ناقابل اعتبار قرار دینا قطعاً غلط ہے۔ ملاحظہ ہو مدارج جلد اول صفحہ ۲۵ شفا شریف صفحہ ۲۵۳ شرح شفا علی القاری جلد اول صفحہ ۲۵۳ علامہ علی قاری کا اور علامہ خجندیہ نے ابن وحیہ کے حوالہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت جس کو امام ابن سعد نے نقل کیا ہے۔ فرمایا سندہ ثابت دھو قوی مافی هذا الباب یعنی اس کی سند ثابت ہے اور اس باب میں مروی روایات میں سب سے قوی روایت یہ ہے اور جب صحت متن ثابت ہو جائے تو بعض طرق کا صنف مضر نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں محدثین کی بحث صحت روایات کے متعلق محض تحقیق و تصحیح اسناد سے متعلق ہوتی ہے اور یہ ایک صناعتی اور اصطلاحی امر ہے اس سے انکا مقصود استبعاد متن یا اس کا استحالة بیان کرنا نہیں ہوتا۔ شیخ اجل فرماتے ہیں صاحب مواہب لدنیہ نے ابو الفرج نہروانی سے نقل کیا ہے آپچہ دریں احادیث آمدہ قطرہ البیت از وریائے فضل نبی مختار و اندک بیت از لبیر آنچه کرم گردانید پڑگا حبیب خود را و ریع گردانیدہ است بدان مرتبت و منزلت اور ار و سخنان محدثان بر حکم صناعتی است کہ در تحقیق و تصحیح اسناد و از مذہب بحث استبعاد و استحالة آں عاٹا لہذا بالغرض کسی محدث نے ان روایات اور کسی قسم کی دوسری روایات کے متعلق بحث کی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ بدایت عقل ان کو محال سمجھتی ہے اور باطل محض نعوذ باللہ من هذا الجزرة۔



## چوتھا باب

### وضو اور غسل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو میں ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھوتے اور وضو کا برتن ایسا ہوتا تھا جس میں دو رطل یعنی ایک سیر پانی سما سکتا تھا اور ایک صاع پانی کے ساتھ آپ غسل فرماتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ السلام ایک صاع پانی سے غسل فرماتے اور ایک مِہْ دیر پانی سے وضو فرماتے۔

## پانچواں باب

### ہر نماز کیلئے وضو

عمر بن عامر سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے وقت وضو جدید فرماتے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ تمہارا عمل کیسے ہوتا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک ہی وضو سے نمازیں ادا کرتے رہتے جب تک وضو قائم رہتا اور حدت طاری نہ ہوتا۔

(الفرد با خراجہ البخاری)

## چھٹا باب

### ایک ہی وضو سے متعدد نمازیں

سیمان بن بربیدہ اپنے باپ حضرت بربیدہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے انگ وضو فرمایا کرتے جب فتح مکہ کا دن آیا تو آپ نے وضو فرمایا اور نمازیں پڑھیں فرمایا اور چند نمازیں



ایک ہی وضو کے ساتھ ادا فرمائیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا یا رسول اللہ آپ نے آج ایسا عمل فرمایا ہے جو پہلے نہیں فرماتے تھے آپ نے فرمایا اسے عمر میں نے عمداً اور دیدہ و دانستہ ایسا کیا ہے۔ (تاکہ علی طور پر بھی تمہیں تعلیم دوں کہ وضو واحد سے متعدد نمازیں ادا کرنا درست ہے)

## ساتواں باب

### مسواک کرنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے مسواک کرنے کا حکم اس قدر تاکید کے ساتھ کیا گیا کہ میں نے گمان کیا کہ اس کے متعلق مجھ پر قرآن مجید کی سورت میں احکام نازل ہوں گے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ مبارک کو مسواک سے اچھی طرح مزین فرماتے۔

## آٹھواں باب

### نخنہ پر مسح

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھا اور ایک منزل میں رفاقت کے شرف سے مشرف۔ آپ نے قضاء حاجت فرمائی اور جیسے نماز کے لیے وضو کیا جاتا ہے اس طرح وضو فرمایا اور نخنہ پر مسح فرمایا۔ (الخروج البخاری والمسلم۔)



# نواں باب

## کیفیت غسل

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہانے کا پانی حاضر کیا اور غسل والے برتن میں ڈالا۔ آپ نے دائیں ہاتھ سے پانی لے کر بائیں پر ڈالا اور دو تو ہاتھوں کو دھویا۔ پھر زیناف حصہ کو دھویا۔ پھر بایں ہاتھ مٹی پر ملا اور اسے دھویا۔ پھر کلی فرمائی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر چہرہ اقدس کو دھویا بعد ازاں سر اقدس پر پانی بہایا۔ پھر اس جگہ سے سرک کر اپنے پاؤں کو دھویا۔

---



# ابواب صلوٰۃ رسول اکرم ﷺ

## باب اول

### کیفیت صلوٰۃ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کا افتتاح و آغاز سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جلالک ولا اله الا انت سے فرماتے۔

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے باہم گفتگو کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر آگیا تو حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے تم سب سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت نماز یاد اور محفوظ ہے میں نے آپ کو نماز ادا کرتے وقت دیکھا کہ بکیر تحریر کے وقت اپنے دونوں ہاتھ مبارک کندھوں کے برابر بلند فرماتے اور جب رکوع فرماتے تو دونوں ہاتھ گھٹنوں پر اچھی طرح جماتے پھر اپنی پیٹھ مبارک کو ہموار فرماتے جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بالکل سیدھے کھڑے ہوتے حتیٰ کہ ریڑھ کی ہڈی کا ہر حصہ اپنی اپنی جگہ پر لوٹ آتا اور جب سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو زمین پر اس انداز سے رکھتے کہ نہ تو ان کو زمین پر بالکل بچھا کر فرش کی مانند بناتے اور نہ بالکل ہی اوپر اٹھائے رکھتے اور دونوں پاؤں مبارک کی انگلیوں کو قبلہ کی جانب منسوب کرتے اور جب دو رکعت ادا کرنے کے بعد تشہد میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں مبارک کو بچھا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں مبارک کھڑا رکھتے۔  
(خرجہ البخاری والمسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو مختصر فرماتے (قرأت کے اعتبار سے) اور تمام و مکمل فرماتے (رکوع و سجود اور قومہ و جلسہ کے لحاظ سے یا طے سانی کے پیش نظر طویل قرأت بھی مختصر معلوم ہوتی تھی لہذا مجموعی طور پر تمام و مکمل بھی ہوتی تھی اور دوسروں کی نسبت انتہائی مختصر بھی۔  
حضرت سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز کا آغاز فرماتے تو بکیر تحریر کے لیے دونوں ہاتھ مبارک کندھوں کے برابر بلند فرماتے اور یوں ہی جب رکوع فرمانے لگتے یا رکوع سے سر اقدس اٹھاتے وقت البتہ دونوں سجدوں کے



درمیان ہاتھ مبارک نہیں اٹھاتے تھے (اور نہ ہی سجدہ پر جاتے وقت اور نہ سجدہ سے اٹھتے وقت) عہ  
عبد اللہ بن قاسم فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے تھے تو آپ  
نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت عملی طور پر نہ دکھلاؤں۔ ہم نے عرض کیا  
ہاں کیوں نہیں؟ انہوں نے یکسر کہی پھر قرأت فرمائی بعد ازاں رکوع فرمایا۔ دونوں ہاتھوں کو حالت رکوع میں  
گھٹنوں پر رکھا حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر قائم ہو گئی۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر قائم ہو گیا۔ پھر  
سجدہ فرمایا حتیٰ کہ ہر عضو اور ہر ہڈی اپنی جگہ پر قائم ہو گئی۔ پھر سر اٹھایا اور دوسرا سجدہ بھی پہلے کی طرح ادا کیا دوسری  
رکعت میں بھی اسی طرح کیا جیسے کہ پہلی رکعت میں عمل کیا تھا۔ پھر فرمایا ایسے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے۔

## دوسرا باب

### فرض نمازوں میں مقدار قرأت

حضرت ابو ہریرہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ساٹھ آیات

عہ۔ رفع یدین کے متعلق بھی روایات وارد ہیں اور رفع یدین نہ کرنے کے متعلق بھی اور دونوں طرح کا عمل صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین  
سے بھی مروی و منقول ہے۔ روایات دونوں طرف صحیح ہیں لہذا محض ترجیح والی صورت باقی رہ جاتی ہے علامہ ابن اہمام نے  
فتح القدیر میں اور حضرت فتح اہل نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ یا تو ترک رفع کی روایات ناسخ ہیں اور رفع یدین والی منسوخ چونکہ  
نماز کے سب واجبات و فرائض اور سنن و آداب یکبارگی بیان نہیں فرمائے گئے تھے بلکہ تدریجاً ان کو پابند کیا گیا حتیٰ کہ پہلے نماز  
میں کلام بھی کر لی جاتی تھی۔ سلام کا جواب بھی دے دیا جاتا تھا مگر بعد میں اس کو منسوخ قرار دیا گیا اسی طرح ظاہر یہی ہے کہ ابتداء میں  
رفع یدین کا حکم تھا اور بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عمر بن الخطاب اور دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم  
کا رفع یدین نہ کرنا حالانکہ وہ ہر وقت حاضر بارگاہ ہوتے تھے اور احوال مصطفوی پران کی نظر رہتی۔ اور ان کے حفظ و ضبط میں  
کوشاں رہتے تھے، نسخ مگر واضح دلیل ہے اور یا پھر ان روایات میں جب باہم تعارض ہے اور عمل صحابہ و تابعین بھی مختلف ہے۔  
تو اس طرف رجوع کیا جائے گا اور اصل نماز میں سکون ہے نہ کہ بار بار ہاتھوں کو حرکت دینا لہذا ترک رفع یدین والی روایات راجح  
ہیں اور مطابق اصل۔ مزید تشریح کے لیے ترمذی شریف، عمدۃ القاری، شرح البخاری، للعلامة العینی، موطا امام محمد رحمہ اللہ شریف  
فتح القدیر وغیرہ ملاحظہ فرمادیں۔



سے سو آیات تک تلاوت فرماتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ظہر و عصر (یعنی سری نمازوں) میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ لگاتے تھے۔ ہم نے پہلی دو رکعت میں آپ کے قیام کا اندازہ تیس آیات کی قرأت و تلاوت کے برابر اور پہلی دو رکعت میں اس سے نصف قرأت کے برابر اندازہ لگایا۔  
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے ان کو سورہ مبارکہ والمرسلات عرفا پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا تو نے مجھے یہ سورۃ یاد دلادی یہ وہ آخری سورت ہے جو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں تلاوت کرتے سنا۔  
حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے اس میں والتین والزیتون کی تلاوت فرمائی۔

## تیسرا باب

### استغفار

تراد جو کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ کی طرف لکھا کہ مجھے تحریری طور پر اس امر کی اطلاع دو جو تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد سنا ہوا اور دیکھا ہوا۔ تو انہوں نے یہ لکھا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ فرماتے ہوئے سنا۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ لہ الملك ولہ الحمد وهو علی کل شیء قلیب۔ اللہم لا ما نفع

لما اعطیت ولا معطى لما منعت ولا ینفع ذا الجہنمک الجہنم۔ (خرج البخاری والمسلم)

حضرت ثوبان جو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں فرماتے ہیں کہ جب آپ نماز سے فارغ ہو کر منہ مبارک قبلہ سے پھیرنے کا ارادہ فرماتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے۔ پھر فرماتے۔

اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔



## چوتھا باب

### دن میں نفل

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی محافظت اور پابندی کسی نفل نماز پر نہیں فرماتے تھے جتنی کہ فجر کی دو رکعت پر محافظت و مداومت فرماتے تھے۔

حضرت ابوامرہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں ایک مہینہ قیام فرما رہے ہیں نے آپ کو دیکھا کہ بول ہی سورج ڈھلتا آپ کے ہاتھ میں اگر پوری دنیا کا کام و انتظام ہی کیوں نہ ہوتا آپ اس کو ترک فرما دیتے اور اگر آپ سوئے ہوئے ہوتے (تو یوں معلوم ہوتا) کہ آپ کو کسی نے پکڑا کر اٹھا دیا ہے اور بیدار کر دیا ہے۔ آپ غسل فرماتے یا وضو فرماتے۔ پھر چار رکعت نماز نفل ادا فرماتے جن کو پوری طرح تمام و مکمل فرماتے اور حسن ادائیگی کا اہتمام فرماتے اور ہر رکن میں پوری طرح تمکون و اعتدال سے کام لیتے۔

میں نے اُن کے متعلق دریافت کیا کہ ان پر مداومت اور اُن کے لیے اتنا اہتمام آپ کیوں فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا آسمان اور جنتوں کے دروازے اُس وقت کھولے جاتے ہیں اور وہ دروازے اُس وقت تک بند نہیں کیے جاتے جب تک یہ نماز پڑھی جاتی ہے تو میں اس امر کا امیدوار ہوں کہ میری طرف سے اس ساعت میں میرے رب کریم کی بارگاہ میں یہ خیر اور نیکی صود کرے اور اس کی بارگاہ قبولیت تک پہنچے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر سے قبل چار رکعت اور نماز فجر سے قبل دو رکعت ادا فرماتے اور کسی بھی حال میں ترک نہ فرماتے۔ (انفرد باخراجه البخاری)

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر سے قبل چار رکعت میرے گھر میں ادا فرماتے اور پھر مسجد کی طرف تشریف لے جاتے اور نماز ادا کرتے پھر میرے گھر مراجعت فرما ہوتے اور دو رکعت ادا فرماتے۔ نماز مغرب مسجد میں ادا فرماتے پھر میرے گھر قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعت ادا فرماتے جب عشا کی نماز پڑھا کر واپس تشریف فرما ہوتے تب بھی دو رکعت ادا فرماتے۔

(باخراجه المسلم)



## پانچواں باب

### بروز جمعہ نماز فجر کی قرأت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز فجر میں  
الم تنزیل اور هل اقی کی تلاوت فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

## چھٹا باب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب کریم علیہ السلام نماز فجر ادا فرما کر طلوع آفتاب تک  
مسجد میں ہی اپنی جائے نماز پر جلوہ فرما رہتے (اور بعد از طلوع و ارتفاع آفتاب دو رکعت ادا فرما کر باہر تشریف  
لاتے) (انفواب خزائن المسلم)

## ساتواں باب

### نماز چاشت

حضرت ابو یسٰیٰ سے مروی ہے کہ مجھے کسی نے نہیں بتلایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز  
چاشت ادا فرماتے دیکھا ہے۔ صرف حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقعہ  
پر ان کے ہاں تشریف لائے غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نماز چاشت ادا فرمائی۔ میں نے آپ کو اس قدر خفیت  
اور مختصر نماز ادا کرتے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ البتہ آپ رکوع و سجود مکمل طور پر ادا فرماتے تھے یعنی صرف قرأت میں  
اختصار تھا اور تسبیحات رکوع و سجود میں۔ (افزجہ البخاری و المسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت چار رکعت



ادا فرماتے اور جس قدر اس میں اضافہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا اضافہ بھی فرمالیتے۔ (انفرد بہ المسلم)  
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی ایک کے ہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ آپ سے عرض کیا گیا کیا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز چاشت ادا فرمایا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا میں نے آپ کو صرف اسی دن ادا کرتے دیکھا ہے  
 حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ ضعیفی یعنی نماز چاشت اس تسلسل کے ساتھ ادا فرماتے کہ ہم خیال کرتے آپ اس کو اب ترک نہیں فرمائیں گے اور آپ ترک فرماتے تو کسی کسی دن گزر جاتے ہم یہ سمجھتے اب آپ ادا ہی نہیں فرمائیں گے۔

## آٹھواں باب

### نوافل شبانہ اور قیام لیل

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کونسا عمل زیادہ محبوب اور پسندیدہ تھا؟ تو آپ نے فرمایا عمل دائم اور تسلسل میں نے عرض کیا آپ کس وقت صلوٰۃ لیل کے لیے اٹھتے؟ تو انہوں نے فرمایا جب مرغ کی اذان سنتے اور وہ آدھی رات کے وقت اذان دیتا تھا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے تو اچھی طرح مسواک سے منہ مبارک کو اندر سے ملتے اور رگڑتے۔ (آخرہ البخاری والمسلم)

حضرت صدیقہ عقیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حبیب خدا علیہ السلام رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو دو خفیف اور مختصر رکعت کے ساتھ آغاز و افتتاح فرماتے۔ (انفرد بخارجہ مسلم)  
 (ایک قول یہ ہے کہ یہ دو رکعت شکرانہ وضوء التحیۃ الصغیرہ ہوتی تھیں اور دوسرا یہ کہ مناسبتہ میں سے ہوتی تھیں)

ف۔ آپ نے صرف اپنے دیکھنے کی نفی فرمائی ہے لہذا دوسرے حضرات کی روایات اور اس روایت میں کوئی منافات نہیں۔ نیز تعداد



خالد بن معدان کہتے ہیں کہ مجھے ربیعہ جرشہ نے بیان کیا ہے کہیں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوتے تو کیا پڑھتے اور افتتاح و آغاز کس چیز سے کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس مرتبہ اللہ اکبر دس مرتبہ الحمد للہ پڑھتے دس مرتبہ سبحان اللہ اور دس مرتبہ لا الہ الا اللہ و زبان فرماتے اور دس مرتبہ استغفار فرماتے اور اللھم اغفر لی و اھدنی و ارزقنی دس مرتبہ پڑھتے اور دس مرتبہ فرماتے اللھم انی اعوذ بک من الضیق یوم الحساب۔ (اسے اللہ میں تجھ سے روز حساب کی تنگی سے پناہ مانگتا ہوں)۔

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوئی دن عبادت کے لیے مخصوص فرماتے تھے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ آپ کا عمل دائمی اور مسلسل ہوتا اور تم میں سے کون ان اعمال کی طاقت رکھتا ہے جن کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں طاقت قدرت تھی۔

ابو سلمہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رمضان المبارک میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا آپ رمضان المبارک اور دوسرے مہینوں میں رات کے وقت گیارہ رکعت سے زیادہ نفل ادا نہیں فرماتے تھے۔ پہلے چار رکعت ادا فرماتے اور ان کی ادائیگی میں وہ جسن ہوتا اور قرارت و تسبیحات اس قدر طویل کہ بس کیا پوچھتے ہو؟ پھر چار رکعت ادا فرماتے پس ان کے حسن و طولانی کے متعلق مت پوچھئے پھر تین رکعت (وتر) ادا فرماتے مے

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وتر ادا کرنے سے قبل سو جاتے ہیں پھر اٹھنے پر نماز ادا فرمانے لگتے ہیں حالانکہ ہمیں آپ کے خراٹوں کی آواز سنائی دیتی ہے) تو آپ نے فرمایا اسے عائشہ میں اپنے متعلق یہ عقیدہ رکھنا ہوں اور جزم و یقین کہ میری صرف آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے وہ نہیں سوتا (لہذا مجھے نیند نہ تو ادائیگی وتر سے مانع ہو سکتی ہے اور نہ ہی وضو ٹوٹنے سے بے خبر کر سکتی ہے)۔

علہ۔ اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ وتر کی رکعات تین ہیں اور ایک سلام سے ادا کی جائیں اور حضرت حسن بصری سے مروی ہے اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی اخرھن۔ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ وتر کی تین رکعت ہیں اور صرف آخر میں سلام پھیر جائے۔ امام طحاوی نے مدینہ منورہ کے فقہاء سبہ سعید بن مسیب، عمرو بن زبیر، قاسم بن محمد، ابو بکر بن عبد الرحمن، خارجی بن زید، سعید اللہ بن عبد اللہ و سلیمان بن یاسر سے یہی نقل کیا ہے اور وتر کے تین رکعت ہونے کی روایت نسائی شریف میں موجود ہے اور مستدرک حاکم میں اور جے علامہ ابن الجوزی نے ذکر کیا ہے وہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ ہذا واللہ و رسولہ اعلم۔



عبداللہ بن شعیق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز کتنی اور کیسے ادا فرماتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا۔ آپ رات کو بعض اوقات جمع وتر کو رکعت ادا فرماتے اور آپ رات کا بہت بڑا حصہ نماز ادا کرنے میں صرف فرماتے کبھی بجاالت قیام اور کبھی بیٹھ کر قنوت فرماتے جب قنوت حالت قیام میں فرماتے تو رکوع و سجود بھی اس حالت میں فرماتے یعنی قیام سے رکوع و سجود کی طرف انتقال فرماتے اور اگر قنوت بجاالت جلوس و قعود فرماتے تو بعض اوقات رکوع و سجود بھی اسی حالت میں فرماتے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک میں ضعف اور ثقل طاری ہو گیا تو آپ نوافل شب میں بیٹھ کر قنوت فرماتے جس قدر کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قنوت کرانا چاہتا۔ جب سورہ میں سے تمیں یا چالیس آیات رہ جاتیں تو آپ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے اور بقیہ آیات کی تلاوت قنوت فرماتے۔ پھر رکوع و سجود فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لیے قیام فرماتے تو یہ کلمات طیبہ زبان اقدس پر جاری فرماتے۔

اللهم لك الحمد انت نور السموات والارض ومن فيهن - ولك الحمد انت قيم السموات والارض ومن فيهن ولك الحمد انت الحق وعدك حق ولقائك حق والجنة حق والنار حق والساعة حق والنيون حق ومحمد (صلى الله عليه وسلم) حق اللهم لك اسلمت وعليك توكلت وبك امنت واليك انبت وبك خاصمت واليك حاكمت فاغفر لي ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت ولا اله غيرك -

ترجمہ۔ اے اللہ تیرے لیے حمد و ثنا ہے تو آسمانوں زمینوں اور ان کے درمیانی جملہ اشیاء کو اور فضا کو منور فرمانے والا ہے اور تیرے لیے ہی حمد ہے تو آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے اسے برپا اور قائم رکھنے والا ہے۔ تیرے لیے حمد ہے تو حق ہے اور قائم و دائم۔ تیرا وعدہ حق ہے۔ تیری بقا حق ہے جنت و نزع اور قیامت حق ہیں۔ سب انبیاء علیہم السلام بالنعوم اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بالخصوص برحق ہیں۔ اے اللہ میں نے صرف تیری اطاعت کی ہے اور تجھ پر اعتماد و بھروسہ اور فقط تیری الوہیت پر ایمان لایا ہوں۔ میرا رجوع اور بازگشت صرف تیری طرف ہے اور تیری توفیق و اعانت سے اعداء دین کے ساتھ مخاصمت کرتا ہوں اور جملہ تصفیہ طلب امور کا فیصلہ بھی پرچھوڑتا ہوں۔ لہذا میرے لیے پہلے اور پچھلے خفیہ و علانیہ امور کی مغفرت فرما



(جو تیری نگاہ اقدس میں موزوں و مناسب نہ ہوں) تو یہی سبقت عطا فرمانے والا ہے اور مقام قرب سے پیچھے ہٹا دینے والا۔ لا الہ الا انت ولا الہ غیرک۔

حضرت کرب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ام المومنین زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رات گزاری۔ میں گدے کی چوڑائی (عرض) والی جانب لیٹا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لمبائی (طول) والی جانب آرام فرما ہو گئے۔ حتیٰ کہ جب رات آدھی ہوئی یا اس سے ذرا پہلے یا پیچھے تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور چہرہ اقدس کو مل کر منہ کے اثرات کو دور فرمانے لگے۔ پھر آپ نے سورہ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں پھر ایک پرانے مشکیزہ کی طرف بڑھے اور اس سے وضو فرمایا اور خوب وضو فرمایا پھر نماز میں مصروف ہو گئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اٹھا اور میں نے بھی وہی طرز عمل اپنایا جیسے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر میں آپ کے ساتھ (بائیں جانب) کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک میرے سر پر رکھا اور میرے دائیں کان کو پکڑ کر فراملا (اور مجھے پیچھے سے کھینچ کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا) پھر آپ نے دو دو رکعت ادا فرمائی شروع کیں۔ جب دس رکعت ہو گئیں تو پھر وتر ادا فرمائے اور بعد ازاں گدے پر لیٹ گئے جب مؤذن نے حاضر ہو کر نماز کے لیے عرض کیا تو آپ نے دو خفیف سی رکعتیں (سنت فجر) ادا فرمائیں پھر مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور نماز فجر ادا فرمائی۔

نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے یہ دُعا مانگی۔

اللہم اجعل فی قلبی نوراً و فی سمعی نوراً و فی بصری نوراً و عن یمنی نوراً و عن شمالی نوراً و اھامی نوراً و خلفی نوراً و اجعل لی نوراً۔

تو جب اے اللہ میرے دل میں نور پیدا فرما اور میرے کانوں میں نور پیدا فرما میری آنکھوں میں نور پیدا فرما اور

ن۔ دُعا حبیب بارگاہ محیب میں خبیثت پذیر تو ہو نہیں سکتی لہذا لامحالہ ان اعضاء مبارکہ اور ذات مبارکہ کو اللہ تعالیٰ نے نورانی بنا دیا اور آپ کی ہر جانب کو بھی لہذا سمع و بصر کے ادراک میں سب امت بلکہ سب انبیاء و رسل سے ممتاز ہو گئے اور ذات اسقدر نورانی ہو گئی کہ سایہ ہی باقی نہ رہا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور تسلیم کرنے پر مگر طے والے حضرات کو یہاں غور کرنا چاہیے اور اپنی مذہب و جماعت سے باز آنا چاہیے۔ نیز یہ احادیث ان احادیث کے منافی نہیں جن میں آپ کے نور کا سب سے اقل مخلوق ہونا ثابت ہے کیونکہ آپ نے نور علی نور کیے جانے کی دُعا فرمائی اور حقیقت کے نور ہی ہونے کے ساتھ ساتھ لباس بشری اور حجاب بدنی کے بھی نورانی بنائے جانے کی دُعا فرمائی۔



میرے دائیں بائیں آگے اور پیچھے نور پیدا فرما اور میرے لیے نور پیدا فرما (اور بعض روایات میں واجھلتی نوراً ہے یعنی مجھے نور بنا)۔

حضرت صفوان بن مہطل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک سفر تھا۔ میں نے آپ کی نماز شب اور نماز تہجد کا مشاہدہ کرنے کے لیے تاک لگا رکھی تھی۔ آپ نے نماز عشاء ادا فرمائی۔ پھر سو گئے جب آدھی رات ہو گئی تو بیدار ہوئے اور سورہ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں۔ بعد ازاں مسواک فرمائی اور وضو کیا اور دو رکعت ادا فرمائیں۔ میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ ان کا قیام طویل تھا یا رکوع و سجود پھر آرام فرما ہو گئے۔ بعد ازاں بیدار ہوئے پھر وہی آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں۔ مسواک فرمائی اور وضو فرما کر دو رکعت نماز ادا فرمائی اور پھر آرام فرما ہو گئے۔ بعد ازاں بیدار ہو کر حسب سابق عمل فرمایا اور آپ کا یہ عمل اسی طرح وقفہ وقفہ سے جاری رہا حتیٰ کہ آپ نے گیارہ رکعت مکمل فرمائیں۔

زید بن خالد حبشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے (اپنے دل سے یہ عہد کیا کہ میں آج) رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ یل کا ضرور بالضرور مشاہدہ کروں گا۔ میں نے آپ کی دہلیز کو یا آپ کے خیمہ کو دسادہ و تکیہ بنایا (اور لیٹ گیا) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی مگر مختصر پھر دو رکعت جو انتہائی طویل تھیں۔ پھر دو رکعت ادا فرمائیں جو ان سے مختصر تھیں۔ پھر دو رکعت جو ان سے بھی مختصر تھیں اور بعد ازاں دو رکعت ادا فرمائیں جو پہلی دو سے بھی مختصر تھیں۔ پھر نماز وتر ادا فرمائی اور اس طرح سے تیرہ رکعت نماز ادا فرمائی۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں: بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کے متعلق مختلف روایات وارد ہیں بعض میں سات رکعت۔ بعض میں نو رکعت اور بعض روایات میں گیارہ رکعت اور تیرہ رکعت کا ذکر ہے۔ لیکن ان میں کوئی مخالف و تعارض نہیں ہے۔ بعض اوقات آپ تعداد رکعت کم فرماتے (اور قرات میں طوالت فرمادیتے) اور بعض اوقات قرات میں اختصار فرماتے اور تعداد رکعات بڑھا دیتے (یا تھکان وغیرہ نہ ہوتی اور وقت وسیع ہوتا تو رکعات زیادہ ادا فرماتے اور اگر وقت میں کمی ہوتی یا بدن اقدس میں تھکان وغیرہ کے اثرات محسوس ہوتے تو تعداد رکعات میں کمی فرمادیتے) آپ کی تھکان کو بھی امت پر رحمت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

## نواں باب

### تہجد میں طوالت قیام

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد



اداکی۔ آپ نے سورہ بقرہ شروع فرمائی میں نے سوچا آپ سو آیات تلاوت فرما کر رکوع فرمادیں گے مگر آپ قرأت فرماتے رہے۔ میں نے خیال کیا سورہ بقرہ تک تلاوت فرمادیں گے اور پھر رکوع کریں گے مگر آپ نے سورہ نسا شروع فرمادی حتیٰ کہ اس کو ختم فرمایا۔ پھر آل عمران تلاوت فرمائی اور آپ ترسیل و تریل کے ساتھ قرأت فرماتے رہے اور جب ایسی آیت مقدسہ پر پہنچے جس میں تسبیح کا حکم ہوتا تو تسبیح بھی ادا فرماتے اور جب ایسی آیت مقدسہ تلاوت فرماتے جس میں سوال اور طلب حاجت کا ذکر ہوتا تو سوال فرماتے اور حاجت طلب فرماتے اور جہاں توفیق اور نیاہ خداوند تبارک و تعالیٰ طلب کرنے کا ذکر ہوتا تو نیاہ طلب فرماتے۔ پھر آپ نے رکوع فرمایا اور سبحان ربی العظیم پڑھنا شروع فرمایا اور آپ کا رکوع بھی قیام کے قریب تھا۔ پھر رکوع سے سرافند بلند فرمایا۔ سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور قومہ میں تقریباً اتنی دیر قیام فرمایا جتنی دیر رکوع میں مصروف رہے پھر سجدہ فرمایا اور سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے رہے اور آپ کا سجدہ بھی قیام کے قریب قریب تھا۔

حضرت ابو داؤد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد ادا کی۔ آپ نماز میں قیام فرما رہے (اور قرأت فرماتے چلے گئے) حتیٰ کہ میں نے برا ارادہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ نے کیا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے جس بڑے امر کا ارادہ کیا تھا وہ یہ تھا کہ میں بیٹھ جاؤں (اور بیٹھ کر نماز ادا کروں) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالت قیام میں رہیں۔

ف: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کرنے سے جب عاجز آگیا تو میں نے بیٹھنے کا ارادہ کیا مگر یہ بہت برا ارادہ تھا لہذا اس کو عملی جامہ نہ پہنایا حالانکہ لفظی نماز بیٹھ کر ادا کرنا جائز ہے اگرچہ اس پر نصف اجر و ثواب ملتا ہے مگر جو از میں کلام نہیں تو اس امر کو جو شرعاً جائز ہے بڑا کیوں کہا اور اس پر عمل کیوں نہیں کیا تو وہ صرف اور صرف اس لیے کہ اگر میں بیٹھ کر نماز ادا کروں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حالت قیام میں رہیں تو محبوب خدا سرور انبیاء علیہ التحیۃ و التسلیم کی جناب عزت مآب میں بے ادبی اور انساعت بنے گی۔ لہذا قیام کو ہی ترجیح دی اور بیٹھنے کا ارادہ ترک فرمادیا۔ کذا فی حاشیہ البخاری جلد اول ص ۱۵۳۔ وعمدة القاری شرح البخاری جلد ۱ ص ۱۸۴ و کذا فی فتح الباری و المستطانی۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نماز میں قیام فقط سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے لیے کیا اور اللہ تعالیٰ کی رخصت سے فائدہ اس لیے نہ اٹھایا کہ محبوب کریم علیہ السلام کی شان اقدس میں گناہی و بے ادبی نہ لازم آئے اور دوسری طرف نام نہاد توحید کے علمبرداروں کا حال یہ ہے کہ نماز میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ مبذول کرنا گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہونے سے بدرجہا برا جانتے ہیں۔ (مغزوہ بالشہ)

(ملاحظہ ہو صراطِ مستقیم، مولفہ مولوی اسماعیل دہلوی)



ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب صلوٰۃ لیل ادا فرماتے تو اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو کر پھٹ جاتے۔ فرمائی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس قدر مشقت اٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت و بخشش کا اعلان فرما چکا ہے اور آپ کے صدقہ میں تو آپ کے پہلوں اور کھپلوں کے ذنوب و آثام اور لغزشات و زلات کی معافی کا اعلان فرما دیا ہے اور مغفرت کا مژدہ سنا دیا ہے تو آپ نے فرمایا اسے عائشہ کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں (اس کا کرم جتنا بڑھتا جائے گا میرا سرنیاز اسی قدر ختم ہوتا چلا جائے گا اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ کرم و عنایت کا اظہار کرے اور میں اس کی عبادت میں کمی و کوتاہی شروع کر دوں)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے اندر ایک خواہش پیدا فرمائی ہے اور میری خواہش قیام لیل اور نماز تہجد ہے۔ حضرت منیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے حتیٰ کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے اور سوزش معلوم ہوتی۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ قیام لیل میں اس قدر مشقت اٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ عنایت آپ کے لیے اعلان مغفرت اور مژدہ بخشش سنا دیا ہے تو آپ نے فرمایا: افلا اکون عبداً شکوراً کیا میں اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والتناۃ نے درود کی تکلیف محسوس فرمائی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہم آپ پر درود کا اثر دیکھتے ہیں۔ (اس کا موجب اور باعث کیا ہے) تو آپ نے فرمایا جو کچھ درود و تکلیف دیکھ رہے ہو اس کے باوجود میں نے گزشتہ رات میں ابتدائی سات طویل ترین سورتیں نماز میں تلاوت فرمائی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر عبادت کی اور مجاہدہ و ریاضت فرمائی کہ آپ پر ان کے شکنجہ کی مانند ہو گئے (ریاضت و مشقت نے بدن اقدس کو ضعیف اور کمزور کر دیا اور بدن کا تماسک اور گوشت کا ہڈیوں سے ربط و تعلق نرم پڑ گیا اور بڑھاپے کے اثرات نظر آنے لگے)۔



## دسوال باب

### تمام رات ایک ہی آیت کی تلاوت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات ایک ہی آیت کریمہ تمام رکعات نوافل میں تلاوت فرمائی۔  
 حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک رات نماز ادا فرمائی اور صبح صادق ہوئے تک ایک ہی آیت کی تلاوت فرماتے رہے اور رکوع و سجود فرماتے رہے اور وہ آیت مقدسہ یہ تھی۔  
 ان تعد بہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانت انت العزیز الحکیم۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے بندے ہیں اور تیرے ہاتھوں مغلوب و مقہور اور اگر معاف فرما دے اور بخشش سے نواز دے تو اس کا اہل ہے کیونکہ تو غالب اور حکمت والا ہے، جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ساری رات صبح تک یہ آیت تلاوت فرماتے رہے اور اسی کے ساتھ رکوع و سجود فرما کر رکعات مکمل فرماتے رہے، آپ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لیے حق شفاعت طلب کیا اور اس نے اپنے فضل و کرم سے مجھے یہ حق عطا فرما دیا ہے اور یہ شفاعت انشاء اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو نصیب ہوگی جو شرک و کفر سے مجتنب رہا اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوا۔

## گیارہواں باب

### صفت قراءت اور کیفیت تلاوت

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رات کو اپنے مکان کی چھت پر ہوتی اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت و قراءت کی آواز سنا کرتی۔  
 ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کلمات کو الگ الگ کر کے ادا فرماتے تھے الحمد للہ رب العالمین پڑھ کر وقف فرماتے پھر الرحمن الرحیم پڑھ کر وقف فرماتے۔



حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نقلی نماز میں بیٹھ کر قرات فرماتے اور ایک چھوٹی سورت پڑھتے مگر ترتیل و ترسیل کے ساتھ اس طرح ادا فرماتے کہ وہ لمبی سورتوں سے بھی لمبی ہو جاتی۔

یعنی بن مملک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات اور نماز کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا آپ لوگوں کو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق دریافت کرنے سے کیا غرض؟ (یہ سوال تب کروا کر آپ کی کیفیت صلوات معلوم کر کے اس کی مانند نماز ادا کر سکو اور حبیب تمہارے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے تو پھر پوچھنے سے کیا مطلب آپ نماز ادا فرماتے پھر سو جاتے اور جبنا وقت نماز میں صرف ہوتا تھا اتنی دیر سوتے رہتے۔ پھر جتنی دیر آرام فرماتے اتنا وقت نماز میں استعمال فرماتے پھر اتنی دیر آرام فرماتے جتنی دیر نماز ادا فرماتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔ پھر انہوں نے آپ کی قرات کی حکایت نقل فرمائی تو وہ ہر کلمہ الگ الگ ادا فرما رہی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات اتنی بلند ہوتی کہ اس کو جو لوگ حجرہ مبارکہ اللہ گھر میں ہوتے وہ سماعت فرما لیتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات کبھی بلند آواز سے ہوتی تھی اور کبھی آہستہ آواز کے ساتھ۔

## بارہواں باب

### حسن صوت

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی مبعوث فرمایا۔ اس کو حسن صوت سے بھی مشرف فرمایا اور تمہارے نبی اکرم رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی خوب رو تھے اور حسن صوت کے مالک۔



## تیرھواں باب اوقات ختم قرآن

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تین رات دن سے کم وقت میں قرآن مجید ختم نہیں فرماتے تھے۔

## چودھواں باب

### دعا بعد از ختم قرآن کریم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن مجید ختم فرماتے تو کھڑے ہو کر دعا مانگتے۔

## پندرھواں باب

### اوقات وتر

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں نماز وتر ادا فرمائی اکبھی اول حصہ میں کبھی وسط میں لیکن زندگی مبارک کے آخری ایام میں اپنے وقت سحر کے قریب وتر ادا فرماتے۔ (افضل البغاری والمسلم)

ابو عبد الرحمن ابن ابی نعیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر میں یمن سواریں سبح اسم ربك الاعلیٰ قل یا ایہا الکافرون اور قل ھو اللہ احد تلاوت فرماتے اور حب سلام پھیرتے تو یمن مرتبہ سبحان الملك القدوس، سبحان الملك القدوس، سبحان الملك القدوس فرماتے اور تیسری دفعہ آواز مبارک کو بلند فرماتے اور ایک روایت میں انہی سے مروی ہے کہ تیسری مرتبہ اس کلمہ



میں تطویل فرماتے۔

ابو عبد الرحمن بن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح اسود ربك  
الا على، قل يا ايها الكافرون، قل هو الله احد اور معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ  
برب الناس کے ساتھ وتر ادا فرماتے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت نماز وتر ادا  
فرماتے تھے۔ پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلى دوسری میں قل يا ايها الكافرون اور تیسری رکعت میں قل  
هو الله احد کی تلاوت فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دو دو رکعت ادا  
فرماتے رہتے اور آخر میں ایک رکعت کا اضافہ فرما کر جنت کو دتر بنا دیتے۔ (اخرجه البخاری والمسلم)

## سو گھواں باب

### تہجد کے فوت ہونے پر طرز عمل

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز  
تہجد اگر کسی عارضہ کے تحت یعنی نیند کے غلبہ یا دروالم اور مرض کی وجہ سے رہ جاتی تو آپ دن کو زوال  
سے قبل بارہ رکعت ادا فرماتے۔

## بستر صواں باب

### نماز تراویح

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے



رمضان المبارک میں بیس رکعت علاوہ وتر کے ادا فرمائیں۔ ملے

## اٹھارہواں باب

### نماز تراویح کو خوف فرضیت کے تحت ترک فرمانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں نماز ادا فرما رہے تھے میں اگر آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے متعدد آدمی اگر آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے گئے حتیٰ کہ ہم ایک جماعت بن گئے۔ جب آپ نے ہماری موجودگی کا اور آپ کی اقتدار کرنے کا احساس فرمایا تو نماز میں اختصار فرمایا۔ پھر اٹھ کر اپنی قیامگاہ میں تشریف لے گئے اور وہیں نماز ادا فرمائی ہمارے ہاں نماز نہ پڑھی۔

صبح ہوئی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ہماری اقتدار کو آج رات جان لیا تھا اور ہماری موجودگی کو محسوس فرمایا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں! اسی وجہ سے تو میں نے نماز میں اختصار کیا اور الگ جا کر نماز پڑھنے لگا۔

علاء بیس رکعت تراویح والی مذکورہ بالا روایت ابو شیبہ راوی کی وجہ سے محدثین کے نزدیک ضعیف ہے مگر ضعیف راوی اور ضعیف سند علی الاطلاق ضعیف متن کو مستلزم نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ سند ضعیف ہو مگر متن صحیح اور درست ہو جیسا کہ ترمذی شریف میں متعدد روایات کے متعلق امام ترمذی ضعیف کا حکم بھی کرتے ہیں اور ساتھ ہی تصریح فرماتے ہیں کہ سبھی علما اور اباب عسلم کا مذہب مختار یہی ہے اور اس روایت کی بحسب المعنی صحت پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع واضح دلیل ہے۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیس رکعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوتی تو ان کا انہیں اختیار کرنا اور صحابہ کرام میں سے کسی کا آپ پر اعتراض نہ کرنا متصور نہیں ہو سکتا تھا۔ نیز جب ضعیف روایت متعدد ضعیف طرق و اسناد سے مروی ہو تو وہ قوی بن جاتی ہے اور درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے تو جس کی تائید کوئی ضعیف روایت نہیں بلکہ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کر رہا ہو اور توارث اہل اسلام اور جمع ازمان و اعصار میں اہل ایمان کا بیس رکعت پر اتفاق اور ان پر عمل پیرا ہونا اس کی تصدیق کر رہا ہو اسکی صحت کا انکار ممکن نہیں ہے لہذا اسی بہانے ایک متفق علیہ راستہ کو چھوڑ کر نیا راہ تلاش کرنا اور اہل اسلام میں تفریق و انتشار پیدا کرنا قطعاً غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُسْلِمِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَ مَصِيرًا جو مومنین کی راہ سے الگ راہ اختیار کرتا ہے ہم اُسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور پھر جہنم کی دہشت انگ میں اس کو ڈالیں گے اور وہ بہت بڑا ٹھکانا ہے۔ رکذاتی المطاوی علی مرآتی الفلاح۔



حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کے قریب مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور نماز ادا فرمائی۔ بعض صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ صبح ہوئی تو لوگوں میں رات باجماعت نماز ادا کرنے کا تذکرہ ہونے لگا۔ تو دوسری رات پہلی کی نسبت زیادہ تعداد میں لوگ جمع ہو گئے۔ آپ دوسری رات مسجد میں تشریف لائے اور نماز ادا فرمائی۔ صحابہ کرام نے بھی آپ کی اقتدار میں نماز ادا کی۔ لوگوں نے باہم اس کا تذکرہ کیا تو تیسری رات اور زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے نماز ادا فرمائی۔ حاضرین نے بھی آپ کی معیت میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ چوتھی رات ہوئی تو اتنے لوگ جمع ہو گئے کہ مسجد میں سما نہیں سکتے تھے اور مسجد کی وسعت ان کے لیے تنگ ہو گئی مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف نہ لائے۔ صحابہ عرض کرنے لگے: الصلوٰۃ یا رسول اللہ یا رسول اللہ! نماز کے لیے باہر تشریف لائیں اور ہمیں نماز پڑھائیں۔ مگر آپ ان کی طرف نہ نکلے حتیٰ کہ صبح ہوئی تو نماز فجر کے لیے تشریف لائے۔ نماز ادا کرنے کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ پڑھا اور پھر فرمایا: بعد از حمد و ثنائے باری! غور سے سنو اور یقین رکھو آج رات تمہارا عمل اور حال مجھ پر معنی نہیں رہا لیکن میں اس لیے باہر نہیں نکلا اور تمہیں نماز ادا نہیں کرائی کیونکہ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں تم پر اس کو فرض و لازم نہ کر دیا جائے اور تم اس کی ادائیگی سے عاجز آ جاؤ اور اس میں قصور و کوتاہی کر کے مجرم و گنہگار بن جاؤ۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز تراویح کی طرف ترغیب دیتے تھے اور قیام و رمضان کی طرف خصوصی توجہ دلاتے تھے البتہ اس کے کہ ان کو اس کا پابند بنائیں اور ان کو لازمی امر فرماویں بلکہ فرماتے: من قام رمضان ایما نادا احتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ جو شخص رمضان المبارک کی راتوں میں ایمان کے ساتھ اور ثواب باری تعالیٰ حاصل کرنے کی خاطر قیام کرے گا۔ اور نماز تراویح ادا کرے گا اس کے تمام پہلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

## انسواں باب

### سجود شکر

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بھی آپ کوئی ایسی خبر سنتے یا لیا امر مشاہدہ فرماتے جو آپ کی مسرت اور خوشی کا موجب ہوتا تو آپ سجدہ شکر ادا فرماتے۔

ف۔ امام الائمہ سراج الامہ حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس حدیث میں نماز شکرانہ مراد ہے اور سجود چونکہ جزو نماز ہے لہذا کل نماز کو جزو الے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دراصل مسنون نماز شکرانہ ہے نہ فقط سجود۔



# ابوابِ روزہ

## بابِ اول

### ماہانہ روزے اور افطار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب نفلی روزے رکھتے تو اس طرح رکھتے کہ دیکھنے والا کہتا کہ اب آپ افطار نہیں کریں گے اور مسلسل روزے رکھتے چلے جائیں گے اور آپ روزے رکھنا ترک فرماتے تو اس طرح ترک فرماتے کہ دیکھنے والے کہتے بخدا اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔ سعید بن جبیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم کہتے آپ افطار اور ترک کا ارادہ ہی نہیں رکھتے اور جب ترک فرماتے تو ہم کہتے کہ آپ روزے رکھنے کا ارادہ نہیں رکھتے اور آپ کے رمضان المبارک کے علاوہ مسلسل پورا مہینہ روزے نہیں رکھے جب سے آپ مدینہ منورہ تشریف لائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول ثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا ہر ماہ میں آپ اس قدر روزے رکھتے کہ ہم دل ہی دل میں کہتے کہ اب آپ افطار نہیں فرمائیں گے اور جب آپ افطار فرماتے اور روزے رکھنا بند فرماتے تو ہم خیال کرتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے اور رات کے جس حصے میں بھی کوئی شخص آپ کو نماز پڑھتے دیکھنا چاہتا وہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھ سکتا تھا اور جو شخص آپ کو رات کے کسی حصے میں سوئے ہوئے دیکھنا چاہتا تو وہ آپ کو بخواب راحت دیکھ سکتا تھا یعنی آپ نہ ساری رات نیند فرماتے اور نہ ہی ساری رات بیدار رہتے۔

کیوں نہ اس مبارک عادت کو معجزہ سے تعبیر کیا جائے۔



## دوسرا باب

### ماہانہ تین روزے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ پہلے تین دن کے روزے رکھتے۔

حضرت معافہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں میں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا آیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ماہ تین دن روزے رکھتے تھے تو انہوں نے فرمایا ہاں! میں نے پوچھا کون سے ایام صیام کے لیے مخصوص فرماتے؟ تو انہوں نے فرمایا آپ اس امر کا اہتمام نہیں فرماتے تھے اور پروا و دھیان نہیں رکھتے تھے کہ کن ایام کے روزے رکھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ تین دن روزے رکھتے تھے۔ ہر ماہ کا پہلا سووار پھر اس سے متصل جمعرات پھر اس سے متصل جمعرات۔

## تیسرا باب

### پیر اور جمعرات کا روزہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صیام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ صیام کے لیے سووار اور جمعرات کے دن کی تحری فرماتے اور خصوصی دیکھ بھال اور اہتمام۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ متعدد ایام مسلسل صیام میں مصروف رہتے حتیٰ کہ گمان کیا جاتا کہ آپ مسلسل روزے رکھتے چلے جائیں گے اور روزے ترک فرما دیتے حتیٰ کہ یوں گمان ہوتا کہ آپ سرے سے روزے رکھیں گے ہی نہیں۔ ماسوا و دونوں کے ہفتہ میں سے اگر صیام میں آجاتے تو نبیؐ ورنہ بالخصوص ان دنوں میں روزے ضرور رکھتے رہیں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مسلسل روزے رکھتے ہیں حتیٰ کہ افطار اور ترک صیام بعید معلوم ہوتا تھا اور افطار و ترک پر آتے ہو تو روزے رکھنا بعید معلوم ہوتا ہے ماسوا و دونوں کے اگر ان صیام میں آجائیں تو ٹھک ورنہ آپ اللہ کے روزے سے امتناع نہ رکھتے۔



فرمایا کہ دودن؛ میں نے عرض کیا سو مو اور خمیس (جمعرات) تو آپ نے فرمایا کہ یہ دودن ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں تو میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل بارگاہ رب العالمین میں ایسے موقع پر پیش ہو کہ میں روزہ دار ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعمال عباد ہر سو مو اور جمعرات (خمیس) کو بارگاہ رب العالمین میں پیش کیے جاتے ہیں اور میں اس امر کو محبوب رکھتا ہوں کہ جب میرے اعمال بارگاہ خداوندی میں پیش کیے جائیں تو میں روزہ دار ہوں۔

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والتناہ سو مو اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔

## چوتھا باب

### شعبان المعظم کے روزے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام سال کے مہینوں میں اتنے زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے جتنے کہ ماہ شعبان میں رکھتے۔ آپ تقریباً سارے ماہ شعبان کے روزے رکھتے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم شعبان معظم میں روزے رکھتے تھے۔

حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے میں اتنے روزے نہیں رکھتے تھے جتنے کہ شعبان میں رکھتے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کسی مہینے میں اس کثرت سے روزے نہیں رکھتے جتنے کہ شعبان میں رکھتے ہیں؛ تو آپ نے فرمایا یہ ایسا مہینہ ہے جو جب درمضان کے درمیان ہے (اور قرب رمضان کی وجہ سے اس میں روزے رکھنے سے) عام لوگ غفلت برتتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں بندوں کے اعمال بارگاہ رب العباد میں پیش کیے جاتے ہیں۔ لہذا میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال جس وقت بارگاہ خداوندی میں پیش ہوں تو میں روزہ دار ہوں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مسلسل دو ماہ روزے



رکھتے نہیں دیکھا ماسوا شعبان و رمضان کے آپ شعبان کو رمضان المبارک کے ساتھ ملا کر روزے رکھتے تھے  
امام ترمذی فرماتے ہیں یہ اسناد صحیح ہے۔

## پانچواں باب

### صوم وصال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال شروع فرمایا۔  
جس میں نہ شام کو افطار فرماتے اور نہ صبح سحری کھاتے، تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کا شرف اتباع  
حاصل کرنے کے لیے صوم وصال شروع کر لیا۔ تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو صوم وصال رکھتے ہیں،  
(اور میری مماثلت و مشابہت اختیار کرتے ہیں) انکم لستم مثلی یقیناً تم میری مانند نہیں ہو۔ بخدا اگر یہ بہینہ ابھی  
اختتام پذیر نہ ہوتا تو میں صوم وصال کو اتنا طویل فرماتا کہ متمتع لوگ اپنے تمتع کو چھوڑ دیتے اور ہر معاملہ میں اتباع کی  
سعی کرنے والے اس سے گریز کرتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھا تو لوگوں نے

عہ شعبان المعظم میں اکثر حصہ روزے رکھنا مراد ہے مگر بعض روایات میں بطور مبالغہ اس کو کل شعبان سے تعبیر کر دیا گیا ہے لہذا  
یہ روایات ان روایات کے منافی نہیں ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ آپ رمضان المبارک کے علاوہ پورا مہینہ روزے نہیں  
رکھتے تھے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ عام روایات ان روایات کے پیش نظر مخصوص ہوں یعنی شعبان کے علاوہ دوسرے  
مہینوں کا حال یہ تھا کہ پورا مہینہ آپ ان میں روزے نہیں رکھتے تھے۔

یہ روایات صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث میں مختلف صحابہ سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہیں جن کی  
صحیحیت میں کلام ممکن ہے اور ان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت سے امتیازی مقام اور امتیازی حیثیت صاف ظاہر ہے



بھی شوق و اتباع میں صوم وصال شروع کر لیا۔ آپ نے فرمایا۔

انی نست مشدکو، انی اطل یطعننی ربی ویسقینی۔

بیشک میں تمہاری مانند نہیں ہوں۔ میں دن کو رب تبارک و تعالیٰ کے ہاں ہوتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے (اور تمہیں یہ شرف و کرامت حاصل نہیں لہذا تم ایسے طویل ترین روزے رکھنے کی ہمت نہیں رکھتے لہذا ایسے معاملات میں میرے ساتھ مماثلت کی کوشش نہ کیا کرو)

ہے تو اس تقدیر پر وصال صوم اور اس کا تسلسل ختم ہو گیا بلکہ عام متناوب معبود روزہ والی صورت بن گئی پھر شریعت کی نفی اور مماثلت کی منوعیت کا کوئی معنی نہیں رہے گا۔

جواب۔ محدثین کرام نے اس سوال کے مختلف وجوہ سے جواب دیے ہیں۔ اولے۔ روزہ کو توڑنے کا موجب مستند کھانا پینا ہے اور جو خرق عادت اور شان اعجازی کے طریقہ پر ہو وہ ناقض صوم نہیں ہے خواہ دن میں ہی کیوں نہ ہو۔ دوم۔ یہاں حقیقی کھانا پینا مراد نہیں ہے بلکہ اس کا لازم یعنی قوت و طاقت کا عطا کیا جانا مراد ہے بغیر اس کے کہ آپ کوئی چیز تناول فرمادیں لہذا اب بھی روزہ کا تسلسل و وصال منقطع ہونا لازم نہیں آئے گا۔

صوم۔ اس کھلانے پلانے سے مقصود سیری اور سیرابی پیدا فرمانا ہے یعنی اللہ تعالیٰ میرے اندر کوئی چیز کھائے پیے بغیر سیری اور سیرابی پیدا فرمادیتا ہے اور مجھے بھوک پیاس محسوس نہیں ہوتی اور محض قوت و طاقت عطا فرمانے سے سیری و سیرابی لازم نہیں آتی۔ لہذا دوسرے اور تیسرے جواب میں فرق واضح ہو گیا۔

چہارم۔ یہاں محسوس کھانا پینا مراد ہے اور نہ ہی سیری و سیرابی کا عطا کرنا وغیرہ کیوں کہ روح صوم تشنگی ہے اور جوع اور نہ ہی قوت و طاقت مراد ہے کیونکہ صوم سے مقصود ریاضت بدن اور اس کی تضعیف ہے بلکہ مختار یہ ہے کہ طعام و شراب سے روحانی غذا مراد ہے یعنی حصول معارف، لذات مناجات اور فیضان لطائف الہی جو دل اقدس پر وارد ہوتے تھے اور انکی بدلت غذا اُسے جمائی اور اس کے لازم سے استغنا حاصل ہو جاتا تھا اور اس امر کا مجازی محبتوں اور حسی مسرتوں میں تجربہ و مشاہدہ کیا جا چکا ہے تو پھر محبت حقیقی اور مسرت معنوی اور وہ بھی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور الشرب العزت کے درمیان تو وہاں بھوک و پیاس کے احساں کا کیا امکان ہو سکتا ہے۔ کذا قال الشیخ فی اشعۃ اللمعات جلد دوم ص ۸۶۔



## چھٹا باب

### روزہ افطار کرنے کی اشیاء

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب ادا فرمانے سے پہلے چند تازہ کھجوریں کے ساتھ روزہ افطار فرماتے اور اگر وہ نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں کے ساتھ افطار فرماتے اور اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو چند گھونٹ پانی نوش فرماتے۔

## ساتواں باب

### دُعائے افطار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی گھر میں روزہ افطار فرماتے تو فرماتے۔

افطر عندکوا الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکۃ۔  
تمہارے ہاں روزہ دار لوگ روزہ افطار کریں تمہارا کھانا ابراہار اور متقی لوگ کھائیں اور تم پر ملائکہ صلوات  
درحمت بھیجیں۔

## آٹھواں باب

### رمضان المبارک کا عشرہ اخیرہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے آخری عشرہ میں تمام رات جاگتے اور اہل خانہ کو بھی جگاتے اور مباشرت ازواج سے اجتناب فرماتے اور فصاں شریف تک آپکا عمل اسی طرح رہا۔



حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان شریف کا آخری عشرہ آجاتا تو آپ اپنی چادر (تہ بند) کو سخت کر کے باندھتے یعنی اپنی ازواج مطہرات سے الگ رہتے۔

## نواں باب

### اعتکافِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے اور آپ کا یہ عمل مسلسل رہا حتیٰ کہ آپ نے دارغمانی سے دارِ جادوانی کی طرف انتقال فرمایا۔

## دسواں باب

### عید الفطر اور کھانا

عبداللہ بن زید اپنے باپ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف اس وقت تک تشریف نہ لے جاتے جب تک کچھ تناول نہ فرمالیتے۔ اور عید اضحیٰ کا دن ہوتا تو کوئی چیز کھائے بغیر عید گاہ تشریف نہ لے جاتے اور جانور ذبح فرماتے تو اس سے کھانے کا آغاز فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم جب تک عید الفطر کے دن چند دانے کھجور جو کہ طاق ہوتے تناول نہ فرمالیتے تو عید گاہ تشریف نہ لے جاتے۔

## گیارہواں باب

### نیزہ اٹھانا

نجاشی نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو ایک چھوٹا نیزہ بطور تحفہ و ہدیہ پیش کیا تھا۔ وہ نیزہ عیدین کے



موقع پر آپ کے آگے آگے (خدام اٹھا کر) لے چلتے۔ (تاکہ بطور سترہ کام دے۔ موزی جانور سامنے آئے تو اسے قتل کیا جاسکے۔ ڈھیلے وغیرہ اکھیڑنے پڑیں تو اس ضرورت میں کفایت کرے۔ وغیرہ الک من الفوائد۔)

## بارہواں باب

### تکیراتِ عسین

عمر بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے موقع پر بارہ بجیریں کہیں۔ سات بجیریں پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں اور نہ نماز عید سے پہلے آپ نے نماز پڑھی اور نہ ہی اس کے بعد۔ علیہ

## تیرہواں باب

### عید گاہ اور تبدیلیِ راہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب عید گاہ سے نکلتے تو

علیہ تکیراتِ عیدین میں روایات مختلفہ وارد ہیں جو روایت ابن جوزی نے نقل فرمائی ہے یہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے اور ائمہ ثلاثہ کا مختار یہی ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ ہر رکعت میں زائد تکیرات تین تین ہیں اور یہی امام البیہقی رضی اللہ عنہ کا مختار ہے۔ ابو داؤد شریف میں سعید بن العاص سے منقول ہے کہ میں نے ابو موسیٰ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تکیرات عید کے متعلق دریافت کیا تو حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا چار بجیریں مثل تکیرات جنازہ کے اور فرماتے ہیں تکیرات افتتاح و زوائد اور حضرت حذیفہ نے ان کی تصدیق فرمائی۔ نیز اختلاف روایات جب ثابت ہو گیا تو اقل مراتب کو ترجیح ہوگی کیونکہ تکیرات زوائد اور رفع یدین خلاف مہود ہے لہذا اقل مرتبہ پر اکتفا راجح ہوگا۔ کذا فی اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۶۴۴۔



اس راستہ کے علاوہ راستہ اختیار فرماتے جس پر عید گاہ کی طرف تشریف لے جاتے۔  
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کی طرف ایک راہ  
سے تشریف لے جاتے اور دوسری راہ سے مراجعت فرماتے۔

۴۔ راستہ تبدیل فرمانے کی مختلف حکمتیں اور مصلحتیں بیان کی گئی ہیں۔

اول۔ ہر دور راستے اور اس کے ساکنین پر قیامت گواہ بن جائیں۔

دوم۔ اظہار شعار اسلام و اظہار ذکر خدا۔

سوم۔ کفار و منافقین کو غیظ و غضب میں ڈالنا۔

چہارم۔ ہر دور راہ کے ساکنین اہل اسلام کو جمال باکمال کے دیدار سے مشرف فرمانا اور اُن کے سوالات کا جواب دینا اور اُن

کو تعلیم و ارشاد سے مشرف فرمانا وغیرہ وغیرہ لیکن شیخ اجل فرماتے ہیں حق یہ ہے کہ یہ سب احتمالات ہیں جو ہر شخص نے اپنے فہم و

فکر کے مطابق استنباط کیے ہیں اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اور عقول خلق انفعال نبویہ کے اسرار و حکم اور مصالح و

رموز کے ادراک سے قاصر ہیں۔ اشمۃ اللمعات جلد اول ص ۶۲۲



# ابواب حج و عمرہ

## پہلا باب

### احرام حج

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت سے قبل کئی حج ادا فرمائے مگر بعد از ہجرت صرف ایک حج ادا فرمایا۔ جس کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذی الحلیفہ میں احرام باندھا اور جب آپ کی اونٹنی آپ کے سوار ہونے کے بعد کھڑی ہوئی تو آپ نے بلند آواز سے تبلیہ پڑھا۔

## دوسرا باب

### تلبیہ نبوی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تلبیہ مبارک یہ تھا۔ **لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ لَا شَرِيكَ لَكَ۔** میں تیری بارگاہ اقدس میں بار بار حاضری دینے والا ہوں۔ اے اللہ میں بار بار حاضر ہونے والا ہوں میں بار بار حاضر ہونے والا ہوں۔ تیرے لیے کوئی شریک نہیں ہے میں تیری خدمت اقدس میں بار بار حاضر ہونے والا ہوں۔ بے شک حمد و ثناء تیرے لیے ہے اور نعمت اور ملک صرف تیرے لیے ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

عمرؓ یہ چونکہ سب حجاج اللہ تعالیٰ کی دعوت پر حج کے لیے حاضر ہوتے ہیں جس کا اعلان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے کرایا۔ "اذن فی الناس بالحج الا نید" اور جتنی بار کسی نے اس آواز کو سنا تھا اور لبیک کہا تھا اتنی ہی بار اس کو سعادت حج نصیب ہوگی۔ لہذا اس دعوت کی اجابت پر دلالت کے لیے دور بلائے ہوئے صمان ہونے کی طرف اشارہ کرنے کے لیے لبیک اللہم لبیک کے

کلمات اختیار فرمائے گئے۔ کذا قال ابن المنیر۔ فتح الباری جلد ثالث ص ۳۲۵۔



# تیسرا باب

## دُعائے یومِ عرفہ

عمر بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے اور جملہ کلاموں اور مجاہدے پہلے تشریف لائے والے جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اقوال سے بہترین کلام اور قول یہ ہے۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ، لہ المملک ولہ الحمد دھو علی کل شیئی قدیر۔

عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول منظم شیعہ امت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن پچھلے پہر امت کی مغفرت و بخشش کے لیے دعا فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے آپ کی دعا قبول کرتے ہوئے سب کو بخش دیا ہے ماسوا ظالم کے میں اس سے حق مظلوم بہر حال وصول کروں گا اور اس کو کفر کردار تک پہنچاؤں گا۔

آپ نے عرض کیا اے میرے رب کریم اگر تو چاہے تو مظلوم کو اس کی مظلومیت کے عوض اپنے خزانے غیب سے بدلہ عطا فرما دے اور ظالم کو عفو و مغفرت سے نواز دے تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت تو اس دعا کی قبولیت کا اعلان نہ فرمایا۔ جب صبح آپ مزولف پہنچے تو آپ نے پھر دعا فرمائی۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو بھی شرف قبولیت بخشے کا اعلان فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر تبسم یا فحکم فرمایا تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا یہ وقت اور یہ مقام ایسا ہے جس میں آپ کی شان عجز و انکسار اور اظہارِ عبودیت تو اضع ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنے لیے دعا کو قبول کر لیا ہے اور میری امت کے جملہ ذنوب و آثام سے درگزر فرما دیا ہے تو اس نے مٹی اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنی شروع کر دی اور اپنی دلی و ہلاکت کو پکارنا شروع کر دیا۔ میں اس کا یہ فعل اور حسرت دارمان دیکھ کر منہس پڑا۔

”اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس نے جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول کر لیا ہے اور میری امت کے جملہ ذنوب و آثام سے درگزر فرما دیا ہے تو اس نے مٹی اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنی شروع کر دی اور اپنی دلی و ہلاکت کو پکارنا شروع کر دیا۔ میں اس کا یہ فعل اور حسرت دارمان دیکھ کر منہس پڑا۔“



## چوتھا باب

### قربانی کا جانور خود ذبح کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی قربانی کو اپنے دست اقدس سے ذبح فرمایا اور اس پر تکبیر کہی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دو سینک دار سیاہ رنگ مینڈھے قربانی دیتے تھے میں نے دیکھا کہ ذبح کرتے وقت آپ ان کے پہلوؤں پر اپنے پاؤں مبارک رکھتے۔ اور بسم اللہ اکر بڑھتے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سینک دار سیاہ فام خسی مینڈھے قربان کیے۔ ایک کو آگے لائے بسم اللہ اللہ اکبر کے بعد کہا اللھم منك والیک عن امتی و عن شہدائک بالتوحید و شہدائی بالبلاغ۔ اسے اللہ جانور اور اس کے ذبح کرنے کی توفیق تیری طرف سے ہے اور یہ صدقہ و ہدیہ تیری طرف ہے۔ میری امت کی طرف سے اور ان کی طرف سے جنہوں نے تیری توحید کی شہادت دی اور میرے لیے ابلاغ احکام رسالت کی گواہی دی۔

پھر دوسرے جانور کو آگے لائے اور بسم اللہ اللہ اکبر کے بعد فرمایا اللھم منك والیک عن محمد و آل محمد اسے اللہ جانور کی عطا اور اس کے ذبح کرنے کی توفیق تیری طرف سے ہے اور تیرا ہی عطا کردہ مال تیری بارگاہ میں ہدیہ کے طور پر حاضر ہے۔ میری طرف سے اور میری آل کی طرف سے۔

## پانچواں باب

### طواف اور استلام حجر اسود

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کا طواف فرمایا اور حجر اسود کا ٹیڑھے سرے والی چھڑی کے ساتھ استلام کیا یعنی تنظیم و کریم کی اور چھڑی کو اس سے لگا کر اس کا بوسہ لیا۔



پھر آپ چاہ زمزم کی طرف تشریف لائے جہاں آپ کے چہرے بھائی پانی کھینچ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے بھی پانی دو۔ پانی کا ڈول آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس سے پیا۔ اور فرمایا۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ خود پانی کھینچ عبادت سمجھ لیں گے اور تمہارے ہاتھ سے یہ منصب سقایتہ چھین لیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ ڈول کھینچتا اور چاہ زمزم سے پانی نکالتا پھر آپ نے وہاں سے نکل کر صفا و مروہ کے درمیان سہی فرمائی۔

## چھٹا باب

### استلامِ رکنِ میمانی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکنِ میمانی کو بوسہ دیتے اور اپنا رخسار اس پر رکھتے۔

## ساتواں باب

### سعی صفا و مروہ

حبیبہ بنت ابی حجرہ فرماتی ہیں کہ میں نے بندگی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھانکا جبکہ آپ صفا و مروہ کے درمیان سعی میں مصروف تھے کہ معاً آپ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی یہ حکم فرمایا۔ سنی کرو اور دوڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی کو لازم فرمایا ہے اور میں نے دیکھا کہ تیز رفتاری کے ساتھ دوڑنے کی وجہ سے آپ کی چادر مبارک جدا طہر کے گرد گردش کر رہی تھی اور جل مبارک کی سفیدی نظر آرہی تھی نیز پیٹلیوں سے اوپر کے حصہ کی سفیدی بھی صاف دکھائی دیتی تھی۔

## آٹھواں باب

### رمی جمار

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ عقبہ کو



کنکریاں مارتے وقت تلمیہ کہا۔ اسے سات کنکریاں یکے بعد دیگرے ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر فرمایا۔

## نواں باب

### اندرونِ کعبہ داخل ہونا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آپ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کے چاروں اطراف و جوانب میں دعائیں مانگی اور اندرونِ نماز پڑھے بغیر باہر تشریف لائے اور کعبہ مبارکہ کے سامنے دو رکعت ادا فرمائی اور فرمایا یہی قبلہ ہے اور ہمیشہ کے لیے قبلہ رہے گا۔ (الخروج البخاری والمسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، اور حضرت عثمان بن ابوظہر رضی اللہ عنہ تھے بڑی دیر تک آپ کے رفقاء نے آپ پر دروازہ بند کیے رکھا۔ جب دروازہ کھولا گیا تو پہلا اندر جانے والا شخص میں تھا میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملا اور دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز ادا فرمائی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ صفِ اول کے تین ستونوں میں سے دو کو ایک طرف اور ایک ستون کو دوسری طرف رکھتے ہوئے درمیان میں نماز ادا فرمائی۔ مگر میں ان سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعت نماز ادا فرمائی۔

## دسواں باب

### خطبہ حجۃ الوداع

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو

ف حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے لہذا ان کی روایت راجح ہے اور آپ کا بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھنا ثابت ہے۔ نیز حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے مگر انہوں نے کہا ہے کہ آپ نے بیت اللہ کے اندر نماز نہیں پڑھی تو انہوں نے پڑھتے نہ دیکھا۔ لہذا انہوں نے اپنی دانست کے مطابق نفی فرمائی مگر حضرت بلال کو صرف ادھر ہی توجہ تھی اور احوال و افعال مصطفویٰ پر پوری نظر تھی۔ لہذا ان کا قول راجح ہوگا جیسا کہ مسلم قانون ہے کہ نافی و مثبت میں سے مثبت کو ترجیح ہوتی ہے۔ لہذا راجح یہی روایت ہے اور بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھنا سنت ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم۔



خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! یہ کونسا دن ہے تو انہوں نے عرض کیا یہ حرمت والادن ہے یعنی دس ذوالحجہ۔ آپ نے فرمایا یہ کونسا شہر ہے؟ انہوں نے عرض کیا بلد حرام مکہ مکرمہ۔ آپ نے فرمایا یہ کونسا مہینہ ہے تو انہوں نے عرض کیا۔ ذوالحجۃ المبارکہ۔

آپ نے فرمایا یقین رکھیے کہ تمہارے اموال خون اور عزتیں باہم ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں۔ اور واجب الاحترام جیسے کہ اس دن کی حرمت و عزت اس حرمت والے مہینہ اور عزت و کرامت والے شہر میں ان طہیات کو بار بار دہرایا پھر سر اقدس کو آسمان کی طرف اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا۔ اے اللہ کیا میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے؟ تین مرتبہ ان کلمات کو دہرایا پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ یسبح الشاہد الغائب۔ جو یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں کو یہ احکام پہنچائیں جو یہاں حاضر نہیں ہیں۔ لا ترجعوا بعدی کفار ایضاً بعض کفر قاب بعض تم میں سے کوئی شخص میرے بعد دین اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائے تاکہ اسلام پر ثابت قدم اور راسخ العقیدہ لوگ ان کو قتل کر دیں اور ارتداد کی سزا دیں یا میرے بعد نعمت اسلام اور اخوت اسلامیہ کی ناشکر گزاری نہ کرنا اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا باہم جنگ و جدال پر نہ آنا۔

حضرت ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دوسرے دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا یقین رکھیے کہ مکہ کو کرامت و حرمت اور عزت و عظمت صرف اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے نہ کہ لوگوں نے۔ لہذا کسی بھی ایسے شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے یہ حلال نہیں ہے کہ اس میں خونریزی کرے۔ یا یہاں کے خود رو درختوں اور پودوں کو کاٹے۔ اگر کوئی شخص رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتال کو سنبھالتے ہوئے اپنے لیے رخصت ثابت کرنا چاہے تو اسے کتنا۔ اللہ رب العزت نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اذن اور رخصت دی تھی اور تمہارے لیے رخصت نہیں فرمائی اور میرے لیے بھی ایک دن کی ایک ساعت میں رخصت قتال اور جنگ و جدال تھی۔ اب پھر اس شہر کی عزت و حرمت اسی طرح بحال ہو چکی ہے جیسے کہ کل تھی۔ فلیسبح الشاہد الغائب۔ جو یہاں حاضر ہیں وہ میرا یہ فرمان غیر حاضر لوگوں تک پہنچادیں۔

ابونصرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے ان حضرات صحابہ نے بیان فرمایا جنہوں نے میدانِ منیٰ میں آیام تشریق کے اندر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنا۔ آپ اس وقت اونٹ پر سوار یوں ارشاد فرما رہے تھے۔ اے لوگو! گاہ رہو اور غور سے سنو تمہارا رب ایک ہے اور غور سے سنو کہ تمہارا باپ ایک ہے دل کے کان کھول کر سنو کہ عربی کو عجمی پر اور گورے کو کالے پر (محض نسب و نسل یا وطن اور علاقہ کے لحاظ سے) کوئی فضیلت نہیں ہے اور اگر کسی کو کسی پر فضیلت ہے تو صرف تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے ہے۔ کیا میں نے حق تبلیغ ادا نہیں



کر دیا اور فریضہ رسالت سے سبکدوش نہیں ہو گیا ہوں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا جو یہاں موجود ہیں وہ غائب لوگوں کو بھی میرا یہ پیغام اور فرمان پہنچا دیں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول منظم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ روزانہ پانچ نمازیں ادا کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرنا اور اپنے حکام و امراء کی اطاعت کرنا۔ تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ گے اور ابدی راحت و سکون پا لو گے۔

## گیارہواں باب

### تذکرہ حج

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حج سے متعلق تفصیلات سے آگاہ کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نو سال کا عرصہ مدینہ منورہ میں قیام فرما رہے اور آپ نے حج ادا نہیں فرمایا تھا دسویں سال آپ نے اعلان کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کرنے والے ہیں (لہذا جس نے آپ کی معیت میں شرف حج حاصل کرنا ہو وہ حج کے لیے نکلے یہ اعلان سنتے ہی مدینہ منورہ میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ جن میں سے ہر ایک کا ارادہ یہ تھا کہ وہ افعال حج میں آپ کی اقتداء کرے اور آپ کی اتباع میں آپ جیسے افعال حج بجالائے۔

ہم آپ کے ساتھ سفر حج میں نکلے جب ذوالحلیفہ پہنچے تو آپ نے مسجد میں نماز ادا فرمائی پھر ناکہ قصوا پر سوار ہوئے حتیٰ کہ مقام بیدا پر آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر بلند ہوئی تو میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی تو آپ کے آگے پیچھے دائیں اور بائیں جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی سوار اور پیادہ حجاج ہی نظر پڑتے تھے۔ آپ کے توحید باری اور تلبیہ حج کے ساتھ آواز بلند فرمائی اور لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملك لا شریک لک۔ پڑھا اور تمام راہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ پڑھنے کا التزام کیے رکھا حتیٰ کہ ہم بیت اللہ شریف کے پاس پہنچے آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ اور میں چکر گرد کعبہ رمل کی صورت میں



کی تلاوت فرمائی۔ تب دو رکعت نفل ادا فرمائے پھر حجر اسود کی طرف متوجہ ہوئے اور اُسے چوما۔  
پھر صفا کی جانب جو دروازہ تھا اس سے صفا کی طرف نکلے جب اس کے قریب پہنچے تو یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ۔ بے شک صفا و مروہ پہاڑیاں رب کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پھر فرمایا طواف سعی میں آغاز وہاں سے کرو جس کے ساتھ کلام کا آغاز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یعنی کوہ صفا ذکر میں مقیم ہے لہذا طواف اور سعی کی ابتداء بھی اس سے کرو۔  
پہلے آپ کوہ صفا پر چڑھے حتیٰ کہ بیت اللہ شریف نظر آنے لگا تو قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کبریائی بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَہٗ اَلْفَرَزُ وَعَدَّہٗ دَنُصْرُ عَبْدَہٗ وَ حَرَمُ الْاَحْزَابِ وَحْدَہٗ۔  
پھر آپ مروہ کی طرف اترے (حتیٰ کہ جب آپ کے قدم مبارک بطن وادی میں پہنچے) تو سعی فرمائی، اور جب بلندی کی طرف چڑھنے لگے تو پھر آہستہ چلنا شروع فرمایا، اور اسی طرح عمل فرمایا جیسے کہ صفا پر عمل فرمایا تھا۔ حتیٰ کہ جب مروہ پر آخری طواف تھا تو آپ نے فرمایا اگر مجھے پہلے اس امر کا سامنا ہوتا (اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس حکم کا نزول ہوتا) جس کا بعد میں سامنا کرنا پڑا اور اب اس کا نزول ہوا ہے تو میں اپنے ساتھ قربانی کے جانور نہ لاتا۔ اور احرام حج کو افعال عمرہ ادا کر کے کھول دیتا (اور دوبارہ یوم ترویہ میں احرام حج باندھتا اور تمہارے ساتھ علمی طور پر موافقت کرتا لیکن ہدایہ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے میں احرام کو نہیں کھول سکتا تم احرام کھول دو یہ تمہارا عمرہ بن گیا اور حج کے لیے پھر ترویہ کے دن احرام باندھنا)

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آیا عمرہ حج کے ایام میں ادا کرنا صرف اس سال کے ساتھ مخصوص ہے یا ہمیشہ کے لیے ان دنوں عمرہ ادا کرنا جائز کر دیا گیا ہے (اور دور جاہلیت کے عکس جس میں ان ایام کے اندر عمرہ ادا کرنا بہت بڑا گناہ تصور کیا جاتا تھا)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں باتوں کی انگلیاں ایک دوسری میں داخل فرما کر اور ان میں تشبیہ پیدا کر کے فرمایا کہ عمرہ حج کے ایام میں اس طرح داخل ہو چکا ہے۔ دو مرتبہ اس طرح فرمایا اور پھر فرمایا صرف اس سال کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہی حکم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ من سے تشریف لائے تھے اور ان کے ہمراہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی اور ہدیٰ بیت اللہ کے لیے جانور تھے۔ انہوں نے اگر دیکھا تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا احرام کھول چکی تھیں اور زکمدار کپڑے زیب تن فرما چکی تھیں اور سرمہ وغیرہ لگایا ہوا تھا۔ انہوں نے اس حالت کو خلاف شرع سمجھتے ہوئے اظہارِ ناپسندیدگی کیا تو آپ نے کہا مجھے میرے باپ نے اس فعل کا حکم دیا ہے۔



سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا جب تم نے ارادہ حج کیا تھا تو کیا کہا تھا انہوں نے عرض کیا میں نے یوں کہا تھا۔ اللہم انی اہل بھا اہل بہ رسولک۔ میں اسی امر کے ساتھ احرام باندھتا ہوں جس کے ساتھ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا۔ آپ نے فرمایا تو پھر میرے ساتھ قربانی کے جانور میں اور احرام کھولنا میرے لیے دوست نہیں ہے لہذا تم بھی حالت احرام پر رہو اور جو اونٹ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہمراہ لائے تھے اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے لیے لائے تھے ان کی مجموعی تعداد سو تھی۔

الغرض سبھی لوگ ارشاد نبوی کے مطابق احرام سے باہر آ گئے اور قصر کیا (سر کے بال چھوٹے کرائے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ صحابہ کرام جن کے ساتھ ہدی کے جانور تھے صرف وہی حالت احرام پر رہے پس جب یوم ترویہ (آٹھویں ذوالحجہ آگیا تو سب نے حج کا احرام باندھا اور منیٰ کی طرف متوجہ ہوئے وہاں پہنچ کر پانچ نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر ادا فرمائیں۔ پھر تھوڑی دیر بٹھڑے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔ آپ نے بالوں سے بنے ہوئے میخہ کے متعلق حکم دیا تو وہ مقام غمرہ پر نصب کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے غمرہ کی طرف چلے تو قریش کو یہ یقین تھا کہ آپ بالوں سے بنے ہوئے مشر حرام کے پاس قیام فرمائیں گے جیسے کہ قریش زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے۔ مگر آپ وہاں سے آگے نکل گئے۔ حتیٰ کہ عرفہ میں تشریف لائے تو مقام غمرہ پر قبہ نصب کیا جا چکا تھا آپ نے وہاں پڑاؤ ڈالا جب دن ڈھلا تو قصو اور پالان رکھنے کا حکم دیا۔ سوار ہو کر لطن وادی میں تشریف لائے اور لوگوں کو خطا کیا۔ بے شک تمہارے خون اور مال باہم ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جیسے کہ اس دن کی حرمت اس مہینہ اور اس شہر میں رگور سے سنا اور جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں سے پامال ہے۔ دور جاہلیت کے خون اور قتل معاف ہیں اور ان کا بدلہ لینا ناجائز اور پہلا قتل جسے میں معاف کرتا ہوں اور اپنے عمریزوں میں سے ربیعہ بن حارث کا قتل اور خون ہے جو کہ بنی سعد میں پرورش پا رہا ہے تھے اور ان کو ہڈیل نے قتل کر دیا اور زمانہ جاہلیت کے ربا اور سود معاف ہیں اور پہلا سود جس کو میں معاف کرتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے کیونکہ وہ بھی معاف ہے اور ساقط۔

عورتوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امانت کے ساتھ لیا اور کلمہ اللہ کے ساتھ ان کے فروج کو حلال سمجھا اور تمہارے حقوق جو ان پر لازم ہیں ان میں سے ایک حق یہ ہے کہ جس کو تم پسند نہ کرو اس کو تمہارے گھروں میں نہ آنے دیں اور تمہارے بستروں پر قدم نہ رکھنے دیں۔ اور وہ اگر ایسا کریں تو ان کو سزا دو اور مارو مٹیو مگر ایسی ضرب نہ لگاؤ جس کے اثرات ظاہر ہوں یعنی اس سے زخم آئے یا ہڈی وغیرہ ٹوٹ جائے اور ان کے حقوق جو تمہارے ذمہ واجب الادا ہیں وہ ان کی خوراک اور پوشاک ہے جو معروف طریقہ پر ادا کی جانی



چاہئے اور عدل و انصاف کے ساتھ۔

اور میں تمہارے اندر سرِ حقیقت چھوڑ کے جا رہا ہوں اگر اس کے دامن سے وابستہ رہو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور تم سے میرے متعلق سوال کیا جائے گا تو تم کیا کہو گے اور کیا جواب دو گے۔

سب حاضرین نے عرض کیا ہم سب گواہی دیں گے کہ آپ نے فریضہ رسالت کو ادا کیا اور حق نصیحت اور ہمدردی پوری طرح ادا فرمایا اور جملہ احکام خداوندی ہم تک پہنچا دیے۔  
اس موقع پر آپ نے شہادت والی انگلی مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر پھر لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے کہا۔ اللھم اشہد۔ اللھم اشہد۔ اللھم اشہد۔ اے اللہ ملاحظہ فرمائے۔ دیکھ لے اور گواہ ہو جا کہ میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے اور میری امت اس کی گواہی دے رہی ہے۔

پھر آپ نے اذان کا حکم دیا تو اذان کہی گئی۔ پھر اقامت ہوئی۔ آپ نے نماز ظہر ادا فرمائی۔ پھر اقامت کہی گئی اور آپ نے ظہر کے وقت میں نماز عصر ادا فرمائی اور ان کے درمیان کوئی نماز ادا نہیں فرمائی۔ بعد ازاں سوار ہو کر آپ موقف میں تشریف فرما ہوئے اور قصوار کا بطن اور سینہ صحرات (پتھر والے اور چٹانوں) کی طرف متوجہ کیا اور ریتلے ٹیلوں کا سلسلہ جس کو جل شاہ کہا جاتا ہے آپ کے سامنے تھا اور قبلہ کی طرف متوجہ تھے اور غروب آفتاب تک آپ نے وہاں قیام فرمایا جب قرص آفتاب غائب ہو گیا اور اس کی زردی بھی بھٹوری بہت غائب ہو گئی تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سوار فرمایا اور وہاں سے مزدلفہ کی راہ لی۔ آپ نے ناتھوہ کی مہار کو اتنا کھینچ رکھا تھا کہ اس کا سر پالان کے لگے سرے سے ٹکرا رہا تھا۔ اور آپ دائیں ہاتھ مبارک سے اشارہ فرما کر لوگوں کو حکم دے رہے تھے۔ اے لوگو آہستہ چلو، آہستہ چلو۔ جب آپ کسی پہاڑی پر چڑھنے لگتے تو اونٹنی کی مہار کو ذرا اٹھیلکا چھوڑ دیتے حتیٰ کہ آپ مزدلفہ میں تشریف فرما ہوئے اور یہاں (وقت عشا میں) مناز مغرب اور عشا کو ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ادا فرمایا اور ان کے درمیان نوافل وغیرہ ادا نہیں فرمائے پھر آپ آرام فرما ہو گئے حتیٰ کہ صبح صادق طلوع ہوئی اور جب آپ پر صبح صادق واضح ہوئی اور عام صحابہ کو نمایاں طور پر محسوس نہیں ہوتی تھی تو آپ نے اذان و اقامت کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی۔

پھر آپ قصوار پر سوار ہوئے حتیٰ کہ شعر حرام کی طرف تشریف لائے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا فرمائی اللہ اکبر اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ پڑھتے رہے اور وہیں قیام فرما رہے حتیٰ کہ صبح کا سفیدہ اچھی طرح نمودار ہو گیا۔ ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا کہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سوار فرمایا حتیٰ کہ بطن محسوس قدم رنج فرما ہوئے تو اپنی سواری کو ذرا تیز فرمایا۔ پھر وہ درمیانہ راستہ اختیار



فرمایا جو کہ حجرہ کبریٰ کی طرف جاتا ہے حتیٰ کہ اس حجرہ کے پاس تشریف لائے جو درخت کے پاس ہے۔ اسے سات کنکریاں ماریں اور ہر ایک کنکری کے ساتھ اللہ اکبر فرماتے ان کنکریوں میں سے ہر ایک حدف ریزہ کی مانند تھی اور بطن وادی میں کھڑے ہو کر آپ نے انہیں مارا۔ پھر آپ منہ (قربالگاہ) کی طرف متوجہ ہوئے اور ترسٹھا اونٹ اپنے ہاتھ مبارک سے ذبح فرمائے اور بقایا (سینتیس) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے فرمائے اور انہوں نے انکو ذبح فرمایا (منہ فرمایا) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ نے اپنے ہدایا میں شریک فرمایا۔ پھر اونٹ سے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹ کر سنڈیا میں ڈالنے اور پکانے کا حکم دیا۔ چنانچہ حسب الارشاد پکائے جانے کے بعد دونوں مقدس ہستیوں نے ان ٹکڑوں اور بوٹیوں کو تناول فرمایا اور شور بانوش فرمایا۔

پھر آپ وہاں سے سوار ہو کر بیت اللہ شریف تشریف لائے اور طواف افاضہ فرمایا اور نماز ظہر مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی۔ پھر آپ بنی عبد المطلب کے ہاں (چاہہ زمزم) پر تشریف لائے جبکہ وہ پانی کھینچ کر لوگوں کو پلا رہے تھے تو انہیں فرمایا اے بنی عبد المطلب پانی کھینچو اور پلاؤ۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میری سنت پر عمل کرنے کے خیال سے لوگ تم پر غالب نہ آجائیں اور ڈول تمہارے ہاتھوں سے چھین ہی نہ لیں تو میں خود تمہارے ساتھ پانی کھینچتا۔ انہوں نے آپ کو ایک ڈول پانی کا پیش کیا تو آپ نے اُس سے پانی نوش فرمایا (الفردیہ المسلم)

## بارہواں باب

### عمر وں کا تذکرہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بعد از ہجرت صرف ایک حج ادا فرمایا اور چار عمرے ادا فرمائے۔ ایک حدیبیہ والا عمرہ (جس کا احرام وہیں کھولنا پڑا) دوسری بار مدینہ طیبہ سے ذوالحجہ میں ادا فرمایا۔ تیسرا عمرہ جمرانہ کے مقام پر غنائم حنین تقسیم کرنے کے موقع پر کیا۔ اور چوتھا وہ ہے جو حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا گیا۔ عہ

عہ دوسرا عمرہ قضا بھی ذوالقعدہ میں ادا ہوا جس طرح کہ پہلا اور تیسرا ذوالقعدہ میں وقوع پذیر ہوئے اور صرف ایک عمرہ ذوالحجہ میں ادا کیا گیا جو کہ حج کے ساتھ ادا کیا گیا۔ لہذا روایت مندرجہ بالا میں دوسرے عمرہ کے بیان میں تحریف وقوع پذیر ہو گئی ہے۔

(بہاد اللہ و رسولہ اعظم)



# ابواب

خوف و خشیت نبوی تضرع و زاری اور حزن و بکا، فکر و تامل، ورع و تقویٰ  
استغفار و توبہ اور آمال اور آرزوؤں میں کمی و کوتاہی کے بیان میں

## باب اول

### خوف و تضرع

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کا عمل اس کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا عمل بھی آپ کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت و عنایت اور فضل و کرم کے ساتھ ڈھانپ لے۔  
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہو (محض) اس کا عمل نجات دلا دے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا عمل بھی (اتنا پاکیزہ ہونے کے باوجود) آپ نے فرمایا ہاں میرا عمل بھی اگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان مغفرت و رحمت کے ذریعے دامن غفور و کرم میں لے لے اور ساتھ ہی ہاتھ مبارک سر اقدس پر رکھ کر عمل نزول رحمت کی طرف اشارہ فرمایا۔  
مطرف بن عبد اللہ اپنے والد گرامی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز ادا کرتے وقت دیکھا اور آپ کے سینہ مبارک میں اس طرح ابال اور جوش محسوس ہوتا تھا جیسے کہ ندی چلنے پر رکھی ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے میرے گھر تشریف لانے کی باری تھی مگر آپ گھر میں تشریف فرما نہیں تھے (میں آپ کی تلاش میں نکلی) کیا دیکھتی ہوں کہ آپ سجدہ کی حالت میں لوں پڑے ہیں جیسے زمین پر رکھا ہوا کپڑا اور یوں فرما رہے ہیں۔

سجد لك سوادى و خيالى و آمن بك فوادى - رب هذه يداى و ما جنيت بها على نفسى يا عظيماً



یُرْجَى لَکَ عَظِیْمًا غُفْرَ الذَّنْبِ الْعَظِیْمِ۔

تیری بارگاہ بے نیاز میں میرا شخص وجود اور وجود خیال سجدہ ریز ہے اور میرا قلب و جگر تجھ پر صدق و اخلاص سے ایمان لایا ہے۔ اے میرے رب کریم یہ میرے ہاتھ ہیں (جو تیری جناب میں سوال و طلب کے لیے دراز ہیں) اور یہ میرے بوجھ ہیں جن کو میں نے ان ہاتھوں سے اپنے اوپر ڈال رکھا ہے۔ اے وہ عظیم ذات جس کی عظیم مقاصد کے لیے پناہ ڈھونڈی جاتی ہے اور حصول مقاصد میں امید رکھی جاتی ہے۔ میرے عظیم بوجھوں کو ہلکا فرما۔ پھر آپ نے فرمایا بیشک جبرئیل علیہ السلام نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں یہ کلمات کہوں جو تم نے مجھ سے سنے ہیں لہذا تم بھی سجدہ میں ان کو کہا کرو کیونکہ جو شخص بھی سجدہ میں گر کر یہ کلمات کہتا ہے تو اس کے سر اٹھانے سے قبل اس کی مغفرت و بخشش ہو جاتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک امریہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (امت کی کلفت و مشقت) کو نظر رکھتے ہوئے عمریمیت کی بجائے رخصت پر عمل فرمایا تو لوگوں میں سے بعض نے اس سے اجتناب کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بات اور اجتناب و کراہت کا علم ہوا تو آپ ناراض ہوئے حتیٰ کہ چہرہ اقدس سے غضب کے آثار نظر آنے لگے پھر فرمایا:

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس امر سے اعراض کرتے ہیں اور بے رغبتی جس کی مجھے رخصت دی گئی ہے بخند میں ان سب سے اللہ تعالیٰ کا زیادہ علم رکھتا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت میرے اندر ہے

## دوسرا باب

### بادل اور آندھی سے اضطراب

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بادل اور آندھی دیکھتے تو پریشانی کے اثرات آپ کے چہرہ النور پر محسوس ہوتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ لوگ جب بادل کو دیکھتے ہیں تو اس امید پر خوشی مناتے ہیں کہ بارش ہوگی اور میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ مجسمہ اضطراب اور بے چینی بنے ہوئے ہیں اور چہرہ النور سے ناپسندیدگی کے اثرات محسوس ہوتے ہیں۔

آپ نے فرمایا اے عائشہ میرے لیے اس امر کا اطمینان رکھنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ اس میں عذاب نہیں



ایک قوم کو آندھی کے ساتھ عذاب دیا گیا اور ایک قوم نے عذاب دیکھا تو کہا یہ سامنے نظر آنے والا بادل ہے۔  
جہنم پر برسے گا اور خوشحالی کا دور دورہ ہوگا لیکن وہ عذاب خداوندی تھا جس نے ان کو نیست و نابود کر دیا۔

## تیسرا باب گرج اور چمک کے موقع پر کلماتِ طیبہ

حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رعد اور گرج کا آواز سنتے اور بجلی گرنے کی آواز سماعت فرماتے تو یوں فرمایا کرتے تھے۔  
اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بذنابک وعافنا قبل ذالک۔ اے اللہ ہمیں اپنے غضب کے ساتھ قتل نہ فرما اور نہ اپنے عذاب کے ساتھ ہلاک فرما اور اس سے پہلے ہی ہمیں عفو و عافیت سے ہمکنار فرما۔

## چوتھا باب خوف و حزن اور فکر و خیال

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ سے ناقل ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل حزن و ملال میں مبتلا رہتے اور راحت و سکون آپ کو حاصل نہیں ہوتا تھا اور ہمیشہ فکر مند رہتے۔

عہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے باوجود معاذان اللہ یعدن بہم و انت فیہم (اللہ تعالیٰ کو یہ شایان نہیں کہ ہمارے ہوتے ان کو عذاب دے اس اضطراب کی وجہ صرف یہ ہو سکتی ہے کہ علامات عذاب دیکھ کر آپ پر وہ تصور غالب آجاتا ہے نیز اللہ تعالیٰ کی شانِ لا الہ الا وہ بے نیازی اور بعض غیر مصرح قیود اور شرائط کے پیش نظر اس امر کا امکان باقی تھا لہذا آپ پر یہ اثرات ظاہر ہوتے علی الخصوص آپ رحمۃ للعالمین ہونے کے ساتھ ساتھ بالمؤمنین رؤف رحیم کا منصب خداوندی رکھتے ہیں تو لا محالہ جہاں سے معمولی اندیشہ اُمت کے حق میں تکلیف و پریشانی کا ہوتا تو آپ سرایا اضطراب بن جاتے۔



## پانچواں باب

### آہ و بکا

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر شفقت و رأفت کے تحت بیان کیا ہے کہ آپ نے اُمت کے حق میں اللہ تعالیٰ سے التجار کی اور روئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میں ضرور تمہیں اُمت کے معاملے میں راضی کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے قرآن پاک پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا میں آپ کی خدمت میں کیسے پڑھنے کی لیاقت رکھتا ہوں حالانکہ وہ آپ پر نازل ہوا اور جیسے قرأت و تجوید کا حق ہے وہ آپ ہی ادا فرما سکتے ہیں) آپ نے فرمایا ضرور پڑھیے کیونکہ یہ امر مجھے بہت پسند ہے کہ میں دوسروں کی زبانی (حدیث محبوب) اور تلاوت کلام پاک سنوں میں نے سورہ نساء تلاوت کی اور جب اس آیت مبارکہ پر پہنچا۔ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا۔ وہ کیسا منظر ہوگا اور وہ کیسی حالت ہوگی جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ (نبی اُمت) لائیں گے اور آپ کو ان سب پر شہید اور گواہ بنائیں گے تو آپ نے فرمایا بس کافی ہے تجھے میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ (خریج البخاری والمسلم)

مطرف اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ نماز ادا فرما رہے تھے اور آپ کے سینہ اقدس اور اندرون جسد میں رونے کی وجہ سے ایسا جوش اور ابال محسوس ہوتا تھا جیسے کہ دیگ جوشاں چرلے پر چڑھی ہو۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن عمر اور عبید بن عمر رضی اللہ عنہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے ام المومنین مجھے وہ عجیب ترین امر بتلاؤ جو تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھا ہو۔ تو آپ رو پڑیں اور فرمایا آپ کے جملہ امور و افعال اور اعمال و اخلاق عجیب تھے۔

آپ ایک رات میرے ہاں تشریف لائے حتیٰ کہ جب میرے ساتھ لحاف میں لیٹے اور آپ کا جسد اطہر میرے جسم سے مس ہوا تو فرمایا اے عائشہ کیا مجھے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی عبادت کرنے کی اجازت دیتی ہو تو میں نے عرض کیا مجھے آپ کا قرب خداوندی پسند ہے اور جو تمہیں پسند ہے وہی مجھے پسند اور محبوب ہے۔



آپ گھر میں کھڑے ایک مشکینہ کی طرف متوجہ ہوئے (اور وضو فرمایا) مگر زیادہ پانی استعمال نہ فرمایا پھر کھڑے ہو کر قرآن مجید تلاوت فرمانے لگے اور رونے لگے حتیٰ کہ آنسو مبارک اس فراوانی سے بہنے لگے کہ آپ کے بیٹھ کر تر فرمایا۔

پھر آپ نے دائیں پہلو اور جانب کا سہارا لیا اور وایاں ہاتھ مبارک دائیں رخسار کے نیچے رکھا اور روتے رہے حتیٰ کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔  
حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تاکہ نماز کے وقت اور جماعت کے متعلق عرض کریں۔ آپ کو روتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا آپ رو رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب پہلوں اور پھلوں کے گناہ کی مغفرت کا دنیا میں اعلان فرمادیا ہے اور بخشش کا مشورہ سنا دیا ہے؛ تو آپ نے فرمایا کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں (اور جتنا اس کا کرم عظیم اور احسان عظیم مجھ پر ہے اس کے مطابق شکر ادا نہ کروں) پھر فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں نہ روؤں حالانکہ آج رات اللہ تعالیٰ نے مجھ پر آیت کریمہ نازل فرمائی ہے۔ اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالاَخْلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الایہ بے شک آسمان و زمین کی تخلیق میں اور گردش لیل و نہار میں عقل والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ پھر فرمایا اس شخص کے لیے آنسو ہے جس نے اس کو پڑھا مگر اس میں غور و فکر نہ کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے میدان بدر والی رات دیکھا کہ ہم میں سے کسی نے قیام نہیں کیا اور رات کو نوافل ادا نہیں کیے تھے۔ صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے نماز ادا فرما رہے تھے اور رو رہے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک سفر تھا تو آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور رونے اور اس قدر رونے کہ روتے زمین پر گر گئے۔ آپ نے بیس مرتبہ اس آیت مقدسہ کو پڑھا اور ہر بار اس کثرت سے رونے کہ زمین پر گر گئے اور آخری مرتبہ مجھے فرمایا۔ (لَقَدْ خَابَ مَنْ لَوِيحَهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ) وہ بہت ہی خائب و خاسر ہوا۔ جس کو رحمن و رحیم نے اپنے رحم و کرم سے محروم رکھا۔

سلمہ مخزومی فرماتے ہیں جب حضرت زید بن عاصہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے (اور آپ کو ان کے شہید ہونے کا بذریعہ کشف علم ہو گیا اور میدان جنگ کا مشاہدہ فرماتے ہوئے مدینہ منورہ میں اُن کے شہید ہونے کی اطلاع دے دی) تو آپ راہ پر چل رہے تھے کہ حضرت زید کی صاحبزادی نے آپ کو دیکھ لیا اور آپ کے سامنے اگر زار و قطار رونے لگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نحیف اور گلوگیر آواز ذرا بلند ہوئی بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا



ہے؟ آپ نے فرمایا ہذا شوق الحبیب الی حبیبہ یہ ایک حبیب کا دوسرے حبیب کی طرف شوق و اشتیاق ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور وہ جان جاں آفریں کے سپرد کر رہے تھے۔ آپ نے اپنے لخت جگر اور نور نظر کی یہ حالت دیکھی تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا آنکھیں آنسو برس رہی ہیں۔ دل غم و اندوہ اور حزن و ملال میں مبتلا ہے اور عمر بھر صرف وہی کچھ لاسے ہیں جس پر ہمارا رب تبارک و تعالیٰ اتر ارضی ہو اور ہم اسے ابراہیم قینا تیرے فراق کی وجہ سے غمزدہ ہیں اور انتہائی ستمی ہیں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے آپ کی خدمت میں آدمی بھیجا کہ میرا بیٹا حالت موت میں ہے۔ ہماری حالت رنج و الم پر رحم کھاتے ہوئے ہمارے ہاں قدم رنج فرمادیں تاکہ آپ کی موجودگی سے ہمیں سہارا ہو جائے اور غم و اندوہ میں کمی ہو جائے تو آپ نے یہ فرماتے ہوئے آدمی کو واپس بھیجا۔

ان الله ما اخذ وله ما اعطى وكل شيىء عنده باجل مستيٍّ۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کے لیے ہے جو اس نے عطا فرمایا اور ہر چیز اس کے ہاں ایک معین اجل اور مدت کے ساتھ ہے۔ انہوں نے دوبارہ قسمیں اور واسطے دے کر آدمی بھیجا کہ آپ ضرور بالضرور تشریف لائیں تو آپ اٹھے اور آپ کے ساتھ دوسرے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اٹھ کر چلے۔ جب وہاں پہنچے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں وہ بچہ پیش کیا گیا اور اس کی سانس اکٹری ہوئی تھی اور سینہ میں ہی گردش کر رہی تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دو چشمے رواں ہو گئے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا (محقق آنسوؤں کا بہنا شرعاً ممنوع نہیں ہے بلکہ یہ) رحمة جعلها الله في قلوب عبادہ وانما یرحمہ من عبادہ الرحماء۔ رحمت و رافت ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کے دلوں میں پیدا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف رحم و کرم کرنے والوں کو اپنے رحم و کرم سے شرف فرماتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سرہانے تشریف لائے۔ ان کے اہل و عیال ان کے گرد احاطے کیے ہوئے کھڑے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا ان کی وفات ہو گئی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں (آپ نے ان کی تکلیف اور منظر موت اور دار دنیا سے کوچ کی حالت کا خیال فرمایا) تو آپ رو پڑے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو آپ ان کے جنازہ پر تشریف لائے اور ان کے چہرہ سے کپڑا ہٹا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور کافی دیر تک روتے رہے پھر



ان کو چار پائی پر رکھ کر اٹھایا گیا تو آپ نے فرمایا۔ طویات یا عثمان لو تجلسن الدنیا ولہ تبسہا۔ اے عثمان تیرے لیے مبارک ہے نہ دنیا نے تمہیں استعمال کیا اور نہ تم نے دنیا کو اور دنیا میں رہ کر اس سے الگ تھلگ رہے۔

میرہ بن معبد کہتے ہیں کہ ایک آدمی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم اہل جاہلیت تھے اور بت پرست اور اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں قتل کیا کرتے تھے۔ میری ایک بیٹی تھی میں جب بھی اسے بلاتا تو وہ میرے بلائے پر بہت خوش ہوتی۔ میں نے ایک دن اس کو بلایا تو وہ میرے پیچھے پیچھے چلی تو میں چلتا رہا حتیٰ کہ اپنے گھر سے ذرا فاصلہ پر ایک کنواں تھا اس پر پہنچ گیا اور اس کے ہاتھ کو پکڑ کر کنوئیں میں پھینک دیا اور ہمیشہ کے لیے نگاہوں سے اوجھل کر دیا۔ اور اس کے آخری کلمات جو میرے کانوں میں پہنچ کر سنائی دے رہے تھے وہ یہ تھے یا ابتاہ یا ابتاہ۔ اے ابا جان اے ابا جان کہہ رہی تھی (مگر میرا پتھر سے بھی زیادہ سنگین دل ذرا بھرتاثر نہ ہوا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ واقعہ سن کر رو دیے حتیٰ کہ آپ کے آنسو مبارک اچھل پڑے۔ حاضرین میں سے ایک آدمی نے اس کو کہا تو نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حزن و ملال میں ڈال دیا ہے۔ تو اس نے جواب میں کہا تم کوئی بات مت کرو آپ خود دریافت فرمائیں گے کہ کس چیز نے آپ کو غمگین کیا ہے۔

حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اپنی بات دوبارہ دہراؤ اور مجھے سناؤ۔ اس نے دوبارہ وہ قصہ سنایا تو آپ اس قدر آبدیدہ ہوئے کہ آنسوؤں نے آپ کی داڑھی مبارک کو تر کر دیا۔ پھر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے درج جاہلیت اور زمانہ جاہلیت اور زمانہ کفر کے اعمال سے درگزر فرما دیا ہے۔ اب نئے سرے سے نیک اعمال اور صالح افعال کرو۔

حضرت ثابت بن سرح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور عالم حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوات مبارکہ میں سے ایک دعا مبارک یہ تھی۔

اللہم اجعل لی عینیق عطاء التین تبکیان بذروت الدموع وتشفقان من خشیتک قبل ان یصیر الدمع دماً والاضراس جراً۔ اے اللہ مجھے ایسی دو آنکھیں عطا فرما جو زور سے برسنے والی ہوں اور برستے آنسوؤں کے ساتھ روئیں اور تیرے عذاب و عقاب سے خوفزدہ ہوں پہلے اس کے کہ آنسو خون بن جائیں اور داڑھیں الٹا رہیں یعنی عذاب نار میں مبتلا ہونے سے قبل اس عذاب کا ڈر اور خوف دل میں پیدا ہو جائے تاکہ آنکھیں آنسوؤں کے ذریعے اس آگ کو بجھالیں اور اس کا ملاحظہ کرنے سے پہلے ہی اس کے بچاؤ کی تدبیر کر لیں۔



## چھٹا باب

### ودع و احتیاط، تقویٰ اور پرہیزگاری

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی راہ پر اور کبھی بستر پر پڑی) کھجور کو ملاحظہ فرماتے اور فرماتے اگر یہ اندیشہ خطرہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہوگی تو میں ضرور اس کو کھا لیتا (اور محض اس لیے اس سے نفرت اور اجتناب نہ فرماتا کہ یہ ایک کھجور ہے اور گرمی پڑی ہے) (آخر حصہ البخاری والمسلم)

علم و بن شعیب اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے تھے کہ اپنے نیچے بستر پر ایک کھجور پائی تھی اسے اٹھا کر کھا لیا۔ پھر آپ رات کے آخری حصہ میں بستر پر لوٹنے لگے حتیٰ کہ بعض ازواج مطہرات (جن کے ہاں آپ تشریف فرما تھے وہ) اس صورت حال سے گھبرائیں۔ تو آپ نے فرمایا میں نے اپنے پہلو کے نیچے ایک کھجور پائی پس اسے کھا لیا تو مجھے یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں یہ صدقہ کی کھجور نہ ہو۔

## ساتواں باب

### آمال اور آرزوؤں میں کمی اور کوتاہی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک لونڈی بوہینار کے ساتھ ایک مہینہ کی مہلت پر خرید فرمائی تو میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کیا تعجب نہیں کرتے ہو۔ اسامہ سے جس نے ایک مہینہ کی میعاد اور مہلت پر لونڈی ادھاری خریدی ہے (گویا یہ ایک مہینہ تک زندہ رہنے کا امیدوار ہے) بیشک اسامہ بہت طویل آرزو رکھتا ہے۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب بھی میں آنکھ چھپکتا ہوں تو مجھے یہ گمان ہوتا ہے کہ کہیں پلکیں اکٹھی ہونے سے پہلے ہی میری جان قبض کر لی جائے اور میں جب بھی کسی چیز کی طرف نگاہ اٹھاتا ہوں تو مجھے گمان گذرتا ہے کہ نگاہ نیچی کرنے سے پہلے میری جان قبض کر لی جائے گی اور میں جب بھی کوئی لقمہ منہ میں ڈالتا ہوں تو مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوتا ہے کہ اسے پیٹ تک نہیں پہنچا سکوں گا اور اس سے نفع اندوز نہیں ہو سکوں گا بلکہ عین ممکن ہے کہ یہی لقمہ گلے میں اکٹھا جائے اور موجب



ہوتے تھے اگرچہ آپ کو باذن اللہ اور باعلام اللہ وقت وصال معلوم تھا کہ جب تک دین اسلام مکمل نہیں ہو جاتا اور اچھی طرح رائج نہیں ہو جاتا میری وفات نہیں ہوگی۔  
 پھر فرمایا اے بنی آدم اگر تم عقل رکھتے ہو تو اپنے کو اموات میں شمار کرو۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس (موت قیامت اور عذاب و ثواب) کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے وہ لامحالہ آنے والا ہے اور تم اللہ تعالیٰ کو اور اس کے ملائکہ کو عاجز کر دینے والے نہیں ہو۔  
 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مہتاب فرماتے تو مٹی پر مسح فرمالتے میں عرض کرتا یا رسول اللہ پانی تو آپ سے بالکل قریب ہے (اور وہاں پہنچنے میں کوئی خاص وقت بھی نہیں لگے گا) تو آپ فرماتے مجھے کیا پتا ہو سکتا ہے میں وہاں تک نہ پہنچ سکوں۔

## آٹھواں باب

### توبہ واستغفار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے بنی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اے لوگو اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرو اور اس سے مغفرت و بخشش طلب کرو کیونکہ (اس کا محبوب ہونے کے باوجود) میں اس کی جناب میں ہر دن سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم مجلس نبوی میں حاضر ہوتے تھے اور آپ وقفہ وقفہ سے دب اغفر لی وتب علی انک انت التواب الرحیم پڑھتے رہتے اور شمار کرتے تو مجموعی طور پر آپ کی استغفار سو بار تک جا پہنچتی تھی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز چاشت ادا فرمائی پھر سو مرتبہ اللھم اغفر لی وتب علی انک انت التواب الرحیم کہا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایک دن میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ اقدس میں توبہ کرتا ہوں۔

سعید بن ابی بردہ اپنی سند کے ساتھ اپنے دادا سے راوی ہیں کہ ہمارے ہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ درانحالیکہ ہم بھی بیٹھے ہوئے اور موجود تھے تو آپ نے فرمایا کوئی صبح طلوع نہیں کرتی مگر میں اس میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں (اور بارگاہ خداوندی میں توبہ کرتا ہوں)۔



# ابواب

محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دعوات کے بیان میں

## باب اول

دُعا کے وقت ہاتھ پھیلاتا

ابنۃ الحسین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بازگاہ خداوندی میں دُعا اور زاری فرماتے تو اپنے ہاتھ بلند فرماتے (اور آگے پھیلاتے) جیسے کہ مساکین کھانا طلب کرتے وقت ہاتھ پھیلاتے ہیں اور دستِ سوال و طلب دراز کرتے ہیں۔

## دوسرا باب

صبح و شام دُعا فرمانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام ان دعاؤں کو ضرور زبانِ اقدس پر جاری فرماتے اور کبھی بھی ترک نہیں فرماتے تھے۔

اللہم انی استلک العفو والعافیۃ فی دینی و دنیائی و اہلی و مالی ۱ اللہم استر عورتی و آمن روغاتی ۲ اللہم احفظنی من بین یدی و من خلفی و عن یمنی و عن شمالی و من فوقی و اعوذ بظلمتک ان اغتال من تحتی ۳

ترجمہ :- اے اللہ میں تجھ سے عفو و عافیت کا سوال کرتا ہوں اپنے دین اور دنیا میں اور اہل و مال میں اے اللہ میرے عیوب پر پرہیز و ڈال اور مجھے خوف زدہ کرنے والے امور سے امن و اطمینان عطا فرما۔ اے اللہ مجھے سامنے سے اور پیچھے سے بے یار و مددگار آنے والی بلیات سے محفوظ فرما اور دائیں بائیں سے اور اوپر سے بھی بے یار



تیری عظمت کے وسیلہ سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ نیچے سے کسی آفت اور ہلاکت میں مبتلا کیا جاؤں یعنی زمین میں دھنسے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر سے راوی ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام اس طرح فرماتے تھے۔ ہم نے صبح کی ہے فطرت اسلام پر اور کلمہ اخلاص پر اور دین نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر جو کہ فطرت سلیمہ کی بدولت روز اول سے ہی باطل سے دین حق کی طرف مائل ہونے والے تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت فرماتے اے اللہ تیرے فضل و کرم سے ہم نے صبح کی اور تیرے ہی فضل و کرم سے شام کی ہے اور تیری عنایت و مہربانی سے ہی زندہ ہیں اور اسی پر اعتماد کرتے ہوئے دار دنیا سے دار آخرت کی طرف رخت سفر باندھیں گے اور تیری طرف ہی بازگشت ہے اور رجوع۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب شام ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات زبان اقدس پر جاری فرماتے۔

”اے ہمارا واپسی الملک اللہ۔“

ہم نے شام کی اور اللہ تعالیٰ کے ملک نے بھی شام کی یعنی وقت شام میں پہنچا اور اسے پایا۔

والحمد للہ لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ لہ المملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدير  
رب اسالک خیر ھذا اللیلۃ وخیر ما بعدھا واعوذ بک من شر ما فی ھذا اللیلۃ وشر ما بعدھا۔  
ترجمہ :- اے میرے رب کریم میں تجھ سے اس رات کی خیریت اور اس کے بعد آنے والے اوقات کی خیریت کا طلبگار ہوں اور میں تجھ سے اس رات کے اندر جو شر ہے اس سے اور اس کے بعد آنے والے شر و رے سے پناہ طلب کرتا ہوں۔

رب اعوذ بک من الکسل وسود الکبر، رب اعوذ بک من عذاب فی النار وعذاب فی القبر  
ترجمہ :- اے میرے رب میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کسل اور سستی سے بڑھاپے کی مشقت سے اور آفت سے۔ اے میرے رب میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عذاب نار سے اور عذاب قبر سے۔

اور جب صبح ہوتی تو بھی اسی طرح فرماتے۔ اصبحنا واصبح الملک اللہ۔ ہم نے صبح کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ملک نے صبح کی ہے۔



## تیسرا باب

### کرب و بلا کے موقع پر دعا مبارک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرب و بلا اور رنج و الم کے موقع پر یوں دعا فرماتے۔

لا الہ الا اللہ العظیم الحلیم۔ لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم۔ لا الہ الا اللہ رب السموات و رب الارض۔ رب العرش اکبر۔

## چوتھا باب

### دعوات مبارکہ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اللہم اغفر لی خطیاتی و جہلی و اسراف فی امری۔ و ما انت اعلم بہ منی اللہم اغفر لی جدای و ہزلی

و خطی و عمدی و کل ذلک عندی، اللہم اغفر لی ما قد مت و ما اغرت و ما اسررت و ما اعلنت

و ما انت اعلم بہ منی، انت المقام و انت المؤخر و انت علی کل شئی تدبیر۔

اے اللہ میرے لیے میری خطائیں اور لاعلمی میں صادر ہونے والے امور اور حدود سے تجاوز معاف فرما۔ اور ہر وہ امر جو تو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ اے اللہ میرے بالا ارادہ صادر ہونے والے امور سے درگزر فرما۔ اور غیبار ادبی طور پر صادر ہونے والے امور سے بھی یا مزاج کی صورت میں اور ہر نوع کی تقصیرات مجھ میں موجود ہیں۔ اے اللہ جو کچھ میں پہلے کر چکا ہوں وہ (اگر خطا و غیبرہ پر مشتمل ہے تو معاف فرما اور جو آئندہ سرزد ہوگا اسے بھی بخش دے۔ جو پوشیدہ طور پر کیا ہے یا علانیہ اسے بھی نظر انداز فرما۔ اور جو میرے خیال میں نہیں ہے مگر میرے علم میں ہے اور تو اسے میری نسبت اچھی طرح جانتا ہے اس سے بھی چشم پوشی فرما۔ تو ہی اول ہے اور تو ہی آخر ہے (اور لوگوں کو شرف و فضل میں مقدم فرمانے والا ہے اور موخر فرمانے والا) اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔



حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اللھم انی اعوذ بک من فتنة النار وعذاب النار وفتنة القبر وعذاب القبر، ومن شر فتنه الفقر، واعوذ بک من المسيح الدجال، اللھم اغسل خطایا می بمار الثلج والبرد، وارقی قلبی من الخطایا کما نقيت الثوب الابيض من الدنس وابعاد بینی وبين خطایا کما باعدت بین المشرق والمغرب اللھم انی اعوذ بک من الکسل والهم والماثم والمغرم۔

اے اللہ میں تجھ سے فتنہ مجھم اور عذاب نار سے پناہ مانگتا ہوں۔ فتنہ قبر اور اس کے عذاب سے اور فتنہ فقر کے شر سے اور میں تجھ سے تیری ذات والا کے وسیلہ سے مسیح و جال کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں اے اللہ میرے گناہوں کو برت اور اولوں جیسے منزہ اور پاکیزہ پانی اور آب رحمت سے صاف اور اجلا فرما اور میرا دل گناہوں کی میل کھیل سے اس طرح صاف ستھرا فرما جیسے کہ تو نے سفید کپڑے کو دس اور میل سے پاک پیدا کیا اور بنایا میرے درمیان اور میرے گناہوں کے درمیان آنا بعد اور دوری پیدا فرما جتنی کہ مشرق و مغرب کے درمیان پیدا فرمائی ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے سستی اور انتہائی بڑھاپا سے پناہ مانگتا ہوں اور گناہ و قرض سے پناہ کا طلبگار ہوں۔ یہ اور اس سے پہلی روایت بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ اللھم انی اعوذ بک من العجز والکسل والجبن والهم والخل وعذاب القبر، اللھم آت نفسي تقواها وزكها انت خير من نكها وانت وليها ومولها، اللھم انی اعوذ بک من قلب لا يخشع، ونفس لا تشيع وعلو لا ينفع، ودعوة لا يستجاب لها۔

اے اللہ میں تیری ذات اقدس سے عاجز و کسل اور جبن و ہرم اور بخل سے پناہ طلب کرتا ہوں اور عذاب قبر سے۔ اے اللہ میرے نفس کو اس کے لائق اور نمایان شان تقویٰ عطا فرما اور اس کا تزکیہ و تطہیر فرما تو ان سب سے افضل و برتر ہے جو اس کا تزکیہ کر سکتے ہیں تو اس کا ولی ہے اور مددگار و معاون۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں لیے دل سے جو خشوع سے خالی ہو اور لیے نفس سے جو سیر نہ ہو اور لیے علم سے جو نفع نہ دے اور ایسی دعا سے جو مستجاب و مقبول نہ ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرمایا کرتے تھے۔ اللھم انی اعوذ بک من البرص والجنون والجذام وشتی الاسقام۔

اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ برص و جنون اور جذام و دیگر استقام و امراض میں مبتلا ہونے سے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات یوں فرماتے تھے۔ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک۔



اسے دلوں میں تبدیلی پیدا فرمانے والے اور دلوں پر تصرف و تسلط کے مالک میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ اور قائم۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر ایمان لا چکے ہیں اور جو کچھ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اس پر بھی تو کیا آپ اس پر خوف کھاتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا ہاں! بے شک قلوب خلق اللہ رب العزت کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو جیسے چاہے الٹ دے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعائیہ کلمات زبان اقدس سے ادا فرماتے۔ اللہم اغفر لنا ذنوبنا وظلمنا وحرنا ووجدنا واعدنا وکل ذلک عندنا، اللہم انی اعوذ بک من غلبۃ الذین وغلبۃ العدا وشماتۃ الاعداء۔

اے اللہ ہمارا ظلم اور تعدی معاف فرما اور جو کچھ بنجیدگی سے سرزد ہوا یا بطور مزاح جو عہد کیا اور ان اقسام میں سے ہر ایک قسم ہمارے اندر موجود ہے، اے اللہ میں تیری ذات اقدس کی پناہ لیتا ہوں، غلبہ دین، غلبہ اعداء اور دشمن کی شامت اور خوشی سے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات طیبات کو بطور دعا زبان حق ترجمان پر جاری فرماتے۔

اللہم طہرنی بالتلیج والبرد والماء البارد، اللہم طہر قلبی من الخطایا کما طہرت الثوب الابيض من الدنس وابعاد بینی و بین ذنوبی کما باعدت بین المشرق والمغرب، اللہم انی اعوذ بک من قلب لا ینفخ و نفس لا تشبع ودعا لا یسمع وعلی لا ینفخ۔

اے اللہ مجھے آب رحمت کے ساتھ پاک صاف فرما جو کہ نزاہت و طہارت میں برفت، اولوں اور محمدؐ کی پانی کی مانند ہے۔ اے اللہ میرے دل کو ذنوب و آثام سے اس طرح پاک و صاف فرما جیسے کہ تو نے سفید کپڑے کو میل کھیل سے پاک پیدا فرمایا۔ میرے درمیان اور گناہوں کے درمیان اس قدر دوری پیدا فرما جتنی کہ تو نے مشرق

عہ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا تو اپنے دل کو ثابت رکھنے کے لیے کی ہے مگر مجاہد عرض کرتے ہیں کیا آپ کو ہمارے متعلق اندیشہ ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دعا تعلیم امت کے لیے تھی تاکہ آپ کی اتباع میں وہ بھی اس طرح دعا کریں اور یہی آپ نے جواب میں صراحت فرمادی کہ ہاں مجھے تمہارے متعلق اندیشہ ہے لہذا جملہ دعوات نبی کریم علیہ السلام جہاں انکسار عبودیت کے لیے ہیں وہاں بنیادی مقصد تعلیم امت ہے بلکہ ان کے لیے تاکید اکید مقصود ہے کہ جب محبوب خدا ایسی دعائیں کرتے ہیں تو ہمیں بطریق اولیٰ کرنی چاہئیں۔



و مغرب کے درمیان دوری پیدا فرمائی ہے۔ اے اللہ میں تیری ذات اقدس کی پناہ لیتا ہوں لیسے دل سے جس میں خوف و خشیت اور خشوع نہ ہو اور لیسے نفس سے جو سیر ہو نیوالانہ ہو اور ایسی دعا سے جو شرف پذیرانی اور قبولیت سے مشرف نہ ہو اور لیسے علم سے جو نفع دینے والا نہ ہو۔

حضرت ابو الیسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان سات دعوات کو بارگاہِ خداوندی میں پیش کیا کرتے تھے۔

اَقِيَمُ اِنِّى اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَرَمِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ التَّمَوُّدِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَنُوْا وَالطَّرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْهَدْمِ، وَاَعُوْذُ بِكَ اِنْ يَتَخَبَّطَنِى الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ، وَاَعُوْذُ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ فِى سَبِيْلِكَ مَدْبُوْرًا، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ لَدِيْغًا۔

اے اللہ میں تیری ذات والا کی پناہ لیتا ہوں بڑھاپے اور انتہائی لاغرئی سے اور بندگیوں سے پستیوں کی طرف گرنے سے پناہ طلب کرتا ہوں اور میں تیری پناہ ڈھونڈتا ہوں غم و اندوہ سے اور پامال ہونے اور روزہ سے جانے سے اور دب کر مرنے سے اور اس امر سے بھی کہ شیطان بوقت موت مجھے بے راہ کر دے اور راہ حق سے دور میں اس سے بھی پناہ طلب کرتا ہوں کہ تیری راہ میں جہاد کرتے وقت پیٹھ پھیرے ہوئے مروں اور اس سے بھی پناہ چاہتا ہوں کہ ڈسا ہوا مروں۔

قیس بن عباد سے مروی ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی اور انتہائی ایجاز و اختصار سے کام لیا لوگوں نے اس امر کو ناپسند کیا تو انہوں نے فرمایا کیا میں نے رکوع و سجود مکمل طور پر ادا نہیں کئے۔ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا دربارِ قرأت کے لحاظ سے اختصار تو میں نے اس میں ایسی دعا مانگی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ بَعْلِيْكَ الْغَيْبِ وَتَدَاوَلْتُ عَلَى الْخَلْقِ اَحْيٰىنِى مَا عَلِمْتَ الْحَيٰةَ خَيْرًا لِّىْ، وَتَوَفَّى اِذَا كَانَتْ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّىْ، اَسْأَلُكَ خَشِيَّتَكَ فِى الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، وَكَلِمَةَ الْحَقِّ فِى الْغَضَبِ وَالرَّغْصِ، وَالْقَصْدَ فِى الْفَقْرِ وَالْغِنَى، وَلِلْعَاةِ النَّظَرَ اِلَى وَجْهِكَ وَشَوْقًا اِلَى لِقَائِكَ، وَاَسْأَلُكَ نِعْمًا لَا يَنْقُصُ، وَقِرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْقُطُ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ كُلِّ ضَرٍّ اَوْ مُصِیْبَةٍ وَفِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ، اَللّٰهُمَّ زِيِّنَا بِزِيْنَةِ الْاِيْمَانِ وَاجْعَلْنَا هٰذِهِ مِهْتَدِيْنَ۔

اے اللہ اپنے علم غیب اور قدرت علی الخلق کے وسیلہ سے مجھے اتنے وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ تیرے علم میں حیات میرے لیے بہتر ہو اور مجھے وفات دے جب میرے حق میں وفات بہتر ہو میں تجھ سے تیرا خوف اور خشیت طلب کرتا ہوں غیب میں بھی اور حضور میں بھی اور حالت غضب و رضاء دونوں میں کلمہ حق ادا کرنے کی توفیق اور فقر و غنا میں درمیانہ روی طلب کرتا ہوں تیری ذات اقدس کو دیکھنے کی لذت آشنائی اور شوق تبارک سے درد آشنائی میں تجھ سے ایسی نعمتیں طلب کرتا ہوں جو ختم نہ ہوں اور ایسی آنکھ کی ٹھنڈک اور راحت جو منقطع نہ ہو میں تیری پناہ



ڈھونڈتا ہوں۔ ہر نقصان وہ امر سے اور گمراہی میں ڈالنے والے فتنہ سے، اے اللہ ہمیں ایمان کی زینت سے آراستہ فرما اور ہمیں ہدایت یافتہ بنا اور ہدایت کرنے والے رہنا بنا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے۔

رب اعننی ولا تعن علی، وانصر فی ولا تنصر علی، واکمل لی ولا تکمل علی واهدانی ویسر لی الہدای، وانصر فی علی من بغی علی، رب اجعل لی لک شاکراً، لک ذاکراً، لک رهاً، لک مطواعاً، لک محبتاً، لک اواہلاً منیباً، رب تقبل توبتی، واغسل حوبتی، ولجب دعوتی، وثبت حجتی، وشداد لسانی، واهد قلبی، واسئل سخیمة قلبی۔

اے رب تبارک و تعالیٰ میری امداد فرما اور میرے خلاف اعانت نہ فرما۔ میری نصرت فرما اور میرے خلاف نصرت نہ عطا کر۔ میرے لیے تدبیر فرما اور میرے خلاف تدبیر نہ فرما۔ مجھے ہدایت کاملہ سے سرفراز فرما اور میرے لیے ہدایت کو سہل اور آسان فرما۔ میری ان لوگوں پر مدد فرما جو مجھ سے بغاوت کرنے والے ہیں اور مجھ پر ظلم و ستم ڈھلنے والے۔ اے میرے رب کریم مجھے اپنا شکر گزار بندہ بنا اور صرف تیرا ذکر کرنے والا اور تجھ سے ڈرنے والا اپنا اعانت گزار۔ اپنی جناب میں فروتنی اور عجز و انکساری کا مظاہرہ کرنے والا۔ اپنی بارگاہ میں توبہ کرنے والا اور رجوع پذیر۔ الہی میری توبہ قبول فرما۔ میرے گناہ کو دھو ڈال۔ میری دعاؤں کو شرف قبولیت سے مشرف فرما۔ میری دلیل نبوت کو ثابت و راسخ فرما۔ میری زبان کو سداد اور پختگی نصیب فرما۔ میرے دل کو ہدایت پر ثابت و قائم فرما اور میرے دل کی شدت و سختی اور کیتہ وری سلب فرما۔

حضرت عروہ بن نوفل سے مروی ہے کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ آپ یہ دعا فرماتے۔

اللہم انی اعوذ بک من شر ما عملت ومن شر ما لواعمل۔

اے اللہ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں اپنے اعمال کے شر سے اور جو عمل نہیں کیا اس کے شر سے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے۔

اللہم اصلح لی دینی الذی ہو عصمة امری، واصلح لی دنیاى التی فیہا معاشی، واصلح لی آخرتی التی الیہا معادی، واجعل الحیاء زیادة لی فی کل خیر، واجعل البسات راحة لی من کل شر۔

اے اللہ میرے لیے دین کی اصلاح فرما جو کہ میرے جملہ امور و معاملات کا موجب الحاق ہے اور باعث انتظام اور میرے لیے میری دنیا کی اصلاح و درستگی نہرما جس میں میری گذران ہے۔ میری آخرت کی اصلاح نہرما جس کی طرف میری بازگشت ہے اور میری زندگی کو امور خیر میں زیادتی اور کثرت کا موجب بنا اور میری مہمات کو میرے لیے امور شر سے حصول راحت کا ذریعہ بنا۔



حضرت عبداللہ بن محمد رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ دُعا بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں میں سے ایک ہے۔

اللھم انی اعوذ بک من نزال نعمتک، وتحول عافیتک، وفجاة نقمتک، وجیع سخطک۔

اے اللہ میں تجھ سے تیری نعمت کے زوال پذیر ہونے اور منقطع ہونے کی پناہ مانگتا ہوں اور تیری عافیت کے برگشتہ ہو جانے کی اور اچانک تیری گرفت اور استقامتی کاروائی کے نزول سے۔ اور جملہ ناراضگی والے اسباب سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

اللھم انی اعوذ بک من الھم والحزن والعجز والكسل والجبن والبخل وضلع الذین وغلبة الرجال۔

اے اللہ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں غم و حزن سے اور عجز و کسل سے، بزدلی اور بخل سے اور قرض کے غلبہ اور لوگوں کے غلبہ سے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں میں سے ایک دُعا یہ ہے۔

اللھم اغفر لی ما قدمت وما اخرت، وما أسررت وما اعلنت، وما انت اعلم بہ منی، انت المقدم والمؤخر لا الہ الا انت۔

اے اللہ میرے لیے مغفرت فرما ان ذنوب کی جو میں نے زمانہ ماضی میں کئے یا آئندہ ہوں جو خفیہ طور پر سرزد ہو گئے یا اعلانیہ صادر ہوئے اور جو میرے علم میں نہیں ہیں اور تو ان کا میری نسبت زیادہ علم رکھنے والا ہے تو ہی شرف و فضل عطا کر کے کسی کو مقدم فرمانے والا ہے اور کسی کو مؤخر کرنے والا ہے نہیں ہے مجھ کو برحق مگر صرف تو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرمایا کرتے تھے۔

اللھم انی اعوذ بک من الفقر والعلة والذلة، واعوذ بک ان اُظلم او اُظلمو۔

اے اللہ میں تجھ سے فقر اور احتیاج خلق سے پناہ طلب کرتا ہوں اور بیماری و ذلت سے اور میں اس سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ کسی کو نشانہ ظلم بناؤں یا ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جاؤں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بالعموم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا فرمایا کرتے۔

اللھم آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة، وقنا عذاب النار۔

اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھی نیکی اور حفاظت عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہمیں عذابِ نار سے محفوظ فرما۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پناہ مانگتے تھے عذابِ شداہ



کی مشقت سے اور شقاوت و بدبختی کے لاحق ہونے سے اور قضا خداوندی کے قہر و جبر اور مشقت و شدت میں ڈالنے سے اور اعداء و بدکیش لوگوں کی خوشی سے یعنی ایسی حالت کے درپیش ہونے سے جو ان لوگوں کی خوشی کا موجب بنے۔

تنبیہ:۔ قبل ازیں عرض کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوات طیبات تعلیم امت کے لیے ہیں اور ان میں مکمل عبودیت اور غایت تواضع کا اظہار مطلوب و مقصود ہے۔ علی الخصوص مغفرت ذنوب کی دعاؤں میں کیونکہ بالاجماع سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تعدد صغائر سے بھی محفوظ ہیں چہ جائیکہ کبائر۔ لہذا ان میں خلاف اولیٰ و انسب امور مراد ہیں جو کہ منصب مصطفوی کے لحاظ سے ذنوب کے ضمن میں شمار کر لیے گئے کیونکہ حسنات الابرار سیئات المقربین ایک مسلم قانون ہے۔ نیز قول باری تعالیٰ لیغفر لک اللہ الایۃ میں بھی یہی تاویل ہے یا یہ مقصد ہے کہ جن کو تم ذنوب سمجھتے ہو یا آئندہ سرزد ہونے پر ذنوب سمجھو ہم کسی کے متعلق بھی آپ سے باز پرس نہیں کریں گے لہذا یہاں محض اپنے فضل و کرم کا اظہار مقصود ہے۔ اور یا یہ مقصد ہے کہ اصل نبی تم ہو اور سب اولین و آخرین تمہارے امتی اور ذنوب امت کے متعلق نبی جوابدہ تو ہے لیکن تمہاری خاطر ہم پہلوں اور پھیلوں سمجھی کے گناہ معاف کر دیں گے لہذا تمہاری طبع اقدس پر کوئی گرائی نہیں ہونی چاہیے اسی لیے لیغفر لک۔ فرمایا گیا۔ ورنہ اگر آپ کے ذنوب کی مغفرت بیان کرنی مقصود ہوتی تو لیغفر اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر فرمایا جاتا۔ هذا والله ورسوله اعلم۔ کذا قال الحمد للہ ارباب السیر والمفردون۔



# ابواب

گھریلو سامان

## باب اول

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار پائی پر آرام فرماتے تھے جو کہ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی پٹی سے بنی ہوئی تھی۔ آپ کے سر اقدس کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا۔ جو کھجور کی جالی سے بھرا ہوا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے حاضر خدمت ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا پہلو بدلا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ کے پہلوؤں اور کھجور کی پٹی کے درمیان کوئی کچھونا وغیرہ حائل نہیں ہے اور کھجوری پٹی کے نشانات پہلوئے اقدس پر نمایاں طور پر نظر آرہے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ کر رو پڑے۔ آپ نے دریافت فرمایا تمہیں کونسا امر رلا رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا بخدا میں صرف اس لیے رو رہا ہوں کہ میں جانتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسریٰ و قیصر سے بہت عزت و کرامت والے ہیں اور دنیا کے اندر جس حال میں زندگی گزار رہے ہیں وہ ہر ایک کو معلوم ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس حال میں ہیں جو میرے سامنے ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے ابن خطاب رضی اللہ عنہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ دنیا ان کے لیے ہو اور آخرت صرف ہمارے لیے عرض کیا کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا یقیناً حقیقت اسی طرح ہے۔

عمر بن مہاجر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا متاع بیت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک کمرے میں رکھا ہوا تھا جس کی وہ ہر دن زیارت کیا کرتے تھے اور جب قریش ان کے ہاں جمع ہوتے تو انہیں اس مکان میں لے جاتے اور اس ساز و سامان کی طرف منہ کر کے فرماتے یہ میراث ہے اس ہستی مقدس کی جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے تمہیں کرامت و عزت سے مشرف فرمایا ہے۔

عمر بن مہاجر فرماتے ہیں کہ اس سامان کی تفصیل یہ ہے کہ ایک چار پائی تھی جو کھجور کی پٹی سے بنی ہوئی تھی اور ایک چمڑے کا تکیہ تھا جس کا اندرون کھجوری جالی تھی۔ ایک پیالہ اور کپڑا۔ چکی۔ ترکش جس میں چند تیر تھے اور کبیل مبارک تھا جس میں اطیب الطیبین صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے پسینہ اقدس کے قطرات لگے تھے جن کی بدولت وہ



کستوری کو بھی شرمندہ کرتا تھا۔

ایک شخص بیمار ہوا اور قریب المرگ ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ پسینہ اقدس والی جگہ کو تھوڑا سا بھگو کر نچوڑنے اور اس کی ناک میں ڈالنے کی اجازت دیں انہوں نے اجازت دے دی اور اس کی ناک میں وہ قطرات ڈالے گئے تو وہ فوراً سندہست ہو گیا۔

## دوسرا باب

### چٹائی مبارک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک چٹائی تھی جس کو رات کے وقت دوران اعتکاف حجرہ کی صورت میں ارد گرد کھڑا فرما لیتے اور پر وہ بنا لیتے اور اس کے اندر نماز ادا فرماتے۔ دن میں اس کو بچھا دیا جاتا جس پر آپ تشریف فرما رہتے اور حاضرین کو شرف زیارت و دیدار سے مشرف فرماتے۔

## تیسرا باب

### کرسی مبارک

حضرت ابو رفاعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ ایک کرسی پر تشریف فرما تھے جو کھجور کی جالی سے بنی ہوئی تھی اور اس کے پائے لوہے کے تھے۔ ابو رفاعہ عذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے عرض کیا ایک غریب الوطن اجنبی آدمی اپنے دین کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے خطبہ ترک فرما دیا اور میرے قریب تشریف لائے۔ پھر ایک کرسی لائی گئی جو کھجور کی جالی سے بنی ہوئی تھی اور اس کے پائے لوہے کے تھے۔ آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر اُن سے بہرہ ور فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم دیے تھے۔ ابو عبد الرحمن نے اپنی حدیث میں حمید کا قول نقل



کیا ہے کہ میرے خیال میں اس شخص نے کرسی کے جو پائے دیکھے وہ سیاہ لکڑی کے تھے اور لکڑی نئی تھی جو چمک  
کی وجہ سے لوہا معلوم ہوتی تھی۔ ابن قتیبہ نے اس روایت کو ذکر فرمایا۔ اُتی بکرسی من خلب۔ والخلب اللیف  
یعنی کھجور کی جالی سے بنی ہوئی کرسی لانی گئی۔ ابن الجندی فرماتے ہیں اگر حمید راوی سے یہ منقول نہ ہوتا کہ اس کے  
پائے خشب جدید یعنی سیاہ نئی لکڑی کے تھے تو زیادہ مناسب یوں تھا من لیف قوائمه من جریب یعنی  
ایسی کرسی لانی گئی جو کھجور کی جالی سے بنی ہوئی تھی اور اس کے پائے کھجور کی شاخوں سے تھے۔

## چوتھا باب

### بستر مبارک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بستر چمڑے کا تھا  
جس کے اندر کھجور کی جالی بھری ہوئی تھی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر جس پر رات کو آرام فرماتے  
چمڑے کا گدا تھا جس میں کھجور کی شاخیں بھری ہوئی تھیں۔

حبیبہ حبیبہ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ ایک انصاری عورت میرے ہاں آئی۔ رسول خدا صلی اللہ  
علیہ وسلم کا بچھونا دیکھا جو ایک کبیل تھا جس کو دوہرا کیا ہوا تھا۔ گھر گئی اور وہاں سے ایک گدا بھیجا جس کو اُدن سے بھرا ہوا  
تھا۔ حبیبہ خدا صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے اس گدے کو دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا فلاں  
انصاری عورت آئی تھی اس نے حضور والا بچھونا دیکھا تو اسے میرے پاس بھیج دیا تاکہ آپ اسے نیچے بچھائیں۔ آپ نے  
فرمایا اسے واپس کر دو۔ میں نے (یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ حکم وجوبی نہیں ہے محض اولویت کے لیے ہے) اسے واپس نہ کیا  
اور اس کا میرے گھر میں ہونا مجھے پسند تھا۔ آپ نے اس کے واپس کرنے کا دوبارہ پھر سب بارہ حکم دیا اور فرمایا عائشہ  
اسے واپس کر دو بخدا اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دیتا۔ تب میں نے اس  
کو لایا۔

ربیع: زیادہ حارثی کہتے ہیں میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عراقی وفد میں حاضر ہوا۔



تو آپ نے ہم میں سے ہر فرد کے لیے ایک کبل مہیا کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ اس پر سوئیں، آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے امیر المؤمنین اہل عراق کا خیال کرو جو کہ لوگوں کے سردار ہیں ان کی پوری پوری عزت و توقیر فرمادیں۔ آپ نے فرمایا میں انہیں ایک ایک کبل سے زیادہ قطعاً نہیں دوں گا۔ اے حفصہ مجھے یہ تو بتلائیے تم نے کونسا نرم ترین بچپوتا سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچھا کر دیا تھا۔ آپ نے کہا ایک کبل مبلد (اونی جس کو بنے بغیر بچہ کر کے تیار کیا جاتا ہے) ہر رات آپ کے لیے بچھایا کرتی تھی جو ہمیں خبر سے ہاتھ لگا تھا۔ ایک رات میں نے اس کے چارتہ کر دیے۔ تو آپ نے دوسری رات فرمایا۔ اے حفصہ اسے پہلے کی طرح بچھاؤ کیونکہ گذشتہ رات اس کی ملائمت اور نرمی نے سونے کے بعد مجھے نماز سے روک دیا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے اور آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے بہا دیے۔ پھر فرمایا بچہ میں انہیں ایک ایک کبل سے زیادہ نہیں دوں گا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فخر و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچھونے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ بالوں سے بنا ہوا کبل تھا جس کے ہم دوتہ بناتے تھے اور آپ اس پر آرام فرماتے۔ ایک رات میں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اگر اس کے چارتہ کر دیے جائیں تو زیادہ ملائم ہو جائے گا اور آپ زیادہ آرام سے سو سکیں گے۔ لہذا اس کے چارتہ کر دیے۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے دریافت فرمایا۔ رات میرے لیے کیا بچھایا تھا۔ میں نے عرض کیا وہ آپ کا پہلا بچپوتا ہی تھا مگر ہم نے اس کے چارتہ کر دیے تاکہ آپ کے لیے دراز زیادہ ملائم ہو جائے آپ نے فرمایا اسے اپنی پہلی حالت پر ڈالو کیونکہ اس کی نرمی اور ملائمت کے آج رات میری نماز میں رکاوٹ ڈالی ہے۔

## پانچواں باب

### لحاف مبارک

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے اور لحاف کا ایک کنارہ آپ پر تھا اور دوسرا کنارہ ان پر تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا ہمان بٹھا (اس وقت آپ چھوٹے بچے تھے) آپ ایک کبل لے آئیں جو زمین پر ڈالا اور اسے سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم



کے لیے بچایا۔ پھر آپ ایک چھوٹا سا کپڑا لائیں جس کو بچھونے کے سر ہانے رکھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشا ادا فرما کر تشریف لائے۔ بچھونے پر پہنچے تو اس کپڑے کو اٹھایا جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے وہاں رکھا تھا۔ اس کو باندھا اور دونوں کپڑے اتار کر لٹکا دیے۔ پھر اس بچھونے پر حضرت میمونہ کے ساتھ لحاف میں آرام فرما ہو گئے۔

## چھٹا باب

### تکیہ مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ کے سر اقدس کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس کے اندر کھجور کی جالی بھری ہوئی تھی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بکس پناہ میں حاضر ہوا۔ آپ ایک چٹائی پر آرام فرماتے تھے جس نے آپ کے پہلوئے اقدس میں نشان ڈال دیے تھے اور آپ کے سر اقدس کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی جالی بھری ہوئی تھی۔

## ساتواں باب

### تکیہ پر سہارا لینا اور اوٹ لگانا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں تشریف فرما دیکھا کہ آپ تکیہ پر سہارا لگائے ہوئے تھے جو آپ کی بائیں جانب پڑا تھا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مصوڑ تکیہ پر اوٹ لگائے ہوئے دیکھا۔



## آٹھواں باب

### چادر مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوسیدہ پالان پر چ  
فرمایا جس پر ایک سوتی چادر تھی (جس کے کناروں پر بٹے ہوئے دھاگے تھے) جس کی قیمت چار درہم کے برابر بھی نہیں تھی

---

## نواں باب

### خیمہ اقدس

عبدالرحمن بن عبداللہ اپنے باپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا جبکہ آپ اپنے چمڑے کے قبة اور خیمہ میں تشریف فرما تھے۔

---



# ابواب لباس شریف

## باب اول

قمیص مبارکہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کپڑوں میں سے قمیص زیادہ پسند تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک سوتلی قمیص تھا جس کی لمبائی ذرا کم تھی اور آستینیں بھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا قمیص زیب تن فرماتے تھے جو ٹخنوں سے اوپر ہوتا تھا اور اس کی آستینیں انگلیوں کے سروں کے برابر ہوتی تھیں۔  
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ٹخنوں والا قمیص نہیں بنایا گیا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر دو کپڑے تھے جو موٹے اور کھردرے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے دونوں کپڑے موٹے ہیں اور کھردرے پسینہ آتا ہے تو دونوں آپ پر بھاری اور گراں ہو جاتے ہیں۔

قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت انس سے سوال کیا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا لباس زیادہ مرغوب تھا۔ تو انہوں نے فرمایا حبرہ یعنی مینہ حاشیہ دار چادر ملا خرچہ البخاری والمسلم۔

## دوسرا باب

جیبہ مبارکہ

حضرت میسرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے وقت اپنا منہ مبارک دھویا۔ پھر اپنی کلائیوں سے شامی جیبہ مبارکہ کی آستینیں الگ کرنے کی کوشش فرمائی اور اوپر چڑھانے



کی جو کہ تنگ سروں والی تھیں (جب وہ تنگی کی وجہ سے اُوپر نہ ہو سکیں تو) آپ نے ہاتھ مبارک نیچے سے نکال لیے اور ان کو دھویا۔

یزید بن ہارون کہتے ہیں حضرت اسامہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے ہمارے لیے جبہ مبارک نکالا (تاکہ ہمیں زیارت کر آئیں) جس کے بٹن اور کمرے ریشم سے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اعداؤ سے ملاقات کیا کرتے تھے۔

حضرت وحید کلبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے شام سے ایک جبہ اور خفین کا جوڑا بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے ان دونوں کو زیب تن فرمایا حتیٰ کہ دونوں پھٹ گئے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک جبہ صوف انمار سے تیار کیا گیا تو آپ جتنے اس جبہ پر خوش ہوئے اتنے اور کسی کپڑے سے خوش نہیں ہوئے۔ آپ اسے ہاتھ لگاتے اور فرماتے دیکھو یہ کتنا خوبصورت ہے۔ جاضرین مجلس میں ایک اعرابی بیٹھا تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے عطا فرمادیں تو آپ نے فوراً اتار کر اس کو عطا فرمادیا۔

## تیسرا باب

### تہبند مبارک اور کبیل شریف

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے ایک منقش کبیل میں نماز ادا فرمائی نماز کے دوران ان اعلام و نقوش پر نظر پڑی تو آپ نے نماز کے فوراً بعد فرمایا یہ کبیل ابو جہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے آؤ اور ان کا

ف۔ انرجہ لطیفہ پر ذرا سا اثر بھی فوراً نمایاں ہو جاتا ہے جیسے آئینہ سانس سے بھی متاثر ہو جاتا ہے لہذا جو ہستی تمام خلق خدا سے لطیف تر اور پاکیزہ تر ہے کبیل سے متاثر ہونا مستبعد نہیں ہے علامہ عینی نے اس حدیث کے تحت فرمایا کہ اس میں امت کے لیے بھی تہبہ ہے کہ وہ نماز کے اندر اس قسم کی حالت سے اجتناب و احتراز سے کام لیں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام باذراع البصر واطنی ہے تو جو ان کی طرف التفات نہیں فرماتے وہ ان کبیل کے اعلام سے افشاں کا خوف کیونکر محسوس فرما سکتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی طبائع بشری کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی بخود فورانیت صورت ثانیہ میں باذراع البصر واطنی کا مقام رفیع حاصل ہوتا ہے اور صورت اللہ میں اتنی قلیل چیز بھی اثر انداز ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور مقصود تعلیم امت ہے لہذا طبائع بشری کا تقاضا ظاہر فرما کر ان کی ہدایت کا سامان فراہم فرمایا۔ (عمدة القاری جلد ۲ ص ۹۴)۔



سادہ کبیل میرے پاس لے آؤ کیونکہ یہ کبیل نمازیں اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے اور خشوع و خضوع میں خفص کا موجب بن سکتا ہے۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ حبیب خدا علیہ التبیۃ والثناء نے ہمیں طلب کبیل دکھایا اور ایک موٹی چادر اور فرمایا کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں میں ہی وصال ہوا تھا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور آپ نے بالوں سے بنا ہوا کبیل زیب تن فرما رکھا تھا جس پر بالانوں کی تصاویر تھیں۔

سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کی طرف کفار کے ساتھ نکلنے کے لیے بھیجا۔ ابان بن سعد نے ان کو اپنی پناہ اور امان میں لیا اور کہنے لگا اسے چاروں بھائی میں تمہیں خشوع و خضوع کی حالت میں دیکھ رہا ہوں اور چادر بہت اوپر چڑھ گئی ہوئے ہو جیسے تمہاری قوم فخر و ناز کے طور پر چادروں کو لٹکاتی ہے اور زمین پر گھسٹتی ہے تم اس طرح کیوں نہیں لٹکاتے تو آپ نے فرمایا۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آدھی پنڈلیوں تک چادر باندھتے ہیں لہذا میں بھی ان کی اتباع کا پابند ہوں۔

اشعث ابن سلیم سے منقول ہے کہ میں نے اپنی پھوپھی سے سنا اور انہوں نے اپنے چچا سے روایت کیا ہے کہ میں پیدل چل رہا تھا۔ اچانک میرے پیچھے سے ایک انسان گویا ہوا اپنی چادر اُونچی رکھو کیونکہ اونچا رکھنا موجب طہارت ہے اور کپڑے کے زیادہ عرصہ تک باقی رہنے کا موجب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ سیاہ رنگ سی چادر ہے (جس میں سفید اور سیاہ دھاریاں ہیں۔ اُس نے کیا مٹی ہونا ہے اور میلا، آپ نے فرمایا کیا تیرے لیے میری ذات میں صحیح اقتدار اور پیروی نہیں ہے؟ میں نے دیکھا تو آپ کی چادر مبارک پنڈلیوں کے نصف حصہ تک تھی۔

## چوتھا باب

### حلہ مبارک

عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حلہ اتہ بند اور اوپر اڑھنے کی چادر (تائیس اونٹنیوں کے عوض خریدا پھر اسے زیب تن فرمایا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ دھاری دار



عذر زیب تن کیے ہوئے دیکھا اور کسی شخص کو ایسے حلیے میں ملبوس نہیں دیکھا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عذر سے حسین ہو۔

## پانچواں باب

### دھاری دار چادر مبارک

سلیم بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان تشریف فرما تھے اور ایک چادر سے احتبا فرمایا ہوا تھا یعنی گھٹنے مبارک کھڑے کر کے چادر کو کمر اور گھٹنوں کے گرد لپیٹ رکھا تھا اور اس کے سروں پر بیٹے ہوئے دھاگے آپ کے قدموں پر لگ رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ چادر زیب تن فرمائی تو میں نے عرض کیا یہ آپ کے جہد اطہر پر کتنی خوب لگ رہی ہے آپ کی رنگت مبارک کی سفیدی اس کی سیاہی سے اور اس کی سیاہی آپ کی سفیدی سے مل کر (یوں نظر آرہی ہیں جیسے سیاہ بادل کے درمیان سورج چمک رہا ہو) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جابا تھا اور آپ پر نجران کی بنی ہوئی چادر تھی جس کے کنارے موٹے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سُرخ چادر مبارک تھی جس کو عیدین کے موقع پر زیب تن فرماتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم علیہ السلام کو دیکھا جبکہ آپ دو سبز رنگ کی چادریں جسم النور پر اوڑھے ہوئے تھے۔

## چھٹا باب

### عمامہ مبارک

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے موقع پر مکہ



مکر میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ دستار مبارک باندھی ہوئی تھی۔  
 خالد خدا سے منقول ہے کہ مجھے ابو عبد السلام نے خبر دی کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے  
 دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دستار مبارک کیسے باندھتے تھے تو انہوں نے فرمایا ایک کنارہ دو کندھوں  
 کے درمیان لٹکاتے اور اس کو گولائی میں سر اقدس کے گرد لپیٹتے اور آخری حصہ کو پشت اقدس کی جانب اس میں  
 اٹھس دیتے۔  
 نافعؒ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دستار مبارک باندھتے  
 تو اس کے دو کناروں کو کندھوں کے درمیان پشت اقدس کی طرف لٹکاتے۔ نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ  
 بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسے ہی کرتے تھے۔

## ساتواں باب

### ٹوپی مبارک

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔  
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر سفید رنگ شامی  
 ٹوپی دیکھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر وہ ٹوپی استعمال فرماتے  
 جس کے کنارے لمبے ہوتے تھے (اور کانوں تک پہنچ جاتی تھی) اور گھریں ہوتے ہوئے وہ ٹوپی استعمال فرماتے جو  
 اوپر چڑھی ہوئی ہوتی تھی یعنی شامی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تین ٹوپیاں تھیں۔  
 ایک سفید رنگت مصری، دوسری بمینی چادروں کے کپڑے سے بنی ہوئی اور تیسری کانوں والی ٹوپی جس کو آپ  
 سفر میں زیب تن فرمایا کرتے۔

عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے کا شرف حاصل کیا  
 اور دیکھا کہ آپ کی تین ٹوپیاں ہیں۔ مصری، شامی اور ایک کانوں والی۔



اوپر اوڑھنے والی چادر مبارک

عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نجاشی رحمہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عریضہ لکھا کہ میں نے آپ کا نکاح آپ کی قوم میں سے ایک عورت کے ساتھ کر دیا ہے جو کہ آپ کے دین پر ہے یعنی ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما اور میں نے آپ کی بارگاہ میں ایک جامع اور مکمل ہر پریش کیا ہے قیص، شلوار، دو سادہ خفین اور ایک طیلسان۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خفین استعمال فرمائے دوران وضو ان پر مسح فرمایا۔



## نواں باب

### شلوار مبارک

قیس کہتے ہیں میں نے اور مخرمہ عبدی نے ہجر سے کپڑا لیا اور مکہ مکرمہ پہنچے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور شلوار خرید فرمائی اور وہاں ایک وزن کرنے والا تھا جو اجرت لے کر اسبائے کا وزن کرتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا جب تو وزن کرے تو ذرا زیادہ رائج اور وزنی رکھنا یعنی اجرت اور قیمت کو تاکہ فروخت کرنے والوں کا فائدہ ہو جائے۔

## دسواں باب

### صوف اور اون کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کا لباس زیب تن کیا اور پیوند لگا ہوا جو استعمال فرمایا۔ کھور لباس پہنا اور شیع کو تنادل فرمایا۔ ہم نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ شیع سے کیا مراد ہے تو انہوں نے فرمایا ان چھنے جو کے آٹا سے تیار کردہ ردی جو پانی کا گھونٹ پئے بغیر حلق سے نیچے نہیں اترتی۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونی لباس اور کپڑے استعمال فرماتے۔ اپنے جوتے کو خود پیوند لگاتے اور قمیص وغیرہ کو بھی خود پیوند لگاتے۔ دراز گوش کو بھی اپنے مرکب ہونے کا شرف بخشے اور ارشاد فرماتے جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے یعنی میرے ساتھ اس کا ربط و تعلق نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن اون کا جبہ استعمال فرمایا جب پسینہ آیا تو اون کی بومحوس فرمائی لہذا اسے اتار پھینکا۔



## گیارھواں باب

### میسر لباس کا استعمال

جلیس بن ایوب سے منقول ہے کہ صلت بن راشد جناب محمد بن سیرین رحمہ اللہ ثنائے کے ہاں آتے اور انہوں نے اون کی تہ بند اور ادنیٰ جبہ پہن رکھا تھا۔ ان کو دیکھ کر ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے نفرت کا اظہار کیا اور فرمایا میں گمان کرتا ہوں کہ لوگ ادنیٰ پہنتے ہیں اور دلیل و ثبوت کے طور پر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا حوالہ دیتے ہیں کہ انہوں نے ادنیٰ لباس استعمال فرمایا حالانکہ مجھے ایسے حضرات نے روایت کی ہے جن کو قطعاً مستم نہیں کیا جاسکتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتی لباس زیب تن فرمایا۔ یعنی چادریں اور بھیس اور ہمارے نبی کریم علیہ السلام کی سنت اتباع و اطاعت کی زیادہ حق دار ہے بہ نسبت سنت عیسویہ کے۔

## بارھواں باب

### جدید لباس

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نیا لباس استعمال فرمایا تو توحید سے شروع فرماتے۔

## تیرھواں باب

### لباس اور دعاء

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیا لباس پہننے لگتے تو پہلے اس کا نام لیتے یعنی قمیض۔ ازار، عمامہ یا رواد اور فرماتے۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِحَمْدِكَ كَمَا كَسَوْتَنِيْهِ اَسَاكُثْ خَيْرَہٗ وَخَيْرَ مَا مَنَعَ لَہٗ وَاعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا مَنَعَ لَہٗ۔



اسے اللہ تیرے لیے حمد و ثنا ہے جیسے کہ تو نے اپنے فضل و کرم سے یہ (قیص یا چادر وغیرہ) مجھے پہنائی ہے۔  
ایسے ہی اس کی خیر و برکت سے مشرف فرما اور جس مقصد کے لیے اسے بنایا گیا ہے اس کی خیر و برکت سے نوازا اس  
کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں اور جس مقصد کے لیے اس کو بنایا گیا ہے اس کے شر سے۔

## چودھواں باب

### خفین کا استعمال

ابن بریدہ اپنے باپ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ نجاشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے  
بارگاہ مصطفویٰ میں دو سیاہ رنگ سا وہ خفین کا ہیر پیش کیا۔ آپ نے ان کو پہنا اور ان پر مسح فرمایا اور نماز ادا فرمائی۔

## پندرھواں باب

### نعل مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے اگلے حصے میں  
انگیوں کے درمیان اگر تھامسک اور مضبوطی سے پاؤں میں برقرار رکھنے کا فائدہ دینے کے لیے دو زمام اور تسمے تھے جو  
کہ قبالہ کہلاتے تھے۔

مطرف بن عبد اللہ شخیر فرماتے ہیں۔ مجھے ایک اعرابی نے بتلایا کہ میں نے تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے جوتے میں پونید لگے دیکھے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتا مبارک میں  
اگلی جانب دو زمام اور قبالے تھے۔

جسید بن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں آپ کو رنگے ہوئے چمڑے  
کی جوتی پہنے دیکھتا ہوں؟ تو آپ نے فرمایا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے جوتے استعمال فرماتے دیکھا



جورنگے ہوئے چمڑے سے بنے ہوئے تھے اور آپ ان میں وضو فرماتے تھے۔  
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گائے کے چمڑے  
سے بنے ہوئے جوتے پہنے دیکھا جن کو پیوند لگے ہوئے تھے۔  
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جوہا مبارک  
پہنتے تو دائیں جانب سے آغاز فرماتے اور جب امارتے تو بائیں جانب سے شروع فرماتے۔



# ابواب مبارک سواریاں

## باب اول

### گھوڑے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کے بعد سب چیزوں سے زیادہ گھوڑے پسند تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب گھوڑوں میں سے زیادہ محبوب و مرغوب گھوڑا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ ہوتا جس کا دایاں پاؤں سفید ہوتا اور ناک پر سفیدی ہوتی۔ انہار کیا ہوا ہوتا اور رنگت نزد سرخی مائل ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گھوڑا تھا جس کو مرتجز کہا جاتا۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں پہلا گھوڑا جو فخر و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں آیا اس کو سکب کہا جاتا تھا (یعنی انتہائی تیز رفتار گویا کہ اس کی رفتار تیز رفتار پانی کے بہاؤ کی طرح ہے) دوسرا گھوڑا وہ تھا جس کو حسن صوت یعنی خوش آوازی کی وجہ سے مرتجز کہا جاتا (گویا وہ میدان جنگ میں مجاہدوں کی طرح رجز کہنے والا ہے) یہ وہ گھوڑا تھا جس کو آپ نے ایک اعرابی سے خرید فرمایا (اور ابھی قبضہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ انکاری ہو گیا) تو حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی خریداری کے متعلق آپ کے حق میں گواہی دی (حالانکہ وقت خرید میں موجود نہیں تھے اور عرض کیا آسمان اور آخرت کی خبروں میں ہم آپ کی سچائی پر ایمان رکھتے ہیں تو زمین کی خبر پر ایمان و یقین کیوں نہ رکھیں اور آپ نے اکیلے خزیمہ کی گواہی دو آدمیوں کے برابر قرار دیدی) تیسرا گھوڑا الزان نامی تھا۔ چوتھا گھوڑا جو باپ اور ماں کی طرف سے عمدہ ہونے کی بنا پر طرف کہلاتا۔ پانچواں گھوڑا جو رنگت کی سرخی کی وجہ سے درد (گلاب کا پھول) کہلاتا۔ چھٹا گھوڑا وہ تھا جس کو نجیف کہا جاتا اور بعض اس کو لحیف کا نام دیتے ہیں یعنی اپنے دم سے زمین کو یا اپنے پچھلے حصہ کو پوشیدہ کر لینے والا اور بعض حضرات نے آپ کے ایک گھوڑے کا نام یسوب بھی بتلایا ہے۔



## دوسرا باب

### اونٹ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی تھی جس کو عصباء کہا جاتا تھا اور کوئی سواری اس سے آگے نہیں نکل سکتی تھی ایک اعرابی اپنے جوان اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اس کے ساتھ مقابلہ میں دوڑایا تو اس کا اونٹ سبقت لے گیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان پر یہ امر گراں گذرا ان کے چہروں پر پریشانی کے اثرات دیکھ کر آپ نے دریافت فرمایا تمہیں کیا ہے؟ عرض کیا عصباء سے یہ اونٹ سبقت لے گیا ہے۔ (اس وجہ سے غمگین ہیں) آپ نے فرمایا اللہ رب العزت نے اپنے ذمہ یہ امر لیا ہوا ہے کہ امور دنیا میں سے جس کو انتہائی عروج اور ترقی عطا فرماتا ہے اس کو پستی اور زوال میں مبتلا فرماتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن اپنی اونٹنی قصواء پر سوار کہ مکہ میں داخل ہوئے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک سرخ اونٹ پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار ہوا ہشام بن عروہ اپنے والد حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ناقل ہیں کہ جب جنگ بدر کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میدان بدر کی طرف نکلے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنی بیوی یعنی آپ کی صاحبزادی (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا) کی خدمت کے لیے چھوڑا جو کہ بیمار تھیں اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی مدینہ منورہ میں چھوڑا تو وہ بیٹھے تھے کہ ناگاہ انہوں نے تکبیر کی گونج سنی دیکھا کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی جد عار پر سوار ہیں اور وہ (اہل مدینہ کو خوشخبری دیتے ہوئے) کہہ رہے ہیں کہ فلاں فلاں کا فرقتل ہو گئے اور فلاں فلاں قید کر لیے گئے۔

قصواء عصباء اور جد عادیہ تینوں نام ایک ہی ناقہ مبارکہ کے ہیں۔ ابن ناصر نے ثعلب سے نقل کیا ہے کہ یہ محض نام ہیں اور ان کا معنی لغوی موجود و متحقق نہیں تھا اور سعید بن مسیب لغوی مناسبت کے تحقق و ثبوت کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس کے کان پرے ہوئے تھے (لہذا عصباء کہتے تھے) اور جس کے کان کھٹے ہوئے تھے جد عادیہ کہلاتی تھی اور کانوں کے اوپر والے حصے کاٹ کر بائیک کیے گئے تھے لہذا قصواء کہتے تھے راہ پیدا نشی طور پر ایسے تھے اور تمثیل و تشبیہ کے طور پر یہ اسامہ اطلاق کیے گئے تھے۔



## تیسرا باب خچر

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں جنگ حنین میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا وقتی طور پر بعض مسلمان پیچھے ہٹے اور صفیں ٹوٹ گئیں اور مجاہدین مختلف ٹکڑوں میں بٹ گئے جہاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم برسرِ پیکار تھے وہاں آپ کے ساتھ حضرت میں تھا یا ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہم آپ سے جدا نہ ہوئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے جس کو فروہ ابن نفاث نے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نمرودان میں خوارج کے ساتھ جنگ کیا اور انہیں قتل کیا تو آپ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر پر سوار تھے۔ ابن جوزی نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے خچر کو شہا اور دلدل کہا جاتا۔

## چوتھا باب دراز گوش

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک دراز گوش پر سوار ہوا جس کو عنبر (ٹیالی رنگت والا) کہا جاتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دراز گوش پر سوار دیکھا جس پر اکاف ڈالا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خیر کے دن اور نوا النصیر کے غلات کا روائی کے دن دراز گوش پر سوار تھے جس پر اکاف تھا اور اس کی لگام کھجوری تھی۔

فگدھوں اور دراز گوش پر ڈالی جانے والی زین پالانہ کہلاتی ہے جیسے گھوڑوں پر ڈالی جانے والی زین کہلاتی ہے۔



# پانچواں باب

## زین

ابو عبد الرحمن فری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں موسم گرما کے گرم ترین دن جنگ خنین میں حضور علیہ السلام کے ساتھ حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا اے ہلال میرے گھوڑے پر زین ڈالو تو انہوں نے ایک زین نکالی جو باریک بندہ کی صورت میں تھی۔

## چھٹا باب

### سوار ہوتے وقت دعائیں

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت زیارت کی جبکہ آپ کی خدمت میں سواری لائی گئی۔ آپ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو فرمایا بسمو اللہ۔ اور جب اس پر چم کر بیٹھ گئے تو فرمایا۔ الحمد للہ الذی سخر لنا هذا وما كنا له مقرنین وانا الی ربنا المنقلبون۔ اس خدا کے بزرگ و برتر کے لیے حمد ہے جس نے ہمارے لیے اس کو منخر فرمایا اور ہم اپنی قوت سے اس کے قریب ہونے کے بھی قابل نہیں تھے اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں، پھر تین بار اللہ اکبر فرمایا اور تین بار الحمد للہ کہا۔ پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا الہ الا انت قد ظننت نفسی فاعف علی۔ پھر آپ نے ضحک فرمایا اور منہی آپ کے ہونٹوں پر کھینچنے لگی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ضحک کا موجب و سبب کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا اللہ رب العزت اس وقت اپنے بندہ پر خوش ہوتا ہے جب وہ اغفر لی کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میرے بندے کو یقین ہو چکا ہے کہ میرے علاوہ اور کوئی گناہ بخشے والا نہیں ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن و صحیح ہے۔



## ساتواں باب

### سوار ہونے کی کیفیت

ہشام رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حجۃ الوداع کے موقع پر سیر اور رفتار کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی رفتار سے سواری کو چلاتے تھے اور جب کشادہ جگہ آجاتی اور بھیڑ و ازدحام نہ ہوتا تو پوری قوت سے سواری دوڑاتے۔

---



# ابواب سلام اور خدم

## باب اول

### آزاد کردہ غلام

اسلم جن کی کنیت بورافعؓ ہے۔ احمر جن کی کنیت ابو عیوب ہے۔ اسامہ بن زیدؓ۔ افلحؓ۔ النہؓ۔ ایمنؓ۔ ثوبانؓ۔  
ذکوانؓ جن کو مہران اور طہمان بھی کہا جاتا ہے۔ رافعؓ۔ رباحؓ۔ زید بن حارثہؓ۔ زید بن ابی اسحاقؓ۔ سالمؓ۔ سلمان الفارسیؓ  
ابو کثیر سلیم دوسیؓ۔ ابو کنیدہ سعیدؓ۔ شقرانؓ جن کا نام صالح ہے۔ ضمیرہ بن ابی ضمیرہ۔ عبد اللہ بن اسلم۔ عبید  
بن عبد القفار۔ فضالہ یمانیؓ۔ کیسانؓ۔ مہرانؓ۔ ابو عبد الرحمنؓ اور بقول ابراہیم حربی یہی حضرت سفینہ ہیں۔ البتہ دوسروں  
کے نزدیک حضرت سفینہ کا نام رومان ہے۔ مدغمؓ۔ نافعؓ۔ ابو بکرہ نفعؓ۔ بغیہؓ۔ واقد۔ وردانؓ۔ ہشام۔ یسارؓ۔ ابواشید  
ابو الحمر اور بورافع جو کہ بھی مکے والے ہیں۔ ابوالسمعؓ۔ ابو ضمیرہ سعد ابو عبیدہ اور کہا گیا ہے کہ عبیدہ ابو موسیٰ جو کہ خزیمہ سے  
ہیں (وہ بھی آپ کے آزاد کردہ غلام ہیں) ابو واقدؓ۔ کرکرہؓ۔ بابورؓ۔ ابولبابہؓ۔ ابولقیطؓ۔ ابو ہند مولدی۔

## دوسرا باب

### آزاد کردہ لونڈیاں

ام ایمن جن کا نام برکت ہے۔ ام موسیٰ حفصہ۔ رضوی۔ ریحانہ۔ سلمیٰ۔ ماریہ۔ میمونہ بنت سعد  
میمونہ بنت ابی عیوب۔ ام ضمیرہ۔ ام عیاش (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)



## تیسرا باب

### خدا

سورہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند اہم راہنمائی بہ رضی اللہ عنہم نے بھی خداموں کی شرح بلکہ اُن سے بھی زیادہ خدمت کی جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خاص طور پر داخل ہیں۔

قاسم بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتے پہناتے پھر آپ کے آگے آگے چلتے جب آپ قیام گاہ اور مجلس شریف میں پہنچتے اور نعلین شریفین اتارتے تو آپ ان کو اٹھا کر اپنی آستینوں میں ڈال لیتے اور آپ کو چھتری پیش کرتے جب آپ اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو پھر جوتے مبارک پاؤں میں پہناتے۔ آپ کا عھالے کر آگے آگے چلتے حتیٰ کہ آپ حجرہ مبارکہ میں داخل ہوتے۔ علامہ ابن جوزی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی آپ کی بہت زیادہ خدمت کیا کرتے۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت المال کے خازن و نگران تھے۔ حضرت مغیرہ نے بھی آپ کی خدمت سرانجام دی اور بے شمار لوگوں نے لیکن مخصوص ترین خدام میں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ تھے۔ بعض یہودیوں نے بھی آپ کی خدمت سرانجام دی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا ماہتاب نبوت آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوا تو آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے (اور اس کو اسلام لانے کی تلقین کی اُس نے باپ کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا اس نے کہا اطع ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں اس کی اطاعت کر اور اس پر عمل پیرا ہو تو وہ مشرف باسلام ہو گیا اور اس طرح اس کریم نے اس کی حقیر خدمت کا عظیم و جلیل انعام عطا فرمایا۔



# ابواب شفاء و زیالشی

## باب اول

### انگوٹھی مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں چاندی کی انگوٹھی دیکھی صحابہؓ نے بھی آپ کی اتباع میں انگوٹھیاں بنوائیں اور پہن لیں۔ آپ نے اپنی انگوٹھی کو اتار کر پھینک دیا تو صحابہؓ نے بھی اپنی انگوٹھیوں کو اتار کر پھینک دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی بنوائی اور اسے استعمال فرمایا پھر ارشاد فرمایا اس نے مجھے آج کا دن تم سے غافل کر دیا ہے۔ کبھی اس پر نظر پڑتی ہے اور کبھی تمہاری طرف اٹھتی ہے پھر اسے اتار کر پھینک دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انگوٹھی تھی جس کا نیکنہ اندر کی طرف رکھتے تھے۔ آپ نے اسے اتار پھینکا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی انگوٹھیوں کو اتار پھینکا پھر آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ آپ اس کو بطور نمرا استعمال فرماتے تھے اور پہلے نہیں تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس پر محمد رسول اللہ نقش کرایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے چاندی کی انگوٹھی بنوا کر اس پر محمد رسول اللہ نقش کرایا ہے۔ لہذا کوئی شخص انگوٹھی بنوا کر اس پر یہ کلمات مبارک کہ نہ کرائے تاکہ القباس و اشتباہ پیدا نہ ہو اور امور سلطنت میں خلل اندازی کا امکان نہ رہے) (اخر جہ البخاری والمسلم)

عہ اس روایت میں خاتمان ورق (چاندی کی انگوٹھی) وارد ہے مگر بعض راویوں کی طرف سے دھم ہے جو انگوٹھی آپ نے اتار کر پھینکی تھی وہ سونے کی تھی۔ پہلے سونا پستنا حرام نہیں تھا جب اس کی تحریم نازل ہوئی تو آپ نے اس کو اتار کر پھینک دیا اور اگلی روایا میں بھی چاندی کی انگوٹھی کا ہمیشہ کے لیے آپ کے دست اقدس میں ہونا بلکہ خلیفہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں ہونا ثابت ہے لہذا یہ دھم راوی ہے اور مراد سونے کی انگوٹھی ہے۔

کذا قال الامام النووی وغیرہ من الشارحین والمحدثین۔



حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی سے بنا ہوا تھا۔ القزوبہ الامام البخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ جو آپ کے ہاتھ مبارک میں تھی اور وصال شریف کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور بعد ازاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی اسکا نقش محمد رسول اللہ تھا اور سلم نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ وہ انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔ پھر اریس والے کنوئیں میں گر گئی اور حضرت ذوالنورین کی ہرملکن کوشش کے باوجود اس کا کوئی سراغ نہ مل سکا اور اس میں وہی تاثیر تھی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی میں تھی جب تک وہ باقی رہی انتظام سلطنت درست رہا اور جوں ہی وہ غائب ہوئی تو نظام سلطنت میں شکست اور بے چہخت کا عمل دخل شروع ہو گیا)  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشی پتھر تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک کا نقش محمد رسول اللہ تھا (جو تین سطروں میں لکھا گیا تھا) محمد (پہلی سطر) رسول (درمیانی سطر) اور لفظ اللہ (اوپر والی سطر) میں کندہ تھا۔

## فصل

اس امر میں روایات مختلفہ وارد ہیں کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی مبارک دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔ یا بائیں میں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام اپنی انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے مگر اس روایت کے راوی محمد بن عباد ہیں جو کہ ضعیف ہیں اور دوسرے راوی ابن میمون ہیں جو قابل اعتماد شخص نہیں ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں وہ ذاہب الحدیث ہے۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے گویا کہ میں آپ کے بائیں ہاتھ مبارک میں پہنی ہوئی انگوٹھی کی سفیدی اور چمک اب بھی دیکھ رہا ہوں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرات حنین رضی اللہ عنہم سبھی بائیں ہاتھ میں انگوٹھیاں پہنا کرتے تھے۔



## دوسرا باب

### خطاب

عثمان بن عبد اللہ بن مہرب سے منقول ہے کہ ہم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ نے ہمیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس بال دکھلائے جن پر ہندی اور دسمہ کا خضاب تھا۔ حضرت ابو ریحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے بال مبارک ہندی اور دسمہ سے رنگتے تھے اور آپ کے بال مبارک کندھوں تک پہنچتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم خا اور دسمہ سے خضاب لگاتے اور ارشاد فرماتے بالوں کی سفیدی تبدیل کر لیا کرو کیونکہ یہودی بالوں کو سفید ہی رکھتے ہیں اور خضاب نہیں لگاتے اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے صرف ہندی کو بطور خضاب استعمال فرمایا۔

حضرت ابو ریحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضری دی تو میں نے آپ کو دیکھا کہ داڑھی مبارک کو ہندی لگائی ہوئی تھی اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے زرد رنگ خضاب لگایا۔ عبید اللہ بن جریج سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ اے ابو عبد الرحمن میں دیکھتا ہوں کہ آپ زرد رنگ خضاب استعمال فرماتے ہیں! تو آپ نے فرمایا میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو زرد رنگ خضاب استعمال فرماتے دیکھا ہے لہذا میں بھی یہی پسند کرتا ہوں کہ زرد رنگ ہی استعمال کروں۔

(اخرہ البخاری والمسلم)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کو زعفران اور ارس سے رنگا کرتے تھے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جویاں مبارک سفید تھے وہ زیادہ تر کپٹیوں پر تھے اور ٹھوڑی مبارک کے ارد گرد گویا کہ سفید بال مبارک چاندی کی تاریں تھیں جو سیاہ بالوں کے درمیان چمکتی دکھائی دیتی تھیں اور جب آپ ان کو زرد رنگ دیتے اور اکثر ایسے ہی ہوتا تو وہ سونے کی تاروں کی طرح دکھائی دیتے تھے۔



**سوال:** اگر یہ کہا جائے کہ روایات میں باہم اختلاف کیوں ہے (کسی میں ہندی سے خضاب لگانے اور کسی میں دسمہ و خضاب اور کسی میں زرد رنگ کرنے کا ذکر ہے)۔

**جواب:** یہ اختلاف اختلاف احوال پر مبنی ہے کبھی ایک طرح کا خضاب استعمال فرمایا جاتا تو کبھی دوسری طرح کا

**سوال:** یہ بھی روایات میں وارد ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا ہی نہیں۔ جیسے کہ۔  
حضرت ثابتؓ سے منقول ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے متعلق

دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا آپ نے خضاب استعمال نہیں فرمایا۔

زیادہ مولائے سعد سے منقول ہے کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آیا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا تو انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ اس کا اللہ بھی نہیں فرمایا آپ کے بالوں کی سفیدی صرف عنقہ (یعنی ٹھوڑی مبارک) بچلے ہونٹ کا درمیانی حصہ اور ناصیہ دسامنے والے بالوں) میں تھی اور اگر میں چاہتا تو سارے بال شمار کر سکتا تھا جو سفید تھے (لہذا اتنے قلیل بالوں پر خضاب لگانے کی کیا ضرورت تھی؟)

بشر مولائے مازنین سے منقول ہے کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا تھا؟ تو آپ نے فرمایا نہیں نہیں آپ کے مبارک بالوں کی سفیدی محتاج خضاب تھی ہی کب؟  
ٹھوڑی سی مقدار سفیدی کی عنقہ اور ناصیہ میں تھی جس کو لگنا جاسکتا تھا۔

**الجواب:** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو روایت سوال میں نقل کی گئی ہے اس کا جواب دو وجہ سے ہے۔  
اول یہ کہ آپ سے مختلف روایات منقول ہیں ایک روایت میں ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک رنگے ہوئے دیکھے۔ محمد بن عقیل بن ابی طالب فرماتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خضاب لگایا تو انہوں نے کہا میرا یہ خیال نہیں ہے؛ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تھے جن پر زردی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ان کو زرد فرمایا کرتے تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جہاں ان سے خضاب لگانے کی نفی ہے وہاں مالکی کا لفظ ہے یعنی میرا خیال اور ظن یہ نہیں ہے لہذا اس میں اظہار یقین نہیں ہے۔ نیز جہاں لم یخضب (آپ نے خضاب نہیں لگایا) کے الفاظ وارد ہیں تو یہ بھی نفی پر شہادت ہے اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم مثل عبداللہ بن عمر۔ ابو ریحہ عبداللہ بن زید صاحب اذان رضی اللہ عنہم نے اس امر کے جزم و اذعان کا اعلان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا ہے۔ اہل جہاں اثبات و نفی میں تعارض و تخالف ہو تو اثبات کو تقدیم و ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ اور یہی جواب امام احمد رضی اللہ عنہ نے دیا جب کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں لگایا۔ یہی روایت حضرت سعد اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی تو اس کا راوی واقفی ہے جس کی امام احمد رحمہ اللہ نے تکذیب فرمائی۔



ہے اور یہی فرماتے ہیں وہ ثقہ نہیں ہے اور ابو زرہ فرماتے ہیں وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا علاوہ ازیں ان کی شہادت نفی پر ہے اور اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

## تیسرا باب کنگھی کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر طور پر پانی کے ساتھ اپنے سر اقدس اور وارثی مبارک کے بال تر فرما کر کنگھی فرماتے اور ان کو الگ الگ فرماتے۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب رات کو بستر پر لیٹتے تو آپ کی مسواک پانی اور کنگھی آپ کے پاس رکھے جاتے جب بھی اللہ تعالیٰ آپ کو سیدار فرماتا تو آپ مسواک فرماتے اور وضو کر کے کنگھی فرماتے۔

## چوتھا باب ہلنگ نکالنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اہل کتاب اپنے بالوں کی ہلنگ نہیں نکالتے تھے اور ویسے ہی ہلکے رہتے تھے اور مشرکین مکہ ہلنگ نکالا کرتے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی حکم نہیں دیا جاتا تھا آپ ان میں اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہلے پہل ہلنگ نکالنے بغیر بال پیچھے بٹا دیتے۔ بعد ازاں آپ نے ہلنگ نکالی۔



## پانچواں باب

### تیل کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات سر اقدس پر تیل وغیرہ لگایا کرتے تھے اور اسے تر رکھتے اور واڑھی مبارک کو لنگھی فرما کر بال پھیلا کر رکھتے اور انہیں اکٹھا نہیں فرماتے تھے۔

## چھٹا باب

### آئینہ دیکھنا

حضرت انس سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب آئینہ میں اپنے چہرہ اقدس کی طرف دیکھتے تو فرماتے: الحمد للہ الذی حسن خلقی وخلق ذان منی ہاشان من غیر ی۔ اس خدا کے بزرگ و برتر کے لیے حمد ہے جس نے میری تخلیق کو حسن و جمال سے آراستہ فرمایا اور میرے اخلاق کو تہذیب و تربیت سے زینت بخشی اور مجھ میں موجب زینت و زیبائش امور کو پیدا فرمایا جب کہ دوسروں میں موجب شین اور عیب امور کو خلق فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ میں جب چہرہ انور کو دیکھتے تو فرماتے: الحمد للہ الذی سوتی خلقی فعدلہ وکرم صورۃ وجہی وحسنہا وجعلنی من المسلمین۔ حمد ہے اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے میری تخلیق کو راست اور درست فرمایا اور حالت اعتدال پر پیدا فرمایا اور میرے چہرہ کو کرامت و عزت سے نوازا اور اسے حسن و جمال سے آراستہ فرمایا اور مجھے تابعداروں اور طاعت گزاروں سے بنایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب آئینہ میں نگاہ فرماتے تو زبان اقدس پر یہ کلمات طیبہ جاری فرماتے: اللہم کما احسنت خلقی فحسن خلقی۔ اے اللہ تو نے جس طرح میری خلق کو جمیل کیا ہے ایسے ہی میرے خلق کو حسین بنا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غزوات کے موقع پر سامان سفر تیار کرتی تھی اور آپ کے لیے تیل لگتی۔ آئینہ، سرمہ وانی اور مسواک تہنی اور کھلانے کا آلہ ہیا کرتی تھی۔

محبوب محبوب خدا علیہ وعلیہا التیمۃ والثناء سے مروی ہے کہ سات چیزوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر و حضر



میں ترک نہیں فرماتے تھے۔ بوتل رکنگھی۔ آئینہ سرمہ دانی۔ مسواک قیمتی جسم کھلانے والا آلہ۔ جس کو مدد ملی کہا جاتا ہے۔

## ساتواں باب

### ریش مبارک

عمر بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کو طول و عرض سے کاٹتے تھے۔

## آٹھواں باب

### مونچھیں کاٹنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شوارب (مونچھیں) کاٹتے تھے۔

حضرت ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مونچھیں کاٹتے تھے اور ناخن مبارک بھی تراشتے تھے قبل اس کے کہ خطبہ جمعہ کے لیے تشریف لے جائیں۔

## نواں باب

### استعمال نوره (پوڈر)

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کی صفائی کے لیے پوڈر کو زیر ناف

ف۔ قطع شوارب میں سنت یہ ہے کہ ہونٹ کا اوپر والا کنارہ ظاہر ہو جائے اور بال اسے چھپانے لگیں۔ کناروں کا باقی رکھنا جائز ہے۔

(کذا فی النہایہ و احیاء العلوم وغیرہ)



ہتھ پر اپنے دست اقدس سے ملتے۔

حبیب ابن ابی ثابت سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بالوں کی صفائی کے لیے طلا استعمال فرماتے اور مرکب و دوا بصورت پوڑ تو پوشیدہ ہتھ پر خود اور دیگر جسم اقدس پر ازدواج مطہرات مل دیتی تھیں۔  
ابو معشر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بعض ازدواج مطہرات نے آپ کو نورہ لگایا اور زیناف ہتھ پر خود آپ نے اسے ملا۔

زیاد بن کلیب سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نورہ کے ساتھ طلا کیا جب ناف کے قریب پہنچا تو وہ رک گیا اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلا دفرمایا۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نورہ کے ساتھ طلا نہیں فرماتے تھے اور جب بال زیادہ ہو جاتے تو آپ حلق فرماتے یہ روایت کھلی روایات سے مقصود ہے اور ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ہر ایک نے جو دیکھا بیان کیا اور ہر ایک صورت مختلف مواقع پر وقوع پذیر ہوئی۔

## دسواں باب

### خوشبو کا استعمال اور پسندیدگی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے دل میں اللہ کی طرف سے عورتوں اور خوشبو کی محبت پیدا کی گئی ہے (کہ محض میری طبیعت اس کی متقاضی ہے یا انسانیت العباد باللہ اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور اور سکون و قرار صرف نمازیں رکھا گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کوئی کستوری وغیرہ ایسا نہیں سونگھا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور مغیرہ و معطر ہو لہذا آپ خوشبو لگانے کے محتاج نہیں تھے محض اس کی سنیت واضح کرنے اور اکمل سے اکمل درجہ طیب و پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے اسے استعمال فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ پاکیزہ نکمت والے تھے میں نے کوئی خوشبو کستوری ہو یا عنبر ایسی نہیں سونگھی جو آپ کی نکمت سے پاکیزہ ہو۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو مس کیا تو وہ ایسے لگا گویا وہ عطار کا عطر دان تھا۔



حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ایک عطر دان تھا جس سے خوشبو لگاتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عود کی خوشبو سب خوشبوؤں سے زیادہ محبوب اور پسند ترین تھی۔

حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خوشبو استعمال فرمایا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ آپ کستوری و عنبر کی درمیانی خوشبو استعمال فرماتے جس میں تیزی اور شوخی نہیں ہوتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں طیب اور خوشبو پیش کی گئی ہو اور آپ نے اس کو قبول نہ کیا ہو۔



# ابواب

طعام اور کیفیت تناول

## باب اول

دستر خوان

حسن بن مہران سے مروی ہے کہ میں نے حضرت فرقہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور آپ کے دسترخوان پر کھانا کھایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خوان (درا اونچی میز جس پر امیر لوگ کھانا لکھ کر کھاتے ہیں) استعمال فرمایا اور نہ سُکر حہ (ڈونگہ) اور نہ ہی آپ کے لیے میدہ کی ملائم روئی تیار کی گئی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے حضرت انسؓ سے یہ روایت کی۔ سے پوچھا گیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کس چیز پر تناول فرمایا کرتے تو انہوں نے فرمایا سفرہ پر یعنی چمڑے کے دسترخوان پر۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف رکھتے اور زمین پر ہی دسترخوان بچھا کر کھانا تناول فرماتے۔

## دوسرا باب

پیالہ

حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہت بڑا پیالہ مثل ثناب تھا جس کو چار حلقے (کنڈے) لگے ہوئے تھے۔



## تیسرا باب

### روٹی کی کیفیت و مہیت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مالک بن خراثن خداوندی صلی اللہ علیہ وسلم کی راتیں مسلسل خالی پیٹ سو جاتے اور آپ کے اہل خانہ کے پاس بھی کھانے اور کھلانے کی کوئی چیز موجود نہ ہوتی اور عام طور پر جو کی روٹی میسر آتی۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں جو کی روٹی بھی نہ بچتی یعنی

پیٹ بھر میسر نہ ہوتی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے جب دریافت کیا گیا کہ آیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے میدہ کی روٹی تناول فرمائی تو انہوں نے فرمایا (جہاں تک چشم ظاہر کا تعلق ہے اور اسباب عادیہ کا) تو آپ نے (اپنی حیات طیبہ میں) اسکو دیکھا ہی نہیں تناول فرمایا تو اور بات ہے۔ ان سے عرض کیا گیا کیا تمہارے ہاں آٹا چھانسنے کے لیے چھلنیاں ہوتی تھیں تو انہوں نے فرمایا نہیں ہمارے پاس یہ نہیں ہوا کرتی تھیں تو آپ سے عرض کیا گیا پھر جو کے آٹا کے ساتھ کیا کرتے تھے (چھانے بغیر تو اس کی روٹی کھانی بہت ہی مشکل ہوتی ہے) انہوں نے فرمایا پھونک مار دیا کرتے تھے جو چھان اڑ گیا اڑ گیا باقی گوئدھ کر پکالیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خوان پر کھانا رکھ کر تناول نہیں فرمایا اور نہ ہی میدہ کی روٹی تناول فرمائی یہاں تک کہ آپ دار فنا سے دار بقا کی طرف منتقل ہوئے۔

## چوتھا باب

### پسندیدہ سبزیاں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب ترین کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سبزیاں اور ترکاریاں

تھیں۔



## پانچواں باب

### سرکہ بطور سالن

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سرکہ انتہائی پسندیدہ سالن تھا۔

حضرت ام بانی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کوئی چیز ہے؟ میں نے عرض کیا اور تو کچھ نہیں صرف سوکھی روٹی ہے اور سرکہ ہے تو آپ نے فرمایا وہی لے آؤ۔ وہ گھرانہ فقر کا شکار نہیں ہوتا ہے اور نہ اداام و سالن سے خالی جس میں سرکہ موجود ہو۔

## چھٹا باب

### گلکڑی کا استعمال

ربیع بنت معوذ سے مروی ہے فرماتی ہیں مجھے معاذ بن عفرار نے تازہ کھجوروں کا ایک تھال دے کر بھیجا جس کے اوپر چھوٹی چھوٹی بالوں والی گلکڑیاں تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گلکڑی کو پسند فرماتے ہیں جب وہ کھجوریں اور گلکڑیاں تھال میں لے کر حاضر ہوئی تو آپ کی بارگاہ میں سونے چاندی کے ٹکڑے پڑے تھے جو بحرین سے آپ کی خدمت میں پہنچے تھے آپ نے سٹھی بھر زرو سم مجھے بھی مرحمت فرمایا۔

## ساتواں باب

### کدو کا استعمال

حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک درزی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا پکایا اور آپ کو دعوت دی میں آپ کے ساتھ اس کھانے میں شریک تھا۔ اس نے آپ کی خدمت میں جو کی روٹی پیش کی اور شوربا جس میں کدو اور



خشک گوشت تھا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پیالہ سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرما رہے ہیں تو اس دن سے میں کدو پسند کرنے لگ گیا اور مجھے اس سے پیار سا ہو گیا۔

الطائوت سے منقول ہے کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کدو تناول فرما رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے۔ ارے کدو کی بیل تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہونے کی وجہ سے مجھے کتنی ہی محبوب اور پیاری لگتی ہے۔

## آٹھواں باب

### گھی اور پنیر کا استعمال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں گھی پنیر اور سوہار دگرہ ہمیشہ کی گئی۔ آپ نے گھی اور پنیر کو تناول فرمایا اور سوہار کے متعلق فرمایا۔ یہ ایسی چیز ہے جس کو میں نے کبھی نہیں کھایا کوئی چاہے تو کھالے چنانچہ اسے آپ کے دسترخوان پر اور آپ کے سامنے کھایا گیا۔ (مگر خود آپ نے اسے نہیں کھایا)۔

## نواں باب

### حلوہ کا استعمال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک کھجور کی شریہ بہت پسندیدہ تھی جس کو حلوہ کہا جاتا ہے۔

عہ بعض روایات میں گرہ کے کھانے سے نہی وارد ہے جیسا کہ ابو داؤد شریف میں مروی ہے لہذا احناف کے نزدیک اس کا کھانا ممنوع ہے اور یہ روایت منوع ہے۔ محاشرت۔



## دسواں باب

### شرید سے محبت

عکرمہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کھانا تیار کیا۔ پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف آدمی بھیجا کہ آپ خود تشریف لائیں اور اپنے موالی (آزاد کردہ غلام خدام) میں سے بھی جن کو ہمراہ لانا چاہیں لے آویں چنانچہ وہ تشریف لائے اور ہم بھی اُن کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت سعید سے فرمایا: ہمارے پاس شرید بنا کر لاؤ۔ کیونکہ سب کھانوں میں سے زیادہ پسندیدہ کھانا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک شرید ہی تھا (گوشت کے شوربا میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر اور انہیں اچھی طرح گلا کر تیار کیا ہوا کھانا شرید کہلاتا ہے)۔

## گیارہواں باب

### اکٹھے دو کھانے

حضرت سہل بن سعد سادی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ترلوز کو کھجور کے ساتھ ملا کر تناول فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ترلوز اور کھجور کو ملا کر تناول فرماتے دیکھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ترلوز اور کھجوریں ملا کر کھانا پسند تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ السلام دائیں ہاتھ سے کھجوریں تناول فرما رہے تھے اور ترلوز آپ کے دوسرے ہاتھ میں تھا اور آپ دونوں کو ملا کر تناول فرما رہے تھے اور سب پھلوں اور میوہ جات سے زیادہ پسندیدہ آپ کے نزدیک یہی پھل تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول ثقلین نبی المرین صلی اللہ علیہ وسلم ترلوز کو کھجوروں سے ملا کر کھاتے اور خیار یعنی لکڑی کو نمک کے ساتھ۔



## بارھواں باب

### گوشت اور پسندیدہ اعضاء

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے کہ آپ کی خدمت اقدس میں گوشت لایا گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو (جو بوٹی اچھی نظر آتی) وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ آپ نے فرمایا: سب سے اچھا گوشت پیٹھ کا گوشت ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گوشت لایا گیا اور جانور کا بازو اٹھا کر آپ کو پیش کیا گیا کیونکہ وہ آپ کو بہت پسند تھا۔

ابو عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہنڈیا پکاٹی اور آپ کو اگلے پاؤں کا گوشت بہت ہی پسند تھا لہذا میں نے وہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ پھر آپ نے فرمایا: دوسرا بازو مجھے اس میں لے وہ پیش کیا۔ پھر آپ نے فرمایا اور بازو مجھے دے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے اگلے پاؤں کتنے ہوتے ہیں؟ یعنی دو ہی تو تھے جو میں نے پیش کر دیے ہیں تو آپ نے مزید حکم کیسے دے دیا۔ تو آپ نے فرمایا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تو خاموشی سے میرے حکم کی تعمیل کرتا رہتا اور میرے طلب کرنے پر ہنڈیا سے نکالتا رہتا تو بازو اور اگلے پاؤں کا گوشت نکلتا ہی رہتا۔ جب تک میں طلب کرتا رہتا (تجھے یہ نہیں دیکھنا چاہیے تھا کہ بکری کے اگلے بازو کتنے ہوتے ہیں بلکہ یہ دیکھنا تھا کہ طلب فرمانے والا کون ہے اور ان کو دینے والا کون؟)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے ثنائی کا گوشت جتنا پسند تھا اتنا اور کوئی عضو پسند نہیں تھا۔

## تیرھواں باب

### خشک گوشت کا استعمال



## چودھواں باب

بھٹے ہوئے گوشت کو تناول فرمانا

حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھٹا ہوا گوشت کھایا۔

## پندرھواں باب

مرغ کے گوشت کو تناول فرمانا

نہم جرمی سے منقول ہے کہ ہم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ان کا کھانا آگیا تو اس میں مرغ کا گوشت بھی تھا۔ حاضرین مجلس میں بنی تیمم اللہ کا ایک فرد بھی موجود تھا وہ دسترخوان کے قریب نہ ہوا تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آگے بڑھو اور کھاؤ کیونکہ میں نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغ کا گوشت تناول فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔

## سولہواں باب

لحم جباری کو تناول فرمانا

عمر بن شیبہؓ نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ میرے دادا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جباری (کونج) کا گوشت کھایا۔



## سترھواں باب

### نا پسندیدہ اشیاء کا تناول نہ فرمانا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اپنی خالہ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں سوسمار (گوہ) کا گوشت رکھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے جب تک یہ نہ عرض کیا جاتا کہ یہ کیسا کھانا ہے لہذا عورتوں میں سے بعض نے کہا کیا تم آپ سے عرض نہیں کرتیں کہ یہ کونسا کھانا ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ سوسمار کا گوشت ہے تو آپ نے اس کو ترک فرما دیا اور نہ کھایا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کیا یہ حرام ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں لیکن یہ ایسا طعام ہے جو میرے آبائی وطن میں نہیں تھا لہذا طبعتاً اس سے کراہت و نفرت محسوس کرتا ہوں۔ تو حضرت خالد فرماتے ہیں میں نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھایا (آپ نے مجھے کھانے سے منع نہیں فرمایا)۔

(اخرجہ البخاری والمسلم)

ابو الشیخ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور فرمایا اے قوم محارب اللہ تعالیٰ تمہاری نفرت و امداد فرمائے۔ بچے عورت کا دودھ ہوا دودھ مت پلانا (بلکہ مردوں کے جو دودھ دہا ہو وہ پلانا۔

عسکری فرماتے ہیں کہ عورتوں کا جانوروں سے دودھ نکالنا عربوں کے نزدیک عیب سمجھا جاتا تھا اور وہ اس کو عار سمجھتے تھے اور مقامِ حج میں اس عیب کو ذکر کرتے تھے اور انہوں نے اس قسم کے ہجریہ اشعار کہے ہیں۔

کَمْ عَمَّةٍ مَكَثَ يَاجْرِيْدٌ وَخَالَةٌ  
فَدَعَاءٌ قَدْ حَلَبْتُ عَلَى عَشَارِي

اے جریہ تیری کتنی ہی پھوپھیاں اور خالائیں ہیں جن کے ہاتھ دودھ نکالتے نکالتے ٹیرے ہو چکے ہیں وہ میری اوشینوں کا دودھ بھی دوہتی رہی ہیں۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کا نکالا ہوا دودھ اُن کے حوض و نفاس میں مبتلا رہنے کی وجہ سے نا پسند فرمایا ہو اور اس قول کی تائید حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے لطیف تر امد پاکیزہ تر تھے۔ آپ مشکیزہ کے دہانے سے پانی نوش نہیں فرماتے تھے امد کھلے پھر لے والے مرغ و طیور کا گوشت تناول نہیں فرماتے تھے اگرچہ اس کو حرام بھی نہیں فرماتے تھے اور زہری فرماتے ہیں کہ آنحضرت



صلی اللہ علیہ وسلم قاذورات کو استعمال نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی مرغ کو جب تک اسے پابند رکھ کر دانہ نہ کھانا کھایا جاتا۔  
 نہ ہری فرماتے ہیں کہ قاذورہ سے مراد قابل نفرت اشیاء ہیں اور گویا مقصد یہ ہے کہ آپ نجاست وغیرہ کھانے والے  
 جانوروں سے پرہیز فرماتے تھے جب تک کہ ان کو پاکیزہ اشیاء نہ کھلائی جاتیں اور کبھی قاذورہ کا اطلاق فعل قبیح پر بھی  
 کیا جاتا ہے اور اسی پر مبنی ہے قول حضور علیہ السلام کا من اقل شیئا من هذا القاذورات یعنی جو شخص ان امور قبیحہ میں سے  
 کسی امر کا مرتکب ہو۔

## اکٹھارھواں باب

بدبودار اشیاء سے اجتناب

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا کھاتے تو بچا ہوا کھانا  
 حضرت ابوالیوب انصاری کے پاس بھیج دیتے۔ ایک دن آپ کی بارگاہ اقدس میں ایک پیالہ سالن کالایا گیا جس میں  
 لسن تھا آپ نے بنیر کھائے اس کو حضرت ابوالیوب کے پاس بھیج دیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ حرام ہے؟ آپ  
 نے فرمایا حرام تو نہیں لیکن میں اس کی بو کو ناپسند کرتا ہوں (تم اس کو کھا لو) انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جو چیز آپ کو ناپسند  
 ہے وہ مجھے بھی ناپسند ہے (معاذ اللہ عنہ الامام البخاری)۔

## انیسواں باب

جھار (کھجور کا نوخیز خوشہ) تناول فرمانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کا نوخیز خوشہ (جو ابھی  
 سفید اور انتہائی ملائم ہوتا ہے) تناول فرماتے ہوئے دیکھا۔



## بیسواں باب

### حلوے اور شہد کو پسند فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حلوے اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔

## اکیسواں باب

### خشک کھجوریں تناول فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن میں کبھی دو مرتبہ ایسا کھانا تناول نہیں فرمایا جن میں ایک کھانا کھجوریں نہ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب ترین طعام عجمہ کھجوریں تھیں۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برتن کی قریب ترین اور سامنے والی جانب سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے مگر جب کھجوریں پیش کی جاتیں تو پھر آپ کا ہاتھ مبارک سارے برتن میں گردش کرتا۔

حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام ہمارے ہاں تشریف لائے میرے باپ نے آپ کی خدمت میں خشک کھجوریں اور سویق (ستو) پیش کیا۔ آپ نے کھجوریں کھانا شروع فرمائیں اور گٹھلیاں بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں (شہادت والی اور درمیانی) پر رکھتے رہے اور پھر انہیں پھینک دیا۔

## بائیسواں باب

### انگور تناول فرمانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انگوروں کا خوشہ بطور خراط



استعمال فرماتے دیکھا یعنی خوشہ کے دانے یکے بعد دیگرے منہ مبارک میں ڈالتے اور اس کی شاخ کو پیچھے کھینچ لیتے۔

## تیسواں باب

### تازہ کھجور کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تازہ کھجوریں پیش کرتا تو آپ ان کو تناول فرماتے اور آخری حصہ کو ترک فرما دیتے (جس پر خشک چھلکا ہوتا ہے اور شاخ سے وابستہ ہوتا ہے) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم تازہ کھجوروں کے موسم میں ان کے ساتھ افطاری کرنا پسند فرماتے اور اگر رطب نہ ہوتی تو پھر تمرات یعنی خشک کھجوروں کے ساتھ افطاری فرماتے اور طاق عدد استعمال فرماتے یعنی تین یا پانچ یا سات۔

## چوبیسواں باب

### تازہ پھل اور آپ کی کیفیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں تازہ کھجوریں پیش کی جاتیں تو دعا فرماتے اے اللہ تعالیٰ ہمارے لیے ہمارے شہر مدینہ میں برکت عطا فرما اور ہمارے پیالوں (مدیکلوں اور صاع) تقریباً چار کیلوں میں برکت عطا فرما اور اس برکت کو دو گنا فرما۔ پھر وہ پھل مجلس اقدس میں حاضر بچوں میں سب سے چھوٹے بچے کو عطا فرماتے۔

## پچیسواں باب

### خبثیص کا استعمال

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم مرید یعنی کجوریں سکھانے



کے مقام کی طرف نکلے۔ ناگاہ دیکھا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اونٹنی کی مہار پکڑے آرہے ہیں جس پر آٹا لگھی اور شہد لدا ہوا تھا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ اونٹنی بٹھا دو۔ انہوں نے اسے بٹھا دیا۔ پھر مہڈیا طلب فرمائی اور اس میں لگھی، شہد اور آٹا ڈال دیا۔ پھر اس کے نیچے آگ جلانے کا حکم فرمایا۔ حتیٰ کہ وہ آٹا بھن گیا اور حلوہ تیار ہو گیا۔ تو فرمایا اسے کھاؤ۔ اور خود بھی اس سے تناول فرمایا اور بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ یہ ایسی چیز ہے جس کو اہل فارس خبیث کہتے ہیں۔

## پھیسواں باب

### بوقت تناول تین انگلی کا استعمال

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین انگلیوں یعنی انگوٹھے، رشادت والی انگلی اور درمیانی انگلی کے ساتھ تناول فرماتے ہوئے دیکھا۔ پھر میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ درمیانی پھر رشادت والی اور پھر انگوٹھے کو چاٹ رہے تھے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول عتتم صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں کے ساتھ تناول فرماتے تھے اور اپنے ہاتھ مبارک کو کسی رومال یا تولیہ وغیرہ کے ساتھ صاف نہیں فرماتے تھے۔ تا وقتیکہ چاٹ نہ لیتے۔ انفرادہ المسلم۔

## ستائیسواں باب

### اپنے آگے سے کھانا

عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ مجھے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے کھاتے ہوئے دیکھا جبکہ میں نو خیز بچہ تھا میں کبھی برتن کے ایک حصہ سے کھاتا تو کبھی دوسرے حصہ سے تو آپ نے فرمایا۔ اے بچے! اس طرح مت کھائیے، کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب تناول فرماتے تھے تو آپ کا ہاتھ مبارک سامنے والے حصہ سے ادھر ادھر نہ جاوز نہیں کرتا تھا۔



## اٹھائیسواں باب

تناول کے وقت بیٹھنے کا طریقہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوی میں کھجوریں پیش کی گئیں۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ اشدت جوع کی وجہ سے بصورت اقدار بیٹھ کر آپ ان کو تناول فرمانے لگے۔ یعنی سرین کے بل بیٹھ کر اور ہنڈیاں مبارک اور ران مبارک کھڑے کر کے۔

## انیسواں باب

ٹیک اور سہارے سے پرہیز

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام نے فرمایا میں تو ہرگز اوٹ لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔ (بخاری شریف)

## تیسواں باب

اظہار مذمت سے پرہیز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا جب کھانا پیش کیا جاتا اگر خواہش ہوتی تو تناول فرمالیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ (ازہر الشیخان)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام کسی طعام کی مذمت نہیں فرماتے تھے اور نہ اس کی مدح فرماتے تھے



## اکیسواں باب

### اشیاء صدقہ سے پرہیز

بہترین حکیم اپنے والد گرامی کے واسطے سے اپنے دادا سے راوی ہیں کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا صدقہ نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال ہے اور نہ ہی آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بارگاہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں کوئی چیز لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا یہ صدقہ ہے۔ آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرمایا۔ تم اسے کھاؤ۔ اور خود اسے تناول نہ فرماؤ۔ وہ دوبارہ کوئی چیز لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے دیکھا کہ آپ اموال صدقہ کو تناول نہیں فرماتے۔ یہ میری طرف سے ہدیہ ہے۔ آپ نے خود بھی اسے تناول فرمایا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی کھانے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے بھی اسے کھایا۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آفتاب رسالت ماہتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو صدقہ کی وصولی کے لیے بھیجا۔ اس نے حضرت ابو رافع کو ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا صدقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل کے لیے حرام ہے اور قوم کا مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام قوم کے حکم میں ہوتا ہے (اور چونکہ تو میرا آزاد کردہ غلام ہے لہذا تیرے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ اس لیے فراہمی زکوٰۃ کے لیے تم نہیں جا سکتے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جب کھانا لایا جاتا تو آپ اس کے متعلق دریافت فرماتے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟ اگر عرض کیا جاتا کہ صدقہ ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرماتے۔ تم اسے کھاؤ اور خود تناول نہ فرماتے اور اگر عرض کیا جاتا کہ ہدیہ ہے تو آپ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھاتے۔

ابو الوفا علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ صدقہ رسالت علیہ افضل الصلوٰت پر اس لیے حرام کیا گیا ہے کہ وہ مرحمت کے قبیل سے ہے جو کہ مسکنت کا مقننی ہے اور لوگوں کی دست نگیری کا لہذا خاندان نبوت کو اس سے محفوظ کر دیا گیا۔ کہ ان کے ہاتھوں پر کسی کا ہاتھ (بوقت عطا) بلند ہو۔ اور ہدیہ آپ کے لیے مباح قرار دیا گیا کیونکہ

ہدیہ تحیہ اور تحفہ ہے اور تحائف و ہدایا میں حکم خداوندی یہ ہے کہ جو تمہاری خدمت میں ہدیہ لایا گیا ہے اس سے بہتر ہدیہ اور تحفہ دو اور گھرانہ نبوت مکارم اور اخلاق عالیہ کا گھر ہے اور طلب مزید کے لیے لوگوں کی رغبت اور امید دل کا مرکز (اور یہ عظمت شان کی دلیل ہے) اور اٹا لوگوں کی دست نگیری اور محتاجی کی دلیل (خاندان نبوت کے مصطفیٰ و قاسم ہونے کی



بہذا اس کو اکرنا مباح اور جائز رکھا گیا۔

## تیسواں باب

بعد از طعام حمد الہی

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا کھا کر فارغ ہوتے اور آپ کا دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ فرماتے۔ الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ غیر مکفی ولا موقوع ولا مستغنی عنہ ربنا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے بے شمار اور بابرکت تعریفیں جنہیں نہ تو کما حقہ ادا کیا جاسکتا ہے نہ چھوڑا جاسکتا ہے اور نہ ان سے بے نیاز رہا جاسکتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین۔ حمد و ثناء ہے خدا کے بزرگ و برتر کے لیے جس نے ہمیں کھلایا۔ پلایا اور اپنا اطاعت گزار بنایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھانے کے لیے بلایا ہم آپ کے ساتھ دو لنگدہ پر حاضر ہوئے۔ جب آپ نے کھانا تناول فرمایا اور دست اقدس دھو لیے تو فرمایا۔ الحمد للہ الذی یطعم ولا یطعم۔ من علینا نہدا انا واطعمنا وسقانا وکل بلاء حسن بلانا۔ الحمد للہ غیر مودع ولا مکافا ولا مکفوف ولا مستغنی عنہ ربنا۔ الحمد للہ الذی اطعم من الطعام وسقی من الشراب وکفی من العری وھدای من الضلالۃ ودرہ من العمی، الحمد للہ الذی فضلت علی کثیر من خلق تنصیل الحمد للہ رب العالمین۔

ترجمہ :- حمد ہے اللہ تعالیٰ کے لیے جو کھلاتا ہے اور کھلایا نہیں جاتا۔ ہم پر احسان فرمایا پس ہمیں ہدایت سے نوازا اور ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہر آزمائش میں ہمیں کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔ حمد ہے اللہ تعالیٰ کے لیے درالحالیکہ وہ ترک کی جانے والی نہیں ہے۔ نہ اس کا پورا حق ادا کیا جاسکتا ہے اور نہ کفران اور ناشکری اور نہ اس سے استغناء ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ اے رب ہمارے۔ اس اللہ جل شانہ کے لیے حمد ہے جس نے ہمیں طعام کھلایا۔ پانی پلایا اور برہنگی کے بعد پوشاک پہنائی اور راہ راست دکھلائی۔ بینائی سے سرفراز فرمایا اور اندھا پن دور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جس نے مجھے بہت سی مخلوق پر فضل و شرف اور سرفرازی و سر بلندی کے ساتھ مشرف فرمایا۔ الحمد للہ رب العالمین۔



حضرت البالیب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کھاتے اور پیتے تو فرماتے۔  
الحمد لله الذی اطعمنا و مستقانا و سوغه و جعل له مخزجا۔ اس خدا تعالیٰ کے لیے حمد ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور  
اسے ہمارے لیے خوشگوار بنایا اور اس کے فضلہ کے نکلنے کے لیے راستہ بنایا۔

---



# ابواب مشروبات

## باب اول

### استعمال شربت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مقام سقیاء سے شربت لایا جاتا تھا (کیونکہ مدینہ منورہ کے عام کنوؤں کا پانی نمکین اور کھاری تھا۔ صرف چند کنوئیں شیریں پانی دلتے تھے)۔

## دوسرا باب

### رکھا ہوا پانی

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک قبیلہ کے ہاں ایک مریض کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے پانی طلب فرمایا اور پانی کی ایک نالی قریب ہی تھی تو آپ نے فرمایا اگر رات کا بھر کر رکھا ہوا باسی پانی ہے تو بہتر ورنہ ہم یہاں سے پی لیں گے۔ (بخاری شریف)

## تیسرا باب

### ٹھنڈا پانی

عبادہ بن ولید نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک انصاری خادم تھا جو پرانے مشکیزوں میں پانی بھر کر اور کھجور کی شاخوں کے ساتھ لٹکا کر آپ کے لیے ٹھنڈا کرتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈا میٹھا پانی بہت مرغوب تھا۔



## چوتھا باب

### مشروبات کے لیے برتن

عیسیٰ بن طہمان نے ثابتؒ سے ناقل میں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے لکڑی کا موٹی اور چوڑی تہ والا پیالہ ہمارے سامنے رکھا جس کو لوہے کی تاروں سے جوڑا گیا تھا اور فرمایا کہ اسے ثابتؒ یہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے (جس میں کہ آپ پانی وغیرہ نوش فرمایا کرتے تھے)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اس پیالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کے مشروبات پلائے ہیں۔ پانی، نمید، شہد اور دودھ۔

محمد بن اسماعیل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن کے گھر لکڑی کا پیالہ دیکھا۔ انہوں نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ وہ پیالہ ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانی وغیرہ پیتے تھے اور اس سے وضو بھی فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اسکندریہ کے بادشاہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شیشے کا ایک پیالہ بطور ہدیہ پیش کیا تھا آپ اس سے مشروبات پیا کرتے۔

## پانچواں باب

### دودھ کا استعمال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سب مشروبات سے زیادہ پسندیدہ مشروب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دودھ تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ کھانے عطا فرمائے تو چاہیے کہ وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر یہ بجالائے۔ اللھم بارک لنا فیہ وابد لنا بہ ما ہو خیر منہ۔ اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما اور اس کے بدلے ہمیں اس سے بہتر عطا فرما اور جس کو اللہ تعالیٰ دودھ عطا فرمائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس طرح کہے۔ اللھم بارک لنا فیہ وذننا منہ۔ اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت



عطا فرما اور اس کی نسبت زائد عطا فرما (یعنی یہاں اس کی نسبت بہتر طلب نہ کرے) کیونکہ ہمارے علم میں دودھ کے علاوہ کوئی ایسا مشروب نہیں ہے جو مکمل و مشروب دونوں کی طرف سے کفایت کرنے والا ہو لہذا سب سے بہتر یہی ہے۔

## چھٹا باب

نبیذ اور اس کی کیفیت

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم صبح کے وقت فخر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبیذ بناتے یعنی کھجوریں پانی میں بھگور کھتے تو آپ اسے پچھلے وقت نوش فرماتے اور پچھلے وقت آپ کے لیے نبیذ بناتے جس کو آپ صبح استعمال فرماتے۔

## ساتواں باب

ستو کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیالہ میں دودھ شہد اور ستو پلایا کرتا۔ نیز نبیذ اور کھٹا پانی۔

## آٹھواں باب

پینے کی کیفیت

ربیعہ بن اکثم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دانتوں پر سواک چڑھائی والی سمت میں فرماتے تھے۔ یعنی دائیں بائیں نہ کہ اوپر نیچے اور پیٹے وقت یوں پیٹے گویا مشروب کو چوس رہے ہیں اور



فرماتے کہ اس طرح پینا خوشگوار ہے اور سودمند (اور تیزی کے ساتھ بے دریغ و بے تماشاً پینا گرانی اور فساد  
معدہ کا موجب)

## نواں باب

### برتن میں تین بار سانس لینا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برتن سے پیتے وقت تین مرتبہ سانس  
لیتے بظاہر ترجمہ الفاظ حدیث یتنفس فی الاناء کایول مبتا ہے کہ برتن میں سانس نکالتے تھے لیکن صحیح معنی وہی ہے  
جو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے (اور سرور انبیاء علیہ السلام کی حدیث قولی اور عمل سے یہی امر ثابت ہے)۔  
حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا تم میں سے جب بھی کوئی شخص برتن کے  
ساتھ منہ لگا کر پیئے تو برتن کے اندر سانس نہ نکالے نیز ہمارے اس قول کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت انس سے  
منقول ہے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ایک گھونٹ بھرا اور برتن الگ کر دیا۔ پھر لسم اللہ  
پڑھی ایک گھونٹ بھرا پھر برتن منہ مبارک سے الگ فرمایا پھر لسم اللہ پڑھی۔ ایک گھونٹ بھرا اور برتن کو الگ فرما دیا۔ حتیٰ کہ  
پینے سے فارغ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ کوئی مشروب استعمال فرماتے تو تین بار  
سانس لیتے اور ہر حمد باری تعالیٰ بجالاتے اور آخر میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے۔

## دسواں باب

### (بیٹھے اور کھڑے مشروبات کو نوش فرمانا)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر بھی پیا اور کھڑے ہو  
کر بھی جو تے انا کر بھی نماز ادا فرمائی اور پسین کر بھی اور سلام پھیرنے کے بعد کبھی دائیں جانب پھرے تو کبھی بائیں جانب  
دکا کہ کسی ایک صورت کا التزام امت کے لیے موجب کلفت نہ بنے لہذا وسعت پیدا فرمادی۔



## گیارہواں باب

### صحابہ کرام اور تبرک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پلاتے وہ عرض کرتے یا رسول اللہ کاش آپ پہلے پی لیتے تو آپ فرماتے: ساقی القوم آخرهم شرباً باہ قوم کو پلانے والے کا حق یہ ہے کہ وہ خود آخر میں پئے۔

## بارہواں باب

### تبرک تقسیم فرمانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور انبیاء علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے آپ کے لیے گھر میں پالی پوسی ہوئی بکری کا دودھ نکالا اور گھر میں موجود کنوئیں سے ٹھنڈا پانی نکال کر اس کو دودھ میں ملا کر ٹھنڈا کیا۔ پھر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ کی دائیں جانب ایک اعرابی بیٹھا تھا اور دوسری جانب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ایک سمت میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب آپ نے نوش فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اپنا بچا ہوا تبرک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائیں تو آپ نے اعرابی کو عطا فرماتے ہوئے اس کی حکمت بیان فرمائی اور فرمایا: لا یمن (مالین) دایاں پھر دایاں دایاں یعنی عطاء و بخشش میں دایاں جانب سے آغاز و ابتداء کرنی چاہیے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مشروب لایا گیا آپ نے اس سے پیا۔ دائیں جانب ایک اعرابی لگا بیٹھا تھا اور بائیں جانب شیوخ اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے آپ نے اس لڑکے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو اجازت دیتا ہے کہ میں یہ مشروب ان اکابر صحابہ کو دے دوں تو اس نے عرض کیا واللہ لا اذکر نفسی منك احداً۔ بخدا میں آپ سے ملنے والے حصہ و نصیب پر کسی دوسرے کو ترجیح نہیں دیتا آخرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ برتن ذرا جھٹکے کے ساتھ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

(دونوں روایات بخاری و مسلم میں منقول ہیں)



## ابواب

# نہند اور استراحت

## باب اول

### رات کی کیفیت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو (لوگوں کے قصص و واقعات جو افسانوی انداز میں یکے بعد دیگرے نقل ہوتے چلتے آتے ہیں میں سے) ایک قصہ و حکایت بیان فرمائی تو امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں سے ایک نے کہا یہ واقعہ خرافات جاہلیت میں سے ہے۔

تو آپ نے فرمایا جانتے ہو حدیثِ خزانہ کیا ہے؟ قبیلہ مخزومہ کا ایک آدمی تھا جس کو جن گرفتار کر کے لے گئے تھے وہ عرصہ دراز تک ان میں رہا۔ پھر انہوں نے اس کو وطن اور قبیلہ کی طرف لوٹا دیا۔ جو عجیب اور انوکھے امور اس نے وہاں دیکھے وہ لوگوں کو بیان کرتا تو لوگ کہتے یہ گفتگو اور حدیث، حدیثِ خزانہ ہے یعنی یہودہ اور بے اصل۔

ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ اسی قسم کی حکایات میں سے حدیثِ ام زرع بھی ہے جو کہ معروف و مشہور ہے اور کتب حدیث میں منقول جو کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی۔

## دوسرا باب



## تیسرا باب

سونے سے پہلے وضو

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کی حاجت ہوتی اور سونے کا ارادہ فرماتے تو استنجا فرماتے۔ بعد نماز کے وضو کی طرح وضو فرماتے اور پھر آرام فرماتے۔ (بخاری و مسلم)

## چوتھا باب

نیند کے وقت سرمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے ہر رات آنکھوں میں سرمہ لگاتے تھے اور ہر آنکھ میں تین سلائیاں لگاتے تھے۔

## پانچواں باب

بستر مبارک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام کا بستر استراحت جس پر رات کو آرام فرماتے تھے چمڑے کا بنا ہوا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

## چھٹا باب

بستر پر آنے کی کیفیت

ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر تشریف لائے تو ہر رات



آپ کا معمول یہ ہوتا تھا کہ دو نو ہتھیلیاں جمع فرما کر ان میں قل هو اللہ احد - قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس - پڑھ کر پھونک مارتے پھر جہاں تک ہاتھ مبارک پہنچانے ممکن ہوتے آپ عبدالمہدیؑ کے پیچھے آگاز سر اقدس اور چہرہ انور اور سامنے والے ہتھ بدن سے فرماتے اور تین مرتبہ اسی طرح عمل فرماتے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر کی طرف متوجہ ہوتے تو اس پر سونے کا ارادہ فرماتے تو یہ کلمات طبعہ زبان اقدس پر جاری فرماتے۔

اللہم ورب السموات السبع ورب الارضین قدسا ورب کل شیء خالق الحب والنوی منزل التوراة والانجیل والفرقان، اعوذ بک من شر کل شیء انت اخذ بنا صیغته، انت الاول فلیس قبلك شیء، وانت الاخر فلیس بعدک شیء، وانت الظاہر فلیس فوقک شیء، وانت الباطن فلیس دونک شیء، اقض عني الدين واغنني من الفقر۔

ترجمہ: اے اللہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کے مالک جو تقدس محض اور پاکیزگی مطلق ہے اور اے رب اور مالک ہر شے کے دانوں اور گٹھلیوں کو پھاڑ کر پودوں میں تبدیل فرمانے والے تورات و انجیل اور زبور و قرآن کو نازل فرمانے والے میں تیری پناہ لیتا ہوں۔ مجملہ اشیاء کے شر و ایذا سے جو کہ تیرے قبضہ قدرت میں ہیں تو ہی اول ہے تجھ سے پہلے کوئی شے نہیں ہے تو ہی آخر ہے۔ تیرے بعد کوئی شے نہیں ہے۔ ظاہر فقط تو ہے تجھ سے زیادہ ظاہر کوئی شے نہیں ہے اور باطن اور مخفی کئے ذات کے لحاظ سے بھی فقط تو ہی ہے۔ تجھ سے زیادہ کوئی مخفی نہیں ہے۔ میرے قرضے ادا فرما اور مجھے احتیاج خلق سے مستغنیٰ فرما۔

## ساتواں باب

### نیند کی کیفیت

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر کی طرف رغبہ ہوتے تو دائیں پہلو لیٹتے پھر فرماتے۔

اللہم انی اسلمت نفسی الیک ووجہت رجلی الیک والیأت ظہری الیک، رغبۃ وراہبۃ  
الیک لا ملجأ ولا منجی منک الا الیک، امنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی  
ارسلت۔

ترجمہ: اے اللہ میں نے اپنی جان، دھڑکے پیر و کیا اور تیرے حوالے کر دیا ہے اور چہرے



کہ تیری طرف متوجہ کیا اور تیری ذات ہی میری پشت پناہ ہے۔ تیری عطا بخشش میں رغبت کرتے ہوئے اور تیری گرفت سے ڈرتے ہوئے۔ تیرے علاوہ نہ کوئی جائے پناہ ہے اور نہ کوئی محل نجات و خلاص۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی اور اس نبی اقدس کی ذات پر جس کو تو نے منصب رسالت سے سرفراز فرمایا۔  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے یہ کلمات طیبات پڑھے اور پھر سو گیا اگر اس رات فوت ہو جائے تو دین فطرت پر وفات پائے گا۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب خواب گاہ پر تشریف لاتے تو فرماتے الحمد لله الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ اس خدا نے بزرگ و برتر کے لیے حمد ہے۔ جس نے ہمیں وصال کے بعد یعنی نمیند میں قبض ارواح کے بعد حیات اور بیداری سے مشرف فرمایا اور سب مخلوق کی اسی کی طرف بعد از وفات بروز عشر اٹھ کر حاضری ہے۔

## آٹھواں باب

### بیداری کے بعد کی دعائیں

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوتے تو فرماتے الحمد لله الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد و ثناء ہے جس نے ہمیں نمیند کے بعد بیداری سے بہرہ ور کیا اور سب مخلوق کا اسی کی طرف حشر نشتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کے ہاں رات گزاری، سہرہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر استراحت فرما ہوئے۔ حتیٰ کہ جب آدھی رات ہوئی یا انداز اس کے قریب تو آپ بیدار ہوئے، چہرہ اقدس اور مبارک آنکھیں دونوں ہاتھوں سے مل کر نمیند کے اثرات کو زائل فرمایا شروع کیا۔ پھر سورہ آل عمران کی دس آخری آیات تلاوت فرمائیں۔ پھر وضو کیا اور نماز شروع فرمائی۔

شہر بن عطیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت سفر میں دیکھا تو دل میں یہ عہد

نوٹ ہے۔ یہاں سہراوی ہے یا وہیم ناسخ و کاتب دراصل روایت یوں ہے کہ جب چشم اقدس خواب نوشیں سے بیدار ہوتی تب یہ کلمات طیبات زبان اقدس پر جاری ہوتے اور مضمون دعا بھی اسی امر پر دلالت کرتا ہے اور خوابین جزوی نے اگلے باب میں یوں ہی روایت درج کی ہے۔



کیا کہ آج رات میں ضرور بالفرض رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت اسوا کا ملاحظہ و مشاہدہ کروں گا۔ بس آپ نے نماز عشا ادا فرمائی تو خوابگاہ میں لیٹ گئے کافی دیر استراحت فرما رہے۔ پھر بیدار ہوئے تو نگاہ اقدس آسمان کی طرف اٹھائی اور ربنا ما خلقت هذا باطلا سے انک لا تخلف الميعاد تک تلاوت فرمائی۔

## نواں باب

### چشم مبارک اور قلب اطہر

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ دتر ادا فرمانے سے قبل سو جاتے ہیں (میں خراٹوں کی آواز سنتی رہتی ہوں پھر اٹھ کر دتر ادا فرماتے ہیں اور دو رکعت فجر اور جماعت بھی کراتے ہیں مگر وضو نہیں فرماتے حالانکہ نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) تو آپ نے فرمایا ”با عا نشة ان عینی تمامان ولا ینام قلبی۔ اسے عائشہ بے شک میری دونوں آنکھیں محو خواب ہوتی ہیں مگر دل بیدار رہتا ہے وہ نہیں سوتا اور جو نیند وضو توڑتی ہے وہ ایسی نیند ہے جس میں دل بھی سو جائے اور مکمل غفلت طاری ہو جائے لہذا میرا وضو محض نیند کی وجہ سے نہیں ٹوٹتا۔“

سوال: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند ہماری نیند کے ساتھ آنکھوں کے انطباق اور بندش میں شریک و مساوی ہے اور عدم سماع میں بھی حتیٰ کہ آپ نماز فجر کے وقت میں البید تفرس کے اندر سوتے رہے اور سورج کی دھوپ سے آپ بیدار ہوئے تو پھر ہماری اور آپ کی نیند میں کیا فرق ہے؟

جواب: علامہ ابن عقیل رحمہ اللہ تھانے نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ نیند دو امر پر مشتمل ہے اول راحت جسد و بدن اور ثانی غفلت قلب و باطن۔ امر اول میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مشارک ہیں لیکن امر ثانی میں متساوی نہ ہوتے۔ آپ کا دل اقدس بیدار رہتا احلام فارغہ اور اضطعات سے محفوظ تھا اور نیند کی حالت میں بھی وحی کو اخذ اور ضبط کرنے والا۔ امت کی مصلحتوں اور بہتریوں میں بیداری کی مانند متفکر۔ آپ کا دل اقدس حالت نیند میں بھی مقاصد تخلیق و بعثت سے غافل نہیں رہا لہذا آپ کا وضو نیند کے باوجود نہیں ٹوٹتا تھا۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت وحی میں ایک استعراقی حالت طاری ہوجاتی تھی اور آپ کا انتہائی حاضرین بلکہ عالم دنیا سے بھی منقطع ہوجاتا اور آپ ایک دوسرے جہان کی طرف منتقل ہوجاتے حالانکہ ایسی حالت کسی امتی پر ظہور ہو تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں بھی اپنی محافظت فرمانے والے تھے۔ اور



امور طبیعہ کے غلبہ سے اور اعضاء و اعضاء کے اشتداد سے محفوظ تھے اور اس ولت ہم سے غائب ہو کر ایک عظیم حالت کی طرف مائل ہوتے اور مستغرق اور اللہ تعالیٰ اس حالت میں جو اسرار و رموز چاہتا آپ پر شکست فرماتا تو جیسے آپ کی یہ حالت بظاہر عوام الناس کی حالت غشی کے مشابہ ہے مگر حقیقت میں کوئی نسبت ہی نہیں لہذا احکام جدا گانہ ہیں اسی طرح آپ کی فیند بظاہر عوام الناس کی طرح ہے لیکن درحقیقت قطعاً کوئی مماثلت و مشارکت نہیں ہے۔ لہذا احکام بھی جدا گانہ ہیں۔

الغرض سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فیند امثرانی کے لحاظ سے عوام کی طرح نہیں ہے۔ رہا شبہ یلۃ القریں میں ہوتے رہنے کا تو اس کا جواب دو وجہ سے ہے۔

وجہ اول :- اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے تصرف فرما کر قلب بیدار پریند کی حالت طاری فرمادی تاکہ حالت سمود و غفلت اور فیند وغیرہ میں رہ جانے والی نمازوں کو قضاء کرنے کا علی نمونہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے آجائے اور یہ صورت حال ایسی ہے جیسے کہ پانی آپ کے لیے موجود نہیں تھا اور دشواری ممکن نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے پانی نازل فرمائے یا زمین سے پیدا فرمانے کی بجائے حکم تمسم نازل فرمادیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعا بار بار کے لیے بارگاہ خداوندی میں ہاتھ نہ اٹھائے جیسے پانی کے فقدان سے مقصود تشریع حکم تمسم تھا اسی طرح یہاں بھی مقصود تشریع حکم نقصان تھا لہذا خرق عادت کے طور پر دل اقدس پر یہ حالت طاری کر دی گئی ورنہ اصلی حالت دل انور کی بیداری تھی نہ کہ فیند وجہ دوم :- دل اقدس اس حالت میں بھی بیدار تھا مگر اس پر ایسے علوم و معارف منکشف کر دیے گئے جن میں منہک اور مستغرق ہو کر حقوق ظاہر سے تعطل لازم آگیا۔ کیونکہ باطن اخذ علوم و معارف میں مشغول تھا اور مجازی عشق و محبت میں بلکہ دیگر امور میں اس طرح ہوتا رہتا ہے کہ قلوب باطن ان میں پوری طرح مستغرق ہو کر اعمال و ارکان ظاہر سے معطل ہوجاتے ہیں جیسے کہ کسی مغلوب المال شخص کا قول ہے۔ نواللہ ما ادمای اذا ما ذکر تھا

اثنین صلیت العشاء ام ثمانیا۔

بجدا جب میں محبوب کو یاد کرتا ہوں تو مجھے کوئی پتا نہیں چلتا کہ میں نے نماز عشاء اور رکعت ادا کی ہے یا آٹھ رکعت (توجہ یاد کرنے والے محب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہوں اور یاد کیے جانے والا محبوب الشرب العزت ہو تو پھر طلوع آفتاب وغیرہ کی طرف التفات اور دھیان کیونکر ہو سکتا تھا)

م۔ تقریباً یہی معنی و مفہوم صلی قاری علیہ الرحمہ نے حضرت ابن العربی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا۔ ان نسى عن الصلوة نیا کد من النسی اشتغل وان نام قبلیہ ولفسہ علی اللہ اقبل۔ مرقاة جلد ثانی ص ۱۰۱۔ اگر آپ نماز کو بھولے تو نماز سے زیادہ اہم امر میں مشغول ہوئے اور اگر پڑھتے تو قلب و روح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے اور اس کی تجلیات



## دسواں باب

### روئے مصطفیٰ (خواب)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر ادا فرمانے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوتے اور دریافت فرماتے کہ تم میں سے کسی نے آج رات خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو عرض کرتا اور آپ اس کی تفسیر میں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ارشاد فرماتے۔

ایک دن آپ نے ہم سے دریافت کیا کہ آج رات تم میں سے کسی نے خواب دیکھا؟ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا لیکن میں نے تو آج رات دو آدمیوں کو خواب میں دیکھا جو میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک کھلی فصایا ہوا زمین کی طرف لے گئے۔ ہمارا ایک آدمی کے قریب سے گزر ہوا۔ اس کے سر پر ایک اور شخص اپنے ہاتھ میں ایک نوکدار خنجر لیے کھڑا ہے جس کو اس شخص کے ایک جبرے میں داخل کر کے گڈی تک چیر دیتا پھر وہاں سے نکال کر دوسری جانب داخل کرتا اتنے میں پہلا جبرٹال جاتا اور اس کا رخم منڈل ہو جاتا تو وہ پھر اس کو اسی طرح چیر دیتا میں نے دریافت کیا یہ کون ہے اور اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟ انہوں نے کہا آپ آگے چلیں میں ان کے ساتھ چل دیا تو ناگاہ ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو گدی کے بل لیٹا ہوا ہے اور ایک دوسرا شخص اس کے سر پر گول مٹھی بھر پھرے کر کھڑا ہوا ہے اور اس کے سر پر اس پتھر کو مارتا ہے سر پھٹ جاتا ہے اور وہ پتھر ٹھٹھکتا ہوا آگے نکل جاتا

ذات میں مستغرق۔

اور یہی مضمون شیخ محقق نے ادا کرتے ہوئے فرمایا۔ نعم دل بیدار است ولیکن تو اندکہ اور احالے شہودے دست و پد کہ درماں مستغرق گرد و درازا سوائے شہود و ان جمیع صور و معانی زایل و غافل گرد و چنانچہ در بعض احیان در حالت وحی نیز مثل ایس حالت رد سے پیدا پس باعث نسیان و غفلت، نوم ثلب نہاشد، بلکہ طرآن مالت عظیم کہ خیر فارب العزت کستا آرا ناذا۔  
(اشعة اللمعات جلد اول ص ۳۲۷)

ترجمہ: ہاں یہ امر مسلم ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اقدس حالت نیند میں بیدار رہتا ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ اس پر ایسی حالت شہود طاری ہو جائے کہ اس کی وجہ سے شاہد حقیقی کے علاوہ تمام محسوسات اور صور و معانی سے زہول اور بے التفاتی لاحق ہو جائے جیسے کہ بعض اوقات بیداری کے باوجود حالت وحی میں یہی کیفیت رونما ہو جاتی لہذا غفلت اور بے توجہی اور سہو نسیان کا باعث دل اقدس کی نیند نہیں بلکہ ایک ایسی عظیم حالت کا طاری ہونا کہ جس کو اللہ رب العزت کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔



ہے۔ جب وہ پتھر کو اٹھانے کے لیے جاتا ہے تو اسے میں وہ پٹھا ہوا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے والا سر پہر درست ہو گیا ہے وہ پھر اسے مارتا ہے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اور پتھر لڑھکتا ہوا دوسری طرف نکل جاتا ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری تھا۔ میں نے ان دونوں ساتھیوں سے پوچھا یہ کون ہے اور اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا آپ آگے چلیں۔

میں ان کے ساتھ آگے چلا تو ناگاہ ایک مکان نظر آیا جو نیور کی مانند تھا اور پر کا حصہ تنگ اور نیچا کشادہ اس کے نیچے آگ جلائی جا رہی تھی اس میں ننگے سرواں لگی عورتیں تھیں جب گت لڑے جوش پر آتی تو وہ اُپر اٹھ جاتے حتیٰ کہ قریب ہوتا کہ وہ باہر نکل آئیں اور جب نرم پڑتی تو نیچے چلے جاتے۔ میں نے استفسار کیا یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا آپ آگے چلیں۔

میں آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہر ہے جس میں پانی کی جگہ خون بہہ رہا ہے اس میں ایک شخص تیر رہا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک شخص کھڑا ہے جس کے سامنے پتھروں کا ڈھیر ہے جو نہر میں ہے وہ اس کی طرف متوجہ رہتا ہے جب کنارے کے قریب پہنچتا ہے کہ باہر نکلے تو کنارے پر موجود شخص ان پتھروں میں سے ایک پتھر اس کے منہ میں پھینک دیا گیا تو وہ اپنی سابقہ جگہ پر لوٹ جاتا ہے اور یہ سلسلہ بھی اسی طرح جاری رہا۔ میں نے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا آپ آگے چلیں۔ میں وہاں سے آگے نکلا تو ایک سرسبز و شاداب باغ نظر پڑا جس میں ایک بہت ہی عظیم اور بلند و بالا درخت موجود ہے اس کے تنے کے ساتھ ایک بزرگ تشریف فرما ہیں اور ان کے ارد گرد چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اور دوسری جانب دیکھا تو ان کے قریب ہی ایک شخص موجود ہے جو آگ جلا رہا ہے اور اس کے گرد دوڑ رہا ہے۔ وہ دونوں مجھے لے کر اس درخت پر چڑھنے لگے اور مجھے ایک گھر میں داخل کیا۔ پھر دوسرے گھر میں جو پہلے کی نسبت افضل و برتر تھا۔ اور انتہائی حسین و خوش منظر جس میں بوڑھے۔ ادھیڑ اور نوجوان ہر قسم کے لوگ موجود تھے۔

میں نے ان ساتھیوں سے کہا تم نے آج ساری رات مجھے پھرایا گھمایا بتلایا تو سہی یہ جو کچھ دیکھا ہے یہ کیا ہے انہوں نے کہا ہاں ضرور بتلاتے ہیں۔

وہ پہلا شخص جو آپ نے دیکھا کہ اس کے جڑے چیرے جارہے ہیں تو یہ جھوٹا شخص ہے جو صبح اٹھتے ہی ایک عظیم جھوٹ بولتا اور اس سے نقل ہوتے ہوئے پورے جہان میں پھیل جاتا۔ تو جو سلوک آپ نے اس کے ساتھ ہوتے ہوئے دیکھا ہے قیامت تک اس کے ساتھ یونہی ہوتا رہے گا۔ پھر بروز شمس اللہ تعالیٰ جو چاہے گا اس کے ساتھ سلوک فرمائے گا۔ دوسرا شخص جو آپ نے لیٹا ہوا دیکھا تو یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا مگر وہ رات کو سو رہا اور قرأت کر کے اس کا حق ادا نہ کیا اور دن کو اس پر عمل پیرا نہ ہوا اس کے ساتھ بھی یہ سلوک قیامت تک کیا جائے گا جو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔



وہ تنور جس میں آپ نے ننگے مرد اور عورتیں دیکھیں تو زنا کار مرد اور عورتیں ہیں (اور وہ تنور عذاب نار کا عمل دہر کر رہے ہیں اور بزدلی و دوزخ)

جو شخص آپ نے نہریں غوطے کھاتے ہوئے دیکھا تو یہ سود خواہ ہے (جو دنیا میں لوگوں کا خون پیتا تھا اب اسی میں غرق ہو رہا ہے)

لیکن وہ شخص اور بزرگ جو سبزہ زار میں موجود عظیم درخت کے نیچے آپ نے دیکھا تو وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور جو بچے ان کے ارد گرد بیٹھے تھے یہ لوگوں کی بچپن میں فوت ہو جانے والی اولاد ہے۔ اور وہ شخص جس کو آپ نے آگ جلاتے اور اسے بھڑکاتے ہوئے دیکھا تو وہ دوزخ کا داروغہ مالک ہے اور وہ آگ جہنم کی آگ ہے۔ وہ مکان جس میں آپ پہلے داخل ہوئے وہ عام مومنین کا دار ثواب ہے اور دوسرا مکان جس میں بعد ازاں داخل ہوئے وہ شہیدوں کا دار ثواب اور جنت ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔

پھر مجھے کہا کہ ذرا اپنا سرا قدس بلند فرمائیے تو ناگاہ مجھے بادلوں کی طرح ایک بلند منزل نظر آئی تو انہوں نے کہا کہ یہ ہے تمہارا اخروی ٹھکانا میں نے کہا پھر مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اپنے مکان اور دار ثواب میں داخل ہو کر اسے اچھی طرح دیکھ لوں تو انہوں نے کہا ابھی آپ کے اعمال باقی ہیں جن کی تکمیل نہیں ہوئی جب ان کی تکمیل ہو جائے گی تو پھر آپ اس میں داخل ہو جائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا تو میں نے دیکھا کہ میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا ہے میں نے اس سے پیا اور خوب سیر

(۱) اس حدیث پاک سے مذاہب برزخ کا تحقق و ثبوت واضح ہو گیا۔ نیز اس کا جسم و روح دونوں پر مدد بھی واضح ہو گیا۔ کیونکہ پھر توں سے سر کا پھوٹا جانا یا خنجر سے جیروں کا چیرا جانا جسم سے ہی متعلق ہو سکتا ہے نہ کہ فقط روح سے (۲) اذ قال الامام العلامة السيوطي في شرح الصدوق وغيره من المحدثين

(۳) علم عالم مثال میں دودھ کی صورت میں ہے اور ماسا سہلہ واضح ہے کہ علم لہذا لہ روح ہے۔ اور دودھ غزالے جسم علم کے بغیر تربیت روح ناممکن اور دودھ کے بغیر مبدء ولادت میں جسم کی تربیت ناممکن۔

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دودھ کو پیا اور وہ علم تھا تو گویا آپ نے علم کو پیا۔ لہذا علم کو تدریجی طور پر پڑھنے والے اور آہستہ آہستہ ترقی کرنے والے اس ہستی کے ساتھ کیا ممانعت و مشارکت کا دعویٰ کر سکتے ہیں جو یکدم علوم کو پینے والے ہیں اور لہذا فی علوم سے بہرہ ور ہونے والے ہیں۔

۵۔ علم شریعت تو بذریعہ وحی اور جبریل امین تدریجی طور پر نازل ہوتا تھا تو جو اس طرح عطا کیا گیا وہ لامحالہ علم اسرارہ و رموزہ ہے اور



ہو کر پیا جتی اگر میں دیکھ رہا تھا کہ سیرانی کے اثرات میرے ہاتھوں اور پاؤں کے ناخنوں سے باہر نکل رہے ہیں پھر میں نے باقی بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیدیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس خواب کی کیا تعبیر فرمائی۔ آپ نے فرمایا اس کی تعبیر علم ہے۔ بخاری شریف

علم طریقت و حقیقت اور بطون الاشیاء کا علم لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریعت اور علم حقیقت و اسرار کا جامع ہونا اور دونوں علموں کے لیے بزرگ ہونا ثابت ہو گیا۔

۴۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس علم سے تھوڑا سا حصہ ملا اور دسترخوان فیض و کرم سے اک نوالہ جو دو عطا سے نوازا گیا تو وہ محدث و مہم بن گئے اور ان کی زبان ترجمان حقیقت بن گئی اور بیکینہ خداوندی ان کی زبان سے بولنے لگی اور سب صحابہ اور اہل عقول میں سے ان کو یہ فوقیت حاصل ہوئی کہ فہم و دانش اور علم و حکمت کے دس حصوں میں سے نو حصے ان کو عطا ہو گئے تو جس نے وہ پیا لہ سیر ہو کر پیا تھا ان کے علوم و معارف کا اور حقائق اشیاء و بواطن خلق پر عبور و اطلاع کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے اور ان کی زبان اقدس حقیقت ترجمان کیوں نہ ہوگی دہا بنطق عن اللہوی و ذہن ساری مخلوق پر علم و حکمت اور فہم و فراست میں فائق کیوں نہیں ہونگے۔

۵۔ وہ دودھ جو در حقیقت علم تھا اس کی سیرانی صرف پیٹ مبارک اور بطن اقدس تک محدود نہ رہی بلکہ پورا جسد اطہر اور بدن اقدس سیراب ہوا حتیٰ کہ پاؤں کے ناخن اور ہاتھوں کے ناخن بھی اس سے بہہ رہے بلکہ پردہ بشریت کے اندر علم کی فراوانی کا عالم یہ ہو گیا کہ وہ باہر جھلکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ تو معلوم ہوا کہ آپ عالم علوم ہی نہیں اور صرف عارف اسرار و رموز ہی نہیں ہیں بلکہ علم عرفان اور سراپا علم ہیں اور علم ہی علم اور معرفت ہی معرفت ہیں۔

۶۔ علم تابع حیات ہے جہاں حیات ہے وہاں علم ہے جہاں حیات نہیں وہاں علم نہیں تو معلوم ہوا کہ آپ مجسم حیات ہیں اور سراپا زندگی و زیست ہیں لہذا انتقال روح اقدس موجب موت جسد اطہر نہیں ہو سکتا بلکہ جسد اطہر بھی روح النور کی طرح سرسبز حیات ہے بلکہ حیات بخش ہے کبھی خشک ستون سے لگ جائے تو اس میں جان پیدا ہو جاتی ہے بلکہ عقل و شعور بھی نعم و فراست بھی اور درد و فراق بھی نصیب ہو جاتا ہے۔ کبھی لکڑیاں ہاتھ میں آتی ہیں تو وہ تسبیح خوان بن جاتی ہیں اور کبھی حدیقہ کی جاتی ہوئی چمن واپس کر دیتا ہے۔ اور کبھی لعاب دہن ابوقتادہ کی مردہ رخی آنکھ کو حیات نو عطا فرماتا ہے۔

علامہ علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی خوب تشریح فرمائی ہے اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری ص ۲۹ جلد ۱۱ میں خوب داد تحقیق دی ہے۔

دلیلہ اللہ من الدلائل والشواہد۔ ہذا ما ملکہ رسولہ العلم  
(محمد اشرف عفا اللہ عنہ)



حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سردی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ میں نے خواب میں چند شخص مختلف سائز کی قمیصیں پہنے ہوئے دیکھے۔ ان میں بعض کی قمیصیں پستانوں تک تھیں اور بعض کی ذرا نیچے جبب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حاضر کہ گئے تھان پہاڑی پس قمیص دیکھی کہ وہ اسے زمین پر گھسیٹتے ہوئے چل رہے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ نے اس کی کیا تعبیر و تاویل فرمائی تو آپ نے فرمایا۔ دین! ف

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کو اجتماع کی صورت میں ایک کھلے میدان دیکھا (جہاں ایک کنواں ہے اور وہ اس سے پانی پینے کے ممتنی ہیں) ابو بکر آگے بڑھے اور انہوں نے ایک ڈول بیکر دو ڈول نکالے اور ان کے ڈول کھینچنے میں نرمی اور آہستگی تھی اور قوت و شدت کا مکمل مظاہرہ نہیں تھا اللہ تعالیٰ ان کے لیے مغفرت فرمائے۔ پھر وہ ڈول عمر بن الخطاب نے اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ غریب (عظیم ڈول) بن گیا میں نے لوگوں میں سے کسی کو اس قدر عاذق اور ماہر کامل نہیں دیکھا۔ جو ان کی مانند عمل کر کے دکھائے اور لوگوں کو اتنا عظیم ڈول کھینچ کر پلائے اور مظاہرہ قوت و قدرت بھی ہو اور پلانے میں جلدی اور سرعت بھی ہو حتیٰ کہ سبھی لوگ سیراب ہو گئے اور جس طرح سیر اور سیراب اونٹ اپنا صلوٰۃ اور سرزمین پر رکھ کر مستی میں پڑا ہوتا ہے اسی طرح سبھی لوگ مستی میں غور آرام و استراحت ہو گئے۔ (بخاری و مسلم) ف

ف۔ قمیص عبارت دین سے ہے جس طرح قمیص انسان کو محیط ہوتی ہے اور سردی و گرمی کے عذاب سے بچاتی ہے اسی طرح دین بھی دیندار کا احاطہ کیے ہوئے ہوتا ہے اور اس کو عذاب و دہر سے بچاتا ہے اور ان کی قمیص کا لمبا ہونا ان کے دین میں کامل و اکمل ہونے کی دلیل ہے اور اس کا گھسیٹنا اثرات و نشانات دین کے باقی رہنے کی علامت ہے۔ علاقوں کا فتح کرنا اور ان میں مساجد اور علمی مراکز کا قیام نیز تراویح کا باجماعت جاری کرنا وغیرہ وغیرہ ایسے امور ہیں جو ان کے دھمال کے بعد لوگوں کے لیے نشان راہ ہیں اور موجب ہدایت اور احسن ثواب۔

ف۔ کنواں عبارت ہے خلافت و حکومت سے اور ڈول بھر بھر کر پلانا لوگوں کی سیاست۔ دیکھ بھال اور ان کے جان و ضروریات دنیا کرنا اور اس کا طرب بن جانا و صحت سلطنت کی بنا پر استقامی ذمہ داریوں کے بڑھ جانے سے عبارت ہے اور ان کا سیراب ہو کر لیٹ رہنا مکمل کفایت اور ہر خوف و خطر سے بے نگرانی کی علامت ہے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا دو ڈول کھینچنا مدت خلافت کی قلت کی طرف اشارہ ہے اور کھینچنے میں ضعف سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دھمال اقدس کے بعد ارتداد و غرب اور جھوٹے مدعیان نبوت کے خروج اور مافین زکوٰۃ کے معاملہ وغیرہ کی طرف اشارہ ہے جو استقامی امور میں قدم قدم پر رکاوٹ بننے لگے مگر انہوں نے آہستہ آہستہ قابو پایا اور کشتی اسلام کو اس بھنور سے بھناٹت نکال کر داخلی اسکا کام بخش دیا۔



حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں گویا اپنے آپ کو اس حال میں دیکھتا ہوں کہ کنوئیں سے پانی کھینچ کر خالص سیاہ بھیڑوں کو پلارہا ہوں اور کچھ ایسی بھیڑوں کو جو میاں رنگ کی ہیں ناگاہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے ڈول میرے ہاتھ سے لے لیا اور ایک بلکہ دو ڈول کھینچے۔ ان کے کھینچنے میں ضعف تھا اللہ تعالیٰ اُن کے لیے مغفرت فرمائے۔ اتنے میں عمر بن الخطاب آگئے انہوں نے وہ ڈول ہاتھ میں لیا تو وہ غریب بن گیا۔ انہوں نے پوری قوت اور سرعت سے اس کو کھینچ کر لوگوں کو اور بھیڑوں کو سیراب کر دیا اور ہر ایک اپنے اپنے ٹھکانے پر جا کر آرام کرنے لگا۔ میں نے کسی حاذق کامل اور ہر اکمل کو ایسا عمل کرتے نہیں دیکھا جو انہوں نے کر دکھایا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کی تعبیر یہ کی ہے کہ سیاہ فام بھیڑیں اہل عرب ہیں اور ثیالی تمہارے عجیب بھائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا (یعنی سویا ہوا تھا پھر سیدار کے معراج کے لیے عالم بالا کی طرف بلایا گیا اور اس موقع پر جنت میں

بقیمہ: یہ حدیث پاک اور اس مضمون کی دوسری روایات حضرات شیعین رضی اللہ عنہما کی خلافت پر نص ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی الہی ہوتے ہیں نہ کہ نفس خیالات و ادھام۔

ڈول کھینچنے کی ترتیب میں وصال و وفات کی ترتیب کی طرف اشارہ ہے اور حکومت اسلامیہ چلانے کی مثال پانی پلانے کے ساتھ ہے کہ اس طرف اشارہ کیا ہے کہ پانی سے حیات اجماد و اجسام ہے اور اس نظام حکومت اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد صرف نفوس و ارواح ہے۔ اور صرف دنیا میں نہیں آخرت میں بھی حیات ہے۔ ان الدار الآخرة لہی الحیوان۔

نیز پچھلی روایت اور اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنے بعد حضرت ابوہریرہ صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت حق کی طرف واضح اشارہ موجود ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب وحی الہی ہوتے ہیں لہذا یہ اللہ تعالیٰ کے اعلام وحی سے اُن کے خلیفہ برحق ہونے کی طرف اشارہ ہے اور جس کنوئیں سے جن لوگوں کو جو پانی سرور و عالم صلی اللہ علیہ وسلم پلا رہے تھے ان دونوں حضرات نے وہیں سے وہی پانی اسی ڈول کے ساتھ پلایا ہے لہذا ان کی خلافت کا ظل نبوت و رسالت ہونا واضح ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

یہاں سے خلافت بلا فصل کے دعاوی کی لغویت اور بطلان واضح ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ من کنت مولاه فلی مولاه کا معنی خلافت و حکومت نہیں دینا اور یہ وحی و الہام ہوا اور سب صحابہ کے سامنے اس کا بیان ہوا اور دوسری طرف وہ اعلان لہذا اس حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محبوب ہونے کا بیان مطلوب ہے جس کا میں محبوب ہوں اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی صحبت کرنی چاہیے اور یہ مطلب ہے کہ جس کا میں محبوب ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے محبوب ہیں نہ کہ عدد اور دشمن لہذا جس طرح میرا تعلق باہلین و انصار سے ہے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بھی وہی تعلق ہے۔ ہذا واللہ مرسلہ اعلم۔



داخل ہوا، اور ایک عورت کو دیکھا جس سے انوار پھوٹ رہے تھے اور ایک محل کے پہلو میں بیٹھی تھی، میں نے دریافت کیا کہ یہ محل کس کا ہے؟ تو ملائکہ نے کہا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا، روئے سخن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کرتے ہوئے فرمایا: مجھے تمہاری غیرت کا خیال آیا تو تمہاں سے واپس ہو گیا یہ۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی اس خادمہ کے ہاں تشریف از رانی سے میں کیسے غیرت کر سکتا تھا (میں خادم اور غلام بیدام اور میری یہاں کی بیوی بھی آپ کی لونڈی اور جنتی بیوی بھی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ میں دار عقبہ بن رافع میں ہوں اور میرے پاس ابن طاب کی کھجور دی میں سے کھجوریں لائی گئیں۔ میں نے اس کی تاویل و تعبیر یہ کی ہے کہ ہمارے لیے دنیا میں رفعت اور سر بلندی ہے اور دار آخرت میں حسن عاقبت ہے، جیسے کہ لفظ عقبہ اور رافع اس کی طرف شاعر ہے) اور یہ کہ ہمارا دین طیب و پاکیزہ ہو گیا اور منافقین کے نفاق سے معاندین کے عناد سے اسے کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس کھجوروں کی ایک ٹوکری لائی گئی میں نے ایک کھجور منہ میں ڈال کر چبائی تو اس میں ایسی گٹھلی تھی جس نے مجھے تکلیف دی میں نے اسے پھینک دیا پھر دوسری کو منہ میں ڈال کر چبایا تو اس میں بھی گٹھلی تھی جس نے مجھے ایذا اور تکلیف دی اسے بھی پھینک دیا۔ پھر تیسری منہ میں ڈالی تو چبانے پر اس کی گٹھلی سے بھی تکلیف اٹھانی پڑی اسے بھی پھینک دیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت مرحمت فرادیں کہ اس کی تعبیر بیان کروں۔ آپ نے اجازت بخشی تو انہوں نے کہا آپ نے جن لوگوں کو جہاد پر بھیجا ہے وہ صحیح و سالم رہیں گے اور مال غنیمت لے کر واپس ہوں گے۔ وہ ایک شخص سے ملیں گے اور اس کو قتل کرنا چاہیں گے تو وہ ان سے آپ کے ذمہ کا واسطہ دے گا تو اسے چھوڑ دیں گے۔ پھر دوسرے کو ملیں گے اور جب اس کو ٹھکانے لگانے کا ارادہ کریں گے تو وہ بھی ان کا آپ کا واسطہ دے گا لہذا اس کو چھوڑ دیں گے اور پھر تیسرے سے ملاتی ہونے پر بھی یہی صورت حال پیش آئے گی آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے درست تعبیر کی ہے۔ مجھے فرماتے لے ابھی ابھی اس الٹا کایہ حال بیان کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک رات بارگاہ نبوی میں کافی دیر تک مصروف گفتگو رہے اور سلسلہ کلام دراز کیا۔ پھر صبح آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: آج رات مجھ پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام مع اہم پیش کیے گئے، کوئی نبی گذرنا جس کے ساتھ صرف تین امتی ہوتے کسی کے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت عہد اگر معراج منایا۔ روحانی اور جسمانی تسلیم کی جائے تو ہم اس ہدایت کی عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے ورنہ ظاہر یہ ہے کہ بیداری میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی سیر فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مکان کو دیکھا اور ان کی جنتی بیوی کو۔



ہوتی۔ بعض ایسے بھی نظر سے گذرے جن کے ساتھ ایک بھی نہیں تھا۔ حتیٰ کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام گذرے جن کے ساتھ بنی اسرائیل کی عظیم جماعت تھی جو از وہام کیے ہوئے تھے جو مجھے بہت عجیب اور بھلے معلوم ہوئے۔ میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جن کے ساتھ بنی اسرائیل ہیں۔

میں نے دریافت کیا میری امت کہ دوسرے؟ تو مجھے کہا گیا دائیں طرف دیکھو میں نے دیکھا تو سبھی نیلے رنگوں سے بھرے نظر آئے اور مجھ سے پوچھا گیا کیا راضی ہو گئے؟ میں نے عرض کیا اے میرے رب میں راضی ہوں تو فرمایا گیا کان کے ساتھ ستر ہزار ایسے مومن کامل ہیں جو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

سرور عالم محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں اگر بہت ہو سکے تو ستر ہزار میں شامل ہونے کی سعی کرو اور اگر اس سے قاصر رہو تو پھر اہل ظراب اور بلند ٹیلوں پر بیٹھنے کا شرف حاصل کرنے والوں سے بنو اور اگر اس سے بھی قاصر رہو تو پھر اہل آفاق سے بنو۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ میری امت نے جبلہ آفاق کو بھر رکھا تھا اور جب دھر نگاہ اٹھتی تھی امتیوں کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا تھا اور میں نے ان کو ایک دوسرے میں گھستے دیکھا۔ حضرت عکاشہ بن محسن اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ تم کافر و کافروں اللہ تعالیٰ مجھے ان ستر ہزار میں داخل فرما دے جن پر کوئی حساب و کتاب نہیں ہے۔ آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی پھر سلسلہ گفتگو جاری رہا تو آپ نے فرمایا: تمہارے خیال میں یہ ستر ہزار کون لوگ ہیں؟ ہم نے عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اور تا وقت وفات شرک کی آلائشوں سے مٹوث نہ ہوئے تو آپ نے فرمایا انہیں نہیں یہ وہ لوگ ہیں جو امراض و عوارض میں گھر جاتے ہیں تو علاج و معالجہ کے لیے نہ آگ کے داغ لگواتے ہیں نہ رقیہ اور دم کراتے ہیں اور نہ بد فحالی پکڑتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا کہ ساری زمین کے خزانے مجھے عطا کر دیے گئے۔ اسی دوران میرے ہاتھوں میں دو سولے کے کنگن رکھے گئے وہ دونو مجھ پر بہت ثقیل اور گراں گذرے اور انہوں نے مجھے غمگین کر دیا۔ فوراً مجھے وحی کی گئی اُن کو پھونک مارو میں نے پھونک مارنی تو وہ اڑ گئے۔ میں نے ان کی تبصرہ کی ہے کہ بد کذاب اور جھوٹے دعویدار نبوت پیدا ہوں گے اور وہ میری دو

ف۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ انہیں خواص کی توحید یہ ہے کہ اسباب مادیہ و روحانیہ بھی سے صرف نظر کر کے محض مسبب کی ذات پر نظر رکھیں اگرچہ عوام کیلئے ان اسباب کا اختیار کرنا جائز ہی کیوں نہ ہو لہذا خواص کا حکم عوام پر لگانا جس طرح غلط ہے اور عالم اسباب کے مصالح و حکم کے منافی اسی طرح اسباب میں فرق کرنا مادی کو جائز رکھنا اور روحانی کو شرک قرار دینا بھی غلط ثابت ہوا۔ امام اہل سنت فرماتے ہیں عالم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں۔ سرور و یہ مراد کس آیت خبر کی ہے۔ (محمد اشرف)



جانبوں پر ظاہر ہوں گے جن کا مصداق اسود غنی صاحب صنعا بنا اور مسیلمہ کذاب صاحب یمامہ (اول الذکر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف سے پہلے ہلاک ہو گیا آپ نے شانِ اعجازی اور خداوند نور نظر سے اس کی حالت دیکھ کر بتلا دی اگرچہ اس کی اطلاع آپ کے وصال کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے قلیفہ بننے پر مدینہ منورہ میں پہنچی اور مسیلمہ کذاب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے در خلافت میں ہلاک ہوا اور دونوں کی ہلاکت امتیوں کے ہاتھوں ہے لہذا یہ گویا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی اثر ہے اور آپ کی پھونک کا نتیجہ ہے۔

حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے اپنے والد گرامی سے روایت فرمائی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں ایک سیاہ فام عورت دیکھی جس کے بال پر گندہ تھے وہ مدینہ منورہ سے نکل کر مہیہ یعنی تحفہ میں جا کر قیام پذیر ہو گئی تو میں نے اس کی تبصیر یہ کی ہے کہ مدینہ منورہ کی وادحہ کی طرف منتقل ہو گئی (اور آپ نے جو دعائیں فرمائی تھیں) "و انقل حاما الى الجحفة"۔ اسے اللہ مدینہ منورہ کی وادحہ کی طرف منتقل فرما دے اس کی اجابت و قبولیت کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشاہدہ کرا دیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خواب استراحت میں تھا کہ مجھے خزانِ دنیا کی چابیاں عطا کی گئیں حتیٰ کہ انہیں میرے ہاتھ میں رکھ دیا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان کے ہاں تشریف لے جاتے وہ آپ کو کھانا پیش کرتی اور وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ ایک دن آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے کھانا پیش کیا اور پھر آپ کا سراقدس دیکھنے لگیں آپ وہیں سو گئے پھر ہنسنے ہوئے بیدار ہوئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے فمک کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنی امت کی ایک جماعت کو دیکھا ہے جو راہِ خدا میں جہاد کرنے کے لیے سمندر کے وسط میں بیڑے پر سوار ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے گویا کہ بادشاہ ہیں جو تختِ سلطنت و حکومت پر بیٹھے واسے ہیں۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں داخل فرما دے۔ آپ نے فرمایا "انت منهم" تو ان میں سے ہے۔ پھر سراقدس تکبیر استراحت پر رکھا اور بخواب ہوئے۔ بخوابی دیر کے بعد پھر حشیم نیم خواب باز ہوئی تو آپ مسکرا رہے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کس وجہ سے آپ مسکرا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھ پر میری امت کی ایک جماعت پیش کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں جیسے کہ آپ نے پہلی مرتبہ فرمایا تھا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں داخل فرمائے۔ آپ نے فرمایا تو پہلی جماعت

ف۔ اہم اہل سنت فرماتے ہیں کہ مالک کہتے ہیں کہ گویا کچھ رکھتے نہیں۔ دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں۔



میں سے ہے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کمان و قیادت میں بحری جنگ پر روانہ ہونے والے لشکر کے ساتھ  
 ٹکلیں اور سمندر سے نکلنے وقت سواری پر سوار ہوتے ہوئے گریں اور واصل رحمت خداوندی ہو گئیں (اس طرح سرور  
 دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان پورا ہو گیا اور ان کی خواہش و تمنا برآئی اور درجہ شہادت پر فائز ہو گئیں اُن  
 کا مزار ساحل سمندر پر ہے اور لوگ وہاں جا کر استسقاء کی دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں باران رحمت سے نوازتا  
 ہے۔ کذا فی شروح البخاری ص ۲۸

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک دن مسجد میں بیٹھے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں نے آج رات بہت عجیب و ائمہ دیکھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ  
 وہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا۔

میں نے اپنے ایک اُمّتی کو دیکھا کہ شیاطین نے اس کے گرد گھیرا ڈالا ہوا ہے تو اس کے اعمال میں سے ذکر الہی مجسم  
 ہو کر اس کے پاس آگیا اور اس نے ان کے ہاتھوں سے اُسے نجات دلائی۔  
 ایک اور اُمّتی کو دیکھا کہ ملائکہ عذاب اسے اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔ اس کی نماز مجسم صورت میں اس کے پاس  
 پہنچ گئی اور ان کے ہاتھوں سے اس کو نجات دلائی۔

**تیسرے شخص کو دیکھا کہ پاس سے اس کی زبان اہرنگی ہوئی ہے اور جب کہیں کسی حوض کی طرف ان پہنچنے کے لیے  
 جاتا ہے تو اس کو روک دیا جاتا ہے پھر اس کا روزہ مجسم شکل میں اس کے پاس پہنچ گیا اور اس کو پانی پلایا اور سیراب کر دیا۔  
 چوتھے اُمّتی کو دیکھا کہ وہ تنہا پھر رہا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی متعدد ٹولیاں بھیٹی ہوئی ہیں مگر وہ جس حلقے میں  
 بیٹھنے کے لیے قریب ہوتا ہے اس کو دور ہٹا دیا جاتا ہے تو اس کا غسل جنابت اور اس حکم خداوندی کی غلو ص دل سے  
 تمیل مجسم ہو کر اس کے پاس آگئی اور اس کے ہاتھ کو پکڑ کر میرے حلقے میں میرے پہلو میں لا کر بٹھل دیا۔**

پانچویں شخص کو دیکھا کہ اس کے آگے پیچھے، دائیں اور بائیں اوپر اور نیچے ظلمت ہی ظلمت ہے اور وہ اس میں تھیز و

ف۔ اس حدیث مبارک سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے والے حالات کا علم باعلام اللہ تعالیٰ واضح ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا  
 کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضرت ام حرام بالخصوص پہلی جماعت میں سے ہیں۔ پچھلی سے نہیں۔ نیز حضرت عکاشہ اور حضرت  
 ام حرام رضی اللہ عنہما والی روایات سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعتقاد و عقیدہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی واضح ہو گیا کہ اگر آپ  
 وعا فرادیں تو جہان میں داخل نہیں وہ بھی داخل کیا جاسکتا ہے اور آپ نے اس عقیدہ پر انکار اور رد نہ فرما کر اس کی حقانیت اور صحت پر  
 مہر تصدیق ثبت فرمادی۔ واللہ تعالیٰ سہ

تیسرے ستر سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی      نقطہ ایک اشارے سے سب کی نجات ہو کے رہی



سرگرداں ہے کہ اس کے حج و عمرہ نے آکر اسے ظلمت کے گھیرے اور اس سرگردانی و حیرانی کے بھنور سے نکال کر نور و ضیاء میں داخل کر دیا۔

چھٹے شخص کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے کلام کرتا ہے مگر لوگ اس سے کلام نہیں کرتے تو اس کی نہایت حالمہ صلاہ رحمی متشکل ہو کر اصل ایمان کے پاس آئی اور کہا اے گروہ اہل ایمان اس سے کلام کرو اور قطع کلامی والے عذاب میں اس کو مبتلا نہ کرو کیونکہ وہ صلہ رحمی کرنے والا تھا چنانچہ انہوں نے کلام کرنا بھی شروع کیا اور اس سے مصافحہ بھی کیا۔ ساتویں شخص کو دیکھا کہ وہ آگ کے شعلوں اور شراروں سے بچنے اور اپنے منہ کو بچانے کے لیے اپنے ہاتھوں کا سہارا لے رہا ہے۔ اور اپنے ہاتھوں کو منہ کے جلنے اور جھلنے کے لیے ڈھال بنائے ہوئے ہے تو اسی دوران اس کا صدقہ پہنچ گیا جو اس کے سر پر سایہ فلک ہو گیا اور اس کے چہرہ کے لیے حجاب و مائل ہو گیا۔

آٹھویں شخص کو دیکھا کہ دوزخ کے فرشتے اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور دوزخ میں پھینکنے کے لیے کوشش کر رہے ہیں کہ فوراً اس کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پہنچ گئے اور انہوں نے اس کو ملائکہ عذاب کے ہاتھوں سے رہائی دلائی اور ملائکہ رحمت کے حوالے کر دیا وہ اُن کے ساتھ مل کر امن و سکون میں آگیا۔

میں نے اپنی امت میں سے نویں شخص کو دیکھا کہ وہ گھٹنوں کے بل کھڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان حجاب مائل ہے تو اس کا حسن خلق آگیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہ خداوندی اور حریم قدس میں داخل کر دیا۔

دسویں فرد کو دیکھا کہ اس کا صحیفہ اعمال بائیں جانب مائل تھا اور صرف اشقیاء میں شامل ہونے ہی والا تھا کہ اس کا خوف خدا اس کی مدد کو پہنچ گیا اور صحیفہ بائیں جانب سے لے کر دائیں ہاتھ میں رکھا دیا اور اصحاب یمن اور سعادتمند لوگوں کے نمونہ میں شامل کر دیا۔

گیارہویں شخص کو دیکھا کہ اس کا اعمال صالحہ والا پلٹا ہلکا ہو گیا ہے اور اعمال سیئہ والا پلٹا بھاری ہو رہا ہے کہ فوراً اس کی اولاد و صنار اکی مدد کو پہنچی اور ترازو کے اس پلے کو بھاری کر دیا۔

بارہویں امتی کو دیکھا کہ وہ جہنم کے کنارے پہنچا ہے تو فوراً اس کی اعانت و امداد کے لیے اس کا عذاب باری سے خوف کھانا منجم ہو کر پہنچ گیا اور جہنم کے کنارے سے ہٹا دیا اور دور کر دیا۔

تیرہویں آدمی کو دیکھا کہ جہنم کی پشت پر رکھی ہوئی پل پر کھڑا رہ رہا ہے جیسے کہ کھجور کی شاخ سخت آندھی میں کانپتی ہے۔ تو اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن اس کی نجات اور خلاص کا موجب بن گیا اور اس کا دل کا سکون و قرار بن گیا اور وہ اطمینان کے ساتھ پل سے گزرنے لگا۔

چودھویں آدمی کو دیکھا کہ وہ پھیلا ہوا ہے پچوں کی طرح گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل رینگتا ہوا گذر رہا ہے اور کبھی



نیچے تک جاتا ہے۔ پھر سنبھل کر اسی طرح چلنے لگتا ہے۔ پھر تک جاتا ہے وہ اسی عالم کرب و بلا میں تھا کہ اس کا میری ذات  
 اقدس پر بھیجا ہوا درد و متحجم و متشکل ہو کر اس کی بند کو بڑھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پھر اٹھ پر سیدھا کھڑا کر دیا۔ پھر وہ پل کو نوراً  
 عبور کر گیا۔

پند ہویں شخص کو دیکھا جو جنت کے دروازوں تک پہنچ چکا ہے مگر اس پر دروازے بند کر دیے گئے ہیں اور داخل ہونے  
 سے روک دیا گیا ہے کہ اچانک اس کی شہادت توحید و رسالت پہنچ گئی اور کلمہ لا الہ الا اللہ نے اس کی اعانت کی جنت  
 کے دروازے کھول دیے اور اس کو اندر داخل کر دیا۔

---



# ابواب طب نبویؐ

## باب اول

### امراض و عوارض

حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی سے نقل فرماتے ہیں کہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کرتا تھا مجھے آپ کی فقاہت پر تعجب نہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں اور جانتا ہوں کہ آپ زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محنت جگر اور نور نظر اور نہ ہی مجھے جناب کے علم شعر، علم تاریخ اور علم وفائع پر تعجب ہوتا ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں اور اپنے دل میں کہتا ہوں کہ یہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی میں اور یہ علم ان کے گھر کے ہیں۔ اگر مجھے تعجب ہوتا ہے تو آپ کے علم طب پر ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عمر شریف کے آخری ایام میں بیمار تھے اور وفود عرب ہر طرف سے آتے اور بارگاہ نبویؐ میں حاضری دیتے اور مختلف دوائیں اور طریقے بتاتے۔ بیان کرتے اور میں ہی وہ علاج کیا کرتی تھی اسوجہ سے مجھے علم طب میں یہ دھار ملے حاصل ہو گئی ہے۔

## دوسرا باب

### سحر (جادو)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہودی بنی زبیر کے ایک آدمی نے جس کو بید بن عاصم کہا جاتا تھا جادو کیا اور اس کا اثر اس قدر ہوا کہ آپ کو خیال گذرنا کہ میں نے یہ کام کر لیا ہے۔ حالانکہ آپ نے کیا نہیں ہوتا تھا اور یہ محض خیال ہوتا تھا نہ کہ حزم و یقین۔

ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔ پھر ارشاد فرمایا اے عائشہ کیا تمہیں پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو شرف اجابت بخشا ہے اور جو کچھ میں نے طلب کیا ہے وہ عطا فرما دیا ہے اور جو



دریافت کیا ہے وہ بتلادیا ہے۔

میرے پاس دو فرشتے بشری شکل میں آئے ایک میرے سر پر بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کی جانب، جہ پاؤں کی جانب بیٹھا تھا اس نے دوسرے سے کہا اس ہستی کو کیا تکلیف ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ان پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے دوبارہ دریافت کیا کس نے جادو کیا ہے؟ تو دوسرے نے جواب دیا بلید بن اعصم نے؛ کس چیز پر یہ سحر کاری اور جادو گری کا عمل کیا ہے؟ تو جواب دیا کنگھی اور کنگھی کرنے سے نکلنے والے بالوں اور نر کجور کے خوشہ پر جو غول ہوتا ہے اس میں جہ پاؤں کی جانب تھا اس نے پھر دریافت کیا کہ یہ اشیا کہاں ہیں جن پر جادو کا عمل کیا گیا ہے۔ تو دوسرے نے جواب دیا کہ ذروان والے کنوئیں میں۔ ف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مسیت میں اس کنوئیں پر تشریف لائے (اس کو نکلوایا) پھر گھر واپس تشریف لائے تو فرمایا اے عائشہ! اس ویران کنوئیں کا پانی یوں تھا جیسے ہندی کا زلال اور اس کی وجہ سے سرخ ہو جانے والا پانی اور اس کے ارد گرد جو کچھ میں تھیں وہ بھیانک اور ڈراؤنی شکل کی وجہ سے یوں معلوم ہوتی تھیں جیسے کہ شیاطین کے سر۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس کو قتل نہ کر دیں (جس نے آپ کو ایذا اور تکلیف پہنچائی ہے) آپ نے فرمایا۔ نہیں مجھے اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمادی ہے اور میں اس امر کو پسند نہیں کرتا کہ لوگوں پر شر و فساد مسلط کیا جائے (اور ان اشیا کو بھی ظاہر نہیں کیا جن پر سحر کاری کی گئی ہے تاکہ یہ صورت حال دیکھ کر لوگوں میں اس قسم کا رجحان نہ پیدا ہو جائے اور انہیں سحر کاری اور جادو گری کا طریقہ نہ معلوم ہو جائے) لہذا آپ نے حکم فرمایا کہ ان اشیا کو زمین میں دبا کر نگاہ عوام سے پوشیدہ

ف۔ سحر اور جادو کے فی الجملہ اثر انداز ہوجانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے شیخ المحققین عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا سحر کار اور جادو گروں کے نزدیک یہ امر مسلم اور محقق ہے کہ ساحر پر سحر کا اثر نہیں ہوتا اور چونکہ یہود بے بہود اور دیگر مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر ہونے کا طعن دیا تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے آپ کے جدا طہ میں تاثیر سحر ظاہر فرما کر ان کے کذب دعویٰ اور بطلان اتہام کو ظاہر فرمایا اور اپنے محبوب کریم علیہ السلام کی ان عیوب سے نراہست و برأت کا اظہار فرمایا۔

شرح سفر السعادت ص ۴۷۔

نیز اس میں قیامت تک آنے والے اہل اسلام کی بھلائی اور بہتری بھی مقصود تھی کہ اگر کسی کو ایسا عارضہ لاحق ہو تو جن آیات مبارکہ ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حبیب پاک سے اثر سحر دور کرنے کے لیے نازل فرمایا۔ اُن سے توسل کرے اور اُن کے ساتھ دم کرے تو انشاء اللہ شفا یاب ہو جائے گا۔ آپ کی ذات سے اتہام سحر نازل ہوا اور امت کو سحر کاری اور جادو سے تحفظ اور امان کا سامان حاصل ہو گیا۔ ولنعمرھا قیل فیل الحکیو لا یغلو امن الملکۃ۔

ہم ہمہ اندیش تو ہیں لا علمی اور بے بسی کے اثبات کی فکر میں رہے گی اور نیاز مند اہل اخلاص ان کے حکم و مصالح پر نظر رکھیں گے۔



## تیسرا باب

### سنگیاں لگوانا اور خون نکلوانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری کسی ایسی تکلیف کے پیش نظر سراقہ میں سنگیاں لگوائیں جبکہ آپ حالت احرام میں تھے (بخاری و مسلم)۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عین مرتبہ سنگیاں لگواتے تھے۔ ایک مرتبہ کندھے پر اور دوسرے گردن کے دونوں جانب دو رنگوں پر جن کو اخدعان کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سراقہ میں سنگیاں لگواتے اور اس عمل کو ام منیث کا نام دیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنگیاں لگوانے والے کی اجرت کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طیبہ رضی اللہ عنہ سے سنگیاں لگوائیں اور اس کے لیے اپنے غائبانہ کو دو صاع طعام دینے کا ارشاد فرمایا اور ان کے موالی سے گنہگار فرمائی اور سفارش کی کہ اس پر عائد طراح میں کمی کریں چنانچہ انہوں نے تخفیف کر دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تم جتنی بھی دوائیں استعمال کرتے ہو ان سب سے افضل حجامت ہے یعنی سنگیاں لگوانا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں تھے اور آپ نے قدم اٹھنے کی پشت پر سنگیاں لگوائیں۔

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگیاں لگوائیں اور مجھے اجرت ادا کرنے کا حکم دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاند کی سترہ انیس اور اکیس کو سنگیاں لگواتے

تھے۔



## چوتھا باب

مہندی سے علاج

حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گیا کرتی تھی۔ آپ کو کوئی زخم آنا یا دانے وغیرہ نکلتے تو آپ مجھے اس پر مہندی لگانے کا حکم دیتے۔

---



# ابواب النکاح

## باب اول

### محبت ازواج

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی اسٹیا میں سے خوشبو اور عورتیں میرے لیے پسندیدہ بنائی گئی ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور سرور قلب فقط نماز میں رکھا گیا ہے۔ علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو اور عورتوں سے محبت بیان کرتے وقت حبیب الہی فرمایا ہے اور حبیبیت نہیں فرمایا تو یہاں سے بیان عذر مقصود ہے اور اپنے اختیارات سے دنیوی امور کی طرف میلان و رغبت کی نفی کرنا مقصود ہے کہ یہ محبت میرے دل میں پیدا کی گئی ہے اور خالق عالم نے اپنی حکمت و مصلحت کے پیش نظر اسے تخلیق فرمایا ہے نیز سرور قلب اور آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں کیوں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آثار عبودیت جس قدر نماز میں ظاہر ہوئے ہیں دوسری عبادات میں ظاہر نہیں ہوتے۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ ابن عقیل کا کلام ان کا بیان فرمودہ سبب محبوب اور اس کا فلسفہ مجھے پتہ نہیں ہے بلکہ اس سے بہتر وجہ اور موجود ہے لہذا اس کی تردید اور دوسرے سبب گے بیان کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ صواب اور صحیح وجہ ازواج و نساء کی محبوبیت کی یہ ہے کہ حبیب موصدین اور خدا پرست لوگوں کی ایجاد و تخلیق کیلئے امر توالد و تناسل کو عظیم و جزیل قرار دیا گیا تو آپ کے دل میں عورتوں سے نکاح و ازواج کی محبت پیدا فرما کر ان لوگوں کے خیال و عقیدہ اور مصنوعی زہد و تقویٰ کا رد اور نسخ فرمایا جو ازواج کو عبادت باری تعالیٰ میں غفل اور مقام قرب سے دوری اور بعد کا موجب سمجھتے ہوئے مبتل اور رہبانیت کو اختیار کرتا لازم اور ضروری سمجھتے تھے تاکہ آپ کی حالت و کیفیت جو سب اہل عالم حتیٰ کہ رسل و انبیاء کے احوال و کیفیات سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے دوسرے لوگوں کے احوال کے لیے ناسخ ہو جائے جو آپ کی حالت و کیفیت کے منافی و مخالف ہیں۔

ربا خوشبو کے پسندیدہ ہونے کا معاملہ تو یہ عبادت حق اور ملاقات خلق کے آداب مستحسن ہیں سے ہے اور نماز کو امور دنیا میں سے شمار فرمایا حالانکہ وہ امور آخرت سے ہے کیونکہ وجود و تحقق اور کسب و ایجاد کے لحاظ سے امور دنیا میں سے ہے اگرچہ اجر و ثواب کے اعتبار سے امور آخرت میں سے ہے۔



## دوسرا باب

### امّات المؤمنین

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔ اُن کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کا تفصیلی بیان گزر چکا ہے۔ ان کا وصال نبوت کے ساتویں سال ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ دسویں سال معراج اور نمازوں کی فرضیت سے قبل اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی موجودگی میں کسی دوسری عورت سے شادی نہیں فرمائی۔ وہ اپنے خدو ادا اموال کثیرہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت فرماتی تھیں اور آپ وصال کے بعد بھی ان کی عزت و تکریم فرماتے تھے اور ان کی سیلیوں کے پاس بدایا اور تحائف بھیجا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ام ازفر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وایہ اور ان کو کنگھی وغیرہ کرنے والی حاضر خدمت ہوئی تو آپ نے اس کا اعزاز و اکرام کیا اور فرمایا یہ ہمارے پاس (حضرت) خدیجہ کے زمانہ حیات میں آیا کرتی تھی اور حسن عہد ایمان کے شعبوں میں ایک عظیم شعبہ ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا اور کہا میرا بیٹا (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اونٹ کو اپنی سواری کا شرف بخشے والا جن امور میں مجھ پر فضیلت دیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی زوجہ اُن کے لیے امور دین میں ممد و معاون ثابت ہوئی اور میری زوجہ میری خطا اور لغزش کا موجب بن گئی۔

ابن جوزی فرماتے ہیں کہ اس روایت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس بیوی کی ثناء اور منقبت حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کی زبان اقدس پر جاری ہوئی وہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں اور عقرب یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انبیاء سابقین علیہم السلام پر خدا واد شرف و فضل کے بیان میں مرفوع طور پر ذکر کی جائے گی (اقول) بلکہ قبل ازیں مذکور ہو چکی ہے!

### ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

وہ پہلے سکران بن عمرو کی زوجیت میں تھیں دونوں شرف اسلام سے شرف ہوئے اور حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی ان کے خاندان انتقال فرما گئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی زوجیت میں لے کر ام المؤمنین ہونے کا شرف بخشا نیز ان کو دار ہجرت مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا شرف بخشا۔ جب ان کی عمر شریف زیادہ ہو گئی تو آپ نے طلاق دینے



کا ارادہ فرمایا انہوں نے عرض کیا (مجھے علم کے اس حصے میں اور کوئی خواہش نظیانی دپیش نہیں ہے میں صرف برونیہ قیامت آپ کی ازواج میں شمار ہونے کی تمنا رکھتی ہوں اور آپ کی بیویوں میں اٹھائے جانے کی) لہذا آپ مجھے طلاق نہ دیں اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اپنی باری حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مہرہ کر دی (چنانچہ آپ نے ان کی تمنا کو بر لاتے ہوئے اور ان کی آرزو کو شرمندہ تکمیل کرتے ہوئے ارادہ طلاق ترک فرمادیا۔

### ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت نکاح فرمایا تو آپ کی عمر شریف چھ سال تھی اور جب رخصتی ہوئی تو عمر شریف نو سال تھی ان کے علاوہ کسی باکرہ اور کنواری عورت سے آپ نے شادی نہیں فرمائی۔ انہیں نو سال کا عرصہ آپ کی خدمت گزاری اور معیت کا شرف حاصل رہا (اور عمر شریف اٹھارہ سال تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دارغ مفارقت ظاہری دے گئے)

### ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

آپ پہلے حضرت خنیس بن خذافہ کے نکاح میں تھیں اور ان کے ساتھ ہی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی وہ فوت ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ ایک موصوفہ آپ نے انہیں ایک طلاق دے دی تو حضرت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو دی ہوئی طلاق سے رجوع کر لیں کیونکہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والی اور قیام کرنے والی ہیں یعنی نماز تہجد ادا کرنے والی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ نے صرف طلاق دینے کا ارادہ ہی فرمایا تھا طلاق نہیں دی تھی۔

### ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا نام مبارک ہند ہے باپ کا نام ابو امیہ سہل ہے یہ پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور ان کی میت میں حبشہ کی طرف ہجرت کی وہ ہجرت کے چوتھے سال انتقال فرما گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نکاح فرمایا۔

### ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

ان کا اسم شریف رطلہ بنت ابی سفیان ہے۔ عبداللہ بن جحش، کما زوجت مرہم تھیں، انہوں نے حبشہ کی طرف



ہجرت کی آمد میں نصرانی مذہب اختیار کر لیا۔ آپ نے حضرت عمرو بن امیہ صغریٰ رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف بھیجا تاکہ ان کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیں۔ چنانچہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا وکیل بنایا اور انہوں نے آپ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔

### ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں انہوں نے طلاق دے دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ عدت گزرنے کے بعد نکاح فرمایا (اور متبنیٰ کی بیوی کے ساتھ نکاح حرام ہونے کے عقیدہ جاہلیت کو عملی طور پر باطل کر دیا)۔

### ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

وہ پہلے طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں اس نے طلاق دے دی تو ان کے بھائی عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا وہ میدان بدر میں شہید ہو گئے تو آپ نے ان کے ساتھ نکاح فرمایا اور ان کی عزت افزائی فرمائی۔

### ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

غزوہ بنی المصطلق میں قیدیوں کے زمرہ میں آئیں اور تقسیم کے بعد حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آ گئیں۔ انہوں نے ان کے ساتھ عقد نکاح کیا (یعنی مقررہ رقم ادا کرنے کی صورت میں آزاد کر دینے کا عہد کیا) یہ بدرگاہ بنوی میں حاضر ہو کر امداد کی طلب گار ہوئیں۔ آپ نے ان کا بدل کتابت ادا فرمادیا اور پھر ان کو شرف زوجیت سے مشرف

عہ۔ مولوی حسین علی دانا بھری دیوبند نے بغۃ المیران ص ۳۶۷، ۳۶۸ میں لکھا کہ آپ نے ان کے ساتھ عدت کے اندر نکاح فرمایا جو قطعاً غلط ہے اور غلط واقعہ اعدیت صحیحہ سے ثابت ہے جو کہ مسلم شریف وغیرہ میں مہدی ہیں کہ عدت گزرنے پر آپ نے ان سے نکاح فرمایا اور یہی تصریح معمر بن کرام نے فرمائی ہے۔ اور یہی حنفی مذہب کا معتق ہے کیونکہ خلوت صحیح ثابت ہو جائے تو عدت لازم آجاتی ہے چہ جائیکہ زنا اور مباشرت متحقق ہو۔ کلام مجید میں ہے فلما نفخا زیدنا منها وطرأنا جننا کہا جب (حضرت) زید رضی اللہ عنہ نے ان سے اپنی حاجت کو پورا کر لیا تو ہم نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔ لہذا یہ قول باطل ہی نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر خلاف شرع کے ارتکاب کا الزام اور بہتان بھی ہے۔ نوذہ بالمد من ذالک۔

(محمد اشرف)



فرمایا۔

### ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا

ان کا خاندان کنانہ بن ربیع خبہ کے موقع پر قتل ہو گیا اور انہیں قیدی بنایا گیا بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (بسی فوقیت و برتری اور ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہونے کے ناطے) ان کو اپنے لیے منتخب فرمایا (اور ان کے مشرف بہ اسلام ہو جانے پر ان کو آزاد فرمادیا) اور ان کے ساتھ نکاح فرمایا اور ان کا حق مہران کی آزادی قرار پایا۔

### حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا

انہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر سے قیدی بنایا پھر ان کو آزاد فرما کر اپنے نکاح میں لیا اور ایک قریب یہ ہے کہ ان کے ساتھ مباشرت و مجامعت مکہ مکین کے تحت فرماتے تھے اور ان کو آزاد نہیں فرمایا تھا۔

### ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مقام سرت پر ہوا اور وہیں پر زفاف بھی ہوا اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور ازل فیصلہ یہی تھا کہ ان کا وصال بھی وہیں ہوا جہاں کہ زفاف ہوا تھا یعنی مقام سرت میں۔

ان کے علاوہ چند عورتوں کے ساتھ آپ نے نکاح فرمایا لیکن زفاف کی نوبت نہیں آئی تھی جن میں ایک کلابیہ بی بی جن کا نام بعض کے نزدیک فاطمہ ہے اور بعض عمرہ بتاتے ہیں اور بعض کے نزدیک عالیہ ہے۔ اسی طرح اسماء بنت نعمان، قتیلہ بنت قیس، میکہ بنت کعب، ام شریک، خولہ، شراف، یسلی بنت حطیم اور غفارہ رضی اللہ عنہن کے ساتھ نکاح ہوا مگر زفاف نہیں ہوا۔

اور بعض کے ساتھ خطبہ ہوا اور دعوت نکاح دی گئی مگر نکاح تک نوبت نہیں آئی تھی اور ان ناموں میں اور فقط نکاح یا فقط خطبہ پائے جانے میں اختلاف ہے جس کو پوری وضاحت کے ساتھ ہم نے اپنی کتاب ملتقى فنوم اہل الاثر میں بیان کیا ہے۔

اور بعض عورتیں آپ پر نکاح کے لیے پیش کی گئیں مگر آپ نے ان کے ساتھ نکاح کرنا پسند نہ فرمایا اور اس سے

انکار فرمایا۔



## تیسرا باب

### سرری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لونڈیوں کو آزاد کیے بغیر ان کے ساتھ ملک یمن کے تحت مباشرت و بجا امت فرمائی یا ایسی لونڈیاں سرری کہلاتی ہیں ان میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہیں جنہیں مقوقس نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ دوسری ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا ہیں جن کا ذکر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ضمن میں کیا جا چکا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ سرری تھیں۔

ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چار ایسی لونڈیاں تھیں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا، حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جلیلہ رضی اللہ عنہا جو قید ہو کر آئی تھیں اور چوتھی وہ لونڈی جو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے آپ کو سہ کی تھی۔

ابو الوفاء علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ عورتیں عقد میں لانا اور اُمت کی نسبت آپ کے لیے زیادہ تعداد میں بیویاں مباح کیا جانا اس امر کی دلیل ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے تجرد و تقویٰ کو اختیار نہیں فرمایا اور نہ ازواج مطہرات کی طرف قطعاً التفات نہ فرماتے اور صرف عبادت میں مصروف رہتے تھے۔

## چوتھا باب

### قوتِ قوائے جسمانی

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیفیتِ عطا کیے گئے تھے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو نقل فرما رہے تھے۔ عمر بن الخطابؓ کیا گنایت کیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: ہمارے مباشرت کی قدرت کاملہ۔

فہم کی دلیل ہے اور رہبانیت کی طرف میلان کی بلکہ کثرتِ نکاح و جماع میں جہاں نقصان اور دوامِ نوع انسانی جیسے عظیم منافع ہیں وہاں حفظِ صحت اور نسلتِ خداوندی سے متنوع بھی اس میں ہے اور حقیقتِ حال کا بغور جائزہ لیا جائے تو فعل و انفعال اور تاثیر و اثر کا مکمل ظہور و ظہورِ عالم کی علتِ غائیہ ہے جس قدر نکاح و جماع اور تولیدِ نسل میں ہے اور کہیں نہیں ہے اور تداومِ انبیاء کا عمل اس پر واضح دلیل ہے اور سندِ محبت نامہ کا سمدار ج ۲، ص ۲۶



## پانچواں باب

### بوقت خاص پردہ کا اختیار فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کسی بھی حالت میں میری نگاہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر نہیں دیکھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی زوجہ کے پاس مباشرت کے لیے جاتے اور قیربان و جماع فرماتے تو سراقہ پر پردہ ڈالے ہوئے ہوتے اور کپڑا سر اقدس پر لٹکائے ہوئے ہوتے تھے یہی نگاہ اور نہ ہی آپ کی نگاہ پردہ خاص پر پڑتی۔

## چھٹا باب

### ازواج مطہرات کو مشرف فرمایا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی دن میں سبھی ازواج مطہرات کو خلوت خاص سے نوازا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات کی ساعت واحدہ میں جمیع ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے اور انہیں خلوت خاص سے مشرف فرماتے جو گیارہ کی تعداد میں تھیں آپ سے پوچھا گیا کہ آیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنی طاقت اور قدرت تھی؟ تو آپ نے فرمایا ہم آپس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت و قدرت پر گفتگو کرتے تھے تو کہتے تھے کہ آپ تیس آدمی کی قوت و طاقت عطا کیے گئے ہیں۔

نہ شیخ محقق علی الاطلاق محدث دہلوی مدارج النبوت جلد اول ص ۲۰۲ پر فرماتے ہیں۔ بعض روایات میں چالیس مرد جن کی قوت کی تصریح موجود ہے اور ان میں کوئی تخالف و تعارض نہیں ہے کیونکہ عدد اقل عدد نامہ کے لیے ثانی نہیں ہوتا البتہ مراد ان سے چالیس مرد جن میں جن میں سے ہر ایک کی قوت دنیا کے سوا آدمی جتنی ہوگی تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہری جسمانی قوت چار ہزار آدمی جتنی ہے اور روحانی قوت کا تو اندازہ ہی کیا ہو سکتا ہے کہ آپ نے سورج کو الٹی حرکت دینے وقت گردشِ سموات کو روک دیا بلکہ ان کو بھی الٹا پھیر دیا جیسے کہ فلاسفہ کا نظریہ ہے کہ گردشِ آفتاب گردشِ سموات کے تابع ہے اور ادھر عیش و تنم کی حالت یہ ہے کہ ہرگز سیر ہو کر نہیں کھایا اور بالعموم جو کی روٹی پر قناعت فرمائی اور اکثر اوقات پانی اور کھجوروں پر گزارا کیا اور بایں ہمہ چہرہ اقدس پر رونقِ حسن و جمال اور رنگِ مبارک کی شفافیت اور نورانیت حد کمال کو پہنچی ہوئی تھی تو معلوم ہوا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم اعجاز تھا اور آپ کی قوت و قدرت بعض قدرتِ الہی سے بھی اور دائرہ اسبابِ عادیہ سے خارج تھی۔ واللہ اعلم علیٰ ذالک



حضرت امام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی زوجہ محترمہ سے مباشرت فرمانے لگتے تو اپنی آنکھیں بند فرمائیے۔ ہر کوڑھانچ لیتے اور اس زوجہ محترمہ کو فرماتے۔ سکون و استمرار اور عصمت و وقار کا دامن تھامے رہیے۔

## ساتواں باب ایک ہی غسل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی ازواج مطہرات سے مقلوبت کے بعد ایک ہی غسل فرماتے۔

## آٹھواں باب ایک ایک غسل

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن سبھی ازواج مطہرات کے ساتھ یکے بعد دیگرے مباشرت فرمائی۔ اور ہر بار غسل فرمایا۔ جب آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ ایک ہی غسل پر کیوں اکتفا نہیں فرماتے ہر بار تکلف کیوں فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ یہ زیادہ پاکیزہ اور اطیب ہے۔

## نواں باب حسن سلوک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حبشی لوگ آنے اور وہ عید کے دن مسجد کے ساتھ احاطہ میں خالی جگہ پر لوگ کھیل سے عید کی خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ میں نے اپنا سر آپ کے کندھے پر رکھا اور ان کا کھیل دیکھنے لگی حتیٰ کہ تھک کر وہاں سے لوٹی آپ نے مجھے ٹوٹ جانے کا حکم نہیں دیا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم علو الپہنڈ فرماتے نیز شہد کو محبوب رکھتے اور جب نماز عصر ادا فرماتے تو سبھی ازواج مطہرات کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کو سلام فرماتے خیر و عافیت دریافت فرماتے اور ضروریات معلوم کر کے پورا فرماتے۔ ایک دفعہ آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے ہاں تشریف لے گئے تو پہلے



پاس آدمی بھیجا وہ حاضر ہوئے تو فرمایا میرے اور ان کے درمیان اس معاملہ میں فیصلہ کیجئے۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں فیصلہ کروں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ تم ضرور فیصلہ کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو کا آغاز کیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میانہ روی اور اعتدال سے کام لیں! تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اس زور سے میرے منہ پر تھپڑ مارا کہ میرے ناک اور نتھنوں سے خون بہنے لگا اور کہنے لگے۔ لا ابالد! (میرا آپ تمہارے لیے ہاں اور کون اعتدال اور میانہ روی سے کام لے گا اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کام نہیں لیں گے؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے اس طرح کا فیصلہ تو تم سے طلب نہیں کیا تھا۔ پھر آپ اٹھے اور اپنے ہاتھ مبارک سے میرے منہ اور کپڑوں سے خون دھویا اور صاف کیا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب مجھے غصہ آ جاتا اور غضبناک ہوتی تو آپ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرماتے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهَا ذَنْبَهَا وَادْفَعْ غَيْظَ قَلْبِهَا وَارْحَمْهَا مِنَ الْفِتَنِ؟ اے اللہ ان کی فوجداشت سے دور گذر فرما اور بخش دے اور ان کے دل سے غیظ و غضب دور فرما اور ان کو ابتلا و آزمائش سے محفوظ فرما۔

## دسواں باب

### تادیب ازواج

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلاء اور ازواج مطہرات سے علمدگی کے سبب میں تین قول ہیں۔  
 ا۔ انہوں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس قسم کے نفقات اور اخراجات کا مطالبہ کیا تھا جو آپ کے ہاں بیتا نہیں تھے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں خلوت فرمائی جبکہ آپ موجود نہیں تھیں۔ جب ان کو واپسی پر یہ صورت حال معلوم ہوئی تو اظہار حزن و ملال کرنے لگیں آپ نے ان کو خوش کرنے کے لیے فرمایا (میں آئندہ ان کے نزدیک نہیں جاؤں گا اور ان سے الگ تعلق رہوں گا) لیکن یہ بات اور کسی کو نہیں بتلانا مگر لشبری کمزوری کے تحت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتلا بیٹھیں اور اس راز کو راز نہ رکھ سکیں۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کی بارگاہ میں ہدیہ لایا گیا تو آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ان کا حصہ بھیجا انہوں نے واپس کر دیا۔ آپ نے ان کے حصہ میں اضافہ فرما کر پھر ان کے پاس بھیجا تو انہوں نے پھر اسکو واپس



کر دیا۔ اور کہلا بھیجا کہ آپ نے عدل و انصاف کا تقاضا پورا کر دیا ہے اگرچہ میری طرف سے اس ہدیہ کو واپس کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مرتبہ کی مالک نہیں ہو بلکہ اس سے بہت کمتر ہو کہ میرے کسی عمل پر اظہارِ ناپسندیدگی کرو۔ میں ایک ماہ تک تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن اپنی بیوی پر سخت ناراض ہوا تو اس نے بھی جوابی طور پر کچھ بولنا شروع کیا میں نے اس کی جوابدہی کو اچھا محسوس نہ کیا۔ تو اس نے کہا میرا جواب تو تم نہیں سن سکتے۔ اور اس کو سخت برا مانتے ہو حالانکہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن (جن میں آپ کی بیٹی بھی شامل ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح گفتگو کر لیتی ہیں اور صبح سے شام تک سلام و کلام بھی ترک کیے رہتی ہیں۔

میں یہ بات سنتے ہی حنفہ کے پاس گیا اور ان سے دریافت کیا کہ واقعی تم ایسا کرتی ہو۔ ان کے اثبات میں جواب دینے پر میں نے کہا تم صبح سے شام تک آپ کے ساتھ کلام وغیرہ ترک کیے رہتی ہو۔ انہوں نے کہا ہاں! میں نے ان سے کہا۔ تَذَاخَبَ مَنْ فَعَلَ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ وَخَسِرَ أَنتَا مِنْ أَحَدَا كُنَّ أَنْ يَغْضَبَ اللَّهُ مَغْضَبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هِيَ تَذَاخَلُكَتْ۔

تحقیق یہ شخص خائب و خاسر ہوا جس نے یہ حرأت کی کیا تم میں سے کسی کو اس امر کا اطمینان اور یقین ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے اللہ رب العزت ناراض نہیں ہوگا اگر ایسا ہوا تو وہ عہدت ہلاک ہو گئی۔ پھر میں نے حضرت حنفہ سے دریافت کیا جبکہ وہ مدد ہی تھیں کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں طلاق دے دی ہے۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے۔ آپ اس بالا خانہ پر تشریف فرما ہیں اور ازواجِ مطہرات سے علیحدگی اختیار کیے ہوئے ہیں اور آپ نے ان پر ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے یہ قسم اٹھائی تھی کہ میں ایک ہمدیہ تک ان سے خلوت نہیں کروں گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے اجازت کے طلبگار ہوئے اور دوسرے لوگ آپ کے دروازے پر مجتمع تھے مگر انہیں اجازت نہ ملی۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اجازت طلب کرنے کے لیے راقدس پر حاضر ہوئے مگر انہیں بھی اجازت نہ ملی۔ بعد ازاں ان دونوں حضرات کو اندر آنے کی اجازت ملی تو آپ اندر گئے اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے ارد گرد بیٹھی تھیں اور آپ بھی چپ چاپ بیٹھے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دل میں سوچا کہ میں ضرور ایسا کلام کروں گا جس سے امید ہے کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بہن پریش گے چنانچہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی نرمی، مہربانی اور بردباری نے ان کو یہ حرأت بخشی ہے، اگر میری بیوی دخترِ زید مجھ سے اس طرح کا مطالبہ کرتی اور نفقات و اخراجات طلب کرتی تو میں اٹھ کر دونوں ہاتھوں



سے اس کا گلا بابتیا اور پھر جان کے ڈر سے وہ کبھی ایسا مطالبہ نہ کرتی ایسا بات سنتے ہی آپ ہنس پڑے۔ حتیٰ کہ وارطیں بہک چمکتی نظر آئیں اور فرمایا ان کو تو دیکھو میرے گرد بیٹھی ہیں اور مجھ سے خصرہ کا مطالبہ کر رہی ہیں۔

فہرہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ کی طرف اٹھے تاکہ ان کو سزا دیں اور سزائش کریں کہ تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی چیزوں کا مطالبہ کرتی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہیں (جو کچھ درکار ہو ہم سے لو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز ایسی تکلیف نہ دینا) تو محبوب کریم علیہ السلام نے ان کو منع کر دیا کہ ان کو سزا نہ دو اور آپ کی ازواج مطہرات نے عرض کیا بخدا ہم آپ سے اس کے بعد کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گی جو آپ کے پاس نہیں ہوگی اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آیت نخبہ نازل فرمادی یعنی آپ اپنی بیویوں سے فرما دو اگر تمہیں حیات دنیا اور اس کی زیب و زینت درکار ہے تو آؤ میں تمہیں مطلوبہ اشیاء دیتا کروں اور چھوڑ دوں اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت کی ضرورت ہے اور ان سے تعلق ہے تو پھر صبر و رضا سے کام لو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہاں اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

آپ نے ابتداً حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی اور فرمایا میں تیرے سامنے ایک امر کا اظہار و انکشاف کرنے لگا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تو جلدی سے کوئی فیصلہ نہ کرے بلکہ اپنے والدین سے صلاح و مشورہ کر کے فیصلہ کرنا۔ انہوں نے عرض کیا وہ کیا امر ہے؟ آپ نے یہ آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُحِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ تَذَرُنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ فَمَنْ يَمْلِكُ مَا كُنْتُنَّ تَعْلَمْنَ ۚ أُولَٰئِكَ لَبِئْسَ مَا كُنْتُنَّ تَعْمَلْنَ ۚ وَإِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا۔

تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے متعلق میں والدین سے مشورہ کروں! (اور دنیا کی زیبائش اور آرام و سکون کی خاطر آپ جیسے محبوب کو چھوڑ دوں اور علم کی اختیار کروں یہ کیسے ممکن ہے) بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرتی ہوں اور انہیں ترجیح دیتی ہوں۔ البتہ میری خواہش یہ ہے کہ آپ میرے جواب کو دیگر ازواج مطہرات پر مخفی رکھیں اور اس کا تذکرہ نہ فرمادیں۔ آپ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے شفقت میں ڈالنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ بلکہ مجھے سہولت پیدا کرنے والا اور خیر کی تعلیم دینے والا بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ مجھ سے جو بھی بیوی تمہارے جواب کے متعلق دریافت کرے گی میں ضرور اس کو بتاؤں گا (مسلم شریف) ف

ف۔ ازواج مطہرات کے مفردی اخراجات دیتا کرنا آپ کا فرض ہے مگر منصب نبوت اور اہل بیت نبوت کا معاملہ الگ ہے۔ ان کو دنیا کی طرف میلان و رغبت نمایاں نہیں تھی لہذا ان کے ساتھ آپ نے اور اللہ تعالیٰ نے یہ سلوک فرمایا کہ دنیا اور اس کی سہولیات و کار



## گیارہواں باب

### اولادِ مصطفیٰ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں نبوت کے اعلان سے قبل حضرت قاسم رضی اللہ عنہ متولد ہوئے اور انہی کے ساتھ آپ نے اپنی کنیت ابوالقاسم اختیار فرمائی پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا بعد ازاں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور ان کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا تولد ہوا۔ اعلان نبوت کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تولد ہوا جن کو طیب و طاہر کہا گیا اور اس لقب سے لقب کیا گیا ان سب کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ کی اولاد اجماع میں سب سے پہلے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو عاص بن داؤد سہمی نے کہا (نعوذ باللہ) کہ ان کی اولاد زریعہ فوت ہو گئی ہے لہذا یہ ابتر ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا: **إِنْ شِئْتَكَ هُوَ الْبَاقِي**۔ اے محبوب تمہارا نہ ذکر ختم ہو سکتا ہے اور نہ ہی اولاد منقطع ہو سکتی ہے۔ نہ

ہی تو لو لیکن پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اللہ تعالیٰ اور دارِ آخرت سے تمہارا تعلق نہیں ہوگا اور اگر ان سے تعلق پابندی ہو تو پھر نیا نئے فانی اموال اور ساز و سامان کی طرف میلان طبع ہرگز نہیں ہونا چاہیے یہاں سے یہ امر واضح ہو گیا کہ جب ازواج مطہرات کا نفقہ واجب ہونے کے باوجود ان کی تربیت و تہذیب اس انداز میں کی جا رہی ہے تو آپ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جن کا نفقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ ہے اس قدر اہتمام کیسے فرما سکتے ہیں کہ ہزاروں دینار سالانہ آمدنی والے علاقے فدک ان کو مہرہ کر دیں اور ان کے قبضہ میں دیدیں اور اللہ تعالیٰ بھی اسی حکم پر فوری عمل درآمد کا تقاضا کرتے ہوئے فرمائے: **آتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ**۔

اگر کوئی غیر مسلم اس تفریق اور امتیازی سلوک کو دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل و انصاف کے متعلق کیا تصور قائم کرے گا۔ لہذا معلوم ہوا کہ بعض انسانہ جے میں کی کوئی خفیت نہیں ہے بلکہ آپ محض گزارہ کے لیے اخراجات جملہ اہل قرابت کو مہیا فرماتے تھے جن میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا حصہ بھی ہوتا تھا اور یہی عرض حضرت صدیق نے بھی کی تھی کہ آپ کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ انہی یا کل آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم من ہذا الاموال۔ صرف ضروری اخراجات اس مال سے مہیا کیے جاتے تھے اور وہ اب بھی اسی طرح مہیا کیے جائیں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فدک تقسیم نہ فرما کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے نظریہ و عقیدہ اور عمل و کردار کی توثیق و تائید فرمادی۔



رضائی اولاد کا مدد حساب ہو گا نہ جہانی اولاد کی گنتی اور شمار ہو گا اگر نسل منقطع اور بے نام و نشان ہے تو صرف اس کی ہے جواب سے عداوت و دشمنی اور کینہ و بغض رکھنے والا ہے۔

حضرت جبریل مطہم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت تاسم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو وہ دو سال کے تھے اور محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی تھی جن کا نام سلیمی تھا وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے معاملہ میں کفالت کرتی تھیں اور خدمت کرتی تھیں آپ کے کیلئے سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری بطور عقیقہ ذبح کیا کرتی تھیں اور اولاد میں ایک ایک سال کا وقفہ ہوتا تھا اور اولاد کی رضاعت کا انتظام و اہتمام ان کی ولادت سے قبل ہی فرمایا کرتی تھیں۔

ابو بکر برقی فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک طیب و منطیب اکٹھے متولد ہونے اور توام تھے اور طاہر و مطہر بھی بطن واحد میں پیدا ہونے مگر یہ خیال درست نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ بھی القاب ہیں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے کیونکہ وہ زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے تھے۔ ف

ت ر احادیث مبارکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ثابت ہوتی ہیں اور قرآن مجید کی رو سے بھی تین سے کم ہونا ممکن نہیں ہے کوجع کا لفظ ذکر کیا گیا ہے جو کم از کم تین پر اطلاق کیا جاتا ہے یا ایہا النبی تل لا ذوات و نباتات و نساء المؤمنین الا یہذا صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تسلیم کرنا اور دوسریوں کا انکار کرنا ظلم عظیم ہے امت کی بیٹیوں کو آپ کی بیٹیاں کہہ دینے میں کوئی خاص حرج نہیں کیونکہ وہ روحانی اولاد تو ہیں ہی مگر آپ کی اولاد کو غیر کی اولاد قرار دینا نوز بائش اس اولاد کی بھی متقیں ہے اصحاب کے حرم محرم کی بھی اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی شدید ترین ایذا رسانی ہے اور احادیث و اشارت کلام مجید کے ساتھ بھی مذاق ہے العیاذ باللہ یہ عند کہ حضرت عثمان امی ہیں ان کے عقید میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں کیسے آسکتی ہیں تو جواب اس کا واضح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی امی ہیں ان کے عقید میں حضرت زہراء رضی اللہ عنہا کیونکر آگئیں علاوہ ازیں جن کی غلامی اور اطاعت کے انبیاء و مرسلین باندہ ہیں لہذا من بہ و لتفہنہ اور ان پر ایمان لائے بنیر ان کے لیے کوئی چارہ نہیں ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امت سے نکال کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جس ہمدی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے اس سے بڑھ کر دشمنی کیا ہو سکتی ہے (العیاذ باللہ) حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام کے متعلق شریعہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو کان موسیٰ حیثا لما وسعہ الا اتباعی۔ اگر موسیٰ کلیم علیہ السلام حیات طیبہ ظاہرہ کے ساتھ زندہ ہوتے تو انہیں بھی صاحب قورات اور صاحب مہجرات مشکاثرہ ہونے کے باوجود اور منصب کبھی پر فائز ہونے کے باوجود میری اتباع کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوتا جس محبوب کریم کی اتباع و غلامی سے موسیٰ کلیم علیہ السلام کو چارہ نہیں ہے اور کون ان سے روگردانی کر سکتا ہے۔

پھر جس نے قرآن مجید اور سرکارہ و عالم کی شریعت کو اختیار کر لیا اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صدق دل اور اعلا صلی علیہ و آلہ و سلم اتی ہے لیا کوئی بدبخت کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کلمہ نہیں تھا یا وہ اس قرآن کو یا اس شریعت کو تسلیم نہیں کرتے تھے (العیاذ باللہ تعالیٰ)



# ابواب سفر

## باب اول

### یوم سفر

عبدالرحمن بن کعب رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی سفر کا ارادہ فرماتے تو خمیس (جمعرات) کے علاوہ کم ہی کسی دن سفر کا آغاز فرماتے۔  
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خمیس کے دن کو پسند فرماتے اور اس میں سفر کرنا مستحب سمجھتے۔  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سوموار اور خمیس کو سفر کرنا پسند فرماتے اُسے اولیٰ والنسب سمجھتے۔

## دوسرا باب

### دُعائے سفر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا آغاز فرماتے لگتے تو فرماتے۔

اللّٰهُمَّ اَنْتَ الصّٰحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفِتْنَةِ فِي السَّفَرِ وَالْكَآبَةِ فِي

الْمَنْقَلَبِ، اَللّٰهُمَّ اَقْبِضْ لَنَا الْاَرْضَ وَهَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ -

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ تو ہی رفیق اور صاحب ہے سفر میں اور قائم مقام ہے اہل اور مال میں۔ الہی میں سفر کی تکالیف میں سے مدد چاہتا ہوں اور وہی پر غم و پریشان ہونے سے پناہ طلب کرتا ہوں، اے اللہ ہمارے لیے زمین کو لپیٹ دے اور سفر کو آسان فرما۔



حضرت عبدالشبن سرحس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا فرماتے۔

اللہم انی اعوذ بک من وعشاء السفر، وکآبة المنقلب، والحرج بعد الکون، ودعوة المظلوم، وسوء

المنظر فی الابل والبال۔

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے سفر کی صعوبتوں اور واپسی پر غم و پریشانی سے نجات طلب کرتا ہوں اور ترقی کے بعد منزل اور اضافہ کے بعد نقصان سے پناہ طلب کرتا ہوں اور مظلوم کی بددعا سے اور اہل و مال میں ناپسندیدہ اور ناسابل برداشت منظر دیکھنے سے پہلے اہل کا ذکر فرماتے اور پھر مال کا۔ (مسلم شریف)

حضرت عبدالشبن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سواری پر سوار ہوتے اور سفر کا آغاز فرماتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر فرماتے اور پھر فرماتے: سبحان الذی سخر لنا هذا وما کنا له مقرنین وانا الی ربنا لمنتقلون۔ پاک ہے وہ ذات اقدس جس نے ہمارے لیے ایک سواری کو سخر فرمایا اگر اس کی تحیر نہ ہوتی تو ہم کبھی ان کے قریب نہ آسکتے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں پھر فرماتے۔

اللہم انی اسألك فی سفری هذا البرءة التقوی ومن العمل ماتری، اللہم هوّن علینا السفر واطولنا البعید

اللہم انت صاحب فی السفر والخليفة فی الابل، اللہم اصحبنا فی سفرنا واخلقنا فی اهلنا۔

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے اپنے اس سفر میں بر وقوی کا طلبگار ہوں اور ایسے اعمال کا جو تجھے پسند ہوں۔ اے اللہ ہم پر اس سفر کو آسان فرما اور اس کی مسافت اور دوری کو ہمارے لیے لپیٹ دے اور سمیٹ دے۔ اے اللہ تو ہی صاحب ہے سفر میں اور محافظ و نگران۔ ہے اہل میں۔ اے اللہ سفر میں ہمیں اپنی مصاحبت سے مشرف فرما اور اہل میں قائم مقامی اور محافظت و نگرانی کے ساتھ۔

علی بن ریمہ سے منقول ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس سواری لائی گئی تاکہ اس پر سوار ہوں، جہاں کی رکاب میں پاؤں رکھا تو کہا بسم اللہ اور جب اس پر سوار ہو کر یہی طرح بیٹھ گئے تو فرمایا: الحمد للہ سبحان الذی سخر لنا هذا وما کنا له مقرنین۔ انا الی ربنا لمنتقلون پھر تین بار الحمد للہ کہا اور تین مرتبہ اللہ اکبر پھر فرمایا: سبحانک لا الہ الا انت قد ظلمت نفسی فاغفر لی۔ اے اللہ تو پاک ہے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے لہذا میرے لیے مغفرت فرما۔

پھر آپ ہنسے تو میں نے عرض کیا اے امیر المومنین آپ کسی سبب سے ہنس رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اسی طرح عمل فرمایا جس طرح میں نے کیا ہے پھر آپ ہنسے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیوں ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اس وقت راضی ہوتا ہے جبکہ



عرض کرتا ہے رب اغفر لی اور فرماتا ہے کہ میرے بندے کو یقین ہے کہ میرے علاوہ اور کوئی بخشے والا نہیں ہے

## تیسرا باب

### الوداعی طریقہ

حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس شخص کو جو سفر کا ارادہ کرتا اُسے فرماتے میرے قریب آؤ میں اس طرح تجھے وداع کروں جیسے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وداع فرماتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم الوداع فرماتے تو یہ دعا دیتے۔ اَسْتَوْجِبُ اِلَیْكَ دِیْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِمَ عَمَلِكَ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ولایت رکھتا ہوں تیرے دین کو امانت و دیانت کو اور خاتمہ اعمال کو (اور اس سے بڑھ کر کوئی امانت کی حفاظت کرنے والا نہیں ہے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ میں سے کسی کو الوداع فرماتے تو یہ دعا دیتے۔ زودك الله التقوى وغفر ذنبك ونفاق الخیر حیث توجهت۔ اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ پر سیرگاری کا زور اور راہ عنایت فرمائے تیرے گناہ معاف فرمائے اور تو جہاں بھی جائے اور جدھر بھی توجہ کرے۔ تجھے خیر و عنایت سے ہمکنار کرے۔

## چوتھا باب

### کیفیت سفر

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمرہ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ میری موجودگی میں اُن سے محبوب کریم علیہ السلام کی حجۃ الوداع کے موقع پر کیفیت سیر اور رفتار کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔ آپ کی کیفیت سیر سبھی کی سواری کو درمیانہ دوڑاتے اور جب کھلی اور کشادہ جگہ میر ہوئی تو پوری قوت سے دوڑتے۔



پڑاؤ کے وقت دُعا

دُعا ئے سحر گاہی

ترجمہ: سن لیں سننے والے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کو اور ہم پر اس کے حسن بلاء اور اچھی آزمائش کو اے رب ہمارے ہمیں اپنی رفاقت سے مشرف فرما اور ہم پر فضل فرما۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عذابِ نارے بپاہ طلب کرتے ہیں۔



## ساتواں باب

### سواری پر نماز نفل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سواری پر نماز ادا کرنے کا ارادہ فرماتے تو قبلہ کی طرف توجہ فرماتے اور منہ مبارک اوجھ پھیرتے اور نماز کے لیے تکبیر کہتے پھر سواری کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتے، وہ جدھر بھی متوجہ ہوتی آپ نماز ادا فرماتے رہتے اور اسے جاری رکھتے۔

## آٹھواں باب

### سفرے واپسی کی دعا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے لوٹتے خواجہ و عمرہ کا ہوتا یا غزوہ و جہاد کا توجہ بندی پر چڑھتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر فرماتے اور بعد ازاں لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لا الہ الا اللہ الحمد وهو علی کل شیء قیوم۔ آمینون تائبون، عابدون لربنا حامدون، صدق اللہ وعده، ونصر عبدہ، وھزم الاحزاب وحدہ۔ صرف اللہ تعالیٰ معبود ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر ممکن شے پر قادر ہے، ہم لوٹنے والے، رجوع کرنے والے، اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور حمد کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے عبد خاص کی امداد فرمائی اور تمام گروہوں کو تنہا شکست دی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے مراجعت کا ارادہ فرماتے تو فرماتے۔ آمینون تائبون لربنا حامدون اور جب گھر میں داخل ہوئے تو فرماتے۔  
اوباً اوباً لربنا توياً لا ینادون علینا حوباً رجوع ہے اپنے رب کی طرف در انحالیکہ ہم اس کی جناب میں توبہ کرنے والے ہیں۔ وہ ہم پر کوئی گناہ نہیں چھوڑے گا (بلکہ سچی معاف فرماوے گا۔ یہ تعلیم امت ہے)



## نواں باب

### سفر سے واپسی پر عمل

حضرت عبدالرحمن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس مدینہ منورہ میں دن کو چاشت کے وقت تشریف لاتے تو آتے ہی مسجد میں قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعت نماز ادا فرما کر وہیں بیٹھ رہتے تا کہ شمس اترے ویدار جو فراق کے لمحات گن گن کر گزارتے رہے اور عقیقہ بنی سے بحیرت واپسی کے منتظر رہے وہ جمال جہاں آرا سے اپنی نگاہوں کو ٹھنڈا کریں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر وہیں تشریف رکھتے جس قدر کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا کہ لوگوں کے احوال دریافت فرماویں اور ان کے سوالات کا جواب عنایت فرماویں اور ان کو سلام کرنے اور بارگاہ اقدس میں حاضری دینے کا موقعہ بخشیں۔

## دسواں باب

### سفر سے واپسی کا وقت

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اہل خانہ کے ہاں تشریف نہیں لاتے تھے بلکہ چاشت کے وقت یا پچھلے پہر مدینہ منورہ میں روبرو افروز ہوتے۔



# ابواب سامان جنگ

## باب اول

### تلوار

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذوالفقار نامی تلوار بدر کے دن بطور مال غنیمت حاصل فرمائی اور اسی کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن خواب دیکھا (کہ میں نے اپنی تلوار کو لہرایا ہے تو وہ اگلی جانب سے ٹوٹ گئی ہے اور اس کی تعبیر اہل اسلام کا شہید ہونا اور تکلیف و شدت میں مبتلا ہونا تھا۔ پھر میں نے اس کو دوبارہ لہرایا تو وہ جڑ گئی اور پہلے کی نسبت بہتر ہو گئی اور اس کی تعبیر تھی فتح و سہولت ہونا اور اہل ایمان و اسلام کا مجتمع ہو جانا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا نام ذوالفقار تھا (کیونکہ اس پر فدا لے تھے) ابن عاصم رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ حضرت علی بن الحسین زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ہمیں رسول خدا علیہ السلام کی تلوار دکھائی جس کے قبضہ کا اوپر والا حصہ چاندی سے بنا ہوا تھا اور بن دو حلقوں میں جمائل تھا وہ بھی چاندی کے تھے۔ میں نے جمائل کو کھینچا تو وہ کمزور اور بوسیدہ ہو چکا تھا یہ تلوار دراصل غیب بن المجاج سہمی کی تھی اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن اپنے قبضہ میں لیا اور اپنے لیے پسند فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا دستہ چاندی کا تھا۔

## دوسرا باب

### زرہ مبارک

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ مبارک کا نام ذوالفضول تھا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے ہمیں



محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ دکھلائی جو کہ میانی تھی اور بائیں حلقہ دار جب اس کے حلقوں کو پکڑا جاتا اور ٹٹکاٹی جاتی تو سکڑ جاتی اور جب چھوڑ دی جاتی تو پھیل جاتی حتیٰ کہ زمین کو چھونے لگتی۔  
حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ میں دو حصے چاندی کے تھے۔  
حضرت مائب بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر احد کے دن دو زہیں تھیں جن کو آپ نے باہم جوڑا ہوا تھا۔

## تیسرا باب

### خود مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب کہ مبارکہ میں تشریف لائے تو آپ کے سر اقدس پر لہے کا خود تھا۔

## چوتھا باب

### کمان مبارک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حبشہ کے دن اور سفر میں قوس و کمان پر اوٹ لگائے اور سہارا لیے کھڑے ہو کر خطاب فرماتے۔

## پانچواں باب

### نیزہ مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ایک نیزہ یا عصا تھا جس کے



سرے پر سلاخ تھی اس کو زمین میں گاڑ دیا جاتا تھا اور آپ کو سترہ بنا کر اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرماتے۔

## چھٹا باب

### نیزہ خورد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹا سا نیزہ تھا جو زمین میں گاڑا جاتا تھا اور آپ اس کو سترہ بنا کر اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی اقتداء میں نماز ادا فرماتے (اور ان کے آگے سترہ نہیں ہوتا تھا آپ کا سترہ ان کے لیے بھی سترہ بن جاتا) اور آپ حالت سفر میں اس طرح کرتے تھے اسی لیے بعد ولے امر احکام نے بھی اس سنت کو اپنایا اور سفر میں ایسے نیزے ساتھ رکھے ابن یزید سے منقول ہے کہ مجھے نجدہ حروری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بھجواتا کہ آپ سے دریافت کروں کہ آیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حربہ یعنی چھوٹے نیزہ کو بطور سترہ نماز میں استعمال فرماتے تھے آپ نے فرمایا ہاں خیبر کے موقع پر آپ نے اسے استعمال فرمایا۔

## ساتواں باب

### پرچم مبارک

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد گرامی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم (علم) سیاہ رنگ کا تھا اور آپ کا لوار یعنی چھوٹا جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم سفید رنگ کا تھا اور آپ کا علم سیاہ رنگ کا تھا جس کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سیاہ رنگ ہالانوں والے نقوش و صورتیں نقش اور مصور کمال سے تیار کیا گیا تھا۔

یونس بن عبید مولیٰ محمد بن القاسم سے منقول ہے کہ مجھے محمد بن قاسم نے حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کے متعلق ان سے دریافت کروں کہ وہ کیسا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ



## آٹھواں باب

چھتری

کھرج دیا۔  
حضرت ابوالزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اور آپ کے ہاتھ مبارک میں چھڑی تھی (جس پر اوٹ لگائی جاتی ہے اور وہ تہی گاہ تک بلند ہوتی ہے اور خطبا اس کے ساتھ بوقت خطبہ اشارہ کرتے ہیں)۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت و عالم صلی اللہ علیہ وسلم بقیع غرقید میں یعنی قبرستان میں تشریف فرما تھے اور آپ کے دست اقدس میں چھڑی تھی جس کو منحصر کہا جاتا ہے۔ آپ وہاں بیٹھے اور سر اقدس کو جھکایا اور اس چھڑی کے ساتھ زمین کو کھرچنے لگے۔



# نوال باب

## عصا مبارک

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عصا پر سہارا لینا اور اوٹ لگانا اخلاق انبیاء اور عبادات مسلمان  
علیم السلام سے ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا مبارک تھا جس پر تکیہ لگاتے اور لوگوں کو بھی عصا رکھنے اور اس  
پر تکیہ و سہارا لینے کا حکم فرماتے۔ ف

ف۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

عصائے کلیم آزدھائے غضب تھا

گردن کا سہارا عصائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم



# ابواب غزوات

رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستائیس غزوات میں شمولیت فرمائی جن میں سے نو کے اندر قتال فرمایا بدر، احد، مرسیع، خندق، قریظہ، خیبر، فتح مکہ اور حنین و طائف اور ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ نے بنو النضیر میں قتال فرمایا اور غزوہ وادی القریٰ اور غامہ میں بھی۔ اب ہم آپ کے جملہ غزوات کی طرف لطیف اشارات کرتے ہیں اور ان کا اجمالاً ذکر کرتے ہیں۔

## باب اول

### دعائے جہاد و غزوہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ غزوہ پر نکلے تو فرماتے۔ اللھم انت عضد ی و انت نصیری و انت اقاتل۔ اے اللہ تو ہی میرا دوست و بازو ہے اور نصیر و مددگار اور تیری مدد سے ہی میں قتال کرتا ہوں اور تیرے اعدا سے جہاد کر کے ان کا قلع قمع کرتا ہوں۔

## دوسرا باب

### غزوۃ البوادر و دان

یہ پہلا غزوہ ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا آغاز فرمایا اور یہ ہجرت کے بارہویں ہجرت میں وقوع پذیر ہوا۔ آپ کا علم اور پرہیزگار ہونا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں تھا اور اس غزوہ میں صرف مہاجرین کو آپ نے ساتھ لیا اور کوئی انصاری شریک نہیں تھا۔ تمام ابواب تک آپ تشریف لے گئے اور قریش کے قافلہ کار راستہ روکنا مقصود تھا مگر ان سے ملاقات نہ ہو سکی اور دشمنوں کے کید و مکر سے آپ محفوظ رہے اور البوادر کے سردار عتشی بن عمرو صمیری کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے باہم عہد و پیمان کیا کہ میں بنی صمرہ کے خلاف جنگ نہیں لڑوں گا اور وہ ہمارے خلاف جنگ



میں حصہ نہیں لیں گے اور تحریری طور پر عہد کیا گیا۔ اس غزوہ کے دوران آپ پندرہ دن مدینہ طیبہ سے دور رہنے کے بعد واپس تشریف لائے۔

## تیسرا باب

### غزوہ بواط

یہ غزوہ ربیع الاول شریف میں ہجرت کے تیرھویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا آپ کا لوا اور علم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں تھا اور مدینہ منورہ میں آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنایا۔ دو سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر قریش کے ایک قافلہ کار راستہ روکنا چاہتے تھے جس میں سو قریشی شریک تھے۔ اور امیہ بن خلف بھی تھا اور اٹھائی ہزار اونٹ اس قافلہ کے ہمراہ تھے۔ آپ مقام بواط تک پہنچے جو کہ رضوی کے ایک طرف چھوٹے چھوٹے پہاڑی سلسلہ پر مشتمل ہے اور بواط اور مدینہ منورہ میں چار منزل کا فاصلہ ہے اس دفعہ بھی دشمنوں سے ملاقات اور ٹھیکرہ ہوئی اور مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

## چوتھا باب

### کرز بن جابر کی طلب میں نکلنا

یہ غزوہ بھی ہجرت کے تیرھویں ماہ وقوع پذیر ہوا کرز بن جابر نے مدینہ منورہ کے مال مویشی لوٹ لینے جو باہر چلتے پھرتے تھے اور ان کو ہانک کر لے گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تلاش کرنے اور قابو کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے کوچ فرمایا حتیٰ کہ وادی سفوان تک پہنچے جو کہ بدر کے ایک طرف ہے مگر وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور آپ واپس تشریف لائے۔



## پانچواں باب

### غزوہ ذی القیسر

یہ غزوہ ہجرت کے سولہویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا آپ نے مدینہ منورہ پر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور آپ مع اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے تیس اونٹوں کو ساتھ لے کر جن پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے اس غزوہ پر روانہ ہوئے۔ اس موقع پر بھی قریش کے ایک قافلہ تجارت کا راستہ روکنا مقصود تھا جس میں ابوسفیان تھا اور کافی مال و متاع لے کر شام سے واپس آ رہا تھا جب عسیرہ کے مقام پر پہنچے جہاں سے مدینہ منورہ نو ہرید کے فاصلہ پر تھا تو معلوم ہوا کہ ابوسفیان اپنے قافلہ کو لے کر ساحلی راہ سے نکل گیا ہے (اور اس کو بھی معلوم ہو گیا کہ قافلہ پر حملہ ہونے والا ہے لہذا اس نے مکہ مکرمہ میں قریش کو اطلاع بھیج دی) چنانچہ قریش اپنے قافلہ کا رنارنگ کرنے کے لیے نکلے اور غزوہ بدر وقوع پذیر ہو گیا۔

## چھٹا باب

### غزوہ بدر

ابوسفیان کے ساتھ قریش کے اموال و اسباب تھے جن کے ساتھ وہ ان کے لیے تجارت کرتا تھا اور اس قافلہ میں آدمیوں کی تعداد کم تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور قریش کے یہ اموال اپنے قبضہ میں کر لینے کا حکم فرمایا۔ جب ابوسفیان کو اس کا علم ہوا تو اس نے صفم بن عمرو کو مکہ مکرمہ کی طرف بھیجا تاکہ قریش کو فوراً اپنے اموال کی حفاظت کرنے کے لیے نکلنے پر آمادہ کرے۔ وہ مکہ میں پہنچا تو اس نے اپنے اونٹ کے گلہ ریغہ کاٹ دیے اور اپنا کرتہ پھاڑ دیا اور چلا چلا کر کہہ رہا تھا۔ اے گروہ قریش! اپنے نافرمانے مشک کو قابو میں رکھو اور اسے ضائع ہونے سے بچاؤ۔ تمہارے اموال ابوسفیان کے ساتھ ہیں جن پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی حملہ آور ہو چکے ہیں۔ میرے خیال میں تم ان کو پانہیں سکو گے۔ الغوث الغوث فریاد کو پہنچو۔ فوراً امداد کو پہنچو۔ قریش نے فوراً تیاری کی اور تیزی کے ساتھ نکلے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عاتکہ بنت عبدالطلب نے صفم کی آمد سے تین رات قبل خواب دیکھا جس نے ان کو سخت گہرا سہٹ میں مبتلا کر دیا۔ انہوں نے اس کا تذکرہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے



کیا اور ساتھ ہی کہا کہ مجھے اس خواب کی رو سے تمہاری قوم میں کسی شر اور فساد کے رونما ہونے کا اندیشہ ہے۔  
میں نے خواب یہ دیکھا ہے کہ ایک اونٹ سوار آکر وادی بطح میں بٹھرا ہے اور اس نے بلند آواز کے ساتھ پکار کر کہا ہے۔ اے آلِ غدر تین دن کے اندر اپنے مقتل اور جائے ہلاکت کی طرف دوڑتے ہوئے نکلو۔ تو لوگ اس کی آواز پر جمع ہو گئے۔ پھر وہ سوار مسجد میں داخل ہو گیا اور لوگ اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ پھر اس کا اونٹ اسے سے کر کعبہ پر چڑھ گیا اور وہاں بھی یہی اعلان کیا۔ اے آلِ غدر تین دن کے اندر اپنے مقام ہلاکت کی طرف دوڑتے ہوئے نکلو۔ پھر اس کا اونٹ اسے سے کر کوہ البقیس پر چڑھا اور وہاں بھی یہی اعلان کیا۔

پھر اس نے ایک پتھر اٹھا کر نیچے لڑھکا دیا۔ وہ نیچے لڑھکنے لگا حتیٰ کہ جب پہاڑ کے دامن میں پہنچنے والا تھا تو وہ زور سے پھٹ پڑا اور مکہ کے گھروں اور مکانوں میں سے کوئی مکان اور گھر ایسا نہ رہا جس میں اس کا ٹکڑا نہ گرا ہو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خواب سن کر فرمایا۔ واقعی یہ بہت ڈراؤنا اور بھیانک خواب ہے اس کو چھپائے رکھو اور عام لوگوں کو بیان نہ کرو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ وہاں سے نکلے ابو جہل سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا اے بنی عبد المطلب یہ عورت تم میں کب سے نبی بن گئی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے پوچھا یہ کیسے اور کیوں؟ اس نے کہا یہ جو عاتکہ نے خواب بیان کیا ہے! کیا تم اس پر خوش نہیں ہوئے تھے کہ تمہارے مردوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اب عورتیں بھی نبی بننے لگی ہیں پھر اس نے کہا اگر تین دن گزر گئے اور کوئی واقعہ رونما نہ ہوا تو ہم تمہارے متعلق مشہور کریں گے کہ تمہارا گھرانہ اہل عرب میں سب سے زیادہ جھوٹا گھرانہ اور خانوادہ ہے (نور البشائر)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے انکار کیا کہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے کوئی خواب دیکھا ہے بنی عبد المطلب کی عورتوں میں سے کوئی بھی ایسی عورت باقی نہ رہی جس نے میرے پاس آکر یہ شکوہ نہ کیا ہو کہ تم نے ابو جہل کو اپنے مردوں کے حق میں طعن و تشنیع کا موقع دیا اور اب یہ عورتوں کو بھی معاف نہیں کر رہا اور ان کی بھی ہتک کر رہا ہے۔ میں نکلا تاکہ ابو جہل سے تعرض کروں اور اس کو کفر و ارتکاب پہنچاؤں مگر جو نبی اس نے مجھے دیکھا تو بدپوش ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ یہ اس سے خوفزدہ ہو گیا ہے کہ میں کہیں اس کے ساتھ گالی گلوچ نہ کروں اور اسی دوران اس نے صفیہ بنت عمر کا وہ آواز سنا۔

اہل تفسیر فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے نکلنے اور میدان جنگ کی طرف بڑھنے کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کلام کیا اور خوب کلام فرمایا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بہت اچھا خطاب فرمایا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ جہاں بھی آپ کو جائے گا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ آپ چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور ہم اس طرح نہیں کہیں گے



جس طرح حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام کی امت بنی اسرائیل نے کہا تھا۔

اذھب انت وبعث فقاتلا اناھنا قاعدون۔ تم جاؤ اور تمہارا رب جا کر قتال کرو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں، بلکہ ہم تو یوں عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ برک النعاد (جو کہ حبشہ کے علاقہ میں شہر ہے) تک چلیں تو ہم آپ کے ساتھ رہیں گے اور وہاں تک کے لوگوں کے خلاف جہاد کریں گے اور قوت و طاقت کا مظاہرہ کریں گے۔ ہرزوی کا مظاہرہ نہیں کریں گے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی دعائے خیر سے نوازا اور پھر ارشاد فرمایا مجھے مشورہ دو اور آپ انصار کی رائے معلوم کرنا چاہتے تھے۔ تب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کیا جہاں آپ چاہتے ہیں تشریف لے چلیں اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہمیں لے کر سمندر کے کنارے پہنچ جائیں اور آپ سمندر میں داخل ہو جائیں تو ہم بھی ضرور بالضرور آپ کے ساتھ سمندر میں چھلانگیں لگا دیں گے اور ہم جنگ کے وقت صبر و استقامت سے کام لیں گے اللہ کی برکت سے ہمیں لے کر چلیں۔

تب آپ نے فرمایا چلو اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ چلو اور تمہارے لیے بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو ایسے ایک طائفہ اور جماعت کا وعدہ دیا ہے اور نجد میں قوم قریش کے مقامات قتل و ہلاکت کو گویا ابھی اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ چلے حتیٰ کہ بدر کے قریب پڑاؤ ڈالا اور وہاں آپ کے لیے ایک چھپر اور سایہ دار جگہ بنائی گئی جس میں آپ تشریف فرما ہوئے اور قیام پذیر رہے۔

ابوسفیان نبی مکلف نہیں کامیاب ہو گیا اور قریش جو جنگ کرنے کے لیے نکل چکے تھے ان کو بھی پیغام بھیجا کہ تمہارے اموال صحیح و سالم تمہارے گھر پہنچ چکے ہیں لہذا واپس آ جاؤ۔ لیکن ابو جہل نے کہا: بخدا جب تک ہم میدان بدر میں نہیں پہنچ لیں گے واپس نہیں ہوں گے اور میدان بدر میں ہر سال میلہ لگتا تھا اور بازار لگتے تھے۔ وہاں تین دن بٹھریں گے۔ اونٹ فوج کریں گے اور انواع و اقسام کے کھانے کھائیں گے اور شراب پیئیں گے۔ ہماری لونڈیاں گائیں بجائیں گی۔ رقص اور ناچ کریں گی۔ اہل عرب ہماری جزات و شجاعت کے قہقہے سنیں گے اور ہمیشہ ہم سے خوفزدہ رہیں گے۔ جب ابوسفیان کو یہ جواب ملا تو اس نے کہا اے افسوس میری قوم پر یہ عمرو بن ہشام یعنی ابو جہل کی جہالت و حماقت ہے پھر وہ خود بھی ان کے ساتھ آٹا اور چل کر بدر میں آ پہنچا۔

عمیر بن وہب نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے کہا میں (مدینہ منورہ) کے اونٹوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ سواروں کو نہیں بلکہ خالص موت کو اٹھائے پھرتے ہیں۔ ان لوگوں کا سوا سنا تلواروں کے کوئی اڑھنا بچھونا نہیں ہے بخدا ان میں سے کوئی شخص قتل نہیں ہوگا جب تک تم میں سے کسی شخص کو قتل نہ کر لے اور اگر وہ تم میں سے اپنی گنتی کے مطابق قتل کر دیں تو اس کے بعد زندگی اور جینا کس غیر اور بھلائی کا حامل ہوگا۔ عمیر کی یہ گفتگو سن کر غشبہ نے واپسی کا ارادہ کیا تو ابو جہل نے کہا کیا تو بزدل ہے اور تیرے پیٹھروں میں ہوا بھری ہوئی ہے۔



رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلام اور جھنڈے تیار فرمائے اور قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور دونوں ہاتھ مبارک دعا کے لیے دراز فرمائے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اللھم ان تقلک هذه العصابة لا تقبدا فی الارض۔ اے اللہ اگر یہ میرے غلصین کی جماعت ہلاک ہو گئی اور ان کی مخصوص مدد فرمائی گئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت نہیں ہو سکے گی اور اسی طرح آپ دعا کرتے رہے اور خدائے قدوس سے امداد و نصرت طلب فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ کی چادر مبارک کندھوں پر سے گر پڑی، حضرت صدیق اکبر حاضر ہوئے۔ چادر مبارک اٹھا کر آپ کے مقدس کندھوں پر ڈالی اور پھلی طرف سے آکر آپ کو سینے سے لگا کر عرض کیا۔ اے نبی خدا۔ اے حبیب اللہ یہ دعائیں اور ندائیں اور واسطے جو آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیے ہیں وہ کافی ہیں وہ یقیناً آپ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا فرمائے گا۔

صفت مشرکین سے عتبہ اور اس کا بھائی شیبہ نکلے اور اس کا بیٹا ولید اور مبارزت طلب کی رانصار میں سے تین جوان مقابلہ پر نکلے انہوں نے کہا ہمیں تم سے کوئی عرض نہیں ہے ہماری لڑائی اپنے قوتی بھائیوں سے ہے لہذا وہ میدان میں نکلیں پھر ان میں سے ایک نے پکار کر کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف ہمارے ہم کفو اور برادری کے آدمی بھیجو۔

آپ نے حضرت عبیدہ، حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو فوری طور پر میدان جنگ میں پہنچنے کا حکم دیا تو اس وقت اس ٹولی نے کہا اب برابر کے باغرت لوگوں سے مقابلہ ہے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو دعوت مبارزت و قتال دی، حضرت حمزہ نے شیبہ کو جہنم واصل کیا۔ حضرت علی نے ولید کو ٹھنڈا کر دیا۔ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اور عتبہ نے ایک دوسرے پر وار کیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو زخمی کر دیا تو وہ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے عتبہ پر پلٹ کر حملہ فرمایا اور اس کو ٹھکانے لگا دیا۔

پھر دونوں لشکر ایک دوسرے کی طرف چلے اور گھمسان کارن پڑنے لگا۔ سرور عالم فخر عرب و عجم محبوب کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی مٹھی اٹھائی اور قریش کی طرف پھینکے ہوئے فرمایا۔ شاہت الوجہ۔ یہ چہرے قلع اور بد صورت ہو گئے۔

ف۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف و خشیت اور حضرت صدیق اکبر کی طاعت سے بظاہر تم ہو سکتا ہے کہ انہیں رانصار علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ پر وثوق زیادہ تھا، العباد باللہ ترسیل اور ابن العربی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ حضرت صدیق مقام رجا میں تھے اپنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام خرف میں اور یہ آپ کے جلال خداوندی اور اس کی شان لا ابالی کے عرفان کامل کی دلیل و برہان کامل ہے۔ ۲۰۔ علامہ خطابی نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعتقاد تھا کہ آپ کی دعا اور وسیلہ بارگاہ خداوندی میں سبب ہے لہذا آپ نے ان کی تقویت قلوب اور تسکین نفوس کے لیے اس قدر بہتال و زاری سے کام لیا کیونکہ یہ جنگ کا سہارا تھا لہذا ان کی تقویت قلوب اور تسکین نفوس ضروری تھی اور جب حضرت صدیق تھے آپ کی دعا اور زاری کو دیکھ کر عبادت دعا اور فتح و نصرت کا یقین ظاہر کیا تو آپ کو حصول مقصد کا یقین ہو گیا لہذا بہتال و زاری کو ختم کر دیا بلکہ اعلان فرمایا ہزم الجع و یوتون الدہر کفار کا یہ جتہ اگر گردہ غریب شکست کھ جائیگا اور پڑ پھیر کر جہانگ جائے گا کذا فی حاشیۃ البخاری جلد ثانی ص ۵۶۳ و شروع البخاری وغیرہ۔ محمد اشرف رضا اللہ عنہ۔



پھر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا حملہ پوری قوت سے کرو۔

اسی دوران آسمان سے ملائکہ اترنے لگے پہلے ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور پھر ختم ہو گئی۔ پھر دوسری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد ازاں تیسری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور چھٹا سا غوس ہوا پہلی دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کے ہمراہ نازل ہوئے۔ دوسری مرتبہ میکائیل علیہ السلام اور تیسری مرتبہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ایک ہزار جماعت لے کر پہنچے اور اس میدان میں ملائکہ کی علامات نورانی دستاریں تھیں جو سرخ، سبز اور زرد رنگ معلوم ہوتی تھیں اور وہ چٹے گھوڑوں پر سوار تھے اور مشرک بھی ان گھوڑوں کا ہنسنے نہ سکتے تھے۔ (اگرچہ کوئی چیز ان کو نظر نہیں آتی تھی) جب اہل ایمان کسی کافر کو قتل کرنے کے لیے دوڑتے تو ان کے پیچھے سے پہلے ہی اس کا سرا لگ ہو چکا ہوتا اور کافر زمین پر گر کر ڈھیر بن چکا ہوتا۔ انحضرت صلی اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو عظیم فتح نصیب فرمائی اور کافروں کو بے شکست سے دوچار فرمایا۔

قریش کے روساؤں میں سے ستر قتل ہو گئے اور ستر کو قیدی بنا لیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قیدیوں کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یہ چھپرے بھائی ہیں اور قریشی رشتہ دار۔ میرا خیال یہ ہے کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے اور ان کو آزاد کر دیا جائے۔ یہیں اس مال سے تقویت حاصل ہو جائے گی۔ اور ہو سکتا ہے یہ مشرف باسلام ہو جائیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ بخدا میری رائے وہ نہیں ہے جو حضرت ابوبکر صدیق نے دی ہے بلکہ میری رائے یہ ہے کہ فلاں شخص جو میرا قریشی ہے وہ میرے حوالے کر دے تاکہ میں خود اس کو قتل کروں اور عقیل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دوں تاکہ اسے قتل کر لیں اور حضرت حمزہؓ کو فلاں شخص جو ان کا بھائی ہے اس کے قتل کا حکم دیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں ہے اور ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ کفار و مشرکین کے سرخنے ہیں اور ان کے رہبر و رہنما لہذا ان کا ٹھکانے لگانا بہت ضروری ہے۔ محبوب کریم علیہ السلام نے (ازلی فیصلہ اور تقدیر الہی کے مطابق) حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو مشرف پذیرائی بخشے ہوئے ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دینے کا فیصلہ فرمادیا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے سردی ہے کہ میں یہاں بدر میں صفت قتال کے اندر کھڑا تھا جب دایمیں بائیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ میں تو دو نوخیز انصاری جوانوں کے درمیان ہوں۔ میرے دل میں یہ تمنا اور آرزو پیدا ہوئی کہ اے کاش میں ان کی بجائے اور مضبوط اور توانا آدمیوں کے درمیان ہوتا۔ میں اسی خیال میں تھا کہ ان میں سے ایک نے مجھے کہا اے چچا کیا ابو جہل کو جانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں! تمہارا اس سے کیا کام ہے اور کیا غرض! اس نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول خدا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں اس کو دیکھ لوں تو میں اس سے اتنے وقت تک الگ نہیں ہوں گا جب تک خود شہید نہ ہو جاؤں یا اس کو







جہنم داخل نہ کروں دوسری جانب سے دوسرے جوان نے دریافت کیا کہ ابو جہل کو جانتے ہو اور پہلے کی مانند اپنے جذبات عشق مصطفوی کا مظاہرہ کیا اور دشمنان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والتسار کے ساتھ قلبی غیظ و غضب اور شدت و سختی کا اظہار کیا۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ابو جہل لوگوں میں گردش کرتا اور پھر گاتا ہوا نظر آیا تو میں نے ان دونوں شیعہ نبوت کے پروانوں اور غفلت مصطفیٰ کے پاسبانوں سے کہا۔ کیا اس شخص کو دیکھتے نہیں ہو۔ یہ ہے وہ بدعت جس کا پتہ تم لوچھ رہے تھے۔ یہ سنتے ہی وہ شامین کی طرح اس پر شکار پر چھپے اور پک بھیکنے کی دیر میں اس پر وار کر کے اس کو داخل جہنم کر دیا اور ٹھنڈا کر دیا۔ محبوب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ان کو بدترین دشمن کے ٹھکانے لگا دینے کا مشورہ سنایا اور ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ آپ نے ان کی تمواروں کو دیکھ کر فرمایا۔ ہاں تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے کیونکہ ہر ایک نے اس کو کاری زخم لگایا ہے لیکن ابو جہل کے سازد سامان کا فیصلہ معاذ بن عمرو بن الجوح کے حق میں کیا اور معاذ بن عمرو کو اس میں شریک نہ فرمایا کیونکہ قتل میں درحقیقت موثر وار حضرت معاذ بن عمرو کا تھا، (بخاری مسلم)

حضرت ابومعینہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ابو جہل کے پاس پہنچا وہ ہلاکت کے قریب تھا اور اس کا پاؤں شدید زخمی تھا اور وہ تلوار ہاتھ میں لے کر اس وقت بھی اپنا دفاع کر رہا تھا اور لوگوں کو اپنے آپ سے دور رکھے ہوئے تھا۔ میں نے اس کو پکڑا اور اس کا سر قلم کر دیا اور قتل سے پہلے اسے کہا۔ اے دشمن خدا الحمد للہ کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے رسوا اور ذلیل کیا۔ اس نے کہا (اپنی فرعونیت کا عجیب مظاہرہ کیا) کیا ہوا ایک آدمی کو اس کی قوم نے قتل کر دیا۔ میں نے اس پر اپنی تلوار سے وار کرنا شروع کیا مگر تلوار کوئی خاص کار آمد نہیں تھی بمشکل اس کا ہاتھ زخمی ہوا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ میں نے اس تلوار کو اٹھا کر اس کا سر قلم کر دیا۔ پھر میں خوشی خوشی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور گویا میں زمین سے اُپر اٹھا ہوا تھا اور پاؤں زمین پر نہیں لگ رہے تھے۔ میں نے آپ کو اس دشمن کی ہلاکت اور تباہی کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ الذی ذالہ الاھو؟ کیا اس خدا کی قسم کھا کر یہ خبر دے رہے ہو جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور اس کلام مبارک کو تین مرتبہ دہرایا میں نے عرض کیا اس خدا کی قسم کھاتے ہوئے عرض کر رہا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ اٹھے اور پیدل چلتے ہوئے اس کے اوپر جا کھڑے ہوئے اور فرمایا الحمد للہ الذی اخذناک یا عباد اللہ۔ اس خدا کے قدوس کے لیے حمد دیتا ہے جس نے اسے دشمن خدا تجھے ذلیل و رسوا کیا۔ پھر ارشاد فرمایا یہ اس امت کا فرعون تھا۔

حضرت عطیہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قتال بدر سے فارغ ہوئے تو جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے گھر گھر پر سوار تھے۔ زہرہ جسم اقدس پر بجائے ہوئے تھے اور نیزہ ہاتھ میں تھامے ہوئے اور سر مبارک گرد و غبار سے آلودہ تھا۔ عرض کیا اے ستورہ صفات اور محمود خصال اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں۔ آپ سے جدا امت ہونا کیا آپ مجھ پر راضی ہیں اندھاری اس خدمت سے خوش ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں ہاں میں راضی ہوں بالکل راضی ہوں تب وہ واپس تشریف لے گئے۔



## آٹھواں باب

### غزوہ بنی قینقل

یہ غزوہ ہجرت کے بیسویں ماہ نصف شوال میں وقوع پذیر ہوا۔ بنی قینقل یہودی تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصالحت اور عہد و پیمان کر رکھا تھا مگر غدر سے کام لیا اور عہد کو توڑ دیا (تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف کارروائی فرمائی۔ اور ان کی سرکوبی کے لیے لشکرے کر چلے) آپ کا علم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے ان کے علاقہ میں پہنچ کر ان کا محاصرہ فرمایا تو وہ بے بس ہو کر آپ کے حکم پر قلعہ بندی توڑنے اور باہر آنے پر رضامند ہو گئے۔ آپ نے فیصلہ یہ فرمایا کہ تمہارے جملہ اہوال میرے ملک میں ہیں (اور میرے مجاہدین کی ملکیت میں) اور تمہارے بیوی بچے تمہارے ملک میں ہیں۔ مجاہدین ان کو لوٹایاں اور غلام نہیں بنائیں گے۔ اس غزوہ پر روانگی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ

کے از کتاب سے سنزہ دہر میں لندا وانع ہو گیا کہ منکرین و کفار جب سن اور سمجھ سکتے ہیں تو اہل اسلام و ایمان بطریق اولیٰ علی الخصوص صالحین و شہداء اور صدیقین و کاملین خصوصاً انبیاء و مرسلین اور خصوصاً سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ و التسلیم۔ لندا انکار سماع اموات و اہل قبور لغو و باطل ہے اور ان احادیث صحیحہ صریحہ اور متفق علیہ کے خلاف، شیخ متفق فرماتے ہیں بالجملہ کتاب و سنت و کلام و آثار و اخبار و آثار کہ دلالت می کنند بر وجود علم مر موتی را بدینا و اہل آن پس منکر نشو آن را مگر جابل باخبار و منکر دین۔ اشد اللغات جلد سوم ص ۴۲۔ مختصر یہ ہے کہ کتاب و سنت ایسے دلائل سے بھر پور ہیں جو موتی انداز اہل قبور کے دنیا اور اہل دنیا سے متعلق علم و ادراک پر دلالت کرتے ہیں لہذا ان کے ادراک و علم کا منکر وہی ہو سکتا ہے جو ان اخبار و روایات سے بے خبر ہو یا منکر دین ہو۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں بالجملہ انکار شعور و ادراک اموات اگر کفر باشد در الحاد بودن و بدستیت قتادی عزیزیہ جلد اول ص ۹۱، ۹۲ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اموات کے ادراک و شعور کا انکار بالعرض کفر نہ بھی ہو تو اس کے الحاد اور سیدیہ منی خلافت و کفر بھی میں ذرہ بھر شبہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت قتادہ کے قول میں اس تخصیص پر کوئی قرینہ موجود نہیں ہے کہ صرف اہل قلب سن سکتے تھے اور کوئی نہیں سن سکتا یا یہ معنی بطریق اعجاز سن رہے تھے اور بغیر معجزہ و کرامت کے نہیں سن سکتے بلکہ اس میں مدار سماع و ادراک بیان کی گئی ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جملہ اموات کی طرف ان کے اذواج لوٹائے جاتے ہیں اور ایک مخصوص ربط و تعلق اس طرح و اجساد میں پیدا کر دیا جاتا ہے جس سے الم عذاب یا لذت ثواب محسوس کرتے ہیں اور جب یہ مدار عام اموات میں متحقق ہے تو اس پر مدار سماع و ادراک بھی جملہ اموات میں متحقق ہوگا واللہ و سولہ العظم۔ اس موضوع پر ہم نے تفصیلی بحث جلد الصدق فی سماع اہل القبور میں کی ہے یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ (محمد اشرف)



وسلم نے مدینہ منورہ میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا۔ ف

## نواں باب

### غزوہ سولق

یہ غزوہ ہجرت کے بائیسویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا۔ اس موقع پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنایا۔

اس غزوہ کا موجب یہ تھا کہ اوسغیان نے میدان بدر میں ذلت آمیز اور عبرتناک شکست کھانے کے بعد اپنے قسم کھا رکھی تھی کہ میں کوئی چکناچی دالی چیز استعمال نہیں کروں گا (گھی، زیتون وغیرہ) جب تک کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں سے بدلہ نہ لے لوں چنانچہ وہ اس قسم کو پورا کرنے کی غرض سے مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا۔ دو آدمیوں کو شہید کر ڈالا اور چند مکانوں کو آگ لگا دی اور اس طرح بزعیم خویش اسنے اپنی قسم پوری کر لی اور بھاگ کھڑا ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی اطلاع ملی تو آپ اس کے قاتل میں نکلے۔ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا علم ہوا تو پاؤں سر پر رکھ کر بھاگے اور اپنا بوجھ ہٹا کرنے کے لیے ساز و سامان پھینکنے لگے۔ حتیٰ کہ سولق رینگنے والوں کے آٹے کی بوریاں بھی پھینکتے جا رہے تھے۔ چنانچہ اہل اسلام نے ان کو اٹھایا اور واپس ہوئے جب کہ اوسغیان بھاگ نکلنے میں کامیاب رہا۔

## دسواں باب

### غزوہ قرقرۃ الکدر

یہ غزوہ ہجرت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے تیسویں مہینہ میں واقع ہوا۔ اس موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خلافت، واقع اور نیابت ماری تھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر تم جانتی تھی۔ لہذا اس سے نہ حضرت ابولبابہ کی خلافت مطلقہ پر استدلال کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی دوسرے صحابہ کی خلافت مطلقہ بہر جن کو وقتاً فوقتاً شرف نیابت بخشا گیا لہذا جن حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس ماری نیابت و خلافت کو علی الاطلاق خلافت و حکومت کی دلیل بنالیا ہے ان کا یہ استدلال قطعا بے بنیاد ہے۔ فانہم (محمد شرف)



نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ساتھ اس مہم پر روانہ ہوئے۔ آپ کا لوا مبارک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ اس غزوہ میں اہل اسلام کامیاب رہے اور تقویٰ پانچ صد اونٹ مال غنیمت کے طور پر ہاتھ لگے اور پھر مدینہ منورہ کی طرف واپس ہوئے۔

## گیارہواں باب

### غزوہ غطفان

یہ غزوہ ہجرت کے پچیسویں مہینہ میں واقع ہوا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنایا۔ اس غزوہ کا باعث یہ تھا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ قبیلہ غطفان کی بھاری جمیعت اہل اسلام کے خلاف کارروائی پر تلی ہوئی ہے۔ آپ جوابی کارروائی کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر نکلے تو وہ بھاگ گئے۔ واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے آرام فرما تھے (اور دوسرے صحابہ بھی ادھر ادھر سایہ دار درختوں کے نیچے قیلولہ کر رہے تھے) کہ غوث بن حارث آگیا اور تلوار ہاتھ میں لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا اب آپ کو میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ (آپ نے اس صعب ترین اور انتہائی سنگین صورتحال میں رب تبارک و تعالیٰ کی نصرت و امداد پر توکل اور بھروسہ سے کام لیتے ہوئے فرمایا) میرا رب تبارک و تعالیٰ مجھے تیرے ہاتھ سے بچانے والا ہے (آنا سنا تھا کہ غوث کے ہاتھ کا پینے لگے۔ اور بدن لرز نے لگا۔ تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھا کر فرمایا۔ اب بتلاؤ مجھے میرے ہاتھ سے بچانے والا کون ہے؟ تو اس نے کہا سوائے جناب والا کی کرم گسٹری اور غنودہ درگزر کے کوئی بچاؤ کی صورت نہیں ہے تو آپ نے اس سے درگزر فرمادیا، اور وہ اسلام لے آیا۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خیر و عافیت سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے۔

## بارہواں باب

### غزوہ بنی سلیم

یہ غزوہ ہجرت نبویہ کے ستائیسویں ماہ ذی قعدہ میں واقع ہوئی اور اس کا موجب یہ تھا کہ آپ کو اطلاع ملی



کہ نبی سلیم کی ایک جماعت وہاں موجود ہے جو بڑے عزائم رکھتے ہیں۔ آپ ان کی سرکوبی کے لیے نکلے تو وہ منتشر ہو گئے۔

## تیرھواں باب

### غزوہ احد

جب میدان بدر سے شکست کھا کر بھاگ نکلنے والے مشرک مکہ مکرمہ پہنچے تو وہ قافلہ سامان تجارت کا دارالندو کے دروازہ پر قوت پایا جو ابوسفیان اپنے ہمراہ شام سے لایا تھا اور اہل اسلام کے حملہ سے بچا کر مکہ مکرمہ پہنچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اشراف قریش ابوسفیان کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے دلوں کی خوشی اور آنکھوں کی ٹھنڈک اسی میں ہے کہ اس ساز و سامان کی منفعت سے ایک لشکر کی تیاری کریں جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف کارروائی کرے اور شکست کا بدلہ لے۔

ابوسفیان بولائیں پہلا شخص ہوں جو اس دعوت پر لبیک کہتا ہوں۔ اور سبھی بنو عبد مناف میرے ساتھ ہیں اس قافلہ میں ہزار اونٹ تھے جو کہ ساز و سامان سے لدے ہوئے تھے اس کو بچا تو بچا اس ہزار دینار جمع ہوئے جس شخص کا اس مال تجارت میں حصہ تھا اس کو اس کا سرمایہ لوٹا دیا گیا اور منافع کو الگ کر لیا گیا اور تمام اہل عرب کو جنگ کی تیاری اور میدان جنگ کی طرف نکلنے کے لیے دعوت دی گئی اور اس پر بھی اتفاق ہو گیا کہ عورتیں بھی ہمراہ ہونی چاہئیں تاکہ وہ ان کو مسلمانوں کے ہاتھوں اپنی گرفتاری اور ذلت کا واسطہ دے کر اور بدر کے مقتولین کا واسطہ دے کر شدید ترین جنگ لڑنے اور سخت ترین کارروائی کرنے پر براہِ گنجتہ کریں۔

چنانچہ قریش تین ہزار کی تعداد میں نکلے۔ ان کے ساتھ ابو عامر اسب تھا۔ سات سو زہ پوش۔ دو سو گھوڑے تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں تھیں۔ یہ لشکر چلتا ہوا ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچا۔

مدینہ منورہ میں صورتحال یہ تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ چند دوسرے ساتھیوں کے ساتھ پہرہ دے رہے تھے اور دوسری جگہوں پر سب صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ کی نگرانی اور حفاظت کر رہے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مبارک یہ تھی کہ مدینہ منورہ میں ہی دشمن کا انتظار کیا جائے اور یہیں جوابی کارروائی کی جائے مگر بعض نو عمر حضرات جو بدر میں شمولیت نہیں کر سکے تھے۔ اور جذبہ شہادت سے سرشار تھے ان کی رائے یہی تھی کہ باہر نکل کر جنگ لڑ لی جائے تاکہ ہمیں مرتبہ شہادت مل سکے۔ آپ نے نماز جمعہ ادا فرمائی یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دعا و نصیحت فرمائی اور مقدمہ بھر سنی و اجتہاد کا امر فرمایا۔ پھر نماز عصر ادا







فرمائی اور گھر تشریف لے گئے آپ کے ہمراہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما تھے۔ انہوں نے آپ کو لباس جنگ پہنے میں اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے دستار بندھوائی۔ لباس پہنایا۔ چنانچہ لوگوں کی صفیں بندھ گئیں تو آپ باہر تشریف لائے جب کہ آلات حرب اور سامان قتال ہمراہ تھا۔ خود سر پہ رکھا ہوا تھا۔ تلوار حائل کی ہوئی تھی اور ڈھال کو پس پشت لٹکایا ہوا تھا اور تین علم بندھے ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ میں عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا پھر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ مکان کو گئے میں لٹکایا اوداس کا درمیان فی حقہ دست اقدس میں لیا اور مجموعی طور پر شخص زور پوش تھے۔

اس موقع پر عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اپنے تین سوساتھیوں کے ساتھ علیحدہ ہو گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف سات سو مجاہدین رہ گئے۔ آپ احد پہاڑ اپنے پیچھے چھوڑتے ہوئے قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور صفوف مجاہدین کو ترتیب دیا اور پچاس تیر انداز پہاڑ کے ایک درہ پر مقرر فرمائے۔

مشرکین نے اپنی صف بندی کرتے ہوئے خالد بن ولید کو (جو ابھی مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے اور مشرکین کے ساتھ تھے) یمنہ پر مقرر کیا اور عکرمہ بن ابی جہل کو میسرہ پر اور گھوڑ سواروں کی قیادت صفوان بن امیہ کے سپرد کی اور ساتھ ہی ان کی عورتوں نے دف بجا کر گانا شروع کیا اور سپاہیوں کو جرأت دلانے لگیں اور کہنے لگیں۔

(۱) نحن بنات طارق - لمشي على الثارق + والمسلم في المفارق - ۲ - ان تقبلوا لعانق وان تدبروا انفارق۔

فراق غیر وامق

ترجہ :- ہم طارق کی بیٹیاں ہیں جو کہ نرم و نازک بچپنوں اور گدوں پر چلنے والی ہیں۔ کستوری سے ہماری ہانگیں مسکری ہیں۔ اگر آگے بڑھ کر حملہ کر دے تو ہم تم سے معاف کریں گی اور تمہیں پیار سے گلے لگائیں گی اور اگر پیٹھ پھیر دے تو تم سے جدا ہو جائیں گی اور پھر تمہیں کبھی منہ نہیں لگائیں گی اور ایسی جدائی اختیار کریں گی کہ محبت و تعلق کا ادنیٰ رشتہ بھی برقرار نہیں رکھیں گی جب اہل اسلام نے بھرپور حملہ کیا تو مشرکین کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مسلمان مال غنیمت لوٹنے لگے اور تیر اندازوں کی جس جماعت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درہ پر مقرر کیا تھا وہ بھی مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوئے۔

جوں ہی خالد بن ولید نے درہ کو خالی دیکھا تو گھوڑ سوار جماعت کے ساتھ حملہ کر دیا اور عکرمہ نے بھی اس کا ساتھ دیا چنانچہ اہل اسلام کی صفیں ٹوٹ گئیں اور ابلیس لعین نے اعلان کیا کہ (نور بالشام محمد صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو گئے ہیں۔ آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ہمراہ ثابت قدمی سے جنگ لڑتے رہے اور آپ کے سامنے واسے چار دانت مبارک میح سے ایک پٹھلے دانت مبارک کا کنارہ ٹوٹ گیا۔ ابن قمر نے پتھر مارا تھا جس سے دانت مبارک بھی ٹوٹا۔ ناک مبارک زخمی ہوا اور جگر اقدس پر چوٹ آئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن خلف پر نیزہ کا وار فرمایا اور وہ اس زخم سے ہلاک ہو گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ البتہ تحقیق میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں



نے اس کو فرمایا (تو مجھے بالکل قتل نہیں کر سکتا) بلکہ انشاء اللہ العزیز میں تجھے قتل کروں گا۔

جب جنگ احد کا دن تھا اور مسلمان وقتی طور پر پسپا ہو کر احد کی گھاٹی کی طرف پھر گئے۔ ابی بن خلف نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو شدید ترین حملہ کیا حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ فرمایا اور آپ کے پاس ایک نیزہ تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے دست اقدس میں لیا اور ابی بن خلف کو چنبر والی ہڈی کی جگہ مارا وہ زخمی ہو کر گر پڑا۔ مشرکین نے اس کو اٹھایا اور کھڑا کر دیا۔ جب کہ وہ رو رہا تھا اور آواز ایسی نکلتی جیسے ذبح کے وقت جانور آواز نکالتا ہے مشرکین کہنے لگے۔ تجھ پر کوئی خوف و خطر نہیں ہے۔ اس نے کہا کیا انہوں نے مجھے کہہ نہیں دیا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اٹھالیا حتیٰ کہ سرالظہران میں کہ سے چند میل کی مسافت پر جہنم داخل ہوا۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے امیہ بن خلف سے کہا میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ تجھے قتل کرنے والے ہیں۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ امیہ بن خلف اور ابی بن خلف کے قتل میں جو روایات وارد ہیں ان کے اندر تعارض و تناقض کا جواب یہ ہے کہ امیہ کو آپ نے میدان بدر میں قتل فرمایا اور ابی بن خلف کو میدان احد میں اور یہ مقصد بھی ہو سکتا ہے کہ امیہ کو دراصل آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قتل فرمایا اور اسی کی آپ نے خبر دی لیکن سبب امر ہونے کی بنا پر اس قتل کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احد کے دن جو کچھ پاس تیرا انداز درہ پر مقرر فرمائے تھے ان پر حضرت عبداللہ بن حبیر رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور فرمایا کہ اگر تم دیکھو کہ ہمیں پرندے اچک رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹنا جب تک میں تمہیں خود نہ بلاؤں اور اگر دیکھو کہ ہم قتیاب ہو چکے ہیں اور قوم کفار پر غالب آچکے ہیں تب بھی اپنی جگہ پر ڈبٹے رہنا تا وقتیکہ میں آدمی بھیج کر تم کو نہ بلاؤں جب اہل اسلام نے کفار کے لشکر کو پسپا کر دیا اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے حتیٰ کہ میں نے قسم بخدا کفار کی گانے بجانے والی اور ان کو جرات دلانے والی عورتوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑ پر چڑھنے کے لیے چادریں اوپر اٹھا کے بھاگ رہی تھیں اور ان کی پنڈلیاں اور بازوئیں نظر آ رہی تھیں تو حضرت عبداللہ بن حبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا چلو مال غنیمت لوٹو اور اسے جمع کرو تمہارے ساتھی غالب آچکے ہیں اب یہاں کھڑے ہو کر انتظار کرنے کا کیا مطلب تو حضرت ابن حبیر نے فرمایا کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھول گئے ہو؟ انہوں نے کہا ہم ضرور اپنے ساتھیوں کے پاس چلیں گے اور اموال غنیمت جمع کریں گے اور ان کے حصول میں توقف نہیں کریں گے۔ جب نیچے اترے اور صحابہ کے ساتھ آئے تو کفار نے پلٹ کر حملہ کر دیا، اور اہل اسلام اچانک جراثی کا سدائی سے حیران رہ گئے اور فوری طور پر صف بندی نہ کر سکے اور ادھر ادھر منتشر ہو کر رہ گئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ شخص رہ گئے یعنی دوسرے حضرات دوسری جگہوں پر لڑ رہے تھے جبکہ بعض میدان کو چھوڑ بھی گئے تھے۔ الغرض کفار نے سر صحابہ رضی اللہ عنہم کو



شہید کر دیا اور بدر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سو چالیس کفار کو زک پہنچائی تھی جن میں سے ستر قتل ہو گئے تھے۔  
اور ستر قیدی بنا لیے گئے تھے۔

ابوسفیان نے وقتی کامیابی پر اترا تے ہوئے بلند آواز سے پکار کر تین مرتبہ پوچھا کیا قوم مسلم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم؟ ہیں  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جواب دینے سے منع فرما دیا پھر اس نے پوچھا کیا قوم مومنین میں ابو بکر  
بن ابی قحافہ ہیں؟ تین مرتبہ اس سوال کو بھی دہرایا پھر تین مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا جب  
جواب نہ ملا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ سبھی قتل ہو گئے ہیں اور اسے قوم قریش تمہاری آئندہ کے لیے کفایت کر  
دی گئی ہے یعنی یہ آخری جنگ ثابت ہوئی ہے۔ اب مسلمان العیاذ باللہ ختم ہو کر رہ گئے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کی یہ بات سن کر ضبط نہ کر سکے اور فرماتے لگے۔ اے دشمن خدا بخدا تو جھوٹ بول رہا ہے۔  
اور جن کا نام لے کر تو نے سوال کیا ہے وہ بھی زندہ ہیں اور تیری سرکوبی کے لیے باقی ہیں۔ اس نے کہا آج میری سرکوبی نہیں  
کی اور مجھے خداوند مشکلات میں مبتلا نہیں کر سکے (تو آئندہ کیا کریں گے) اور پھر اعلیٰ اعلیٰ جبل کا رجز پڑھنے لگا۔ اے ہیل  
بت تو سر بلند ہوا اے ہیل بت تو سر بلند ہو (کہ تیرے پجاری اور عبادت گذار سر بلند ہو گئے اور کامیاب و کامران ہو گئے۔  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس کو جواب نہیں دیتے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کہیں؟ تو آپ  
نے فرمایا۔ اس طرح کہوا ملہ مولانا ولا مولیٰ لک۔ اللہ تعالیٰ ہمارا ناصر اور مددگار ہے اور تمہارے لیے کوئی ناصر و مددگار  
نہیں ہے۔ ف

ع۔ ابوسفیان کے اس جملہ ہولارتد قتلوا وقتد کفیتوہم سے یہ بات واضح ہے کہ کفار و مشرکین کی نگاہوں میں رسالتناہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان دو تو حضرات کا مقام کیا تھا یہی کہ وہ زندہ ہیں تو اسلام باقی ہے اسی لیے ان کے متعلق سوال کیا اور جواب  
نہ ملنے پر اس کو کفر کی دائمی فتح قرار دیا کفار و مشرکین کی رائے اور نظریہ و خیالی تو یہ ہے۔ اگر اسلام کے دھندلار ان کی غفلت کو نہ جانیں اور نہ  
پہچانیں تو بہت ہی انسوس کا مقام ہے: محمد اشرف۔

ف۔ ابوسفیان نے قبل از اسلام اس قہندی پر اترا تے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی بجائے اپنے ہیل بت کی سر بلندی کا غرور بلند کیا اور اس  
کامیابی کو اس کی کامیابی دسر بلندی قرار دیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کبھی اللہ تعالیٰ کا نام تو لے لیتے تھے مگر دراصل اپنا کار ساز و حاجت روا صرف  
اپنے مہودان باطلہ کو ہی قرار دیتے تھے نہ کہ ان کو واسطہ و وسیلہ مانتے تھے۔ لہذا اہل اسلام کے اعتقاد تو تسل و استعانت کا کفار کے ہاں قطعاً  
نہیں ہے۔ (محمد اشرف غفرلہ)



## پتو دھواں باب

### غزوہ خمر الاسد

یہ غزوہ ہجرت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بتیسویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب اہل اسلام اُحد سے لوٹے تو رات کو زخمیوں کی سرگم پٹی کرتے رہے۔ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح ادا فرمائی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کریں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دشمن کا تعاقب کرنے کا امر فرما رہے ہیں اور جو لوگ کل جنگ میں شامل تھے صرف وہی ہمارے ساتھ کفار کے تعاقب میں نکلیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ پر اس حال میں نکلے کہ چہرہ اقدس زخمی تھا اور ہونٹ مبارک بھی زخمی خمر الاسد کے مقام پر لشکر کو ہڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ جب ابوسفیان کو اہل اسلام کے تعاقب کا علم ہوا تو بھاگ کھڑا ہوا اور مدینہ منورہ پر چڑھا۔ غانی کر کے ضرب کاری لگانے کا جو خیال فاسد کیا تھا اس کو عملی جامہ پہنانا تو وہ کنار اپنی جان بچانے میں عافیت سمجھی۔ تب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

## پندرھواں باب

### غزوہ بنی النضیر

یہ غزوہ ہجرت کے سینتیسویں سال وقوع پذیر ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بنو النضیر کے ہاں تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ ان دو شخصوں کی دیت کے معاملہ میں امداد لینے کے لیے بات چیت کی جن کو آپ نے امان دی تھی اور عمر بن امیر نے ان کو قتل کر دیا تھا تو انہوں نے کہا ہم ضرور آپ کی اعانت کریں گے۔ عمر بن جحاش نے کہا میں مکان کی چھت پر چڑھ جاتا ہوں جس کی دیوار کے سایہ میں آپ بیٹھے ہیں، امداد پر سے پتھر گرا کر آپ کو الیاذ باللہ قتل کر دیتا ہوں۔ رسول بن مشکم نے کہا ایسا ہرگز نہ کرو۔ ان کو تمہارے اس بُرے ارادہ سے آگاہ کر دیا جائے گا (اور پھر تمہارے خلاف سخت کارروائی کریں گے اور تمہیں کوئی ٹھکانہ نہیں ملے گا وہ باز نہ آیا اور اس بُرے ارادہ کی تکمیل کے لیے مکان پر چڑھا) ادھر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطلع کر دیا گیا۔ آپ فورا مدینہ طیبہ پہنچے اور ان کی طرف آدمی بھیجا کہ فوری طور پر میرے شہر سے نکل جاؤ۔ دس دن کی ہمت ہے۔ اس میں تیاری کر لو اور سازد سامان



ے جانے کا بندوبست کر لو۔

جب عبداللہ بن ابی منافق کو اس اسر کی اطلاع ملی تو اس نے ان کے پاس آدمی بھیجا کہ جلد وطنی اختیار کرنا کیونکہ میرے ساتھ دھنڑا آدمی ہیں کچھ میری قوم سے اور کچھ دوسرے لوگوں میں سے جو تمہاری ہر طرح مدد کریں گے۔ علاوہ انہیں بنو قریظہ اور قبیلہ غطفان کے تمہارے حلفاء بھی ہیں جو امداد و تعاون میں کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔ چنانچہ جی نے اس طرح پر کہ اتنے لوگ ہماری مدد کرنے والے ہیں یہیں کون اپنے گھروں سے نکال سکتا ہے، نکلنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بنو النضیر کے خلاف کارروائی کے لیے ان کے علاقہ کی طرف نکلے۔ آپ کا علم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ مدینہ منورہ پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ بنو النضیر قلعہ بند ہو گئے اور اندر سے تیر اور پتھر پھینکنے لگے۔ ان کی امیدوں کے برعکس بنو قریظہ نے مدد کی بلکہ الگ تھلگ رہے اور نہ ہی عبداللہ بن ابی امداد کو پہنچا بلکہ انہیں دلیل دے کر روک دیا اور بنو غطفانی حلیف ہی کام آئے۔ آپ نے ان کا محاصرہ کیا۔ ان کے کھجوروں کے باغات کاٹنے شروع کر دیے گئے تو انہوں نے مصالحت کے لیے سلسلہ جہنابی کی اور کہا ہم آپ کے علاقہ جات سے نکل جاتے ہیں۔ چنانچہ چھ سو اونٹوں پر قبضہ سازو سامان لے جاسکتے تھے۔ کروہاں سے نکل گئے اور خس کم جہاں پاک کے مصداق وہ علاقہ ان مجسمہ شرف و فساد لوگوں سے پاک ہو گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمایہ تم نکل جاؤ تو تمہاری جان بخشی کر دی جائے گی اور جو کچھ تمہارے اونٹ اٹھا سکیں گے وہ سامان بھی ساتھ لے جانے کا اختیار ہو گا۔ البتہ سامان جنگ اور آلات حرب ساتھ نہیں لے جاسکتے چنانچہ آپ نے ان سے پچاس زبہنیں، پچاس خود تہین سو چالیس تھواریں اپنے قبضہ میں لے لیں جو خالص آپ کا حق تھیں یعنی ان کو مجاہدین میں بطور مال غنیمت تقسیم نہیں فرمایا بلکہ ان کو بیت المال میں مجاہدین کی جنگی ضروریات پوری کرنے کے لیے رکھوا دیا تاکہ وقت ضرورت ضرورت مندوں کو ان سے استفادہ کا موقع مل سکے۔

## سولہواں باب

### غزوہ بدر الموعود

۱ اس غزوہ کا باعث یہ تھا کہ ابوسفیان جب اللہ سے لڑتا تو اس نے کہا اس سال کے اخیر پر تمہارا اور ہمارا مقابلہ بدر صغریٰ کے مقام پر ہو گا۔ جب وقت موعود قریب آیا تو ابوسفیان نے جنگ کے لیے نکلنا پسند نہ کیا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پندہ سو صحابہ کی معیت میں مقام موعود پر پہنچ گئے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ان کا سامان تجارت بھی تھا اور بدر صغریٰ بازار تھا جو فدا القعدہ کا چاند دیکھنے پر لگ جاتا اور اس میں خرید و فروخت ہوتی۔ انرض صحابہ کو ساتھ لے کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے



جبکہ آپ کا علم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ ذوالقعدہ کے ابتداء میں وہاں حسب سابق بازار قائم ہوا اور اس میں خرید و فروخت ہوئی اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے نفع اٹھایا۔  
 ادھر البوسفیان کہ کمرہ سے نکلا مرالظہران پہنچ کر واپس ہو گیا اور کہانیہ قحط اور خشکی والا سال ہے (لہذا ہم اس میں جنگ و جدال نہیں کر سکتے)

مجاہد رضی اللہ عنہ نے قول باری تعالیٰ۔ الذین قال لھذا الناس ان الناس قد جمعوا لکھ (جن کو لوگوں نے کہا کہ قریش کہہ رہے تھے کہ بڑی تیاری کر رکھی ہے) کی تفسیر میں کہا کہ تیاری کرنے والوں سے مراد البوسفیان ہے جس نے کہا تھا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارا اور ہمارا مقابلہ میدان بدر میں ہوگا جہاں تم نے ہمارے ساتھیوں کو قتل کیا تھا بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے وعدہ کے مطابق چلے حتیٰ کہ بدر میں پڑاؤ ڈالا اور بازار لگنے کا موقع بھی اتفاق سے وہی تھا (تو وہاں تجارت کی اور منافع حاصل کر کے مراجعت فرما ہوئے) اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فانقلبوا بنعمۃ من اللہ وفضل ہم بمسہم سوئے۔ پس رسول خدا علیہ السلام اور ان کے صحابہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور فضل و احسان سے مالا مال ہو کر مراجعت فرما ہوئے جبکہ انہیں کوئی تکلیف اور پریشان کن صورت حال سے دوچار نہ ہوا پڑاؤ یہاں فضل سے مراد تجارت سے حاصل ہونے والے منافع ہیں جہاں سے یہ منفعتیں حاصل کر کے لوٹے وہ مقام بدر صفر کا ہے۔

## سترھواں باب

### غزوہ ذات الرقاع

یہ غزوہ ہجرت کے سترھویں مہینہ میں واقع ہوا اور اس کا سبب یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ قبیلہ انمار نے آپ کے ساتھ حرب و قتال کے لیے متعدد جماعتیں جمع کر رکھی ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور صحابہ کرام کی سمیت میں انمار کے مقام ذات الرقاع میں آپ پہنچے۔ اس پہاڑ پر چڑھے مگر وہاں سوا چند عورتوں کے اور کسی کو موجود نہ پایا (باقی سب لوگ بھاگ گئے تھے) لہذا انہیں قیدی بنا لیا گیا اور مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ اس غزوہ کو اسی پہاڑ کی نسبت سے غزوہ ذات الرقاع کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں سرخ سیاہ اور سفید قطعات تھے جو گلیم درویش کی مانند محکمات ہونندوں کا مرقع تھا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ غوث بن الحارث اسی غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا جبکہ آپ اکیسے درخت کے نیچے ٹھہرے ہوئے تھے اور کہا نہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ (تفصیلی واقعہ گزشتہ صفحہ پر ہے)



## اٹھارھواں باب

### غزوہ دومتہ الجندل

یہ غزوہ ہجرت کے انچاسویں ماہ یعنی اپریل سال کے آغاز میں وقوع پذیر ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ اس مقام پر ایک بڑی جمعیت موجود ہے جو ہر گزیر ظلم و ستم کرتی ہے تو آپ ہزار آدمی کی بھاری جمعیت کے ساتھ اس طرف نکلے اور مدینہ منورہ میں سابع بن عرفلہ کو نائب بنایا۔ ان کے مویشیوں اور چرواہوں پر اچانک حملہ فرمایا جو بھاگ گئے بھاگ گئے باقی قید کر لیے اور جانور بھی اپنے قبضہ میں فرما لیے اور مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

## انیسواں باب

### غزوہ مریع

یہ بنی مصطلق کے ایک کنواں کا نام ہے اور ان کا سردار حارث بن ابی ضرار تھا جس نے رسول پاک علیہ افضل الصلوات کے ساتھ جنگ لڑنے کے لیے لشکر تیار کر رکھا تھا لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انکی سرکوب اور مدد غامی کا ردائی کینے نکلے تھوڑی دیر کے لیے صرف تیروں کا تبادلہ ہوتا رہا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کھارگی سے بھر پور حملہ کرنے کا حکم دیا۔ تو دشمن کے دس آدمی قتل ہو گئے اور دوسرے قیدی بنائے گئے اور مسلمانوں میں سے صرف ایک شخص نے حرام شہادت نوش کیا۔ آپ نے ان کے سرودوں اور عمدہ تلوں کو قید کر لیا اور ساتھ ہی ان کی اولاد و عیال کو جو کہ دوسو گھروں پر مشتمل تھا اور ان کے چار پائے بھی اپنے قبضہ میں کر لیے جو مجموعی طور پر دو ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں تھیں۔

بنی المصطلق کے انہی قیدیوں میں جو یہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا بھی قید ہو کر آئیں اثنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اور ان کے چچا زاد بھائی کے حصہ میں آئیں۔ اور ایک تول کے مطابق خالص اثنا ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے حکایت بنا دیا۔ یعنی رقم مقررہ ادا کر دو اور میری طرف سے آزاد ہو جاؤ۔ انہوں نے بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر بدل کتابت میں تعادل کی اپیل کی۔ آپ نے ان کی طرف سے وہ رقم ادا کر دی اور ان کو آزاد فرما کر ان کو شرف زوجیت سے مشرف فرمایا اور ام المومنین ہونے کا اعزاز بخشا جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ صوبت حال دیکھی تو بھی قیدی اس قبیلہ کے آزاد کر دیے اور



کہنے لگے اب یہ لوگ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سسرالی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ہم ان کو کس طرح قیدی بنائے رکھیں ان کو لونڈیاں اور غلام بنائیں؟ لہذا ان میں سے جس کے پاس کوئی فرد تھا سبھی کو آزاد کر دیا گیا۔ (اس لحاظ سے اپنے قبیلہ کے حق میں ان سے بڑھ کر کوئی عورت خیر و برکت اور عزت و عظمت کا موجب نہیں بن سکتی)

## بیسواں باب

### غزوہ خندق

اس غزوہ کو غزوہ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر کو بلادین کر دیا تو ان کے اشراف و رؤسا کی ایک جماعت مکہ مکرمہ پہنچی۔ قریش کے پاس حاضر ہوئے اور ان کو اہل اسلام کے خلاف جنگ کے لیے نکلنے کا مشورہ دیا اور اپنی طرف سے بھی ان کے ساتھ مل کر جنگ لڑنے کا یقین دلایا۔ پھر وہاں سے چل کر قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے اور بنو سلیم سے بھی ملاقات کی جنگ کے عزم اور عہد و پیمان کے بعد وہاں سے نکلے۔

قریش نے جنگ کے لیے تیاری کی اور ہر مرد کی ساز و سامان مہیا کیا جو افراد جمع ہونے ان کی تعداد چار ہزار تھی جن کے ساتھ تین سو گھوڑے تھے اور ڈیڑھ ہزار اونٹ۔ دار بندہ میں علم باندھا گیا اور پھر وہاں سے ابو سفیان کی قیادت میں یہ لشکر اہل حق کے ساتھ محاذ آرائی کے ارادہ فاسدہ کے ساتھ نکلا۔

مصرانظران کے مقام پر بنو سلیم میں سے سات سو کی جمعیت ان کے ساتھ آئی اور بنو اسد بھی ان کے ہمراہ نکلے اور قبیلہ فزارہ کے لوگ بھی جو کہ ہزار کی تعداد میں تھے اور قبیلہ اشجع میں سے چار صد افراد اور بنو مرہ میں سے چار سو افراد نکلے۔ العرض مجموعی طور پر غزوہ خندق میں شامل ہونے والے کفار و مشرکین کی تعداد دس ہزار تک جا پہنچی اور مختلف قبائل کے اجتماع کی وجہ سے اس کو غزوہ احزاب بھی کہا گیا۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے کہ مبارکہ سے چلنے کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا اور ان سے مشورہ لیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے لشکر کے ہمراہ جو کہ تین ہزار نفوس پر مشتمل تھا دامن سلع میں پڑاؤ ڈالا۔ خندق کھودنے کا کام چھ دن میں مکمل ہو گیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خندق کھودنے اور مٹی کو باہر منتقل کرنے میں مصروف رہے۔

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہمیں رسالت اب علیہ افضل الصلوٰۃ نے خندق کھودنے کا حکم فرمایا تو خندق کے ایک حصے میں ایک سمت پتھر رونا ہوا جو انما سخت تھا کہ اس میں کھدائی کے آلات اثر انداز نہیں ہو سکتے



تھے ہم نے بارگاہ نبوی میں اس کے متعلق عرض کیا تو آپ تشریف لائے۔ جب اس کو دیکھا تو چادر مبارک اتار کر رکھی اور گنتی ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی جس سے میسر اچھترہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور فرمایا۔

اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الشام واللہ انی لا بصیر تصورہا الحمد الساعة۔ اللہ اکبر مجھے شام کی چابیاں دے دی گئی ہیں بخدا میں شام کے سرخ محلات کو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔  
پھر دوبارہ ضرب لگائی اور دوسری تنہائی کو ریزہ ریزہ فرما دیا اور فرمایا۔

اللہ اکبر اعطیت مفاتیح فارس واللہ انی لا بصیر القصر الابيض من المدائن۔ اللہ اکبر مجھے فارس کی چابیاں دے دی گئی ہیں بخدا میں مدائن کے سفید محل کو دیکھ رہا ہوں۔

پھر تیسری مرتبہ ضرب لگائی رنہ تکیہ بلند فرمایا اور فرمایا۔

اعطیت مفاتیح الیمن واللہ انی لا بصیر ابواب صنعاء من مکانی هذه الساعة۔ مجھے یمن کی چابیاں سونپ دی گئی ہیں اور بخدا میں صنعاء کے دروازے اپنی اس جگہ پر کھڑے ہو کر اس وقت دیکھ رہا ہوں۔

سیرت نگار فرماتے ہیں کہ خندق کی جنگ کے موقع پر اہل اسلام پر سخت خوف طاری تھا۔ بعض لوگ (جن کے دلوں میں مرض نفاق تھا انہوں نے بزدلی کا مظاہرہ کیا۔ بال ہوں اور اہل دعیال کے متعلق خطرہ درپیش تھا اور اموال و امتہ اور مال و منال بھی معرض خطر ہیں تھے اور مشرکین نے خندق کی تنگ جگہ کو عبور کرنے کی کوشش شروع کر دی تاکہ گھوڑوں سمیت اس میں کود جائیں۔ چنانچہ ایک جماعت خندق عبور کرنے میں کامیاب بھی ہو گئی۔ جن میں عمر بن عبدود بھی تھا۔ اس نے مقابلہ و مبارزت کے لیے لٹکارا حالانکہ ستر سالہ بڑھا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے نکلے اور اسے ہلاک کر کے جہنم واصل کر دیا۔

صبح کو عظیم لشکر ترتیب دیا جس میں خالد بن ولید بھی تھے اور رات تک جنگ و جدال کو جاری رکھا اور اس دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر اور عصر ادا نہ فرما سکے اور کفار کے متعلق فرمایا۔ انہوں نے ہمیں صلوٰۃ و سلمیٰ یعنی نماز عصر سے مشغول کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو یالیوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو آگ سے بھرے۔

اس غزوہ کے موقع پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام کا تیرہ چودہ شب دروز محاصرہ کیا گیا اور ایک روایت یہ ہے کہ چہرے میں دن رات محاصرہ برقرار رہا۔ نعیم بن مسعود اسلام لائے تھے وہ قریش اور قرظہ کے درمیان پر لگے اور ان کے عہد و پیمان کو ختم کر دیا اور باہمی اختلاف پیدا کر دیا اور ساتھ ہی سخت زور و آندھی چلنے لگی جس سے سردی ناقابل برداشت حد تک بڑھ گئی نیچے اڑ گئے اور ساز و سامان کا نام و نشان نہیں ملتا تھا الغرض بدحواسی کے عالم میں قائد احزاب ابوسفیان نے کہا تمہارے لیے یہ کوئی ٹھہرنے کے قابل جگہ نہیں ہے۔ اونٹ اور گھوڑے بھوک سے مر رہے ہیں بنو قرظہ نے عہد و پیمان نبھانے سے انکار کر دیا ہے اور ہم جس آندھی اور سخت ہوا کا شکار ہیں وہ تم خود دیکھ رہے ہو لہذا کوچ کر دو کیونکہ میں تو کوچ کرنے والا



ہوں۔ (چنانچہ نصرت خداوندی شامل حال ہوئی اور استقامت اہل اسلام کام آئی اور دشمنی ناکام و نامراد ہو کر واپس ہوئے اور اس کے بعد کبھی انہیں مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہو سکی، اس غزوہ میں تین کافر و مشرک جہنم واصل ہوئے اور چھ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔

## ایک سوال باب

### غزوہ بنو قریظہ

جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے بھاگ نکلنے کے بعد گھر واپس ہوئے تو جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ بنو قریظہ کی طرف چلو میں ان کی طرف جارہا ہوں اور ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کر دوں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سرکار ابد قرار علیہ السلام غزوہ احزاب سے فراغت پا چکے تو غسل فرمانے کے لیے مقام غسل میں داخل ہونے ہی تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپہنچے اور عرض کیا کیا آپ نے ہتھیار اتار دیے ہیں؟ فرشتوں نے تو ابھی ہتھیار نہیں اتارے اور ہاں میں بنو قریظہ کی طرف جارہا ہوں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ گویا میں دروازے کی دراڑ اور شکاف سے جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھ رہی ہوں جن کے سر اقدس کا گردوغبار نے احاطہ کیا ہوا تھا یعنی گردوغبار سے اٹا ہوا تھا۔

علماء سیر فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو حکم فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کرے کہ سبھی بنو قریظہ کی طرف چلو اور کوئی شخص بھی راستے میں نماز عصر ادا نہ کرے بلکہ سبھی بنو قریظہ میں جا کر ادا کریں۔

آپ نے مدینہ منورہ میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور خدیج بن خویلد بن ہاشم بن عبد مناف کی جمعیت کے ساتھ وہاں پہنچ گئے اور ان کا انتہائی سخت محاصرہ فرمایا۔ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آدمی بھیجا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ ممانعت طرف بھیجیں۔ آپ نے ان کو بھیج دیا۔ انہوں نے مشورہ طلب کیا کہ اگر ہم قلعہ بندی ختم کریں اور ان کے حکم پر اتر آئیں تو ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا، انہوں نے ہاتھ سے گلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر وہ سخت ناام ہوئے اور کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیانت کی ہے چنانچہ اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا اور جب تک اللہ تعالیٰ نے ان کی نوبہ نازل نہ فرمائی وہ اسی ستون کے ساتھ بندھے رہے۔

پھر وہ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قلعہ سے اتر آئے (کہ آپ جبر بھی چاہیں ہمارے تعلق فیصلہ فرمادیں) آپ نے ان کے تعلق



محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا چنانچہ مردوں کے ہاتھ کندھوں پر باندھ کر ان کو ایک طرف روک دیا گیا اور عورتوں، بچوں کو دوسری طرف اور ان کا ساز و سامان اور مال و متاع جمع کیا گیا جو پندرہ سو تلوار تین سوزرہ، دو ہزار نیزوں اور پانچ لوہے اور لکڑی وغیرہ کی ڈھالوں پر مشتمل تھا اور اونٹ جو کہ پانی کھینچنے کے کام آنے والے تھے۔

قبیلہ اوس چونکہ ان کا حلیف تھا لہذا انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بتو قریظہ ہمیں مہیہ فرمادیں اور ان کا معاملہ ہمارے سپرد فرمادیں۔ آپ نے ان کا معاملہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ رئیس اوس کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے فیصلہ اس طرح کیا کہ جن لوگوں نے بھی آپ کی مخالفت میں احزاب کا ساتھ دیا اور ان کا تعاون کیا ہے ان سب مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ ان کے مولیٰ مال غنیمت بنائے جائیں اور بچوں عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے اور اموال مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں۔ بنی کریم علیہ السلام نے فرمایا اے سعد تم نے ان کے متعلق وہی حکم دیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے ان کے متعلق حکم دیا۔ تیری تقاضا و تقاضا دہاری تعالیٰ کے عین مطابق ہے۔

## پانچواں باب

### غزوہ بنی لحيان

یہ غزوہ بھی ربيع الاول میں ہجرت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے چھٹے سال وقوع پذیر ہو یہ لوگ قبیلہ غفار کے پہلو میں رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر چڑھائی فرمائی تو وہ پہاڑوں میں ادھر ادھر بھاگ گئے۔ بعد ازاں رسول کریم علیہ السلام مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

## تیسواں باب



رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر مدینہ منورہ سے نکلے۔ حضرت سعد بن عبادہ کو تین سو مجاہد دے کر مدینہ منورہ کی نگرانی پر مامور فرمایا اپنا علم حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا اور ان سے فرمایا چلے میں بھی تمہارے پیچھے آ رہا ہوں۔ اور جب عبید بن حصن اور اس کے ساتھیوں نے لوٹ مار کی تھی اس وقت سے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ پیادہ اُن کے تعاقب میں تھے اور ان پر تیر برسا کر ان کو بدحواس کر دیا تھا۔ سبھی اونٹنیاں بھی چھڑا لیں اور بہت سارا دوسرا سامان بھی ان کو پھینک دیتے پر عبید کو دیا اور جہاں بھی پانی پینے لگتے تیروں کی بارش کر کے بھگا دیتے (جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے تو عرض کیا یا رسول اللہ وہ سبھی سخت پیاسے ہیں) اور کہیں پانی پر گرے پڑے ہوں گے۔ لہذا حکم دیں تاکہ ان کا تعاقب کیا جائے آپ نے فرمایا اے سلمہ تم اپنے جانوروں کے مالک بن چکے ہو لہذا اب ان پر نرمی اور رحمتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے درگزر کرو اور آپ وہاں سے مدینہ منورہ کی طرف واپس ہو گئے۔

## چوبیسواں باب

### غزوہ حدیبیہ

ہجرت کے چھٹے سال رسول کریم علیہ السلام نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو عمرہ کے لیے نکلنے کا حکم فرمایا تو وہ تیزی کے ساتھ عمرہ کی تیاری کر کے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود صحابہ کرام کی معیت میں عمرہ کے ارادہ سے مدینہ منورہ سے نکلے۔ آپ نے اپنے ساتھ ماسوا تلواروں کے ابد کوئی ہتھیار نہ لیا اور تلواریں بھی میانوں میں مستور و محجوب تھیں اور اپنے ہمراہ قربانی کے جانور تھے۔ نماز ظہر ذوالحلیفہ میں ادا فرمائی۔ پھر بیت اللہ کے لیے ہدیہ کیے جانے والے جانور طلب فرمائے۔ ان پر حفاظت کے لیے بڑی چادریں ڈالنے کا حکم دیا اور کوہان کی دائیں جانب نیزہ سے دراز خم لگا کر اور اس جھتہ کو خون آنود کر کے ان کا اشار کیا اور علامتی نشان لگایا۔ پھر ان کے گلے میں چمڑے کے تسمے اور قلاوے ڈالے۔ اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے جانوروں کا اشار کیا۔ مجموعی طور پر ہدیہ بیت اللہ کے طور پر لائے جانے والے اونٹ ستر کی تعداد میں تھے۔ جن میں ابو جہل کا وہ اونٹ بھی تھا جو جنگ بدر میں مالِ غنیمت کی صورت میں ہاتھ لگا تھا۔ آپ نے احرام باندھا اور تعلیم کا آغاز فرمایا۔ صحابہ کرام نے بھی آپ کی اقتدار میں احرام پہنے اور تعلیم پڑھا۔

مشرکین مکہ کو جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ کی طرف نکلنے کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو راستے میں ہی روکنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور لشکر جمع کر کے مقام بلح پر پڑاؤ ڈال دیا اور دوسو شاہسوار کراع غنیم پر بھیج دیے اور ایک دوسرے



سے قریبی رابطہ اور تعلق قائم کر لیا تاکہ بوقت ضرورت مدد کو پہنچ سکیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف اور فریاض اور منازل سفر طے کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ گئے (حتیٰ کہ حیب اس گھاٹی پر پہنچے جہاں سے مکہ مکرمہ اور قریش پر اترتا تھا) تو آپ کی اونٹنی مبارک بیٹھ گئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو اٹھانے کے لیے اپنے علاقہ کے رسم و رواج کے مطابق حُلّ حُلّ کہہ کر اس کو اٹھنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی اور اس پر تشدید و تنبیذ کی مگر اس نے نہ اٹھنا تھا نہ ہی اٹھی۔ صحابہ نے عرض کیا اس اونٹنی کو بیٹھے گا روگ اور عادت لاحق ہو گئی ہے جو جانوروں میں سخت عیب شمار ہوتا ہے) آپ نے فرمایا نہیں حقیقت حال یہ نہیں ہے بلکہ اس کو اس ذات اقدس نے یہاں روک دیا ہے جس نے ہاتھی کو مکہ مکرمہ سے دور روک دیا تھا۔

پھر آپ نے فرمایا غور سے سن لو بعد اقریش مکہ مجھ سے آج جس فعل و عمل کا بھی مطالبہ کریں گے جس میں حرمت باری تعالیٰ کی تعظیم و تکریم ہوگی تو میں ان کے ساتھ وہی معاملہ کرتے کو تیار ہوں گا اور اس قسم کے مطالبات کے پورا کرنے میں مجھے تامل نہیں ہوگا (یہ کہہ کر آپ نے اونٹنی کو ڈانٹا اور اٹھنے کے لیے اشارہ فرمایا تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی تو آپ جس راہ پر تشریف لارہے تھے اسی پر واپس چلنے لگے حتیٰ کہ لوگوں کو حدیبیہ کے ایسے مقام پر اترنے کا حکم دیا جہاں بارانی پانی کو جمع کرنے کے لیے کھودے گئے گڑھوں میں سے ایک چھوٹا سا گڑھا تھا اور اس میں قلیل سا پانی تھا۔ آپ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور اس میں گاڑ دیا تو وہ جاری کنویں کی مانند پانی کے ساتھ ابلنے لگا اور سبھی صحابہ رضی اللہ عنہم کو سیراب کر دیا اور وہ چلو بھر بھر کر اس سے پانی نکالنے لگے۔ اتنے میں بدیل بن ورقاء حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا میں آپ کی قوم کے پاس لے آ رہا ہوں جنہوں نے اپنے اوباشوں کو اور جو بھی ان کا کہنا ماننے کو تیار ہوا۔ ان سب کو جمع کر رکھا ہے جن کے ساتھ ایسی اونٹنیاں ہیں جو چھوٹے چھوٹے بچوں والی ہیں یعنی شیردار نیز عورتیں اور بچے بھی ساتھ ہیں اور وہ اس امر پر قسم کھاتے ہیں کہ جب تک ہماری جمیعت نیست و نابود نہیں ہو جائے گی۔ ہم آپ کو ریت اللہ تک پہنچنے نہیں دیں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کسی کے ساتھ قتال کرنے نہیں آئے۔ ہم تو صرف اللہ تعالیٰ کے اس گھر کا طواف کرنے کے لیے آئے ہیں۔ اگر کوئی ہمیں اس سے روکے گا تو پھر ہم قتال سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ بدیل نے واپس جا کر قریش کو صورتحال کی خبر دی۔ انہوں نے دوبارہ عروہ بن مسعود کو بھیجا۔ اس نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی طرح کلام کیا اور آپ نے اسی طرح جواب دیا) اس نے جا کر قریش کو آپ کا جواب سنایا۔ تو انہوں نے کہا اس سال تو ہم انہیں بہر حال واپس کریں گے۔ البتہ اگلے سال آپیں حرم کعبہ میں داخل ہوں اور طواف کریں (تو ہمیں اعتراض نہیں ہوگا)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کی طرف روانہ فرمایا تاکہ مصالحت کی کوشش کریں مگر ان کے متعلق آپ کو یہ اطلاع ملی کہ ان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ آپ نے ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے صحابہ کرام علیہم السلام سے دعا کی۔ ایک وقت کے بعد، تو غنڈہ گرد اور معتمد الرضوان کے مبارک نام سے معروف دشمن ہوئے۔



بعد ازاں انہوں نے صلح کا پختہ عزم کر لیا اور باہمی تحریری عہد نامہ طے پا گیا جس کا مضمون یہ تھا :-

یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ و سہیل بن عمرو کے درمیان مصالحت ہوئی۔ دونوں فریق نے اس امر پر اتفاق کیا کہ دس سال تک جنگ بند کر دی جائے۔ لوگ امن و سکون سے رہیں اور ایک دوسرے سے تعرض نہ کریں۔ نہ کسی کا مال و متاع سر قہ کیا جائے گا اور نہ ہی کسی کو قیدی بنایا جائے گا اور ایک دوسرے کے راز و لوگوں پر فاش نہیں کیے جائیں گے اور جو شخص بھی قریش کے ساتھ عقد و عہد میں شریک ہونا چاہے اس کو اختیار ہو گا۔ نیز ان میں سے جو شخص اپنے سر پرستوں کی اجازت کے بغیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے تو آپ اسے واپس کر دیں گے اور اگر اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کوئی شخص (العیاذ باللہ) قریش کے غریب پر واپس آجائے تو وہ اس کو واپس نہیں کریں گے اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مع اپنے اصحاب کے اس سال بغیر عمرہ کیے واپس چلے جائیں گے اور اگلے سال ان ساتھیوں کے ہمراہ اگر یہاں اقامت گزریں ہو سکتے ہیں اور عمرہ ادا کر سکتے ہیں۔ نیز جنگ کے آلات اور اسلحہ کو بھی ہمراہ نہیں لائیں گے۔ علاوہ مسافروں کے ہتھیاروں کے یعنی علاوہ تلواروں کے جو کہ اپنی اپنی میانوں میں مجرب و ستور ہوں گی۔ اس عہد نامہ پر ابو بکر عمر عثمان، عبدالرحمن، سعد ابوعبیدہ اور محمد بن سلمہ و حوطلب (رضی اللہ عنہم) گواہ ہیں اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس کو تحریر کیا۔

یہ عہد نامہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اور اس کا ایک نسخہ سہیل بن عمرو کے پاس۔

ابھی عہد نامہ کی تحریر مکمل نہیں ہوئی تھی کہ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ (جو کہ اسلام لانے کی پاداش میں قید کر دیے گئے تھے) قید سے آزاد ہونے اور بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ پاؤں میں بیڑیاں موجود تھیں انہیں میں اچھلتے ہوئے مکہ مکرمہ سے مدینہ تک کا فاصلہ طے کر کے وہاں پہنچے تو سہیل نے کہا یہ پہلا شخص ہے جس کے متعلق معاہدے کی رو سے واپسی کا مطالبہ کرتا ہوں اور پاس عہد کی امید رکھتا ہوں چنانچہ آپ نے ان کو واپس فرما دیا۔ اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قربانی کے اوتاروں کو ذبح فرمایا اور آپ پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا۔ بیشک ہم نے آپ کے لیے فتح مبین کا بندوبست فرما دیا ہے۔

## پچیسواں باب

### غزوہ خیبر

رسول خدا علیہ التیمۃ و الثناء خیبر کی طرف نکلے جب اچانک صبح کے وقت یہود خیبر نے آپ کو مع اپنے مجاہدین کے اپنے شہر میں موجود پایا تو فوراً اپنے قلعہ جات کی طرف پناہ لی اور ان میں داخل ہو کر اپنا تحفظ کرنے کی کوشش کی اور



اہل اسلام کے ساتھ دفاعی جنگ شروع کی۔ اس جنگ میں انتالیس یہودی کام آئے اور پندرہ مسلمان جام شہادت نوش کر گئے اور آپ نے ان کے تمام قلعوں کو ایک ایک کر کے فتح کر لیا۔ عرب جو ان کا نامی گرامی پہلوان تھا میدان مبارزت میں آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی ضرب میں اس کا کام تمام کر دیا اور اس قلعہ کی فتح آپ کے ہاتھوں ہوئی۔

## چھبیسواں باب

### فتح مکہ

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ فتح مکہ کی تیاری فرمائی تو اپنے اس اقدام کو مخفی رکھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی: اللّٰهُمَّ خذْ عَلَيَّ الْبِصَارَ ۖ فَلَا يَرُونِي إِلَّا بَغْتَةً ۖ اے اللہ ان کی نگاہوں کو اپنی گرفت میں لے لے۔ انہیں معطل فرما دے حتیٰ کہ وہ مجھے اچانک اس وقت دیکھیں جب میں ان کے سروں پر پہنچ جاؤں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف و اکناف میں جمیع عرب کی طرف آدمی بھیجے جن میں قبائل اسلم و غفار، مزینہ و جہینہ اور اجمع و سلیم شامل تھے اہل اسلام کی اس غزوہ میں مجموعی تعداد دس ہزار تھی۔ آپ نے مدینہ منورہ پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو خلیفہ و نائب مقرر فرمایا اور بروز بدھ مدینہ منورہ سے آغاز سفر فرمایا جبکہ رمضان المبارک کے دس دن گزر چکے تھے۔ اور مقام قدید پر پہنچ کر پرچم اور علم باندھے قریش کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اقدام کی کوئی اطلاع نہ مل سکی۔ انہوں نے ابوسفیان کو اہل اسلام کے متعلق معلوم حاصل کرنے کے لیے بھیجا اور ان کے عزائم و مقاصد معلوم کرنے کے لیے۔ اور ساتھ ہی اسے کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسے تیری ملاقات ہو جائے تو ان سے ہمارے لیے امان طلب کرنا۔ چنانچہ ابوسفیان حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاد کی معیت میں نکلا تو اس کی نگاہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر پر پڑی۔ اچانک اپنے قریب موجود اتنے عظیم لشکر کو دیکھ کر تینوں سخت گھبرائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کی آواز سنی تو فرمایا اے ابوخطلمہ (کنیت ابوسفیان ہے) اس نے کہا بسک آپ نے فرمایا یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو دس ہزار عباں شادوں کو ہمراہ لیے یہاں موجود ہیں (اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو حلقہ بگوش رسول صلی اللہ علیہ وسلم بن جاؤ اور ان کی غلامی قبول کر لو) چنانچہ ابوسفیان مشرف باسلام ہو گئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی پناہ میں آ گئے۔ آپ ان کو مع ان کے ساتھیوں کے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں لے گئے وہ دونوں بھی دہاں مشرف اسلام سے مشرف ہو گئے اور سراپا مغرور کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان کو یہ اعزاز بخشا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے اسے بھی امان ہے اور فرمایا کہ جو شخص اپنے سوا اسے بند کر لے (اور اہل اسلام سے تعرض نہ کرے) اسے بھی امان ہے۔



ابوسفیان نے حضرت عباس سے کہا تمہارے بھتیجے کا ملک عظیم بن گیا ہے اور ان کی سلطنت بہت ہی وسیع ہو گئی ہے تو آپ نے فرمایا انہوں نے میرے لیے یہ ملک و سلطنت نہیں ہے بلکہ نبوت و رسالت ہے۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے مجاہدین کو قتال و حرب سے منع فرمادیا۔ البتہ چھ آدمیوں اور چار عورتوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ مردوں میں سے عکرمہ بن ابی جہل، ہبار بن اسود، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، مقیس بن صبابہ، حویرث بن نعید اور ابو عبداللہ بن ہلال بن خطل تھے۔ عکرمہ بھاگ گیا تھا اس کی بیوی حضرت ام حکیم بنت عارض رضی اللہ عنہا نے اس کے لیے بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے امان طلب کی آپ نے اس کو امان دے دی عبداللہ بن سعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا لہذا انہوں نے اس کے لیے بارگاہ نبوی میں امان دینے کی اپیل کی جس کو آپ نے قبول فرمایا۔ باقی سب کو قتل کر دیا گیا۔ مقیس کو قلیلہ بن عبداللہ بنی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا حویرث کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ٹھکانے لگایا اور ابو عبداللہ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جہنم داخل کیا۔ جن عورتوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا وہ یہ تھیں ہند بنت عتبہ، سارہ، مولاء عمرو بن ہاشم، قریبہ، فرتی، ہند شرف اسلام سے مشرف ہو گئی۔ سارہ اور قریبہ کو قتل کر دیا گیا اور فرتی بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

رسول کریم علیہ السلام مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے لشکر کی کفار و مشرکین کے لشکر سے کہیں بھی ٹکھیر نہ ہوئی البتہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ مع جمعیت قریش کے خندمہ کے مقام پر آمنا سامنا ہو گیا اور انہوں نے آپ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا۔ ہتھیار نکال لیے اور تیر بھی پھینکے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو للکارا اور جوابی کارروائی کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے سخت جوابی حملہ کر کے قریش میں سے چوبیس افراد کو قتل کر دیا اور بقیہ میں سے بھی چار اشخاص کو ٹھکانے لگا دیا۔ جب قائدِ سرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اس امر کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کیا میں نے قتال سے منع نہیں کیا تھا؟ تو عرض کیا گیا۔ حضرت خالد سے انہوں نے چھڑ چھڑ کی تھی اور حملہ آور ہو گئے تھے انہوں نے محض جوابی اور دفاعی کارروائی کی ہے۔

نبی الانبیاء علیہ التیمۃ والثناء کے لیے مقامِ حجون پر خمیر نصب کیا گیا اور آپ خدا دادِ غلبہ و قدرت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ انداز سے داخل ہوئے۔ اہل مکہ میں سے بعض برضا و رغبت اسلام لائے اور بعض ناچار می و مجبوری کی وجہ سے آپ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر بیت اللہ شریف کے گرد طواف کیا، اس وقت کعبہ مبارکہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب کیے گئے تھے۔ آپ جب بھی کسی بت کے قریب سے گزرتے تو اپنے ہاتھ مبارک کی چھری سے اس کی طرف اشارہ فرماتے اور فرماتے۔ جاد الحق و ذوق الباطل "حق آگیا ہے اور باطل بھاگ گیا ہے تو وہ بت منہ کے بل گر پڑا۔ ان سب اوثان و اصنام میں بڑا ہل تھا جو کہ کعبہ مبارکہ کے بالمقابل تھا (اس کو اسی شانِ اعجازی سے لگا کر در ٹکڑے کر کر باہر پھینکے کا حکم دیا) بعد ازاں مقامِ ابراہیم کی طرف تشریف ارازی فرمائی اور اس کے پیچھے دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گئے۔



پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عثمان بن ابی طلحہ کی طرف بھیجا تاکہ کعبہ مبارکہ کی چابی لے آئیں۔ وہ چابی لے آئے آپ نے اسے اپنے ہاتھ مبارک میں لیا۔ باب کعبہ کھولا اور اندر تشریف لے گئے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر عثمان بن ابی طلحہ کو بلا کر چابی ان کے حوالے فرمادی اور ارشاد فرمایا: "خذوها یا بنی ابی طلحہ خالداً تالداً لا یزعمہا منکم الا ظالموا" اے ابو طلحہ کی اولاد اس چابی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے ہاتھوں میں لے لو اور سوائے ظالم کے اور کوئی شخص یہ چابی تم سے چھیننے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اور چاہے زمزم کا منصب سقایہ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے فرمادیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن آٹھ رکعت نماز پاشت ادا فرمائی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز ظہر کے لیے کعبہ مکرمہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی۔ بھی بت توڑ دیے گئے اور حرم کعبہ کو اس نجاست سے پاک و صاف کر دیا گیا اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ مبارکہ کی طرف چلے (اور طواف و رکعات طواف سے فارغ ہو کر) کوہ صفا پر تشریف فرما ہوئے تو لوگوں کو خطاب و لنواز سے مشرف فرمایا۔ انصار لے ایک دوسرے سے کہا کہ اس ہستی مکرم کو اپنی قوم پر رافت و رحمت نے اپنے شہر کی طرف رغبت اور طلبی میلان نے اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ اس لیے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں فرمائی اور ان کی ایذا رسانیوں کو نظر انداز کر دیا ہے لہذا عین ممکن ہے کہ اب واپس مدینہ منورہ تشریف نہ لائیں۔

اللہ رب العزت نے بذریعہ وحی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کی باہمی گفتگو پر مطلع فرمادیا، تو آپ نے ان سے فرمایا: اے جماعت انصار تم نے یہ کہا ہے کہ اس جوان اور ہستی مکرم کو قوم کی رافت و رحمت اور شہر کی رغبت اپنی گرفت میں لے چکی ہے۔ اگر میں تمہارے ساتھ طے کر وہ عہد کو نہ نبھاؤں اور واپس مدینہ طیبہ نہ آؤں تو اس وقت میں کون کہلاؤں گا! ایسے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بخدا ایسا ہرگز نہیں ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عہد خاص ہوں۔ اور اس کا رسول ہوں۔ معاذ اللہ کہ میں عہد سے پھروں اور عہد شکنی سے کام لوں۔ اٹھیا اٹھیا کھو دالمات مائتکو۔ میری زندگی تمہاری زندگی ہے اور میری موت تمہاری موت یعنی زندہ رہوں گا تو تمہارے ساتھ اور دار آخرت کی طرف انتقال کروں گا تو بھی تمہارے ہاں۔ ف

الغرض انصار رضی اللہ عنہم نے جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کرمنازی اور ذہ پڑی کو دیکھا اور اس و لنواز خطاب کو سنا تو خوشی میں ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کے سیلاب اُٹھ آئے اور کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس کے آنسوؤں نے اس کے سینہ کو تر نہ کر دیا ہو۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ بخدا ہم نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف اور صرف

ف۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذر نبوت سے جان لیا کہ مسیحا وصال مدینہ منورہ میں ہو گا۔ اور انصار کو اس کی اطلاع



اس خوف و خطر اور اندیشہ و فکر کے تحت کہ کہیں ہم سے یہ دولت کوئین چھین جائے اور ہم اپنے محبوب کو اہل مکہ کے حوالے کر کے سرایا حرمیان بن کر واپس نہ جائیں۔ تو آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پیچھے ہو اور وہ جانتے ہیں کہ تم جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہو تمہارے دل میں بھی وہی ہے۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر تشریف فرما ہوئے تو لوگوں سے بیعت اسلام لی اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔

مکہ مکرمہ ماہ صیام سے دس روز قبل جمعہ کے دن فتح ہوا۔ پندرہ دن تک آپ نے وہاں قیام فرمانے کے بعد حنین کیطون سفر فرمایا اور مکہ مکرمہ پر عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا تاکہ انہیں نمازیں پڑھائیں اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تعلیم سنن اور فقہ پر مامور فرمایا تاکہ ان کو عقائد و اعمال کی تعلیم دیں۔

## تسائیسواں باب

### غزوہ حنین

حنین ایک وادی کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے تین دن کی مسافت پر ہے اور وہاں قبیلہ ہوازن کے ساتھ یہ جنگ لڑی گئی۔ اس مناسبت سے اس کو غزوہ حنین بھی کہتے ہیں اور غزوہ ہوازن بھی۔

اس غزوہ کا سبب یہ ہوا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح فرمایا تو ہوازن اور ثقیف نے ایک دوسرے کے ساتھ آمد و رفت شروع کر لی اور باہمی ربط و ضبط کی کوشش کرنے لگے۔ ایک دوسرے کو اہل اسلام کے خلاف جنگ و جدال پر اکسانے لگے۔ مالک بن عوف نصری نے ان کو یکجا ہونے پر آمادہ کر لیا اور اتحاد و اتفاق کے لیے راہ ہموار کی چنانچہ انہوں نے اپنے جملہ مال و متاع بیوی بچوں اور لونڈیوں کو ساتھ لے کر ادطاس میں پڑاؤ ڈالا۔ اور ادھر ادھر سے لگتے اور آمد ادبھی ان کو پہنچے لگ گئی اور اپنے ساتھ دید بن صممہ کو بھی ادطاس کی طرف نکال لائے۔ حالانکہ وہ اندھا بھی تھا اور ایک سو تتر سالہ بوڑھا کھوسٹ جو چلنے پھرنے سے بالکل عاجز تھا بلکہ اس کو بالائی میں بٹھا کر ادھر ادھر لے جاتے تھے (ہوازن و ثقیف کے اس گٹھ جوڑ اور برے عزیمت و ارادہ کی حالت معلوم کر کے) رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بارہ ہزار کا لشکر جرار اپنے ہمراہ لے کر حنین کی طرف نکلے۔ وہاں پہنچ کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی صف بندی فرمائی اور اپنے چچ و نفل پر سواری فرمائی۔ اس دن آپ نے دونوں ہی اور دو خود استعمال فرمائے۔

ہوازن اہل اسلام کے مقابلہ کے لیے سامنے آئے اور کیا پارگی حملہ کیا جو انتہائی شدید اور سخت تھا۔ لشکر اسلام میں کھلبلی



ج گئی اور وہ میدان سے بٹنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے۔ اے اللہ اور اس کے رسول کے انصار اور مددگار میں اللہ تعالیٰ کا عبد خاص ہوں اور اس کا برحق رسول ہوں (اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد بہر حال جاری رہے ساتھ ہے، بد دل ہونے اور بزدلی کا مظاہرہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے) آپ ہوازن کے لشکر کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عباس، حضرت فضل، حضرت ابوسفیان بن الحداد اور حضرت ربیعہ بن الحداد، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ رہے اور پوری طرح ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں غزوہ حنین میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ لشکر اسلام پیچھے ہٹنے لگا اور مہاجرین و انصار میں سے اسی افراد آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور پیچھے ہٹنے والے بھی پیچھے پھیر کر بھاگے نہیں تھے بلکہ صرف اتنی قدم کے قریب پیچھے ہٹے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چرخ پر سوار اپنی جگہ پر کھڑے رہے اور ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹایا۔ آپ کی سواری نے آپ کو زمین کے قریب کر دیا اور آپ زمین سے ایک طرف بھٹک گئے۔ میں نے عرض کیا۔ ارفع رنک اللہ بلند ہو جائیں اللہ تعالیٰ آپ کو بلند فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے مٹی کی ایک سٹھی دو۔ میں نے کھٹ خاک پیش کی تو آپ نے اسے کفار و مشرکین کی طرف پھینک دیا۔ اس مٹی نے سب کی آنکھوں کو بھر دیا اور اندھا کر دیا۔ پھر فرمایا۔ مہاجرین و انصار کدھویں، میں نے عرض کیا وہ آپ کے قریب ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ان کو آواز دو میں نے سب کو آواز دی اور رسول پاک علیہ افضل الصلوٰۃ کا پیغام پہنچایا۔ تو وہ فوراً تم کو اس سنبھالے حاضر خدمت ہو گئے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان کی تلواریں شعلے برسا رہی ہیں۔ فوراً لشکر کفار کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ پیچھے پھیر کر بھاگنے لگے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں غزوہ حنین میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر تھا میں نے آپ کو دیکھا کہ میدان جنگ میں آپ اکیلے کھڑے تھے اور میرے اور ابوسفیان بن الحداد کے علاوہ کوئی شخص آپ کے ساتھ نہیں تھا۔ ہم نے آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کا التزام کیا اور آپ کا ساتھ کسی صورت بھی نہ چھوڑا۔ آپ اپنے چرخ شہ پار سوار تھے جو غزوہ ابن نفاثہ جذامی نے آپ کو بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

جب اہل اسلام اور کفار کے درمیان آمنا سامنا ہوا (اور کفار کی سخت تیر اندازی کی وجہ سے اہل اسلام پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے) تو رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کو ایڑ لگاتے ہوئے کفار کی طرف حملہ آور ہونے کے لیے بڑھنے لگے۔ حضرت عباس فرماتے ہیں میں اس کی لگام تھامے ہوئے تھا اور اسے مقدور بھر روک رکھنے کی سعی کر رہا تھا مگر آپ کو اس کی قضا پر وہ نہیں تھی۔ کہ وہ کس قدر تیزی سے مشرکین کی طرف جارہی ہے اور ابوسفیان آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے عباس اصحاب شجرہ یعنی بیعت الرضوان سے مشرف ہونے والے صحابہ کو پکارو۔ فرماتے ہیں میں بہت ہی جبر صورت اور بلند آواز تھا میں نے پوری قوت سے آواز دی، کہاں ہیں اصحاب شجرہ؟ جو منی میں نے یہ ندادی تو بمداہ آواز سنتے ہی کہنے لگے ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں یا لبیک یا لبیک۔ وہ اس طرح پٹ کر آئے جیسے گائے اپنے بچے کی آواز سن کر انتہائی تیزی کے ساتھ اس کے پاس پہنچتی ہے، سب مسلمان کفار کی طرف متوجہ



ہوئے اور حملہ آور، باہمی جنگ و جدال اور حرب و قتال جاری ہوا تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا اب جنگ کی بجلی گرم ہوئی ہے اور اس کے شعلے بھڑکے ہیں۔ پھر چند کنکریاں مٹھی میں لے کر کفار کی طرف پھینکیں اور فرمایا: **انھن مَوادِبَ الکعبۃ**۔ مجھے رب کعبہ کی قسم کفار شکست کھا گئے اور میدان کا رزار سے ناکام و نامراد ہو کر بھاگ نکلتے۔

بجدا آپ کا کنکریاں مارنا اور یہ فرمانا تھا، میں نے دیکھا کہ ان کی تیزی و شدت مانند پڑنے لگی اور ان کا معاملہ اٹنے لگا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست فاش سے دوچار فرمایا (اور فرمان حبیب کو سچا کر دکھلایا) اور گویا میں اب بھی اس پیار منظر کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ بھاگے جا رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تعاقب میں اپنی سواری کو دوڑا رہے ہیں۔

حضرت ابو عبد الرحمن فہری سے مروی ہے کہ میں غزوہ حنین میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ ہم سخت گرم دن میں چلتے رہے اور دوپہر کے وقت درختوں کے سائے میں ڈرام لیا۔ جو نہی سورج ڈھلا میں نے ہتھیار بچھنے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ اپنے خیمہ میں تھے۔ السلام علیک یا رسول اللہ کیا اور عرض کیا کیا کونج کا وقت ہو گیا ہے! آپ نے فرمایا ہاں! حضرت بلال کو پکارتے ہوئے فرمایا یا بلال! تو وہ ایک چھوٹے سے درخت کے نیچے سے جس کا سایہ پرندے کے سایہ کی مانند تھا۔ تیزی کے ساتھ اسٹھے اور عرض کیا: **لیبیک و سعدیک و انا وادک**۔ میں حاضر خدمت ہند گز کا کے لیے کمربستہ اور میری جان آپ پر فدا ارشاد فرمائیں! آپ نے فرمایا میرے گھوڑے پر زین ڈالو۔ انہوں نے زین نکالی جسکی دونوں جانبیں اور پہلو کھجور کی جالی سے تیار کیے ہوئے تھے اور اس میں زین بانش و آرائش کا کوئی پہلو موجود نہیں تھا۔ جب زین ڈال دی گئی تو آپ سوار ہوئے اور ہم بھی سوار ہو کر آپ کی معیت میں چلنے لگے، دشمن کے مقابل پچھلے پہر امداد کے وقت صف آرا رہے (صبح ہوتے ہی ان کے سخت حملہ سے) اہل اسلام کے پاؤں وقتی طور پر اکھڑے تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اللہ کے بند میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول، پھر اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی اور زین سے ایک کفن خاک اٹھائی جو لوگ میری نسبت آپ کے زیادہ قریب تھے انہوں نے مجھے بتلایا کہ آپ نے وہ خاک ان کفار کے منہ پر بھینکی اور فرمایا: **شاهت الوجوہ**۔ یہ چہرے قلع ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حزمیت اور شکست سے دوچار فرمایا۔

یعنی بن عطار کہتے ہیں کہ مجھے قبیلہ ہوازن کے جوانوں نے اپنے آباؤ کی زبانی بیان کیا کہ ہم سب کا حال یہ ہو گیا کہ ہماری آنکھیں اور منہ مٹی کے ساتھ بھر گئے اور ہم نے زمین و آسمان کے درمیان ایسی سخت اور مسلسل آواز سنی جیسے کہ زنجیر کو آہنی تھال پر گزاریں تو زنگ سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حنین کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ابر سفیان بن الحارث بن عبد المطلب آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ اور آپ کی زبان اقدس پر یہ جڑ تھی۔



میں برحق نبی ہوں اور یہ دعویٰ خلافت واقع نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب جیسے شجاع اور دلیر شخص کا لہنت جگر ہوں۔  
 یزید بن عامر کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خنین کے دن زمین سے ایک مٹی خاک کی اٹھائی پھر اس  
 کف دست کو کفار کے سامنے کر کے وہ مٹی ان کے چہروں پر پھینک دی اور فرمایا ”ارجعوا“ لوٹ جاؤ۔ تو ان میں سے  
 جو بھی اپنے دوسرے کا فرجانی سے ملتا آنکھیں ملتا ہوا اور اس میں گرد و غبار اور خن و خاشاک پڑنے کی شکایت کرتے ہوئے ملتا  
 حضرت خیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کفار کے پیٹھ پھیر کر بھاگنے سے پہلے جبکہ ابھی زور و شور سے قتال  
 جاری تھا اور جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے، میں نے دیکھا کہ آسمان سے سیاہ کبل کی مانند کوئی چیز آئی ہے اور عمارے  
 درمیان اور کفار کے درمیان گر پڑی ہے ناگاہ سیاہ چیوٹیوں سے دادی بھری ہوئی نظر آئی جو اس کے اطراف و حواصط میں  
 پھیلی ہوئی تھیں۔ اور مجھے اس امر میں ذرہ برابر شک نہ رہا کہ یہ ملائکہ ہیں (جو حق پرستوں کی امداد کے لیے نازل ہوئے ہیں)۔  
 بس ان کا اتنا تھا کہ قوم کفار دم دبا کر میدان کارزار سے بھاگ نکلی۔

علماء سیر فرماتے ہیں کہ اس دن جو ملائکہ نازل ہوئے انہوں نے سرخ رنگ کی دستاریں سرور پر باندھ رکھی تھیں  
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح و نصرت کا پرچم لہراتے ہوئے مدینہ منورہ تشریف لائے (اور بے شمار مال و دولت مجاہدین  
 کے ہاتھ لگا اور مولیٰ بھی، عورتیں بچے لونڈیاں بھی کافی تعداد میں قیدی بنالی گئیں۔

وفد ہوازن بارگاہ رسالت آب علیہ افضل الصلوٰت میں حاضر ہوا اور یہ گزارش کی کہ ہم پر احسان فرمائیں اور جو کچھ ہم  
 سے لیا گیا ہے وہ سب واپس فرمادیں۔ وفد میں ایک آدمی بنو سعد بن بکر سے تعلق رکھتا تھا اور یہی وہ قبیلہ تھا جس میں رسول اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم شیر خوار کی کے ایام میں رہے تھے اور حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا تھا اس نے عرض کیا۔ اگر ہم حارث بن ابی شمر یا نعمان  
 بن منذر کو دودھ پلاتے تو اس کی مہربانی اور عنایت کے ضرور امیدوار ہوتے (اور آپ تو رسول خدا ہیں اور اکرم الماکرین ہیں۔  
 لہذا آپ کی بارگاہ سے ناکام اور بے نیل مرام کیسے واپس ہو سکتے ہیں) پھر یہ شعر پڑھا۔

أُحْمَنُ عَلَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ فِي كَرَمٍ      فَاِنَّكَ الْمُرَادُ نَرْجُوهُ وَنَدَاخِرُ

اے رسول خدا ہم پر احسان اور کرم فرمائیں۔ آپ ہی وہ ہستی ہیں جن سے ہماری امیدیں وابستہ ہیں اور آپ ہی ہمارے  
 لیے ذخیرہ آخرت اور دولت سرمدی ہیں۔

مجم رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں، بچوں اور مال و متاع میں سے کوئی چیز تمہیں محبوب اور پسندیدہ ہے؟  
 (دونوں کی واپسی تو ممکن نہیں ہے۔ میں نے تمہارا بہت انتظار کیا مگر تم نے دیر لگائی۔ اب مال غنیمت تقسیم ہو چکا ہے لہذا ایک شئی  
 جو زیادہ پسندیدہ ہے وہ واپس کر دی جائے گی) انہوں نے عرض کیا ہمارے عورتیں اور بچے واپس کر دیے جائیں۔ آپ نے



فرمایا جو کچھ ان میں سے میرے اند بنو عبد المطلب کے قبضہ میں ہیں وہ تو تمہارے سپرد کرتا ہوں اور جو دوسرے لوگوں کے قبضہ میں چلے ہیں۔ ان کی واپسی کی صورت یہ ہے کہ جب میں نماز پڑھا لوں تو تم اٹھ کر کھڑے ہو جانا اور کہنا کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بناتے ہیں اہل اسلام کی طرف اور مسلمانوں کو وسیلہ اور شفیع بناتے ہیں بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے بچوں اور عورتوں کے حق میں تو میں اپنا حصہ تمہارے خوالے کروں گا اور مسلمانوں سے بھی تمہارے لیے سفارش کروں گا چنانچہ حسب الارشاد وہ نماز کے اختتام پر اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیانِ درودِ طریقہ تو سل و شفاعت کو بروئے کار لائے۔

آپ نے فرمایا میرا اور بنو عبد المطلب کا حصہ تمہارے خوالے ہے۔ اور ہر باحرین نے عرض کیا جو کچھ ہمارے قبضہ میں ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں ہے جو یا میں تصرف فرما دیں اور انصار نے بھی اسی طرح عرض کیا۔ غزوہ حنین سے جو کچھ اہل اسلام کے ہاتھ لگا۔ اس کی تفصیل یوں ہے۔ قیدی چھ ہزار افراد تھے۔ اونٹ چوبیس ہزار، بھیڑ بکریاں چالیس ہزار اور سولہ ہزار درہم چاندی۔ آپ نے ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو سولہ صد درہم چاندی اور سوا اونٹ عنایت فرمائے۔ انہوں نے اپنے بیٹے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بھی مطالبہ کیا تو آپ نے ان کو اتنی ہی چاندی اور اونٹ عنایت فرمائے پھر انہوں نے اپنے بیٹے یزید بن ابی سفیان کے متعلق عرض کیا تو قاسم خزائن خداوندی نے ان کو بھی اتنا ہی مال عنایت فرمایا۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سوا اونٹ عنایت فرمائے۔ پھر دوبارہ انہوں نے مطالبہ کیا تو ان کو مزید بھی عطا بخشش سے نوازا اور اسی طرح ایک جماعت کو عظیم عطیات اور جزیل انعامات سے نوازا تو ذوالحجہ تھی بلالؓ اٹھا اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عدل کرو تم نے اس تقسیم میں عدل نہیں کیا (الیاذ باللہ) آپ نے فرمایا ہلاکت ہے تیرے لیے۔ اگر میں عدل نہیں کروں گا تو جہاں میں عدل کرنے والا کون ہوگا؟۔

## اٹھائیسواں باب

### غزوہ طائف

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے خانقہ کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ ثقیف کو اسکی سرکشی اور بدکرداری کا مزہ چکھائیں اور ہوازن سے گٹھ جوڑ کر کے اہل اسلام کے خلاف کارروائی کے منصوبے بنانے کی سزا دیں۔ ثقیف قلعہ بند ہو گئے اور سال بھر کے ضروری اوزار و آلات کو قلعہ میں جمع کر لیا اور جنگ کی کھل تیاری کر لی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعہ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ ثقیف نے قلعہ کے اندر سے اہل اسلام پر تیر پھینکنے شروع کر دیے۔ آپ نے اٹھارہ دن تک انکا محاصرہ فرمایا اور قلعہ توڑنے کے لیے منجنیق کو نصب فرمایا اور ساتھ ہی یہ اعلان فرمایا کہ جو شخص



قلعہ سے نیچے اتر آئے گا وہ حر اور آزاد ہوگا، اس اعلان پر چودہ پندرہ آدمی قلعہ سے اتر آئے جن میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ہر ایک چرخ کے ذریعہ سے اترے تھے اسی بنا پر ان کو ابو بکر کا لقب دیا گیا۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سال طائف فتح کرنے کا اذن نہ ملا۔ لہذا آپ مشیت مولا ازہمہ اولیٰ کے تحت بنیر جنگ لڑے مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرما ہو گئے۔

## اتیسواں باب

### غزوہ تبوک

یہ غزوہ نو ہجری کو پیش آیا۔ اس کا موجب یہ تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ رومیوں نے بہت سے شکر اور عساکر جمع کر رکھے ہیں تاکہ اہل اسلام پر چڑھائی کریں اور ان کو اپنی چیرہ دستی اور ظلم و ستم کا نشانہ بنائیں اور ہر قل نے اپنے پیادوں کو ایک سال کا پیشگی خرچہ متیا کر دیا ہے اور قبائل جذام، نخم اور غامہ و غسان بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے لگے دستے مقام بلقاء تک پہنچا دیے ہیں۔

نبی اکرم رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام اور سب اہل اسلام کو طلب فرمایا اور ان کو صاف طور پر بتلادیا کہ رومیوں کے خلاف جنگ لڑنی ہے لہذا مکمل تیاری کر لو کہ مکرمہ کی طرف بھی آدمی بھیجے اور دوسرے قبائل عرب کو دعوت جہاد دی گئی سمیت ہفتی سفر طویل تھا۔ سوار یوں کا مکمل انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ جہاد کے شائقین جو بے سروسامان تھے روتے ہوئے حاضر ہوئے اور سوار یوں کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا ”لا اجدا ما احملکم علیہ“ میرے پاس تو اتنی سواریاں موجود نہیں ہیں کہ میں تمہیں سوار ہونے کے لیے دیدوں (تو وہ آنسو بہاتے ہوئے واپس ہوئے)۔

بعض لوگ مختلف عوارض اور موانع کا غرض پیش کر کے جنگ میں شمولیت سے معذرت کرنے لگے۔ حضور اکرم رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پر محمد بن مسلمہ کو خلیفہ بنایا اور تیس ہزار صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہل اسلام کا لشکر جباریکہ عازم تبوک ہوئے۔ آپ کے ساتھ دس ہزار گھوڑے اور اونٹ وغیرہ تھے۔ اس غزوہ میں عبد اللہ بن ابی ریس المنافقین اور اس کے تمام ساتھیوں نے شمولیت سے احتراز کیا اور مدینہ منورہ میں ہی بیٹھے رہے اور غلص اہل ایمان میں سے تین حضرات ساتھ نہ جا سکے (اگرچہ کوئی خاص مانع ان کو درپیش نہ تھا اور مختلف کارادہ بھی نہ تھا) اور بعض حضرات وہ تھے جو عند اللہ اور عند الرسول صلی اللہ علیہ وسلم معذور تھے اور شریک جنگ ہونے کے قابل نہیں تھے الغرض آپ تبوک پہنچے بیس روز وہاں قیام فرمایا اور بنیر جنگ و جدال واپس تشریف لائے۔



## تیسواں باب

### میدان جنگ میں علامتی نشان

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شعار اور امتیازی نشان اُمّت اُمّت ہوتا تھا۔ اور زید بن علی فرماتے ہیں کہ علامتی نشان یا مفسور اُمّت ہوتا تھا یعنی اے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امداد و تعاون پانے والے مجاہدین ان دشمنان خدا و رسول کو ہلاک کر دو اعلان کے لیے پیغام اجل بن کر ان پر ٹوٹ پڑو۔

سلب بن ابی صفرة ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں جنہوں نے براہ راست رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ ارشاد سنا کہ اگر دشمن سے تمہاری ملاقات ہو تو مسلم و غیر مسلم اپنے دبیگلے میں امتیاز اور پہچان کے لیے حِلْم لَا يَنْصُرُونَ تمہارا امتیازی نشان ہے۔



## ابواب

### نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرایا

جس جنگ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف فرما ہوئے اسے غزوہ اور جس کی کمانڈ کسی صحابی کے سپرد کی اور خود تشریف نہ لے گئے اسے سر یہ کہا جاتا ہے۔

## باب اول

### عدم شمولیت کا سبب

حضرت ابو سہرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرا ہر جنگ میں شمولیت کرنا مخلص بر مبین و مسلمین پر شاق نہ گزرتا تو میں کبھی بھی کسی سر یہ میں شمولیت ترک نہ کرتا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلتا۔ لیکن نہ میرے پاس اتنے وسائل ہیں کہ ان کو سواریاں وغیرہ مہیا کروں اور وہ میرے ساتھ چلیں اور نہ میرے بنیر حین سے وہ بیٹھ سکتے ہیں اور میری جدائی گوارا کر سکتے ہیں (لہذا مجبوراً مجھے ان کی دلجوئی کے لیے کبھی سرایا سے تحلف اختیار کرنا پڑتا ہے جہاں تک جہاد کے ساتھ قلبی لگاؤ اور تعلق کا معاملہ ہے تو بخدا میں اس امر کو پسند کرتا ہوں اور دل و جان سے اس کا آرزو مند ہوں کہ میں راہِ خدا میں جہاد کرتے ہوئے قتل کیا جاؤں پھر جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں۔ پھر جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں۔ (بخاری و مسلم)

## دوسرا باب



اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس شمولیت فرمائی تھی۔

ابوالوفا ابن عقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جاہل بے دین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تموار کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے (اور انہوں نے قتل و غارت سے کام لیا) اور یہ اعتراض واضح شکل لغو اور بیہودہ ہے۔ آپ دراصل دلائل قاطعہ اور براہین باہرہ کے ساتھ مبعوث ہوئے (جن میں نہ خفا و ابہام تھا اور نہ شکوک و ابہام کی گنجائش) مگر جب یہ دین لوگوں نے منہ و عناد اور جھوٹ و استکبار سے کام لیا تو پہلی آیتوں کی مانند عذاب الہی اور آسمانی آفات کا نشانہ بنانے کی بجائے ان کو میدان کارزار میں سبق دیا گیا (اور نہ بدر و حنین میں ہزاروں فرشتوں کی آمد اور جنگ میں شمولیت کی ضرورت نہیں تھی صرف ایک فرشتہ ان کو ہمیشہ کے لیے بے نام و نشان کر دینے کے لیے کافی تھا)

## تیسرا باب

### فوجی کمانڈروں کو ہدایت

سیمان بن بریدہ اپنے والد گرامی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سرحد اور جیش کچی صحابی کو کمانڈر بناتے تو اسے خوف خدا اور تقویٰ و پرہیزگاری کی ہدایت فرماتے اور ماتحت مسلمان فوجیوں کے متعلق بھی حسن سلوک کی نصیحت فرماتے۔ پھر ارشاد فرماتے اللہ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر و شرک کرنے والوں کو ٹھکانے لگاؤ۔ جہاد کے لیے نکلو مگر نہ اموال غنیمت میں خیانت کرنا اور نہ عہد شکنی اور عذر سے کام لینا۔ کوئی شخص اکیلا مل جائے تو اسے بھی قتل نہ کرنا اور میدان جنگ میں کام آنے والے کفار کا بھی مثلہ نہ کرنا یعنی ان کے ناک کان وغیرہ نہ کاٹنا۔

جب اپنے دشمن مشرکین سے آمنا سامنا ہو تو انہیں تین امور کی دعوت دینا اور وہ جس کو بھی قبول کر لیں اس کے مطابق ان سے سلوک کرنا اور فوری کارروائی سے گریز کرنا۔ پہلے پہل انہیں دعوت اسلام دینا اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کے اسلام کو قبول کرنا اور ان کو اپنا مومن بھائی سمجھتے ہوئے کسی طرح کا تعرض نہ کرنا اور انہیں دارمہاجرین یعنی مدینہ منورہ کی طرف منتقل ہونے کی دعوت دینا اور انہیں تبلا دینا کہ وہ ہجرت کی طرف منتقل ہونے کے بعد ان کو ہر وہ سہولت و منفعت حاصل ہوگی جو دوسرے مہاجرین کو حاصل ہوگی اور وہ تمام ذمہ داریاں بھی ان پر عائد ہوں گی جو دوسرے مہاجرین پر عائد ہیں۔ اگر وہ انتقال مکانی پر آمادہ نہ ہوں تو انہیں تبلا تا کہ وہ اعراب اور دیہاتی اہل اسلام کی مانند ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے جو احکام عام اہل اسلام پر جاری ہیں ان پر بھی جاری و ساری ہوں گے۔ مگر مال غنیمت اور فتنے میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا تا دقتیکہ



وہ مجاہدین کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں شامل نہ ہوں۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو انہیں جزیہ ادا کرنے اور اہل اسلام کی رعایا بن کر رہنے کی دعوت دینا۔ اگر وہ جزیہ دینے پر آمادہ ہو جائیں تو اس پیش کش کو قبول کر لینا اور ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنا۔ اور اگر وہ دونوں باتیں ٹھکرا دیں اور اسلام لانے یا جزیہ دینے سے انکار کریں تب ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے اور اس کی امداد و نصرت پر اعتماد و بھروسہ کرتے ہوئے جہاد کرنا۔

جب تو کسی قلعہ کا محاصرہ کرے اور قلعہ بند لوگ تجھ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت اور ذمہ داری پر اترنے اور قلعہ سے نکلنے پر آمادہ ہوں تو اس عہد و پیمان کو ہرگز قبول نہ کرنا بلکہ انہیں اپنی اور اہل اسلام کی ضمانت اور ذمہ داری پر اترنے اور قلعہ بندی ختم کرنے کے لیے کہنا۔ کیونکہ اگر تم اپنے عہد میں غدر اور خلاف ورزی کا ارتکاب کرو تو وہ اس سے پہلے ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اور ضمانت میں خلاف ورزی اور خیانت کا ارتکاب کرو۔

جب تو کہیں اہل قلعہ کا محاصرہ کرے اور وہ تجھ سے حکم خداوندی پر اترنے اور قلعہ بندی ختم کرنے کا مطالبہ کریں تو ان کا یہ مطالبہ قبول نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر ان کو قلعہ سے اترنے کا وعدہ و عہد نہ دینا۔ کیونکہ تجھے کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے متعلق کیا حکم اور فیصلہ ہے؟ ہو سکتا ہے تو اس کے خلاف فیصلہ کر بیٹھے لہذا ان کو اپنے حکم اور اپنے فیصلہ پر اترنے اور قلعہ کھولنے کا حکم دے (کہ جو بھی ہم مناسب سمجھیں گے تمہارے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا)۔

## چوتھا باب

### امیر شکر کے نامناسب اقدام پر اظہار برأت

حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما حضرت عبد اللہ سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید

ف تین امور میں اختیار دینا اور جس کو وہ چاہیں قبول کریں ان سے تعرض نہ کرنا۔ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اسلام بزرگ شمشیر نہیں پھیلا۔ ورنہ اسلام یا قتال دو ہی صورتیں ہوتیں۔ جزیہ والی شق سرے سے ختم کر دی جاتی لہذا دشمنانِ دین و اسلام کا یہ الزام کہ اسلام بزرگ شمشیر پھیلا ہے لغو اور باطل ہے۔ البتہ ملکِ اسلام میں دعوت بزرگ شمشیر ہوئی ہے اور یہ بھی ان لوگوں کے خلاف کارروائی کی صورت میں وقوع پذیر ہوئی جو سلطنتِ اسلام کو ایک آنکھ دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اور انبیاء و ائمہ ہر وقت اس کو ختم کرنے کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ ایسی صورت میں ان کے خلاف کارروائی کو ناجائز کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے بلکہ اپنے ملک اور جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے لیے



رضی اللہ عنہ کو جو جذبیہ کی طرف لشکر دے کر روانہ فرمایا۔ آپ نے انہیں دعوت اسلام دی۔ انہیں اسلحہ لکھنا نہ آیا۔ انہوں نے  
 صہنا صہنا لکھنا شروع کر دیا (جس کا معنی ایک دین سے دوسرے دین کی طرف لکھنا ہے) تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بعض  
 کو قتل کرنا اور بعض کو قیدی بنانا شروع کر دیا اور مجاہدین میں سے ہر ایک کو ایک ایک قیدی پھر دو کر دیا۔ ایک دن انہوں نے  
 حکم دیا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر دے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں: میں نے کہا بخدا نہ میں اپنے قیدی کو  
 قتل کرتا ہوں اور نہ ہی میرے ساتھیوں میں سے کوئی شخص یہ اقدام کرے گا۔ حتیٰ کہ جب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور بارگاہِ  
 نبوی میں باریابی نصیب ہوئی تو ہم نے یہ صورت حال آپ سے عرض کی آپ نے اپنے ہاتھ مبارک اٹھا کر بارگاہِ مدافندی  
 میں دو مرتبہ عرض کیا: ”اللھم اِنِّی اَبْرءُ اِلَیْکَ مَا صَنَعَ خَالِدٌ“ اے اللہ میں تیری بارگاہ میں خالد بن ولید کے فعل و کردار سے  
 برادرت کا اظہار کرتا ہوں۔



# ابواب تبلیغی خطوط

## باب اول

### شاہ مقوقس کے نام

محبوب کریم علیہ السلام نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو خط دے کر شاہ مقوقس کی طرف بھیجا جب آپ اس کے پاس پہنچے تو وہ انتہائی اعزاز و اکرام کے ساتھ پیش آیا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ ان سے وصول کیا اور جوابی خط لکھا کہ مجھے معلوم ہے کہ ایک نبی کی بعثت ابھی باقی ہے اور پیغمبرِ آخر الزمان کا انتظار ہے اور میں نے آپ کے ایلچی اور قاصد کی ضروری تعظیم و تکریم میں دریغ نہیں کیا۔

اور ساتھ ہی آپ کی بارگاہ میں چار بیلے اور تھکے پیش کیے جن میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا، عفیر نامی دراز گوش اور ایک نچر تھاجس کو دل دل کہا جاتا مگر حلقہ اسلام میں داخل نہ ہوا۔

حضرت حاطب واپس حاضر ہوئے تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے اپنے ملک و سلطنت پر بخل سے کام لیتے ہوئے اور اس کے لالچ میں اسلام سے گریز کیا ہے لیکن اس کا ملک باقی نہیں رہے گا۔ آپ نے اس کے ہدیہ کو قبول فرمایا، حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے مخصوص فرمایا جنہوں نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو حتم دیا اور عفیر حجۃ الوداع سے واپسی پر فوت ہو گیا اور دل دل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ امارت تک زندہ رہا۔

حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ میں) حدیبیہ سے مراجعت فرما ہوئے تو آپ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو مقوقس، امیر اسکندریہ کی طرف بھیجا اور ان کو ایک خط بھی دیا جس میں اسے دعوتِ اسلام دی گئی تھی۔ جب اس نے آپ کے گرامی نامہ کو پڑھا تو حضرت حاطب کے ساتھ خوش اسلوبی سے امد حسن سلوک سے پیش آیا اور وہ خط مبارک جس پر (محمد رسول اللہ والی) مہر لگی ہوئی تھی وصول کر کے با تعظیم و دانت کے ڈبے میں رکھ کر اپنی ٹونڈی کے حوالے کر دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جواب بھی لکھا مگر حلقہ اہل اسلام میں داخل نہ ہوا اور بارگاہِ نبوی میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اور عفیر نامی دراز گوش اور دل دل نامی نچر کا ہدیہ ارسال کیا یہ نچر بالکل سفید رنگ تھی اور پورے عرب میں اس کے علاوہ سفید رنگ نچر کا وجود نہیں تھا۔

مقوقس جانتا تھا (اہل کتاب سے پیغمبرِ آخر الزمان علیہ السلام کی صفات کمال اور اخلاق عالیہ اور علامات امتیازیہ منکر)



اور یقین رکھتا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں لیکن اس کی تمت میں سعادت ایمان و اسلام نہیں تھی لہذا ایمان نہ لایا۔  
حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے اس کے پاس پہنچے تو اس نے آپ کی حقانیت نبوت اور صدق رسالت کا اظہار کیا تھا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ جب بنی مالک کو ساتھ لے کر موقوف کے پاس پہنچے تو اس نے دریافت کیا تم میرے پاس کیسے پہنچ گئے حالانکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی میرے اور تمہارے درمیان حائل تھے۔ انہوں نے کہا ہمیں خطرہ تو تھا لیکن ساحلی راہ پر چلتے ہوئے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور یہاں پہنچ گئے (ان کے بیان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو کلام ہوا وہ اس طرح ہے۔

موقوف: تم نے ان کی دعوت پر کیا رد عمل ظاہر کیا؟

مغیرہ: ہم میں سے ایک شخص نے بھی ان کی اتباع نہیں کی۔

موقوف: وہ کیوں اور کس لیے؟

مغیرہ: وہ ہمارے سامنے ایک نبی دین لائے تھے جس پر نہ ہمارے آباد اجداد کبھی عمل پیرا ہوئے اور نہ ہی حاکم وقت اور ہم اپنے آباد اجداد کے دین پر ہیں۔

موقوف: ان کی قوم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

مغیرہ: نو عمر اور نوجوان لڑکے ان کے دین میں داخل ہوئے اور اپنی برادری اور دوسرے قبائل عرب نے بہت سے مقامات پر ان کے خلاف جنگ لڑی کبھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے متبعین کا پلڑا بھاری رہتا اور کبھی دوسرے لوگوں کا۔  
موقوف: کیا مجھے سچ بتاؤ گے کہ وہ تمہیں کس امر کی دعوت دیتے ہیں؟

مغیرہ: وہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں اور ہمارے آباد اجداد کے معبودات کو ترک کر دینے کا حکم دیتے ہیں اور نماز کا امر فرماتے ہیں اور زکوٰۃ دینے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

موقوف: وہ نماز کیا ہے اور زکوٰۃ کیا ہے؟ کیا اس کا کوئی معبود و متعین وقت ہے اور کوئی حد اور نہایت ہے؟ جس کو پورا کرنے پر اس کا حرب و لزوم ختم ہو جائے؟

مغیرہ: اہل اسلام رات دن میں پانچ نمازیں ادا کرتے ہیں جن کے اوقات اور تعداد رکعات کو تفصیل سے موقوف کو بیان کیا اور سونا بیس مثقال ساڑھے سات تولہ کی مقدار کو پہنچے تو اس کا چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ دیتے ہیں اور دیگر اموال کے صدقات بھی بیان کیے۔

موقوف: جب زکوٰۃ وصول کرتے ہیں تو اسے کہاں استعمال کرتے ہیں؟

مغیرہ: اسرار سے زکوٰۃ وصول کرتے ہیں اور فقر اور پرصرت فرماتے ہیں۔

صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں ہمیشہ وفا و عہد کی تمثیل فرماتے ہیں۔ سود، زنا اور شراب خوردگی کو حرام گردانتے ہیں اور جو جانور



غیر اللہ کے لیے ذبح کیے گئے ہوں ان کا گوشت متبادل نہیں فرماتے۔

مقوقس: وہ برحق نبی ہیں جو سب لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور قبلی و رومی اگر حق و صواب پر کار بند ہوتے تو لامحالہ ان کی اتباع کرتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو اسی امر کا حکم دیا تھا جو اوصاف و اخلاق ان کے تم نے بیان کیے ہیں پہلے انبیاء کرام علیہم السلام بھی انہیں کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے۔ انجام کار وہ غالب آکر رہیں گے اور ان سے جدال و نزاع کرنے والے حلقہ ایمان و اسلام میں داخل ہو جائیں گے یا بے نام و نشان ہو جائیں گے۔ ان کا دین وہاں تک ظاہر و غالب ہو جائے گا جہاں تک اونٹ اور گھوڑے جا سکتے ہیں اور جہاں تک آبادیاں موجود ہیں اور قریب ہے کہ ان کی قوم جو آج دشمنی پر اترتی ہوئی ہے کل کو ان کے جان نثار غلام اور خادم بن جائیں اور نیزوں کے ساتھ ان کی طرف سے دفاع کریں۔

مذہبہ: اگر سارے لوگ ان کے دین میں داخل ہو جائیں تو بھی ہم ان کے دین کو قبول نہیں کریں گے۔  
مقوقس: سر کو جھکا دیتے ہوئے تم لہو و لعب میں مبتلا ہو اور تمہاری عقلیں غفلت کے پردوں میں ہیں۔  
اچھا یہ بتلائیے وہ اپنی قوم میں نسب کے لحاظ سے کیسے ہیں؟

مذہبہ: وہ سب سے بہتر اور اعلیٰ نسب کے مالک ہیں۔

مقوقس: ایسے ہی حضرت مسیح اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اپنی قوم میں اعلیٰ نسب کے مالک تھے اور ان کو نبی فضیلت اور برتری دے کر اپنی اپنی اقوام کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ ان کا گفتگو میں انداز و اسلوب کیا ہے؟ راستبازی سے کام لیتے ہیں یا کبھی دروغ گوئی سے بھی؟

مذہبہ: وہ کلام میں صادق ہیں اور راستباز اور اسی وجہ سے ان کو امین کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

مقوقس: اپنے معاملہ میں اچھی طرح غور و فکر سے کام لو اور ضد و عناد کو ایک طرف رکھ کر سوچو کہ جو شخص تمہارے ساتھ معاملات میں غلط بیانی اور دروغ گوئی سے کام نہیں لیتا۔ وہ اللہ تعالیٰ پر کذب و افتراء کی جرأت کیسے کرے گا؟  
ان کی اتباع کرنے والے لوگ کیسے ہیں اور کون ہیں؟

مذہبہ: ان کے متبعین محض نوزیر اور نوجوان لوگ ہیں شیوخ اور عمر رسیدہ لوگوں نے ان کی اتباع نہیں کی۔

مقوقس: مجھے مسیح علیہ السلام کی قسم ان سے پہلے انبیاء کے متبعین بھی نوزیر اور نوجوان لوگ ہی تھے۔ تو یہ بتلاتے یہودی شرب (مدینہ منورہ) نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ان کے حلقہ ارادت اور غلامی میں داخل ہوئے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ وہ اہل تورات ہیں اور آنے والے پیغمبر کے اوصاف و کمالات اور امتیازی علامات سے باخبر ہیں۔

مذہبہ: انہوں نے مخالفت کی تھی لیکن اہل اسلام نے ان کے خلاف کارروائی کر کے بعض کو قتل کر دیا ہے۔ کچھ گرفتار۔



کر کے غلام بنالیے گئے ہیں اور دوسرے ادھر ادھر منتشر ہو گئے ہیں۔

مقوقس، وہ عاصد لوگ ہیں انہوں نے محض حسد کی بنا پر مخالفت کی ہے۔ غور سے سنو وہ لوگ اس نبی کی حقانیت کو اسی طرح جانتے ہیں جیسے کہ ہم جانتے ہیں۔

حضرت منیرہ فرماتے ہیں ہم اس کی مجلس سے اٹھے۔ دراتھا ایک ہم نے ایک ایسا کلام سن لیا تھا جس نے ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مطیع اور فرمانبردار بنادیا تھا۔ ہم نے سوچا کہ سلاطین عجم ان کی تصدیق کریں اور ان سے خوفزدہ ہوں حالانکہ ان کا تعلق آپ کے ساتھ بہت دور کا ہے۔ اور ہم قریبی رشتہ دار ہیں اور قریب رہنے والے ہیں اور پھر بھی ان کے دین میں داخل نہیں ہو رہے حالانکہ وہ ہمارے گھروں میں آکر ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلا تے ہیں اور دعوت توحید و اخلاص دیتے ہیں۔

## دوسرا باب

### قیصر روم کے نام

مورخین کہتے ہیں کہ ایک دن قیصر روم صبح اٹھا تو سمجھتا تھا اس کے سپہ سالاروں اور قائدین عسا کرنے اس سے کہا یہ آج غم و اندوہ اور غبار خاطر کیسا ہے؟ اس نے کہا میں نے آج رات خواب دیکھا کہ فتنہ کیے ہوئے لوگوں کا عالم اس علاقہ پر غالب آ گیا ہے۔ انہوں نے کہا ہماری معلومات کے مطابق صرف یہودی فتنہ کرتے ہیں اور وہ تیرے ملک میں بطور رعایا ہیں اور زیر تسلط لہذا ان کو قتل کر دے۔

وہ اسی طرح رائے زنی کر رہے تھے کہ امیر بھری کا ایلمچی ایک عربی شخص کو ہمراہ لیے ہوئے آپہنچا اور کہنے لگا۔ اے بادشاہ سلامت یہ عربی شخص اپنے علاقہ میں عجیب امر کے حادثہ اور رونما ہونے کی خبر دیتا ہے۔

ہر قل قیصر روم نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس سے دریافت کرو اس کے علاقہ میں کونسا نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ اس نے کہا ہمارے ہاں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے جو نبی ہونے کا دعویٰ کر رہے بعض لوگ ان کے حلقہ اطاعت و ارادت میں داخل ہو گئے ہیں اور دوسرے مخالف ہو گئے ہیں اور ان کے درمیان بہت زیادہ جنگ و جدال شروع ہو چکا ہے اور میں نے ان کو اسی حال پر چھوڑا تھا (اب پتا نہیں انجام کیا ہوا ہے)

ہر قل نے کہا اس کا لباس امارت و تحقیق کر دو کہ یہ شخص فتنہ شدہ ہے یا نہیں؟ جب اس کو برہنہ کر کے دیکھا گیا تو وہ فتنہ شدہ تھا۔ ہر قل نے کہا جس مدعی نبوت کی اس شخص نے خبر دی ہے میرے خواب کی تعبیر وہی ہے۔ اسے اس کے کپڑے دے دو اور کہو جہاں جانا ہے چلا جائے۔



پھر اپنے کمانڈر اور سپر سالار اعظم کو بلایا اور کہا کہ بلاد شام کی ابھی طرح چھان بین کر کے اس مدعی نبوت کی قوم کا کوئی فرد تلاش کر کے میرے پاس لاؤ۔

ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ان دنوں تجارت کے لیے علاقہ شام میں گیا ہوا تھا کہ اچانک قیصر روم کا سپر سالار ہمارے پاس آ پہنچا اور کہنے لگا تم اس مدعی نبوت کی قوم سے ہو؟ ہم نے کہا ہاں! تو اس نے ہمیں اپنے ساتھ لیا اور قیصر کے دربار میں حاضر کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قیصر روم کی طرف خط لکھا اور اسے دعوت اسلام دی۔ وہ خط حضرت وحیہ کلبی کے ذریعہ قیصر کے پاس روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ میرا یہ خط عظیم بصری کے حوالے کرنا تاکہ وہ اسے قیصر روم تک پہنچائے۔

قیصر ان دنوں اہل فارس پر فتح حاصل کر لینے اور فارسی لشکروں کو اپنے علاقہ سے مار بھگانے کی خوشی میں حص سے بیت المقدس تک پیدل چل کر حاضر ہوا اور اب اسکے لیے قدم قدم پر قالین اور غالیچے بچھائے جا رہے تھے۔ ابن عباس فرماتے ہیں جب قیصر روم کے پاس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی پہنچ گیا تو اسے پرہیز کر کے لگا ایک شخص تلاش کر کے میرے پاس لے آؤ جو ان کی قوم سے تعلق رکھتا ہو تاکہ میں اس سے اس رسول کے متعلق ضروری معلومات حاصل کروں۔ ابوسفیان بن حرب نے بتایا کہ میں چند قرشی جوانوں کے ہمراہ شام میں بغرض تجارت گیا ہوا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار مکہ کے درمیان معاہدہ امن طے پا چکا تھا۔ قیصر کا ایلچی میرے پاس آیا جو مجھے اور میرے ساتھیوں کو قیصر کے پاس لے گیا۔ اس نے دربار لگایا ہوا تھا۔ سر پر تاج سجایا ہوا تھا اور غلظا دروم اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے دربار میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے ترجمان سے کہا۔ ان سے دریافت کیجئے۔ ان میں سے کونسا شخص نسب میں اس رسول کے بہت قریب ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں۔ میں نے کہا سب سے زیادہ قریبی تو میں ہوں۔ اس نے دریافت کیا تمہاری کیا رشتہ داری ہے؟ میں نے کہا وہ میرے چچا زاد بھائی ہیں اور اس جماعت میں میرے علاوہ بنی عبدمناف میں کوئی شخص تھا ہی نہیں!

قیصر نے مجھے کہا ذرا میرے قریب آؤ اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹانے کا حکم دیا۔ پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ اس کے ساتھیوں سے کہو کہ میں اس شخص سے رسول عربی کے متعلق چند سوالات کروں گا اگر یہ جھوٹا ہو تو اس کے جھوٹ کو ظاہر کرنا اور اس کی کذیب کرنا۔

ابوسفیان نے کہا بخدا اگر اس دن یہ شرم و حیا نہ ہوتی کہ میرے ساتھی مجھ سے جھوٹ نقل کریں اور مجھے جھوٹا کہیں تو میں ضرور جھوٹ بولتا جبکہ وہ مجھ سے سوالات کر رہا تھا لیکن اس شرم کی وجہ سے کہ میں جھوٹا کہلاؤں گا۔ قیصر کو صحیح صحیح جواب دیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق راست گوئی سے کام لیا۔



ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس سے دریافت کیجئے اس رسول کا تمہارے درمیان نسب کیا ہے؟  
ابوسفیان: وہ ہمارے اندر بہت اعلیٰ نسب والے سمجھے جاتے ہیں۔

ہرقل: کیا ان سے پہلے قریب زمانہ میں کسی نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا؟

ابوسفیان: نہیں کسی نے دعویٰ نبوت و رسالت نہیں کیا؟

ہرقل: کیا تم اس دعویٰ سے پہلے ان کو کذب اور غلط بیانی سے متہم کرتے تھے؟

ابوسفیان: نہیں ہم نے کبھی غلطی سے بھی ان کی طرف کذب اور دروغ گوئی کی نسبت نہیں کی۔

ہرقل: کیا ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گذرا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا امرار و رؤسار نے ان کی اتباع کی ہے یا غریبار و فقراد نے۔

ابوسفیان: صرف غریبار و مساکین ان کے حلقہ غلامی میں داخل ہوئے ہیں۔

ہرقل: کیا ان کے متبعین بڑھتے ہی جا رہے ہیں یا ان میں کمی ہو رہی ہے؟

ابوسفیان: کم نہیں ہو رہے بلکہ بڑھتے جا رہے ہیں۔

ہرقل: کیا ان میں سے کوئی ان کے دین و مذہب سے نفرت اور ناپسندیدگی کی وجہ سے مخزن بھی ہوا ہے اور دین قبول کر کے مرتد بھی ہوا ہے (العیاذ باللہ)

ابوسفیان: نہیں دین سے بیزار ہو کر کوئی شخص بھی ان سے الگ نہیں ہوا۔

ہرقل: کیا وہ غدرد اور عہد شکنی سے کام لیتے ہیں؟

ابوسفیان: نہیں ماضی میں تو ایسا نہیں ہوا البتہ اب ہمارے اندان کے درمیان معاہدہ امن طے پایا ہے دیکھیں اس میں

کیا کرتے ہیں ہمیں خطرہ تو ہے کہ عہد شکنی کریں گے اور وفادار عہد نہیں کریں گے ابوسفیان نے کہا کہ میرے لیے بیان

نقص اور عیب کے لیے سوائے اس کلمہ کے اور کوئی کلمہ ممکن نہ ہو سکا صرف یہی جملہ استعمال کیا جس میں تردد اور اندیشہ

غدر کا اظہار تھا کیونکہ مجھے یہ خوف تھا کہ میرا جھوٹ سارے جہان میں مشہور ہو جائے گا۔

ہرقل: کیا تم نے ان کے ساتھ حرب و قتال اور جنگ و جدال کیا؟

ابوسفیان: ہاں سلسلہ حرب و قتال جاری رہا ہے۔

ہرقل: تمہاری باہمی جنگوں کا انجام کیا ہوتا رہا؟

ابوسفیان: ہماری لڑائیاں کمزور نہیں کے ڈول کی مانند تھیں کبھی میدان کارزار ان کے ہاتھ میں رہتا اور کبھی ہمارے ہاتھ۔

ہرقل: وہ تمہیں کس چیز کا حکم فرماتے ہیں؟



الہوسفیان! ہمیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے سے منع کرتے ہیں اور ہمیں  
آباد اجداد کے بتوں کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔ نماز ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں اور صدق و عفاف اور صلہ رحمی کا درس  
دیتے ہیں۔ وفادار و عہد دار اور ایسی امانت کی تلقین فرماتے ہیں۔

ان سوالات کا میری زبانی جواب سننے کے بعد ہر قل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اسے میرے ان سوالات کا پس  
منظر اور ان کی حکمت و مصلحت بیان کر دو۔

میں نے تجھ سے ان کے نسب کے متعلق سوال کیا جس کے جواب میں تو نے کہا کہ وہ ہمارے اندر اعلیٰ نسب کے مالک  
ہیں اور اس کا منصب و مقام یہی ہے کہ وہ اپنی قوم میں اعلیٰ و ارفع نسب والے ہوتے ہیں (تاکہ عالی نسب لوگ ان کی اطاعت  
سے نفرت و نخوت کا اظہار نہ کر سکیں)۔

میں نے یہ دریافت کیا تھا کہ ان سے پہلے بھی کسی نے یہ دعویٰ کیا تھا جس کے جواب میں تو نے کہا کہ نہیں تو اگر کسی نے  
پہلے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ محض اس دعویٰ کی تقلید اور پیروی میں دعویٰ رسالت و نبوت کر رہے ہیں۔  
میں نے استفسار کیا تھا کہ آیا تم اس دعویٰ سے پہلے ان کو دروغ گوئی سے متعم کرتے تھے جس کے جواب میں تو نے کہا ہے  
کہ نہیں! تو مجھے اس امر کا یقین ہو گیا ہے کہ ان کے شایان شان یہ نہیں ہے کہ لوگوں کے ساتھ تو دروغ گوئی روا نہ رکھیں اور  
اللہ تعالیٰ پر افتراء کریں اور جھوٹ بولیں (بلکہ وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں)۔

میں نے یہ سوال کیا کہ آیا ان کے آباد اجداد میں سے کوئی بادشاہ تھا جس کے متعلق تمہارا جواب نفی میں تھا تو اگر ان کے  
آباد میں سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں خیال کر سکتا تھا کہ دعویٰ نبوت کی آڑ لے کر یہ شخص اپنا آبائی ملک حاصل کرنا چاہتا ہے۔  
میں نے تجھ سے یہ دریافت کیا کہ ان کی اتباع امر اور دوسارے کی ہے یا غرض اور مساکیں نے تو تو نے جواب میں کہا  
کہ بالعموم مساکیں و فقراء نے ان کی اتباع کی ہے اور یہی لوگ رسل و انبیاء کی اتباع کرنے والے ہیں!  
میں نے تجھ سے استفسار کیا کہ ان کے متبعین بڑھتے چلے جا رہے ہیں یا ان میں کمی واقع ہو رہی ہے تو اس کا جواب  
تو نے یہ دیا کہ وہ بڑھتے جا رہے ہیں! اور یہی حال ایمان و یقین کا ہے کہ وہ روز بروز ترقی کرتا رہتا ہے تاکہ تمام و مکمل  
ہو جاتا ہے۔

میں نے تجھ سے یہ سوال کیا کہ آیا ان کے تبیین میں سے کوئی اُن کے مذہب سے بیزار اور ناراض ہو کر ان سے خلع  
ہوا ہے یا نہیں؟ جس کے متعلق تو نے کہا کہ ایسا نہیں ہوا اور یہی حالت ایمان کی ہے جب اس کی بشارت و علامات  
دلوں کے اندر پوری طرح سرایت کر جاتی ہے اور ہر گز دریشہ میں سما جاتی ہے۔  
میں نے یہ معلوم کیا کہ آیا وہ عمدہ شکنی سے کام لیتے ہیں جس کا جواب تو نے نفی میں دیا اور یہی شان رسل کرام کا ہے کہ



میں نے تمہارے باہمی قتال و جدال کے متعلق دریافت کیا جس کا جواب تو نے اثبات میں دیا اور یہ انکشاف کیا کہ باہمی جنگ میں کبھی غلبہ ان کو حاصل ہوتا ہے اور کبھی تمہیں یہی حالت رسل کرام کی ہوتی ہے اول اول آزمائش و ابستلاریں ڈالے جاتے ہیں اور انجام کار کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔

میں نے یہ پوچھا تھا کہ وہ کس چیز کا امر فرماتے ہیں جس کے متعلق تو نے انکشاف کیا کہ ہمیں اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں اور اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے سے منع کرتے ہیں اور اوثان و اصنام کی پرستش سے روکتے ہیں صدق و صفا کا امر فرماتے ہیں اور وفاء و عہد اور ادائیگی امانت کا ارشاد فرماتے ہیں اور یہی نبی کی صفت و علامت ہے۔

مجھے یہ تو یقین تھا کہ ان صفات کے مالک پیغمبر آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہونے والے ہیں لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تمہارے اندر ظہور فرما ہوں گے اور بنی اسماعیل سے تعلق رکھنے والے ہوں گے جو کچھ تو نے بیان کیا ہے اگر وہ درست ہے تو عنقریب وہ اس علاقہ کے مالک و مختار اور فرمانروا بن جائیں گے جہاں میں اس وقت موجود ہوں بہ خدا اگر مجھے یقین ہوتا کہ اہل کتاب سے بچ کر ان کی خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں (اور وہ مجھے ہلاک نہیں کریں گے) تو میں ان کی ملاقات اور بارگاہ اقدس میں حاضری کے لیے مقدور بھر سکتا اور اگر ان کے قدموں میں حاضری نصیب ہوتی تو ان کے قدم دھو کر حق غلامی ادا کرتا۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا پھر ہر قل نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی منگوا یا اور اسے پڑھنے کا حکم دیا جب پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس میں یہ مضمون تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من محمد عبد اللہ و رسولہ  
سلام علی من اتبع الهدی۔ اہا بعدانی ادعوت بدعا یتہ الاسلام اسلم تسلم یوتک اللہ اجرک  
مرتین، فان تولیت فلیک اثم الاریسین و "یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواد بیننا و بینکم ان لا نعبد  
الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا ارباباً من دون اللہ فان توکوا فقولوا اشہدا و  
یا نا مسلمون"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
اللہ تعالیٰ کے عبد خاص اور رسول برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شاہ روم ہر قل کی طرف  
سلامتی ہے ان پر جنہوں نے دامن رشد و ہدایت کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ بعدہ! میں تجھے دعوت اسلام پیش کرتا ہوں۔  
اسلام لے آؤ بیچ جا۔ اللہ تعالیٰ تجھے دہرا اجر عطا فرمائے گا۔ اگر اسلام سے روگردانی کرے گا تو اپنے کفر کے گناہ کے  
ساتھ ساتھ اپنے قبیحین کے کفر و شرک کا بوجھ بھی تجھ پر ہوگا اور اے اہل کتاب آئیے ایسے کلمہ توحید و اخلاص کی طرف جو



توصاف صاف گواہی دے دو کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اطاعت نڈاریں اور اس کے حضور سریم اور سید  
ابوسفیان نے کہا جب ہرقل نے اپنی گفتگو ختم کی تو ارد اگر موجود عظماء و روم کی آوازیں بلند ہوئیں اور بہت ہی شور  
شعب برپا ہو گیا۔ مجھے معلوم نہیں انہوں نے کیا کہا۔ ہمیں دربار سے باہر نکال دینے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ ہمیں باہر نکال دیا گیا جب  
میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ باہر نکلا تو میں نے کہا ابن ابی کبشہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان بلند ہو گئی اور ان کا مقام  
بالا تر ہو گیا ہے۔ رومیوں کا سروار بھی (تمام تر جاہ و جلال و عجب و دبیدہ اور شان و شکوہ کے باوجود) ان سے خوفزدہ ہے۔ تو دوسرے  
لوگوں کا کیا حال ہوگا

لوگوں کا کیا حال ہوگا  
بندہ امیں اس دن سے سراپا ضعف و ناتوانی بن گیا (اور سارے فخر و ناز اور غلبہ و کامیابی کے ادبام باطل ہو گئے) اور یہ  
یقین رکھنے لگا کہ ان کا امر غالب ہو کر رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام داخل فرما دیا۔ حالانکہ پہلے قلبی رغبت  
اور طلب صادق موجود تھیں مگر عداوت دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ بعض اس نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھایا اور مجھے اس سعادت  
سے بہرہ ور فرمایا۔

سے بہرہ ور فرمایا۔  
 امام زہری سے ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ مجھے نصاریٰ کے علماء میں سے ایک عالم نے بیان کیا کہ ہر قتل کے پاس جب  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ آیا تو اس نے خط مبارک کو ران اور تہیگاہ کے درمیان چھپا کر رکھ دیا پھر ردیہ  
 کے آدمی کی طرف خط لکھا۔ وہ شخص عبرانی خط کو جانتا تھا اور کتب سابقہ سے ہر قتل کو خبر دیا کرتا تھا صاحب ردیہ نے اس کو  
 جواب میں لکھا کہ واقعی وہ وہی بنی ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے۔ اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا انکی  
 اتباع کرو اور دل و جان سے ان کی تصدیق کرو۔

اتباع کرو اور دل و جان سے ان کی نصیحتیں قبول کرو۔  
پہلے نے عسا کر روم کے قائدین کو محل میں طلب کیا وہ سبھی آپکے تو اس کے دروازے بند کر دیئے گئے پھر وہ غمخوار  
بالا خانہ سے ان پر ظاہر ہوا اور وہ ان سے خوفزدہ تھا، انہیں کہا اے رومی لشکر کے قائدین میرے پاس اس ہستی کا خط آیا ہے  
جو کہ محمدؐ، علیؑ، عمرؓ، عثمانؓ، احمدؓ، یحییٰؓ، زکریاؓ، یونسؓ، داؤدؓ، سلیمانؓ، حزقیالؓ، اشعیاؓ، ایسائےؓ،



ومی لشکر کے قائدین میں نے جو کچھ کہا یہ محض تمہارا امتحان تھا اور دین کے معاملہ میں تمہاری ثابیت قدمی اور قصلب معلوم کرنے کے لیے کہا ہے اور میں تمہاری صلاحت اور حمیت دینی دیکھ کر بہت خوش ہوا ہوں۔ تو وہ اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور حسبِ عادت تعظیم و تکریم ادا کر کے چل دیے۔

حضرت وحیدہ کلبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خط مبارک دے کر قیصر روم کی طرف بھیجا اور وہ دمشق میں موجود تھا۔ میں نے اسے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیا تو اس نے مہر والی جگہ کو بوسہ دیا اور جس بچھوٹے اور غالیچے پر بیٹھا تھا اسی کے کنارے کے نیچے رکھ دیا۔ پھر آواز دی اور سپہ سالار، کمانڈر اور زعماء قوم حاضر ہو گئے۔ اس کے لیے تکیے جوڑ کر اپنی جگہ بنائی گئی۔ چنانچہ اس پر کھڑے ہو کر اس نے خطاب شروع کیا اور چونکہ روم و فارس میں منبروں کا رواج نہیں تھا لہذا بوقت خطاب بھی طریقہ اختیار کیا جاتا تھا۔

خطبہ میں اس نے کہا کہ یہ اس نبی آخر الزمان کا خط مبارک ہے جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں بشارت دی تھی جو کہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد سے ہیں تو وہ گدھوں کی طرح ہینگنے لگے۔ اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ خاموشی سے کام لو اور آرام و سکون سے منور جب وہ چپ ہو گئے تو ان سے کہا میں نے صرف تمہاری آزمائش کے لیے یہ کہا ہے تاکہ دیکھوں کہ تم نصرانیت کی مدد کرنے اور اس کے غلبہ و برتری کے لیے کہاں تک جہد و جہد اور سعی و جہاد سے کام لو گے۔ حضرت وحیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوسرے دن خفیہ طور پر ہر قتل نے مجھے آدمی بھیج کر لایا اور ایک بہت بڑے مکان میں مجھے لے گیا۔ جس میں تین سو تیرہ تصاویر تھیں جو کہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر تھیں۔ اس نے مجھے کہا دیکھو تمہارے نبی کی صورت ان میں سے کونسی ہے؟ میں نے نبی کریم علیہ السلام کی صورت مبارک کو دیکھا تو گویا کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ میں نے قیصر سے کہا یہ ہے وہ مبارک صورت اس نے کہا تو نے درست کہا ہے پھر دریافت کیا کہ ان کے دالیں پہلو پر کس کی تصویر و تمثال ہے؟ میں نے کہا آپ کی قوم میں سے ایک عظیم المرتبت فرد ہیں جنکو ابو بکر کہا جاتا ہے۔ تو یہ انکے بالیں کون ہے؟ اس نے دریافت کیا، میں نے کہا یہ بھی ان کی قوم کے عظیم الشان فرد ہیں انہیں عمر بن الخطاب کہا جاتا ہے ہر قتل کہنے لگا ہم اپنی کتابوں میں لکھا پاتے ہیں کہ نبی الانبیاء خاتم المرسلین علیہ السلام کے ان دو ساتھیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس دین کو مکمل فرمائے گا۔

جب میں واپس مدینہ منورہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا تو میں نے یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور ہر قتل کی اپنی کتب سے بیان کردہ خبر و روایت بیان کی تو حبیب کریم علیہ السلام نے فرمایا اس نے ٹھیک کہا ہے اللہ تعالیٰ میرے ان دو یارانِ جان شہداء ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بدولت اس دین کو تمام و مکمل فرمائے گا اور ان کی بدولت سلسلہ فتوحات و وسعت پذیر ہوگا (حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں داخلی خلفائے اور فتنہ ارماد و مالدین زکوٰۃ و غنہ ختم کر کے مضبوط بناد و اعمہ کردہ، حمہ و فتوحات فاروقہ کا عظیم الشان نقشہ رقم فرمایا)۔



محمد بن اسحاق نے بعض اہل علم سے روایت کیا کہ ہرقل نے حضرت وحید رضی اللہ عنہ سے کہا بخدا میں جانتا ہوں کہ تمہارے نبی فی الواقع نبی مرسل ہیں اور ان کی حقانیت و صداقت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اور یہی وہ نبی ہیں ہم جن کے انتظار میں آٹھویں فرس راہ کیے ہوئے تھے لیکن ایمان لانے کی صورت میں مجھے رومیوں کے ہاتھوں ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے اور یہ خطرہ نہ ہوتا تو میں ضرور ان کی اتباع کرتا۔

محمد بن اسحاق نے خالد بن سنان سے نقل کیا ہے کہ روم کے پرانے لوگوں میں سے ایک نے بیان کیا کہ جب ہرقل نے شام سے قسطنطنیہ کی طرف عزم سفر کیا تو اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی اطلاع پہنچی۔ اس نے عظماء روم کو جمع کیا اور کہا میں تم پر ایک امر پیش کرتا ہوں۔ اس میں اچھی طرح غور و فکر کرو۔ انہوں نے دریافت کیا وہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا بخدا تم جانتے ہو کہ یہ شخص نبی مرسل ہے۔ انہی کا تذکرہ ہم اپنی کتابوں میں مرقوم و مسطور پاتے ہیں اور ان کے صفات کمال اور علامات امتیاز و اختصاص کو جانتے ہیں تو آئیے ان کی اتباع کریں۔

انہوں نے کہا (تو انا عظیم المرتبت بادشاہ ہو کر) عربوں کا ماتحت ہو جائے گا۔ اس نے کہا ہم ہر سال ان کو ٹیکس دیتے رہیں گے اور ان کے غلبہ و تسلط کو کم کر دیں گے اور ان کے ساتھ نبر و آزمائی اور حرب و قتال سے بھی محفوظ رہیں گے انہوں نے کہا ہم عربوں کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل و حقیر کریں بخدا ایسا نہیں ہو سکتا۔

اس نے کہا میں انہیں سورہ کا علاقہ دے دوں گا جس پر اہل اسلام کی حکومت قائم ہونے کا کتب سابقہ میں تفصیلی بیان

موجود تھا، یعنی فلسطین، اردن، دمشق، حمص اور در ب سے درے جتنا علاقہ ہے۔

انہوں نے کہا ہم قطعاً ایسا نہیں کریں گے۔ ہرقل نے کہا عورت سے سنو۔ بخدا تم سمجھتے ہو کہ جب تم اپنے شہر میں محصور ہو کر رہ جاؤ گے تو تمہیں فتح مندی اور کامیابی حاصل ہو جائے گی (بخوشی تھوڑا علاقہ نہیں دو گے تو اہل اسلام اپنی خدا داد قوت سے تمہارا سارا علاقہ لے لیں گے کیا وہ دن تمہارے لیے عزت کا دن ہوگا)

پھر اپنے چرخ پر سوار ہو کر چل پڑا۔ جب مقام در ب پر پہنچا تو شام کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اے ارض سورہ تم پر سلام ہو سلام و داع پھر اپنے چرخ کو ایڑ لگا کر اور قسطنطنیہ میں داخل ہو گیا۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں ہرقل کی طرف قاصد

بھیجے اور اسلام کی طرف دعوت دی۔

موسیٰ بن عقبہ سے مروی ہے کہ ہشام بن العاص، نعیم بن عبد اللہ اور ایک ہمیشہ شخص جس کا نام انہوں نے بیان کیا

ف۔ ایں سعادت بزرگ بار زمین تانہ بخدا تعالیٰ بخشندہ + اگر حبیب کریم کے فرمان اسلام تسلیم پر اعتقاد رکھتے ہوئے مشرف باسلام ہو جانا تو یقیناً اس کا بال بھی میکانہ ہوتا۔ اور غالباً وائے اسرار و مژد علیہ السلام نے اس فرمان میں اسی قدر کونائل فرما دیا تھا اور اسلام لانے کی

صورت میں سلامتی کی ضمانت دیدی تھی۔



لیکن راوی بھول گیا، قیصر روم کی طرف زمانہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بھیجے گئے۔

موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں ہم جب بن ایہم کے پاس غوطہ دمشق میں پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ اس نے سیاہ کپڑے پہن رکھے ہیں اور اس کے آس پاس جتنی چیزیں ہیں وہ سبھی سیاہ ہیں۔ اس نے ہمیں دیکھ کر کہا میں نے یہ سیاہ لباس اس نذر کے تحت پہنا ہے کہ جب تک تمہیں اپنے علاقہ شام سے نکال باہر نہیں کر دے گا یہ مانتی لباس نہیں اتاروں گا۔ ہم نے کہا علم و حوصلہ سے کام لے اور اپنے اہل مجلس کو ذرا سنبھال رکھو اور ہمارے ساتھ تعرض سے روک رکھو۔ ہم تجھے صاف صاف بتا دیتے ہیں۔ کہ ہم شام کا سارا علاقہ تجھ سے اور تیرے ملک اعظم سے چھین کر رہیں گے۔ انشاء اللہ ہمیں بخیر صادق بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔

اس نے دریافت کیا کہ تم ہی گندم گول اور کالے لوگ ہو۔ ہم نے کہا ہمیں وہ لوگ ہیں۔ (رومی چونکہ سخت سفید رنگ ہیں لہذا عربوں کو کالے اور سیاہ نام سمجھتے ہیں) اس نے کہا تمہیں تم شام کے فاتحین نہیں ہو۔ ہم نے دریافت کیا وہ کون لوگ ہیں؟ جب بن ایہم نے کہا وہ ایسے لوگ ہوں گے جو دن کو روزے رکھیں گے اور راتیں قیام میں بسر کریں گے۔ ہم نے کہا بخدا وہ لوگ ہم ہی ہیں جب بن ایہم نے دریافت کیا تمہاری نماز کیسی ہے؟ ہم نے کیفیت صلوٰۃ اس کو بتائی تو اس کا رنگ اڑ گیا اور بدن پر سیاہی طاری ہو گئی حتیٰ کہ اس کا چہرہ یوں معلوم ہونے لگا جیسے ہنڈیا کا پھلا حصہ ہو۔

جب بن ایہم نے ہمیں کہا اٹھو اور ہمیں بادشاہ اعظم کی طرف جانے کا حکم دیا۔ ہم بادشاہ کی طرف جانے لگے تو اس کا ایلچی ہمیں شہر کے دروازے پر ملا اور کہنے لگا اگر چاہو تو تمہارے لیے خچر مہیا کر دیتے ہیں اور اگر گھوڑے پسند کرو تو ترکہ کی گھوڑے پیش کر دیے جائیں گے۔ ہم نے کہا بخدا ہمیں نہ خچروں کی ضرورت ہے اور نہ گھوڑوں کی بلکہ ہم جس حالت میں ہیں اسی طرح بادشاہ کے پاس جائیں گے۔ اس نے واپسی اطلاع بھیجی کہ وہ کسی شئی کو بھی قبول نہیں کرتے تو اس نے پیغام بھیجا کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ ہم انٹینوں پر سوار ہو کر دستاریں سر پر باندھتے بلواریں حائل کیے ہوئے دربار شاہی کے قریب پہنچے جب دروازے پر پہنچ گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بالا خانہ پر موجود ہے اس نے ہماری طرف دیکھا اور ہم نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھ کر لا الہ الا اللہ کہا۔

موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے ہمیں یہ کلمہ کہنے کے بعد یوں معلوم ہوا کہ اس کا بالا خانہ یوں لرز رہا ہے جیسے کہ گجور کا خوشہ ہوا کے پتھروں سے۔

بادشاہ نے ہماری طرف آدمی بھیج کر کہا کہ تمہیں یہ زیبا نہیں ہے کہ اپنا دین میرے ہاں اس طرح ظاہر کرو اور ہمیں اندر داخل ہونے کا اذن دیا۔ جب ہم داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ چھت پر کھڑے کے اوپر بیٹھا ہوا ہے اور سرخ لباس پہنے ہوئے ہے اور اس کے ارد گرد جتنی اشیاء ہیں وہ سبھی سرخ ہیں اور روم کے سپہ سالار اور قائدین عساکر اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس نے اپنے قاصد اور ایلچی کی معرفت ہمارے ساتھ کلام کرنا چاہا۔ ہم نے کہا بخدا ہم اس کے ساتھ



کلام نہیں کریں گے ہمیں تو بادشاہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اگر بادشاہ خود ہمارے ساتھ بات چیت کرتا ہے تو ٹھیک (درجہ) ہم واپس چلے جائیں گے اچانچہ اس نے ہمیں براہ راست گفتگو کی اجازت دے دی۔

جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ ہنسا اور وہ بذاتِ خود بہت ہی فصیح اللسان تھا اور عربی خوب سمجھتا تھا اور بول سکتا تھا۔ ہم نے کہا لا الہ الا اللہ تو بعد ازاں خانہ کی چیت لرنے لگ گئی اور قیصر نے اور اس کے مصاحبین نے سر اٹھائے قیصر نے کہا تمہارے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والا کلام کونسا ہے؟ ہم نے کہا یہی کلمہ اس نے دریافت کیا یہی کلمہ جو ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے کہا ہے ہم نے کہا ہاں۔

اس نے کہا یہ کلمہ جب تم اپنے اعدا اور مخالفین کے سامنے اپنے علاقوں میں کہتے ہو تو ان کے مکانوں کی چتیں لرنے لگتی ہیں؟ ہم نے کہا نہیں بخدا یہ صورتحال تو ہم نے صرف پہلی دفعہ دیکھی ہے اور قوی اس کیفیت کے ساتھ متنازع و منقص کیا گیا ہے۔ ہر قل نے کہا کتنا سچا کلمہ ہے یہ، تو یہ بتائیے جب تم شہروں کو فتح کرتے ہو تو کیا کہتے ہو۔

موسیٰ بن عقبہ! ہم لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔  
ہر قل! تم لا الہ الا اللہ کہتے ہو اور اس کے ساتھ کسی شے کے شریک ہونے کی نفی کرتے ہو اور اللہ اکبر یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بڑا ہے کہتے ہو۔

موسیٰ بن عقبہ! ہاں ہاں ہم اس کے تو وحد و تفرود کا اور ہر شے سے بالاتر ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔  
ہر قل! تمہیں مجھے ایسا تحیہ اور سلام دینے میں کیا مانع ہے جیسا تحیہ و سلام اپنے بنی کو پیش کرتے ہو۔  
موسیٰ بن عقبہ! ہمارے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والا ہدیہ تحیہ تو تیرے لیے درست نہیں ہے اور جو انداز تحیہ و تسلیم کا تمہارے ہاں ہے وہ ہماری شریعت میں حلال نہیں ہے تاکہ اس انداز میں تحیہ ادا کریں اور حق تعظیم بجالائیں۔  
ہر قل! تمہارا باہم تحیہ و سلام کیا ہے؟

موسیٰ بن عقبہ! اہل جنت والا سلام۔  
ہر قل! کیا وہی سلام و تحیہ اپنے بنی کی بارگاہ میں بھی پیش کرتے ہو؟  
موسیٰ بن عقبہ! ہاں وہی ہدیہ سلام ان کی بارگاہ اقدس میں بھی پیش کرتے ہیں۔  
ہر قل! تمہارا وارث کون بنتا ہے؟  
موسیٰ بن عقبہ! جو متوفی کا نسب میں زیادہ قریبی ہو۔

ہر قل! اور تمہارے بادشاہوں میں بھی طر لقی وراثت یہی ہے؟  
موسیٰ بن عقبہ! ہاں بالکل یہی۔ احکام شرع میں شاہ و گدا سبھی برابر ہیں۔

ہر قل نے ہمارے لیے خوب خاطر تواضع اور باعزت معافی بتایا کرنے اور بہترین رہائش کا بندوبست کرنے کا حکم دیا ہمیں دن



ہم وہاں ٹھہرے تیسرے دن رات کے وقت بھی ملوایا ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ تنہا بیٹھا تھا۔ اس نے ہم سے دوبارہ کلام کرنے کو کہا۔ ہم نے دوبارہ سارے گفتگو دہرا دی۔ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے قریب ہی ایک بہت بڑا سنہری صندوق تھا جو عظیم منزل اور مکان کی طرح معلوم ہوتا تھا اور اس میں چھوٹے چھوٹے دروازے تھے۔ ایک دروازہ کھول کر اس نے ایک سیاہ ریشمی ٹکڑا نکالا جس پر سفید رنگ میں ایک تصویر بنی ہوئی تھی۔ ہم نے دیکھا تو وہ ایک دراز قد شخص کی تصویر ہے جس پر بہت زیادہ بال ہیں۔ اس نے دریافت کیا جانتے ہو یہ کون ہیں؟ ہم نے کہا نہیں تو اس نے کہا کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں، وہ تصویر اپنی جگہ پر رکھ کر اس نے دوسرے دروازہ کھولا اور وہاں سے بھی سیاہ رنگ ریشمی ٹکڑا نکالا جس پر سفید تصویر بنی ہوئی تھی۔ ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کی تصویر ہے جس کا سر عظیم ہے اور بال بڑے گھنگریالے جیسے کہ قیلول کے۔ کمر سے نکلا حصہ بہت بھاری ہے اور آنکھیں سرخ دھاری دار۔ اس نے دریافت کیا انہیں جانتے ہو ہمارے لاعلمی ظاہر کرنے پر اس نے بتایا کہ یہ نوح علیہ السلام کی تصویر ہے اسے اپنی جگہ پر رکھنے کے بعد ایک اور دروازہ کھولا جس سے سیاہ رنگ ریشمی ٹکڑا نکالا اس پر سفید رنگ تصویر بنی ہوئی تھی اس نے ہم سے اس کے متعلق دریافت کیا ہم نے کہا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر ہے۔ اس نے کہا بخدا یہ محمد رسول اللہ ہیں۔ واللہ اعلم اس کا مقصد کیا تھا وہ ایک بار اٹھا اور پھر بیٹھ گیا اور کہنے لگا تمہیں تمہارے دین و ایمان کا واسطہ سچ بتلائیے یہی تمہارے نبی ہیں؟ ہم نے کہا ہمیں ہمارے دین و ایمان کی قسم ہمارے نبی یہی ہیں گویا کہ ہم ان کو حالت حیات میں دیکھ رہے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ یہ دروازہ تو آخری تھا اور حضرت نوح علیہ السلام والی تصویر اور اس کے درمیان بہت زیادہ تضاد پر تھیں لیکن میں نے جلد از جلد تمہاری رائے معلوم کرنے کے لیے پتھر آخر الزمان علیہ السلام کی تصویر تمہارے سامنے رکھ دی۔ اسے واپس اپنی جگہ پر رکھنے کے بعد اس نے دوسری تضاد پر دکھائیں۔ ایک دروازہ کھولا جس میں سے سیاہ رنگ ریشمی ٹکڑا نکالا۔ اس پر ایک ایسے شخص کی تصویر تھی جس کے دونوں ہونٹ ذرا سکڑے ہوئے تھے۔ آنکھیں گہری تھیں۔ دانت ایک دوسرے کے ساتھ بڑی مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے اور درمیان میں ذرا بھی خلا نہیں تھا۔ داڑھی گھنی تھی اور تیوری چڑھائے ہوئے تھے۔ ہم سے دریافت کیا انہیں جانتے ہو۔ ہم نے نفی میں جواب دیا تو کہنے لگا۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان کے پہلو میں ایک دوسرے شخص کی تصویر تھی جہاں کے مشابہ تھا البتہ سر کی گولائی اور آنکھوں کی ساخت میں ان سے مختلف تھا۔ ہرقل نے ان کا تعارف کراتے ہوئے کہا یہ ہارون علیہ السلام کی تصویر ہے۔

اس تصویر کو اپنی جگہ رکھ کر دوسرے دروازہ کھولا اور اس میں سے سیاہ رنگ ریشمی ٹکڑا نکالا جس میں سرخ یا سفید تصویر تھی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک درمیانہ قد آدمی ہے، ضعف بدن اور دبیلے پن کی وجہ سے بوڑھی عورت کی مانند معلوم ہوتا ہے اس نے دریافت کیا اسے جانتے ہو ہم نے لاعلمی ظاہر کی تو اس نے کہا یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی تصویر ہے۔ اسے اپنے مقام پر رکھنے کے بعد دوسرے دروازہ کھولا اور اس سے ایک ریشمی ٹکڑا نکالا جس میں سفید تصویر بنی ہوئی تھی۔ غور سے دیکھا تو ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے۔ جس کی دونوں پہلی ٹانگیں بہت لمبی ہیں اور پیٹھ چوٹی ہے گویا کہ وہ سارے کا سارا پرو بال ہے اور ہونٹ اس کو اپنے گھیرے میں لپا ہوا ہے۔ ہم سے پوچھنے لگا جانتے ہو یہ کون ہیں۔ ہم نے نفی میں جواب دیا تو اس نے غور سے بتلایا کہ



یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصویر ہے۔ بعد ازاں ایک دوسرا دروازہ کھولا۔ اس سے بھی حسب سابق تصویر نکالی۔ غور سے دیکھا تو معلوم ہوا ایک نوجوان شخص ہے جس کی رنگت میں زردی نمایاں ہے۔ جبیں کشادہ ہے اور آنکھیں انتہائی خوبصورت۔ دریافت کیا کہ ان کو جانتے ہو ہم نے لاعلمی ظاہر کی تو کہنے لگا یہ عیسیٰ بن مریم کی تصویر ہے۔ اسے اپنی جگہ پر رکھا اور اس صندوق کے اٹھا لینے کا حکم دیا۔ ہم نے اس سے کہا یہ صورت جو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اسے تو ہم نے پہچان لیا۔ کیونکہ ہم نے آپ کی زیارت کی ہوئی تھی تو جو صورتیں ہم نے پہلے نہیں دیکھیں ان کے متعلق کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ واقعی یہ ان پیغمبران کرام کی صورتیں ہیں۔

اس نے کہا حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی تھی کہ انہیں اپنی اولاد میں پیدا ہونے والے ہر ہر نبی کی صورت دکھائی جائے تو اللہ تعالیٰ نے جنت کے ریشمی ٹکڑوں پر ان کی صورتیں رقم فرما کر حضرت آدم علیہ السلام کے حوالے فرمادیں۔ رد القدرین نے آدم علیہ السلام کے حزانہ میں انہیں غروب شمس کے مقام پر پایا۔ پھر دانیال علیہ السلام نے ان صورتوں کے نقوش کو اجاگر کیا لہذا یہ بعینہ وہی تصاویر ہیں اور ان میں شک و تردید کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اگر میرا دل ملک سے باہر جانے پر بخوشی آمادہ ہو جاتا (تو میں ضرور نکلتا اور اس نبی آخر الزمان کی امت میں داخل ہوتا) اور اس امر کی قطعاً پروا نہ کرتا کہ مجھے تم میں سے کسی مضبوط اور زور آور شخص کا غلام ہی کیوں نہ بنتا پڑتا لیکن میں اس سے ناامید نہیں ہوں کہ ایک دن ضرور میرا دل اس پر بخوشی آمادہ ہو جائے گا۔

پھر ہمیں بہت ہی اچھا انعام و عطیہ دیا اور رخصت کر دیا۔

ہشام بن غاص سے مروی ہے کہ مجھے اور ایک دوسرے قسطنطینی کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ہر قتل پادشاہ روم کی طرف بھیجا تاکہ اسے دعوت اسلام دیں۔ ہم مدینہ منورہ سے نکلے اور غوطہ دمشق میں جبلیہ بن ایہم کے پاس پہنچے۔ اس نے وہی تفصیل بیان کی جو پچھلی روایت میں بیان کی گئی ہے البتہ اس میں حضرت لوط، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب، حضرت اسماعیل اور حضرت یوسف علیہم السلام کی تصاویر اور ان کی صفات کا بیان بھی ہے۔ جب ہم واپس حضرت صدیق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہر قتل کے متعلق بتلایا تو وہ روپڑے اور فرمانے لگے: وہ مسکین (دنیا کے نقشے میں اپنی عاقبت تباہ کر رہا ہے) اگر اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی اور بہتری کا ارادہ فرماتا تو وہ ضرور دولت اسلام و ایمان سے مالا مال ہو جاتا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ نصاریٰ اور یہود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت اور مکمل علیہ جانتے ہیں اور اپنی کتابوں میں ان تفصیلات کو مرقوم و مسطور پاتے ہیں۔

”یجدونہ مکتوباً عندهم فی التوراة و الانجیل“



## تیسرا باب

### قاصد اور خط مبارک بطرف کسریٰ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو خط دے کر کسریٰ کی طرف روانہ فرمایا۔ انہوں نے وہ خط مبارک الٰہی بھریں کے حوالے کیا اور اس نے کسریٰ کو دیا جب کسریٰ نے اس خط کو پڑھا تو اسے پھاڑ دیا۔

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ مسیب نے اس طرح روایت کیا ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق دعا کی کہ اکاسرہ کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے کر دی جائے اور یہ خاندان تباہ و برباد ہو جائے۔ محمد بن اسحاق نے نقل کیا ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے حضرت عبداللہ بن حذافہ بن قیس کو شاہ فارس کسریٰ ابن ہرمز کی طرف بھیجا اور اس کی طرف یہ خط ارسال فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی کسریٰ عظیم فارس

من محمد رسول اللہ

سلام علی من اتبع الهدی! و آمن باللہ و رسولہ، ادعوتک بدعاۃ اللہ، فانی انا رسول اللہ الی الناس كافة لا نذر من کان حیاً و یحق القول علی الکافرین، فاسلم تسلم فان ابیت فان اثم المجرم علیک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کسریٰ الٰہی فارس کی طرف

محمد رسول اللہ کی طرف سے

سلامتی ہے ان لوگوں پر جنہوں نے ہدایت کا راستہ اختیار کر لیا۔ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں اور سبھی لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں تاکہ ان لوگوں کو عذاب خداوندی سے ڈراؤں جن کے دل ابھی صلاحیت ایمان و اسلام کو برقرار رکھتے ہوئے زندہ ہیں اور ان کفار پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ عذاب منتہی ہو جائے جن کے دل عناد اور حسد کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں۔ اسلام لے آ۔ اور دنیا و آخرت کی سلامتی سے بہرہ ور ہو جاؤ اور اگر تو اسلام نہیں لائے گا تو اپنے کفر کا گناہ اور بوجھ بھی تجھ پر ہوگا۔ ساتھ ہی ساتھ مجوس کے کفر و شرک کا گناہ اور بار بھی تیری گردن پر ہوگا۔

جب کسریٰ نے آپ کا یہ خط مبارک پڑھا تو اس کو پھاڑ دیا۔ پھر یمن کے گورنر باذان کی طرف خط لکھا کہ اپنی طرف سے دو مضبوط اور ہوشیار آدمی بھیج تاکہ وہ حجاز کے اس دعویٰ پر نبوت و رسالت کو گرفتار کر کے میرے پاس لائیں۔



بازان نے کسریٰ کے حکم کے مطابق اپنے مختار عام بابویہ کو بارگاہِ نبوی میں بھیجا وہ عہد مند بھی تھا اور فنِ کتابت سے بھی شناسا اور اس کے ساتھ ایک فارسی شخص کو بھی روانہ کیا اور ان کو ایک خط دیا جس میں رسول خدا علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ آپ ان کے ساتھ کسریٰ کے پاس تشریف لے جائیں اور بابویہ سے کہا۔ ان کی حالت و کیفیت کا بغور جائزہ لینا اور ان سے گفتگو کر کے مجھے ان کے متعلق حقیقت حال سے آگاہ کرنا۔

بابویہ اور اس کا ساتھی چلتے چلتے طائف پہنچے۔ آپ کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ مدینہ شریف میں ہیں۔ اور اہل طائف خوش ہو گئے کہ اب کسریٰ کے ساتھ ان کی ٹکر آگئی ہے، اب ہم ان کے حملہ و خیرہ سے بے خطر ہو گئے ہیں یہ دونوں وہاں سے نکلے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ بابویہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے باتِ حقیقت کی اور کہنے لگا کہ شاہِ خاہاں ملک الملوک کسریٰ نے شاہِ مین باذان کی طرف خط لکھا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ آپ کے پاس آدمی بھیج کر آپ کو اس کے دربار میں پہنچائے اور باذان نے اس کے امتثال حکم کے طور پر مجھے بھیجا ہے تاکہ آپ میرے ساتھ چلیں۔

اگر آپ چلیں تو میں آپ کے متعلق ملک الملوک کو خط لکھ دوں گا جو آپ کے لیے مفید اور کارآمد ہوگا اور اس کی بدولت وہ تمہیں کسی قسم کے تشدد و خیرہ کا نشانہ نہیں بنائے گا اور اگر اس کے پاس جانے سے انکار کرو گے تو آپ جانتے ہی ہیں۔ وہ کون ہے۔ وہ آپ کو اور آپ کی قوم کو صاف نہیں کرے گا بلکہ ہلاک کر کے رکھ دے گا اور شہروں کو روند ڈالے گا۔

یہ دونوں شخص جب بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے تو انہوں نے دارالحیاء منظر وار کھنچیں۔ اور مونچھیں برقعار کھنچیں آپ نے ان کی طرف دیکھا بھی پسند نہ فرمایا اور فرمایا تمہارے لیے افسوس ہے تمہیں اس کا حکم کس نے دیا ہے؟ انہوں نے کہا ہمارے رب یعنی کسریٰ نے۔

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میرے رب تبارک و تعالیٰ نے تو مجھے واضح برقعانے اور مونچھیں کٹانے کا حکم دیا ہے۔ پھر انہیں حکم دیا کہ اب جاؤ اور کل میرے پاس آنا۔

ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اطلاع اور وحی آگئی کہ ہم نے کسریٰ پر اس کے بیٹے خیرویہ کو مسلط کر دیا ہے اور اس نے فلال مہینہ کی فلال رات میں فلال وقت پر اس کو قتل کر دیا ہے جب صبح کے وقت وہ دونوں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں فرمایا میرے رب تبارک و تعالیٰ نے تمہارے آقا کو فلال مہینہ کی فلال رات میں اس وقت پر قتل کر دیا ہے۔ اس کے بیٹے خیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا اور اس نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے انہوں نے کہا خیال کیجئے آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم نے تو آپ کی انتہائی ستمی بات برداشت نہیں کی ہے اور آپ اتنا بڑا دعویٰ یہاں دے دے از علاقہ میں بیٹھ کر رہے ہیں۔ کیا ہم آپ کی یہ خبر اور اطلاع لکھ کر اپنے باؤشاہ کو بھیج دیں۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ بھیج لکھ دو۔ اور ساتھ یہ بھی اُسے کہنا کہ اگر تو حملہ اہل اسلام میں داخل ہو جائے تو جو ملک تیرے زیرِ تصرف ہے وہ تیرے ہی قبضہ میں رہے گا اور تجھے تیرے ہوطن اور ابنائے قوم کا بادشاہ بنا دوں گا اور یہ بھی کہہ دینا کہ میرا دین اور میرا ملک ملک کسریٰ تک پہنچ جائے گا اور



جہاننگ ادنٹ اور گھوڑے جا سکتے ہیں وہاں تک وسعت پذیر ہو جائے گا۔

بعد ازاں آپ نے بالویہ کے رفیق کار اور رفیق سفر کو ایک کمر بند عطا فرمایا جس میں سولے اور چاندی کی تاروں سے کڑھائی کا کام کیا ہوا تھا اور بعض لوگ کی طرف سے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا گیا تھا۔

وہ دونوں آپ سے رخصت ہو کر باذان کے پاس پہنچے۔ اسے آپ کا جواب اور کسریٰ کی ہلاکت کے متعلق غیبی خبر بیان کی۔ اس نے کہا ان کا کلام بادشاہوں کی مانند نہیں ہے بلکہ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ یہ واقعی نبی مرسل ہیں جیسے کہ ان کا دعویٰ ہے اور ہم ان کی خبر کے متعلق دیکھ لیتے ہیں کہ واقع کے مطابق ہے یا نہیں؛ اگر درست نکلتی ہے تو پھر وہ پھر رسول ہیں ان کے ساتھ تعرض اور چھیڑ چھاڑ کرنا اپنی ہلاکت کو دعوت دینا ہے اور اگر سچی نہیں نکلتی تو پھر سوچیں گے کہ کیا قدم اٹھانا چاہیے۔ ذرا دیر سی گزری تھی کہ باذان پر شیرویہ کا فرمان پیش کر دیا گیا جس کا مضمون یہ تھا۔

سلام کے بعد واضح ہو کہ میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے اور محض اہل فارس کی ہمدردی دیکھائی اور ان کی طرف داری میں قتل کیا ہے کیونکہ وہ اشراف فارس کو قتل کر دیتا تھا اور ان کو محبوس و مقید رکھتا تھا۔ جب میرا یہ خط تیرے پاس پہنچے تو اپنے علاقہ کے لوگوں سے میرے لیے بیعت طاعت لینا اور جس شخص (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کسریٰ نے تیری طرف خط لکھا تھا اس کے متعلق میرے دوسرے خط کا انتظار کرنا اور اس سے قبل کسی طرح کی چھیڑ چھاڑ ان کے ساتھ ہرگز نہ کرنا۔

جب کسریٰ کے بیٹے شیرویہ کا خط باذان کو موصول ہوا اور فرمان نبوی کی تصدیق ظاہر ہو گئی، تو اس نے کہا: یہ ہستی مقدس بلاشبک و خیر اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں چنانچہ وہ خود اسلام لے آیا اور جتنے اپنا فارس اس علاقہ میں تھے۔ وہ بھی مشرف باسلام ہو گئے۔

سعید مقبری سے مروی ہے کہ فیروز دہلیوی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کسریٰ نے باذان کی طرف یہ خط لکھا ہے کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تیرے علاقہ میں ایک شخص دعویٰ نبوت ہے اس کو فوراً قید کر کے میرے پاس بھیج دے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا رب تبارک و تعالیٰ تیرے آقا پر ناراض ہو گیا ہے اور اسے اس کے بیٹے نے سحری کے وقت طلوع آفتاب سے ایک ساعت پہلے قتل کر دیا ہے۔ فیروز آپ سے رخصت ہو کر چلے تو انہیں فارس سے کسریٰ کے قتل کی اطلاع موصول ہو گئی تو وہ اسلام لے آئے اور مخلص مومن بن گئے۔

## پوٹھا باب

شاہ حبشہ کے نام

محمد بن اسماعیل فرماتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف بھیجا اور حضرت جعفر



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

من محمد رسول الله

الى النجاشي هناك الحديث

اني احمد اليك الله الذي لا اله الا هو الملك القدوس السلام المبرور المهيمن واشهد ان عيسى بن مريم  
روح الله وكلمته اتقاها الى مريم البتول الطيبة فحملت بعيسى واني ادعوك الى الله وحده لا شريك له وان تتبعني  
وتؤمن بالذي جازني فاني رسول الله وقد بعثت اليك ابن عمي جعفر فمعه نقر من المسلمين والسلام على من  
اتبع الهدى -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ کی طہرت سے شاہِ حبشہ کے نام

میں اس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی بادشاہ حقیقی ہے مقدس و منزہ ہے سلامتی نازل فرمانے والا، امن دینے والا اور حفاظت و نگہبانی فرمائیے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم روح اللہ ہیں اور کلمۃ اللہ جن کو مریم بتول طیبہ کی طرف القاء کیا گیا وہ ان کے ساتھ حاملہ ہوئیں اور میں تجھے اللہ وحدہ لا شریک لہ کی طرف بلاتا ہوں اور اپنی اتباع اور اس شریعت پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں جو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہے کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا برحق رسول ہوں۔ میں نے تیرے پاس اپنے چچا زاد بھائی جعفر کو بھیجا ہے جن کے ساتھ اہل اسلام کی ایک جماعت بھی ہے اور سلامتی ہے ان پر جزا و ہدایت پر گامزن ہوتے ہیں۔

نجاتی نے آپ کی طرف جو ابی عرفیہ لکھا جس کا مفہوم اور ترجمہ یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی کا عرض لیا۔

سلام عليك يا نبي الله ورحمة الله وبركاته الذي لا اله الا هو الذي هداني الى الاسلام -

بے نیاز سلام نیاز اور اہدام لاجب من التحيات بمعروض خدمت اقدس ہے کہ مجھے جناب کا گرامی نامہ موصول ہوا جس



پناہیٹا آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور اگر فرمائیں تو میں خود بھی حاضر ہونے کو تیار ہوں کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا دعویٰ نبوت و رسالت اور جملہ ارشادات برحق ہیں۔

والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کو ساتھ اہل حبشہ کے ساتھ کشتی میں سوار کر کے روانہ کیا مگر جب وہ کشتی سمندر کے درمیان پہنچی تو غرق ہو گئی اور وہ سمجھی ہلاک ہو گئے۔

واقعی نے ذکر کیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی طرف دو خط روانہ فرمائے ایک میں اس کو دعوت اسلام دی اور قرآن پاک کی آیات ذکر فرمائیں جب وہ خط اسے موصول ہوا تو اسے لے کر آنکھوں پر لگایا اور بطور تواضع اپنے تحت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر اسلام لایا اور حق کی گواہی دی اور کہا کہ اگر میں حاضر ہونے کی استطاعت رکھتا تو ضرور اس کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا۔

اس کے جواب میں اس نے اجابت دعوت، تصدیق رسالت اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہونے پر متل غریبہ لکھا۔

دوسرے خط میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ حکم دیا کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان ہجرت کر کے حبشہ میں پہنچیں ان کا خاوند عبید اللہ بن جحش اسدی نصرانی ہو گیا اور مر گیا ہے لہذا میرا نکاح ان کے ساتھ کر دو اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ میرے جتنے صحابہ تمہارے پاس ہیں ان کو کشتی پر سوار کر کے میری طرف بھیج دو تو نجاشی رحمہ اللہ نے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح بھی آپ سے کر دیا اور جملہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو رخصت فرما دیا۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نجاشی کا دوبارہ گاہِ نبوی میں حاضر ہوا تو آپ بنفس نفیس ان کی خدمت فرماتے رہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم خدمت کے لیے موجود ہیں آپ خود تکلیف کیوں فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ میرے صحابہ کی عزت و تکریم کرتے تھے لہذا میں چاہتا ہوں کہ ان کی خدمت کا صلہ اور بدلہ دوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے وصال کی اسی دن خبر دی جس دن اس کا وصال ہوا تھا اور صحابہ کے ہمراہ عید گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ کے پیچھے منین باندھیں اور آپ نے اس پر چار تکبیریں کہیں اور نمازِ جنازہ پڑھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب نجاشی کا انتقال ہوا تو ہمیں یہ بتایا جاتا تھا کہ اس کے مزار شریف میں دفن سے آجک اور نظر آتا ہے۔

ہمیں یہ روایات موصول ہوئی ہے کہ جس نجاشی کی طرف آپ نے دعوت اسلام کے لیے خط روانہ فرمایا یہ اوس ہے اور جس پر نمازِ جنازہ پڑھائی وہ اوس ہے۔



حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی اور ہر جبار و سرکش شخص کی طرف دعوت اسلام پر مشتمل خطوط روانہ فرمائے۔ اور یہ وہ شجاشی نہیں جس پر نماز جنازہ ادا فرمائی گئی تھی۔

## پانچواں باب

### حارث بن ابی شمر غسانی کے نام

واقعی علیہ الرحمہ نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شجاع بن دہب اسدی کو حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف بھیجا تاکہ اسے دعوت اسلام دیں اور ان کو اپنی طرف سے خط بھی تحریر فرمادیا۔ شجاع فرماتے ہیں میں غسانی کے پاس پہنچا وہ غوطہ دمشق میں موجود تھا اور قیصر روم کے لیے حمص سے ایلیا تک کے لیے مہمانی اور دیگر ضروریات بطور ہدیہ و تحفہ پیش کرنے کے لیے تیاری میں مصروف تھا۔ میں دو تین دن اس کے دروازے پر پڑا رہا اور اس کے دربان سے کہیا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایچی ہوں۔ اس نے کہا تمہاری اس ملاقات صرف فلاں فلاں دن ہو سکے گی اس کا حاجب رومی شخص تھا اس نے مجھ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تفصیلات دریافت کیں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات و اخلاق اور آپ کی تعلیمات کا اس سے تذکرہ کرتا تو اس کا دل پانی پانی ہو جاتا اور رونے لگ جاتا اور کہتا میں نے انجیل پر بھی ہے اور اس میں پیغمبر احسن الزمان علیہ السلام کے اوصاف و کمالات اسی طرح مذکور ہیں جو تم بیان کر رہے ہو۔ میں ان پر ایمان رکھتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور مجھے حارث سے خطرہ ہے کہ کہیں مجھے قتل نہ کر دے وہ میری بہت عزت و تکریم اور خوب خاطر و تواضع کرتا رہا۔ ایک دن حارث گھر سے باہر نکلا۔ مجلس سجائی، ہر تہیج رکھا اور ہر ایک کو اذن باریابی دیا۔ میں بھی دربار میں داخل ہوا اور اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیا۔ اس نے اسے پڑھ کر چپک دیا اور کہا کون ہے جو مجھ سے میرا ملک چھین سکے۔ میں اس کی طرف چلتا ہوں۔ سب لوگوں کو میرے پاس بلاؤ وہ اسی طرح کی ہدائی کیفیت میں بہت کچھ کہتا رہا۔ حتیٰ کہ مجلس سے اٹھا اور جنگ کی تیاری کے لیے گھوڑوں کو نسل وغیرہ لگوانے کا حکم دیا۔ اور مجھے کہا کہ اپنے نبی کو یہی صورت حال بتا دینا جو تو دیکھ رہا ہے۔

اور ادھر قیصر روم کی طرف میرے خط لانے اور دعوت اسلام دینے کی اطلاع کر دی تو قیصر نے اسے جواب میں لکھا کہ تو ان کے خلاف لشکر کشی نہ کر اور ان سے تنازعہ شرعی کو لازم نہ کر اور بیت المقدس میں میرے پاس پہنچ جب قیصر کی طرف سے اس کے خط کا جواب موصول ہو گیا تو اس نے مجھے بلا کر دریافت کیا کہ تو کب اپنے نبی کے پاس حاضر ہونے کا ارادہ رکھتا ہے میں نے کہا مہما، سے ۱۲، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵،



دربان نے بھی مجھے خرچہ اور لباس بطور عطیہ دیا اور بارگاہ نبوی میں سلام عرض کرنے کے متعلق کہا۔ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ غسانی کا جواب اور رد عمل عرض کیا تو آپ نے فرمایا اس کا ملک تباہ ہو گیا۔ چنانچہ یہ شخص فتح مکہ کے موقع پر جہنم واصل ہوا۔

## چھٹا باب

### ہوزہ ابن علی حنفی کے نام

واقعی نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیط بن عمرو عامری کو ہوزہ بن علی حنفی کی طرف دعوت اسلام کے لیے مقرر فرمایا اور اس کے نام خط لکھا جب حضرت سیط اس کے پاس پہنچے تو اس نے انہیں مہمان بنایا اور احترام و اکرام سے پیش آیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مبارک پڑھا اور جوابی عرضیہ تحریر کیا جس کا مضمون و مفہوم یہ تھا کہ وہ امر کتنا ہی حسین و جمیل ہے جس کی آپ دعوت دیتے ہیں۔ میں اپنی قوم کا شاعر ہوں اور ان کا خطیب اور سارے عرب میرے مقام و مرتبہ سے ہمیت زدہ ہیں اور مخالفت۔ اگر آپ بعض اختیارات مجھے تفویض فرمادیں تو میں آپ کی اتباع و اطاعت کے لیے تیار ہوں۔ سیط بن عمرو کو تحائف و انعام دیا اور ہجر کے تیار کردہ کپڑے پہنائے وہ کپڑے اور خط لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور اس کا جواب زبانی بھی عرض کیا۔ آپ نے اس کا خط پڑھا تو فرمایا وہ اگر زمین کے معمولی ٹکڑے بلکہ لیک روئی کھجور کا بھی مطالبہ کرے تو میں اس کو پورا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ وہ خود ہلاک ہوا اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ بھی ہلاک ہوا جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس ہوئے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام نے آپ کو اس کے مرجانے اور جہنم واصل ہونے کی اطلاع دی۔

## ساتواں باب

### جبلہ بن ایہم کے نام

رسول کریم علیہ السلام نے ملک غسان جبلہ بن ایہم کو دعوت اسلام دی اور خط روانہ فرمایا۔ اس نے جوابی عرضیہ لکھا اور اپنے اسلام لانے کے متعلق عرض کیا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک وہ مسلمان رہا۔ حج کے لیے حاضر ہوا۔ طواف کر رہا تھا کہ بنی فزارہ کے ایک آدمی کا پاؤں اس کی چادر پر آگیا اور اس کی چادر کھل گئی۔ اس نے اس شخص کو اس



زور سے تھپڑ مارا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں اس کے خلاف شکایت کی گئی۔ آپ نے اسے فرمایا تو اس شخص کو راضی کر لو یا میں تجھ سے قصاص لوں گا۔ اس نے کہا اگر اسلام میں بادشاہ اور عافی میں کوئی امتیاز نہیں ہے تو میں نصرانی بن جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ ارتداد ہے اور مرتد ہونے کی صورت میں تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اس نے کہا مجھے آج رات غزوہ فک کی ہمت دی جائے اور رات ہی رات وہ اور اس کے تمام ساتھی ساز و سامان لے کر سوار ہوئے اور قسطنطنیہ کی راہ لی۔ اس نے نصرانیت اختیار کر لی اور اسی حالت میں مر گیا (البیاد بالثناء) ہم نے اس کا تفصیلی قصہ اپنی کتاب المشظم میں بیان کیا ہے۔

## آٹھواں باب

### ذی الکلاع کے نام

ذی الکلاع طائف کے رہنما میں سے ایک رئیس تھا۔ نام اس کا سمیع تھا اور تعلی و معنویت میں انتہا کو پہنچ چکا تھا حتیٰ کہ ربوبیت کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط مبارک روانہ فرمایا اور حضرت جریر کے واپس پہنچنے سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

حضرت عمر کے دور خلافت تک ذی الکلاع اپنی فرعونیت اور بیدینی پر قائم رہا۔ پھر اسلام کی طرف راغب ہوا اور آٹھ سو غلاموں کے ہمراہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری دی۔ خود اور اس کے تمام غلام مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کرنے لگا۔ میرا اتنا بڑا گناہ ہے کہ میرا گمان ہے کہ اللہ تمہارے مجھے سات نہیں فرمائے گا۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ میں ان لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوا جو میرے بندے بن چکے تھے اور جب ان پر ظاہر ہوا اور ان کی نظر مجھ پر پڑی تو ایک لاکھ کے قریب افراد میرے سامنے سجدے میں گر پڑے (یہ ہے میرا گناہ عظیم کہ میں ربوبیت والوہیت میں شراکت کا دعویٰ بنا رہا)۔

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اخلاص کے ساتھ توبہ کر لی جائے تو عظیم سے عظیم گناہ کی مغفرت سے بھی ناامید نہیں ہوا جاسکتا بلکہ کرم کریم سے مغفرت کی امید کرنی چاہیے۔

علوان بن داؤد اپنی قوم کے ایک فرد سے ناقل ہیں کہ مجھے میری قوم نے زمانہ جاہلیت میں ہدیہ و تحفہ دیکر ذی الکلاع کی طرف بھیجا۔ میں پورا ایک سال وہاں بٹھرا رہا مگر اس تک پہنچ نہ سکا۔ ایک دن اس نے محل سے جھانکا تو جس نے بھی اسے دیکھا سجدہ میں گر پڑا جب وہ مشرف باسلام ہوا تو پھر میں نے اس کو دیکھا کہ اس نے بازار سے ایک درہم کا گوشت خریدا۔ اس کے ساتھ کوئی شخص لیا نہیں تھا جو اس کو اٹھاتا۔ اس نے خود ہی باندھ کر گھوڑے کی زین کے ساتھ لٹکایا اور یہ اشعار کہتا ہوا چل دیا۔



اذا كان نيا اذا كانت كذا  
كل يوم انا منها في اذى  
افسوس ہے دنیا کے لیے جب وہ ایسی ہو جائے کہ ہر دن اس سے مجھے نئی نئی تکالیف اور مصیبتیں پیش آئیں۔  
ولقد كنت اذما قيل من  
العم والناس معاشا قيل ذا  
ایک وقت میری حالت یہ تھی کہ جب دریافت کیا جاتا کہ سب سے زیادہ خوشحال کون ہے تو کہا جاتا  
یہ ذوالکفراع۔

بدلتني بعد عزى شقوة  
حبذا انيك شقاي حبذا  
اس دنیا نے عزت کے بعد مجھے ذلت اور مشقت کی حالت میں بدل دیا ہے۔ مگر اے مالکِ دُعا تو تیری  
خاطر پیش آنے والی ذلت و مشقت میرے لیے مبارک ہے اور لائقِ حمد و مجاہد۔

## نواں باب

### فروہ جذامی کے نام

وائل بن عمرو سے مروی ہے کہ فروہ جذامی قیصرِ روم کا عامل اور گورنر تھا۔ حلقہٴ اسلام میں داخل ہو گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں عرضِ لکھ کر اپنے مسلمان ہونے کے متعلق عرض کیا۔ جسے اپنی قوم کے ایک آدمی کے ہاتھ بارگاہ نبوی میں روانہ کیا اور ساتھ ہی سفید خچر گھوڑا رکھا اور چند کپڑے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں پیش کیے اور ایک ریشمی سندھی تبار جس کی سونے کی تاروں سے کرکھائی کی گئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف جوابی خط لکھا جس کا ترجمہ مفہوم درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے فروہ بن عمرو کے نام۔  
بعد از سلام! صورت احوال یہ ہے کہ ہمارے پاس تمہارا ایلچی اور قاصد پہنچا اور جو ہدایا و تحائف تم نے روانہ کیے ہیں۔ وہ بھی پہنچ چکے ہیں۔ اس نے ہمیں آپ کے متعلق تمام تر تفصیلات سے آگاہ کیا ہے اور تمہارے اسلام لانے کی خوشخبری بھی سنائی ہے اور ہدایتِ خداوندی کے ساتھ بہرہ ور ہونے کی بھی۔

اور ساتھ ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کے قاصد کو پانچ سو درہم چاندی عطا کریں۔  
قیصرِ روم کو فروہ کے اسلام لانے کی اطلاع ملی تو اس نے فروہ سے یہ دین چھوڑنے اور سابقہ دین میں داخل ہونے کا مطالبہ



کیا اور ساتھ ہی عدم امتثال اور خلاف ورزی کی صورت میں تاویسی کاروائی کی دھمکی وغیرہ بھی دی حضرت فروہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا میں اور سب کچھ چھوڑ سکتا ہوں لیکن دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چھوڑ سکتا اور تو خود بھی صداقت دین مصطفویٰ اور حقانیت رسالت احمدی کو جانتا اور پہچانتا ہے مگر طبعی نخل اور قومی حسد کہ نبوت اسرائیل سے نکل کر بنی اسماعیل میں کیوں چلی گئی تھے اتباع حق سے مانع ہو گیا اور اپنے ملک و سلطنت کے حرص و آرزو نے تجھے انجام عاقبت سے بے خبر بنا رکھا ہے چنانچہ پہلے ان کو قید کر دیا گیا اور بعد ازاں قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا۔

## دسواں باب

### عبد جعفر کے نام

جعفر اور عبد عثمان میں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی طرف حضرت عمر و بن العاص کے ہاتھ فرمان اقدس اور گرامی نامہ ارسال فرمایا۔ وہ پہلے عبد کے پاس پہنچے اور اُسے بتلایا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر ہوں۔ آپ نے مجھے تیری طرف اور تیرے بھائی جعفر کی طرف دعوتِ اسلام کے لیے بھیجا ہے۔

عبد نے کہا میرا بھائی مجھ سے عمر میں بھی بڑا ہے اور ملک و سلطنت کے معاملہ میں بھی مقدم و پیشوا ہے۔ لہذا پہلے یہ پیام اسے پہنچاؤ اور میں تمہارے وہاں پہنچانے کا بندوبست کر دیتا ہوں حضرت عمر و فرماتے ہیں میں اس کے پاس پہنچاؤ اسے آپ کا گرامی نامہ دیا جس پر محمد رسول اللہ کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اس نے خط مبارک پڑھ کر کہا۔ آج ہمیں ہمت دیں اور کل آئیں دوسرے دن آپ اس کے پاس پہنچ گئے تو جعفر نے کہا میں نے تمہاری دعوت میں اچھی طرح غور و فکر کیا ہے۔ مگر میں اسلام لانے سے اور اپنے ملک کا مالک کسی ایسے شخص کو بنانے سے قاصر ہوں جن کے سپاہی اور گھوڑے یہاں پہنچتے تا مکن ہیں۔ اور بالفرض پہنچ بھی جائیں تو انہیں ایسی شدید جنگ سے واسطہ پڑے گا کہ ایسی جنگ سے آج تک انہیں سابقہ نہیں پڑا ہوگا اس حالت میں میرا اسلام لانا اور اپنا ملک کسی دوسرے کے حوالے کر دینا بہت بڑی بزدلی ہوگی اہل عرب سے صنیف و نالتواں ہمنشروں گا۔

میں نے کہا مجھے کل واپس جانا ہے۔ مزید غور و فکر کر لو اور مجھے جواب سے آگاہ کر دینا جب صبح ہوئی تو میری طرف آدمی بھیجا۔ میں اس کے پاس گیا تو وہ خود بھی اور اس کا بھائی عبد و نو مشرف باسلام ہو گئے اور صدقہ و زکوٰۃ میرے حوالے



کر دیا میں نے اُسے اپنے ہاتھوں اُن کے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا۔

## گیارہواں باب

### مندربن ساوی عبدی کے نام

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت علامہ بن الحضری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک خط مبارک مندر بن ساوی کی طرف بکھریں میں روانہ فرمایا جس میں دعوتِ اسلام اور طاعتِ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم دی گئی تھی۔ مندر نے جوانیِ عمر لہینہ میں اسلام لانے اور آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرنے اور شرفِ غلامی سے شرف ہونے اور حلقہ اہل اسلام میں داخل ہو جانے کے متعلق عرض کر بھیجا۔

## بارہواں باب

### ملک و سلاطین حمیر کے نام

محمد بن اسحاق نے عبد اللہ بن ابی بکر سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تبوک سے واپسی کے موقع پر ملک حمیر کا عمر لہینہ پہنچا جس میں حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور نعمان کے حلقہ اسلام میں داخل ہونے کی خوشخبری تھی جو کہ ذی رعن، ہمدان اور مافر کے اقبال اور سردار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف جوانی گرامی نام ارسال فرمایا جس کا معنون و مفہوم درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
محمد رسول اللہ کی طرف سے حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور نعمان کی طرف بعد از سلام! میں تم پر اس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ صور حال یہ ہے کہ تمہارا قاصد اور سفیر ہمارے پاس اس وقت پہنچا جبکہ ہم ارضِ روم سے واپس ہوئے۔

اُس نے مدینہ منورہ میں ہم سے ملاقات کر کے تمہارا خط پہنچایا اور پیغام دیا اور یہ بتلایا کہ تم شرفِ اسلام سے مشرف ہو چکے ہو اور وہ مشرکین جو دین اسلام میں داخل ہونے سے انکاری تھے تم نے ان کو قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر خصوص



انعام و اکرام فرمایا کہ تمہیں شرف اسلام سے مشرف فرمایا۔ اگر تم صلاح و خیر کا رہنما ہو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول علیہ السلام کی اطاعت کرو۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرو جو اللہ تعالیٰ کا اور بطور نیابت اس کے رسول و نبی اور مصطفیٰ و صنی کا حق ہے۔ اور وہ صدقہ ادا کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین پر لازم فرمایا ہے (تو تمہارے لیے دنیا و آخرت میں بھلائی ہے اور امن و عافیت) اور جو شخص ملت یہودیہ کا رہنما ہے یا نصرانیت پر اس کو وہ مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اور نہ اس کو قتل و غارت کا نشانہ بنایا جائے بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کرے۔

ان مکتوبات عالیہ کے علاوہ بھی اور خطوط ہیں جو آپ نے مختلف سفراء کے ذریعہ ملک و سلاطین اور امراء و روسا کی طرف ارسال فرمائے مگر ہم انہیں پر اکتفاء کرتے ہوئے اس سلسلہ کو ختم کرتے ہیں۔ واللہ الموفق

علامہ ابوالوفاء ابن عقیل فرماتے ہیں کہ نبی الانبیاء امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و دعویٰ اور حقانیت رسالت و نبوت کی دلیل اور عظیم حجت یہ ہے کہ آپ نے قیصر و کسریٰ اور دوسرے ملک و سلاطین کو دعوت اسلام دی اور اس دعوت کو رد کرنے کی صورت میں انجام بد اور سور عاقبت کا اعلان بھی فرمایا اور اطاعت و امتثال کی صورت میں دنیا و آخرت میں عزت و آبرو اور امن و سلامتی کی خوشخبری سنائی حالانکہ ابھی تک آپ کو عملاً اپنی قوم پر بھی غلبہ و تسلط حاصل نہ ہوا تھا چہ جائیکہ پورا عالم عرب۔ تو یہاں یہ حقیقت روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے یہ خطوط لکھے نہیں تھے بلکہ اس ذات اقدس کی طرف سے لکھوائے گئے تھے جو انجام و عاقبت کا محافظ و مالک ہے۔ کیونکہ ایسے اقدامات کوئی عقلمند محض اپنے عقل و قیاس سے نہیں کر سکتا بلکہ وہ ایسے اقدامات کے قریب ہی کہاں جاسکتا ہے ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اپنی قوم کی دشمنی تو ختم ہوتی نہیں اور پورے جہان کے لوگوں کو بھی ایسی دھمکیاں دے کر دشمن بنائے۔

اور پھر نتیجہ یہ ہوا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کی مسجد میں لائے گئے اور اہل اسلام میں بانٹ دیے گئے اور آپ کا یہ اعلان کہ میرا ملک قیصر و کسریٰ کے ملک پر محیط ہوگا اور میرا مذہب اور دین دہاں تک پھیل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اعلائے اطلاع اور ان غیوب سے اجنبی کرنے کی وجہ سے تمہارا اسی لیے آپ نے کمال جرأت سے کام لے کر سب کو دعوت اسلام و ایمان دی اور اطاعت نہ کرنے کی صورت میں دنیا و آخرت میں تباہی و بربادی اور ذلت و رو سیاہی کا اعلان بھی کر دیا تو کیا علم غیب پر مطلع ہونے اور غیبی امور کا عالم ہونے کی اس سے بڑھ کر بھی کوئی دلیل ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد و بھروسہ کی اس سے کامل و اکمل کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ تو کہتے ہی کمزور اور ضعیف ہیں ان لوگوں کے عقول و افہام جو آپ کے آفتاب صداقت کی ان شعاعوں کو چمکتے ہوئے دیکھتے ہیں اور پھر بھی آپ کی نبوت و رسالت میں شک کرتے ہیں اور منہول حق میں تردد سے کام لیتے ہیں۔



# ابواب وفود کی آمد

## باب اول

### سعد بن بکر کا وفد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سعد بن بکر قبیلہ نے ضمام بن ثعلبہ کو بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھیجا۔ ضمام بڑے دل گردے والے آدمی، بڑے وجیہ اور اذکار کیوں والے تھے۔ مدینہ منورہ پہنچے مسجد کے دروازے پر اونٹ بٹھایا۔ اس کا گھٹنا باندھا۔ پھر مسجد میں داخل ہوئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ وہ سیدھے اس مجلس میں گئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جا کر کھڑے ہو گئے۔ دریافت کیا تم میں سے ابن عبد المطلب کون ہیں؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہوں ابن عبد المطلب۔ اس نے دریافت کیا آپ محمد ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو اس نے عرض کیا اے محمد بن عبد المطلب میں آپ سے چند سوالات پوچھتا ہوں اور سوالات میں تشدید و تغلیط سے کام لوں گا۔ کہیں آپ ناراض تو نہیں ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں میں ناراض نہیں ہوں گا۔ تم جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔

ضمام بن ثعلبہ نے کہا میں تمہیں اس اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو تمہارا بھی معبود ہے اور آپ سے پہلے لوگوں کا بھی اور بعد میں پیدا ہونے والے لوگوں اور حبلہ اشیار کا۔ کیا واقعی تمہیں اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں واقعی! اس نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟

ضمام بن ثعلبہ نے پھر عرض کیا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ دیتا ہوں جو تمہارا معبود ہے اور تم سے پہلے لوگوں کا اور آنے والوں کا کیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہمیں صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کا حکم دیں اور ان اوثان و اصنام کو ترک کر دینے کا جن کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بلکہ شریک سمجھا جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کا امر فرمایا ہے۔

ضمام بن ثعلبہ نے عرض کیا! میں آپ کو اس اللہ تعالیٰ کے نام اقدس کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جو آپ کا معبود ہے اور پہلے لوگوں اور آئینہ والوں کا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم یہ پانچ نمازیں ادا کریں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہاں اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے۔



پھر ضمام بن ثعلبہ نے فرائض اسلام میں ہر سر فرض کا ذکر شروع کیا۔ زکوٰۃ، روزے اور حج وغیرہ جملہ شرائع اسلام کا اذہار فرض کے متعلق دریافت کرتے وقت اسی طرح واسطہ دیکر سوال کرتا رہا جیسے کہ پہلے سوالات میں حتیٰ کہ جب سلسلہ سوالات منقطع ہو گیا تو کہنا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ۔ میں ضرور یہ فرائض ادا کروں گا جن کا آپ نے حکم دیا ہے اور ان امور کے قریب بھی نہیں پھینکوں گا۔ جن سے آپ نے منع فرمایا ہے اور اپنی طرف سے ان فرائض میں کمی و بیشی نہیں کروں گا۔ پھر واپس ہوئے۔ اونٹ کے پاس آکر اس کا رسہ کھولا اور سوار ہو کر چل دیے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر یہ دو گیسوؤں والا اپنے قول کو سچا کر دکھائے گا تو یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت ضمام رضی اللہ عنہ اونٹ دوڑاتے ہوئے اپنی قوم کے پاس پہنچے اور سبھی اکٹھے ہو کر ان کے پاس آئے تو آغاز کلام انہوں نے اس طرح کیا کہ لات وغیرہ جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ بہت بُرے ہیں۔ انہوں نے کہا اے ضمام ایسی کلام مت کیجئے اور برص و جذام اور بخون جیسے عوارض سے ڈریے جن سے صحت کے لات وغیرہ صامین ہیں۔

حضرت ضمام نے کہا تمہارے لیے افسوس ہے! یہ دونوں نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول مبعوث فرمایا ہے اور ان پر کتاب ہدایت نازل فرمائی ہے جن کی بدولت تمہیں کفر و شرک کی ظلمت سے نجات اور خلاص دلائی ہے اور میں تو یہ گواہی دیتا ہوں۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ و رسولہ۔ اور میں ان کی طرف سے تمہارے پاس جملہ اوامر و نواہی پر مشتمل احکام سیکھ کر آیا ہوں۔ تو حضرت ضمام کی تعلیم و تبلیغ نے یہ اثر دکھلایا کہ شام سے پہلے پہل اس قبیلے کے جملہ افراد مرد اور عورتیں مشرف باسلام ہو گئے۔ اور ابدی فلاح سے شاد کام ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی قوم کے وفد و قاصد کے متعلق نہیں سنا جو حضرت ضمام سے افضل و بہتر ہو۔

## دوسرا باب



مال و مویشی کی حفاظت و نگرانی کرو اور اپنے علاقہ میں رہائش رکھو چنانچہ وہ اپنے علاقہ کو لوٹ گئے اور وہیں قیام پذیر رہے۔

## تیسرا باب

### وفدِ نزارہ

ابو جزیہ سعدی سے منقول ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے مراجعت فرما ہوئے تو بنو نزارہ کے چودہ پندرہ آدمیوں کا وفد دہلی پٹی اوشنیوں پر سوار ہو کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ ان حاضر ہونے والوں میں خارجہ بن حسن اور حزن قیس بھی شامل تھے۔ حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے (اور تعلیماتِ فرائض و واجبات وغیرہ سے بہرہ ور ہوئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے علاقہ کی حالت دریافت کی تو ان میں سے ایک نے عرض کیا ہمارے دیار میں قحط سالی کا دور دورہ ہے۔ مویشی اور جانور ہلاک ہو چکے ہیں اور ہماری رہائش گاہوں کے قرب و جوار میں خشکی ہی خشکی ہے اور اہل و عیال بھوک کا شکار ہیں۔ لہذا اپنے رب کریم سے ہمارے لیے بارانِ رحمت کی دعا کریں۔

رحمتِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم برسرِ منبر رونق افروز ہوئے اور دعا فرماتے ہوئے جناب باری میں عرض کیا۔ اے اللہ اپنے بلاء و عباد کو بارانِ رحمت سے سیراب فرما۔ اور ان مردہ شجروں کو حیاتِ نو عطا فرما۔ اے اللہ ہمیں ایسی بارش عطا فرما جو ہماری حاجت پوری کرنے والی خوشگوار ہو اور سبزہ اگانے والی ہو۔ تمام علاقوں پر مثل اور محیط ہو جلدی اترنے والی ہو اور تاخیر اور دیر لگانے والی نہ ہو۔ نفع دینے والی ہو اور نقصان پہنچانے سے منزہ ہو۔ اے اللہ ہمیں بارانِ رحمت عطا فرما۔ نہ عذاب والی مکانات کو گرنے والی۔ اموال وغیرہ کو غرق کرنے اور بے نام و نشان کر دینے والی بارش۔ اے اللہ ہمیں بارانِ رحمت سے مشرف فرما۔ اور اعدا و دین پر نصرت و تمہیدی سے۔

جونہی حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم دعا سے فارغ ہوئے تو موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور پورا ہفتہ آسمان بادلوں اور زوردار بارش کی وجہ سے نظر نہ آسکا۔ تب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبرِ شریف پر چلے اور زور ہوئے اور دعا کرتے ہوئے جناب الہی میں عرض کیا۔ اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش برستی رہے مگر ہم پر نہ برسے۔ اے اللہ ٹیلوں، پہاڑیوں، دادیوں اور جنگلات پر بارش برستی رہے۔ جونہی آپ نے دعا کی تو مدینہ منورہ کے اوپر سے بادل اس طرح ہٹ گیا جیسے کہ گریبا بچا ہوا کپڑا تھاجس کو تیزی سے لپیٹ دیا گیا ہو۔



## چوتھا باب

### دفد تحب

حیرت سے مروی و منقول ہے کہ ہجرت کے نویں سال دفد تحب بارگاہ رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰۃ میں حاضر ہوا جو کہ تیرہ افراد پر مشتمل تھا اور وہ اپنے اسوال کے صدقات بھی اپنے ہمراہ لائے تھے۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی آمد پر بہت مسرور ہوئے۔ انہیں مرحبا کہا اور ان کو اچھا ٹھکانا عطا فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ان کی خوب مہمان نوازی کریں اور بوقت رخصت جائزے اور عطیے دے کر رخصت کریں اور انہیں دیکر تمام وفد کی نسبت زیادہ عطیہ دے کر رخصت فرمایا آپ نے ان سے دریافت فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص باقی رہ گیا ہے جس کو ہماری طرف سے انعام و عطا کے ساتھ بہرہ ور نہ کیا گیا ہو۔ انہوں نے عرض کیا ایک نوخیز جوان ہے جس کو اپنی منزل پر ساز و سامان کی حفاظت کے لیے چھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے ہمارے پاس بھیجا۔ جب وہ حاضر ہوا تو اُس نے عرض کیا میں بنی ابدی کے وفد کا ایک فرد ہوں۔ جو ابھی ابھی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ نے ان کی حاجت ردائی فرمائی۔ میری بھی ایک حاجت ہے اسے بھی پورا فرمائیں۔ آپ نے دریافت فرمایا تیری کیا حاجت و ضرورت ہے؟ اس نے عرض کیا میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت و بخشش کی دعا فرماویں اور رحم و کرم کی اور ساتھ یہ بھی التجا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو مستغنی فرمادے۔ آپ نے اس کی خواہش و تمنا کے مطابق اس کے لیے مغفرت و بخشش، رحم و کرم اور غنائے قلب کی دعا فرمائی۔ پھر اس کو بھی اسی قدر عطیہ دیئے گا اسے فرمایا۔ جتنا کہ اس کے دوسرے ساتھیوں میں سے ہر ایک کو عطا فرمایا تھا۔ وہ ان انعامات اور عطیات سے بہرہ ور ہو کر اپنے وطن کی طرف چل دیے اور پھر ہجرت کے دسویں سال حج کے موقع پر میدان منیٰ میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے آپ نے اُن سے اس جوان کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا۔ ہم نے اس سے زیادہ بلکہ اس جیسا قانع اور صابر نہیں دیکھا جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق اس کو عطا ہوتا ہے۔ اسی پر صبر و قناعت کرتا ہے اور حرص و آرزو سے کلیتہً مبرا ہے (یہ سب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اعجاز تھا اور اسی لیے دریافت فرمایا تاکہ ان کی زبانی یہ اعتراف و اقرار متحقق ہو جائے کہ جناب کا تیر دعا ٹھیک نشانے پر بیٹھا اور اس کی آرزو و تمنا برآگئی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔)

۵ فقط اشارے سے سب کی نجات ہو کے رہی

نجا کے منہ سے نکلا۔ ۱۰۰ بار۔ ۱۰۰ کر۔



# پانچواں باب

## وفد سعد بن سیدم

فروہ بن سعید اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے راوی ہیں کہ ہم بارگاہ نبی کریم علیہ السلام میں حاضر تھے کہ آپ کے پاس اہل یمن کا ایک وفد حاضر ہوا۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے امرؤ القیس کے اشعار میں سے دو ابیات کے ذریعے حیاتِ نو عطا فرمائی اور ہلاکت سے محفوظ فرمادیا۔ آپ نے دریافت فرمایا وہ کون سے ابیات ہیں انہوں نے عرض کیا ہم آپ کی بارگاہ میں حاضری دینے کیلئے آئے تھے جب فلاں فلاں جگہ پہنچے تو پانی کا مقام بھول گئے اور ہمیں پانی دستیاب نہ ہو سکا۔ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں طلح اور نمر کے درخت تھے ہم میں سے ہر ایک پیاس سے تیاب ہو کر ادھر ادھر درختوں کے سائے میں جا لیٹا تاکہ اُن کے نیچے ترابِ ترپ کے جان دیدیں ہم موت کے قریب پہنچ چکے تھے۔ جان بھول پر پہنچی تھی اور رشتہ جان منقطع ہونے والا ہی تھا کہ ناگاہ ایک سوار ہماری طرف آنا دکھائی دیا۔ ہم میں سے بعض نے اس کو دیکھا تو امرؤ القیس کے دو شعر پڑھنے لگا۔

لما رأيت ان الشريعة همها وإن البياض من فرائضها دامي  
جب جنگل گدھوں نے یہ خیال کیا کہ اُن کا مقصود و مطلوب پانی کی ندی ہے اور وہاں پہنچنے کی صورت میں تیر انداز شکاریوں کے تیراُن کے کندھوں کو زخمی کر کے خون آلود ہونے والے ہیں۔

تيممت العين التي عند ضارج يفي عليها انظروا مضها طامي  
تو انہوں نے اس چشے کا قصد کیا جو مقام ضارج کے پاس ہے۔ جس پر کھیلے پر سایہ لڑٹ آتا ہے اور اس پر عرض کے طویل القامت درخت موجود ہیں۔ اس سوار نے دریافت کیا یہ اشعار کس کے ہیں اور اُن کا قائل کون ہے تو ہم میں سے بعض نے کہا کہ یہ امرؤ القیس کے ہیں تو اس سوار نے کہا بخدا یہ چشمہ ضارج تمہارے سامنے قریب ہی ہے اور تم یہاں پیاس سے جان بلب ہو۔ کہوں اس پر پہنچ کر شدتِ پیاس سے چشمہ کارا حاصل نہیں کرتے تب ہم اس چشمہ پر پہنچے حالانکہ ہمارے اور اس کے درمیان کل پچاس ہاتھ کا فاصلہ تھا اور یہ امرؤ القیس کے بیان کے بالکل مطابق تھا۔ اس پر عرض کے درخت تھے اور ان کا سایہ دو پہر کو ٹھل کر اس چشمہ پر پڑتا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امرؤ القیس دنیا میں معروف و مشہور ہے مگر آخرت میں بے نام و نشان قیامت کے دن وہ شعراء کی قیادت کرتے ہوئے اودان کا علم ہاتھ میں لیے ہوئے آگ میں داخل ہو جائے گا۔ (العیاذ باللہ من سوء الخاتمة)  
ن۔ یہاں وہ شعراء ہیں جو کفر و شرک کی تردید کے لیے اور فسق و فجور کی اشاعت کے لیے شعر گوئی استعمال کرتے ہیں لیکن وہ شعراء جن کی ساری قوتیں اسلام کی خدمت میں اور حقارت

تبلیغ میں صرف ہو رہی ہیں وہ اس نمرہ میں داخل نہیں ہیں جن کو کہ بموجب آیت مبارکہ الا الذین امنوا۔ (الشعراء: ۲۲۷) کہہ کر مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ (محمد عالم بخاری)



## چھٹا باب

### وفد محارب

الودجزہ سعدی سے منقول ہے کہ وفد محارب دس ہجری کو حجۃ الوداع کے موقع پر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا یہ دس نفوس پر مشتمل تھا جن میں سوار بن حارث اور اس کا بیٹا خزیمہ بھی شامل تھا ان سے بڑھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کوئی زبان دراز تھا نہ سخت دل لیکن حقانیت اور صداقت اسلام نے ان کے دل موم کر دیے اور انہیں سید خلق علیہ السلام کا غلام بیدام بنادیا اور وہ دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے۔ آپ نے خزیمہ کے چہرہ پر دست شفقت و عنایت پھیرا تو وہ نورانی بن گیا اور اس کی جبین فیضان النوار محمدیہ سے جگمگا اٹھی اور وفد میں ایک ایسا شخص بھی موجود تھا جس سے قبل از سر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متعارف تھے۔ اس نے عرض کیا اس خدا بزرگ و برتر کے لیے حمد و ثناء ہے جس نے مجھے آٹھ عرصہ باقی رکھا کہ میں تمہارے ساتھ ایمان لائے اور بیعت اسلام کی سعادت سے بہرہ ور ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ دل اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہیں وہ ان کو جب چاہتا ہے اور جہدہ چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ رسول کریم علیہ السلام نے اس وفد کو بھی دوسرے وفد کی طرح انعام و اکرام سے مشرف فرمایا اور وہ دولت اسلام سے اہو عطا یافتہ نبویہ سے مالا مال ہو کر اپنے گھروں کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

## ساتواں باب

### وفد بکیلہ

عبد الحمید بن جعفر اپنے والد سے راوی ہیں کہ حضرت جریر بن عبد اللہ بکلی رضی اللہ عنہ ہجرت کے دسویں سال مدینہ منورہ میں اپنی قوم کے ایک سو پچاس آدمیوں کی ہمراہی میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پہنچنے سے پہلے ارشاد فرمادیا، تم پر ابھی بھی منہا ہے اہل یمن سے افضل ترین شخص رہنا ہوگا۔ جس کے چہرہ پر نیکی اثرات نظر آتے ہیں اور انوار جھلکتے ہیں تو فوراً حضرت جریر اپنی سواری پر سوار دکھائی دیے اور ان کے ہمراہ ان کی قوم تھی وہ فوراً مشرف باسلام ہو گئے اور آپ سے بیعت کا اعزاز حاصل کر لیا۔ سر در عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے لیے ہاتھ مبارک بڑھایا۔ حضرت جریر زلزلے میں کہ آپ نے مجھے اس شہر طبرست فرمایا کہ تو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور



میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ نماز قائم کرے۔ زکوٰۃ ادا کرے۔ ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ اہل اسلام سے خلوص و ہمدردی کا حق ادا کرے اور اپنے والی و حاکم کی اطاعت کرے اگرچہ وہ عید حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ تو میں نے عرض کیا جی ہاں میں ان سب احکام کی پابندی کا عہد کرتا ہوں۔ تب آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ علاقہ کے حالات پر گفتگو فرماتے رہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے وہاں اسلام کو غالب فرمادیا ہے اور فضا اذانِ صلوات کے ساتھ گونج رہی ہے اور تمام قبائل نے اپنے اپنے معبودانِ باطلہ اور اوثانِ واصلہ کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے اور ان کو گرا کر پھینک دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ذوالخلفہ کا کیا ہوا آیا خلعہ بیت اور اس کا مکان بھی گرا دیا گیا ہے یا ابھی باقی ہے؟ انہوں نے عرض کیا وہ تو ہنوز اپنی حالت پر قائم ہے۔ آپ نے انہیں اس بہت اور اس کے مکان کو منہدم کرنے پر مامور فرمایا اور اپنے دستِ اقدس سے علمِ باندہ کر ان کے حوالے کر دیا۔

انہوں نے عرض کیا میں گھوڑے کی پشت پر برقرار نہیں رہ سکتا بلکہ گر پڑتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے آپ کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور خدا و قدرت و اختیار کو بروئے کار لاتے ہوئے ایسا تصرف فرمایا کہ بزدلی قوت و شجاعت سے تبدیل ہو گئی اور یہ دعا بھی دی۔ اے اللہ ان کو ثابت قدم رکھ اور اُسے ہدایت یافتہ بھی بنا اور بادمی درہنما بھی۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کے تقریباً دو افراد کو ساتھ لے کر چلے۔ کوئی زیادہ عرصہ ان کو رخصت ہوئے نہیں گذرا تھا کہ واپس آکر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا ذوالخلفہ کو گرا دیا ہے اور بنیادِ شرک و کفر منہدم کر دی ہے تو انہوں نے عرض کیا جی حضور! صرف گرانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کو آگ لگا کر بھسم کر دیا گیا ہے اور مجھے اس ذاتِ اقدس کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ میں نے اسے ایسی حالت میں چھوڑا ہے جو اس کے پجاریوں کے لیے بہت ہی پریشان کن ہے اور موجبِ تکلیف۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر کی قوم قبیلہ احس کے سواروں اور پیادوں کو دعائے برکت سے نوازا۔ اور رخصت فرمایا۔

## آٹھواں باب

### وفدِ نہد

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وفدِ نہد بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا۔ ان میں طحفق بن زمیر بھی تھا۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا ہم آپ کی خدمت میں تمہارے نشیبی علاقوں سے لکڑی کے پالانوں پر سوار ہو کر حاضر



پھر آپ نے اس وفد کو ایک خط مبارک تحریر فرمادیا۔ جس کا مضمون و مفہوم درج ذیل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ کی طرف سے قبیلہ فہد کے نام

السلام علیکم : جو نماز قائم کرے گا وہ مومن ہوگا اور جو شخص زکوٰۃ ادا کرے گا وہ صحیح مسلمان ہوگا اور جو شخص لا الہ الا اللہ کی شہادت دے گا وہ غافل نہیں لکھا جائے گا۔ شرعی طور پر مقرر کردہ مقدار زکوٰۃ میں بڑھی بیمار اور چھڑ عمر والی اور تازہ سچے دینے والی بھیڑ بکریاں وغیرہ تمہارے لئے ہیں جب تک کہ تمہارے دلوں میں اسلام و ایمان سے اور اس کے فرائض و واجبات سے نفرت اور عجب و فخر پیدا نہ ہو اور طوقِ غلامی اور قلاوۃ تقلید کو کاٹ نہ ڈالو اور ربا کھانے سے معتذب رہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قداہوں ہم ایک ہی باپ کی اولاد ہیں اور ایک ہی شہر میں تربیت پائی ہے اور آپ دنو د عرب کے ساتھ ایسی زبان میں کلام فرماتے ہیں جو بالعموم سمجھ نہیں آتی تو آپ نے فرمایا اللہ رب العزت نے مجھے ادب سکھلایا اور خوب ادب سکھلایا اور میں نے بتی سعد میں



# نواں باب

## وفد عامر بن صعصعہ

محمد بن اسحاق نے عامر بن عمر بن قتادہ سے نقل کیا ہے کہ بنی عامر کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا جن میں عامر بن طفیل بھی تھے نیز اربد بن قیس اور جبار بن سلمیٰ یہ تینوں اپنی قوم کے سردار تھے اور شیاطین صفت۔ عامر کو اس کی قوم نے کہا اسلام لے آئیو نہ سبھی لوگ اسلام لایچکے ہیں تو اس نے کہا۔ بخدا میں نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ میں اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھوں گا جب تک تمام اہل عرب میرے نقش قدم پر نہ چلیں اور میری تقلید نہ کریں تو اب میں اس شخص کی تقلید کروں اور اس کے نقش قدم پر چلوں! (یہ کیسے ممکن ہے) پھر اس نے اربد سے کہا کہ جب ہم اس مدعی نبوت و رسالت کے پاس پہنچیں گے تو میں ان کی توجہ اپنی طرف مبذول رکھوں گا تو تم لوگ ادا کر کے (العیاذ باللہ) ان کو ٹھکانے لگا دینا جب مدینہ منورہ میں پہنچے اور بارگاہ رسالت علیہ السلام میں حاضر ہوئے تو عامر نے آپ کے ساتھ سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا اور اربد سے حملہ کا انتظار کرنے لگا جیسے کہ اسے مشورہ دیا تھا مگر اس نے جرات نہ کی۔ عامر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں جسارت و جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ غور سے سن لو بخدا میں اس وادی کو نوخیز جوانوں سے اور باریک بال عمدہ نسل کے گھوڑوں سے بھر دوں گا جب اُس نے پیٹھ پھیری تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہوئے فرمایا۔ اے اللہ مجھے عامر بن طفیل سے کفایت فرما۔ باہر نکلے تو عامر نے اربد سے کہا۔ تیرے لیے افسوس ہے میں نے تجھے جو تجویز دی تھی اور طے کیا تھا وہ کدھر گیا تو نے اس پر عمل کیوں نہ کیا۔ اس نے کہا میں نے جب بھی حملہ کا ارادہ کیا تو میرے اور اُن کے درمیان تو حائل ہو جاتا تھا تو کیا میں تجھے قتل کرتا چنانچہ وہ بے نیل مرام، نامراد و ناکام واپس چلے گئے ابھی راہ میں ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عامر کو طاعون میں مبتلا کر کے ہلاک فرما دیا اور اربد پر آسمان سے بجلی گری اور اس کو راکھ کر دیا۔

عامر بن طفیل سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے گدا بچھایا، عزت کے ساتھ بٹھایا اور اسلام لانے کی ترغیب دی۔ اس نے کہا اس شرط پر اسلام لاتا ہوں کہ اختیار سلطنت میرے اور آپ کے درمیان اس طرح تقسیم ہو جائیں کہ اہل و بر میرے تسلط میں ہوں اور اہل مدینہ و بیات اور شہر تمہارے تصرف میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کے قبول کرنے سے انکار فرمایا تو اُس نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔ بخدا میں اس وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا۔ اجر و گھوڑے اور امر و سپاہی ہر طرف پھیلے ہوئے دیکھو گے اور مدینہ کی ہر گجور کے ساتھ گھوڑے بندھو گے اور غصہ سے لال پلایا ہو کر اٹھ کھڑا ہو۔ آپ نے فرمایا اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔



اگر عامر اور بنو عامر ایمان لاتے تو قریش سے ان کے منبر چھین لینے کی کوشش کرتے اور ہر تہیم پر ان کے ساتھ مزاحمت کرتے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عامر کے لوگوں کو دعوت اسلام دی اور فرمایا اے قوم ایمان لے آؤ پھر بارگاہ الہی میں التجاؤ گی۔ اے اللہ نبی عامر کو ہدایت سے سرفراز فرما اور عامر بن طفیل کو نجد سے دور رکھ اور اس کے شر سے مجھے محفوظ فرما۔

جس طرح اور جیسے بھی تیرا حفاظت فرمانے کا ارادہ ہو۔  
عامر محفل مصطفیٰ سے اٹھا تو اسے طاعون نے اپنی گرفت میں لیے لیا جیسے کہ اونٹوں کو طاعون لاحق ہوتا ہے اور قبیلہ سلول سے تعلق رکھنے والی عورت کے گھر مر گیا۔ جہنم واصل ہونے سے پہلے پکار پکار کر کہتا تھا اے موت میرے سامنے آ۔ اور دوڑتا ہوا باہر نکلتا اور آسمان کی طرف اچھلتا اور کہتا  
نہجے طاعونی غدود نے اپنی گرفت میں لے لیا ہے جو کہ  
غدودِ شر کی مانند ہے اور مجھے سلویہ عورت کے گھر موت نے آیا۔

## دسواں باب

### وفد عبد القیس

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وفد عبد القیس کے لوگ جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کا حکم دیا پھر فرمایا آیا جانتے ہو کہ ایمان باللہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ رسول اللہ علم آپ نے فرمایا شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت سے خمس کی ادائیگی۔ (بخاری و مسلم)

## گیارہواں باب



ماہور فرماویں ”آپ کے دست اقدس میں کھجور کی شاخ تھی۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: خلافت دنیائے  
تو دنیا کی بات ہے اگر تو اس چھڑی کا مطالبہ کرے تو یہ بھی تجھے دینے کو تیار نہیں ہوں۔ جب پیامہ کی طرف لوٹے تو میسر  
عناؤ و نبض اور حسد و بغی سے کام لیتے ہوئے دین اسلام سے منحرف اور مرتد ہو گیا (العیاذ باللہ)

ان وفود کے علاوہ وفد بنی اسد۔ وفد کلاب۔ وفد الدارین۔ وفد بنی البکار۔ وفد طبری۔ وفد سلمان۔ وفد زبیر۔ وفد  
عبس اور وفد خولان بھی بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور محمد بن سعد نے طبقات میں ان وفود کی  
تعداد و شریبان فرمائی ہے۔ لیکن ان تمام کے تذکرہ و بیان سے ہم کلام کو زیادہ طول دینا مناسب نہیں سمجھتے لہذا صرف  
انہیں کے تذکرہ پر اکتفا کر دیا ہے جن کے تذکرہ میں کوئی انوکھی اور اچنبھے کی بات تھی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب کوئی وفد حاضر بارگاہ ہوتا تو اچھا لباس زیب تن فرماتے اور  
بعد ازاں ان کو شرف ملاقات بخشتے۔



ابو موسیٰ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بیت کے لیے استنفار کا حکم دیا گیا۔ آپ نے ان کے لیے ایک رات ۴۰ تہجد، ۴۰ رات ۱۱ تہجد، ۱۱ رات ۷ تہجد، ۷ رات ۵ تہجد، ۵ رات ۳ تہجد، ۳ رات ۲ تہجد، ۲ رات ۱ تہجد کا حکم دیا۔



میرے لیے سواری پر زین ڈالو! میں نے تعمیل ارشاد کی آپ جنت البقیع میں پہنچ کر سواری سے اترے۔ میں نے اس کی لگام تھامے رکھی۔ آپ اہل بقیع کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مبارک ہو تمہیں! اپنی یہ حالت جس میں تم ہو بہدت لوگوں کے اس حال کے جس میں وہ موجود ہیں (تم دار فتن و کلا لیت سے چھٹکارا حاصل کر چکے جبکہ وہ اُن میں مبتلا ہیں) سیاہ شب کے قطعات کی طرح بیسب اور بھیا تک فتنے یکے بعد دیگرے تسلسل کے ساتھ رونما ہونے ہی والے ہیں اور ہر پھلپلا فتنہ پہلے فتنہ کی نسبت بدتر ہوگا۔ لہذا تمہیں اُن سے خلاص حاصل کر کے جوار رحمت الہی میں امن و عافیت سے رہنا مبارک ہو۔

واپسی پر فرمایا اے ابو موسیٰ مجھے (قیصر و کسریٰ کا ملک اور خزانوں وغیرہ عطا کر دیے گئے ہیں جو میرے بعد میری امت کے ہاتھوں فتح ہوں گے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ وہ سارا ملک اور خزانوں کے لوں اور بعد ازاں جنت حاصل کر لوں اور تا قیام قیامت اپنے غلاموں میں رہوں یا وصال اختیار کر لوں اور اللہ تعالیٰ کی تقار اور بارگاہِ قدس میں حاضری میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دنیا میں رہائش اختیار فرمائیں (تاکہ قیامت تک پیدا ہونے والے لوگ آپ کے انفاس قدس اور انوار ملکوتیہ سے استفادہ کریں) آپ نے فرمایا میں نے تقار باری تعالیٰ کو اختیار کر لیا ہے۔ اس کے سات آٹھ دن بعد آپ کو بیماری لاحق ہوئی۔ آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور واصل بحق ہو گئے۔

## دوسرا باب

### حضرت اسامہ بن زید کا سپہ سالار بننا

اہل سیر فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو بلایا اور حکم دیا کہ اپنے باپ کے مقام شہادت پر شکر کشی کرو۔ اور ان کفار و مشرکین کو گھوڑوں سے روند ڈالو۔ انہوں نے شکرے کے مقام جہنم میں پڑاؤ ڈالا۔ اس لشکر میں حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت سعدؓ، حضرت سعید اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم بھی نکلے۔ بعض لوگوں نے ان عمر رسیدہ سپاہیوں کو دیکھا اور اسامہ رضی اللہ عنہ جیسے نوخیز امیر لشکر کو دیکھا تو کہا اس نوخیز بچے کو صاحبِ سرین اولین پر امیر بنایا جا رہا ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تبصرہ کا علم ہوا تو سمجھتے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور لکھنؤ سے باہر تشریف لائے جبکہ شدتِ درد سے سرا قدس کو باندھا ہوا تھا۔ اسی حالت میں منبر پر چلوہ افزہ ہوئے اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا! لوگو! اسامہ کو امیر بنانے پر تم نے کیسی گفتگو کی ہے اور جو اطلاع مجھے ملی ہے اس کی حقیقت کیا ہے! اگر تم (میں سے بعض) نے میرے اسامہ کو امیر بنانے پر گفتگو کی ہے تو یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ اس کے باپ زید رضی اللہ عنہ کو امیر بنانے پر ایسی گفتگو کی گئی تھی (کہ غلام اور غلام زادے کو قریش اور مشائخ پر امیر بنایا گیا ہے) حالانکہ نجد حضرت زیدؓ



امارت کے اہل تھے اور اس کے لیے پوری طرح موزوں اور اس کے بعد اس کا بیٹا امارت و قیادت کا پوری طرح اہل ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیں اضافہ ہو گیا۔

## تیسرا باب

### مسلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت

مسلمہ کذاب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور آپ کی رسالت کی گواہی بھی دی لیکن ساتھ یہ بھی کہا کہ مجھے اُن کا شریک بنا دیا گیا ہے جب واپس اپنے علاقہ میں گیا۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔  
مسلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام۔

سلام علیک! اما بعد۔ مجھے آپ کے ساتھ امر نبوت و رسالت میں شریک ٹھہرایا گیا ہے۔ آدھا علاقہ ہمارے لیے ہے اور آدھا قریش کے لیے۔ لیکن قریش حد سے تجاوز کرنے والے ہیں اور حقدار کو اس کا حق نہیں دیتے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کذاب کو جواب ارسال فرمایا:-

محمد رسول اللہ کی طرف سے مسلمہ کذاب کے نام۔

اما بعد! ساری زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ اس کا وارث اور مالک بنا دیتا ہے۔

## چوتھا باب

### اسود عنسی کا ظہور

اسود شعبدہ باز شخص تھا اس کے اعلان نبوت کا آغاز سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حج فرمانے کے بعد ہوا۔ قبیلہ مذحج نے اس کے ساتھ عہد و پیمان کیا اور علاقہ نجران اس کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا۔ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ اور خالد بن سید رضی اللہ عنہ کو وہاں سے نکال دیا۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیمار ہونے کی وجہ سے اس کو مہلت مل گئی اور اس نے تقویت حاصل کر لی۔ ساحلی علاقوں کے لوگ اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے اور اس علاقہ کے اہل اسلام



اس کی روز افزوں قوت اور ترقی سے خوفزدہ ہوئے۔ پھر حضرت فیروز رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کی اطلاع مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے ہی صبح سویرے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان منبر دیا کہ آج رات فیروز نے اسود کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا میں موعود اب تھا کہ میرے پاس خزانہ لائے گئے۔ اور میرے ہاتھ میں دے دیے گئے۔ اسی دوران میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں دو نہری گنگن دیکھے جو منہ پر محنت گراں گذرے اور انہوں نے مجھے غمزدہ کر دیا۔ میری طرف وحی کی گئی کہ انہیں بھونک مارو میں نے بھونکا تو وہ اڑے اور بے نام نشان ہو گئے۔ میں نے اس کی تفسیر یہ کی کہ دو جھوٹے دعویٰ نبوت پیدا ہو چکے ہیں جو میرے دائیں بائیں والے علاقوں میں ظاہر ہو چکے ہیں۔ رہنمائیں اسود عتسی اور میامہ میں سیلہ کذاب۔

## پانچواں باب

### طلیحہ بن خویلد کا دعویٰ نبوت

طلیحہ بن خویلد نے بھی دعویٰ نبوت کیا اور ایک جماعت کثیرہ نے اس کی اطاعت کی۔ اس نے رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف امن و آشتی سے رہنے کے لیے باہمی عہد و پیمان کا خط لکھا۔ پھر اپنے اس دعویٰ باطل سے تائب ہو کر مشرف باسلام ہوا اور نہادند کے مقام پر جہاد کرتا ہوا شہید ہو گیا۔



# ابواب وصال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

## باب اول

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا جانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ عورت نے گوشت میں زہر ملا کر بارگاہ نبوی میں پیش کیا۔ آپ نے نغمہ منہ میں رکھا تو فرمایا: اس عورت نے گوشت میں زہر ملا رکھا ہے (لہذا ہاتھ اٹھا لو اور اسے مت کھاؤ)۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں! حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اس زہر آلود نغمہ کا اثر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلق مبارک میں دیکھا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ عورت نے بکری کا زہر آلود گوشت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا اسے مت کھاؤ۔ کیونکہ یہ زہر آلود ہے۔ پھر اس عورت کو فرمایا تجھے اس حرکت پر کس چیز نے برا سمجھتے کیا۔ اس نے کہا میں نے چاہا کہ آپ کی صداقت نبوت کا مشاہدہ کروں کہ اگر سچے نبی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں مطلع کر دے گا اور اگر سچے نہیں ہو تو تمہیں زہر سے ہلاک کر کے لوگوں کو آپ سے بچا لوں اور حجت پہنچاؤں۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ تہنیت فرماتے تھے اور صدقہ نہیں کھاتے تھے۔ ایک یہودیہ عورت نے آپ کی خدمت میں بکری کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا آپ نے امیر شہین البراء رضی اللہ عنہ نے اس سے تناول فرمایا (جب معلوم ہو گیا کہ یہ زہر آلود ہے تو آپ نے) اس عورت کی طرف آدمی بھیج کر دریافت فرمایا کہ تجھے اس اقدام پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے۔ اس نے کہا میں جانتی تھی کہ تم سچے نبی ہو تو تمہیں اس سے کوئی ضرر لاحق نہیں ہوگا اور اگر بادشاہ ہو تو آپ کو زہر سے ہلاک کر دوں اور لوگوں کو آپ سے نجات دلاؤں۔

رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں فرمایا کہ ہمیشہ خبر میں زہر آلود نغمہ کھانے کا اثر ظاہر ہوتا رہا ہے۔ مگر اس وقت اس کا اتنا شدید اثر ظاہر ہو رہا ہے کہ گویا میری آنکھیں کٹ رہی ہیں۔

حزب عار ۲۰۲، حدیث ۲۰۲ سے روایت ہے کہ ایک یہودیہ عورت نے بکری کے بھنے ہوئے گوشت کو زہر آلود



کر دیا۔ پھر بارگاہ نبوی میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے اس بکری کا بازو ہاتھ میں لیا اور تناول فرمایا اور صحابہ نے بھی کھایا پھر آپ نے فرمایا اپنے ہاتھ اٹھا لو اور اس عورت کو بلایا اس کو فرمایا تو نے اس بکری کو نہ ہر آلود کیا ہے، عرض کیا ہاں۔ مگر آپ کو اس کی اطلاع کس نے دی ہے تو آپ نے بکری کے بازو اور اگلی ٹانگ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس نے آپ نے فرمایا تیرا اس اقدام سے کیا مقصد تھا؟ اس نے عرض کیا میرا خیال یہ تھا کہ آپ اگر واقعی نبی ہیں تو آپ کو کوئی ضرر لاحق نہیں ہوگا اور بصورت دیگر میں چھٹکارا حاصل ہو جائے گا۔ آپ نے اس سے درگزر فرمایا اور اس کو عتاب و عقاب نہ فرمایا۔

جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا گوشت کھالیا تھا۔ ان میں سے بعض شہید ہو گئے اور آپ نے ابوہند مولیٰ بنی بیاضہ کو سنگیاں لگانے اور خون نکالنے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے آپ کے کندھے پر پھری سے زخم کیا اور سنگی کے ذریعے خون نکالا تاکہ زہر کا اثر کم ہو جائے۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں اس عورت کا نام زینب بنت الحارث تھا اور وہ سلام بن مشکم کی بیوی تھی۔ محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ میں جو روایات پہنچی ہیں ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اس عورت کو قتل کر دیا تھا (اقول پہلے درگزر فرمایا اور جب بعض صحابہ زہر سے وفات پا گئے تو بطور قصاص قتل کر دیا۔ لہذا روایات میں باہم کوئی منافات نہیں ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم)۔

## دوسرا باب

### قرب وصال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب سورہ نصر نازل ہوئی۔ اذ جاء نصر اللہ والفتح اللہیہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے میرے قرب وصال کی اطلاع دی گئی ہے یہ خبر مانگا سنئے ہی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا آبدیدہ ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا رویے نہیں بیٹھی سب سے پہلے میرے پاس تم ہی پہنچو گی (اس مشرکہ جانفزا اور خبر روح پرور کے سننے سے) آپ ہنس پڑیں (اگرچہ خبر وصال ہے اور حسنین کریمین اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے جدائی کی اطلاع مگر یہ بھی سیدہ زہرا کے لیے موجب مسرت ہے کیونکہ محبوب حقیقی سید الکمل صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکہ وصال ہے اور ایام فراق کے جلد اختتام کی خبر جانفزا۔



## تیسرا باب

### دورہ قرآن کریم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان المبارک میں حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مقدس کا دورہ فرماتے اور جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال آپ نے دو مرتبہ قرآن مقدس جبریل علیہ السلام کے ساتھ دورہ فرمایا۔

## چوتھا باب

### آغاز مرض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کے گیارہویں سال ماہ صفر کے آخری ایام میں دردِ سر کا عارضہ لاحق ہوا و اقدی کہتے ہیں کہ صفر المظفر کی صرف دو راتیں باقی تھیں اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ صرف ایک رات باقی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ ربیع الاول کے ابتدائی دنوں میں یہ تکلیف آپ کو لاحق ہوئی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس میں درد شروع ہوا اسی دن آپ میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے اپنے دردِ سر کی شکایت کرتے ہوئے کہا ”وارأسہ“ اے افسوس میرا سر شدتِ درد سے پھٹا جا رہا ہے ” آپ نے فرمایا اے عائشہ تیرے سر کا درد کیا درد ہے بلکہ درد تو دراصل میرے سر کو ہے یعنی تمہارا درد میرا ہی ہے اور ختم بھی ہو جائے گا لیکن میرا درد ختم ہونے والا ہے اور نہ تادمِ زلیت مجھ سے دور ہونے والا ہے۔

پھر آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور دردِ مزید شدت اختیار کر گیا۔ آپ نے اپنی ازواجِ مطہرات سے ایامِ مرض حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گزارنے کی اجازت طلب فرمائی تو انہوں نے برضاءِ رغبت اور بطیب خاطر اجازت دے دی۔ آپ جب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف تشریف لانے لگے تو جسمانی ضعف اور شدتِ درد اس قدر زیادہ تھا کہ آپ کے پاؤں مبارک زمین پر لکیریں کھینچ رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن جنت البقیع میں ایک



جنازہ میں شمولیت کے بعد واپس تشریف لائے تو مجھے دوسرے کراہتے ہوئے دیکھا اور واراساہ کہتے ہوئے سنا تو فرمایا۔ اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہو جاؤ تو اس میں تمہارے لیے کیا ضرورت نقصان ہے۔ میں اپنی نگرانی میں تمہارے غسل کا بندوبست کروں گا اور کفن کا نماز جنازہ پڑھاؤں گا اور اپنے ہاتھوں سے دفن کروں گا۔

میں نے عرض کیا بخدا میں چشمِ تصور سے دیکھ رہی ہوں کہ اگر میں مر گئی تو میرے دفن سے واپس ہوتے ہی آپ کسی دوسری بیوی کے ساتھ میرے اسی مکان میں سلسلہ عروسی کا آغاز فرمادیں گے۔ آپ میری یہ بات سن کر مسکرائے پھر آپ کو وہ عارضہ لاحق ہوا جس میں آپ کا وصال ہو گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ اپنے مرض کے دوران سوال فرماتے میں کل کہاں ہوں گا؟ اور پرسوں کہاں ہوں گا؟ اور آپ کا مقصد میری باری والے دن کے متعلق استفسار کرنا تھا۔ آپ کی ازواج مطہرات نے بھی آپ کی رضا معلوم کر لی چنانچہ انہوں نے آپ کو عرض کیا کہ ہمیں اپنی اپنی باری کا اس تکلیف کی صورت میں حرص نہیں ہا اور نہ آپ کی یہ بار بار ادھر سے ادھر منتقل ہونے والی تکلیف ہمارے لیے قابل برداشت ہے۔ لہذا آپ جہاں بھی ایامِ مرض گزارنا چاہیں گذاریں ہماری طرف سے اجازت ہے تو آپ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر منتقل ہو گئے اور تمام ایامِ مرض وہیں گزارنے حتیٰ کہ اسی مکان میں آپ کا وصال ہوا اور آخری آرام گاہ بھی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارکہ بنا۔

## پانچواں باب

### صدیق اکبر کی تیمارداری

ابن سالم کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ مجھے اجازت مرحمت فرمادیں تاکہ میں آپ کی تیمارداری کر دوں اور آپ کی خدمت سرانجام دوں تو آپ نے فرمایا اے ابو بکر میں نے اپنی ازواج کو اور بنات کو اپنی خدمت اور علاجِ معالجہ کی تکلیف دے دی ہے کہ اگر میں ان سے الگ رہ کر علاج کرتا ہوں تو ان کے رنج و غم میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ تمہارے حسن نیت اور اخلاص کی بدولت اللہ تعالیٰ نے تمہارا اجر و ثواب اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے۔



## چھٹا باب

### ایام مرض میں ازدواج مطہرات کی خدمت

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ضعف بدن کا حال یہ تھا کہ چلتا آپ کے لیے مشکل تھا مگر پھر بھی آپ نے ازدواج مطہرات کے درمیان مساوات اور تقسیم ایام کا لحاظ رکھا حتیٰ کہ آپ کو اٹھا کر ایک گھر سے دوسرے گھر لے جایا گیا۔

## ساتواں باب

### شدت مرض

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے اظہار درد اور بستر پر لوٹنا شروع فرمایا میں نے عرض کیا اگر ہم میں سے کوئی اس طرح کرتا تو آپ ناراضگی کا اظہار فرماتے۔ آپ نے فرمایا جتنا ایمان کامل ہو تب ہی تکلیف زیادہ ہوتی ہے لہذا جتنا درد مجھے ہے اتنا درد کسی کو نہ ہوا (اور نہ ہوگا)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا آپ کو عارضہ تپ لاحق تھا۔ میں نے جب اظہار کو ہاتھ لگایا اور عرض کیا آپ کو تو شدید بخار لاحق ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ مجھے اتنا تپ لاحق ہوتا ہے۔ جتنا کہ تم میں سے دو شخصوں کو! میں نے عرض کیا یہ فرق تکلیف میں اس لیے ہے کہ آپ کے لیے اجر بھی دوگنا ہے! آپ نے فرمایا ہاں! مجھے قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ روئے زمین پر جس مسلمان کو بھی کسی قسم کی تکلیف لاحق ہوتی ہے۔ مرض ہو یا اس کے علاوہ کائنات چھیننے یا چوڑائی کاٹنے کی تکلیف تو اللہ تعالیٰ اس تکلیف کے عوض اس کے گناہ اس طرح دور فرماتا ہے کہ جیسے درختوں سے پت جھڑکے موسم میں پتے گرے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت درد کا غلبہ زیادہ ہو۔ بلکہ سب سے زیادہ یہ درد اور تکلیف آپ کو درپیش ہوتی تھی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ آپ پر شدت تپ کی وجہ سے لڑھکے (حالہ صفا) تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ اگر آپ کو درد ہے تو اسے دور کر کے دیکھیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ! اللہ!



بھان اللہ کتنا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کسی پر شدید ابتلا نہیں ہوتا اور جس طرح ہم پر تکلیف شدید مسلط کی جاتی ہے اسی طرح ہیں احسب و ثواب بھی زیادہ عطا کیا جاتا ہے۔

سوال: اکابرین پر شدت درد و الم کی وجہ کیا ہے؟

جواب: علامہ ابن عقیل اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں چند پوشیدہ جوہر اور صلاحیات و استعدادات رکھی ہوتی ہیں جن کو ان تکالیف و شدائد کے تسلسل کے ذریعے ظاہر فرماتا ہے اور انکو تکالیف میں مبتلا فرما کر توفیق صبر اور رضا و بالقضاء عطا فرما کر آنے والے لوگوں کے لیے سامان عبرت اور موجب رشد و ہدایت بناتا ہے (کہ جب تکالیف ایسے مقبولان خداوندی کو پیش آسکتی ہیں تو تم کون ہو کہ تمہیں کوئی عارضہ لاحق نہ ہو جب انہوں نے صبر و رضا کا پیکر بن کر تنہی خوشی سے ان کا استقبال کیا ہے تو تمہیں بھی جزع و فزع سے گریز کرنا چاہیے اور پیکر صبر و رضا بن کر اوقات ابتلاء کو گزارنا چاہیے)۔

ابو عبیدہ کی پوچھی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم چند عورتیں بارگاہ نبوی میں عبادت کے لیے حاضر ہوئیں کیا دیکھتی ہیں کہ مشکیزہ لٹکا ہوا ہے جس کے قطرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جہد اطہر پر پڑ رہے ہیں اور تب کی شدت کو کم کیا جا رہا ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ تکلیف دور فرما دیتا۔ آپ نے فرمایا سب لوگوں سے زیادہ ابتلاء و تکالیف کا شکار انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے بعد دوسرے درجہ میں ہیں اور پھر وہ تیسرے درجہ میں ہیں۔ و علی ہذا القیاس (اور ابتلاء و امتحان میں پیکر صبر و رضا بنانا لازم ہے اور جزع و فزع کا اظہار ممنوع و حرام ہے)۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت وصال میں دیکھا۔ آپ کے قریب پانی کا ایک پیالہ پڑا ہوا تھا جس میں ہاتھ مبارک ڈال کر تر فرماتے اور پھر چہرہ اقدس پر ملتے۔ اور بارگاہ خداوندی میں التجار کرتے اللہم اعنی علی سکرات الموت۔ اے اللہ سکرات موت اور اس حالت میں طاری ہونی والی غشی اور مدہوشی میں میری اعانت و امداد فرما۔ عہ

عہ عند الموت شدائد و سکرات کا طاری ہونا نظر عوام میں مستبعد ہوتا ہے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسی بنا پر فرمایا کہ سرمد عالم حبیب کرم علیہ السلام کی شدت موت دیکھنے کے بعد میں موت انتقال کرنے والوں کی موت پر رشک نہیں کرتی۔ لیکن ظاہر ہے عام اموات پر طاری ہونے والی شدتوں کو سید الملق علی الاطلاق کے سکرات موت سے کیا نسبت اور مماثلت اور حقیقت میں کیا مناسبت۔ فتح معق علیہ الرحمہ نے بعض عرفاد سے سکرات اور شدائد کے گیارہ وجوہ نقل فرمائے ہیں۔ خوف طوالت کے پیش نظر چند ایک بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۔ منور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جامع المقائل ہے اور متشدد وجودات اہلیہ و فرعیہ اور جمع حقانی جو اہر و اعلا من ارواح و اجسام میں ماری



حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں کسی بھی ایسے شخص کی موت پر رشک نہیں کرتی جو تکلیف اور دردِ الم کے بغیر فوت ہو جائے جب سے کہ میں نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال اور آپ کو پیش آنے والی تکلیف اور شدت کو دیکھا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض وصال کے اندر شدید کرب لاحق ہوا تو حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے کہا: ”واکرباء لکرمبک یا ایتاہ“ اے ابا جان تمہارے درد و کرب کی وجہ سے مجھے کس قدر درد و کرب کا سامنا کرنا پڑا بار جب آپ نے فرمایا: لا کوب علی ابیت بعد، الیوم۔ آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی درد و الم اور رنج و کرب نہیں ہوگا۔ تحقیق تمہارے ابا جان کو وہ مرحلہ اجل درپیش ہے جو ہر ایک کو لا محالہ پیش آنا ہے اور کسی کو چھوڑنے والا نہیں ہے اور بعد ازاں قیامت کو سب کا باہم اجتماع ہوگا۔ ف

اور حلولِ فرزندِ ارواحِ اقدس کا بعد اظہار سے جدا ہونا گویا ہر روح کا اپنے اپنے جہ سے جدا ہونا ہے اگر اس حقیقت کو مد نظر رکھ کر دیکھیں تو آپ پر طاری ہونے والی شدتِ اندک از بسیار ہے اور قطرہ از بحار (۲)۔ ان لمحات میں جملہ کمالات کی تکمیل کرائی جا رہی تھی۔ تجلیاتِ محمدیت۔ تنزلاتِ احدیت اور دیگر علوم و اسرار اور شاہدات سے آپ کو نوازا جا رہا تھا۔ روحِ اقدس طلبِ مزید کے درپے تھی اور نطقِ بشریت ان کے تحمل سے مضطرب لہذا عالمِ عیان میں صورتِ سکرات نمودار ہو رہی تھی (۳) وقت وصال قریب تھا اور تقاریرِ ربانی کا مرحلہ نزدیک اور جو شخص معرفتِ باری اور عبودیت میں کامل ہوگا اور جلالِ باری کے مقابل اتنا ہی خضوع و خشوع اور خوف و خشیت کا اظہار کرے گا اتنا بخشش املئہ من عبادہ العلماء اسی لیے فرمایا گیا اور کوئی شخص سید الانبیاء امام المرسلین علیہ السلام سے اکمل نہ معرفتِ الوہیت میں ہے اور نہ عبودیت میں اور نہ ہی ہو سکتا ہے لہذا آپ پر سب سے زیادہ کیفیتِ خضوع و خشوع اور خوف و خشیت نمودار ہونی ضروری تھی جس نے صورتِ سکرات اختیار کر لی (۴)۔ جتنا اختیارِ ملک و سلاطین کسی کو تفویض کرتے ہیں بوقتِ حساب وہ اتنے ہی خوفزدہ ہوتے ہیں اگرچہ حساب پاک ہی کیوں نہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کردہ سلطنت و مملکت کا دائرہ انتہائی وسیع تھا لہذا اندیشہ سوال و جواب کے تحت فی الجملہ مصیبت و درہشتِ احکام الہیہ کا طہور ضروری تھا اگرچہ اعلانِ مغفرت و بخشش ہو چکا تھا اور لا تُسأل عن اصحاب الجہنم فرما کر حساب کتاب سے درگزر کا اعلان فرمایا گیا تھا (۵) روح و جسدِ اقدس میں کمالِ ربط و تعلق اور محبت و عشق تھا اور وصال موجبِ انقطاع تعلق تھا لہذا اس جدائی کا الم اور درد و فراق بصورتِ سکرات موت نمودار ہو رہا تھا (۶) یہ اضطراب و شدت دراصل عجبانِ بارگاہِ رسالت اور عاشقانِ جنابِ محبوبیت کا اضطراب تھا جو ذاتِ محبوب سے کمالِ تعلق کے پیش نظر اس آئینہ حق نما اور حقیقت کشا سے نظر آ رہا تھا۔ تعلقِ الوہیت اور شوقِ رفیقِ اعلیٰ عالمِ بالا کی طرف کشش کر رہا تھا اور عشاق و عجبانِ زار کا تعلق عالمِ دنیا کی طرف کشش کر رہا تھا اور اس کشاکش اور تعامل نے صورتِ سکرات موت اختیار کر لی تھی۔ ہذا واللہ و رسولہ اعلم۔

ف۔ اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ آنحضرت شافعِ یومِ نشور علیہ السلام کو اپنے وقتِ اجل کا تفصیلی علم تھا اور حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کو صراحتہ فرمایا کہ کل میرا وصال ہو جائیگا اور یہ تکلیف اور شدت ختم ہو جائے گی۔



## آٹھواں باب

### وصیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پڑے اور آپ کا دروشت اختیار کر گیا۔ تو آپ نے فرمایا مجھ پر سات مشکیزوں سے پانی ڈالو جن کے منہ بند کر کے میاں لایا گیا ہو۔ امید ہے کہ میری طبیعت سنبھل جائے گی اور میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کر سکوں گا۔

ہم نے آپ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بڑے لگن میں بٹھایا۔ پھر پانی پلٹنا شروع کیا حتیٰ کہ آپ نے ہاتھ مسجد ک سے اشارہ فرمایا کہ تم نے حق خدمت ادا کر دیا ہے اور اب میری طبیعت سنبھل گئی ہے۔ پھر آپ مسجد شریف میں تشریف فرما ہوئے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں فرمایا کہ مجھ پر ایسے سات مشکیزوں کا پانی ڈالو جو سات کنوؤں سے بھر کر لائے گئے ہوں تاکہ میں لوگوں کے پاس جاؤں اور ان کو وعظ و نصیحت کر دوں۔ آپ فرماتی ہیں ہم نے آپ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بڑے لگن میں بٹھایا اور آپ پر پانی ڈالا۔ آپ نے راحت محسوس فرمائی۔ حجرہ مبارکہ سے نکلے۔ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بجالائے۔ شہداء احد کے لیے مغفرت اور ترقی درجات کی دعا فرمائی پھر عبدالرحمن بن عوف سے کہا کہ میرا قیمتی سرمایہ ہیں اور محل اسرار انہیں کے پاس ہجرت کر کے میں نے سہارا لیا۔ لہذا ان کے عزت والے افراد کی عزت کرنا اور محنین اور کرم پیشہ افراد کے احسان اور شہوہ جو دو کرم کو نگاہ قبولیت سے دیکھنا اور اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو تو ان سے درگزر کرنا بشرطیکہ وہ حُبم حدود کے ضمن میں نہ آتا ہو۔

غور سے سنو اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندوں میں سے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ وہ چاہیں تو دنیا میں رہیں اور اگر چاہیں تو عند اللہ ابدی و سرمدی نعمتوں کو اختیار کر لیں اور بالخصوص لقاء باری کو تو اس عبد مخصوص نے قرب خداوندی کو اختیار کر لیا ہے اور اس کے ہاں جو نعمتیں ہیں انہیں دینی نعم پر ترجیح دی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس اعلان کو سنا تو سمجھ لیا کہ جس عبد کو اختیار دیے جانے کی خبر آپ دے رہے ہیں وہ عبد آپ ہی ہیں اور آپ نے دار آخرت کو اختیار فرمایا ہے تو آپ رونے لگے (اور عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر ندامتوں سے بھری نظر سے دیکھ رہے ہیں) کیا عجیب ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عبد کی بات کر رہے تھے اور یہ رورہے ہیں اور آپ پر ماں باپ کو فدا کر کے آپ کی جان بچانے کی خواہش و تمنا کا اظہار کر رہے ہیں بعد میں جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم داغ مفارقت دے گئے تب



معلوم ہوا کہ ابو بکرؓ سب سے زیادہ علم والے تھے اور رازدار نبوت (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کی حالتِ غم و اندوہ کو دیکھا تو فرمایا اے ابو بکر سکون و اطمینان سے کام لو (اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے اور اشاروں اشاروں میں ان کی خلافت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا اس مسجد کی طرف کھلنے والے سبھی دروازے بند کر دیے جائیں ماسوا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے (کیونکہ انہیں نماز پڑھانے خطبہ دینے اور امور سلطنت کی انجام دہی کے لیے بہت زیادہ مسجد میں آمد و رفت کی ضرورت ہوگی لہذا ان کا دروازہ مسجد کی سمت کھلا رہے) ساتھ ہی ان کے حق خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا میں ابو بکر سے براہ کر کسی کو اپنے حقوق محبت ادا کرنے والا نہیں جانتا (سب سے براہ کر انہوں نے میرے حقوق خدمت کو ادا کیا ہے)۔

## نواں باب

### اپنی ذات اقدس کو قصاص کیلئے پیش فرمانا

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے جبکہ آپ کو سخت بیمار تھا اور سراقہ کو شدت درد کی وجہ سے باندھا ہوا تھا میں نے اٹھ کر استقبال کیا تو آپ نے فرمایا میرا ہاتھ پکڑ لے میں نے دست اقدس کو تھاما آپ چلتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے حتیٰ کہ منبر شریف پر جلوہ فرما ہوئے پھر فرمایا لوگوں میں اعلان کر دو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں اور خطاب فرمانا چاہتے ہیں فوراً حاضر ہو جاؤ۔ اعلان سننے ہی سبھی لوگ حاضر خدمت ہو گئے آپ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا اے لوگو! میرا تمہارے درمیان سے اٹھ جانے کا وقت قریب آچکا ہے۔ میں نے جس کی پشت پر بلا حکم شرع بتقاضائے بشریت کوڑے لگائے یوں تو اس کے لیے میری پیشہ حاضر ہے وہ اپنا قصاص لے لے اور میں نے جس کا مال لیا ہو تو یہ میرا مال حاضر ہے وہ اپنا حق وصول کرے اور جس شخص کو میں نے گالی دی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ بھی مجھے وہی کلمات کہہ کر اپنا قصاص لے لے اور کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور کبیدگی خاطر سے خوفزدہ ہوں۔ ان معاملات میں ناراضگی اور غم و غصہ کا اظہار نہ میری طبیعت کا مقتضی ہے اور نہ میری یہ شان اور مقام۔ سب سے زیادہ محبوب اور پیارا میرے نزدیک وہی شخص ہے جو اپنا قصاص مجھ سے وصول کرے یا پھر بطیب خاطر مجھے بخش دے اور بروز قیامت مطالبہ سے دست بردار ہو جائے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری دوں۔ تو میری جان پر کوئی گرائی نہ ہو اور کسی طرح کا بوجھ، بلکہ طیب نفس کے ساتھ وہاں حاضری دوں۔

اور میرا خیال یہ ہے کہ محض ایک بار کہنا کافی نہیں ہوگا بلکہ بار بار کہنا پڑے گا اور اس ضمن میں مزید تاکید کرنی پڑیگی۔



پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے نماز ظہر ادا فرمائی اور دوبارہ منبر پر رونق افروز ہوئے اور پہلے کلام کا اعادہ پھر فرمایا اور لوگوں کے اس توہم کا ازالہ فرمایا کہ کوئی شخص مجھ سے قصاص طلب کرے گا تو میرے دل میں اس کے متعلق کبیدگی اور ناپسندیدگی ہوگی۔

ایک شخص اٹھا اور عرض کیا آپ اتنی تاکید فرما رہے ہیں اور پرزور مطالبہ صرف اس لیے میں یہ جبارت کر رہا ہوں کہ میرے تین درہم آپ کے ذمہ واجب الادا ہیں۔ آپ نے فرمایا اسے فضل اسے تین درہم دے دیجئے پھر ارشاد فرمایا اے لوگو جس پر کوئی چیز واجب و لازم ہے وہ اسے فوری طور پر ادا کر دے اور یہ خیال نہ کرے کہ یہ تو دنیا میں ذلت و رسوائی اٹھانا ہے کیونکہ دنیا کی خفیت اور رسوائی آخرت کی فضیلت و رسوائی سے سہل ہے ایک اور شخص اٹھا اس نے عرض کیا میرے پاس تین درہم ہیں جو میں نے بیت المال سے بطور خیانت لیے تھے۔ آپ نے فرمایا کیوں لیے تھے؟ عرض کیا میں ضرورت منداہ محتاج تھا آپ نے حضرت فضل کو فرمایا اس سے تین درہم وصول کر لو۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں موٹا اور بھاری جوتا پہنے ہوئے تھا اور میرا پاؤں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک پر آگیا جن دونوں آپ غزوہ خیبر کے سلسلہ میں خیبر کے علاقہ میں تشریف فرما تھے آپ نے اپنے عصا مبارک کے ساتھ مجھے چوکا دیا اور فرمایا بسم اللہ تو نے مجھے درد و الم پہنچایا ہے فرماتے ہیں میں نے ساری رات اپنے آپ کو ملامت کرتے اور کھستے ہوئے گزاری کہ تو نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو درد اور تکلیف پہنچائی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ میں نے وہ رات کس طرح بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو میں نے سنا کہ ایک شخص میرا نام لے کر پکار رہا ہے۔ کہ عبداللہ بن ابی بکر کہاں ہے؟ میں نے سوچا مجھ سے غلطی ہوئی اسی وجہ سے مجھے تاویب کے لیے طلب کیا جا رہا ہے۔ میں سخت غمزدہ اور ڈرا سہا ہوا بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ سر ایا رحمت اور عیم غفور و مغفرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنے جوتے کے ساتھ کل میرا پاؤں روند ڈالا اور مجھے ایذا اور تکلیف پہنچائی۔ میں نے تجھے عصا کے ساتھ سخت چوکا دیا اور تجھے تکلیف پہنچائی میں اس کا تجھے یہ بدلہ دیتا ہوں کہ اسی بھیڑ بکریاں لے جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جہاد کی تہنیت دی تو صحابہ کرام عظیم الرضوان اکٹھے آپ کی بارگاہ میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے آپ کے ارد گرد گھیر ڈال لیا اور سخت از دھام کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ آپ کے دست اقدس میں کھجور کی شاخ تھی جس کے کانٹے الگ کیے جا چکے تھے صرف ایک کانٹا رہ گیا تھا جس کو ہم نے دیکھا نہیں تھا۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پھڑی مجھ سے دور کر دو کیونکہ تم نے مجھ پر از دھام کر رکھا ہے تو اس سے کہیں کسی کو تکلیف نہ پہنچ جائے۔ جب آپ وہ پھڑی صحابہ میں سے ایک شخص کے حوالے فرما رہے تھے تو اس کا کانٹا ایک شخص کے پیٹ میں جھپا اس سے اس کا خون نکل آیا۔ وہ شخص بھیڑ سے باہر نکلا تو کہہ رہا تھا۔ یہ ہے سلوک تیرے نبی کا میرے ساتھ۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سن لی۔ اسے پکڑ کر رحمۃ للعالمین صلی اللہ



علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ آیا یہ درست ہے کہ میں نے تجھے تکلیف پہنچائی ہے اور خون آلود کیا ہے؟ اس نے عرض کیا جی حضور! یہ حقیقت ہے اور امر واقعہ۔ آپ نے فرمایا تو اب تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کیا میں بدلہ لینے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ نے وہ چھڑی اسے دی اور اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا الگ کیا۔ اس نے شاخ خرا کو پھینکا اور حبیب مکرم شفیق منظم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر زناٹ کی جگہ کا بوسہ لینے لگا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم ہر وقت آپ کی خاطر سر بکھت رہتے ہیں۔ ہم کون ہیں کہ آپ سے بدلتے ہیں؟ میرا مقصد یہ تھا کہ میں اس بہانے شرف شکم بوسی حاصل کر سکوں۔ اور میرے اس مطالبہ اور آپ سے بدلہ دینے کے لیے آمادگی سے آنے والے جباروں کو سامان عبرت حاصل ہو جائے گا اور وہ ایسے مطالبات سے ناک بھول نہیں چڑھائیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مہاجرین میں سے ایک ضعیف و ناتواں شخص کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی کام تھا اور حاجت و مقصد اس نے آپ سے خلوت میں ملاقات کرنا چاہی تاکہ اپنی حاجت پیش کر سکے۔ اور ان دنوں آپ بطحار مکہ میں لشکر کے ساتھ پڑاؤ ڈالے تھے۔ رات کو کعبہ مبارکہ کے گرد طواف فرماتے اور سپیدہ سحر نمودار ہوتا تو نماز فجر ادا کرتے۔ ایک سہ رات طواف میں آپ کو دیر لگ گئی حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ جب آپ سواری پر سوار ہو کر لوٹنے لگے وہ شخص آگے آکر اونٹنی کی مہار پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے آپ نے فرمایا تو عنقریب اپنی حاجت کو پالے گا اور تجھے اس عرض کے پیش کرنے کا موقع مل جائے گا۔ اب مجھے نماز کے لیے جلدی ہے۔ لہذا ہمارا چھوڑ اور انگ ہو جا جب اس نے مہار چھوڑنے اور بیٹے کا نام نہ لیا اور آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے روکے رکھے گا اور نمازیں تاخیر ہو جائے گی تو آپ نے اسے چھڑی کے ساتھ ملکی سی ضرب لگائی اور آگے گزرتے گئے۔ نماز فجر ادا فرمائی سلام پھیرا تو قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور جب آپ منہ مبارک صحابہ کی طرف پھرتے اور ادھر متوجہ ہو کر بیٹھے تو سب کو معلوم ہو جاتا تھا کہ نیا واقعہ پیش آیا ہے لہذا وہ سبھی آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ اب کے بھی یہی ہوا جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا وہ شخص کہہ رہا ہے جس کو ابھی ابھی چھڑی لگی تھی اور اسے تکلیف پہنچی؟ کوئی نہ بولا۔ آپ نے اپنا سوال دہراتے ہوئے فرمایا کہ وہ شخص اگر یہاں ہے تو کھڑا ہو جائے چنانچہ وہ شخص اٹھا اور عرض کرنے لگا۔ اعوذ باللہ، تھوہر حولہ۔ میں اللہ تمناؤں کی پناہ طلب کرتا ہوں اور بعد ازیں اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ بتکرار قریب ہونے کا حکم فرمانے لگے جب وہ قریب آگیا تو آپ اس کے سامنے بیٹھ گئے اور چھڑی اس کے ہاتھ میں تھا کہ فرمانے لگے میں نے جو تجھے مارا ہے اس کے عوض مجھے چھڑی سے مار لے اور اپنا بدلہ لے۔ اس نے عرض کیا پناہ بخدا کہ میں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھڑی سے ماروں اور تکلیف پہنچاؤں۔ آپ نے فرمایا یا بدلہ لے یا معاف کر۔ اگر معاف نہ کرے تو پھر بدلہ لینا پڑے گا۔ اس نے چھڑی ہاتھ سے پھینکتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے معاف کیا۔

اسی دوران حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو



یاد ہو گا کہ لیلہ عقبہ میں میں آپ کی سواری کو ہانک رہا تھا اور آپ حالت نیند میں تھے سواری کو پیچھے سے ہانکتا تو وہ سست گام ہو جاتی اور جب مہار پکڑ کر چلنے لگتا تو وہ راستہ سے دائیں بائیں ودھنے لگتی۔ اس میدان میں نے آپ کے جسد اطہر کو چھڑی لگاتے ہوئے عرض کیا تھا۔ جاگئے قوم آپ تک پہنچنے ہی والی ہے اور آپ نے فرمایا تھا تجھے کوئی خوف و خطر نہیں رکھنا چاہیے۔ یا رسول اللہ یہ چھڑی حاضر ہے۔ آپ مجھ سے بدلہ لے لیں۔ آپ نے فرمایا میں نے معاف کیا۔ انہوں نے عرض کیا آپ بدلہ لیں مجھے بدلہ دینا زیادہ پسند ہے۔ ان کے اصرار پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھڑی لگائی۔ میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چھڑی لگانے کی وجہ سے کراہ رہے تھے۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا اے لوگو خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ بخدا اگر کوئی مومن دوسرے پر ظلم و زیادتی کرے گا۔ اور دست قہدمی دراز کرے گا تو بروز قیامت اللہ تعالیٰ اس سے بدلہ لے گا۔

محمد بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے جمراتہ کی طرف اٹھنے پر سوار ہوا ہے تھے اور ابو الزنیم آپ کے ہمراہ تھے فرماتے ہیں کہ میرے جوتے کا کنارہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پٹلی مبارک پر لگاؤ شدید درد پہنچا۔ آپ نے فرمایا تو نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے، اپنا پاؤں مجھ سے دور رکھ اور میرے پاؤں پر چھڑی بھی ماری اور مجھے پیچھے ہٹا دیا اس کے علاوہ آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ البتہ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے کہیں قرآن کریم کی آیات نہ نازل ہوں جن میں میری اس حرکت پر تعقیب و تشدید ہو۔ صبح ہوئی تو میں سواریوں کو چراگاہ کی طرف لے گیا حالانکہ چرانے کی باری میری نہیں تھی صرف اس اندیشہ کے پیش نظر کہ آپ کا آدمی مجھے بلانے نہ آجائے اور آپ مجھ پر ناراضگی فرمائیں۔ جب شام کو سواریاں چراگاہ واپس لایا تو اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا تو نہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ آپ نے مجھے طلب فرمایا تھا میں حاضر خدمت ہوا جب کہ میں سزا کا انتظار کرنے والا تھا۔ مگر پیکر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے مجھے پاؤں کی ٹھوکر مار کر تکلیف پہنچائی اور میں نے تجھے چھڑی مار کر تکلیف پہنچائی۔ یہ بھیڑ بکریوں کا گلہ اس تکلیف کے معاوضہ اور کفارہ کے طور پر تجھے دیتا ہوں انہیں لے جا۔ فرماتے ہیں محض آپ کا راضی ہو جانا میرے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر اور مرغوب و محبوب تھا مگر آپ نے غصہ و رگزدہ کے ساتھ انعام و اکرام سے بھی نوازا اور جب آپ نے غزوہ تبوک کا ارادہ فرمایا تو انہیں کو اپنا سفیر بنا کر ان کی قوم کی طرف بھیجا تاکہ انہیں جہاد میں شمولیت کی دعوت دے اور آمادہ کرے۔



## دسواں باب

### امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت مرض بارہ اور ایک قول کے مطابق چودہ دن تھی۔ آپ ان دنوں میں بھی بنفس نفیس نماز پڑھاتے رہے البتہ تین دن مسجد میں تشریف نہ لائے اور فرمایا کہ ابوبکر صدیق کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض پڑھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دینے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا ابوبکر صدیق سے کہو وہ نماز پڑھائیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ابوبکر بہت نرم دل انسان ہیں اور آپ کی بیماری پر بہت ہی زیادہ پریشان رہے جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو نہ قرارت کر سکیں گے نہ ہی لوگ سن سکیں گے کتنا اچھا ہوتا کہ آپ حضرت عمر بن الخطاب کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے۔ آپ نے فرمایا نہیں ابوبکر کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ حضرت ابوبکر کی بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا ابوبکر صدیق بہت غمزہ ہیں اور جب وہ آپ کے صلی پر کھڑے ہوں گے تو قرارت نہیں کر سکیں گے کتنا اچھا ہوتا کہ آپ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حکم فرماتے۔ آپ نے فرمایا تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت کر نیوالی اور اپنے ہاتھ کاٹ دیتے والی عورتوں کی مانند ہو۔ ابوبکر سے ہی کہو کہ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی حضرت ابوبکر صدیق کو نماز پڑھانے کے لیے کہا۔ انہوں نے نماز پڑھانی شروع فرمائی۔ اسی دوران رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا سکون محسوس کیا تو آپ مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے حجرہ مبارکہ سے باہر نکلے۔ آپ نے دونوں ہاتھ مبارک دو آدمیوں کے کندھوں پر رکھے اور پاؤں مبارک پوری طرح اٹھتے نہیں تھے بلکہ زمین پر گھسیٹ کر رکھنے کی وجہ سے لکیریں بنتی جاری تھیں جب آپ مسجد میں داخل ہوئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاؤں مبارک کی آہٹ سنی اور آپ کی آمد کو محسوس کیا تو پیچھے پٹنے لگے۔ آپ نے دست اقدس سے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ آپ اگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے۔ وہ کھڑے رہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حبیب پاک علیہ افضل الصلوات کی اقتدار کر رہے تھے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت صدیق کی یعنی حضرت صدیق بکرتھے اور تکریم کردہ صحابہ کرام کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

عمہ یعنی ان زمانہ مصر کی طرح اپنی بات پر اڑی ہوئی ہوا جس طرح وہ بظاہر زلیخا کو ملامت اور نصیحت کرتی تھیں اور دراصل



کے رکوع و سجود کی خبر دے رہے تھے (بخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حبیب کریم علیہ السلام کے ایام مرض میں نماز ادا کرتے رہے حتیٰ کہ سوموار کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ مبارک کا پردہ ہٹایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا جو کہ نمازیں صغیں باندھ کر کھڑے تھے اور حضرت صدیق کی اقتدار میں نماز ادا کر رہے تھے ہم نے آپ کو کھڑے ہوئے دیکھا تو چہرہ اندلیوں معلوم ہوا گویا کہ وہ ورق مصحف ہے، آپ نے صحابہ کو عبادت خدا میں مصروف دیکھا اور صدیق کی اقتدار میں نماز پڑھتے دیکھا تو اظہار رضاء و پسندیدگی فرماتے ہوئے اسکر لے (ہمیں سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے سے اتنی خوشی حاصل ہوئی کہ) ہم نے ارادہ کیا کہ نماز چھوڑ کر آپ کی خدمت اقدس میں پہنچ جائیں اور حضرت صدیق نے یہ گمان کرتے ہوئے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے ہیں۔ اٹھ پاؤں چلنا شروع کیا تا کہ صف میں مل جائیں اور مصلیٰ آپ کے لیے خالی کر دیں۔ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز مکمل کرو اور پردہ گرادیا اور اسی دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ خالق جمیع کی بارگاہ اقدس میں جا پہنچے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحبہ وبارک وسلم

## گیارہواں باب

### تحتہ خلافت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو عبد الرحمن بن عوف صحابہ کرام میں الزمواں کی عہدیت و محبت کا عالم یہ ہے کہ وہ سمت بصر میں جنوب سے منہ موڑ کر مشرق کی طرف منسوب ہیں، ہر حجرہ مبارک کی کھڑکی سے منہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آئنا جہاناب ظہر فرماتا تھا اور نماز توڑ کر بارگاہ اقدس کی ماضی کے لیے آمادہ تھے۔ ان کا امام مصلیٰ خالی کہ ہوتا تھا آپ کی تنظیم کے لیے بچے بیٹ دیتا تھا۔ آپ جب دست اقدس سے اشارہ فرما رہے تھے بھی عزت اس کو دیکھ رہے تھے مگر کسی کو نہ سوجھی کہ غیر اللہ کی طرف توجہ نماز میں مبذول کرنا نماز کو شرک کی طرف کیج کر لے جائے گا اور نہ ہی رسالت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت اس شرک سے منع فرمایا اور نہ اس شرک سے لوگوں کو آگاہ کیا تو معلوم ہوا حبیب خدا علیہ السلام کی طرف نماز میں منہ پھیرنا ان کیسے مصلیٰ چھوڑنا وغیرہ نمازیں کوئی غلط فہمی نہیں کرتا لیکن نام نہاد توحید کے علمبرداروں کی سینے کہ فرماتے ہیں کہ جملہ مغلیں اور بالخصوص رسالت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نماز میں توجہ پھیرنا آپ کے گدھے اور بیل کے خیال میں غرق ہو جانے سے بدھ جہاں برا ہے۔ نہ تو وہ بالمشابہ ظہر و مراط مستقیم ص ۸۶ مکتبہ صفیہ کھلن علی صحابہ اور ان کی توحید اور کہاں ان کی یہ جہارت کہ قصہ رسول علیہ السلام کو گدھے اور بیل کے خیال میں غرق ہونے سے بڑا تیار ہے۔ العبادۃ باشد اس عبارت پر قدرے تفصیل بحث کو تراخیرات میں ملاحظہ فرمادیں۔ (الحمد اشرف)



بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا میرے پاس بکری کے شانہ والی بڑی لاڈلی کوئی تختی تاکہ میں ابوبکر صدیق کے لیے عہد خلافت تحریر کر دوں اور ان کے متعلق اقتدان کا سد باب کروں جب وہ تعمیل ارشاد اور اقبال امر کے لیے اٹھنے لگے تو فرمایا اے ابوبکر اللہ تعالیٰ اور مومن آپ کے امر خلافت میں اختلاف پیدا نہیں ہونے دیں گے اور اس کا سد باب کر دیں گے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمان کھننے کا ارادہ فرمایا اور ابوبکر صدیق کا ذکر اس میں نہیں ہے اگرناطی ساکت پر حجت ہوتا ہے اور رائج لہذا جس روایت میں آپ کے نام کی تصریح ہے اس کی رو سے مطلق اور مبہم میں بھی لامحالہ آپ مراد ہوں گے)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے فرمایا: آئیے میں تمہیں ایسی چیز تحریر کر دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ گھر میں چند حضرات صحابہ کثرت فرما تھے جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: محبوب کریم علیہ السلام کو سخت درو ہے اور شدید تکلیف اور ہمارے پاس قرآن مجید فرقان حید موجود ہے اور وہی رشد ہدایت کے لیے کافی ہے لہذا اس شدید تکلیف کے دوران اس امر کے تحریر کرنے کی تکلیف آپ کو نہیں دینی چاہیے۔ گھر میں موجود حضرات کا باہم اختلاف ہو گیا اور نوبت صورت تک جا پہنچی بعض کہتے تھے کہ کاغذ قلم وغیرہ پیش کریں تاکہ آپ لکھ دیں اور بعض نے کہا اس وقت تکلیف دینا مناسب نہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اتفاق رائے کا اظہار کیا جب اس رائے زنی میں شور و شغب زیادہ ہوا اور اختلاف بڑھ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اختلاف اور شور و شغب سے ایذا پہنچی تو فرمایا باہر چلے جاؤ (اور یہ بحث مباشرتاً وہاں کرو) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کتنی بڑی مصیبت ہے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تحریر کے درمیان رکاوٹ پیدا ہو گئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا باہم اختلاف و نزاع اس میں آڑ بن گیا۔

۱۔ اس روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا جو مشورہ منقول ہے وہ کمال ادب و اخلاص پر مبنی ہے اور کھن آپ کی ہمدردی و غیر خواہی ان کے پیش نظر ہے ورنہ جو حضرات آپ کے اشاروں پر جانیں نثار کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہوں وہ اس حکم کی تعمیل میں پس و پیش کیے کر سکتے تھے اور یہ بات کسی کے گوشہ و ہم و خیال میں بھی نہیں تھی کہ آپ اس مرض میں داغ مفارقت دے جائیں گے لہذا تادم زلیست آپ سے استفادہ کرتے رہنے کی امید پر اس دوران تکلیف دینے سے گریز کرنے کا مشورہ دیا۔

۲۔ یہ مفروضہ کہ چونکہ آپ خلافت علی المرتضیٰ کھننا چاہتے تھے لہذا انہوں نے مخالفت کی تھی تو یہ پتا اس وقت چل سکتا تھا جب آپ کچھ تحریر فرماتے جب تحریر ہوتی ہی نہیں تو یہ علم غیب کس کو حاصل ہو گیا کہ خلافت بلا فصل ہی لکھی جانی تھی اور حضرات صحابہ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ خلافت مرتضیٰ کے لیے عہد کھننا مقصود تھا لہذا یہ وجہ بالیقین ہے اور دعویٰ بلا سند و دلیل ہے۔



## بارہواں باب

### بوقت وصال صدقہ

حضرت نسل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب خدا سید الودیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات دینار تھے جو آپ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے فرمائے تھے جب عارضہ مرض لاحق ہوا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ وہ دینار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو (تا کہ صدقہ کریں) پھر آپ پر حالت غشی طاری ہو گئی اور حضرت صدیقہ آپ کی خدمت

۳۔ یہاں ابہام ہے اور سابقہ روایت میں حضرت صدیق کے لیے تصریح موجود ہے تو ظاہر ہے کہ اگر خلافت لکھی جانی تھی تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی لکھی جاتی۔ لہذا یہ روایت خلافت صدیق پر دلالت کرے گی اور قرآن دشوہد سے اسی کا تبین ہوتا ہے لہذا یہ اہل سنت کے مسکین کی موید ہوگی نہ کہ مخالف۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ الزام نہیں لگایا کہ تم نے میری خلافت میں روڈ سے اٹکائے اور تحریر میں رکاوٹ پیدا کی تو مدعی سے گواہوں کا چیت ہونا لازم آئے گا۔ بلکہ اُن سے زیادہ باخبر اور صاحبِ علم کہ انہیں اپنی خلافت کا لکھا جانا معلوم نہ ہو سکا ورنہ وہ قوت حیدری کو بروئے کار لاتے ہوئے ہر قیمت پر کاغذ قلم وغیرہ پیش کرتے اور ہر رکاوٹ دور کر دیتے اور اپنی خلافت بلا مفسل کا فرمان لکھا دیتے۔

۵۔ اگر خلافت مرتضوی کا لکھ دینا امر خداوندی تھا تو نفوذ باللہ فرض رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی لازم آئے گی اور بعض اپنا خیال اور رائے مبارک تھی تو اس کے مقابل آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول فرمایا اور اپنے اس ارادہ کو ترک فرمادیا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاروق کی رائے کو قبول فرمالیں تو اور کسی کا اعتراض کا کیا حق ہے نیز اگر یہ حکم خداوندی تھا تو بھی ظاہر ہے کہ وہ منسوخ کر دیا گیا ورنہ عمل نہ کرنا اعمال و ناما لکن تھا تو جب یہ حکم ہی منسوخ ہو گیا، پھر وجہ اعتراض کیا! بلکہ جب حضرت فاروق کی رائے کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور اُن کی اصابت رائے واضح فرمادی اور ان پر تکلیف و تشدید وغیرہ نہیں فرمائی گئی تو پھر خدا و رسول سے برطہ کر حضرت علی کا ہمدرد کون ہو سکتا ہے۔ اور ان کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت فاروق پر اعتراض کی مجال کے ہو سکتی ہے!

۶۔ خطبات و گرامی سے بچانے کے لیے صرف تحریری ضروری نہیں تھی، زبانی بھی فرمایا جاسکتا تھا۔ مگر آپ نے جمعرات، جمعہ، ہفتہ، اقرار اور سووار کا دن امت میں گزارنے کے باوجود اور آخری خطبہ دینے کے باوجود کہیں خلافت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں فرمایا اگر امت کی ہدایت کے لیے یہ امر لازم تھا تو تحریری طور پر نہیں تو زبانی ہی فرمادیا جاتا۔

۷۔ اگر کاغذ قلم وغیرہ پیش نہ کرنا جرم تھا تو حضرت علی اور حضرت عباس اور دیگر افراد اہل بیت رضی اللہ عنہم کے متعلق کیا حکم ہوگا۔ اگر وہاں حاضر



میں مشغول رہیں اور اس حکم کی تعمیل نہ ہو سکی جب آپ کو ذرا فرصت ملی تو وہ دینار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے اور انہوں نے صدقہ فرما دیے جب سوموار کی رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت احتضار طاری ہوئی اور وصال کا وقت قریب آ پہنچا تو گھر میں چراغ مدشن کرنے کے لیے روغن موجود نہیں تھا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنا دیا ایک عورت کے پاس بھیج کر فرمایا اس میں گھی کے چند قطرے ڈال دے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت احتضار طاری ہے اور روشنی کا انتظام نہیں ہے۔

مطلب بن مطلب سے مروی ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سینہ اقدس کے ساتھ سہارا دے کر بٹھائے ہوئے تھیں تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا۔ اس سونے اور دینار می سکوں کا کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کو صدقہ کر دو۔ اور پھر آپ پر حالت غشی طاری ہو گئی جب افاقہ ہوا تو دریافت فرمایا کیا تم نے ان کو خرچ کر دیا ہے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ میں آپ کی خدمت میں مصروف رہی ہوں۔ آپ نے وہ دینار منگوائے۔ دست اقدس پر رکھے۔ ان کو گنا تو وہ چھتے۔ پھر فرمایا کیا گمان ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اپنے رب کے ساتھ کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کریں اور ان کے ہاں اتنے دینار پڑے ہوئے ہوں۔ آپ نے وہ بھی صدقہ کر دیے اور اسی دن آپ کا وصال ہو گیا۔

نہیں ہوتے تھے اور تیمارداری نہیں کرتے تھے تو اس سے بڑھ کر محل اعتراف کیا ہو سکتا ہے مگر حاضر تھے اور آپ کا فرمان سنا تھا تو ان کا اس پر عمل پیرا نہ ہونا اسی طرح قابل اعتراض ہے جس طرح باقی صحابہ کرام کا۔ تو معلوم ہوا کہ انہوں نے بھی حضرت فاطمہ کی رائے کو قبول فرمایا تھا جب خدا و رسول اور اہل بیت کرام سبھی ان کی رائے کو قبول کریں تو کس کم بخت کو ان پر اعتراض ہو سکتا ہے رہا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اظہار حسرت فرمانا کہ کاش رکاوٹ پیدا نہ ہوتی اور تحسیر معرض وجود میں آجاتی تو یہ ان کی رائے مبارک ہے اور ظاہر ہے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم علی الخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ علم رکھتے تھے لہذا ان کی رائے زیادہ رقیع ہے اور ذنی۔ نیز ان کے فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ اگر وہ تحریر معرض وجود میں آجاتی تو اس میں بڑی مصلحت ہوتی اور ظاہر ہے جس کام میں مصلحت نہ ہو اس کا آپ حکم بھی کیسے دے سکتے ہیں مگر قابل غور امر یہ ہے کہ آپ جس امر کو ترک فرما دیں وہ مصلحت سے خالی کیوں کر ہو گا بلکہ رائے کا بدلنا یا امر خداوندی کا نفع ہو جانا ترک کے اصل اور بدتر جہاں بتر ہونے کی دلیل ہیں۔ ہے اور واضح حجت و برہان۔

علامہ ابن ابی شیبہ اور بھی کافی وجہ سے جواب دیا جاسکتا ہے مگر خوف طرالت مانع ہے لہذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ واللہ ورسولہ اعلم۔ (محمد اشرف)



## تیرھواں باب

### بوقت وصال غلام آزاد فرمانا

صل بن یوسف اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال شریف کے قریب چالیس غلام آزاد فرمائے۔

## چودھواں باب

### سید زہرا رضی اللہ عنہا کو پتے وال کی خبر دینا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا چلتی ہوئی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئیں۔ امدان کی چال و حال بالکل نئی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند تھی۔ آپ نے ان کو خوش آمدید کہا اور اپنے ساتھ بٹھایا۔ پھر ان کے ساتھ سرگوشی کے انداز میں گفتگو فرمائی اور کوئی راز کی بات بتائی وہ رو پڑیں۔ میں نے کہا تمہیں محبوب کریم علیہ السلام نے اسرار کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اور تم رو رہی ہو۔ پھر آپ نے دوبارہ انہیں راز کی بات بتائی تو وہ ہنس پڑیں میں نے کہا میں نے آج کے دن کی مانند کبھی خوشی کو غم سے اتنا قریب نہیں دیکھا اور حضرت زہرا رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کیا اسرار اور بھید بتائے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں آپ کی موجودگی میں آپ کے لڑناش نہیں کر سکتی جب آپ کا وصال ہو گیا تو پھر میں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بتلایا کہ آپ نے مجھے جو راز کی بات بتلائی تھی وہ یہ تھی کہ جبریل امین علیہ السلام پہلے ایک مرتبہ میرے ساتھ قرآن کریم کا دور کرتے تھے اور اس سال دوسرے دور کیا

ف۔ اس حدیث پاک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال کا علم حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے وصال کا علم اور عند الشدان کے منصب و مقام کا علم ثابت ہو رہا ہے تو معلوم ہوا کہ ارشاد باری تعالیٰ "وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ هَذَا اكْتَسَبَ غَدًا" کھرت اور صرف یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر محض اپنے عقل و قیاس سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ آنے والے وقت میں وہ کیا کرے گا اور اس پر کیا گزرے گی ورنہ اعلام و الملاح بار تعالیٰ سے جانا ایسے قوی دلائل سے ثابت ہے جن کا انکار نامکن و محال ہے یہی تطبیق آیات نفی علم حبیب اور آیات اثبات میں علامہ خواجه نے نسیم الریاض میں بیان فرمائی ہے اور دیگر اکابرین ملت نے تو الحمد للہ علی ذالک۔



ہے اور میرا اعتقاد یہی ہے کہ میرا وقت وصال و وفات قریب آچکا ہے اور اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے فوت ہو کر میرے پاس پہنچو گی۔ "وَدَعَا سَلَفًا اَنَا لَكَ" اور میں تمہارے لیے بہت بہتر سلف و فرط ہوں اور تمہارے لیے سہولت کا ہر ممکن انتظام کروں گا اور ہر موجب رنج و الم اور درد و غم کو دور کرنے والا ہوں گا۔ میں نے آپ کے وصال کی خبر سنی تو دپڑی اور اس المناک اور موجب درد و کرب جانکاہ خبر کو سننے کی تاب نہ لاسکی تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ مومنین کی عورتوں پر جنت میں سیادت اور سرور و عطا کی جائے۔ میں اس وقت بہت بڑی بخاری و مسلم ہوں۔

## پندھواں باب

### بوقت وصال مسواک کا استعمال

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے خصوص انعامات میں سے یہ انعام بھی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو میرے گھر میں اور میری باری میں اور ایسی حالت میں کہ آپ کی پشت مبارک میرے سینہ کے ساتھ لگی تھی اور سر نماز کندھے اور چہرہ والی ہڈی سے لگا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب دہن کو اور آپ کے لعاب دہن کو اس وقت جمع فرمایا جب کہ آپ کا دنیا میں آخری دن تھا اور آخرت کا پہلا دن تفصیل اس کی یہ ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ میرے گھر آئے اُن کے ہاتھ میں مسواک تھی اور میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دیے ہوئے بیٹھی تھی میں نے دیکھا کہ آپ کی نگاہ اقدس مسواک پر لگی ہے تو سمجھ گئی کہ آپ مسواک پسند فرماتے ہیں میں نے عرض کیا ان سے آپ کے لیے مسواک لے لوں۔ آپ نے سر اقدس سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہاں! (آپ نے منہ مبارک میں ڈالی اور چبانے لگے مگر وہ سخت تھکی میں نے عرض کیا چبا کر نرم کیے دیتی ہوں میں نے مسواک دھوئے بغیر اپنے منہ میں رکھ لی اور اسے نرم کیا۔ دھونے کے لیے اٹھنا چاہتی تھی کہ آپ نے مسواک میرے ہاتھ سے لے کر اپنے منہ مبارک میں ڈال لی اور اسے دانتوں پر پھیرنے لگے۔

آپ کے سامنے یانی کا پیالہ تھا۔ آپ اینا ہاتھ مبارک اس میں ڈالتے پھر چہرہ اقدس پر ملتے اور فرماتے: لا الہ الا اللہ



بے شک موت کی سکرات ہیں اور شدتیں، پھر دستِ اقدس بلند فرمایا اور فرماتے لگے: ”فی الذیق الاعلیٰ“ حتیٰ کہ آپکا دھال ہو گیا اور دستِ اقدس نیچے آگیا۔

## سولہواں باب

### مختارِ کل

بیشتر بن سید سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ چاہیں تو دنیا کو اختیار کریں اور چاہیں تو قربِ خداوندی اور دارِ آخرت کو ترجیح دیں۔ تو اس عبدِ خاص اور مقبول بارگاہ نے قربِ خداوندی اور دارِ آخرت کو اختیار کر لیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو نہی یہ ارشاد فرمایا تو رونے لگے۔ ہم حیران ہوئے کہ ان کے رونے کی وجہ کیا ہے، آپ نے تو ایک عہد کو اختیار بنائے جانے کی خبر دی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جس عبدِ مقرب کو یہ اختیار تفویض کیا گیا تھا وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ صاحبِ علم و بصیرت تھے اور رازدارِ نبوت۔

حضرت صدیقِ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسولِ خدا علیہ التھیۃ والثناء سے سنا کرتی تھی کہ جب تک پیغمبر خدا کو دنیا و آخرت اور موت و حیات کے درمیان اختیار نہیں دیا جاتا اس کو موت نہیں آتی۔ فرماتی ہیں کہ حبیبِ خدا علیہ التھیۃ والثناء کو مرضِ وصال میں سخت کھالسی لاحق ہوئی تو میں نے اس دوران آپ کو فرماتے ہوئے سنا: ”مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصلحین وحسن اولئک ذقیقا“ مجھے ان لوگوں کی معیت و رفاقت حاصل ہو۔ جن پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام ہے یعنی انبیاء و مرسلین اور صدیقین و شہداء اور صلحین و کاملین کا اور وہ بہت ہی اچھے رفقاء ہیں۔ تو میں نے یقین کر لیا کہ آپ کو اختیار دیا گیا ہے اور آپ نے دارِ خانی کی بجائے دارِ آخرت اور مستربِ خداوندی کو اور انبیاء و صدیقین اور شہداء و صلحین کی معیت و رفاقت کو اختیار کر لیا ہے۔ ف

ف اللہ ہر شخص کی موت کا وقت معین ہے اور اس میں تقدیم و تاخیر کا احتمال نہیں ہے۔ اذا جاء اجلہم لا یتاخرون ساعداً ولا یستقدمون۔ مگر کوئی جبراً ذکرِ نفوت کیا جاتا ہے اور ناچار رختِ سفر باندھتا ہے اور کوئی مقدس و مقرب شخص ایسا ہوتا ہے۔ جس کو اختیار کر دیا جاتا ہے اور وہ بخوشی قربِ خداوندی اور دارِ آخرت کو اختیار کرتا ہے۔ دو عالماتوں میں جو بیدار ہے اور فرق میں ہے وہ کسی بھی صاحبِ علم و بصیرت پر مخفی نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انتقال تو ہر ایک کا ہوتا ہی ہے مگر بخوشی کوں اس دار کی طرف منتقل ہوتا ہے اور







نذیرین ناکر بھیجا گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر اس کے عباد میں اور بلا میں سرکشی سے کام نہ لینا کیونکہ اس نے تمہیں اور مجھے واضح طور پر فرمادیا ہے کہ دارِ آخرت کا مالک ہم انہیں لوگوں کو بنائیں گے جو زمین میں نہ تہرود سرکشی کا ارادہ رکھتے ہیں اور نہ فساد و خونریزی کا۔ اور حسنِ عاقبت متیقن کے لیے ہے۔ تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ آیا متکبرین کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے؟ اَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ؟

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا وصال کب ہے اور کس وقت میں؟ آپ نے فرمایا تم سے جدائی کا وقت اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور بازگشت کا وقت قریب آچکا ہے جنتہ المادونی اور مدۃ المنتقی تک رسائی اور رفیقِ اعلیٰ کے ساتھ لاحق ہونے کا وقت قریب ہے۔ لہٰذا نہ پینے اور عیش و دام اور حظ اونی حاصل کرنے کا وقت نزدیک آ پہنچا ہے۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو غسل کون دے گا؟ آپ نے فرمایا میرے اہل بیت میں سے قریب ترین افراد! ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کفن کن کپڑوں میں دیں؟ تو فرمایا اگر چاہو تو میرے انہیں کپڑوں میں یا مصری کپڑوں میں اور چاہو تو یانی چادر میں۔

ہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ پر نماز جنازہ کون پڑھائے گا؟ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اور تمہیں اپنے نبی کی طرف سے بہتر جزا دے۔ آہستگی اور حوصلہ مندی سے کام لو جب مجھے غسل دے چکو اور کفن پہنا چکو تو مجھے میری اسی چارپائی پر قبر کے کنارے اسی مکان میں رکھ دینا اور ایک ساعت کے لیے باہر نکل جانا۔ کیونکہ پہلے پہل مجھ پر میرا حبیب و خلیل حضرت جبرئیل نماز جنازہ پڑھے گا اور میکائیل و اسرافیل پھر ملک الموت اور ان کے ہمراہ فرشتوں کی بہت بڑی جماعتیں ہوں گی۔ پھر فوج در فوج اور گروہ در گروہ مجھ پر داخل ہوتا اور صلوٰۃ و سلام پڑھتے رہنا۔ اور مجھے رونے والی اور آہ مزاری کرنے والی عورتوں کے دریغے ایذا و تکلیف نہ پہنچانا (بلکہ انہیں روکنا اور اس سے دور رکھنا) چاہیے کہ مجھ پر سب سے پہلے میرے اہل بیت کے مرد نماز پڑھیں اور بعد ازاں ان کی عورتیں اور اس کے بعد تم نماز پڑھنا اور صلوٰۃ و سلام پیش کرنا۔

اور میری طرف سے میرے ان صحابہ کو سلام دینا جو اب غائب ہیں اور ان لوگوں کو جو قیامت تک میری امت میں پیدا ہوں گے اور میری شریعت و ملت کی اتباع کریں گے۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ السلام آپ کو قبر انور میں کون اتارے؟ فرمایا میرے اہل بیت اور ان کے ہمراہ بہت سے فرشتے ہوں گے وہ تمہیں دیکھیں گے اگرچہ تم ان کو نہیں دیکھ سکو گے۔



## اٹھارھواں باب

### وقت وصال نماز کی وصیت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وقت احتضار و وصال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت مبارکہ یہ تھی: "الصلاة وما ملكت ايمانكم" نماز کا خیال رکھنا اور ان علاموں کا جو تمہارے قبضہ و تصرف میں ہیں حتیٰ کہ وہ آخری لمحات جن میں زبان اقدس سے ان الفاظ کی ادائیگی نہیں ہو سکتی تھی۔ سینہ اقدس میں گردش کرنے والا سانس اسی وصیت کی ترجمانی کر رہا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت ان الفاظ میں تھی: "جو وقت غرغره فرمائی۔" اتقوا الله الصلوة الصلوة وما ملكت ايمانكم! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا نماز اور علاموں کا خیال رکھنا۔

## ایسواں باب

### امور دنیا

حضرت طلحہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آیا رسول کریم علیہ السلام نے کسی امر کی وصیت فرمائی انہوں نے کہا نہیں! میں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اہل ایمان و اسلام کو وصیت کے متعلق ارشاد فرمادیں اور سمجھتے تاکید اور خود وصیت نہ فرمادیں۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ نے امور دنیا میں سے کسی امر کی وصیت نہیں فرمائی۔ ہاں البتہ کتاب اللہ کے ساتھ اعتصام اور اس پر عمل پیرا ہونے کی وصیت فرمائی: بخاری و مسلم۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ نے اموال دنیا میں سے کوئی شے ورثہ و ترکہ میں نہ چھوڑی نہ درہم و دینار اور نہ ہی بکری اور اونٹ اور نہ ہی دنیوی اموال وغیرہ میں سے کسی شے کے متعلق وصیت فرمائی۔

(مسلم شریف)



## بیسواں باب

### روضہ مقدسہ کو مسجد گاہ نہ بنائیں

حضرت صدیقہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وقت وصال طاری ہوا تو آپ اپنا کبیل مبارک منہ پر ڈال لیتے اور جب سانس میں رکاوٹ محسوس ہوتی اور بوجھ محسوس ہوتا تو اسے ہٹا دیتے آپ اسی حالت میں تھے کہ فرمایا یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کو مسجد بنالیا ہے اور آپ صحابہ کرام اور اہل ایمان و اسلام کو ان جیسے اعمال و افعال سے اور قبروں کو مسجد بنانے سے ڈرا رہے تھے مہ

مع شیخ متقی عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ الفریز نے ابن حجر عسقلانی کی علیہ الرحمہ سے اس حدیث کی شرح میں نقل فرمایا کہ قبر کو مسجد بنانا اور بزبان رسالت لعنت خداوندی کا مستحق ہونا اس صورت میں ہے کہ قبر کو نماز کے لیے قبلہ بنائے یا قبر کو مسجد بنائے اور نماز سے مقصود قبر کی تعظیم ہو یہ بالاتفاق حرام ہے۔ ہر کسی مقرب بارگاہ خداوندی پیغمبر یا صالح کے جوار اور قرب میں مسجد بنالینا اور وہاں نماز ادا کرنا کہ صاحب قبر کی رضامیت کا فیض حاصل ہو جائے اور برکت قبر اور جوار صاحب قبر سے ثواب عبادت کامل و اکمل ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں سچا شدہ اللغات جلد اول ص ۶۳۷ و کذا فی مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۲۴۔

اشعۃ اللغات میں صفت کی دائیں جانب کھڑے ہونے کی فضیلت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ دائیں جانب قیام کی افضلیت مسجد نبوی کے علاوہ دیگر مقامات میں ہے اور مسجد نبوی میں بائیں جانب کھڑے ہونے میں اجر و ثواب زیادہ ہے کیونکہ قبر انور اور روضہ انور بائیں جانب ہے۔ بعض علماء شافعیہ سے یہ قول نقل کر کے فرماتے ہیں رحمہم اللہ قائلہ۔ اللہ اس قول کے قائل پر رحم فرمائے اس نے کتنی پیاری اور عمدہ بات کہی ہے۔ اشعۃ اللغات جلد اول ص ۵۰۶۔ جلد ثالث ص ۲۹۹۔

اقول مقام ابراہیم علیہ السلام کو مصلیٰ بنانے کا حکم خرد الشرب العزت نے دیا ہے خدا تعالیٰ امن مقام ابراہیم مصلیٰ۔ اگر وہاں نماز ادا کرنا زیادتی اجر اور کثرت ثواب کا موجب نہیں ہے تو یہ حکم بلا مصلحت لازم آئے گا نوزہ بالشہ اور اگر ہے اور یقیناً ہے تو جس پتھر پر چند لمحات کے لیے حضرت علیل کے قدم اقدس لگ گئے وہ قیام قیامت موجب کثرت ثواب ہے تو انبیاء علیہم السلام کے اجساد مطہرہ جہاں موجود ہیں اور بالاجمل وہ محفوظ ہیں اور باقی بلکہ زندہ تو وہ مقدس مقامات بھی موجب کثرت اجر و ثواب ہیں اور باعث ترقی درجات۔

قاضی ثناء اللہ بانی پتی علیہ الرحمہ تفسیر منطہری میں اس آیت مقدسہ کے تحت فرماتے ہیں۔ اہل اعتبار اور اولوالالبصر نے یہاں سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ ہر وہ مکان جہاں اللہ تعالیٰ کے مقبولوں میں سے کوئی شخص ایک لمحہ کے لیے بھی تشریف فرما ہوا یا نزل ہوا ہواکات من السماء



# ایک سوال باب

## اللہ اور جبریل امین کی مزاج پرسی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مرض وصال کے دوران حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور دریافت فرماتا ہے کہ اسے حبیب کیا حال ہے اور اپنے آپ کو کس کیفیت پر پاتے ہو؟ آپ نے فرمایا اے امین خدا اور حال دہی میں اپنے آپ کو شدت درد میں مبتلا پاتا ہوں اور سخت تکلیف میں۔

دوسرے دن حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد و محمد و خدا و خلق اللہ تعالیٰ تمہیں سلام فرماتا ہے اور مزاج شریف کے متعلق دریافت فرماتا ہے کہ آپ کس حال میں ہیں؟ آپ نے فرمایا اے امین خدا میں درد و کرب میں ہوں۔ تیسرے دن حاضر ہوئے تو ان کے ساتھ ملک الموت بھی تھے۔ پھر عرض کیا اے ہر زبان پر تشریف و ثنا کیے ہوئے تمہیں تمہارا رب کریم سلام فرماتا ہے! اور دریافت فرماتا ہے کہ مزاج شریف کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں درد و الم محسوس کرتا ہوں! یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا یہ ملک الموت ہے اور یہ میرا دنیا میں آخری چکر ہے اور آپ پر نازل ہونے کا آخری موقعہ اور مجھے آپ کے بعد کسی بھی فوت ہونے والے پر کوئی دکھ درد تکلیف نہیں ہوگی اور نہ ہی آپ کے بعد کسی کی طرف دہی کے ساتھ نازل ہونگا۔

(من شاء بعدا ث فلیمت)

(من شاء بعدا ث فلیمت)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال کی شدت محسوس ہونے لگی اور آپ کے سامنے پانی کا بھرا ہوا پیالہ پڑا تھا جب

وسکینۃ تجذب القلوب الی اللہ یتضاعف هناك اجر الحسنات وکذا اذا وسیعت۔ وہاں پر آسمان سے برکتیں نازل ہوتی ہیں اور سبکینہ کا نزول ہوتا ہے جو دلوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف جذب کر لیتی ہے وہاں پر حسات کا اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے اور اسی طرح برائیوں کا گناہ اور عذاب بھی۔ تفسیر منکر جلد اول ص ۱۲۸ نیز حضرت عقیان بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت اس مضمون پر نص صریح ہے وہ کمزور دنیا کی ملک تھے اور اپنی قوم کے امام جب بارش وغیرہ ہوتی اور مسجد اقصیٰ کے درمیان گزرنے والی راہ پر راستہ دکھ دیتی تو جماعت اللہ مسجد میں نماز ادا کرنے کے ثواب سے محروم ہو جاتے انہوں نے اس نقصان سے بچاؤ کی تدبیر یہ کی کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا آپ میرے ہاں تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز ادا فرمادی تاکہ میں اس جگہ کو اپنے لیے جائے نماز بنالوں اور اس جگہ کی برکت سے اجر کامل اور ثواب کثیر حاصل کر سکوں محبوب خدا علیہ السلام نے ان کی عرض کو شرف قبولیت بخشا اور نماز ادا فرمادی ملاحظہ ہو بخاری شریف ج ۱ ص ۱۰۱



بھی وصال کی شدت محسوس ہوتی اس میں ہاتھ مبارک ڈبو کر آپ چہرہ نور پر ملتے اور دعا فرماتے: اللہم اعن علی سکران الموت۔  
اسے اللہ وصال کے شدائد میں میری اعانت و امداد فرما اور ان سے محفوظ فرما۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف سے تین دن قبل جبریل امین حاضر بارگاہ ہوئے تو عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے اعزاز و اکرام اور فضیلت و اختصاص کو ظاہر کرنے کے لیے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ وہ آپ سے دریافت فرماتا ہے جس امر کو وہ آپ کی نسبت بھی بہتر جانتا ہے اسے حبیب کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا اے جبریل میں غم و اندوہ میں ہوں اور درد و کرب میں۔

دوسرے دن پھر حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف اپنے فضل و کرم کا اظہار کرنے کے لیے ارسال فرمایا ہے اور آپ سے آپ کا حال دریافت فرماتا ہے حالانکہ وہ آپ کی نسبت اسے بہتر جانتا ہے۔ وہ فرماتا ہے اے حبیب کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے جبریل میں غم و اندوہ اور درد و کرب میں مبتلا ہوں۔ تیسرے دن نازل ہوئے تو ان کے ساتھ وہ فرشتہ تھا جس کا نام اسماعیل تھا اور زمین و آسمان کی درمیانی فضا اور خبر پر مامور تھا نہ کبھی آسمان کی طرف صعود کیا اور نہ زمین کی طرف نازل ہوا جب سے کہ زمین معرض وجود میں آئی اور وہ ستر ہزار ملائکہ پر امیر بنایا گیا تھا جن میں سے ہر ایک ہزاروں فرشتوں پر امیر تھا اور ساتھ ہی ملک الموت بھی تھے۔

حضرت جبریل علیہ السلام سب سے پہلے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے ستودہ ذات صفات الشدرب العزت نے مجھے آپ کی طرف اپنا فضل و کرم اور آپ کا امتیاز و اختصاص ظاہر کرنے کے لیے نازل فرمایا ہے اور وہ آپ کا حال دریافت فرماتا ہے حالانکہ وہ آپ کی نسبت آپ کے احوال کو بہتر طور پر جانتا ہے۔ وہ آپ سے دریافت فرماتا ہے کہ آپ کا حال کیسے ہے۔ آپ نے فرمایا میں اپنے آپ کو غم و اندوہ اور درد و کرب میں پاتا ہوں۔

پھر ملک الموت طلبگار اذن ہوئے اور جبریل امین نے عرض کیا یہ ملک الموت ہیں اور آپ سے اجازت کے طلبگار ہیں نہ انہوں نے آپ سے قبل کسی سے اذن لیا ہے اور نہ آپ کے بعد کسی سے طالب اذن ہوں گے آپ نے فرمایا ان کو اجازت دے دو۔ وہ حاضر ہوئے اور بارگاہ اقدس میں کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے۔ اے رسول خدا اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں جو بھی حکم دو اور جس طرح بھی فرمان ہو میں بندہ فرمان ہوں اور تابع احکام۔

اگر قبض روح کا امر ہو تو اس پر عمل کروں گا اور اگر واپس چلے جانے کا حکم ہو اور قبض روح سے باز رہنے کا تو میں اسکا پابند ہوں گا اور روح اقدس قبض کیے بغیر واپس چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اسے ملک الموت واقعی تم اسی طرح کرو گے۔ جس طرح میں کہوں گا۔ انہوں نے عرض کیا میں تو آپ کی اطاعت کا پابند ہوں اور حکم ماننے پر مامور۔

(جب آپ نے مشورہ کے لیے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو انہوں نے عرض کیا ان اللہ بقداشتاق ما یفک



اللہ تعالیٰ آپ کا شائقِ تقاؤ و دیدار ہے اور آپ کا قرب پسند فرماتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ملک الموت میری طرح قبض کرے اور مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچا دے اور اپنا فریضہ امانت و وفات ادا کر لے۔

حضرت جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا۔ السلام علیک یا رسول اللہ! یہ میرا زمین پر آخری قدم ہے آج کے بعد نہیں آؤں گا۔ میرے زمین پر آنے کا مقصد صرف جناب والا کی خدمت میں حاضری شرف و دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کرنا اور احکام خداوندی پہنچانا تھا اور کوئی مقصود و مطلوب نہیں تھا اور اسی دوران رسول کریم علیہ السلام کا ہمال ہو گیا ہے۔

عنه: اس حدیث پاک کا مضمون و منہوم بھاری و مسلم کی حدیث سے تائید و تقویت حاصل کر چکا ہے جو قبل ازیں گزر چکی ہے لہذا سند وغیرہ کی بحث جیسا کہ مثنیٰ نے کی ہے بے سود ہے اور بیکار بعض مٹلی قاری علیہ الرحمہ نے مرقعات میں فرمایا کسی ایک راوی کے متوک ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا بالمفہوم جبکہ وہ مضمون متعدد اسناد و طرق سے ثابت ہو اور چونکہ کوئی حدیث صحیح اس مضمون کے معارض و مناقض نہیں ہے۔ لہذا اس سے استدلال درست ہے اور اس پر اعتماد بجا ہے ص ۲۵۴ ج ۱۱۔

۲۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ہر سوال لاعلمی کی دلیل نہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعے آپ کی مزاج پر فرمائی حالانکہ وہ بہتر جانتا ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام سے سوال فرمنا بھی آپ کی لاعلمی کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

۳۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم اور لطف عظیم واضح ہوا کہ محبوب کی مزاج پر فرمائی اور تین مرتبہ حامل بھی اور امین اسرار کو بھیج کر۔

۴۔ حبیب پاک کا کمال صبر معلوم ہوا کہ باوجود اللہ تعالیٰ کے اتنے فضل و کرم کے نہ خود دعا فرمائی اور نہ ہی جبریل علیہ السلام کو کہنا کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے شفا کی دعا کریں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ مزاج پر فرما رہا ہے حالانکہ مرض بھی اسی کا مسلط کردہ ہے کوئی عقل کا اندھا اور دین و ایمان کا دشمن یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر محبت ہوتی تو تکلیف ہی نہ دیتا یا قدرت ہوتی تو مرض دور کر دیتا نہیں نہیں۔ مرض میں مبتلا کرنے اور آپ کو صبر و رضا کی توفیق دینے میں بھی حکمت ہے اور جبریل امین بھی کہ مزاج پر فرمائی اور تیمار داری کرنے میں بھی۔ مرض کے شدائد پر صبر و تحمل ترقی درجات اور رفعت مراتب کا موجب ہے اور مرض دور ہونے اور کلفت دور ہونے سے صبر و رضا کا ظہور نہیں ہو گا اور نہ ترقی درجات کا حصول لہذا مرض بھی طاری ہے اور پریشانی احوال بھی جاری تاکہ کوئی بے اعتنائی اور لاپرواہی کا گمان نہ کرے اور حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب منزلت و نشان محبوبیت میں شک و شبہ اور تردد و تذبذب کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اور یہاں سے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید ہونے سے بچانے بلکہ دعا بھی نہ کرنے کی حکمت واضح ہو جائے گی اور اسے



## بایسواں باب

### موت سے کراہت

حضرت ابو الحویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی بیماری لاحق ہوئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے عافیت اور شفا کی دعا فرمائی مگر جب یہ عارضہ لاحق ہوا تو بالکل دعائے شفا نہیں فرمائی۔ بلکہ آپ اپنے نفس کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے تھے اے نفس محمد اے روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھے کیا ہے کہ ہر جائے پناہ کی طرف پناہ لینے کی فکر کرتی ہے اور موت سے بچاؤ کے لیے سہارا و آسرا تلاش کرنے پر آمادہ نظر آتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو ان کلمات طیبات سے دم فرماتے اور ان کی پناہ میں دیتے۔ اَذْهَبِ الْبَاسَ رَبِّ النَّاسِ اِنَّكَ اَشْفَى الشَّيْءِ لَا شِفَاءَ اِلَّا بِكَ لَا يَنْفَعُ شَيْءٌ اے لوگوں کے پروردگار رنج و تکلیف و درد فرما۔ شفا عطا فرما تو ہی شفا دینے والا ہے۔ شفا صرف تیری شفا ہی ہے۔ ایسی شفا عطا فرما جو کسی قسم کی بیماری اور تکلیف کو باقی نہ چھوڑے۔

جب آپ پر مرض وصال طاری ہوا تو میں نے آپ کے ہاتھ مبارک اپنے ہاتھ میں لیے اور ان کلمات سے پر لہ کر دم کیا پھر اس ہاتھ کو آپ کے جسم پاک پر پھیرنے لگی۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک تیزی سے کھینچا۔ پھر فرمایا ”رب اغفر لی والحقنی بالحق الا علی“ اے اللہ میرے لیے مغفرت و بخشش فرما اور مجھے رفیقِ اعلیٰ سے ملحق فرما اور عالم بالا میں پہنچا دے۔ آپ کے آخری کلمات طیبات جو میں نے آپ کے منہ مبارک سے سُنے۔ (بخاری و مسلم)

## تیسواں باب

### سیرِ روح

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ حبیبہ علیہا التحیۃ والثناء سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ

کے باوجود اور نگاہِ بعیرت سے اطلاع کے باوجود جسمانی طور پر قرب کے طلبگار ہونے اور قرب کے عدم حصول کی صورت میں رونے اور آہ و بکا سے کلام لینے کی وجہ ظاہر و واضح ہو جائے گی بالخصوص فقہ یعقوب و یوسف علیہما السلام میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی علمی ثابت کرنے والوں کا زہم زائل ہو جائے گا۔ ہذا واللہ و رسولہ اعلم



## چوبیسواں باب

لباس بوقت وصال

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک کبیر دکھایا جس کا  
 "نانا بابا نہیں تھا بلکہ اون کو منجید کر کے تیار کیا جو اٹھا اور ایک مروٹی کھردی تہ بند دکھلائی اور فرمایا کہ مالک کو نہیں علیہ السلام کا ان  
 دو کپڑوں میں وصال ہوا۔ البخاری والمسلم،

## محسواں باب

وقت وصال

رسول مکرم شفیع منظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیخ الاقل کی بارہ مار تیخ ہجرت کے گیارہویں سال سوموار و دہر کے وقت واپس  
آخرت کی طرف سفر فرمایا اور جو رحمت خداوندی میں پہنچے اور ایک قول یہ ہے کہ جب سورج صبحی اور پاشت کے وقت پر  
پہنچا اور اچھی طرح گرم ہو گیا۔ (اس وقت آپ نے وصال فرمایا)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما سے یہی روایت ہے کہ آپ کا وصال سوموار کو ہوا۔ رضی اللہ عنہما علیٰ حبیبہ و محبوبہ و قدار  
حسنہ و جمالہ و جودہ و نوالہ و جاہہ و جلالہ و علیٰ اصحابہ و آلہ و سلمہ تیلما کثیرا کثیرا۔

## چھپسواں باب

وصال مصطفیٰ اور کیفیت صحابہ کرام

۱۱۵۰ ..... کہ جو فرمایا، اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلیم کیا کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم



کا مصال ہو گیا (تو اطلاع ملتی ہی) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مقامِ سبخ والے مسکن سے گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد شریف کے قریب اترے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ بھی لوگ موجود تھے مگر آپ کسی سے کلام کیے بغیر سیدھے میرے گھر تشریف لائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قصد کیا آپ یہی چادر میں لپٹے ہوئے تھے چہرہ اقدس سے کپڑے کو ہٹایا اور پیشانی اقدس کو بوسہ دیا۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور آپ کہہ رہے تھے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ بجز اللہ تعالیٰ آپ پر وہ موتیں طاری نہیں کرے گا جو موت آپ پر مقدر تھی وہ تو طاری ہو چکی اب دوسری موت طاری نہیں ہوگی۔

ابو سلمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ابو بکر صدیق بارگاہ رسالت مآب علیہ السلام میں حاضری دے کر باہر نکلے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے حضرت صدیق نے انہیں فرمایا بیٹھ جاؤ انہوں نے بیٹھنے سے عملاً انکار کیا تو انہوں نے خطبہ کا آغاز کیا۔ ان کا خطبہ شروع کرنا تھا کہ سب لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو گئے۔ انہوں نے حمد و ثناء، باریتائے ادا کرنے کے بعد فرمایا جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا (اس کا دین و مذہب ختم ہو گیا اور وہ جو مذہب چاہے اختیار کرے) کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے اور جو اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کرتا تھا تو اس کو اپنے دین و مذہب پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ حقیقی قیوم ہے، اللہ رب العزت فرماتا ہے: **وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ**  
**مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَئِنْ لَفِئَتُ اللَّهُ**  
**شِبَعًا وَاسِيحْزَىٰ اللَّهُ الشَّاكِرِينَ۔**

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض رسول ہیں (خدا انہیں ہی تاکہ ان پر وفات وصال طاری نہ ہو) ان سے پہلے بھی رسل کرکے دنیا سے کوچ فرما چکے ہیں۔ کیا وہ فوت ہو جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو تم اسلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور سابقہ دین میں داخل ہو کر اسلام کو خیر باد کہہ دو گے جو شخص اسلام سے برگشتہ ہو گا تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزار اور دین اسلام میں راسخ الاعتقاد اور ثابت قدم لوگوں کو حبزہ جزیل اور احبہ عظیم سے بہرہ ور فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے بجز اگر یا لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ کو نازل فرمایا ہے حتیٰ کہ جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت فرمائی تو پھر سبھی لوگوں کی زبان پر یہ آیت کریمہ تھی اور وہ اس کی تلاوت کر رہے تھے اور میں جدھر بھی کان لگا تا ہر شخص کو اس کی تلاوت کرتے ہوئے سنتا۔

سعید بن مسیب نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جب میں نے حضرت صدیق کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو میرے پاؤں کو مجھے اٹھانے کی سکت نہ رہی اور میں صفت و مازانی کی وجہ سے بیٹھ گیا اور وصال نبوی کی خبر نے مجھے بے جان مجسمہ اور ناقابلِ حرکت ٹھکانہ بنا دیا۔



ابو محمد درمی نے روایت کیا ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے جوں ہی سرگزار دو عالم مصیب مکرم علیہ السلام کی خبر وفات و وصال سنی تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ گویا میرے پاؤں کاٹ دیے گئے ہیں حتیٰ کہ میرے پاؤں مجھے اٹھانے سے عاجز آ گئے اور میں زمین پر گر پڑا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سو موار کے دن وصال ہوا۔ آپ کو نہ اس دن دفن کیا گیا نہ رات کو نہ لگے دن کو بلکہ بدھ کے روز آپ کی تدفین ہوئی۔ صحابہ میں سے بعض نے کہا کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہی نہیں ہے بلکہ جیسے حضرت کلیم علیہ السلام پر سر طور غشی کی حالت طاری ہوئی تھی۔ اسی طرح رسالتاب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حالت غشی اور کیفیت استغراق طاری ہوئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے بھی یہی اعلان فرمایا اور ساتھ ہی کہا کہ بخدا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اتنے وقت تک فوت نہیں ہوں گے جب تک اعداء دین اور بد طینت لوگوں کے ہاتھ اور ان کی زبانیں نہ کاٹ پھینکیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی طرح اعلان فرماتے رہے۔ اور اہل اسلام کو آپ کی زندگی اور حیات کا مشرودہ سناتے رہے اور اعداء دین کو خوف و خشیت دلاتے رہے حتیٰ کہ آپ کے سہ مبارک کے دونوں کنارے خشک لعاب دہن سے بھر گئے اور دہن اللہ سے آواز نکلا اور بکھر چکا گیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے اور آپ بشر و مخلوق میں خدا نہیں اور نہ انلی ابدی ہیں۔ ان پر بھی بشر اور مخلوق کی طرح تغیر احوال ہوتا ہے جس طرح عام لوگوں پر۔ اے میری قوم رسول خدا علیہ السلام کو دفن کر دو وہ اللہ تعالیٰ پر اس سے زیادہ کرامت و عزت والے ہیں کہ ان کو بار بار وفات دے۔ تم میں سے ہر ایک کو صرف ایک مرتبہ وفات دے اور وہ دار آخرت کی طرف منتقل ہو جائے مگر مصیب پاک پر بار بار موت طاری فرمائے، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے زیادہ مکرم و معظّم ہیں کہ اُن کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے (لہذا جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آپ ابھی اٹھیں گے اور کفار و معاندین اور اعداء دین کے ہاتھ اور زبانیں کاٹ کر انہیں کفر و کدار تک پہنچائیں گے۔ یہ خیال غلط ہے) لہذا تم آپ کو دفن کر دو اور اگر بقول شما وہ زندہ ہیں اور صرف حالت استغراق اور سر طاری ہے تو اللہ تعالیٰ پر یہ امر گراں اور بھاری نہیں ہے کہ وہ آپ سے خاک لہد کو الگ فرمائے اور آپ کو قبر النور سے باہر نکالے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک آپ نے راہ حق و ہدایت کو واضح نہیں کر دیا۔ حلال اور حرام کو بیان نہیں فرمادیا۔ آپ نے لکاح و طلاق کا حکم واضح فرمایا اور علی نمونہ دکھلایا۔ آپ نے جنگ بھی لڑی اور مصالحت بھی فرمائی۔ وہ شبان اور چرواہا جو بھیڑ بکریوں کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر چراتا ہے۔ انہیں وہ خنوں کے پتے جھار کر کھلاتا ہے اور اُن کے لیے حوض تیار کرتا ہے اور اس کے بند کو لپ کر پانی کا تحفظ کرتا ہے۔ اپنی بکریوں اور بھیڑوں کے لیے اتنی تگ و دو نہیں کرتا اور ان کی بہتری اور بھلائی کی کوشش نہیں کرتا۔ جتنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری



اصلاح اور تہذیب و تربیت کے لیے سنی فرمائی اور اصلاح اعمال و اخلاق کے لیے جدوجہد فرمائی (اور جب فرض رسالت کا حق ادا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دار تکلیف و محن سے چھٹکارا دیا اور اپنے جوار رحمت میں بلالیا۔ لہذا اب آپ کو قبر میں انکار و اور دفن کر دیا۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا روئے لگیں اور فرماتی تھیں کہ میں اس لیے نہیں رو رہی کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دار آخرت اور جوار رحمت الہی میں تشریف لے جانا آپ کے لیے دنیا کی نسبت بہتر ہے بلکہ میں صرف اور صرف اس وجہ سے رو رہی ہوں کہ وحی آسمانی اور عالم بالا کی خبریں ہم سے منقطع ہو گئیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سووار کو وصال ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے لگے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے وقتی طور پر آپ کی توجہ اپنی طرف مبذول فرمادی ہے اور جیسے موسیٰ علیہ السلام کو چالیس شب درود سر طور بٹھائے رکھا اور قوم سے الگ تھلگ رکھا۔ اسی طرح آپ کو ہم سے وقتی طور پر الگ تھلگ کر دیا ہے اور آپ کی توجہات کو اپنی طرف مبذول فرما دیا ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ آپ جلد اصلی حالت پر آجائیں گے اور قوم منافقین کے ان لوگوں کے ہاتھ اور زبانیں کاٹ دیں گے جو گمان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں خود فلک ہوئے تھے تو اس دن آپ کے انوار سے مدینہ کی ہر چیز چمک اٹھی تھی اور جس دن آپ کا وصال ہوا۔ اس دن ہر چیز اندھیرے اور تاریکی میں ڈوبی نظر آتی تھی (حالانکہ آفتاب جہاں توجہ مبذول چمک رہا تھا) اور ہم نے رسول کریم علیہ السلام کی قبر انور کی مٹی ابھی ہاتھوں سے نہیں جھاڑی تھی کہ اپنے دلوں میں اور بصائر میں تبدیلی محسوس کی (جیسے نگاہ ظاہر کے آگے سے چراغ بٹالیا جائے تو تبدیلی محسوس ہوتی ہے)۔ ۱۔ ۵

۱۵۔ وہ مدینہ چوں برنت از نظر صورت دوست  
بچوں چستہ کہ چراغش ز مقابل برود (فیض الحق عبدالحق دہلوی)  
۱۶۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر و باطن پر صفا، نکلن تھا اور چشم ظاہر و باطن دونوں سے مدد رکھ کر محسوس ہوتا تھا اور معلوم و مقول اور آپ کا نور انوار آفتاب جہاں تاب کے نور پر غالب تھا جو روشنی مدینہ منورہ میں اس نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر دیکھتے ہیں آئی وہ کبھی کسی آنکھ کو دیکھنی نفیس نہیں ہوتی تھی اور جو تاریکی نگاہ باطن نے وصال اللہ پر محسوس کی۔ وہ سورج کے نصف النہار پر چمکنے سے بھی چمکی نظر نہ آئی۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ فان نورہ شمس العالم الصوری والمسنوی۔ نور مصطفوی عالم صورت و سنی اور ظاہر و باطن دونوں کے لیے شمس میر ہے اور راوی نے مدینہ منورہ کی جو شخصیں فرمائی ہے تو وہ اس آفتاب عالم تاب کے قریب کی وجہ سے ہے۔



# تائیسواں باب

## علم شریف

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف تریڑھ سال

اور راوی کے دیکھنے کے لحاظ سے ورنہ وہ نورسب جہانوں کو محیط ہے اور جتنی بڑی دشمنی آنکھوں سے اور جمل ہوگی اسی نسبت سے تاریکی زیادہ محسوس ہوگی۔ مرقات جلد ۱۱ ص ۲۳۱۔

۲۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اعلان کیا اور اس کو قرآن مجید سے ثابت کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا باہمی اختلاف ختم ہو گیا اور پھر آپ کی تجسیم و کھین اور نماز جنازہ اور تدفین کا مرحلہ انجام پذیر ہوا۔ بعض منکرین حیات انبیاء علیہم السلام اس سے استدلال کرتے ہیں کہ اجماع امت تو وفات اور مات نبوی پر ہے لہذا حیات نبی اور جملہ انبیاء علیہم السلام پر اجماع کا دعویٰ غلط ہے۔ مگر یہ استدلال لغو اور باطل ہے کیونکہ اس دروغانی سے دلربائی کی طرف انتقال کا تو کوئی شخص منکر نہیں ہے اور یہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا مقصد تھا جس سے اختلاف و نزاع ختم ہوا اور منکرین جس حیات کا انکار کرتے ہیں وہ حیات قبر و برزخ ہے اور حضرت صدیق کے ارشاد یا اجماع صحابہ سے وہ انکار قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ ایک دفعہ وعدہ انزل پورا کر لینے اور وفات و وصال طاری کر دینے کے بعد انبیاء علیہم السلام کو دوبارہ حیات جسمانی عطا فرمائی جاتی ہے شیخ محقق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ باید دانست کہ غلات (درجہ اول) استدلال و عدم جواز اور غیر انبیاء است صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کہ ایشان احیاء اند بحیات حقیقی دنیاوی یا اتفاق۔ اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۲۲۳ مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۳۴، ۲۳۹ پر فرماتے ہیں بعد انکہ در حیات انبیاء و شہوت ایں صفت و ترتیب احکام و آثار ہر ایں یکس را از علماء و اختلاف فیست۔ علماء دیوبند کا اجماعی رسالہ بھی حیات انبیاء علیہم السلام کے اجماعی ہونے پر دال ہے ملاحظہ ہو المند ص ۱۳ عندنا و عندنا حضرت الرسلہ جی فی قبرہ الشریف و حیواتہ و نبوتہ من غیر تکلیف و محمی عنقہ بہ ذمیع الانبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم و الشہداء و البررۃ کما ہی حاصلہ سائر المؤمنین بل بجمیع الناس کما فی علیہ السلام سیوطی فی رسالۃ انباء الالذکیاء و بحیواتہ الانبیاء۔ ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات جسمانی دنیوی ہے مگر اس میں دنیا کی مانند تکلیف احکام نہیں ہے اور یہ حیات آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور جملہ انبیاء و شہداء کے ساتھ اور یہ حیات محض برزخی نہیں ہے جیسے کہ عام مومنین بلکہ سب کفار و مشرکین کو بھی حاصل ہے۔ جیسا کہ امام سیوطی نے اپنے رسالہ انباء الالذکیاء میں تقریر کی ہے۔ العرض حیات انبیاء علیہم السلام بعد از وصال اجماعی امر ہے اور اس کو اس اجماع سے رو کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور یہ محض غلط بحث ہے اور ملیس الیس۔

۳۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد للجمیع اللہ علیک موتین کا مطلب بھی واضح ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے قائل تھے کہ



محمد بن سعد رضی اللہ عنہ نے محمد بن سہل بن ابی خثیمہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ اموال بنی النضیر تھے اور یہ سات باغ تھے۔ اعرات۔ دلال۔ میشب۔ برقة۔ حسنی اور مشربہ ام ابراہیم اور اس کو مشربہ ام ابراہیم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت جگر نور نظر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا وہاں تشریف رکھتی تھیں یہ بھی باغات اور علاقہ جات سلام بن مشکم نضیری کے تھے جو اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں دے دیے تھے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین علاقے اپنے لیے مخصوص فرما لیے تھے اور ہر ایک کا الگ الگ مصرف تھا۔ بنو النضیر کے علاقہ جات بنی ضروریات اور مقامی اخراجات پورا کر لے کے لیے تھے اور ندک ابن سہیل اور صافروں کے لیے اور خیر کا علاقہ اہل بیت اور ازواج مطہرات کے نفقات و اخراجات کے لیے تھا۔ آپ نے جس کے تین حصے کر دیے تھے۔ دو حصے اہل اسلام کے لیے تھے اور ایک حصہ سے اہل دعیال کا خرچ پورا کیا جاتا تھا۔ اگر کچھ بچ جاتا تو وہ فقراء و مساکین پر صرف کیا جاتا۔

## انتیوال باب

### کیفیت غسل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے تیاری ہوئی اور گھرمیں سوائے اہل نبی علیہ السلام کے دوسرے کوئی فرد موجود نہیں تھا۔ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ یا علی المرتضیٰ اللہ تعالیٰ عنہ فضل بن عباس، قثم بن عباس، اسامہ بن زید اور صالح جو کہ آپ کے آزاد کردہ غلام تھے رضی اللہ عنہم جب بھی حضرات غسل دینے پر مجتمع ہوئے تو انس بن خولہ انصاری رضی اللہ عنہ جو کہ بدری صحابی تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دروازے کے باہر سے پکار کر کہنے لگے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام اقدس کا واسطہ دے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو فرمایا کہ اندر داخل ہو جاؤ چنانچہ وہ اندر داخل ہو گئے اور غسل کے وقت حاضر رہے مگر امر غسل میں شریک نہیں ہوئے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے سینہ سے لگایا اور حضرت عباس، فضل، قثم حضرت علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر آپ کو دائیں اور بائیں پہلو پر بدل رہے تھے۔ اسامہ اور صالح دو لوہا پانی ڈال رہے تھے اور آپ کا کرتہ مبارک بدن پر اسی طرح تھا اس کو اتارا نہیں گیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی حالت میں غسل فرما رہے تھے۔



رہے تھے انہوں نے آپ سے اس طرح کی کوئی چیز نہ دیکھی جو میت سے دیکھنے میں آتی ہے تو کئے لگے میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں حالت حیات ظاہرہ اور مہات دو نور میں کس قدر پاکیزہ و منزہ ہیں اور طیب و طاہر۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا گیا تو غسل دینے والے حضرات کو اس امر میں تردد ہوا کہ آپ کو اپنے کپڑوں میں ہی غسل دیں یا عام موتی کی طرح ان کو الگ کر لیں جب تردد نے اختلاف کی شکل اختیار کر لی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اونگھ طاری فرمادی۔ حتیٰ کہ قوم میں سے کوئی فرد ایسا نہیں تھا کہ اونگھ کی وجہ سے اس کی ٹھوڑی اپنے سینے سے نہ لگی ہو۔ پھر مکان کے ایک گوشہ سے ہاتھ غیبی نے آواز دی جس کی آواز سنائی دیتی تھی مگر شخص نظر نہیں آتا تھا کہ محبوب کریم علیہ السلام کے ان کپڑوں کو الگ کیے بغیر غسل دو اور انہیں ہرگز نہ اتارو۔ چنانچہ اس آواز کو سن کر اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت و رہنمائی حاصل کر کے اہل بیت کے وہ انسداد جو غسل کے لیے حاضر تھے آپ کی طرف اٹھے اور آپ کو غسل دیا۔ جبکہ آپ کا کرتہ مبارک بدن اقدس پر موجود تھا۔ کرتے کے اوپر سے ہی بری کے پتے ڈال کر ابلا ہوا پانی ڈالا جا رہا تھا اور ٹیٹھن کے ہوتے ہوئے جبہ اطہر کو ملا جا رہا تھا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ عورت خاندان کو غسل دے سکتی ہے جیسے کہ بعد میں معلوم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی انداج ہی غسل دیتیں اور کوئی شخص غسل نہ دیتا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ غسل کا پانی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں والی جگہ جمع ہو جاتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو منہ سے چوس لیتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بعد ان غسل آپ کے پیٹ مبارک کو دیا یا کہ اندر مواد اند ہے تو خارج ہو جائے مگر کوئی چیز نہ نکلی تو انہوں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں آپ ظاہری حیات میں بھی طیب و طاہر تھے اور بعد از وصال بھی منزہ و مصفیٰ۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی، حضرت عباس، حضرت قتل حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم نے غسل دیا اور بری کے پتوں سے اُبلے ہوئے پانی کے ساتھ تین مرتبہ غسل دیا۔ جو پانی استعمال کیا گیا وہ سعد بن خثیمہ کے کنوئیں سے لیا گیا تھا جس سے آپ پانی پیا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ اس کنوئیں کو برعریس کہا جاتا تھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسالتا علیہ السلام کا وصال ہوا تو آپ کے کپڑوں میں نافہ مشک دستیاب ہوا اور اسی کے ساتھ آپ کے کپڑوں کو خوشبو دار کیا گیا۔



کی عمر میں ہوا۔ البخاری والمسلم۔  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے تھے کہ تبلیغ رسالت پر مامور ہوئے۔ دس سال مکہ مکرمہ میں اقامت گزریں رہے اور دس سال مدینہ منورہ میں قیام پذیر اور ساٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

دغفل بن حظلہ سے مروی ہے کہ آپ کی عمر مبارک وصال کے وقت بیسٹھ سال تھی۔  
مصنف علامہ ابن جوزی نے تفسیر کیا ہے کہ صحیح روایت پہلی ہے اور دہی متاخر ہے۔ تیسری ناقابل اعتبار ہے اور دوسری میں تاویل ضروری ہے کیونکہ کبھی ایک شخص کہتا ہے کہ میری عمر چالیس سال ہے اور وہ محض دہائیوں کا ذکر کرتا ہے اس کے ساتھ اکائی اور کسور کا ذکر نہیں کرتا اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ پچاس تک نہیں پہنچی لہذا حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت میں بھی صرف دہائیوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اکائی کا ذکر نہیں کیا گیا تو اب دونوں میں توافق پیدا ہو جائے گا۔ روایت اولیٰ اگر اولیٰ ثابت کرتی ہے اور روایت ثانیہ اس کی نفی نہیں کرتی لہذا عمر مبارک کا تریسٹھ سال ہونا ہی صحیح و معتبر ہے۔

## اٹھائیسواں باب

### ترکہ کے احکام

عمرو بن الحارث جو کہ حضرت جویریہ بنت الحارث ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبی وہ روایت فرماتے ہیں کہ بھمدار رسول اکرم نے اپنے وصال کے وقت نہ ہم دینار چھوڑے، نہ غلام اور نہ ہی اور نہ ہی بکری اور اونٹ۔ آپ نے یا سفید چھر چھوڑا اور یا زمین جس کو صدقہ اور مال وقت قرار دیا تھا۔  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کسی کو دولت نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

آپ ابھی دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور اس حیات کے ساتھ منافقین و ساندین کے بازو اور ان کی زبانیں کاٹ کر رکھ دیں گے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچائیں گے تو اس کا رد کرنے کے لیے آپ نے فرمایا کہ اب دنیا میں آپ کی سابقہ حیات عود نہیں کرے گی اور اس پر یہ احکام مترتب نہیں ہوں گے نہ یہ کہ بزرخ اور قبر از میں حیات میں ہوگی اور عام مومنین کی طرح محض روحانی زندگی ہوگی۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں یہ اخبار پر بھی موت آتی ہے۔ ہاں مگر نقطہ آتی ہے۔



حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا علیہ السلام نے فرمایا میرے ورثہ دار ہم و دانیہ کو باہم تقسیم نہیں کر سکتے بلکہ میں جو کچھ اپنی ازواج کے اخراجات اور اپنے عاملین کے نفقات کے بعد چھوڑوں وہ صدقہ ہے۔  
حضرت ابوہریرہ صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن عبد الرحمن اور زبیر رضی اللہ عنہم کو فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے نام اقدس کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم ورثہ نہیں بناتے جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا ہاں میں معلوم ہے اور اسی طرح حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اقرار کیا انہوں نے بھی اس کو تسلیم کیا۔

فقائدہ جلیلیہ ۱۱۔ انبیاء علیہم السلام ہرگز ورثہ دار نہیں ہوا کیونکہ وہ زندہ ہیں اگرچہ ان کا خلق سے اجمل اور ان کی بیات قرآن مجید، احادیث علیہ اور اجماع امت سے ثابت ہے (۲) نیز اگر ورثہ تقسیم ہو تو ممکن ہے کہ کسی وارث کے دل میں اُن کے فوت ہونے کی تئیں پیدا ہوتا کہ ورثہ کا مال حاصل کر کے یا فوت ہونے پر خوشی لاتی ہو اور اس طرح کفر کا تکبیر ہو جائے لہذا اس مبادی کو ہی ختم کر دیا گیا (مترقات جلد ۱ ص ۲۵۶)۔ اگر ان کا مال ورثہ میں تقسیم ہو تو غیر دل کو اعتراض کی گنجائش مل سکتی تھی کہ یہ لوگ اپنے اہل و عیال کو غنی اور امیر بنائے اور ان کو دیوی و جاہت و عزت دینے کے لیے نبوت و رسالت کی آڑ لیے ہوئے تھے ورنہ کوئی نبوت و خیر و انہیں حاصل نہیں تھی لہذا یہ بنیاد بھی ختم کر دی گئی تاکہ ان کی راحت و عزت اس وطن کے گرد و غلبہ سے محفوظ رہے (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جلد انبیاء علیہم السلام فقر و غریب کے نزدیک اقرب ہوتا ہے جس کا سارا مال اللہ تعالیٰ کا ہوا اور وہ خدا سے دست بردار ہو جائے اور غیر کے ہاتھ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ سے ہوتا ہے یا ملکت اور اصدقتہ (مترقات جلد ۱ ص ۵۱)۔ انبیاء علیہم السلام اس کے آپ میں اور اللہ تعالیٰ سے جہانی رشتہ سے مقدم ہے لہذا روحانی اولاد پر جہانی کو ترجیح نہیں دی گئی بلکہ سب کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے مال و حق بنادیا گیا۔ (۴) انبیاء علیہم السلام علی الخصوص حبیب اکرم علیہ السلام حاکم تھے اور حاکم کے ملکات قوی ملکیت ہوتے ہیں اور قوی ملکیت میں وراثت جاری نہیں ہوتی لہذا مذکورہ غیر و قابل وراثت تھے نہ قابل تقسیم۔ ہذا واللہ و رسولہ اعلم۔

اگر آپ کے مال میں وراثت جاری ہو سکتی تو نفقہ ازواج کا استثناء نہ فرمایا جاتا بلکہ وہ اپنا حق وراثت وصول کر لیتیں اور چونکہ وہ حکم نبوت میں تھیں بلکہ حقیقتاً ازواج تھیں کیونکہ آپ قبر اقدس میں زندہ ہیں لہذا ان کا مان و نفقہ مادم زلیست، آپ کے زیر تصرف مال میں واجب و لازم تھا۔ (مترقات ص ۲۵۶) اور قرآن مجید میں مترنی عنہما نہ جاکا جو حصہ اولاد ہونے کی صورت میں بیان کیا گیا ہے یعنی آٹھواں حصہ وہ اُن کے لیے ہے جن کے خاندان و عیال اور انہیں حسب مشاوری جو نکاح کی اجازت ہو اور جو مقدس ہستیاں دنیا و آخرت میں آپ کی بیویاں ہیں اور ان کے لیے نکاح کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے ولا اَنْ تَنْكِحُوْا اَنْدَاجَهُنَّ بَعْدَ اَبْدَانِ اَنْ كُنَّ لَكُمْ رَحِمًا لَّعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ (مترقات ص ۲۵۶) لہذا جب ان کے حق میں تواریث ممکن نہیں ہے تو دوسرے مشاوار کا حال بھی ہو گا۔ ہذا واللہ و رسولہ اعلم۔ (محمد اشرف سیالوی عفی عنہ)



## تیسواں باب

### کفن مبارک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت اہل بیت علیہم السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تو پہلے آپ کے جد اطہر کو پونچھا اور پانی کو خشک کیا بعد ازاں آپ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ دو سفید کپڑے تھے اور ایک بمینی چادر جس کے گرد عاشر بنا ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا دو سحرل کے قصبہ میں بنے ہوئے کپڑے تھے اور ایک بمینی چادر تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سحرلی کپڑوں میں کفن دیا گیا جو کہ سوتی تھے اور دھلے ہوئے تھے جن میں نہ قمیص تھا اور نہ ہی عامہ ریف۔

## اکتیسواں باب

### کیفیت جنازہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بغیر امام کے نماز ادا کی گئی۔ اہل اسلام گروہ در گروہ حجبہ مبارکہ میں داخل ہوتے تھے۔ درود و سلام پڑھتے تھے اور باہر آجاتے تھے جب سب لوگ یہ سادات حاصل کر چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ مبارکہ سے الگ ہو جاؤ اور آپ کو دفن کرنے دو۔

سہل بن سعد باعدی سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کو کفن پہنا کر چار پائی پر رکھا گیا۔ لوگ مختلف جماعات کی شکل میں حاضر ہوتے رہے اور بغیر امام کے نماز ادا کرتے رہے۔ پہلے مرد حاضر ہوئے۔ نماز

ف کفن سنت مرد کے لیے تین کپڑے ہیں۔ قمیص، تہ بند اور عافانہ اور متاخرین نے علماء و شایخ کے لیے عامہ کو بھی متب قرار دیا ہے کفن کفایت میں ۵ کپڑے ضروری ہیں اور کفن ضرورت میں جو میرا جائے۔ اور عورت کے لیے پانچ کم از کم تین۔



پڑھی اور بعد ازاں عمر تیس حاضر ہوئیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔ بعد ازاں کفن دیا اور حنوط لگایا۔ چار پانی پڑٹایا تو اہل اسلام فوج و فوج حاضر ہوئے اور نماز ادا کرتے اور باہر آجاتے حتیٰ کہ سبھی نے نماز ادا فرمائی۔

## بتیسواں باب

### قبر انور

ابن جریر سے منقول ہے کہ مجھے میرے والد گرامی نے بتلایا کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فی فیصلہ نہ کر پائے کہ من۔ ابن ماجہ سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنی مرتبہ نماز ادا کی گئی تو انہوں نے فرمایا امام مالک علیہ الرحمہ نے نافع کے واسطے سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے بہتر مرتبہ آپ پر نماز ادا کی گئی شیخ متفق فرماتے ہیں ظاہر ہے کہ فرشتوں کی جماعت نے یکے بعد دیگرے جو نماز پڑھی وہ اس سے علاوہ ہے اور یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہے کہ نماز بغیر امام ادا کی گئی اور اتنی مرتبہ ادا کی گئی حالانکہ نماز پڑھنے والے بھی بیک وقت حاضر تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ زندگی میں بھی امام ہیں اور بعد از دجال بھی لہذا آپ پر کسی کو لام نہیں بنایا جاسکتا۔ کیفیت نماز کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا اس طرح پڑھو ان اللہ و ملائکۃ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما انھو ربنا لبیک وسعد بک صلوات اللہ الیہم والیہم والملائکۃ المقربین والنبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحاسج بک من شیء یا رب العالمین علی محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین وسید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العالمین الشاہد البشیر الداعی باذنتک السراج المنیر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؑ اور اس طرح کہا اے پیغمبر گرامی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں آپ پر ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے وہ سب کچھ امت تک پہنچادیا جو آپ پر ان کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا اور امت کی نصیحت و ہمدردی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور راہ خدا میں جہاد کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو غالب کر دیا۔ اسے اللہ ہمیں ان پر نازل کردہ کتاب اور جملہ احکام شرائع کی پیروی کرنے والوں سے بنا اور ہمیں بروز قیامت ان کی مسیت میں اٹھا اور ان کی رفاقت نصیب فرما۔ اور دوسرے لوگ آئین آئین کہتے رہے۔

کذا فی المدارج جلد دوم ص ۴۴۱۔

نیز حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ والی روایت سے عمر رضی اللہ عنہ کی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں شمولیت واضح ہو گئی اور دوسرے روایات کا عموم و اطلاق بھی شیخین رضی اللہ عنہما کی شمولیت کی واضح دلیل ہے۔



آپ کا مزار اقدس کہاں ہونا چاہیے۔ تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے یہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی وہیں دفن ہوا جہاں اس کی روح قبض کی جاتی ہے۔ چنانچہ آپ کے مسند کو حجرہ مبارک سے الگ کر کے انہی جگہ قبر کھودی گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور علیہ السلام کی روح اقدس اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے باہم اختلاف کیا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ضمن میں جو کچھ سنا وہ لوح قلب پر آج بھی اسی طرح نقش ہے بطرح کہ رقت سماں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی روح مبارک کو وہیں قبض فرماتا ہے جہاں اُن کا مدفن ہونا اسے پسند ہوتا ہے! لہذا آپ کو اپنے مسند ناز والی جگہ پر ہی قبر کھود کر دفن کرو۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی کی جہاں روح قبض کی گئی وہیں اُن کو دفن کیا گیا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی الانبیاء خاتم المرسلین علیہ السلام نے دار آخرت کی طرف انتقال فرمایا تو صحابہ کرام نے باہم صلاح و مشورہ کیا کہ ہم آپ کو کہاں دفن کریں؟ تو حضرت صدیق نے فرمایا۔ جس جگہ آپ کا دھال ہوا ہے وہیں دفن کرو۔

عبدالرحمن بن سعید بن یزید سے مروی ہے کہ جب رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا دھال ہوا تو قبر انور کی جگہ کے متعین کرنے میں اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا جنت البقیع میں دفن کریں کیونکہ آپ اہل بقیع کے لیے بہت زیادہ استغفار فرماتے تھے (اور اللہ شامہ الشکر کم للاحقون فرماتے تھے) بعض نے کہا منبر شریف کے پاس۔ بعض نے مصلیٰ کی جگہ دفن کرنے کا مشورہ دیا اتنے میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پہنچ گئے انہوں نے فرمایا۔ میرے پاس اس کے متعلق خبر و علم ہے۔ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی نبی بھی دھال فرما نہیں ہوا مگر اس کو وہیں دفن کیا گیا جہاں اُن کی روح قبض کی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا تین چاند میرے حجرہ میں آگر گئے ہیں اور غروب ہوتے ہیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا خواب اچھا ہے۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں۔ میں نے لوگوں کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ جب سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا دھال ہوا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں آپ کو دفن کیا گیا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ "هذا احد اقطارک" جو چاند تم نے خواب میں حجرہ کے اندر غروب ہوتے دیکھے تھے۔ ان میں ایک ماہتاب یہی جو اس حجرہ کو بقیۃ اللہ و برکات بنا رہا ہے ہیں اور طالعکم کا محل طواف اور زیارت گاہ اہل ایمان و ایقان۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ دھال شریف کے بعد صحابہ میں باہم اختلاف ہوا کہ آپ کو دفن کہاں کیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین کے اس قطعہ سے زیادہ کرامت و عزت



والا کوئی قطعہ نہیں ہے جس میں اس کے نبی مکرم اور صیب منظم کی روح اقدس قبض کی گئی۔

## تینتیسواں باب

### لحم مبارک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرات اہل بیت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لیے جمع ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو بلا کر فرمایا کہ تم میں سے ایک ابو عبیدہ بن الجراح کے پاس جائے وہ اہل مکہ کے لیے شق کھودا کرتے تھے اور دوسرا حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس جائے وہ اہل مدینہ کے لیے لحم کھودا کرتے تھے جب ان دونوں کو روانہ کر چکے تو دعا کی اسے اللہ اپنے نبی کے لیے شق اور لحم میں سے ایک کو پسند اور اختیار فرما۔ (اور جو پسندیدہ و مختار ہو اس کا کھودنے والا پہلے پہنچ جائے) چنانچہ جو شخص حضرت ابو عبیدہ کو بلا لے گیا تھا وہ آپ کو نہ پاسکا اور جو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا لے گیا تھا اس نے آپ کو پایا۔ چنانچہ وہ حاضر ہو گئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحم مبارک کھودی۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اپنے موتی کے لیے قبر بصورت لحم بناؤ اور شق نہ بناؤ کیونکہ لحم ہمارے لیے ہے اور شق دوسروں کے لیے۔

عاصم بن سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا وقت وصال آیا تو انہوں نے فرمایا میرے لیے لحم کھودنا اور اس کا منہ کچی اینٹوں سے بند کرنا جیسے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحم کھودی گئی اور کچی اینٹوں سے اس کو بند کیا گیا۔ (مسلم شریف)۔

## چونتیسواں باب

### قبر انور اور سرخ چادر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا خلق علیہ السلام کے مزار اقدس میں سرخ رنگ کی سوتی فلدھری ہے کہ گڑھا کھود کر دیکھ قبلہ کی جانب ایک اہ گڑھا کھودا جائے اور شق یہ ہے کہ اس بڑے گڑھے کے وسط میں ایک چھوٹا گڑھا کھودا جائے جائزہ دلوں میں مگر اہل اللہ السب لحم ہے اگر شق جائز ہی نہ ہوتی تو حضرت ابو عبیدہ کھودا ہی نہ کرتے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بلواتے ہی کیوں رہا البتہ اللہ تعالیٰ نے



چادر بچائی گئی۔ وکیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ سرور کونین علیہ السلام کی خصوصیت ہے۔ دوسروں کے لیے جائز نہیں ہے۔  
حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور میں سرخ رنگ کی چادر بچائی گئی جو خیر میں  
آپ کے ہاتھ لگی تھی اس کے بچانے میں حکمت یہ تھی کہ مدینہ منورہ کی زمین کلروالی تھی۔ (لہذا جسد اطہر کو اس سے بچانے  
کے لیے اسے نیچے بچا دیا گیا)

## پینتیسواں باب

### تدفین کا وقت

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ السلام کا وصال سوموار کو ہوا اور بدھ کی رات آپ  
کو دفن کیا گیا۔ سوموار کا بقیہ اور منگل کا روز و شب آپ کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ ادا کرتے ہوئے گزرے۔  
حضرت صدیق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہمیں محبوب پاک علیہ افضل الصلوٰۃ کی تدفین کا اس وقت علم ہوا جبکہ منگل  
کی رات سحر کے وقت کھودائی کرتے ہوئے کدالوں کی آواز سنائی دی۔  
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر پانی چھڑکا گیا۔ (پانی  
چھڑکنے والے حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے سراقہ کی جانب سے چھڑکنے کا آغاز کیا اور بائیں جانب  
چھڑکتے گئے)

## چھتیسواں باب

ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی جو آپ کے مزار مبارک میں اترے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ کے مزار اقدس میں آپ کی تدفین کے لیے حضرت علی۔  
حضرت عباس۔ حضرت عقیل بن ابی طالب اور حضرت فضل بن عباس و شقران خادم درگاہ رضی اللہ عنہم اترے۔  
ابو عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نماز جنازہ کے وقت حاضر تھا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت ایک  
دروازہ سے داخل ہوئی اور درود و سلام پڑھ کر دوسرے دروازہ سے نکل جاتی جب آپ کو لحد مبارک میں اتارا گیا تو حضرت



منیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے پاؤں مبارک کی جانب لحد شریف پوری طرح درست نہیں کی گئی۔ دوسرے حضرات نے فرمایا تم قبرانی میں اتنا دھاس جھٹہ کو درست کر دے چنانچہ وہ داخل ہوئے اور اپنا ہاتھ لحد مبارک میں داخل کر کے قدم مبارک مس کیے (لحد کو درست کیا) اور فرمایا مٹی ڈالو صحابہ کرام مٹی ڈالتے رہے جب ان کی پنڈلیوں کے نصف تک مٹی جمع ہو گئی تو وہ باہر نکلے اور فرمایا کہ تھے تھے میں تمہاری نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تانہ زیارت حاصل کرنے والا ہوں اور آپ کے جہد اظہر کو مس کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہونے والا۔

## سینٹی سوال باب

سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے مزارات مقدسہ کی کیفیت ترتیب  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین کے مزارات مقدسہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما کے گھر مبارک کے صف میں ہیں اور ان کی ترتیب کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ ان کی ترتیب اس طرح ہے

رسول اللہ علیہ السلام	عمر رضی اللہ عنہ
ابوبکر رضی اللہ عنہ	

اور دوسرے حضرات نے یوں روایت کیا ہے۔ رسول اللہ علیہ السلام یعنی پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار اقدس آپ کے کندھوں کے مقابل حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سر اقدس اور ان کے کندھوں کے برابر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر اقدس۔

مزارات کی حیثیت مبارکہ مستم لحد کو بان دار ہے یا مسلح اور مریح شکل دونوں ہیوں کے متعلق روایات موجود ہیں۔

## اٹھتیسواں باب

### فضائل رضیہ مقدسہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کیا اور میرے جہال



کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ اس طرح ہو گا جیسے کہ اس نے میری زندگی اور حیات ظاہرہ میں زیارت کی۔  
 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کی شفاعت کرنا مجھ پر واجب ہو گیا اور وہ تمام قطعاً میری شفاعت کا حقدار بن گیا۔  
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مدینہ منورہ میں طلبِ خیر الہی اور ثواب کی خاطر میرے مزار اقدس کی زیارت کی تو میں بروز قیامت اس کے لیے گواہ بنوں گا اور شیخ  
 ابن ابی ملیکہ سے منقول ہے کہ جو شخص رسولِ مہتمم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کے مقابل کھڑے ہونے کی خواہش رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ قبلہ کی جانب نصب قندیل کو جو روضہ اقدس اور مزار النور کے قریب ہے اپنے سر کے مقابل رکھ کر کھڑا ہو۔

ابن ابی فدیک سے منقول ہے کہ جن اکابر کی زیارت کا شرف مجھے حاصل ہوا ان میں سے بعض نے مجھے بتلایا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ جو شخص مزار اقدس کے سامنے کھڑا ہو اور یہ آیت مقدس تلاوت کرے "ان اللہ وحلا مکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً" اور بعد ازاں ستر مرتبہ صلی اللہ علیک یا محمد کہے تو اس کو فرشتہ پکار کر کہتا ہے کہ اے فلاں اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت نازل فرمائے۔ تیری بھی حاجتیں پوری ہو گئی ہیں اور کوئی بھی باقی نہیں رہی۔  
 سرورِ کونین سید الثقلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار النور کی زیارت کرنے والے بعض عشاق نے کہا۔  
 اَتَيْتُكَ رَاجِلًا وَوَدِدْتُ اَنِي  
 وَمَا لِي لَا اَسِيرُ عَلَى الْمَآقِي  
 مَلَكْتُ سَوَادَ عَيْنِي اَمْتَطِيهِ  
 اِلَى تَبَرُّسُولِ اللّٰهِ فِيهِ  
 ترجمہ: میں پیادہ چلتا ہوں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا مگر دلی خواہش یہ تھی کہ کاش آنکھوں کی تیلیوں پر اختیار ہوتا اور  
 میں آنکھوں کے بل اس قبرِ اقدس کی طرف کیوں نہ چلوں جس میں اللہ تعالیٰ کے رسول آرام فرما ہیں۔ ف

## انتالیسواں باب

### استمداد و توسل

ابو الجوزار سے مروی ہے کہ اہل مدینہ شدید قحط میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جناب میں اس  
 ف۔ امام المہنت مولانا شاہ احمد خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس سے بھی زیادہ لطیف و نفیس بات کہی صرف مزار اقدس کی طرف نہیں بلکہ زمینِ عرب پر  
 دم رکھنے کی کیفیت کا اظہار تو دیکھئے۔ عرب کی زمین اور قدم رکھ کے چلتا۔ اسے سر کا موقتہ ہے اوجانے والے



تکلیف کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا مزار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دو اور حجرہ مبارکہ کی چھت میں آسمان کی طرف ایک سوراخ کر دو تاکہ آسمان اور مزار انور کے درمیان سے چھت کا حجاب مرتفع ہو جائے (جو نہی آسمان مزار پر انوار کے دیدار سے مشرف ہو گا باران رحمت نازل ہونے لگ جائے گی) حسب الارشاد صحابہ رضی اللہ عنہم نے چھت کا ایک حصہ کھول دیا تو بہت زبردار اور موسلا دھار بارش برسی بے اندازہ گھاس اُگی اور اونٹ وغیرہ بہت فریہ ہو گئے اور اتنی چربی چڑھی کہ اونٹوں کی کوریاں پھٹ گئیں اسی وجہ سے اس سال کا نام عام الفتن معروف و مشہور ہو گیا۔ یعنی پچھنے والا سال۔ وکذا رواہ فی مشکوٰۃ المصابیح بروایۃ الدارمی فی کتاب الکرامات۔

سید بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید کی بدیت توڑ دی اور اس کے عامل کو نکال دیا اور اس نے لشکر بھیج دیا جس کے ساتھ مقام حرہ پر اصل مدینہ کا مقابلہ ہوا (تو مسجد نبوی میں تین دن تک اذان اور اقامت نہیں کی گئی تھی۔ حضرت سید بن مسیبؓ مسجد نبوی میں ہی حاضر رہے اور ان کو نماز کے وقت کا پتا اس وقت چلتا تھا جب قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان و اقامت کی آواز سنائی دیتی تھی۔

ابوبکر منقری سے منقول ہے کہ میں، امام طبرانی اور ابوالفتح حرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے اور بھی حالت فقر و فاقہ میں مبتلا تھے جب بھوک نے اپنا اثر دکھلایا اور نہ ڈھال کر دیا اور وہ دن مشکل سے صوم وصال کی صورت میں کاٹا تو عشاء کے وقت میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول الجوع۔ سخت بھوک ہے سخت بھوک۔ اتنا عرض کیا اور واپس لا کر اپنی جگر پر بیٹھ گیا۔ مجھے ابوالفتح نے کہا بیٹھ جاؤ یا رزق اور روزی ہاتھ آئے گی اور یا یہیں تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے (اسکدھو جائیں اور کس سے سوال کریں)۔

ابوبکر منقری فرماتے ہیں میں اور ابوالفتح سو گئے اور امام طبرانی بیٹھے مطالعہ کر رہے تھے۔ ایک علوی دروازے پر آمود ہوا۔ دروازہ کھٹکٹایا جب دروازہ کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے ساتھ دو غلام ہیں جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں بڑی بڑی دو زنبیلیں ہیں اور دونوں کسی شے سے بھری ہوئی ہیں (وہ ہمارے پاس رکھیں اور کھانے کے لیے کہا) ہم بیٹھ گئے اور کھانے لگے اور گمان یہی تھا کہ جو بیچ جائے گا۔ اسے یہ غلام واپس اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ مگر وہ لوٹ گئے اور باقی کو ہمارے پاس ہی چھوڑ گئے۔ جب ہم کھانا کھا چکے اور سیر ہو لیے تو علوی نے ہم سے دریافت کیا کہ آیا تم نے بارگاہ نبوی میں بھوک کی شکایت کی تھی۔ کیونکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھے تمہارے پاس کھانے کی چیز لانے کے متعلق ارشاد فرما رہے تھے۔

ف۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام کا مزارات میں زندہ ہونا متفق علیہ ہے اسی طرح ان سے توسل و استعانت بھی متفق علیہ ہے فتح حق کا ارشاد بکوال اللہ العلیات گذر چکا ہے اگر اختلاف ہے تو اسواریں اور اس میں بھی تحقیق یہی ہے کہ جائز اور صحیح ہے۔ ملاحظہ فرمائیے اللغات جلد سوم ص ۴۲ تا ۴۲ اور جلد اول تکمیل الایمان و ملاح ذی زوہد میں بھی قریح موجود ہے۔ علامہ بہانی نے شواہد الحق میں اس مسئلہ پر مفصل بحث فرمائی ہے۔



## چالیسواں باب

### بعد از وصال حضور سیدہ فاطمہ کی کیفیت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اقدس بوجھل ہوئی اور بیماری لاحق ہوئی تو آپ کو درد کا شدید دورہ ہونے لگا۔ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے اس کرب و اضطراب کو دیکھا تو کھانے کا ش میرے باپ کا درد کرب! تو آپ نے فرمایا: لیس علی ابیہ کرب بعد الیوم، تمہارے باپ پر دردِ عالم کا یہ حملہ اللہ واد صرف آج کے دن ہے آج کے بعد کسی قسم کا دردِ عالم اور کرب و اضطراب نہیں ہوگا۔ جب آپ کا وصال ہو گیا تو آپ نے فرمایا:-

یا ابتاہ اجاب ربادعاه۔ اے اباجان! جنہوں نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی دعوت کو قبول کیا اور اس پر لبیک کہا۔

یا ابتاہ جنۃ الفردوس ماواہ۔ اے اباجان! جن کا جنت الفردوس میں ٹھکانا ہے اور مسکن۔

یا ابتاہ الی جبرئیل افناہ۔ اے اباجان! جبرئیل کو آج میں تمہارے وصال کی خبر کرتی ہوں۔

جب حبیبِ کریم علیہ السلام کو دفن کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم تعزیت کے لیے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے در اقدس پر حاضر ہوئے تو انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو مخاطب بھڑا کر فرمایا اے انس! تمہارے دلوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر مٹی ڈالنا کیسے گوارا کر لیا اور اس پر کیونکہ آمادہ ہو گئے؟ (وہ عرض کرنے لگے نہ دل چاہتے تھے نہ طبع گوارا کرتی تھیں مگر حکمِ شرع کے سامنے کوئی چارہ بھی نہیں تھا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب محبوبِ کریم علیہ السلام کا وصال ہو گیا اور آپ کو دفن کر دیا گیا تو سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سزا پر انوار پر حاضر ہوئیں۔ خاکِ اقدس کی مٹی بھری۔ آنکھوں پر لگاٹی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے رواں ہو گئے اور زبانِ اقدس غمِ دل کو ان الفاظ میں ڈھالنے لگی:-

ان لا یشتّم مدی الزمان غوا لیا

ماذا علی من شتم تریۃ احمد

صبت علی الایام حدن بیا لیا

صبت علی مصائب لو انھا

ترجمہ: اس شخص پر کیا ملامت ہو سکتی ہے جس نے تربتِ احمد مجتبیٰ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونگھا ہے کہ وہ رہتی دنیا تک قیمتی سے قیمتی خوشبوؤں کو نہ سونگھے۔ محبوبِ کریم کے جسد اطہر سے خاکِ تربت میں بسنے والی خوشبو اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوسری خوشبوؤں سے بے نیاز کر دینے والی ہے۔



مجھ پر مصائب و شدائد کی وہ سیاہ راتیں — آن پڑی ہیں کہ ان کو دنوں پر ڈالاجاتا تو راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔  
حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت پیش  
آئے تو وہ میرے فراق اور جدائی کو یاد کرے۔ کیونکہ اہل اسلام و ایمان کے لیے میرا وصال اور فراق سب مصائب سے  
بڑھ کر ہے۔

## اکتالیسواں باب

### فضائل درود و سلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ  
تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ مسلم شریف۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر ایک مرتبہ صلوٰۃ و سلام  
بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف فرمائے گا۔  
حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے (فرائض و  
واجبات سے فارغ) سارا وقت آپ پر صلوٰۃ و سلام میں گزارا ہے تو آپ نے فرمایا اگر تو نے میرے ساتھ خلوص کا اس قدر  
مظاہرہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کی جملہ حاجات پوری فرمادے گا اور تمام مہمات و مشکلات میں کفایت فرمائے گا۔  
عبداللہ بن ابی طلحہ اپنے والد گرامی سے ناقل ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن دو لکھ سے باہر تشریف لائے اور  
سرور و انبساط چہرہ اقدس پر نمایاں تھا (سبب دیانت کرنے پر) فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے یہ شہدہ سنایا کہ تمہیں  
تمہارا رب کریم فرماتا ہے کیا تمہیں یہ بات اچھی نہیں لگتی اور تمہارے لیے موجب رضا نہیں ہے کہ اُمت کا جو فرد آپ پر صلوٰۃ  
سلام بھیجے میں اس پر دس مرتبہ درود و رحمت نازل کروں؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں؟ (میں اس انعام پر راضی اور خوش ہوں)  
حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول کریم علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ”جو شخص مجھ پر درود  
بھیجے گا جب تک وہ درود بھیجنے میں مصروف و مشغول رہے گا اللہ تعالیٰ کے سارے فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے  
اب اس کی مرضی کہ وہ مجھ پر تھوڑا درود بھیجے (اور خود بھی ملائکہ کے درود سے تھوڑا فیض حاصل کرے) یا زیادہ درود بھیج کر  
زیادہ سے زیادہ ملائکہ کے درود سے مستفید ہو۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم دو لکھ سے باہر تشریف لائے



مسجد کی طرف متوجہ ہوئے۔ اندر داخل ہوئے تو قبلہ رخ ہو کر سجد میں گر گئے۔ آپ نے سجدہ کو اتنا طول دیا کہ ہمیں آپ کے وصال فرمانے کا گمان گزرا۔ میں (حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے قریب ہوا، اتنے میں آپ سجدہ سے اٹھے، سر اقدس بلند فرمایا اور دریافت فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا عبد الرحمن ہوں! تجھے کیا ہے؟ آپ نے پوچھا، میں نے عرض کیا آپ نے سجدہ فرمایا اور اسے اتنا طول دیا کہ ہمیں آپ کے متعلق قبض روح کا گمان گزرا۔ آپ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مشورہ سنایا کہ جو شخص آپ پر درود و صلوٰۃ بھیجے گا میں اس پر صلوٰۃ بھیجوں گا اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا۔ تو میں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کی بارگاہ بے نیاز میں سجد نیاز بجالایا۔

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صبح ہم نے سرمد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی خوش و خرم پایا آپ کے چہرہ اقدس پر آثار مسرت و بہت نمایاں تھے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آج تو آپ بہت خوش و خرم ہیں اور چہرہ اقدس فرحت و سرور سے چمک رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں آج میرے پاس رب تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ایک مشورہ سنانے والا فرشتہ آیا اور کہا جو شخص آپ پر ایک درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس درود بھیجے گا۔ اس کے لیے دس نیکیاں نام اعمال میں درج کروائے گا۔ دس گناہ معاف فرمائے گا اور اسے دس درجے بلند دی و سرفرازی عطا فرمائے گا۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے میں نے آپ کے چہرہ انور پر خوشی و مسرت کے ایسے نمایاں آثار دیکھے کہ پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے تھے میں نے سبب دریافت کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ پہلے آپ پر ایسی حالت سرور و فرحت اور رونق و بہت دیکھنے میں نہیں آئی؟ آپ نے فرمایا: میں کیوں نہ فرحت و انبساط کا اظہار کروں؟ ابھی ابھی جبریل علیہ السلام میرے پاس حاضری دے کر گئے ہیں وہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشورہ لائے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس یہ بشارت سنانے کے لیے ارسال فرمایا ہے کہ آپ کا جو امتی ایک مرتبہ ہدیہ درود و سلام آپ کی بارگاہ میں پیش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتے دس مرتبہ اس پر درود بھیجیں گے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے جہاں اتفاقاً حضرت ابو طلحہ حاضر تھے، آپ ٹھہر گئے اور ان سے ملاقات کی۔ انہوں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! آج میں بہت ہی خوشی اور مسرت کے اثرات چہرہ اقدس میں دیکھ رہا ہوں (اس کا موجب و باعث کیا ہے؟) آپ نے فرمایا: ہاں مجھے بہت بڑی خوشی اور فرحت حاصل ہوئی ہے اور اس کا باعث یہ ہے کہ ابھی جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے نامہ حسنات میں دس نیکیاں درج فرمائے گا۔ اس کے



دس گناہ معاف فرمائے گا۔ اور دس درجے اس کے بلند فرمائے گا۔ محمد بن حبیب راوی فرماتے ہیں۔ مجھے یہی یقین ہے کہ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ سب فرشتے اس پر دس مرتبہ درود بھیجیں گے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ میں نے اس دن آپ کو جتنا خوش و حسرم پایا اتنا کبھی نہیں دیکھا تھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے آج کی مانند آپ کو کبھی ششاش بشاش اور سرایا فرحت و سرور نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے ابو طلحہ آج میں اتنا خوش کیوں نہ ہوتا؟ ابھی جبریل علیہ السلام اٹھ کر گئے ہیں جنہوں نے میرے پاس رب کریم جل و علیٰ کی طرف سے یہ پیغام مسرت پہنچایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آپ کا کوئی امتی حبیب بھی آپ کی بارگاہ میں ہدیہ تہنیت و تحفہ سلام پیش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مانند درود اس پر نازل فرمائے گا۔ اس کی دس نیکیاں لکھے گا۔ دس گناہ معاف فرمائے گا۔ دس درجے بلند فرمائے گا اور عرش سے پہلے کہیں اس کا درود رکھنے نہیں پائے گا (بلکہ سیدھا مسجد قبول اور مقام اجابت میں پہنچے گا) آسمان و زمین کی درمیانی جوفضا اور آسمان کے ملائکہ میں سے جس پر بھی اس کا گذر ہوگا، اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا اس درود بھیجنے والے پر درود بھیجو۔ جیسے کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بارگاہ بیکس پناہ علیہ السلام میں حاضر ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کی سلوٹوں سے انوار بجلی کی مانند چمک اور جھلک رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آج کے دن سے بڑھ کر آپ کو کبھی خوش مزاج دیکھا ہے اور نہ بار و نفع بشرہ والا جتنا کہ آج دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا آخر وہ کیا ہے کہ میرے نفس و قلب میں اس قدر فرحت و انبساط نہ ہو اور میرا بدن فرحت و سرور سے بار و نفع نظر نہ آئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام ابھی مجھے یہ مشرودہ سنا کر گئے ہیں: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو امتی آپ کی خدمت اقدس میں ایک مرتبہ نذرانہ درود و سلام پیش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کی دس نیکیاں نامہ اعمال میں لکھوائے گا۔ دس گناہ معاف فرمائے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا اور فرشتہ بھی اس پر اس کے درود و صلوٰۃ کی مانند درود و صلوٰۃ بھیجے گا۔

میں نے جبریل امین علیہ السلام سے دریافت کیا وہ کونسا فرشتہ ہے جو اس امتی پر درود بھیجے گا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے وقت تخلیق سے تا قیام قیامت و لبثت آپ کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر فرمادیا ہے۔ جو شخص بھی آپ پر درود اور سلام بھیجے گا تو وہ فرشتہ اس کو جواب میں کہے گا۔ و انت صلی اللہ علیک۔ تجھ پر بھی اللہ تعالیٰ صلوٰۃ بھیجے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوی میں ہدیہ درود و سلام پیش کرنا غلام آزاد کرنے سے بدرجہا بہتر ہے اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت راہ خدا میں جہاد کرنے اور اعداء دین پر تلوار چلانے سے بدرجہا بہتر ہے۔ او کہا قال الصديق رضي الله عنه۔



## بیالیسواں باب

ملائکہ کا اُمت کے درود و سلام کو بارگاہ رسالتؐ علیہ السلام میں پیش کرنا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام نے فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ اور دو فرشتے ایک دوسرے پر سبقت کی جدوجہد کرتے ہوئے وہ درود و سلام میری روح تک پہنچائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین میں گردش کرتے رہتے ہیں جو مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری قبر کے پاس درود و سلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے فرشتہ مقرر فرماتا ہے جو اسے میرے پاس پہنچاتا ہے اور اسے دنیا و آخرت کے مہات مشکلات سے کفایت فرماتا ہے اور میں اس شخص کے لیے قیامت کے دن اس کے ایمان و اقیان اور اخلاص پر گواہ ہوں گا اور اس کی شفاعت کرنے والا۔ ف

ف۔ اس حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ ملائکہ کا سلام پہنچانا اپنے فریضہ کی ادائیگی کے لیے ہے اور بارگاہ نبوی کے اعزاز و اکرام کے لیے در نہ قبر کے قریب سے جب عوام مومنین سن سکتے ہیں تو سید المرسلین علیہ السلام کے سننے میں کسے شک و شبہ ہو سکتا ہے اور بروز قیامت گواہ بننا اس امر پر واضح دلالت کرتا ہے کہ آپ نور نبوت سے اس شخص کو اور اس کے ایمان، اعمال اور اخلاص کو دیکھتے ہیں در نہ شہادت ممکن نہیں ہوگی جیسے کہ شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز نے فرمایا: زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود، اور یہی معنی حضرت عبداللہ بن مسدد کہ حضرت سید بن المسیب سے نقل فرماتے ہیں۔ ما من یوم الا وتعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعمال امتہ عند ذلک وعشیة فیحرفہم بسماہم و اعمالہم فلذا لک یشہد علیہم یوم القیامۃ و ما سبب لدنیہ مع الزرقانی ملبسہ ۵۳۳ فتح الباری شرح النہج المستقلانی۔ یعنی ہر دن صبح و شام اعمال امت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیے جاتے ہیں۔ آپ اپنے امتیوں کو ان کے چہروں کے ذریعے بھی جانتے ہیں اور اعمال کی رو سے بھی اسی لیے قیامت کے دن ان کے حق میں گواہی دیں گے۔ فتح العلم جلد اول ص ۴۱۰۔ اور جس طرح بارگاہ نبوی میں صلوٰۃ و سلام پہنچاتے ہیں بارگاہ خداوندی میں بھی اعمال پیش کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی شئی غفل نہیں ہے۔ نیز جس روایت میں یہ ارشاد نبوی منقول ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھے میں خود سنتا ہوں اور جو درود سے درود و سلام بھیجے وہ فرشتے پہنچاتے ہیں۔ اس سے درود والے درود و سلام کو براہ امت سننے پر استدلال محل نظر ہے۔ کیونکہ اس روایت کی رو سے قریب سے درود و سلام براہ راست سننے کی نفی لازم آتی ہے تو جو تاویل یہاں کی جائے گی دوسری روایت میں بھی اسی طرح کی تاویل ہو سکتی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی جناب میں اعمال پیش



حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ میں سے ایک ملک کو اتنے قوی کا ن عطا فرمائے ہیں کہ ساری مخلوق کے آواز سے سُن سکتا ہے اور ضبط کر سکتا ہے اسے تا قیام قیامت میری قبر پر کھڑا کر دیا ہے جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ فرشتہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہتا ہے غلام بن غلام نے آپ پر درود بھیجا ہے اور اللہ رب العزت میری طرف سے اس امر کا کفیل اور ضمان بن گیا ہے کہ اس شخص پر ہر درود کے بدلے دس درود بھیجے گا۔ رُب

## تینتا لیسواں باب

### کیفیت درود و صلوٰۃ و سلام

ابن ابی سیلی سے مروی ہے کہ مجھے کعب بن عجرہ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایک عظیم ہدیہ و تحفہ نہ پیش کروں؟ رسالتاب علیہ افضل الصلوٰۃ ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم نے عرض کیا آپ پر صلوٰۃ کیسے بھیجیں۔ آپ نے فرمایا: اس طرح کہ ”اللہم صل علی“

کیے جانے کے متعلق روایات میں صرف اہل زمین کا تذکرہ ہے اہل سماء کے اعمال پہنچانے جانے کا تذکرہ نہیں ہے تو کیا اس تقابل سے وہاں بھی یہ نتیجہ اخذ کیا جائیگا البتہ کہ اہل سماء کے اعمال براہ راست مشاہدہ فرماتا ہے اور اہل زمین کے اعمال ملائکہ پر پیش کرتے ہیں جب یہاں یہ نتیجہ اخذ کرنا صرف غلط ہی نہیں بلکہ گمراہی و بیدینی ہے تو بارگاہ رسالتاب علیہ السلام کی جناب اقدس میں بھی بہت بڑی جسارت ہے اور سخت بے ادبی۔

ت۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کے درود و سلام کا جواب نہیں دیتے بلکہ البوداؤد شریف میں صریح حدیث رد سلام کے متعلق وارد ہے ما من مسلم علی الا بد ا لہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام البوداؤد شریف اور مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ جو مسلمان بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لٹاتا ہے اور حالت استغراق سے حالت صحو کی طرف منتقل فرماتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ لیکن جیسے بندہ دل کا درود محض دعا ہے اور دراصل رحمت مہینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اسی لیے صلوٰۃ علیہ وسلم کو اس کے حکم کی تعمیل یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے صلوٰۃ و سلام بھیجنے کے لیے عرض کرتے ہیں۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جاری اس دعا کے جواب میں ہمیں دعا سے نوازتے ہیں اور حقیقت سلام اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے۔

خادم بارگاہ نبوی کا اتنی قوت سامعہ کا مالک ہونا اور ہر وقت ہر ایک کا سلام سُننا ضبط کرنا سلام بھیجنے والے کی تفصیلی معلومات حاصل کرنا اور اسے بارگاہ نبوی میں عرض کرنا اگر موجب شرک اور مساوات بالباری نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے کیونکہ یہ قوت محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے نہ تو اس محمد دم و مولیٰ اور امام انبیاء و مرسلین کے لیے اس قدر خدا داد قوت و سماع تسلیم کر لینے سے شرک کیسے لازم آسکتا ہے؟ محمد اشرف۔



محمد و علی آل محمد کا صلیت علی ابراہیم و آلک حمید مجید - البغدی و المسلم  
حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی آیت کریمہ ﷺ یا ایہا الذین آمنوا صلوٰۃ علیہ وسلم  
تسلیمًا "نازل ہوئی تو ہم نے عرض کیا سلام بھیجنے کی کیفیت تو ہمیں معلوم ہو چکی ہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ  
اللہ وبرکاتہ" صلوٰۃ کس طرح ہمیں تو آپ نے فرمایا اس طرح کہوا اللہم صلی علی محمد و علی آل محمد کا صلیت  
علی ابراہیم و آل ابراہیم انک حمید مجید - ف

## چوالیسواں باب

### منکرین و رد و شریف کی مذمت

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت بڑا بحیل  
ف۔ صلوٰۃ و سلام کا ان صیغوں میں حصر نہیں ہے بلکہ وہ ہزاروں صیغوں پر مشتمل ہیں۔ جیسے کہ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اور علامہ امین حق  
نے روح البیان میں تصریح فرمائی ہے اور محدثین کا عمل بھی اس پر واضح دلیل ہے جب بھی کسی کتاب حدیث میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا  
نام اقدس آتا ہے تو وہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے ہیں اور علی ہذا القیاس جملہ مفسرین و فقہاء اور متکلمین لہذا دعویٰ حصر کی صورت میں الیاذ باللہ  
سب علماء امت کا ضلالت و گمراہی اور خطا و نا صواب پر اجماع و اتفاق لازم آئے گا جو کہ قطعاً باطل ہے۔ نیز قواعد مقررہ اور اصول  
مسلمہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کلام مجید کی نفس مطلق کو خبر واحد سے بھی مقید نہیں کیا جاسکتا و نہ فنی کے ساتھ قطعی کی تخصیص لازم آئے  
گی اور یہ عند الاحتمات باطل ہے لہذا بالعرض اگر کوئی روایت حصر پر دلالت کرنے والی موجود ہوتی تو بھی قرآن مجید کا حکم عام اور ارشاد  
مطلق اپنے عموم و اطلاق پر رہتا علی الخصوص جب کہ ایسی کوئی نفس موجود ہے ہی نہ تو محض اپنے زعم فاسد و قیاس باطل سے کوئی شخص  
کیسے دعویٰ تخصیص کر سکتا ہے۔

بلکہ بقول امام سبکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام میں صیغہ خطاب اور صلوٰۃ میں صیغہ غیبت ذکر فرما کر واضح فرمادیا کہ صلوٰۃ  
بھی بصیغہ خطاب جائز ہے۔ جیسے کہ سلام بصیغہ غائب جائز ہے بلکہ دونوں بصیغہ خطاب جائز ہیں اور دونوں بصیغہ غائب چاروں صورتوں کا جائز ہیں  
سے واضح ہو گیا۔ ملاحظہ ہو شفاء السقام علامہ سبکی۔

مولوی حسین احمد صاحب مدنی شاہ ثاقب میں تصریح کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگان دین (علماء دیوبند) دلائل الحسرات  
شریف کو خود پڑھتے ہیں اور اپنے متعلقین کو اس کے پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں ملاحظہ ہو ص ۶۶ اگر رد و صرف اللہ صلی علی  
محمد و علی آل محمد کا صلیت الہی ہے تو دلائل الحسرات میں مندرج رد و سلام کے سیکڑوں صیغے پڑھنے کا معمول  
بنا اور متعلقین کو پڑھنے کی تلقین کرنے کا کیا مطلب؟ ہذا اثر۔



ہے وہ شخص جس کے پاس مجھے ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود و سلام نہ بھیجا یعنی محض زبان ہلانا بھی گوارا نہ کیا میرے نام پر مال و دولت کا صرف کرنا تو درکنار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے اور تین مرتبہ آمین آمین آمین کہا جب اترے تو عرض کیا گیا۔ آپ نے تین مرتبہ آمین فرمایا۔ اس کی حکمت و مصلحت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا، جس شخص نے ماہ رمضان پایا اور اس کے لیے مغفرت و بخشش نہ ہوئی بلکہ مر کر آگ میں داخل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اسے رحمت خاصہ سے دور رکھے۔ آپ آمین کہتے ہیں نے کہا آمین۔ انہوں نے پھر کہا جو شخص والدین کو یا ان میں سے ایک کو پالے مگر ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی نہ کرے اور مر کر آگ میں داخل ہو جائے تو اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت خاصہ سے دور رکھے کیسے آمین تو میں نے کہا آمین، تیسری دفعہ انہوں نے کہا جس کے سامنے آپ کا ذکر ہوا اور اس نے آپ پر درود نہ بھیجا اور مر کر آگ میں داخل ہو گیا۔ اسے بھی اللہ تعالیٰ رحمت خاصہ اور مغفرت و بخشش خاصہ سے دور رکھے۔ کیسے آمین میں نے کہا آمین۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی کوئی قوم مجلس جمائے مگر اس میں نہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور نہ ہی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجیں تو برزخ قیامت ان پر گزرت اور مواخذہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ چاہے تو معاف فرمادے اور چاہے تو عذاب و عذاب میں مبتلا فرمائے۔

## پینتالیسواں باب

### کلمات تعزیت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول خدا علیہ التیمۃ و الثناء کا وصال ہو گیا تو ایک شخص آیا جس کی صرف آواز سنائی دیتی تھی مگر جسم و شکل دکھائی نہیں دیتے تھے۔ اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر مصیبت پر صبر و تحمل کی بدولت غرض ملتا ہے اور ہر ہلاک اور فوت ہونے والے کا بدل اور قائم مقام ہوتا ہے۔ اور ہر ہاتھ سے نکل جانے والی چیز کا تدارک ہوتا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی بھروسہ کرو اور اس سے امیدیں اور آرزوئیں وابستہ رکھو کیونکہ درحقیقت محروم وہ ہے جو ثواب آخرت سے محروم ہوا۔ والسلام۔



## پھیالیسواں باب

### جسد اطہر

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے افضل ایام میں سے جس دن کا دن

فائدہ جلیلہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سوال صلوٰۃ کے روح القدس پر پیش کیے جانے کے متعلق نہیں کیا تھا نہ بعد از دفن جسم کی بوسیدگی اور پرانگی کی کافر پریش نہ کرتے لہذا یہ سوال جسد اطہر پر درود و صلوٰۃ پیش ہو سکنے یا نہ ہو سکنے کے متعلق تھا اور سید اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب بھی عرض جہانی پر مبنی ہے وہ نہ فرمادیا جاتا تھا کہ تمہارے درود و سلام میری روح پر پیش ہوں گے لہذا اس سوال و جواب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جہانی راضی ہو گئی اور درود و سلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روح و جسم دونوں پر پیش ہونا بھی واضح ہو گیا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد فان صلوٰۃ تکوین معہ دفعہ علیٰ ذہن تحقیق تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، درود پریش ہونے میں تو ان کے لیے شک و شبہ کی گنجائش ہی تھی اگر جسم اقدس پر پیش ہونے میں متردد تھے تو عرض روحانی تو تسلیم کرنا لازم تھا کیونکہ حکم نبوی میں صحابہ کرام کی طرف سے شک سے کیسے متصور ہو سکتا تھا علامہ علی قاری نے علامہ طیبی اور علامہ جمال الدین سے یہی خلاصہ جواب نقل فرمایا ہے ملاحظہ فرماتے جلد ثالث مشرق ۲۲ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث تلت و بعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبياء یعنی اللہ ہی یرزق کے تحت فرمایا اس میں اشارہ ہے کہ درود و صلوٰۃ آنحضرت علیہ السلام کے روح و جسم دونوں پر پیش ہوتے ہیں مشرق ۲۳ اور حدیث ابوداؤد ما من سلم لیتم علی الارض اللہ علی روحی حق ارد علیہ السلام سے بھی روح و جسم دونوں کا سلام سنا اور جواب دینا واضح ہے لہذا انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جہانی راضی ہو گئی اور یہ بھی دنیوی حیات کی مانند علی قاری فرماتے ہیں فلا فرقی لیسو بین المائین و لذل ان قیل اولیاء اللہ لا یموتون بل ینتقلون من دار الی دار۔ انبیاء علیہم السلام کے لیے حیات دنیا اور برزخ میں کوئی تفاوت نہیں ہے اور اسی لیے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول محبوب مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔

۲۔ بظاہر جمع کے دن صلوٰۃ کے پیش ہونے سے دوسرے ایام میں پیش ہونے کی نفی لازم آتی ہے حالانکہ مزاج اور صحیح احادیث سے اس کا سر نہ بلکہ ہر وقت پیش کیا جانا ثابت ہے لہذا یہاں تاویل واجب ہے کہ اس دن بھی ہوا درود و سلام شرف قبولیت سے علی وجہ اکمال شرف ہو تا ہے بخلاف باقی ایام کے۔ ۳۔ صلوٰۃ و درود کا پیش ہونا ملائکہ کی وساطت سے ہے یا کشف و عیان سے مطلق قاری نے حدیث ابوالدرداء کے تحت دونوں معنی نقل کیے ہیں اور باب الصلوٰۃ علی النبی کی حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فان صلوٰۃ تکوین تبلیغی تم جہان بھی ہو تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے کے تحت تافضی میاض علیہ الرحمہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: نفوس تدیرہ کہ جب ملائکہ برنیہ سے الگ ہو جاتے ہیں تو وہ حقیقت فرشتے سے بلند عرش پر پہنچ جاتے ہیں اور ملائکہ اعلیٰ سے متصل ہو جاتے ہیں اور ان کے لیے کوئی حجاب نہیں رہتا سب چیزوں کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے کہ مشاہدہ کر رہے ہوں اور قریب موجود ہوں مرقاۃ جلد اول ص ۳۳ اور نص قرآنی یکون الرسول علیکم شہیدا بھی اسی معنی پر دال ہے اور ملائکہ کا پیش کرنا آپ کے براہ راست سننے کے معنی میں نہیں ہے (ما فہم محمد اشرف خلقی عنہ)



بھی ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی میں ان کی روح اقدس قبض کی گئی (اور جو ار رحمت الہی اور تقارب الہی سے مشرف ہوئی اسی میں نفع صور ہوگا اور اسی میں صفت اور غشی طاری ہوگی) جو کہ دار حنت میں داخل ہونے کے لیے مقدمات اور موقوف علیہ ہیں) لہذا اس دن مجھ پر کثرت سے صلوات بھیجیں کہ تمہارا درود و سلام مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ جب آپ کا وصال ہو جائے گا اور آپ کا جسد اطہر مٹی سے مل کر بوسیدہ ہو جائے گا۔ اس وقت ہمارا درود و سلام آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر اجل انبیاء علیہم السلام کا کھانا اور انہیں بوسیدہ و پرانگندہ کرنا حرام فرمادیا ہے۔

## سینا لیسوال باب

### اعمال اُمت بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں

حدیث اس رضی اللہ عنہ میں گذر کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اعمال مجھ پر بروز جمعہ پیش کیے جاتے ہیں بکر بن عبد اللہ نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی تمہارے لیے خیر ہے اور بہتر تم اپنی حاجات مجھ بیان کرتے ہو اور میں تمہاری رہنمائی کرتا ہوں اور جب میرا وصال ہوگا تو میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہوگی تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے۔ اگر اچھے ہوں گے تو (توفیق خیر پر) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجا لاؤں گا اور اگر شر اور بدتر ہوئے تو تمہارے لیے استغفار کروں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی اور حیات ظاہرہ تمہارے لیے خیر اور بہتر ہے، مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے، میں تمہیں حلال و حرام کی خبر دیتا ہوں اور میری وفات بھی

ت۔ اعمال کا بروز جمعہ اللہ جبرائیل پیش ہوتا ان کے علاوہ ایام میں نوز با اللہ علمی کو مستلزم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی اس میں مصلحت اور حکمت ہے کہ بقید لیلہ ملائکہ ان ایام میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں و نہ اعدایت بلکہ نص قرآنی کی رے سے بروقت اعمال کا اور عالمین کا نگاہ اقدس میں ہونا ثابت ہے۔ ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ماہو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کانا انظر الی کفی ہذا مراسب جلد ۲ ص ۲۰۴

حجایات و نبوی میری نگاہوں سے اٹھایے گئے پس میں دنیا کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے یوں دیکھ رہا ہوں جیسے ہاتھ کی پتیلی کو اور یہی معنوں و مفہوم قول باری تعالیٰ و یدیکم شہیداً اور ارشاد خداوندی یا ایہا النبی انا ارسلناک شہیداً الایۃ۔ سے واضح ہے۔ فافہم محمد اشرف۔



تمہارے لیے بہتر ہے ہر جہز کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے۔ جو اچھے ہوں گے ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجا لاؤں گا جو بُرے اور خلاف شرع ہوں گے ان پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کروں گا۔

## اڑتالیسواں باب

### خواب میں دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔" بخاری و مسلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا: "جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متشکل نہیں ہو سکتا۔" بخاری و مسلم۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے مجھے دیکھا اس نے درحقیقت مجھے دیکھا اور اس کا دیکھنا اور شرف دیدار سے مشرف ہونا برحق ہے کیونکہ شیطان میری شکل میں متشکل ہو کر کسی کے سامنے نہیں آ سکتا۔" بخاری شریف۔

نائد کا جلیلہ: ۱۔ سرور انبیاء علیہ التیمۃ والثناء کو خواب میں دیکھنے والا درحقیقت آپؐ کو ہی دیکھتا ہے اور شیطان ہر صورت میں متشکل ہو سکنے کے باوجود اس صورت میں مقصور و متشکل ہونے سے عاجز ہے کیونکہ ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مظہر ہدایت ہے اور شیطان مظہر ضلالت۔ اگر وہ مظہر ہدایت کی صورت میں رونما ہو سکے تو حق و باطل میں التباس و اشتباہ پیدا ہو جائے گا اور اس کی توضیح کے لیے استدلال کافی ہے کہ مدعی الوہیت کے ہاتھ پر خرق عادت ظاہر ہو سکتا ہے مگر جھوٹے مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس کی تائید و تصدیق کرنے والا خرق عادت ظاہر نہیں ہو سکتا تاکہ حق و باطل میں التباس و اشتباہ نہ لازم آئے۔

۲۔ خواب میں رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا آیا کسی خاص مہیث و شکل مبارک کے ساتھ مخصوص کیفیت سے مقید ہے؛ بعض حضرات نے آخری ایام میں جو کیفیتِ شکل و صورت پاک تھی اس پر دیکھنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ بعض نے کہا آخری ایام والا علیہ مبارک دیکھنا ضروری نہیں البتہ اس شکل پاک اور کیفیت خاص پر دیکھے جس پر مدت العمر میں کسی وقت بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ اگر اس صورت و شکل اور کیفیت و صفت پر دیکھے جس پر آپؐ حالت حیات ظاہرہ میں کسی بھی وقت تھے تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا الہامی ذات ہے ورنہ اور اک مثال اور ہر دو صورت میں دیدار نبوی برحق ہے۔ لیکن امام نووی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ ہر دو صورت میں



حضرت ابوملک اشجعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خاتم الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے فی الواقع مجھے ہی دیکھا ہے۔

حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بدن انسان خارج از حقیقت ہے اور انسان عبارت ہے روح مجرد اور نفس باطنی سے لہذا بیداری میں یہ جسم محسوس اور اک حقیقت کے لیے وسیلہ ہے تو عالم خواب میں اجساد مثالیہ اس حقیقت کے اور اک کے لیے وسیلہ بن جاتے ہیں نہ کہ وہ جسد الطریقہ قبر النور میں موجود ہے لہذا دیکھنے والا جس کیفیت پر بھی دیکھے واسطہ مثال اور اک حقیقت کر رہا ہے۔

الحاصل خواب میں آپ کی زیارت ممکن ہے اور واقعی بھی مگر اختلاف ہے تو اعتبار تقییدات اور عدم اعتبار میں اور اور اک حقیقت یا اور اک مثال میں لیکن ہر حال میں باطل و محال کو بحال اختلال نہیں ہے اور شیطان اس شکل میں رد نہا نہیں ہو سکتا۔

۳۔ بیداری میں آپ کا دیدار بعد از وصال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور آپ سے استفادہ ممکن ہے یا نہیں؟ علامہ ابن حجر نے فتاویٰ مدنیہ میں فرمایا کہ یہ امر ممکن ہے اور یہ کرامات اولیاء میں سے ہے یہی فتاویٰ غزالی۔ بازاری تاج سبکی جلیف یا منی تخری اور ابن ابی حجر کا ہے فتاویٰ مدنیہ ص ۲۵۴ میں فرماتے ہیں اس کا انکار یا مساند کرے گا اور اذنی بد بخت اور محروم۔ علامہ ابن العربی نے فرمایا کہ ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت مع روح و جسد اصلی ممکن ہے کیونکہ آپ اور جملہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور ان کو اپنی قبور سے نکل کر ملکوت علوی و سفلی میں نصرت کی مجازت دی گئی ہے۔ اور وقت واحد میں کثیرین کا آپ کی زیارت کرنا مستبعد نہیں ہے کیونکہ آپ بمنزلہ سورج ہیں اور جب تطلب کیلا پوری کائنات کو بھر سکتا ہے جیسے کہ تاج بن عطاء اللہ نے کہا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق استبعاد کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ فتاویٰ مدنیہ الحادی الفقادی علامہ السیوطی ص ۱۶۳ ج ۲ تفسیر روح المعانی علامہ آوسی جلد ۲۲ ص ۳۵ شیخ محقق فرماتے ہیں کہ بیداری میں آپ کا دیدار ہونا اولیاء کرام سے بتواتر ثابت ہے اور اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ مدارج ص ۱۵۱ جلد اول اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۶۸۳ مزید تحقیق کے لیے جلاء الصدر ص ۳۹۲ تا ص ۳۹۶ ملاحظہ فرمادیں۔ محمد اشرف عفی عنہ۔



# ابواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر النور سے جلوہ افروزی

## باب اوّل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو میں سب سے پہلے اپنی قبر سے باہر نکلونگا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الاولین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا لوگوں پر قیامت کے دن غشی طاری ہوگی سب سے پہلے زمین سے میں سر اٹھاؤں گا تو موسیٰ علیہ السلام کو عرش کے پاس موجود پاؤں گا۔ میں اپنے تئیں یہ فیصلہ نہیں کر سکوں گا کہ آیا وہ بیہوش ہوئے ہی نہیں تھے یا سب سے پہلے ہوش میں آگئے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی گئی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس کی سب سے پہلے قبر کھلے گی میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور پہلا مقبول شفاعت۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ پہلا شخص ہوں گا جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی اور میرا یہ بیان فخر پر مبنی نہیں ہے بلکہ اظہار حقیقت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہی وہ پہلا فرد ہوں گا جس پر سے برز قیامت قبر شق ہو کر الگ ہوگی اور میرا یہ اعلان اظہار فخر کے لیے نہیں بلکہ بیان واقع کے لیے ہے۔

## دوسرا باب

### حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قبر النور سے باہر آنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) زمین کی طرف نزول فرما ہوں گے رشادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی۔



پینتالیس سال زمین پر رہیں گے۔ پھر ان کا وصال ہوگا اور میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی مقبرہ سے اٹھیں گے اور ابوبکر و عمر ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔

## تیسرا باب

### سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی میدان حشر میں تشریف آوری کی کیفیت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا میں وہ پہلا فرد ہوں گا جس سے قیامت کے دن قبر شرق ہوگی۔ میں اپنے مزار سے باہر نکلوں گا اور میرے ارد گرد مہاجرین و انصار ہوں گے جو اپنے سروں سے گرد و غبار جھاڑ رہے ہوں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے پہل میری قبر شرق ہوگی پھر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی۔ بعد ازاں میں اہل بقیع کے پاس آؤں گا۔ انہیں اٹھا کر میرے رفقار بنا دیا جائے گا۔ پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا اور سطرز نے آنا اضافہ کیا ہے کہ میں مہاجرین و انصار سمیت حرم مکہ و مدینہ کے درمیان ہوں گا۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو فجر بھی طلوع ہوتی ہے اس میں ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں تاکہ قبر انور کا احاطہ کریں اور اس پر سایہ فگن رہیں وہ اپنے پروں سے وہاں جا رہے ہوتے ہیں اور بارگاہ نبوی میں درود و سلام پیش کرتے ہیں حتیٰ کہ جب شام ہوتی ہے تو وہ واپس چلے جاتے ہیں اور اتنے ہی فرشتے پھر نازل ہوتے ہیں جو پہلے گروہ کی مانند خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ جب قیامت قائم ہوگی اور قبر انور شرق ہوگی تو اس وقت ستر ہزار فرشتوں کی آخری جماعت موجود ہوگی جن کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میدان حشر میں آئیں گے اور وہ آپ کے گرد گھیرا ڈالے اپنے جلو میں لیے ہوئے ہوں گے۔

یونس بن سیف سے منقول ہے کہ سید الاولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ قبروں سے نکل کر ہاں پہلے میدان حشر میں آئیں گے مگر مجھے براق پر سوار کر کے محشر میں لایا جائے گا اور حضرت بلال میرے آگے سرخ اونٹنی پر سوار ہو کر چل رہے ہوں گے جب لوگوں کے جمع میں پہنچیں گے تو بلال اذان دیں گے۔ جب اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ کہیں گے تو سب اولین و آخرین ان کی تصدیق کریں گے۔ توحید باری تعالیٰ کی گواہی دیں گے اور میری رسالت و نبوت کی۔



# چوتھا باب

## لوار الحمد

حضرت الن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوار الحمد قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔

حضرت الن بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوار الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کے علاوہ جتنے پیغمبر ہیں وہ قیامت کے دن میرے لوار الحمد کے نیچے ہوں گے اور یہ اعلان فخر پر مبنی نہیں ہے بلکہ اظہار واقع اور تحدیث نعمت کے طور پر اور ان پیغمبران کرام کا میرے لوار الحمد کے نیچے ہونا ان کے لیے سرمایہ افتخار و نامزد ہے نہ کہ میرے لیے رف

ف۔ لوار معنی علم ہے اور اس کو لوار الحمد اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ حمد و ثناء باری تعالیٰ کی بدولت حاصل ہوگا اور چونکہ جہاں میں بنیاد حمد و ثناء احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی۔ ملائکہ نے درس تبسح و تقدیس اُن سے حاصل کیا اور ارج انبیاء علیہم السلام نے عالم ارواح میں کسب فیوضات اُن سے کیا اور آئین حمد و ثناء اور طرق ذکر و فکر اُن سے سیکھے لہذا سبھی کے عماد اس احمد الحامدین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہیں اور وہی سب عماد کے اصل اور مرجع لہذا حمد کا نور لوار کے صورت میں اُن کے ہاتھ میں دیا جائے گا جس سے انوار پھولیں گے اور میدان محشر کو بقعہ نور بنادیں گے اور دائیں جانب انبیاء و مرسلین علیہم السلام ہوں گے اور بائیں جانب مرشدین کاملین ہر دو فرق کے ہاتھوں میں اعلام ہوں گے جو لوار الحمد سے مستنیر ہوں گے اور انبیاء و مرسلین کے امتی اور ادیاء و مرشدین کاملین کے مرید ان کی روشنی میں چلیں گے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے

تیرے ہی ہاتھ رہا ہے جان سہرا نور کا      بخت جا کا نور کا چمکا ستارا نور کا

حضرت آدم علیہ السلام اور جملہ انبیاء لوار نبوی کے نیچے ہوں گے تو معلوم ہوا اس دن اہل محشر کے قائد صرف یہی محبوب کریم علیہ السلام ہیں اور باقی سب ان کے خدام اور شگزی والہ و مشرعا علی حضرت بریلوی فرماتے ہیں

انبیاء سے کروں عرض کیوں مانگو      کیا نہیں ہے تمہارا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

تفصیل کوثر الخیرات نسید السادات میں ملاحظہ فرمائیں۔ (محمد اشرف)



# پانچواں باب

## نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی کثرت و فراوانی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سرور انبیاء علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن کوئی نبی ایسا ہوگا جو میدانِ محشر میں ایک امتی کے ہمراہ آئے گا اور کسی کے ساتھ دو امتی ہوں گے اور میں سب انبیاء و مرسلین سے زیادہ متبعین و مطیعین کی کثرت و تعداد کے محشر میں آؤں گا دھل صفیں ایک سو بیس ہوں گی جن میں سے آپ کی امت کی اسی صفیں ہوں گی۔ والحمد للہ۔

## چھٹا باب

### حوض کوثر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میرے حوض کوثر کی چوڑائی ایہ سے صنارِ یمن کی مسافت کی مانند ہے اور اس پر رکھے ہوئے پیانے آسمان کے ستاروں کی گنتی کے برابر ہیں۔  
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوبِ کریم علیہ السلام نے فرمایا میرے حوض کی چوڑائی ایک مہینہ کی راہ ہے اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے (اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے) اس میں ایسی خوشبو ہوگی جو کستوری کو شرمندہ کرنے والی ہوگی۔ اس کے آنکھوں کے آسمان کے ستاروں جتنے ہوں گے جو اس سے ایک مرتبہ پی لے گا۔ پیاس سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے گا۔

رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم سب سے پہلے حوض پر پہنچنے والا ہوں اور تمہارے پیاس بجھانے اور دیگر تکالیف سے بچاؤ کا بندوبست کرنے والا (میرے امتیوں میں سے) جو میرے پاس حوض پر وارد ہوگا وہ اس سے پئے گا۔ اور جو پی لے گا وہ کبھی پیاس کی تکلیف میں مبتلا نہیں ہوگا۔ بخاری و مسلم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت فیضِ الامۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم سب سے پہلے حوض پر پہنچ کر تمہارے لیے انتظام کرنے والا ہوں گا (کچھ لوگ میرے پاس حوض پر پہنچ ہی پائیں گے) کہ انہیں فوراً مجھ سے الگ کر دیا جائے گا میں کہوں گا یہ تو میرے ساتھیوں میں سے ہیں۔ انہیں مجھ سے الگ کیوں کر رہے ہو؟ تو مجھے کہا جائیگا



تہیں معلوم نہیں ہے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا؟ بخاری و مسلم۔ ف  
 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے آگے یعنی میدانِ عمر  
 میں ایک حوض ہے۔ اس کے دو کناروں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا کہ اذرح اور جریاد کے درمیان۔ بخاری و مسلم۔  
 حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حوض کے برتن کتنے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا  
 مجھے اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اس کے برتن اور اکواب و ابالیق اس سے بھی زیادہ ہیں۔  
 ف۔ ۱۔ بل ازیں اس پر تنبیہ گدڑی ہے کہ ایک امر کی وضاحت و صراحت پر تنبیہ کرنے کے لیے ہل فُشَعْرَت۔ اھا شَعْرَت کہا جاتا ہے  
 اور غلٹ و قحط یا خفا و ابہام پر تنبیہ کرنے کے لیے ما اور اک۔ ایدیک کہا جاتا ہے۔ خواہ صورتِ اولیٰ میں وہ شئی منفی ہی کیوں نہ  
 ہو اور صورتِ ثانیہ میں معلوم ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا ملاحظہ فرمائیے کہ یہ عرض کرنا ایک لائدری اس سے مقصد ان کے اعمال کا مستأفیج بیان کرنا  
 ہے اور ان کا سخت بھیانک ہونا نہ کہ آپ کی لاعلمی بیان کرنا۔

۲۔ ان کے ہاتھوں پاؤں پر انوار و نور ہوں گے یا نہیں، صورتِ اولیٰ میں آپ کا اھجابی یا اھجابی کتنا واضح ہے اور صورتِ ثانیہ میں مسات  
 کے علم کی بھی نفی کرنی پڑے گی کہ امت کی علامت امتیازی بھی آپ کو الیاذ باللہ نظر نہ آئی۔

۳۔ جب یہ واقعہ غیبِ تعالیٰ سے متعلق تو آپ نے اس کی خبر دیدی اور جب اس کا وقوع ہوا تو حقیقت میں غیب ہی نہیں  
 یہ تو ماضی میں معلوم ہو چکا تھا لہذا یہاں علم کی نفی نہیں ہو سکتی فقط عدم التفات ہے اور بے توجہی۔

۴۔ آپ امتِ اجابت کے اعمال اور اشخاص پر شاہد ہیں اور یہ مرتدین تھے یا منافقین لہذا اس واقعہ سے آپ کے شاہد اور حاضر و ناظر  
 ہونے پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا کیونکہ آپ امتِ اجابت یعنی اہل اسلام کے لیے شاہد اور حاضر و ناظر ہیں نہ کہ امتِ دعوت کے لیے جس میں  
 محدین مرتدین وغیرہ بھی داخل ہیں ملاحظہ ہونے المہم شرح مسلم جلد اول ص ۱۲۷۔

۵۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اشخاص امدان کے اعمال معلوم ہوں اور ان کا مرتد یا منافق  
 ہونا معلوم ہو مگر اس وقت اور ہر التفات نہ ہوئی ہو۔

۶۔ دنیا میں وہ اہل اسلام کے ساتھ استہزاء کرتے تھے لہذا ان کو اس کا بدلہ دیا گیا کہ حوض پر پہنچ کر جب نجات کی امید لگ گئی تو فوراً  
 مایوس کر دیا گیا اور امید کے بعد یاس سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

۷۔ نیز کیا کوئی اہل ایمان یہ کہہ سکتا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم و لدراکات وہی کچھ ہیں جو آپ کے متعلق کسی فرشتہ کے خیال  
 میں ہوں اور ان کا اندازہ و تخمینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا میار ہے۔ جب کسی فرشتہ حتیٰ کہ روح الامین کو ان کے علوم کا احاطہ  
 کرنے کی مجال نہیں ہے تو محض ان کے زعم اور گمان سے حتیٰ قطعی نفی کیسے لازم آگئی۔ اگرچہ مجال سخن ابھی تنگ نہیں ہے مگر جو کچھ مذکور  
 ہوا وہ طالبِ ہدایت کے لیے کافی ہے۔ احقر محمد اشرف عفی عنہ۔



گردوغبار سے صاف تاریک رات میں نجوم و کواکب نظر آتے ہیں۔ جنت کے برتنوں اور پانیوں سے جو شخص ایک مرتبہ پنی لے گا وہ بعد ازاں کسی وقت میں بھی شدت پیاس کا شکار نہیں ہوگا۔

اس حوض میں جنت کی نہر کوثر سے دو پرزائے بہتے ہوں گے (جو اس میں کمی پیدا نہیں ہونے دیں گے) اس کا طول اہ عرض برابر ہوگا اور ہر کنارہ عمان و ایلہ کی درمیانی مسافت پر ہوگا۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا۔ (مسلم شریف)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا حوض اس سے بھی زیادہ وسیع ہے جتنی وسعت کہ ایلہ سے عدن تک ہے۔ مجھے اپنی جان کے مالک کی قسم میں اپنے حوض سے بیگانے لوگوں کو اس طرح دور کروں گا جیسے کوئی شخص اپنے حوض سے اجنبی اونٹوں کو دور کرتا ہے (چونکہ اونٹوں کو حوض سے دور کرنے والا اپنے اور پرانے کا امتیاز کر سکتا ہے لہذا ہانک بھی سکتا ہے تو سرور عالم علیہ السلام کو بھی اپنے اور بیگانے کا امتیاز ہوگا) اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لیے صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں آپ پہچان لیں گے، آپ نے فرمایا ہاں ہاں! تمہاری ایک واضح اور محسوس علامت امتیاز ہوگی۔ آثار و ضو کی وجہ سے تمہارے ہاتھ۔ پاؤں اور پیشانیوں نورانی ہوں گی اور سفید (مسلم شریف)۔

## سائواں باب

### شفاعت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پہلا شفاعت کرے والا ہوں اور پہلا قبول الشفاعت۔ جیسا کہ پہلے تفصیلی روایت گذر چکی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ بارگاہ نبوی میں جُہنما ہوا گوشت لایا گیا جب آپ نے جائزہ کا اگلا پاؤں اٹھایا اور اس پر سے گوشت لیا تو فرمایا: میں قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔ کیا جانتے ہو۔ وہ کیسے، اللہ تعالیٰ سب اولین و آخرین کو ایک ہوا اور کثادہ میدان میں جمع کرے گا آواز سنانے والا ان کو آواز سنا سکے گا اور ان کو دیکھنے والا دیکھ سکے گا (نہ کانوں پر پردہ ثقل ہوگا اور نہ آنکھوں پر پردہ خفا و غمی) سورج قریب آجائے گا۔ لوگوں کو اس قدر درد، غم اور کرب و الم لاحق ہوگا کہ اس کے برداشت کرنے سے عاجز آجائیں گے اور بہت دطاقت جواب دے جانے لگی۔ تو وہ ایک دوسرے کو کہیں گے کیا دیکھتے نہیں ہو۔ تم کس حال میں ہو؟ تمہاری تنگی اور پریشانی کس حد تک پہنچ گئی ہے؟ کیا ایسے شخص مکرم و منظم کو تلاش نہیں کرتے جو بارگاہ قدس میں جا کر تمہارے لیے شفاعت کرے۔



چنانچہ ان میں سے بعض لوگ دوسروں کو مشورہ دیتے ہوئے کہیں گے ایسی ہستی حضرت آدم علیہ السلام کی ہے اور وہ تمہارے باپ ہیں (لہذا شفقت پدری کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ضرور شفاعت کریں گے) ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے اے آدم آپ ابوالبشر ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور تمہارے اندر اپنے خاص ارجح میں سے روح پھونکا ہے اور ملائکہ کو تمہارے سامنے سربسجود ہونے کا حکم دیا اور وہ بحودت و تعظیم بجالائے۔ بارگاہ رب کریم میں حاضر ہو کر ہمارے لیے شفاعت کیجئے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو۔ ہمارا کیا حال ہے؟ کیا تمہیں نظر نہیں آ رہا ہے کہ ہم کس قدر محنت و مشقت تک پہنچ چکے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے میرے رب تعالیٰ نے آج ایسے غضب کا مظاہرہ فرمایا ہے کہ اس طرح کا غضب نہ پہلے دیکھنے میں آیا ہے اور نہ ہی اس کے بعد دیکھنے میں آئے گا۔ اور اس نے مجھے درخت کے قریب جانے سے منع کیا تھا مگر میں نے اس سے کھا لیا۔ آج تو میرا اپنا نفس مستحق شفاعت ہے اور مجھے اس کے لیے شفعہ درکار ہے۔ کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت نوح کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے تم انکار و مشرکین کی طرف بھیجے جانے والے) پہلے رسول ہو۔ تمہیں اللہ نے عبد اشکور (بہت ہی شکر گزار بندہ) فرمایا ہے۔ لہذا اس کی جناب میں ہمارے لیے شفاعت کیجئے۔ وہ فرمائیں گے میرے رب تبارک و تعالیٰ نے آج ایسے غضب کا اظہار فرمایا ہے اور قہر و جلال کا کہ ایسا مظاہرہ غضب و جلال نہ پہلے دیکھنے میں آیا اور نہ ہی بعد میں دیکھنے میں آئے گا اور میں نے اپنی قوم کے لیے دعائے ہلاکت کی تھی اور ان کو غرق کر دیا تھا۔ میں اپنے نفس کی فکر میں ہوں (مجھے اس امر کی تکلیف نہ دو کسی دوسرے کے پاس جاؤ) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر حالت زار عرض کر دو۔

سب اہل مشرک جمع اہم و اقوام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے۔ اے ابراہیم تم اللہ تعالیٰ کے نبی اور خلیل ہو۔ ہمارے لیے شفاعت کیجئے۔ دیکھو تو ہم کس حال میں ہیں۔ دیکھئے تو سہی ہماری محنت و مشقت اور کلفت و کربت انتہا کو پہنچ گئی ہے۔

حضرت خلیل فرمائیں گے میرے رب آج کے دن قہر و جلال کا ایسا مظاہرہ کیجے ہوئے ہے کہ نہ اس سے پہلے کیا اور نہ اس کے بعد فرمائے گا (اور وہ اپنے تین کلمات کا ذکر فرمائیں گے جو انہوں نے بطور تہذیب استعمال فرمائے تھے حقیقت میں درست تھے مگر ظاہر میں نعم فاطمین کے لحاظ سے خلاف واقع تھے لہذا بطور کسر نفسی ان کو صوری مشابہت کے پیش نظر کذب کے درجے میں رکھتے ہوئے معذرت کریں گے) مجھ سے تین خلاف واقع خبریں صادر ہوئیں لہذا میرا نفس خود حقدار شفاعت ہے کسی اور کے پاس جائیں۔ حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام کے پاس حاضری دو۔ اہل مشرک کا سیل بے پناہ روڑتا ہوا بارگاہ کلیم علیہ السلام میں حاضری دے گا اور ان سے عرض کریں گے اے موسیٰ تم رسول خدا علیہ السلام ہو۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور مہکلامی کے لیے منتخب فرمایا۔ ہمارے لیے اپنے



رب کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت کیجئے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو ہمارا حال کیا ہے اور ہم کس مصیبت میں گھرے ہوئے ہیں۔ حضرت کلیم فرمائیں گے۔ آج رب تعالیٰ نے اس قدر غضب کا اظہار فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے فرمایا اور نہ بعد میں فرمایا گا اور میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا جس کے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا مجھے تو اپنے نفس کی فکر ہے لہذا کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

(اہل محشر کا یہ حیران نصیب قافلہ) حضرت عیسیٰ روح اللہ کے در اقدس اور بارگاہ عالی میں حاضر ہو گا ان سے عرض کرے گا۔ اے عیسیٰ تم اللہ تعالیٰ کے رسول ہو اور وہ کلمہ جن کو اس نے حضرت مریم کی طرف اتقا فرمایا اور اس کی روح مخصوص تمہاری یہ نشان ہے کہ تم نے عالم طفولیت اور شیر خوارگی میں لوگوں کے ساتھ کلام کیا حضرت مریم کی برادری اور اپنا مقصد تخلیق وغیرہ بیان فرمایا، بارگاہ خداوندی میں حاضری دے کر ہمارے لیے شفاعت کریں۔ کیا آپ کو ہماری حالت زار نظر نہیں آرہی کیا آپ ہماری پریشانیوں کا درجہ نہایت کو پہنچ جانا ملاحظہ نہیں فرما رہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں فرمائیں گے۔ آج خدائے قہار غضب و قہر پر ہے۔ اس طرح کا غضب و قہر نہ آج تک اس نے فرمایا نہ ہی آئندہ فرمائے گا۔ آپ اپنی کسی کوتاہی یا لغزش کا ذکر کیے بغیر فرمائیں گے کہیں اور جا کر دامن سوال دراز کرو اور دست تمنا پھیلاؤ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضری دو۔

رحمت بنعم شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ سبھی میری بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے محمد المہدین صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے آپ کے انگوں اور آپ کے پھپھلوں کے ذنوب کے متعلق اعلان مغفرت فرمادیا ہے اور ہر قسم کے مواخذہ سے آپ کو بے خوف و خطر کر دیا ہے۔ ہماری شفاعت فرمادیں۔ ہماری حالت زار آپ کے سامنے ہے اور مصائب و حوادث کا درجہ نہایت تک پہنچنا آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میں اٹھوں گا اور چل کر بارگاہ ذوالجلال میں حاضری دوں گا۔ عرش کے سامنے زمین نیاز پر سرسجود ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر اس وقت اپنے ایسے محامد اور حسن ثناء کا ایسا کشف والہام فرمائے گا جو مجھ سے پہلے کسی پر منکشف نہیں ہوئے۔ تب کہا جائے گا اے محمد و محمود خلق و خالق اپنا سر ناز اٹھائیے۔ تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے۔ تم شفاعت کرتے جاؤ ہم شفاعت قبول کرتے جائیں گے۔

۴۔ امام اہلسنت نے رسل کرام کے در اقدس پر حاضری دینے کا کام لوٹنے اور بالآخر بارگاہ رسالت مآب سے شاد کام ہونے کی حکمت و مصلحت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے

خلیل ربی کلیم وسیح سبھی سے کہیں نہ بنی یہ بخیری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے۔

یعنی مقصود اہل محشر تو آپ ہی تھے مگر ان کو پہلے دوسرے انبیاء کرام کی خدمت میں بھیج کر ناکام لٹایا تاکہ پتا چل جائے کہ اس



میں عرض کر دیں گا اے رب کریم میری امت کو بخش دے۔ میری امت کے لیے رحم و کرم اور عفو و درگزر فرما  
ترجے کہا جائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں ہے۔ جنت کے دروازوں میں  
سے باب الیمین سے اندر داخل کر دیجئے اور وہ دوسرے دروازوں سے داخل ہونے کے بھی اسی طرح حقدار ہیں  
جس طرح دوسرے اہل جنت۔

ازاں بعد سرور انبیاء و مرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا مجھے اپنے مالک نفس و جان کی قسم کہ جنت کے  
دروازوں میں سے ہر دروازہ کی دو جانبوں اور ہر دوپٹ کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی کہ مکہ اور یحجر کے درمیان اور  
مکہ و بصری کے درمیان۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور ہر دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اہل ایمان قیامت کے دن جمع  
ہوں گے۔ ان کو طلب شیعہ کا الہام کیا جائے گا تو وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کاش ہم کسی کو اپنے رب تبارک تعالیٰ  
کی بارگاہ میں شیعہ بناتے تاکہ وہ ہمیں اس جگہ کے شہداء و نکالیف سے راحت بخشے۔ باقی مضمون وہی ہے جو پہلی روایت  
میں گذر چکا ہے تا آنکہ فرمایا تب میں اٹھوں گا اور بارگاہ خداوندی میں حاضری کا اذن طلب کروں گا۔ جب داخل ہونے کی  
اجازت ملے گی اور بارگاہ اقدس میں داخل ہوں گا تو جو نہی میری نگاہ و دیدار باری تعالیٰ سے شرف ہوگی میں سجدہ میں گر جاؤں گا۔  
اللہ تعالیٰ مجھے جتنا قدر حالت سجدہ میں رکھنا چاہے گا رکھے گا۔ پھر فرمایا جائے گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر کو اٹھائیے جو  
مانگو عطا کیا جائے گا اور میں کی شفاعت کو قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر سجدہ سے اٹھاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ان  
محامد و محاسن کے ساتھ کروں گا۔ جن کی تعلیم اللہ تعالیٰ دے گا اور الہام فرمائے گا۔ ف

بارگاہ جلال میں آج نقطہ اور نقطہ اس رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسائی ہے اور باقی سب ان کے طفیلی ہیں۔  
ف۔ شفاعت کا الہام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو معلوم ہوا شفاعت اس کے نزدیک پسندیدہ امر ہے نہ کہ شرک۔ نہ اس کا الہام کیونکر  
فرما۔ نیز سب اہل ایمان طلب شیعہ پر اتفاق کریں گے اور کوئی بغیر بھی انہیں یہ نہیں فرمائے گا کہ شفاعت تو بجا ہے۔ لہذا تم آج  
اس ناجائز امر کا ارتکاب کیوں کر رہے ہو بلکہ ہر نبی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرف رہنمائی کرے گا تو واضح ہو گیا کہ شفاعت  
کی حقانیت کا حقیقہ اہل اسلام و ایمان کا۔ جملہ اہم و اقوام کا اور تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا متعلق علیہ اور مجھے ہے اور یہی  
منشاء ایزدی ہے اور اس کا پسندیدہ اثر اسی لیے اس کا الہام فرمایا۔ لہذا جو شخص شفاعت کا منکر ہے اس کی راہ۔ اللہ تعالیٰ اہل  
انبیاء اور جملہ اہل ایمان کی راہ سے مختلف ہے۔ امام اہل سنت نے فرمایا ہے

آج لے آئی پناہ آج مدد مانگ ان سے کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا



پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے قابل شفاعت لوگوں کی ایک مدد میں کر دی جائے گی۔ چنانچہ میں ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ میں مرتبہ یہی صورت حال وقوع پذیر ہوگی۔ جب چوتھی مرتبہ بارگاہ ذوالجلالی میں حاضر ہو کر سجدہ ریز ہوں گا۔ سر اٹھانے کا حکم ملے گا تو میں عرض کروں گا۔ اب صرف وہی لوگ جہنم میں رہ گئے ہیں جن کو قرآن مجید نے روک رکھا ہے یعنی ان کے کفر و شرک کی وجہ سے ان کے ابدی جہنمی ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ شیخ روز حجاز صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (میری شفاعت کی بدولت) عذاب جہنم اور نار دوزخ سے ہر وہ شخص نکال لیا جائے گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں جو کے برابر خیر تھی۔ پھر نار جہنم سے ان لوگوں کو نکالا جائے گا جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا اور جن کے دلوں میں باجہ کے دانے کے برابر خیر تھی۔ پھر نار جہنم سے انہیں نکالا جائے گا جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا اور ان کے دلوں میں گندم کے دانے کے برابر خیر اور بھلائی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے (حسب وعدہ خداوندی) ایک ستیاب دعا تھی۔ (جس کی عدم قبولیت محال تھی) مگر انہوں نے اس حق کو دنیا میں استعمال کر لیا اور وہ دعا قبول کر لی گئی۔ اور میں نے اپنے حق دعا کو بروز قیامت است کی شفاعت کے لیے بچا رکھا ہے۔ یہ بیعتوں حدیثیں بخاری و مسلم میں ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو میں سب لوگوں کا امام ہوں گا اور ان کا خلیفہ اور ان کے لیے شفاعت کرنے والا اور میں یہ اعلان بطور فقر نہیں کر رہا ہوں بلکہ تمہاری نعمت کے لیے اور بیان واقع کے لیے (نیز اپنی امت کو اپنا مقام بیان فرما کر ان کی تصحیح عقائد مقصود تھی اور یہ بھی کہ میرے امتی اور اہل ہر نہ دوڑیں بھاگیں اور پریشانی نہ اٹھائیں کیونکہ سب کا امام اور سب کا شفیع میں ہوں لہذا انہیں دو برسوں کا منہ دیکھنے کی کیا ضرورت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کھڑا ہو کر اپنی امت کے پھر ادا پر سے گزرنے کا انتظار کر رہا ہوں گا کہ عیسیٰ علیہ السلام میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے یہ سبھی انبیاء آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں جو آپ سے سوال کرتے ہیں۔ یا یوں فرمایا کہ تمہارے پاس جمع ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو اس میدان سے دوسری جگہ جہاں بھی اُسے منظور ہے منتقل فرما دے کیونکہ یہاں وہ بہت بڑی مشقت اور تکلیف میں ہیں لوگوں کا پسینہ متناہک آیا ہوا ہے اور مومن کے لیے تو وہ زکام کی مانند ہے مگر کافر پر تو گویا موت کا موجب بن رہا ہے۔ آپ انہیں فرمائیں گے ٹھہریے حتیٰ کہ میں (بارگاہ رب العزت میں حاضری دے کر) واپس تمہارے پاس آؤں۔ نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ قدس میں حاضر ہو کر عرش عظمت کے نیچے کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کا ایسا اعزاز و اکرام کیا جائے گا کہ اس قسم کے اعزاز و اکرام کے ساتھ کسی کو شرف نہیں کیا جائے گا نہ ملک مقرب کو اور نہ ہی نبی مرسل کو۔

تب اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام پر وحی نازل فرمائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر عرض کرو۔ آپ اپنا سجدہ



سے اٹھالیں جو انکو عطا کیا جائے گا اور جس کی شفاعت کو قبول کی جائے گی۔ مجھے اپنی امت کا حق شفاعت دیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ ننادے کے مقابل ایک کو بذریعہ شفاعت نارِ جہنم سے نکال لو۔ میں بار بار اس کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں گا اور ہر بار اذن شفاعت پاتا رہوں گا (اور اس مخصوص تعداد کو نارِ جہنم سے نکال کر پھر حاضری دوں گا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی عطا سے اس طرح مشرف فرمائے گا کہ اسے محمد اپنی امت میں سے ہر اس شخص کو نارِ جہنم سے نکال لو جس نے ایک دن بھی خلوص قلب سے لا الہ الا اللہ کہا اور اسی پر فوت ہوا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: ”کہ شفاعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ایک قوم دوزخ کی آگ سے نکالی جائے گی اور اہل جنت ان کو (سابقہ حالات کے پیش نظر جہنمی کہیں گے۔ بخاری شریف) حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”میری شفاعت امت کے اہل کفایت کے لیے ہے۔“

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا: ”مجھے اختیار دیا گیا کہ چاہو تو حق شفاعت نے لو اور چاہو تو آدمی امت کو جنت میں داخل کرالو لیکن میں نے شفاعت کو اختیار کیا۔ کیونکہ وہ عام ہے۔ اور زیادہ کفایت کرنے والی کیا خیال کرتے ہو کہ وہ فقط متقی، اہل ایمان کے لیے ہے۔ نہیں بلکہ وہ تمام مذہبین اور لوگوں کا گناہ کے لیے ہے۔“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے ایک دعا ہے جس کو انہوں نے جلد ہی دنیا میں استعمال کر لیا اور میں نے اپنے حق کو قیامت کے دن میں امت کے مذہبین اور گناہوں میں ملوث لوگوں کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں قیامت کے دن جملہ اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا اور یہ بات محض بطور فخر نہیں کہہ رہا اور میں بروز قیامت سب سے پہلا شیعہ ہوں گا اور یہ اظہار بھی بطور فخر نہیں ہے بلکہ تحدیثِ نعمت۔ اظہارِ واقعہ اور امت کو اپنے مقام کی نشاندہی منبرا کر صحیح عقیدہ کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے۔“

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر نبی کے لیے ایک دعا کا خصوصی حق تھا جو انہوں نے دنیا میں ہی اپنی امت کے لیے استعمال فرمایا اور میں نے اپنے حق دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہوا ہے۔“

ف۔ اگرچہ آپ روزِ قیامت سے سید خلق ہیں مگر چونکہ اس سیادت مطلقہ کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔ اس لیے فرمایا کہ میں قیامت



حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا میں انبیاء کرام کا امام ہوں گا۔ ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام کرنے والا اور ان کو حق شفاعت دلانے والا اور میں نے یہ اظہار فخر کے لیے نہیں کیا ہے۔

## اکھواں باب

### مقام محمود

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے میں اور میری امت ایک ٹیلے پر ہوگی مجھے میرا رب تبارک و تعالیٰ سبز حلقہ زیب تن کرائے گا۔ پھر مجھے اذن کلام اور شفاعت دیا جائے گا اور میں عرض کروں گا جو بھی اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ ہے مقام محمود جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا میں مقام محمود پر کھڑا ہوں گا اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ تمہیں بارگاہ خداوندی میں اس حال میں لایا جائے گا کہ تم ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مغتوٰں ہو گے تب میں مقام محمود میں کھڑا ہوں گا اور یہی وہ مقام ہے جس میں کھڑے ہو کر میں امت کے لیے شفاعت کروں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ سرور اولین و آخرین علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ ایک ایسے مقام میں کھڑا کرے گا جس میں کسی کو شرف قیام نہیں بخشا آپ رو پڑے اور فرمایا اور اس میں میرے بعد بھی کسی کو کھڑا نہیں کرے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ اِنَّ يَبْعَثُ رَابِعًا مِّنْهُمْ اُ کی تفسیر میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عرش عظیم پر بٹھائے گا۔

کے دن سب اولاد آدم کا سردار ہوں گا جس طرح اللہ رب العزت نے فرمایا مالک یوم الدین حالانکہ سبھی ایام کا اور اہل الزمان کا سرفروشی مالک ہے مگر ظہور ملک اور ملک کا حق اس دن ہوگا لہذا اس کی طرف نسبت فرمادی۔

نیز اولاد آدم سے مراد نسل انسانی ہے لہذا حضرت آدم علیہ السلام پر بھی افضلیت و سیادت ثابت ہو جائے گی علاوہ ازیں جب اولاد میں ایسی ہستیاں ہیں جو ان سے افضل ہیں تو سب اولاد پر افضلیت و سیادت سے خود آدم علیہ السلام پر بھی افضلیت و سیادت ثابت ہو جائے گی۔



سوال: محمود کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اگر یہ کہیں کہ مقام محمود نام ہے آپ کی عرش نشینی کا تو محمود کا مطلب ہے محمود فیہ یعنی اس مقام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حمد بجالائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سب مخلوق پر رفعت و سر بلندی بخشی۔ یا اللہ تعالیٰ آپ کی حمد و ثناء فرمائے گا یعنی ان کو اس مقام بلند اور منصب عالی پر فائز فرما کر ان کی رفعت مقام عظمت شان کو ظاہر فرمائے گا اور یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثنائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے قول باری تعالیٰ "عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً" کی تفسیر میں منقول ہے کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رب تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم مقام ہے جس میں نہ کوئی نبی مرسل کھڑا ہو سکے گا اور نہ مقرب فرشتہ۔ اس مقام پر فائز فرما کر اللہ تعالیٰ آپ کا فضل و شرف ساری مخلوق اور اولین و آخرین پر ظاہر فرمائے گا۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی عالم فخر عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو زمین کو اس طرح پھیلایا جائے گا جیسے چمڑے کو پھیلایا جاتا ہے (مگر بایں ہمد انسانوں کی کثرت کا عالم یہ ہوگا کہ ہر انسان کو صرف پاؤں رکھنے کی جگہ ملے گی۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پیٹ مجھے بلایا جائے گا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ رب العزت کی دائیں جانب ہوں گے اور نجد انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اس سے پہلے نہیں دیکھا ہوگا۔ میں کہوں گا اے میرے رب کریم

ف: بظاہر عرش پر آپ کے بیٹھے کا نزل بیہ معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت اس میں کوئی وجہ استبعاد نہیں ہے اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھنے سے پاک ہے کیونکہ عرش مکان ہے اور اللہ تعالیٰ مکان و زمان کے تقیدات سے متبرک و منزہ ہے۔ حضرت بریلوی فرماتے ہیں: وہی لامکان کے کہیں ہوئے سر عرش تحت نشیں ہوئے وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکان وہ خدا ہے جس کا مکان نہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے اس روایت کو مارج البنوت جلد اول ص ۴۲ پر نقل فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی یہ روایت بھی نقل فرمائی کہ اللہ رب العزت آپ کو اپنی کرسی عظمت پر سرفرازی بخشے گا۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول مجلسہ دینہ معذ علی المنزہ اللہ رب العزت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر جلوہ گر فرمائیں گے، نقل کر کے فرمایا کہ یہ مشابہات کے قبیلہ سے ہے اور اس کو عقلی استبعاد کے تحت رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اگر از روئے سند یہ روایت درست ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو درجہ و مرتبہ اور قرب منزلت کے لحاظ سے سرفرازی بخشے گا۔ نہ کہ معیت مکانی کے ساتھ کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان سے منزہ ہے۔ ہذا واللہ و رسولہ اعلم

ہر مرتبہ کہ بود در امکان بر دست ختم  
ہر نعمت کہ داشت خدا شد بر دست تمام

(محد اشرف عفی عنہ)



اس دائیں جانب موجود تیرے مقرب فرشتے نے مجھے بتلایا تھا کہ تو نے میری طرف وحی بھیجی ہے اور انہیں وحی کے ساتھ ارسال فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس نے سچ کہا ہے۔ پھر میں شفاعت کروں گا اور عرض کروں گا اے میرے رب کریم تیرے بندے اس زمین کے اطراف و اکناف پر پھیلے ہوئے ہیں (اور سخت تکلیف میں ہیں لہذا ان کا حساب و کتاب شروع فرما اور اپنے اپنے مسکن و مادی تک انہیں پہنچا تو یہ ہے مقام محمود۔

## نواں باب

### اہل ایمان اور پھر صراط

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جہنم کی پشت پر چل رکھا جائے گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں چل پر سے سب سے پہلے گزروں گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت خذیفہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چل صراط پر کھڑے ہوں گے اور امت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے رب سلم سلم کہہ رہے ہوں گے۔ ف

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قیامت کے دن میری شفاعت فرمانا۔ آپ نے فرمایا میں شفاعت کروں گا۔ میں نے دریافت کیا اے نبی خدا میں آپ کو قیامت کے دن کہاں تلاش کروں تو آپ نے فرمایا پہلے پہل تو مجھے چل صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا اگر وہاں آپ کو نہ پاؤں تو یہ فرمایا پھر میں میزان اعمال کے پاس ہوں گا۔ میں نے عرض کیا اگر میزان کے پاس بھی نہ پاؤں تو یہ فرمایا پھر میں عرض کوثر پر ہوں گا۔ ان تین مقامات میں سے ایک پر ضرور ہوں گا۔ ان سے ادھر ادھر تجاوز نہیں کروں گا۔



## دسواں باب

### نبی کریمؐ کی جنت میں جلوہ افروزی

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریمؐ علیہ السلام نے فرمایا میں قیامت کے دن جنت کے دروازہ آؤں گا اور کھولنے کے لیے دستک دوں گا۔ رضوان خازن جنت کے گا۔ آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا! محمد! وہ کہے گا آپ کے لیے ہی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پہلا شخص ہوں گا جو جنت کا دروازہ کھولے گا۔ خازن دریافت کرے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا میں محمد ہوں۔ تو وہ کہے گا میں ابھی اٹھ کر کھولتا ہوں۔ نہ آپ سے پہلے کسی کے لیے اٹھا ہوں اور نہ آپ کے بعد کسی کے لیے اٹھوں گا۔ مسلم شریف۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں تو آپ کو کونسا مقام و مرتبہ عطا کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا سب اولاد آدم علیہ السلام قیامت کے دن میرے وارث ہوں گے۔ نیچے ہوگی اور میں پہلا نبی ہوں گا جس کے لیے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک جنت تمام انبیاء علیہم السلام پر حرام کر دی گئی ہے۔ جب تک میں اس میں داخل نہ ہوں اور تمام اہم پر حرام ہے۔ جب تک میری امت اس میں داخل نہ ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی معظم رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سب کا شفیع ہوں۔ بیشک انہیں میدان محشر میں روک دیا جائے گا اور میں سب کو بشارت دینے والا ہوں جب وہ ناامید ہونے لگیں گے اور جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہی پہلا رسول ہوں جو جنت میں داخل ہوں گا اور میں یہ اعلان بطور فخر نہیں کر رہا۔



# گیارہواں باب

## امت کا فضل و شرف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم آخر بھی ہیں (بشت و ظہور کے لحاظ سے) اور سابق ہیں قیامت کے دن مراتب و مقامات کے لحاظ سے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور ان کے انبیاء علیہم السلام کو ہم سے پہلے کتابیں عطا کی گئیں اور ہمیں بعد میں۔ یہ تھا ان کا دن (جب) جو ان پر فرض کیا گیا تھا مگر انہوں نے اس میں اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی طرف رہنمائی فرمادی (اور ہم نے عند اللہ مقرر و مقدور دن کو پایا یعنی جمعہ کو۔ پس وہ ہمارے تابع ہیں۔ یہ وہ کل (ہفتہ کے منتخب کرنے کی وجہ سے) اور نصاریٰ پر سوں (اور کو عبادت کے لیے مخصوص ٹھہرانے کی وجہ سے)۔

ہز بن حکیم بن معاویہ اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا۔ غور سے سنو تم ستر امت کی تکمیل کرو گے جن میں سے تم سب پر افضل ہو اور عند اللہ عزت و کرامت والے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے بہت طویل سجدہ فرمایا۔ ہم سمجھے کہ آپ کا حالتِ سجود میں دھال ہو گیا ہے جب آپ نے سرائق سجدہ سے اٹھایا تو فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے میری امت کے معاملہ میں اختیار دیا کہ جو تم چاہو میں اُن کے ساتھ وہی سلوک کروں گا۔ میں نے عرض کیا وہ تیری مخلوق ہیں اور تیرے بندے (جیسے چاہے اُن کے ساتھ سلوک فرما) اس نے دوبارہ مجھ سے دریافت فرمایا کہ میں تمہاری امت کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ میں عرض کیا تو خالق و مخلوق وہ عابد و عبد اور تو معبود و آقا جو چاہے اُن کے ساتھ وہی سلوک فرما" تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد میں آپ کو امت کے معاملہ میں پریشان نہیں کروں گا اور مجھے بشارت دی کہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد پہلے پہل میرے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے جن میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے جن پر کوئی حساب اور مواخذہ نہیں ہوگا۔ پھر میری طرف وحی نازل فرمائی اور فرمایا "دعا کرو قبول کی جائے گی جو مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے قاصد و رسول سے کہا کیا مجھے میرا رب میرا مسئلہ و مطلوب عطا کرے گا تو اس نے کہا۔ اس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہی اسی لیے ہے تاکہ تم جو طلب کرو تمہیں عطا فرمائے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے میرا مطلوب و مسئلہ عطا فرمایا ہے اور یہ بات بطور فخر نہیں کہہ رہا ہوں اور میرے لیے اعلان مغفرت و بخشش فرمادیا ہے اور مجھے یہ (اعزاز) بھی عطا فرمایا ہے کہ میری امت نہ بھوک کے عذاب سے ہلاک ہوگی اور نہ ہی مجموعی طور پر مغلوب ہوگی اور مجھے کوثر عطا فرمائی ہے اور وہ جنت کے اندر ایک نہر ہے جس کا پانی میرے دُشمن میں میدانِ عشر کے اندر گرے گا اور مجھے ایک مہینہ کی راہ تک عزت و



نصرت اور رعب و دبدبہ عطا فرما کر میری مدد فرمائی ہے۔ مجھے یہ شرف بھی عطا کیا ہے کہ میں سب انبیاء علیہم السلام سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا۔ میرے لیے اور میری امت کے لیے مال غنیمت کو طیب و حلال قرار دیا اور پہلی امتوں پر جو چیزیں حرام تھیں اور ان پر اس ضمن میں بہت ہی تغلیظ و تشدید کی گئی تھی۔ ان میں سے اکثر کو ہمارے لیے حلال فرما دیا اور ہمیں حرج میں مبتلا نہیں فرمایا۔

## بارہواں باب

### وسیلہ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وسیلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک عظیم درجہ ہے۔ جس سے بلند کوئی درجہ نہیں ہے۔ لہذا تم میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مقام وسیلہ عطا کرنے کی دعا کیا کرو۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب مجھ پر درود بھیجو تو میرے لیے دعا وسیلہ کیا کرو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وسیلہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "جنت کے اندر ایک انتہائی بلند درجہ و مقام ہے جس کو صرف ایک شخص ہی پاسکے گا اور میں امید رکھتا ہوں کہ میں ہی وہ شخص ہوں گا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھ پر درود و سلام بھیجو وہ تمہارے تزکیہ و طہارت کا موجب ہے اور میرے لیے اللہ تعالیٰ سے جنت کے درجہ وسیلہ کا سوال کیا کرو اور یہ ایک ہی شخص کے سزاوار اور شایان شان ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پر امید ہوں کہ میں ہی وہ شخص ہوں گا۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی الانبیاء علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم مؤذن کو اذان کتے ہوئے سنو تو جو جو کلمات وہ ادا کرے تم بھی اسی طرح کہو۔ اذان ختم ہونے پر مجھ پر درود و صلوٰۃ بھیجو کیونکہ جو شخص ایک دفعہ مجھ پر درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ پھر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کی دعا کیا کرو جو شخص میرے لیے وسیلہ کی دعا کرے گا۔ اس پر میری شفاعت حلال ہوگی اور وہ سزاوار شفاعت ہو جائے گا۔"

حضرت روفیع بن ثابت سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہے: "اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم



پروردہ بھیج اور انہیں جنت میں اپنے مقام قرب پر فائز فرما۔ اس کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ ف

فائدہ اولیٰ: ان بیسیوں روایات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے متعلق اور اپنی امت کے متعلق تفصیلی بیان موجود ہے کہ بروز قیامت آپ کا مقام و مرتبہ کتنا بلند ہوگا اور آپ کس طرح شفاعت فرمائیں گے اور شفاعت کا انتظام آپ نے دنیا میں اپنی دعا کو محفوظ کر کے کر لیا تھا وغیرہ الگ مگر ان ذخائر حدیث کے سامنے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی یہی رٹ لگاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود فرمادیا ہے کہ بعد ا میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کے باوجود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا (براہین قاطعہ مولفہ خلیل احمد امبٹھوی۔ مصدقہ رشید احمد گنگوہی) تو اس کے جواب میں یہی کہا جاسکتا ہے۔

گر زمیند بروز شیرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

رہی ان کی طرف سے یہ ترجیح کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ آپ اپنے متعلق تفصیلی معلومات نہیں رکھتے اور نہ امت کے متعلق اگرچہ اجمالاً علم ہے تو اولاً یہ ترجیح اس لیے نو ہے کہ احادیث نبویہ میں کس قدر مراحت و وضاحت موجود ہے اور تفصیلات کا بیان اگر سب اجمال ہے تو تفصیل کس طرح ہوگی۔

نیز جن کے کلام میں یہ ترجیح کی جا رہی ہے انہوں نے اس کتاب میں کوئی ایسا لفظ ذکر نہیں کیا جس سے محض تفصیلی علم کی نفی ہوتی ہو اور اجمال علم کا اثبات ہوتا ہو لہذا یہ تاویل بلا منشا ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ علی الخصوص جو شخص صرف اس کتاب کی اس عبارت کو دیکھے گا اس کا بارگاہ نبوت کے متعلق کیا نظریہ ہوگا۔

نیز معننا شناسی کی بھی انتہا ہے کہ مقصود محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ میں محض اپنے قیاس کو گمان سے نہیں جانتا بلکہ جو اعلان کر لیا وہی خدا کے ساتھ اور الہام باری تعالیٰ کے بعد۔ لہذا تم اس طرح کے دعوے نہ کیا کرو کیونکہ تم محض قیاس و گمان سے بات کرتے ہو اور تمہارے اس یقین و اعتقاد کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ بخلاف علم نبوت کے وہ وحی و الہام پر مبنی ہے۔ قطعی نہیں ہے بلکہ قطعی ہے اور بار لوگوں نے قطعی تو کہا قطعی علم ماننے سے بھی انکار کر دیا۔ (البیاض باللہ)

فائدہ ثانیہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ سزا دار مقام و درجہ وسیلہ میں ہی ہوں گا اور ساتھ ہی اس کے متعلق دعا کرنے والے کو مشورہ شفاعت بھی سنا دیا تو معلوم ہوا کہ آپ کو مقام وسیلہ پر فائز ہونے کا یقین ہے مگر محض رعایت ادب اور اظہار تواضع کے لیے متیقن کو صورت مرجع میں ذکر فرمایا۔

فائدہ ثالثہ: اذان کے بعد صلوٰۃ بھیجنے کا حکم صریح حدیث میں موجود ہے اور یہ روایت مسلم شریف کی ہے۔ لہذا اذان کے بعد صلوٰۃ پڑھنے پر بدعت وغیرہ کے فتوے لگانا اپنی جہالت کا ماتم کرنا ہے۔ کہاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان امور یعنی جواب



اذانِ صلوٰۃ بھیجئے اور دعا و وسیلہ کرنے پر حلتِ شفاعت اور استحقاقِ شفاعت کی بشارت دینا اور کہاں ان مبتدعین کا حکم بدعت لگانا اور کتابِ حرام کا فتویٰ دینا۔ خود عمل نہیں کرتے نہ کریں دوسروں کو منع کرنے اور اس عظیم سعادت سے محروم رکھنے کا کیا جواز ہے۔

فائدہ رابعہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجنے سے اگر درود بھیجنے والے پر دس درود نازل ہوتا تو بظاہر اس کی فضیلت لازم آتی ہے مگر بنظر عمیق و دقیق دیکھیں تو صورتِ واقعہ اس کے برعکس ہے کیونکہ جس محبوب کے ساتھ اظہارِ خلوص پر اللہ تعالیٰ اس شخص پر اتنا کریم فرمادیتا ہے خود اس محبوب پر اس کی رحمت اور صلوات کا کیا اندازہ ہوگا۔

نیز جو صلوٰۃ اس امتی پر بھیجی جائے گی وہ اس کے مناسب حال ہوگی اور جو اس کے عرض کرنے پر اللہ تعالیٰ اسے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ پر نازل فرمائے گا وہ اُن کے شایانِ شان ہوگی اور جب ان کے شان اور مقام سے خلق کو کوئی نسبت نہیں ہے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جانے والے درود و سلام کے ساتھ بھی انکی صلوٰۃ کو کوئی نسبت نہیں ہوگی۔ کمیت اور کثرت کے لحاظ سے گھونگے بہت زیادہ ہی کیوں نہ ہوں مگر کیفیت و عظمت میں ایک مرقی اور صل کا مقابلہ نہیں کر سکتے کذا قال شیخ المصطفیٰ عبدالحق دہلوی۔ ہذا واللہ و رسولہ اعلم (محمد اشرف عفا اللہ عنہ)

والحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله ومحبوبه وعلى آله واصحابه ومن قبله الى يوم القيامة  
قد وقع الفراغ من تنويد هذه الاوراق يوم الاربعه الساعة العاشرة لبيع خلون من شهر الله المكرم  
الشعبان المعظم ١٣٩٩هـ وانا العبد المذنب المعترف بقصور الفهم والفراسته المدعو لابي الحسنات  
(محمد اشرف اليا لوى عفا اللہ عنہ)